وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ

تم لوگ اللہ کے راستے میں خرچ کیا کرو۔ اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو

فضائلِ صدقات عکسی

حصہ اوّل، دوم

مؤلفہ

حضرت مولانا الحافظ الحاج المحدّث

محمد زکریّا صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث مظاہر العلوم

سہارنپور

ناشر

ادارہ اشاعتِ دینیات حضرت نظام الدین نئی دہلی ۱۳

فہرست مضامین فضائل صدقات حصہ اول

فہرست مضامین فضائل صدقات حصہ دوم

ناشر: (منشی) انیس احمد، مالک ادارہ اشاعتِ دینیات،

بستی حضرت نظام الدین اولیاء، نئی دہلی ۱۳

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ

تم لوگ اللہ کے راستے میں خرچ کیا کرو۔ اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو

فضائلِ صدقات عکسی

حصہ اوّل

مؤلفہ

حضرت مولانا الحافظ الحاج المحدّث

محمد زکریّا صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث مظاہر العلوم

سہارنپور

ناشر

ادارہ اشاعت دینیات حضرت نظام الدین نئی دہلی ۱۳

قیمت مکمل بلا جلد ــــ مجلد سادہ ــــ مجلد چرمی

۵/۲۵ ــــ ۶/- ــــ ۷/۵۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا

امابعد یہ چند اوراق اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے فضائل میں ہیں جن کے متعلق اپنے سابقہ رسالہ فضائل حج کے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ چچا جان[1] نور اللہ مرقدہٗ کو اس رسالے کا بہت اہتمام تھا۔ اور اپنی زندگی کے آخری ایام میں بار بار اس کی تاکید فرمائی اور ایک مرتبہ جبکہ عصر کی نماز کھڑی ہو رہی تھی تکبیر ہوتے ہوئے صف سے آگے منھ نکال کر اس ناپاک کو حکم فرمایا کہ دیکھو اس کو بھولنا نہیں۔ اُس زمانہ میں چچا جان علالت کی وجہ سے خود امامت نہ کرتے تھے اسلئے مقتدیوں کی صف ہی میں وہ بھی شریک تھے۔ اتنے اصرار اور تاکید کے باوجود اپنی کوتاہی سے اس میں تاخیر ہوتی ہی چلی گئی اور نہ صرف تاخیر بلکہ تقریباً التواء ہی ہوگیا تھا کہ مقدرات سے شوال ۱۳۶۶ھ میں بستی حضرت نظام الدینؒ کا طویل قیام پیش آیا جیسا کہ رسالہ فضائل حج کے ابتداء میں لکھ چکا ہوں اور اس رسالہ کے اختتام کے بعد بھی جب سہارنپور واپسی کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی تو ۲۴ شوال ۱۳۶۶ھ چہار شنبہ کو اس رسالہ کی ابتداء کر دی گئی۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے اُس لطف انعام اور کرم سے جو میری گندگیوں کے باوجود دین اور دنیا دونوں کے اعتبار سے روز افزوں ہے اس کو تکمیل کو پہنچا کر قبول فرمائے وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔ اس رسالہ میں سات فصلیں لکھنے کا خیال ہے۔ پہلی فصل میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے فضائل۔ دوسری فصل میں بخل کی مذمت تیسری فصل میں صلہ رحمی کا خصوصی اہتمام چوتھی فصل میں زکوٰۃ کا وجوب اور فضائل پانچویں فصل میں زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعیدیں چھٹی فصل میں زہد و قناعت اور سوال نہ کرنے کی ترغیب ساتویں فصل میں زاہدوں اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والوں کی حکایات۔

فصلِ اوّل مال خرچ کرنے کے فضائل میں

اللہ پاک کے کلام اور اُس کے سچے رسول ﷺ سید البشر کے ارشادات میں خرچ کرنے کی ترغیب اور اسکے فضائل اتنی کثرت سے وارد ہیں کہ حد نہیں اُن کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پیسہ پاس رکھنے کی چیز ہے ہی نہیں۔ یہ پیدا ہی اس لئے ہوا ہے کہ اس کو اللہ کے راستے میں خرچ کیا جائے جتنی کثرت سے اس مسئلہ پر ارشادات ہیں اُن کا دسواں بیسواں حصہ بھی جمع کرنا مشکل ہے۔ نمونہ کے طور پر چند آیات اور چند احادیث کا ترجمہ اپنی عادت کے موافق پیش کرتا ہوں۔

---

[1] یعنی حضرت اقدس مولانا شاہ محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ

آیات

(۱) هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ أُولٰئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ (بقرہ ع ۱)

(یہ کتاب یعنی قرآن شریف) راستہ بتلانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو جو یقین لاتے ہیں غیب کی چیزوں پر اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ ایسے ہیں جو یقین رکھتے ہیں (ایمان لاتے ہیں) اس کتاب پر بھی جو آپ پر نازل کی گئی۔ اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئیں اور آخرت پر بھی وہ یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اس صحیح راستے پر ہیں جو اُن کے رب کی طرف سے ملا ہے اور یہی لوگ فلاح کو پہنچنے والے ہیں۔

ف۔ اِس آیت شریفہ میں کئی مضمون قابل غور ہیں (الف) راستہ بتانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو یعنی جس کو مالک کا خوف نہ ہو مالک کو مالک نہ جانتا ہو وہ اپنے پیدا کرنیوالے سے جاہل ہو اُسکو قرآنِ پاک کا بتایا ہوا راستہ کب نظر آسکتا ہے راستہ اُسی کو نظر آتا ہے جس میں دیکھنے کی صلاحیت بھی ہو جس میں دیکھنے کا ذریعہ آنکھ ہی نہ ہو وہ کیا دیکھے گا اِسی طرح جس کے دل میں مالک کا خوف ہی نہ ہو وہ مالک کے حکم کی کیا پروا کرے گا (ب) نماز کو قائم رکھنا یہ ہے کہ اُس کو اُس کے آداب اور شرائط کی رعایت رکھتے ہوئے پابندی اور اہتمام سے ادا کرے جس کا تفصیلی بیان رسالہ فضائلِ نماز[1] میں گزر چکا ہے اُس میں حضرت ابن عباس رضؓ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ نماز کو قائم کرنے سے یہ مراد ہے کہ اُس کے رکوع و سجود کو اچھی طرح ادا کرے۔ ہمہ تن متوجہ رہے اور خشوع کے ساتھ پڑھے۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ نماز کا قائم کرنا اس کے اوقات کی حفاظت رکھنا اور وضو کا اور رکوع و سجود کا اچھی طرح ادا کرنا ہے (ج) فلاح کو پہنچنا بہت اونچی چیز ہے۔ فلاح کا لفظ جہاں کہیں آتا ہے وہ اپنے مفہوم میں دین اور دنیا کی بہبود اور کامیابی کو لئے ہوئے ہوتا ہے۔ امام راغبؒ نے لکھا ہے کہ دُنیوی فلاح اُن خوبیوں کا حاصل کر لینا ہے جن سے دُنیوی زندگی بہترین بن جائے اور وہ بقا اور غِنیٰ اور عزت ہیں اور اُخروی فلاح چار چیزیں ہیں، وہ بقا جس کو کبھی فنا نہ ہو، وہ تونگری جس میں فقر کا شائبہ نہ ہو، وہ عزت جس میں کسی قسم کی ذلت نہ ہو، وہ علم جس میں جہل کا دخل نہ ہو اور جب فلاح کو مطلق بولا گیا تو اُس میں دین و دنیا دونوں کی فلاح آگئی۔

(۲) لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ

سارا کمال اسی میں نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کرو یا مغرب کی لیکن اصل کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص

[1] فضائل نماز عکسی قیمت ۷۰ پیسے پتہ ادارہ اشاعت دینیات نئی دہلی ۱۳

الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّآئِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتَى الزَّكٰوةَ الآیۃ

(بقرہ ع ۲۲)

اللہ پر ایمان لائے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی کتابوں پر اور سب پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں مال دیتا ہو اپنے رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور غریبوں کو اور مسافروں کو اور لاچاری میں سوال کرنے والوں کو اور (قیدیوں اور غلاموں کی) گردن چھڑانے میں خرچ کرتا ہو اور نماز کو قائم رکھتا ہو اور زکوٰۃ کو ادا کرتا ہو کہ اصل کمالات یہ چیزیں ہیں

آیت شریفہ میں ان کی بعض اور صفات کا ذکر فرما کر ارشاد ہے کہ یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔

ف حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ یہود مغرب کی طرف نماز پڑھتے تھے اور نصاریٰ مشرق کی طرف نماز پڑھتے تھے اس پر یہ آیتِ شریفہ نازل ہوئی اور بھی متعدد حضرات سے اس قسم کا مضمون نقل کیا گیا ہے[1]۔ امام جصاصؒ نے لکھا ہے کہ آیتِ شریفہ میں یہود اور نصاریٰ پر رد ہے کہ جب انھوں نے قبلہ کے منسوخ ہونے (یعنی بیت المقدس کی بجائے کعبہ کو قبلہ قرار دینے) پر اعتراض کیا تو حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ نیکی اللہ کی اطاعت میں ہے بغیر اس کی اطاعت کے مشرق و مغرب کی توجہ کوئی چیز نہیں ہے[2]۔ اللہ کی محبت میں مال دیتا ہو کا یہ مطلب ہے کہ ان چیزوں میں اللہ جل شانہٗ کی محبت اور خوشنودی کی وجہ سے خرچ کرے۔ نام و نمود اور اپنی شہرت، عزت کی وجہ سے خرچ نہ کرے کہ اس ارادے سے خرچ کرنا نیکی برباد گناہ لازم کے مصداق ہے۔ اپنا مال بھی خرچ کیا اور اللہ جل شانہٗ کے یہاں بجائے ثواب کے گناہ ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتے (کہ کتنا خرچ کیا) بلکہ تمہارے اعمال اور تمہارے دلوں کی طرف دیکھتے ہیں (کہ کس نیت اور کس ارادے سے خرچ کیا)[3]۔ ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مجھے تم پر بہت زیادہ خوف شرکِ اصغر کا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ شرکِ اصغر کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا دکھاوے کے لئے عمل کرنا۔ احادیث میں بہت کثرت سے دکھاوے کے لئے خرچ کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے جو آئندہ آئے گی۔ یہ ترجمہ اس صورت میں ہے کہ آیتِ شریفہ میں اللہ کی محبت میں دینا مراد ہو۔ بعض علماء نے خرچ کرنے کی محبت کا ترجمہ کیا ہے یعنی جو خرچ کیا ہے اُس پر مسرور ہو یہ نہ ہو کہ اُس وقت تو خرچ کر دیا پھر اُس پر قلق ہو رہا ہے کہ میں نے کیوں خرچ کر دیا کیسی بے وقوفی ہوئی روپیہ کم ہو گیا وغیرہ وغیرہ[4]۔ اور اکثر علماء نے مال کی محبت کا ترجمہ کیا ہے یعنی باوجود مال کی محبت کے ان مواقع

---

[1] درمنثور [2] احکام القرآن [3] مشکوٰۃ [4] احکام القرآن۔

میں خرچ کرے۔ایک حدیث میں ہے کسی شخص نے عرض کیا یارسول اللہ مال کی محبت کا کیا مطلب ہے؟ مال سے توہر ایک کو محبت ہوتی ہے حضورؐ نے فرمایا کہ جب تُو مال خرچ کرے تو اُس وقت تیرا دل تیری اپنی ضرورتیں جتائے اور اپنی حاجت کا ڈر دل میں پیدا ہو کہ عمر ابھی بہت باقی ہے مجھے احتیاج نہ ہو جائے۔ایک حدیث میں ہے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہترین صدقہ یہ ہے کہ تُو ایسے وقت میں خرچ کرے جب تندرست ہو اپنی زندگی اور بہت زمانے تک دنیا میں رہنے کی امید ہو۔ ایسا نہ کر کہ صدقہ کرنے کو ٹالتا رہے یہاں تک کہ جب دم نکلنے لگے اور موت کا وقت قریب آجائے تو کہنے لگے اتنا فلاں کو دیا جائے اور اتنا فلانی جگہ دیا جائے کہ اب تو وہ فلاں کا ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ جب اپنے سے مایوسی ہو گئی اور اپنی ضرورت اور حاجت کا ڈر نہ رہا تو آپ نے کہنا شروع کر دیا کہ اتنا فلاں مسجد میں اتنا فلاں مدرسہ میں حالانکہ اب وہ گویا وارث کا مال بن گیا۔اب حلوائی کی دوکان پر نانا جی کی فاتحہ ہے۔جب تک اپنی ضرورتیں وابستہ تھیں تب تو خرچ کرنے کی توفیق نہ ہوئی اب جبکہ وہ دوسرے کے یعنی وارث کے پاس جانے لگا تو آپ کو اللہ واسطے دینے کا جذبہ پیدا ہوا۔اسی واسطے شریعتِ مطہرہ نے حکم دے دیا کہ مرتے وقت کا صدقہ ایک تہائی مال میں اثر کر سکتا ہے۔اگر کوئی اس وقت سارا مال بھی صدقہ کر کے مرجائے تو وارثوں کی اجازت بغیر تہائی سے زیادہ میں اُس کی وصیت معتبر نہ ہوگی۔اس آیت شریفہ میں مال کو یتامیٰ مساکین وغیرہ پر خرچ کرنے کو مستقل طور پر ذکر فرمایا ہے اور آخر میں زکوٰۃ کو علیحدہ ذکر فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اخراجات زکوٰۃ کے علاوہ باقی مال میں سے ہیں۔اِس کا بیان احادیث کے ذیل میں نمبر ایر آرہا ہے۔

(۳) وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ○ (بقرہ ع ۲۴)

"اور تم لوگ اللہ کے راستے میں خرچ کیا کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں نہ ڈالو اور خرچ وغیرہ کو اچھی طرح کیا کرو بیشک حق تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں اچھی طرح کام کرنے والوں کو۔"

ف۔حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ"اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو" یہ فقر کے ڈر سے اللہ کے راستہ میں خرچ کا چھوڑ دینا ہے۔حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہلاکت میں ڈالنا یہ نہیں ہے کہ آدمی اللہ کے راستے میں قتل ہو جائے بلکہ یہ اللہ کے راستے میں خرچ سے رُک جانا ہے حضرت ضحاکؒ بن جبیر فرماتے ہیں کہ انصار اللہ کے راستے میں خرچ کیا کرتے تھے اور صدقہ کیا کرتے تھے ایک سال قحط ہو گیا۔ اُن کے خیالات بُرے ہو گئے اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنا چھوڑ دیا۔اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی حضرت اسلمؓ کہتے ہیں کہ ہم قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک تھے، کفار کی بہت بڑی جماعت مقابلہ پر

لہ درمنثور

آگئی مسلمانوں میں سے ایک شخص تلوار لے کر اُن کی صف میں گھس گیا دوسرے مسلمانوں نے شور کیا کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا حضرت ابوایوب رضؓ انصاری بھی اِس جنگ میں شریک تھے وہ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا نہیں ہے تم اِس آیتِ شریفہ کا یہ مطلب بتاتے ہو۔ یہ آیت تو ہمارے بارے میں نازل ہوئی۔ بات یہ ہوئی تھی کہ جب اسلام کو فروغ ہونے لگا اور دین کے حامی بہت سے پیدا ہو گئے تو ہماری یعنی انصار کی چُپکے چُپکے یہ رائے ہوئی کہ اب اللہ جلّ شانہٗ نے اسلام کو غلبہ تو عطا فرما ہی دیا اور لوگوں میں دین کے مددگار بہت سے پیدا ہو گئے ہمارے اموال کھیتیاں وغیرہ عرصہ سے خبرگیری پوری نہ ہو سکنے کی وجہ سے برباد ہو رہی ہیں۔ ہم اُن کی خبرگیری اور صلاح کرلیں اِس پر یہ آیتِ شریفہ نازل ہوئی اور ہلاکت میں اپنے کو ڈالنا اپنے اموال کی اصلاح میں مشغول ہو جانا اور جہاد کو چھوڑ دینا ہے[1]۔

(۴) وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۗ قُلِ الْعَفْوَ ؕ (بقرہ ع ۲۷)	لوگ آپ سے یہ پوچھتے ہیں کہ خیرات میں کتنا خرچ کریں آپ فرما دیجئے کہ جتنا (ضرورت سے) زائد ہو۔"

ف۔ یعنی مال تو خرچ ہی کرنے کے واسطے ہے جتنی اپنی ضرورت ہو اُس کے موافق رکھ کر جو زائد ہو وہ خرچ کردے حضرت ابن عبّاس رضؓ فرماتے ہیں کہ اپنے اہل وعیال کے خرچ سے جو بچے وہ عفو ہے حضرت ابوامامہ رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اے آدمی جو تجھ سے زائد ہے اُس کو تُو خرچ کردے یہ بہتر ہے تیرے لئے اور تو اس کو روک کر رکھے یہ تیرے لئے بُرا ہے اور بقدرِ ضرورت پر کوئی ملامت نہیں۔ اور خرچ کرنے میں ان لوگوں سے ابتدا کر جو تیرے عیال میں ہیں اور اُونچا ہاتھ (یعنی دینے والا ہاتھ) بہتر ہے اُس ہاتھ سے جو نیچے ہو (یعنی لینے کے لئے پھیلا ہوا ہو) حضرت عطاؒ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ عفو سے مُراد ضرورت سے زائد ہے[2] حضرت ابو سعید خدری رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس سواری زائد ہو وہ ایسے شخص کو سواری دے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس توشہ زائد ہو وہ ایسے شخص کو توشہ دے جس کے پاس توشہ نہ ہو حضور صلعم نے اِس قدر اہتمام سے یہ بات فرمائی کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ کسی شخص کا اپنے کسی ایسے مال میں حق ہی نہیں ہے جو اُس کی ضرورت سے زائد ہو[3]۔ اور کمال کا درجہ ہے بھی یہی کہ آدمی کی اپنی واقعی ضرورت سے زائد جو چیز ہے وہ خرچ ہی کرنے کے واسطے ہے جمع کر کے رکھنے کے واسطے نہیں ہے۔ بعض علماء نے عفو کا ترجمہ سہل کا کیا ہے یعنی جتنا آسانی سے خرچ کر سکے کہ اُس کو خرچ کرنے سے خود پریشان ہو کر دُنیوی تکلیف میں مبتلا نہ ہو اور

---

[1] درمنثور [2] درمنثور [3] ابوداؤد۔

دوسرے کا حق ضائع ہونے سے آخرت کی تکلیف میں مبتلا نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا کہ بعض آدمی اس طرح صدقہ کرتے تھے کہ اپنے کھانے کو بھی اُن کے پاس نہ رہتا تھا حتیٰ کہ دوسرے لوگوں کو اُن پر صدقہ کرنے کی نوبت آجاتی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں تشریف لائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حالت دیکھ کر لوگوں سے کپڑا خیرات کرنے کو ارشاد فرمایا بہت سے کپڑے چندہ میں جمع ہو گئے حضورؐ نے اُن میں سے دو کپڑے اُن صاحب کو عطا فرما دیئے اس کے بعد پھر حضورؐ نے صدقہ کرنے کی ترغیب دی اور لوگوں نے صدقہ کا مال دیا تو اُن صاحب نے بھی دو کپڑوں میں سے ایک صدقہ میں دے دیا تو حضورؐ نے ناراضی کا اظہار فرمایا اور اُن کا کپڑا واپس فرما دیا۔[1] قرآن پاک میں اپنی احتیاج کے باوجود خرچ کرنے کی ترغیب بھی آئی ہے لیکن یہ انھیں لوگوں کے لئے ہے جو اس کو بشاشت سے برداشت کرسکتے ہوں۔ اُن کے دلوں میں واقعی طور پر آخرت کی اہمیت دُنیا پر غالب آگئی ہو۔ جیسے کہ آیات کے سلسلہ میں نمبر ۳۸ پر یہ مضمون تفصیل سے آرہا ہے۔

(۵) مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (بقرہ ع ۳۲)

کون ہے ایسا شخص جو اللہ جل شانہٗ کو قرض دے اچھی طرح قرض دینا پھر اللہ تعالیٰ اُس کو بڑھا کر بہت زیادہ کر دے (اور خرچ کرنے سے تنگی کا خوف نہ کرو کہ اللہ جل شانہٗ ہی تنگی اور فراخی کرتے ہیں (اسی کے قبضہ میں ہے) اور اسی کی طرف (مرنے کے بعد) لوٹائے جاؤ گے۔

ف۔ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کو قرض سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ جیسے قرض کی ادائیگی اور واپسی ضرور ہوتی ہے اسی طرح اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا اجر و ثواب و بدلہ ضرور ملتا ہے اس لئے اُس کو قرض سے تعبیر کیا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو قرض دینے سے اللہ کے راستے میں خرچ کرنا مُراد ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو حضرت ابوالدحداح انصاریؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ جل شانہٗ ہم سے قرض مانگتے ہیں حضورؐ نے فرمایا بیشک، وہ عرض کرنے لگے اپنا دستِ مبارک مجھے پکڑا دیجئے (تاکہ میں آپ کے دستِ مبارک پر ایک عہد کروں) حضورؐ نے اپنا ہاتھ بڑھایا انھوں نے معاہدے کے طور پر حضورؐ کا ہاتھ پکڑ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے اپنا باغ اپنے اللہ کو قرض دے دیا۔ اُن کے باغ میں چھ سو درخت کھجوروں کے تھے اور اسی باغ میں اُن کے بیوی بچے رہتے

[1] درمنثور

تھے یہاں سے اُٹھ کر پھر اپنے باغ میں گئے اور اپنی بیوی اُمّ دحداح رضؓ سے آواز دے کر کہا کہ چلو اس باغ سے نکل چلو یہ باغ میں نے اپنے رب کو دے دیا۔ دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے اُس باغ کو چند یتیموں پر تقسیم کر دیا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ الآیۃ، جو ایک نیکی کرے اُس کو دس گنا ثواب ملے گا تو حضورؐ نے دعا کی کہ یا اللہ میری امت کا ثواب اِس سے بھی زیادہ کر دے اُس کے بعد یہ آیت مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ نازل ہوئی حضورؐ نے پھر دعا کی یا اللہ میری امت کا ثواب اور بھی زیادہ کر دے پھر مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ الآیۃ جو نمبر ۷ پر آرہی ہے نازل ہوئی حضورؐ نے پھر دُعا کی یا اللہ میری امت کا ثواب بڑھا دے اِس پر اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (زمر ع ۲) نازل ہوئی کہ صبر کرنے والوں کو اُن کا ثواب پُورا پُورا دیا جائے گا جو بے اندازہ اور بے شمار ہوگا ایک حدیث میں ہے کہ ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کون ہے جو آج قرض دے اور کل کو پُورا بدلہ لے لے ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں اے آدمی! اپنا خزانہ میرے پاس امانت رکھا دے نہ اس میں آگ لگنے کا اندیشہ ہے نہ غرق ہو جانے کا نہ چوری کا میں ایسے وقت میں وہ تجھ کو پورا کا پورا واپس کروں گا جس وقت تجھے اس کی انتہائی ضرورت ہوگی

(۶) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ (بقرہ ع ۳۴)

اے ایمان والو خرچ کر لو اُن چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں قبل اِس کے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ تو خرید و فروخت ہو سکتی ہے نہ دوستی ہوگی نہ کسی کی (اللہ کی اجازت بغیر) سفارش ہوگی۔

ف۔ یعنی اُس دن نہ تو خرید و فروخت ہے کہ کوئی اُس دن دوسروں کی نیکیاں خرید لے نہ دوستی ہے کہ تعلقات میں کوئی دوسرے سے نیکیاں مانگ لے نہ بغیر اجازت کے سفارش کا کسی کو حق ہے کہ اپنی طرف سے منت سماجت کر کے سفارش ہی کرالے غرض جتنے اسباب دوسرے سے اعانت حاصل کرنے کیلئے ہوا کرتے ہیں وہ سب ہی اُس دن مفقود ہوں گے اُس دن کے واسطے کچھ کرنا ہے تو آج کا دن ہے جو بونا ہے بو لیا جائے۔ اُس دن تو کھیتی کے کاٹنے ہی کا دن ہے جو بویا گیا ہے وہ کاٹ لیا جائے گا غلہ ہو یا پھول، کانٹے ہوں یا ایندھن، ہر شخص خود ہی غور کر لے کہ وہ کیا بو رہا ہے۔

(۷) مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ

جو لوگ اللہ کے راستے میں (یعنی خیر کے کاموں میں) اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اُن کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک دانہ ہو جس میں سات بالیں اُگی ہوں اور ہر بال

---

۵ درمنثور۔

فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ ؕ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ (بقرہ ع ۳۶)

میں سو دانے ہوں (تو ایک دانے سے سات سو دانے مل گئے) اور اللہ جل شانہٗ جس کو چاہے زیادہ عطا فرما دیتے ہیں اللہ جل شانہٗ بڑی وسعت والے ہیں (انکے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں) اور جاننے والے ہیں (کہ خرچ کرنیوالے کی نیت کا حال بھی ان کو خوب معلوم ہے۔)

ف - ایک حدیث میں آیا ہے کہ اعمال چھ قسم کے ہیں اور آدمی چار قسم کے ہیں اعمال کی چھ قسمیں یہ ہیں کہ دو عمل تو واجب کرنیوالے ہیں اور دو عمل برابر سرابر ہیں اور ایک عمل دس گنا ثواب رکھتا ہے اور ایک عمل سات سو گنا ثواب رکھتا ہے جو واجب کرنیوالے ہیں وہ تو یہ ہیں کہ جو شخص اس حالت میں مرے کہ شرک نہ کرتا ہو وہ جنت میں داخل ہو کر رہے گا اور جو ایسی حالت میں مرے کہ شرک کرتا ہو وہ جہنم میں داخل ہوگا اور برابر سرابر یہ ہیں کہ جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے اور عمل نہ کر سکے اس کو ایک ثواب ملتا ہے اور جو گناہ کرے اس کو ایک بدلہ ملتا ہے اور جو شخص کوئی نیکی کرے اُس کو دس گنا ثواب ملتا ہے اور جو اللہ کے راستے میں خرچ کرے اُس کو ہر خرچ کا سات سو گنا ثواب ملتا ہے۔ اور آدمی چار طرح کے ہیں ایک وہ لوگ ہیں جن پر دُنیا میں بھی وسعت ہے، آخرت میں بھی دوسرے وہ جن پر دُنیا میں وسعت آخرت میں تنگی تیسرے وہ جن پر دُنیا میں تنگی آخرت میں وسعت چوتھے وہ جن پر دُنیا میں بھی تنگی اور آخرت میں بھی تنگی[۱] کہ یہاں کے فقر کے ساتھ اعمال بھی خراب ہوئے جن کی وجہ سے وہاں بھی کچھ نہ ملا۔ دنیا اور آخرت دونوں ہی برباد گئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ایک کھجور کی بقدر بھی صدقہ کرے بشرطیکہ طیب مال سے ہو خبیث مال نہ ہو اسلئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ طیب مال ہی کو قبول کرتے ہیں تو حق تعالیٰ اُس صدقہ کی پرورش کرتے ہیں، جیسا کہ تم لوگ اپنے بچھیرے کی پرورش کرتے ہو حتیٰ کہ وہ صدقہ بڑھتے بڑھتے پہاڑ کی برابر ہو جاتا ہے[۲]۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص ایک کھجور اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اسکے ثواب کو اتنا بڑھاتے ہیں کہ وہ اُحد پہاڑ سے بڑا ہو جاتا ہے۔ اُحد کا پہاڑ مدینہ طیبہ کا بہت بڑا پہاڑ ہے اس صورت میں سات سو سے بہت زیادہ اجر و ثواب ہو جاتا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ سات سو گنے والی آیت شریفہ نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہٗ سے ثواب کے زیادہ ہونے کی دعا کی اس پر پہلی آیت نمبر ۵ والی نازل ہوئی[۳] اس قول کے موافق اِس آیت شریفہ کا نزول مقدم ہو دوسری حدیث میں اس کا عکس آیا ہے جیسا کہ پہلے نمبر ۵ کے ذیل میں گزرا ہے

---

[۱] کنز العمال [۲] مشکوۃ شریف [۳] بیان القرآن

(۸) اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ؁ (بقرہ ع ۳۶)

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر نہ تو (جس کو دیا اُس پر) احسان جتاتے ہیں (اور نہ کسی اور طرح اُس کو اذیت پہنچاتے ہیں تو اُن کیلئے اُن کے رب کے پاس اس کا ثواب ہے اور (قیامت کے دن) اُن کو نہ تو کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

ف- یہ آیتِ شریفہ پہلی آیت کے بعد ہی ہے اور اس رکوع میں سارا ہی مضمون اِسی کے متعلق ہے۔ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب اور احسان جتا کر اُس کو برباد نہ کرنے پر تنبیہ ہے اور کسی اور طرح سے اذیت پہنچانے کا یہ مطلب ہے کہ اپنے اِس احسان کی وجہ سے اُس کے ساتھ حقارت کا برتاؤ کرے اُس کو ذلیل سمجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چند آدمی جنّت میں داخل نہ ہوں گے۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو اپنے دیئے ہوئے پر احسان جتائے دوسرا وہ ہے جو والدین کی نافرمانی کرتے تیسرا وہ ہے جو شراب پیتا رہتا ہو وغیرہ وغیرہ۔[۱] امام غزالیؒ نے احیاء میں صدقہ کے آداب میں لکھا ہے کہ اس کو مَن اور اذٰی سے برباد نہ کرے مَن اور اذٰی کی تفصیل میں علماء کے چند قول ہیں بعض علماء نے لکھا ہے کہ مَن یہ ہے کہ خود اُس سے اس کا تذکرہ کرے اور اذٰی یہ ہے کہ اس کا دوسروں سے اظہار کرے بعض نے فرمایا ہے کہ مَن یہ ہے کہ اس عطا کے بدلے میں اُس سے کوئی بے گار لے اور اذٰی یہ ہے کہ اُس کو فقیری کا طعنہ دے بعض نے فرمایا ہے مَن یہ ہے کہ اِس عطا کی وجہ سے اپنی بڑائی اُس پر ظاہر کرے اور اذٰی یہ ہے کہ اُس کو سوال کی وجہ سے جھڑکے امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اصل مَن یہ ہے کہ اپنے دل میں اپنا اُس پر احسان سمجھے اِسی کی وجہ سے پھر امورِ بالا ظاہر ہوتے ہیں حالانکہ اُس فقیر کا اپنے اُوپر احسان سمجھنا چاہئے کہ اُس نے اللہ جل شانہٗ کا حق اُس سے قبول کرکے اس کو بری الذمہ بنا دیا اور اُس کے مال کی پاکی کا سبب بنا اور جہنم کے عذاب سے جو زکوٰۃ کے روکنے کی وجہ سے ہوتا نجات دلائی۔[۲] مشہور محدّث امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو ثواب کا اس سے زیادہ محتاج نہ سمجھے جتنا فقیر کو اپنے صدقہ کا محتاج سمجھتا ہے اُس نے اپنے صدقہ کو ضائع کر دیا۔ اور وہ صدقہ اس کے مُنہ پر مار دیا جاتا ہے۔[۳] قیامت کا دن نہایت ہی سخت رنج و غم اور خوف کا دن ہے جیسا کہ اِس رسالہ کے ختم پر آرہا ہے اُس دن کسی کا بے خوف ہونا غمگین نہ ہونا بہت اونچی چیز ہے۔

(۹) اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ج وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْ

صدقات کو اگر تم ظاہر کرکے دو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر تم اُن کو چھپا کے فقیروں کو دے دو تو یہ تمہارے

[۱] در منثور [۲] احیاء العلوم [۳] احیاء العلوم

هَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (بقرہ ع ۳۷)

لئے زیادہ بہتر ہے اور حق تعالیٰ شانہ تمھارے کچھ گناہ معاف کردیں گے اور اللہ جل شانہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے (دوسری آیت میں ارشاد ہے)

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (بقرہ ع ۳۸)

جو لوگ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں رات دن پوشیدہ اور کھلم کھلا اُن کے لئے اُن کے رب کے پاس اس کا ثواب ہے اور قیامت کے دن اُن کو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔

ف - اِن دونوں آیتوں میں صدقہ کو چھپاکر دینا اور کھلم کھلا ظاہر کرکے دینا دونوں طریقوں کی تعریف کی گئی ہے اور بہت سی احادیث اور قرآنِ پاک کی آیات میں ریا کی یعنی دکھلاوے کے لئے کام کرنے کی بُرائی اور اس کو شرک بتایا ہے اور ثواب کو ضائع کر دینے والا بلکہ گناہ کو لازم کر دینے والا بتایا ہے اِس لئے پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ دکھلاوا اور چیز ہے اور یہ ضروری نہیں کہ جو کام کھلم کھلا کیا جاوے وہ ریا ہی ہو بلکہ ریا یہ ہے کہ اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے واسطے، اپنی شہرت کے واسطے، اپنا کمال ظاہر کرنے اور عزت حاصل کرنیکے واسطے کوئی کام کیا جائے تو وہ ریا ہے اور جو اللہ جل شانہٗ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کیلئے کیا جائے اور اللہ کی خوشنودی کسی مصلحت سے اعلان ہی میں ہو تو وہ ریا نہیں ہے، اِسکے بعد ہر عمل بالخصوص صدقہ میں افضل یہی ہے کہ وہ اخفاء کے ساتھ کیا جائے کہ اِس میں ریا کا احتمال بھی نہیں رہتا۔ اور صدقہ لینے والے کی ذلّت اور اذیّت سے بھی امن ہے اور یہ بھی مصلحت ہے کہ اس وقت اگرچہ ریا نہ ہو لیکن جب عام طور سے لوگوں میں سخاوت مشہور ہونے لگے تو عُجب اور خود بینی پیدا ہونے کا احتمال ہے اور یہ بھی ہے کہ لوگوں میں اگر شہرت ہوگی تو پھر بہت سے لوگ سوالات سے پریشان کرنے لگیں گے اور اپنے مالدار ہونے کی شہرت سے دُنیوی نقصانات کئی قسم کے پیدا ہونے لگیں گے۔ حکومت کے ٹیکس، چوروں کی نگاہیں، حاسدوں کی دشمنی۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ صدقہ کا مخفی طور سے دینا ریا اور شہرت سے زیادہ بعید ہے اور حضورؐ کا ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے کہ افضل صدقہ کسی تنگدست کا اپنی کوشش سے کسی نادار کو چُپکے سے دے دینا ہے اور جو شخص اپنے صدقہ کا تذکرہ کرتا ہے وہ اپنی شہرت کا طالب ہے اور جو مجمع میں دیتا ہے وہ ریاکار ہے۔ پہلے بزرگ اخفا میں اتنی کوشش کرتے تھے کہ وہ یہ بھی نہیں پسند کرتے تھے کہ فقیر کو بھی اس کا علم ہو کہ کس نے دیا اِسلئے بعض تو نابینا فقیروں کو چھانٹ کر دیتے تھے اور بعض سوتے ہوئے کی جیب میں ڈال دیتے تھے اور بعض کسی دوسرے کے ذریعے سے دلواتے کہ فقیر کو پتہ نہ

چلے اور اُس کو حیا نہ آئے بہر حال اگر شہرت اور ریا مقصود ہے تو نیکی برباد گناہ لازم ہے امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ جہاں شہرت مقصود ہوگی وہ عمل بیکار ہو جائے گا اس لئے کہ زکوٰۃ کا وجوب مال کی محبت کو زائل کرنے کے واسطے ہے اور حُبِّ جاہ کا مرض لوگوں میں حُبِّ مال سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اور آخرت میں دونوں ہی ہلاک کرنے والی چیزیں ہیں لیکن بخل کی صفت تو قبر میں بچھو کی صورت میں مسلط ہوتی ہے اور ریا اور شہرت کی صفت اژدہا کی صورت میں منتقل ہو جاتی ہے[1]۔ ایک حدیث میں ہے کہ آدمی کی بُرائی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اُنگلیوں سے اُس کی طرف اشارہ کیا جانے لگے دینی امور میں اشارہ ہو یا دُنیوی امور میں حضرت ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی شہرت کو پسند کرتا ہو اُس نے اللہ تعالیٰ سے سچائی کا معاملہ نہیں کیا۔ ایوب سختیانیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے سچائی کا معاملہ کرتا ہے اُس کو یہ پسند ہوا کرتا ہے کہ کوئی اُس کا گھر بھی نہ جانے کہ کہاں ہے[2]۔ حضرت عمرؓ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت معاذؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ کیوں رو رہے ہو حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سُنا تھا کہ ریا کا تھوڑا سا حصہ بھی شرک ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ ایسے متقی لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو زاویۂ خمول میں رہتے ہوں کہ اگر کہیں چلے جائیں تو کوئی تلاش نہ کرے اور مجمع میں آئیں تو کوئی اُن کو پہچانے بھی نہیں۔ اُن کے دل ہدایت کے چراغ ہوں اور ہر گرد آلود تاریک مقام سے خلاصی پانے والے ہوں[3]۔ غرض ریا کی مذمت بہت سی آیات اور احادیث میں وارد ہوئی ہے لیکن ان سب کے باوجود کبھی اعلان میں دینی مصلحت ہوتی ہے مثلاً دوسروں کو ترغیب کہ ضرورت کے موقعہ پر ایک آدھ شخص کے صدقہ سے دینی اہم ضرورتیں پوری نہیں ہو سکتیں ایسے وقت میں صدقہ کا اظہار دوسروں کی ترغیب کا سبب بن کر ضرورت کے پورا ہونے کا سبب بن جاتا ہے اسی لئے حضورِؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قرآنِ پاک کو آواز سے پڑھنے والا ایسا ہے جیسا اعلان کے ساتھ صدقہ کرنے والا اور قرآنِ پاک کو آہستہ پڑھنے والا ایسا ہے جیسا کہ چپکے سے صدقہ کرنے والا[4] کہ قرآنِ پاک کا بھی مقتضائے وقت کے مناسب کبھی آواز سے پڑھنا افضل ہوتا ہے اور کبھی آہستہ پڑھنا۔ پہلی آیتِ شریفہ کے متعلق بہت سے علماء سے نقل کیا گیا کہ اِس آیتِ شریفہ میں صدقہ فرض یعنی زکوٰۃ اور صدقہ نفل دونوں کا بیان ہے اور صدقہ فرض کا اعلان سے ادا کرنا افضل ہے جیسا کہ اور فرائض کا بھی یہی حکم ہے کہ اُن کا اعلان کے ساتھ کرنا افضل ہے اِسلئے کہ اِس میں دوسروں کی ترغیب کے ساتھ اپنے اُوپر سے اِس

---

[1] احیاء العلوم [2] ایضاً [3] ایضاً [4] مشکوٰۃ شریف۔

الزام اور اتہام کا دفع کرنا مقصود ہے کہ یہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے دوسری مصالح کے علاوہ نماز میں جماعت مشروع ہوئی کہ اس میں اس کے ادا کرنے کا اعلان ہے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ علامہ طبریؒ وغیرہ نے اس پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ صدقہ فرض میں اعلان افضل ہے اور صدقۂ نفل میں اخفا افضل ہے زین بن المنیرؒ کہتے ہیں کہ یہ حالات کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً اگر حاکم ظالم ہوں اور زکوٰۃ کا مال مخفی ہو تو زکوٰۃ کا اخفا اولیٰ ہوگا اور اگر کوئی شخص مقتدا ہے اس کے فعل کا لوگ اتباع کریں گے تو صدقۂ نفل کا بھی اعلان اولیٰ ہوگا[۱]۔ حضرت ابن عباسؓ نے آیت شریفہ (مذکورہ بالا) کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے نفل صدقہ میں آہستہ کے صدقہ کو اعلانیہ کے صدقہ پر ستر درجہ فضیلت دی ہے اور فرض صدقہ میں علانیہ کو مخفی صدقہ پر پچیس درجہ فضیلت دی ہے اور اسی طرح اور سب عبادات کے نوافل اور فرائض کا حال ہے[۲]۔ یعنی دوسری عبادات میں بھی فرائض کو اعلان کے ساتھ ادا کرنا چھپ کر ادا کرنے سے افضل ہے کہ فرائض کو چھپ کر ادا کرنے میں ایک اپنے اوپر تہمت ہے دوسرے یہ بھی مضرت ہے کہ اپنے متعلقین یہ سمجھیں گے کہ یہ شخص فلاں عبادت کرتا ہی نہیں اور اس سے ان کے دلوں میں اس عبادت کی وقعت اور اہمیت کم ہو جائے گی اور نوافل میں بھی اگر دوسروں کے اتباع اور اقتداء کا خیال ہو تو اعلان افضل ہے حضرت ابن عمرؓ کے واسطے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا کہ نیک عمل کا چھپکے سے کرنا اعلان سے افضل ہے مگر اس شخص کے لئے جو اتباع کا ارادہ کرے، حضرت ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ذرؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ کونسا صدقہ افضل ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ کسی فقیر کو چپکے سے کچھ دے دینا اور نادار کی کوشش افضل ہے اور اصل یہی ہے کہ نفلی صدقہ کا مخفی طور سے ادا کرنا افضل ہے البتہ اگر کوئی دینی مصلحت اعلان میں ہو تو اعلان بھی افضل ہو جاتا ہے لیکن اس بات میں اپنے نفس اور شیطان سے بے فکر نہ رہے کہ وہ صدقہ کو برباد کرنے کے لئے دل کو یہ سمجھائے کہ اعلان میں مصلحت ہے بلکہ بہت غور سے اس کو جانچ لے کہ اعلان میں واقعی دینی مصلحت ہے یا نہیں اور صدقہ کرنے کے بعد بھی اس کا تذکرہ نہ کرتا پھرے کہ یہ بھی اعلانیہ صدقہ کرنے میں داخل ہو جاتا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کوئی عمل مخفی کرتا ہے تو وہ مخفی عمل لکھ لیا جاتا ہے پھر جب وہ اس کا کسی سے اظہار کر دے تو وہ مخفی سے علانیہ میں منتقل کر دیا جاتا ہے پھر اگر وہ لوگوں سے کہتا پھرے تو وہ علانیہ سے ریا میں منتقل کر دیا جاتا ہے[۳]۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ اس دن اپنے سایہ میں رکھیں گے

---

[۱] فتح الباری [۲] در منثور [۳] احیاء العلوم۔

جس دن اللہ کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا (یعنی قیامت کے دن) ایک عادل بادشاہ (حاکم) دوسرے وہ نوجوان جو اللہ جل شانہٗ کی عبادت میں نشوونما پاتا ہے تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو چوتھے وہ دو شخص جن میں صرف اللہ کی وجہ سے محبت ہو کوئی دنیوی غرض ایک کی دوسرے سے وابستہ نہ ہو اسی پر اُن کا آپس میں اجتماع ہو اور اسی پر علیحدگی ہو پانچویں وہ شخص جس کو کوئی حسب نسب والی خوب صورت عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہدے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (اسی طرح کوئی مرد کسی عورت کو متوجہ کرے اور وہ عورت یہی کہہ دے) چھٹے وہ شخص جو اتنا چھپا کر صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا ساتویں وہ شخص جو تنہائی میں اللہ جل شانہٗ کو یاد کر کے رو پڑے اس حدیث میں سات آدمی ذکر فرمائے ہیں دوسری احادیث میں اِن کے علاوہ اور بھی بعض لوگوں کے متعلق یہ وارد ہوا ہے کہ وہ اِس سخت دن میں عرش کے سایہ کے نیچے ہونگے علماء نے اُن کی تعداد بیاسی ۸۲ تک گنوائی ہے جن کو صاحبِ اتحاف نے نقل کیا ہے بہت سی احادیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مخفی صدقہ اللہ کے غصّے کو زائل کر دیتا ہے حضرت سالمؒ بن ابی الجعدؒ کہتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ جا رہی تھی راستے میں بھیڑیئے نے اُس بچے کو اُچک لیا یہ عورت اُس بھیڑیئے کے پیچھے دوڑی اتنے میں ایک سائل راستے میں ملا اُس نے سوال کیا عورت کے پاس ایک روٹی تھی وہ سائل کو دے دی وہ بھیڑیا واپس آیا اور اُس کے بچے کو چھوڑ کر چلا گیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کو حق تعالیٰ شانہٗ محبوب رکھتے ہیں اور تین آدمیوں سے ناراض ہیں جن کو حق تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں اُن میں سے ایک تو وہ شخص ہے کہ ایک آدمی کسی مجمع سے کچھ سوال کرنے آیا جو محض اللہ تعالیٰ کے واسطے سے سوال کرتا تھا کہ اُس کی اُن لوگوں سے کچھ قرابت بھی نہ تھی ایک شخص اِس مجمع سے اُٹھا اور اُن کی غیبت میں چپکے سے سائل کو کچھ دے دیا جس کے عطیہ کی اللہ جل شانہٗ کے سوا کسی کو بھی خبر نہ ہو۔ دوسرا وہ شخص محبوب ہے کہ ایک جماعت رات بھر سفر میں چلی اور جب نیند اُن چلنے والوں پر غالب ہو گئی ہو اور وہ تھوڑی دیر آرام لینے کے لئے سواریوں سے اُترے ہوں اُن میں اُس وقت کوئی شخص بجائے لیٹنے کے نماز میں کھڑا ہو کر حق تعالیٰ شانہٗ کے سامنے عاجزی کرنے لگا ہو تیسرا وہ شخص ہے کہ ایک جماعت جہاد کر رہی ہو اور کفّار سے مقابلہ میں شکست ہونے لگے اور لوگ پُشت پھیرنے لگیں اُس وقت یہ شخص اُن میں سے سینہ تان کر مقابلہ میں ڈٹ جائے حتیٰ کہ شہید ہو جائے یا فتح ہو جائے اور تین شخص جن سے حق تعالیٰ شانہٗ ناراض ہیں اُن میں سے ایک وہ شخص ہے جو بوڑھا ہو کر بھی زنا میں مبتلا ہو، دوسرے وہ شخص ہے جو فقیر ہو کر تکبر کرے تیسرے وہ مالدار ہے جو ظالم ہو احادیث

کے سلسلہ میں نمبر ۱۵ پر بھی یہ حدیث آرہی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے خطبہ پڑھا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو! مرنے سے پہلے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرلو اور نیک عمل کرنے میں جلدی کیا کرو ایسا نہ ہو کسی دوسرے کام میں مشغول ہوجائے اور وہ رہ جائے اور اللہ جل شانہٗ کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑ لو کثرت سے اُس کا ذکر کرکے اور مخفی اور علانیہ صدقہ کرکے کہ اس سے تمہیں رزق دیا جائے گا تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہاری شکستگی کی اصلاح کی جائے گی ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا۔ جبتک کہ حساب کا فیصلہ نہ ہو یعنی قیامت کے دن جب آفتاب نہایت قریب ہوگا ہر شخص پر اُسکے صدقات کی مقدار سے سایہ ہوگا۔ جتنا زیادہ صدقہ دیا ہوگا اُتنا ہی زیادہ سایہ ہوگا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ صدقہ قبروں کی گرمی کو دُور کرتا ہے اور ہر شخص قیامت میں اپنے صدقہ سے سایہ حاصل کرے گا۔ اور یہ مضمون تو بہت ہی روایات میں آیا ہے کہ صدقہ بلاؤں کو دُور کرتا ہے اِس زمانے میں جب کہ مسلمانوں پر اُن کے اعمال کی بدولت ہر طرف سے ہر قسم کی بلائیں مسلّط ہورہی ہیں صدقات کی بہت زیادہ کثرت کرنا چاہیئے بالخصوص جبکہ دیکھتی آنکھوں عمر بھر کا اندوختہ کھڑے کھڑے چھوڑنا پڑجاتا ہے ایسی حالت میں بہت اہتمام سے بہت زیادہ مقدار میں صدقات کرتے رہنا چاہیئے کہ اِس میں وہ مال بھی ضائع ہونے سے محفوظ ہوجاتا ہے جو صدقہ کیا گیا۔ اور اُس کی برکت سے اپنے اُوپر سے بلائیں بھی ہٹ جاتی ہیں مگر افسوس کہ ہم لوگ ان احوال کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی صدقات کا اہتمام نہیں کرتے ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ بُرائی کے ستّر دروازے بند کرتا ہے ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ اللہ جل شانہٗ کے غصّے کو دُور کرتا ہے اور بُری موت سے حفاظت کرتا ہے ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ عمر کو بڑھاتا ہے اور بُری موت کو دُور کرتا ہے اور تکبر اور فخر کو ہٹاتا ہے ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ایک روٹی کے لُقمہ سے یا ایک مُٹھی کھجور یا اور کوئی ایسی ہی کوئی معمولی چیز جس سے مسکین کی ضرورت پوری ہوتی ہو تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتے ہیں، ایک صاحب خانہ جس نے صدقہ کا حکم دیا دوسرے گھر کی بیوی جس نے روٹی وغیرہ پکائی تیسرے وہ خادم جس نے فقیر تک پہنچایا۔ یہ حدیث بیان فرما کر ارشاد فرمایا ساری تعریفیں ہمارے اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمارے خادموں کو بھی ثواب میں فراموش نہیں کیا ایک مرتبہ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو بڑا سخت طاقتور کون ہے لوگوں نے عرض کیا کہ جو مقابلے میں دوسرے کو پچھاڑ دے حضورؐ نے فرمایا بڑا بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے اُوپر قابو یافتہ ہو پھر دریافت فرمایا جانتے ہو کہ بانجھ کون ہے لوگوں نے عرض کیا جس کے اولاد نہ ہو حضورؐ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ آدمی ہے جس نے کوئی اولاد آگے نہ بھیجی ہو پھر حضورؐ نے فرمایا جانتے ہو فقیر کون ہے لوگوں نے عرض کیا جسکے پاس مال نہ ہو حضورؐ نے فرمایا فقیر اور پورا فقیر وہ ہے جس کے پاس مال ہو اور اُس نے آگے کچھ نہ بھیجا ہو کہ وہ اُس دن خالی ہاتھ کھڑا رہ جائے گا جس دن اُس کو سخت احتیاج ہوگی حضرت

ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ سے خرید لے اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو میں تجھے اللہ جل شانہٗ کی گرفت سے نہیں بچاسکتا اے عائشہ کوئی مانگنے والا تیرے پاس سے خالی نہ جائے چاہے بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو امام غزالی رحؒ نے لکھا ہے کہ پہلے لوگ اسکو برا سمجھتے تھے کہ کوئی دن صدقہ کرنے سے خالی جائے چاہے ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو چاہے روٹی کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں ہر شخص اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا۔[۲]

(۱۰) يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ط (بقرہ ع ۳۸)	حق تعالیٰ شانہٗ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں۔

ف۔ صدقات کا بڑھانا اس سے پہلے بہت سی روایات میں گزر چکا ہے کہ آخرت میں اُس کا ثواب پہاڑ کی برابر ہوتا ہے یہ تو آخرت کے اعتبار سے تھا اور دُنیا میں بھی اکثر بڑھتا ہے کہ جو شخص صدقہ اخلاص کے ساتھ کثرت سے کرتا رہتا ہے اُس کی آمدنی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے جس کا دل چاہے تجربہ کر کے دیکھ لے البتہ اخلاص شرط ہے ریا اور فخر نہ ہو اور سود آخرت میں تو مٹایا ہی جاتا ہے دُنیا میں بھی اکثر برباد ہو جاتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ سود اگرچہ بڑھا ہوا ہو لیکن اُس کا انجام کمی کی طرف ہوتا ہے اور معمر رضؓ کہتے ہیں کہ چالیس سال میں سود میں کمی ہو جاتی ہے حضرت ضحاک رضؓ فرماتے ہیں کہ سود دُنیا میں بڑھتا ہے اور آخرت میں مٹا دیا جاتا ہے حضرت ابوبرزہ رضؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی ایک ٹکڑا دیتا ہے وہ اللہ جل شانہٗ کے یہاں اس قدر بڑھتا ہے کہ اُحد پہاڑ کی برابر ہو جاتا ہے۔

(۱۱) لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ط (آل عمران ع ۱۰)	اے مسلمانو! تم (کامل) نیکی کو حاصل نہ کرسکو گے یہاں تک کہ اُس چیز کو خرچ نہ کرو جو تم کو (خوب) محبوب ہو۔

ف حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ انصار میں سب سے زیادہ درخت کھجوروں کے حضرت ابوطلحہ رضؓ کے پاس تھے اور اُن کا ایک باغ تھا جس کا نام بیرحاء تھا وہ اُن کو بہت ہی زیادہ پسند تھا یہ باغ مسجد نبوی کے سامنے ہی تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے جو بہت ہی بہترین پانی تھا جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا

---

[۱] درمنثور [۲] احیا۔ اول

یا رسول اللہ حق تعالیٰ شانہٗ یوں ارشاد فرماتے ہیں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ
اور مجھے اپنی ساری چیزوں میں بیرحا رسب سے زیادہ محبوب ہے میں اُس کو اللہ کے لئے صدقہ کرتا ہوں
اور اُس کے اجر و ثواب کی اللہ سے اُمید رکھتا ہوں آپ جہاں مناسب سمجھیں اس کو خرچ فرمائیں
حضورؐ نے ارشاد فرمایا واہ واہ بہت ہی نفع کا مال ہے میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اِس کو اپنے
رشتہ داروں میں تقسیم کر دو ابو طلحہ رضؓ نے عرض کیا بہتر ہے اور اس کو اپنے چچازاد بھائیوں اور
دوسرے رشتہ داروں میں بانٹ دیا۔ ایک اور حدیث میں ہے ابو طلحہ رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ
میرا باغ جو اتنی بڑی مالیت کا ہے وہ صدقہ ہے اور میں اگر اس کی طاقت رکھتا کہ کسی کو اسکی
خبر نہ ہو تو ایسا کرتا مگر باغ ایسی چیز نہیں جو مخفی رہ سکے۔ حضرت ابن عمر رضؓ فرماتے ہیں کہ جب
مجھے اِس آیتِ شریفہ کا علم ہوا تو میں نے ان سب چیزوں میں غور کیا جو اللہ شانہٗ نے مجھے عطا
فرمائی تھیں میں نے دیکھا کہ ان سب میں مجھے سب سے زیادہ محبوب اپنی باندی مرجانہ ہے
میں نے کہا کہ وہ اللہ کے واسطے آزاد ہے اس کے بعد اگر میں اس چیز سے جس کو اللہ کے واسطے
دے دیا ہو دوبارہ نفع حاصل کرنا گوارا کرتا تو اُس باندی سے آزاد کر دینے کے بعد نکاح کر لیتا
(کہ وہ جائز تھا اور اس سے صدقہ میں کچھ کمی نہ ہوتی تھی لیکن چونکہ اس میں صورت صدقہ میں رجوع
کی سی تھی) یہ مجھے گوارا نہ ہوا اسلئے اس کا نکاح اپنے غلام حضرت نافعؓ سے کر دیا۔ ایک اور
حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضؓ نماز پڑھ رہے تھے تلاوت میں جب اِس آیتِ شریفہ پر گزر
ہوا تو نماز ہی میں اشارے سے اپنی ایک باندی کو آزاد کر دیا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اور اس کے پاک
رسولؐ کے ارشادات کی وقعت اور ان پر عمل کرنے میں پیش قدمی تو کوئی ان حضرات صحابہ
کرام رضؓ سے سیکھے واقعی یہی حضرات اس کے مستحق تھے کہ حضورؐ کے صحابیؓ بنائے جاتے حضورؐ
کی خادمیت انھیں حضرات کے شایانِ شان تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہم و ارضاہم اجمعین،
حضرت عمر رضؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ جلولاء کی باندیوں میں سے ایک باندی اُن کے
لئے خرید دیں انھوں نے ایک بہترین باندی خرید کر بھیجدی حضرت عمر رضؓ نے اُس باندی کو
اپنے پاس بلایا اور یہ آیت شریفہ پڑھی اور اُس کو آزاد کر دیا حضرت محمد بن منکدر رضؓ کہتے ہیں کہ
جب یہ آیتِ شریفہ نازل ہوئی تو حضرت زید بن حارثہ رضؓ کے پاس ایک گھوڑا تھا جو اُن کو
اپنی ساری چیزوں میں سب سے زیادہ محبوب تھا وہ اُس کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں
حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ صدقہ ہے حضورؐ نے اس کو قبول فرمالیا اور لیکر ان کے صاحبزادے
حضرت اسامہ رضؓ کو دے دیا حضرت زید رضؓ کے چہرے پر اس سے کچھ گرانی کے آثار ظاہر ہوئے (کہ

گھر کے گھر ہی میں رہا باپ کے بجائے بیٹے کا ہوگیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے تمہارا صدقہ قبول کرلیا یعنی تمہارا صدقہ ادا ہوگیا اب میں چاہے اس کو تمہارے بیٹے کو دوں یا کسی اور رشتہ دار کو یا اجنبی کو دوں اس لئے کہ تم تو بیٹے کو نہیں دے رہے جس سے خود غرضی کا شبہ ہو تم تو مجھے دے چکے اب مجھے اختیار ہے کہ میں جس کو دل چاہے دوں)، قبیلہ بنی سُلیم کے ایک شخص کہتے ہیں کہ حضرت ابو ذر غفاری رضؓ ربذہ نام ایک گاؤں میں رہتے تھے وہاں اُن کے پاس اُونٹ تھے اور اُن کا چرانے والا ایک ضعیف آدمی تھا میں بھی وہاں ان کے قریب ہی رہتا تھا میں نے ان سے عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں آپ کے چرواہے کی مدد کروں گا اور آپ کے فیوض حاصل کروں گا شاید اللہ جل شانہٗ آپ کی برکات سے مجھے بھی نفع عطا فرماویں حضرت ابو ذر رضؓ نے فرمایا میرا ساتھی وہ ہے (یعنی ایسے شخص کو میں اپنا ساتھی بنا سکتا ہوں) جو میرا کہنا مانے اگر تم اِس کے لئے تیار ہو تو مضائقہ نہیں ورنہ میرے ساتھ رہنے کا ارادہ نہ کرو میں نے پوچھا کہ آپ کس چیز میں میری اطاعت چاہتے ہیں فرمایا کہ جب میں کوئی چیز کسی کو دینے کے لئے مانگوں تو سب سے بہتر چھانٹ کردو میں نے قبول کرلیا اور ایک زمانے تک ان کی خدمت میں رہا ان کو معلوم ہوا کہ اس گھاٹ پر جو لوگ آباد ہیں ان کو تنگی ہے مجھ سے فرمایا کہ ایک اُونٹ میرے اُونٹوں میں سے لاؤ میں نے حسب وعدہ تلاش کیا تو ان سب میں بہترین ایک اُونٹ نر تھا جو بہت سدھا ہوا تھا اُس جیسا کوئی جانور ان میں نہیں تھا میں نے اُس کے لے جانے کا ارادہ کیا لیکن مجھے خیال ہوا کہ اس کی خود یہاں بھی (جفتی وغیرہ کے لئے) ضرورت رہتی ہے اس کو چھوڑ کر باقی اونٹوں میں جو سب سے افضل اور بہتر جانور تھا وہ ایک اُونٹنی تھی میں اُس کو لے گیا اتفاق سے حضرت کی نظر اُس اُونٹ پر پڑ گئی جس کو میں مصلحت کی وجہ سے چھوڑ کر گیا تھا مجھ سے فرمانے لگے تم نے مجھ سے خیانت کی میں سمجھ گیا اور اُس اونٹنی کو واپس لاکر وہ اُونٹ لے گیا۔ آپ نے حاضرین مجلس سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ دو آدمی ایسے چاہئیں جو ایک ثواب کا کام کریں دو شخصوں نے اپنے آپ کو پیش کیا کہ ہم حاضر ہیں فرمایا کہ اگر تمھیں کوئی عذر نہ ہو تو اِس اونٹ کو ذبح کرکے اس کے گوشت کے اِتنے ٹکڑے کئے جائیں جتنے گھر اُس گھاٹ پر آباد ہیں اور سب گھروں میں ایک ایک ٹکڑا اس کے گوشت کا پہونچا دیا جائے اور میرا گھر بھی اُن میں شمار کرلیا جائے اور اُس میں بھی اُتنا ہی جائے جتنا جتنا اور گھروں میں جائے زیادہ نہ جائے ان دونوں نے قبول کرلیا اور

تعمیلِ ارشاد کردی جب اس سے فارغ ہو گئے تو مجھے بلایا اور فرمایا کہ مجھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ تم میرے اُس وعدے کو جو شروع میں ہوا تھا بھول گئے تھے تب تو میں معذور سمجھتا ہوں یا تم نے باوجود یاد ہونے کے اُس کو پسِ پُشت ڈال دیا تھا میں نے عرض کیا کہ میں بھولا تو نہیں تھا مجھے وہ یاد تھا لیکن جب میں نے تلاش کیا اور یہ اُونٹ سب سے افضل ملا تو مجھے آپ کی ضرورت کا خیال پیدا ہوا کہ آپ کو خود اس کی ضرورت ہے فرمانے لگے کہ محض میری ضرورت کی وجہ سے چھوڑا تھا میں نے عرض کیا کہ محض اِسی وجہ سے چھوڑا تھا فرمانے لگے میں اپنی ضرورت کا وقت بتاؤں میری ضرورت کا وقت وہ ہے جب میں قبر کے گڑھے میں ڈال دیا جاؤں گا وہ دن میری محتاجی کا دن ہو گا تیرے ہر مال میں تین شریک ہیں ایک تو مقدر شریک ہے معلوم نہیں کہ تقدیر اچھے مال کو لے جائے یا بُرے کو وہ کسی چیز کا انتظار نہیں کرتی (یعنی جس مال کو میں عمدہ اور بہتر اور اپنے دوسرے وقت کے لئے کار آمد سمجھ کر چھوڑ دوں معلوم نہیں کہ وہ دوسرے وقت میرے کام آسکے گا یا نہیں تو پھر اسی وقت کیوں نہ اُس کو آخرت کا ذخیرہ بنا کر اللہ کے بنک میں جمع کر دوں دوسرا شریک وارث ہے جو ہر وقت اِس انتظار میں رہتا ہے کہ کب تو گڑھے میں جاوے تاکہ وہ سارا مال وصول کرے تیسرا تو خود اس مال کا شریک ہے (کہ اپنے کام میں لاسکتا ہے، پس اِس کی کوشش کر کہ تو تینوں شریکوں میں کم حصہ پانے والا نہ ہو (ایسا نہ ہو کہ مقدر اُس کو لے اُڑے کہ وہ ضائع ہو جائے یا وارث لے اُڑے اِس سے بہتر یہی ہے کہ تو اُس کو جلدی سے حق تعالیٰ شانہٗ کے خزانہ میں جمع کر دے)، اِس کے علاوہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ط اور یہ اُونٹ جب مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے تو کیوں نہ اسکو اپنے لئے مخصوص کر کے محفوظ کر لوں اور آگے بھیج دوں۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ایک جانور کا گوشت حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا حضورؐ نے خود اُس کو پسند نہیں کیا مگر دوسروں کو کھانے سے منع بھی نہیں کیا میں نے عرض کیا کہ اِس کو فقیروں کو دے دوں حضورؐ نے فرمایا ایسی چیزیں اُن کو مت دو جن کو خود کھانا پسند نہیں کرتی ہو۔ ایک حدیث میں ہے حضرت ابن عمرؓ شکر خرید کر غربا پر تقسیم کر دیتے حضرت کے خادم نے عرض کیا کہ اگر شکر کی بجائے کھانا دیا جایا کرے تو غربا کو اِس سے زیادہ نفع ہو۔ فرمایا صحیح ہے میرا بھی یہی خیال ہے لیکن حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ط اور مجھے شکر (میٹھا) زیادہ مرغوب ہے[1]۔ یہ حضرات کسی چیز کو افضل سمجھتے ہوئے

---

[1] درمنثور۔

بھی حق تعالیٰ شانہٗ اور اس کے پاک رسول ﷺ کے ظاہر الفاظ پر عمل کرنے کی اکثر کوشش کیا کرتے تھے اس کی بہت سی مثالیں احادیث میں موجود ہیں یہ محبت کی انتہا ہے کہ محبوب کی زبان سے نکلی ہوئی بات پر عمل کرنا ہے چاہے افضل دوسری چیز ہو۔

(۱۲) وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝
(سورۂ آل عمران ع ۱۴)

اور دوڑو اس بخشش کی طرف جو تمہارے رب کی طرف سے ہے اور دوڑو اس جنت کی طرف جس کا پھیلاؤ سارے آسمان اور زمین ہیں جو تیار کیگئی ہے ایسے متقی لوگوں کیلئے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، فراخی میں بھی اور تنگی میں بھی اور غصہ کو ضبط کرنیوالے اور لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرنیوالے ہیں اور اللہ جل شانہٗ محبوب رکھتے ہیں احسان کرنے والوں کو۔

ف ۔ علماء نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے بنی اسرائیل کی اس بات پر رشک کیا تھا کہ جب کوئی شخص اُن میں سے گناہ کرتا تو اُس کے دروازے پر وہ لکھا ہوا ہوتا اور اُس کا کفارہ بھی کہ فلاں کام اس گناہ کے کفارہ میں کیا جائے مثلاً ناک کاٹ دیجائے کان کاٹ دیا جائے وغیرہ وغیرہ ان حضرات کو اس پر رشک تھا کہ کفارہ ادا کرنے سے اس گناہ کے زائل ہو جانے کا یقین تھا اور گناہ کی اہمیت ان حضرات کی نگاہ میں اتنی سخت تھی کہ اس قسم کی سزاؤں کو بھی اس کے مقابلے میں ہلکا اور قابلِ رشک سمجھتے تھے ان حضرات کے جو واقعات حدیث کی کتابوں میں آتے ہیں وہ واقعی ایسے ہی ہیں کہ بشریت سے کسی گناہ کے سرزد ہو جانے کے بعد اس کی ہیبت اور اہمیت ان پر بہت زیادہ مسلط ہو جاتی مرد تو مرد تھے ہی عورتوں میں بھی یہی جذبہ تھا ایک عورت سے زنا صادر ہو گیا خود حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں خود اعترافِ جُرم کیا اور گناہ سے پاک ہونے کے شوق میں اپنے آپ کو سنگسار ہونے کے لئے پیش کیا اور سنگسار ہو گئیں کیوں اس لئے کہ گناہ کی ہیبت ان کے دل میں اس مرنے سے بہت زیادہ تھی ۔ نماز پڑھتے ہوئے حضرت ابو طلحہؓ کے دل میں اپنے باغ کا خیال گزر گیا اس کو اللہ کے راستے میں صدقہ کر کے چین پڑی محض اِس غیرت میں کہ نماز میں دُنیا کی چیز کا خیال آگیا ایسی چیز جو نماز میں اپنی طرف متوجہ کرے اپنے پاس نہیں رکھنی، ایک اور انصاری کے ساتھ بھی اس قسم کا قصہ گزرا کہ کھجوریں شباب پر آرہی تھیں نماز میں ان کا خیال آگیا (کہ کیسی پک رہی ہیں؟) حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ تھا ان کی خدمت میں حاضر ہو کر باغ کا قصہ ذکر کر کے ان کے حوالے کر دیا

جس کو انھوں نے پچاس ہزار میں فروخت کر کے اس کی قیمت دینی کاموں پر خرچ کر دی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے ایک مشتبہ لقمہ ایک مرتبہ غلطی سے کھالیا بار بار پانی پی پی کر قے کی کہ وہ ناجائز لقمہ بدن کا جزو نہ بن جائے بہت سے واقعات ان حضرات کے اپنے رسالے حکایاتِ صحابہ رضؓ میں لکھ چکا ہوں ایسی حالت میں ان حضرات کو اگر اس پر رشک ہو کہ بنو اسرائیل کے گناہوں کا کفارہ ان کو معلوم ہو جاتا تھا اور اس سے گناہ زائل ہو جاتا تھا بے محل نہیں ہم نااہلوں کا ذہن بھی یہاں تک نہیں پہنچتا کہ گناہ اس قدر سخت چیز ہے غرض ان حضرات کے اس رشک پر اللہ جل شانہٗ نے اپنے لطف وکرم اور اپنے محبوب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر فضل وانعام کی وجہ سے یہ آیتِ شریفہ نازل فرمائی کہ ایسے نیک کاموں کی طرف دوڑو جن سے اللہ جل شانہٗ کی مغفرت میسّر ہو جائے حضرت سعید بن جبیرؒ اس آیتِ شریفہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نیک اعمال کے ذریعے سے اللہ جل شانہٗ کی مغفرت کی طرف سبقت کرو اور ایسی جنت کی طرف سبقت کرو جس کی وسعت اتنی ہے کہ ساتوں آسمان برابر برابر ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے جائیں جیسا کہ ایک کپڑا دوسرے کے برابر جوڑ دیا جاتا ہے اور اسی طرح ساتوں زمینیں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دی جائیں تو جنت کی وسعت ان کے برابر ہوگی حضرت ابن عباس رضؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک دوسرے کی برابر جوڑ دی جائیں تو جنّت کی چوڑائی ان کے برابر ہوگی حضرت ابن عباس رضؓ کے غلام حضرت کریبؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عباس رضؓ نے تورات کے ایک عالِم کے پاس بھیجا، اور ان کی کتابوں سے جنّت کی وسعت کا حال دریافت کیا انھوں نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے صحیفے نکالے اور ان کو دیکھ کر بتایا کہ جنّت کی چوڑائی اتنی ہے کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دی جائیں تو اس کے برابر ہوں یہ تو چوڑائی ہے اور اس کی لمبائی کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر میں حضورؐ نے فرمایا کہ لوگو! ایسی جنّت کی طرف بڑھو جس کی چوڑائی سارے آسمان اور زمین ہیں حضرت عمیر رضؓ بن حمام انصاری نے (تعجب سے) عرض کیا یا رسول اللہ ایسی جنّت جس کی چوڑائی اتنی زیادہ ہے حضورؐ نے فرمایا بے شک حضرت عمیر رضؓ نے عرض کیا واہ واہ یا رسول اللہ خدا کی قسم میں اُس میں داخل ہونے والوں میں ضرور ہوں گا حضورؐ نے فرمایا ہاں ہاں تم اُس میں جانے والوں میں ہو اس کے بعد حضرت عمیر رضؓ نے چند کھجوریں اُونٹ کے ہودج میں سے نکال کر کھانا شروع کیں کہ لڑنے کی طاقت پیدا ہو پھر کہنے لگے کہ ان کھجوروں کے کھا چکنے کا انتظار تو بڑی لمبی زندگی ہے یہ کہہ کر ان کو پھینک کر لڑائی کی جگہ چل دیئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے[۱] اس آیتِ شریفہ میں مومنین کی ایک خاص مدح اور تعریف یہ بھی

---

[۱] درمنثور۔ ع۔ حکایات صحابہ رضؓ عکسی مطبوعہ ادارہ اشاعت دینیات حضرت نظام الدینؒ دہلی قیمت ۱/۵۰

ذکر کی گئی کہ غصّہ کو پینے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے یہ بڑی اُونچی اور خاص صفت ہے علماء نے لکھا ہے کہ جب تیرے بھائی سے لغزش ہو جائے تو تُو اس کے لئے ستّر عذر پیدا کر اور پھر اپنے دل کو سمجھا کہ اسکے پاس اتنے عذر ہیں اور جب تیرا دل اُن کو قبول نہ کرے تو بجائے اُس شخص کے اپنے دل کو ملامت کر کہ تجھ میں کس قدر قساوت اور سختی ہے کہ تیرا بھائی ستّر عذر کر رہا ہے اور تُو ان کو قبول نہیں کرتا اور اگر تیرا بھائی کوئی عذر کرے تو اس کو قبول کر اس لئے کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے پاس کوئی عذر کرے اور وہ قبول نہ کرے تو اس پر اتنا گناہ ہوتا ہے جتنا چُنگی کے محرّر کو حضورؐ نے مومن کی یہ صفت بتائی ہے کہ جلدی غصّہ آجائے اور جلدی ہی زائل ہو جائے یہ نہیں فرمایا کہ غصّہ نہ آتا ہو بلکہ یہ فرمایا کہ جلدی زائل ہو جاتا ہو امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ جس کو غصّہ کی بات پر غصّہ نہ آئے وہ گدھا ہے اور جو راضی کرنے پر راضی نہ ہو وہ شیطان ہے اسی لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے غصّہ کو پینے والے فرمایا یہ نہیں فرمایا کہ ان کو غصّہ نہ آتا ہو[۱]۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایسی حالت میں غصّہ کو پی لے کہ اس کو پورا کرنے پر قادر ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ اسکو امن اور ایمان سے بھرپور کرتے ہیں[۲]۔ یعنی مجبوری کا نام صبر تو ہر جگہ ہوتا ہے کمال یہ ہے کہ قدرت کے باوجود صبر کرے ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی غصّہ کا گھونٹ پی ڈالے اِس سے زیادہ پسندیدہ کوئی گھونٹ اللہ جل شانہٗ کے نزدیک نہیں ہے جو اس گھونٹ کو پی لے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے باطن کو ایمان سے بھر دیتے ہیں ایک اور حدیث میں ہے جو شخص قدرت کے باوجود غصّہ پی جائے اللہ تعالیٰ قیامت میں ساری مخلوق کے سامنے اُس کو بلا کر فرمائیں گے کہ جس حُور کو دل چاہے انتخاب کرے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بہادر وہ نہیں ہے جو دوسرے کو پچھاڑ دے بہادر وہ ہے جو غصّہ میں اپنے اُوپر قابو پالے۔ حضرت علیؓ بن امام حسینؓ کی ایک باندی ان کو وضو کرا رہی تھی کہ لوٹا ہاتھ سے گرا جس سے ان کا مُنھ زخمی ہو گیا انھوں نے تیز نگاہ سے باندی کو دیکھا وہ کہنے لگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے اپنا غصّہ پی لیا اس نے پھر پڑھا وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ آپ نے فرمایا تجھے اللہ تعالیٰ معاف کرے اُس نے پڑھا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ آپ نے فرمایا تُو آزاد ہے[۳]۔ ایک مرتبہ ایک مہمان کے لئے اُن کا غلام گرم گرم گوشت کا پیالہ بھرا ہوا لا رہا تھا۔ وہ اُن کے چھوٹے بچّے کے سر پر گر گیا۔ وہ مر گیا آپ نے غلام سے فرمایا کہ تو آزاد ہے اور خود بچے کی تجہیز تکفین میں لگ گئے[۴]

(۱۳) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ | بس ایمان والے تو وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جب اُنکے

---

[۱] احیاء، [۲] درمنثور [۳] ایضاً [۴] روض

إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ (انفال ع ۱)

سامنے اللہ جل شانہ کا ذکر آجائے تو اُسکی عظمت کے خیال، اُنکے دل ڈر جائیں اور جب اللہ جل شانہ کی آیتیں انکے سامنے تلاوت کیجاتی ہیں تو وہ اُن کے ایمان کو زیادہ مضبوط کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اسمیں سے (اللہ کے واسطے) خرچ کرتے ہیں بس یہی ہیں سچے ایمان والے اُن کیلئے بڑے بڑے درجے ہیں انکے رب کے پاس اور اُن کے لئے مغفرت ہے اور ان کے لئے عزت کی روزی ہے۔

ف۔ حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ دل کا ڈر جانا ایسا ہوتا ہے جیسا کہ کھجور کے خشک پتوں میں آگ لگ جانا اس کے بعد اپنے شاگرد شہر بن حوشبؒ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اے شہر تم بدن کی کپکپی نہیں جانتے انھوں نے عرض کیا جانتا ہوں فرمایا اس وقت دعا کیا کرو اس وقت کی دعا قبول ہوتی ہے حضرت ثابت بنانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ میری کون سی دعا قبول ہوئی اور کون سی نہیں ہوئی لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کس طرح معلوم ہو جاتا ہے فرمایا کہ جس وقت میرے بدن پر کپکپی آجائے اور دل خوف زدہ ہو جائے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں اُس وقت کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ حضرت سُدیؒ فرماتے ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر آجائے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی ظلم کا ارادہ کرے یا کسی اور گناہ کا قصد کرے اور اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو اُس کے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو جائے۔

حارث بن مالک انصاریؓ ایک صحابی ہیں ایک مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھے حضورؐ نے دریافت فرمایا حارث کیا حال ہے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں بیشک سچا مومن بن گیا حضورؐ نے فرمایا کہ سوچ کر کہو کیا کہتے ہو ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے (یعنی تم نے کس بات کی وجہ سے یہ طے کر لیا کہ میں سچا مومن بن گیا۔) عرض کیا کہ میں نے اپنے نفس کو دُنیا سے پھیر لیا رات کو جاگتا ہوں دن کو پیاسا رہتا ہوں (یعنی روزہ رکھتا ہوں) اور جنت والوں کی آپس کی ملاقاتوں کا منظر میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے اور جہنم والوں کے شور و شغب اور واویلا کا نظارہ بھی آنکھوں کے سامنے ہے (یعنی دوزخ جنت کا تصور ہر وقت رہتا ہے) حضورؐ نے فرمایا حارث بیشک تم نے دُنیا سے اپنے نفس کو پھیر لیا۔ اس کو مضبوط پکڑے رہو تین مرتبہ حضورؐ نے

یہی فرمایا۔ اور ظاہر بات ہے کہ جس شخص کے سامنے ہر وقت دوزخ اور جنت کا منظر رہے گا وہ دُنیا میں کہاں پھنس سکتا ہے؟

(۱۴) وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ یُوَفَّ اِلَیۡکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ ۞ (انفال ع ۸)

اور جو کچھ تم اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے اس کا ثواب تم کو پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا جائے گا۔

ف۔ جن آیات اور احادیث میں ثواب بڑھا کر ملنے کا بیان ہے وہ اس کے منافی نہیں ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان اعمال میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوگی باقی ثواب کی مقدار کیا ہوگی، وہ موقع کی ضرورت خرچ کرنے والے کی نیت اور حالات کے اعتبار سے جتنی بھی بڑھ جائے یہ تو آخرت کے اعتبار سے ہے اور بسا اوقات دُنیا میں بھی اُس کا پورا بدل ملتا ہے جیسا کہ دوسری آیات اور احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ آیات کے ذیل میں نمبر ۲۰ پر اور احادیث کے ذیل میں نمبر ۸ پر آرہا ہے اور اس لحاظ سے اگر اس آیتِ شریفہ میں اس طرف اشارہ ہو تو بعید نہیں۔

(۱۵) قُلۡ لِّعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ یُنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ لَّا بَیۡعٌ فِیۡہِ وَ لَا خِلٰلٌ ۞ (ابراہیم ع ۵)

جو میرے خاص ایمان والے بندے ہیں اُن سے کہہ دیجیے کہ وہ نماز کو قائم رکھیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق سے خرچ کرتے رہیں پوشیدہ طور سے بھی اور علانیہ بھی ایسے دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی ہوگی۔

ف۔ پوشیدہ طور سے بھی اور علانیہ بھی یعنی جس وقت جس قسم کا صدقہ مناسب ہو کہ حالات کے اعتبار سے دونوں قسموں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ مطلب یہ ہو کہ فرض صدقات بھی جن کا علانیہ ادا کرنا اولیٰ ہے اور نوافل بھی جن کا اخفاء اولیٰ ہے جیسا کہ آیت شریفہ نمبر ۹ کے ذیل میں گزرا اور اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے جیسا کہ آیت شریفہ نمبر ۶ میں گزرا اور نماز کو قائم رکھنا سب سے پہلی آیتِ شریفہ میں گزر چکا ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اس میں فرمایا لوگو مرنے سے پہلے پہلے توبہ کر لو (ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور توبہ رہ جائے) اور مشاغل کی کثرت سے پہلے پہلے نیک اعمال کر لو (ایسا نہ ہو کہ پھر مشغلوں کی کثرت سے وقت نہ ملے) اور اپنا اور اپنے رب کا تعلق مضبوط کر لو اس کی یاد کی کثرت کے ساتھ اور مخفی اور علانیہ صدقہ کی کثرت کے ذریعہ سے کہ اس کی وجہ سے تمھیں رزق بھی دیا جائے گا تمہاری مدد بھی ہوگی تمہاری شکستہ حالی بھی دُور ہوگی۔[۱]

---

[۱] در منثور ۳ ترغیب۔

(۱۶) وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (حج ع ۵)

آپ خوشخبری دیجئے اُن عاجزی کرنے والے مسلمانوں کو جو ایسے ہیں کہ جب اُن کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جو مصیبتیں اُن پر پڑتی ہیں ان پر صبر کرتے ہیں اور نماز کو قائم رکھنے والے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں

ف۔ مخبتین جس کا ترجمہ عاجزی کرنے والوں کا لکھا گیا ہے اس کے ترجمے میں علماء کے کئی قول ہیں اس کا اصل ترجمہ پستی کی طرف جانے والوں کا ہے بعض علماء نے اس کا ترجمہ احکام الٰہیہ کے سامنے گردن جھکا دینے والوں کا کیا ہے کہ وہ بھی گردن کو نیچے کی طرف لے جاتے ہیں بعض نے تواضع کرنیوالوں کا کیا ہے کہ وہ تو گردن جھکانے والے ہر وقت ہی ہیں حضرت مجاہدؒ نے اس کا ترجمہ مطمئن لوگوں سے کیا ہے حضرت عمرو بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ مخبتین وہ لوگ ہیں جو کسی پر ظلم نہ کریں اور اگر ان پر ظلم کیا جائے تو وہ بدلہ نہ لیں ضحاکؒ کہتے ہیں مخبتین متواضع لوگ ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ذکر کیا گیا کہ وہ جب حضرت ربیعؓ بن خصیم کو دیکھتے تو فرماتے کہ میں تمھیں دیکھتا ہوں تو مجھے مخبتین یاد آجاتے ہیں۔

(۱۷) وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ أُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۝ (مومنون ع ۴)

اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور اس پر بھی ان کے دل اس سے ڈرتے رہتے ہیں کہ وہ اللہ کے پاس جانے والے ہیں یہی لوگ ہیں جو نیکیوں میں دوڑنے والے ہیں اور یہی ہیں وہ لوگ جو نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔

ف۔ یعنی باوجود اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے اس سے ڈرتے رہتے ہیں کہ دیکھئے اللہ جل شانہٗ کے یہاں ان نیکیوں کا کیا حشر ہو قبول ہوتی ہیں یا نہیں یہ حق تعالیٰ شانہٗ کی غایت عظمت اور علو مرتبہ کی وجہ سے ہے جو شخص جتنا اونچے مرتبے کا ہوتا ہے اتنا ہی اس کا خوف غالب ہوتا ہے بالخصوص اُس شخص کے لئے جسکے دل میں واقعی عظمت ہو نیز وہ اس سے بھی ڈرتے رہتے ہیں کہ اس کے خرچ کرنے میں نیت بھی ہماری خالص ہے یا نہیں بسا اوقات نفس اور شیطان کے مکر کی وجہ سے آدمی کسی چیز کو نیکی سمجھتا رہتا ہے اور وہ نیکی نہیں ہوتی جیسا کہ سورۂ کہف کے آخری رکوع میں ارشاد ہے قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِيْنَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ آپ کہدیجئے کہ ہم تم کو ایسے آدمی بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے والے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوششیں

دُنیا میں کی گزری ہوگئیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مومن نیکیاں کر کے ڈرتا ہے اور منافق بُرائیاں کر کے بے خوف ہوتا ہے فضائلِ حج میں متعدد واقعات اِس قسم کے ذکر ہو چکے ہیں کہ جن کے دِلوں میں حق تعالیٰ شانہٗ کی عظمت اور جلال کامل درجہ کا ہوتا ہے وہ زبان سے لبیک کہتے ہوئے اُس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ مردود نہ ہو جائے حضرت عائشہؓ کہتی ہیں، یا رسولؐ اللہ وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ الآیۃ یہ آیت شریفہ ان لوگوں کے بارے میں ہے کہ ایک آدمی چوری کرتا ہے زنا کرتا ہے شراب پیتا ہے اور دوسرے گناہ کرتا ہے اور اس بات سے ڈرتا ہے کہ اس کو اللہ کی طرف رجوع کرنا ہے (یعنی اس کو اپنے گناہوں کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ کے حضور میں پیش ہونے کا ڈر ہوتا ہے کہ وہاں جا کر کیا مُنہ دکھائے گا) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں کہ ایک آدمی روزہ رکھتا ہے صدقہ دیتا ہے نماز پڑھتا ہے اور وہ اس کے باوجود اس سے ڈرتا ہے کہ وہ قبول نہ ہو دوسری حدیث میں ہے حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ یہ وہ لوگ ہیں جو خطائیں کرتے ہیں گناہ کرتے ہیں اور وہ ڈرتے ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو نمازیں پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں صدقے دیتے ہیں اور ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں حضرت ابنِ عباسؓ سے نقل کیا گیا کہ وہ لوگ اعمال کرتے ہیں ڈرتے ہوئے سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ وہ صدقات دیتے ہیں اور قیامت میں اللہ جل شانہٗ کے سامنے کھڑے ہونے سے اور حساب کی سختی سے ڈرتے ہیں حضرت حسن بصریؒ سے نقل کیا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نیک عمل کرتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان اعمال کی وجہ سے بھی عذاب سے نجات نہ ملے[1] حضرت زین العابدین علی بن حسینؓ جب وضو کرتے تو چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن پر کپکپی آجاتی کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا جانتے بھی ہو کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں[2] فضائلِ نماز میں متعدد واقعات اِس قسم کے ذکر کئے گئے اور حکایاتِ صحابہ کا ایک باب مستقل اللہ تعالیٰ شانہٗ سے ڈرنے والوں کے بیان میں ہے۔

(۱۸) وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَالسَّعَۃِ اَنْ یُّؤْتُوْا اُولِی الْقُرْبٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَالْمُھٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۖ وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ ۭ

اور جو لوگ تم میں (دین کے اعتبار سے) بزرگی والے اور دُنیا کے اعتبار سے وسعت والے ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ وہ اہلِ قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہ دیں گے اور ان کو یہ چاہئے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کردیں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے

[1] درمنثور ۲۵ روض۔ [2] فضائل نماز عکسی مطبوعہ ادارہ اشاعت دینیات قیمت ۸۰ پیسے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ | قصوروں کو معاف کردے پس تم بھی اپنے قصورواروں کو معاف کردو، بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

(نور ع ۳)

ف: ۶ھ میں غزوۂ بنی المصطلق کے نام سے ایک جہاد ہوا ہے جس میں حضرت عائشہؓ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں اُن کی سواری کا اُونٹ علیحدہ تھا اس پر ہودج تھا یہ اپنے ہودج میں رہتی تھیں جب چلنے کا وقت ہوتا چند آدمی ہودج کو اُٹھا کر اُونٹ پر باندھ دیتے بہت ہلکا پھلکا بدن تھا اُٹھانے والوں کو اِس کا احساس بھی نہ ہوتا تھا کہ اسمیں کوئی ہے یا نہیں اِس لئے کہ جب چار آدمی مل کر ہودج کو اُٹھائیں اُس میں ایک کم سن ہلکی پھلکی عورت کے وزن کا کیا پتہ چل سکتا ہے حسب معمول ایک منزل پر قافلہ اُترا ہوا تھا جب روانگی کا وقت ہوا تو لوگوں نے ان کے ہودج کو باندھ دیا یہ اُسوقت استنجے کیلئے تشریف لے گئی تھیں واپس آئیں تو دیکھا کہ ہار نہیں ہے جو پہن رہی تھیں یہ اُس کی تلاش کرنے چلی گئیں پیچھے یہاں قافلہ روانہ ہوگیا یہ تنہا اُس جنگل بیابان میں کھڑی رہ گئیں انھوں نے خیال فرمایا کہ راستے میں جب حضورؐ کو میرے نہ ہونے کا علم ہوگا تو آدمی تلاش کرنے اِسی جگہ آئے گا وہیں بیٹھ گئیں اور جب نیند کا غلبہ ہوا تو سو گئیں اپنے نیک اعمال کی وجہ سے طمانینت قلب تو حق تعالیٰ شانہٗ نے ان سب حضرات کو کمال درجے کی عطا فرما ہی رکھی تھی آج کل کی کوئی عورت ہوتی تو تنہا جنگل بیابان میں رات کو نیند آنے کا تو ذکر ہی کیا خوف کی وجہ سے رو کر چلا کر صبح کر دیتی حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بزرگ صحابیؓ تھے جو قافلے کے پیچھے اِس لئے رہا کرتے کہ راستے میں گری پڑی چیز کی خبر رکھا کریں وہ صبح کے وقت جب اُس جگہ پہنچے تو ایک آدمی کو پڑے دیکھا اور چونکہ پردے کے نازل ہونے سے پہلے حضرت عائشہؓ کو دیکھا تھا اِس لئے یہاں ان کو پڑا دیکھ کر پہچان لیا اور زور سے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ○ پڑھا ان کی آواز سے ان کی آنکھ کھلی اور مُنھ ڈھانک لیا۔ اُنھوں نے اپنا اُونٹ بٹھایا یہ اُس پر سوار ہوگئیں اور وہ اُونٹ کی نکیل پکڑ کر لے گئے۔ اور قافلہ میں پہنچا دیا۔ عبداللہ بن اُبی جو منافقوں کا سردار اور مسلمانوں کا سخت دشمن تھا اُس کو تہمت لگانے کا موقع مل گیا۔ اور خوب اِس کی شہرت کی اُس کے ساتھ بعض بھولے مسلمان بھی اِس تذکرے میں شامل ہو گئے اور اللہ کی قدرت اور شان کہ ایک ماہ تک یہ ذکر، تذکرے ہوتے رہے لوگوں میں کثرت سے اِس واقعہ کا چرچا ہوتا رہا۔ اور کوئی وحی وغیرہ حضرت عائشہؓ کی برأت کی نازل نہ ہوئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو اس حادثے کا سخت صدمہ تھا اور جتنا بھی صدمہ ہونا چاہیئے تھا وہ ظاہر ہے حضورؐ مردوں سے اور عورتوں سے اس بارے میں مشورہ فرماتے تھے احوال کی تحقیق فرماتے تھے مگر یکسوئی کی کوئی صورت نہ ہوتی ایک ماہ کے بعد

سورۂ نور کا ایک مستقل رکوع قرآن پاک میں حضرت عائشہ رضؓ کی براءۃ میں نازل ہوا اور اللہ جل شانہ کی طرف سے ان لوگوں پر سخت عتاب ہوا جنہوں نے بے دلیل بے ثبوت اس تہمت کو شائع کیا تھا اس واقعہ کو شہرت دینے والوں میں حضرت مسطحؓ ایک صحابی بھی تھے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے رشتہ دار تھے اور حضرت ابوبکرؓ ان کی خبر گیری اور اعانت فرمایا کرتے تھے اس تہمت کے قصہ میں اُن کی شرکت سے حضرت ابوبکرؓ کو رنج ہوا اور ہونا بھی چاہئے تھا کہ اُنھوں نے اپنے ہو کر بے تحقیق بات کو پھیلایا اس رنج میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قسم کھالی کہ مسطحؓ کی اعانت نہ کریں گے اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی جو اُوپر لکھی گئی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے علاوہ بعض دوسرے صحابہؓ نے بھی ایسے لوگوں کی اعانت سے ہاتھ کھینچ لیا تھا جنھوں نے اس تہمت کے واقعے میں زیادہ حصہ لیا تھا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مسطحؓ نے اس میں بہت زیادہ حصہ لیا اور حضرت ابوبکرؓ کے رشتہ دار تھے، اُنہی کی پرورش میں رہتے تھے جب براءۃ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھالی کہ ان پر خرچ نہ کریں گے اس پر یہ آیت وَلَا يَاْتَلِ نازل ہوئی اور آیت شریفہ کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے اُن کو اپنی پرورش میں پھر لے لیا ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اس آیت شریفہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے جتنا پہلے سے خرچ کرتے تھے اُس کا دوچند کر دیا ایک اور حدیث میں ہے کہ دو یتیم تھے جو حضرت ابوبکرؓ کی پرورش میں تھے جن میں سے ایک مسطحؓ تھے حضرت ابوبکرؓ نے دونوں کا نفقہ بند کرنے کی قسم کھالی تھی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ میں کئی آدمی ایسے تھے جنھوں نے حضرت عائشہؓ کے اُوپر بہتان میں حصہ لیا جس کی وجہ سے بہت سے صحابۂ کرامؓ جن میں حضرت ابوبکرؓ بھی ہیں ایسے تھے جنھوں نے قسم کھالی تھی کہ جن لوگوں نے اس بہتان کی اشاعت میں حصہ لیا ان پر خرچ نہ کریں گے اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی کہ بزرگی والے اور وسعت والے حضرات اِس کی قسم نہ کھائیں کہ وہ صلہ رحمی نہ کریں گے اور جس طرح پہلے خرچ کرتے تھے اُسی طرح خرچ نہ کریں گے [1] کس قدر مجاہدۂ عظیم ہے کہ ایک شخص کسی کی بیٹی کی آبروریزی میں جھوٹی باتیں کہتا پھرے اور پھر وہ اُسکی اعانت اُسی طرح کرے جس طرح پہلے سے کرتا تھا بلکہ اُس سے بھی دوچند کردے۔

(۱۹) تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ

رات کو ان کے پہلو بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں اس طرح کہ وہ لوگ اپنے رب کو (عذاب کے) خوف سے اور (ثواب کی) امید میں پکارتے رہتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے رہتے ہیں پس کوئی نہیں جانتا کہ ایسے لوگوں کی آنکھوں

---

[1] درمنثور۔

قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (سجدہ ع ۲) | کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان خزانہ غیب میں موجود ہے۔ یہ بدلہ ہے ان کے نیک اعمال کا۔

ف۔ رات کو ان کے پہلو بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں کے متعلق علمائے تفسیر کے دو قول ہیں ایک یہ کہ اس سے مغرب اور عشاء کا درمیان مراد ہے بہت سے آثار سے اس کی تائید ہوتی ہے حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت شریفہ ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہم انصار کی جماعت مغرب کی نماز پڑھ کر اپنے گھر واپس نہ ہوتے تھے اس وقت تک کہ حضورؐ کے ساتھ عشاء کی نماز نہ پڑھ لیں۔ اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی ایک اور روایت میں حضرت انس رضؓ ہی سے نقل کیا گیا کہ مہاجرین صحابہؓ کی ایک جماعت کا معمول یہ تھا کہ وہ مغرب کے بعد سے عشاء تک نوافل پڑھا کرتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی حضرت بلال رضؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مغرب کے بعد بیٹھے رہتے اور صحابہؓ کی ایک جماعت مغرب سے عشاء تک نماز پڑھتی تھی اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی عبداللہ بن عیسیٰ رضؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ انصار کی ایک جماعت مغرب سے عشاء تک نوافل پڑھتی تھی اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے تہجد کی نماز مراد ہے حضرت معاذؓ حضور اقدس صلعم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اس سے رات کا قیام مراد ہے ایک حدیث میں مجاہد رضؓ سے نقل کیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے قیام کا ذکر فرمایا اور حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ فرماتے ہیں تورات میں لکھا ہے جن لوگوں کے پہلو رات کو بستروں سے دور رہتے ہیں ان کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا وسوسہ بھی پیدا ہوا نہ ان کو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی نبی رسول اور اس کا ذکر قرآن پاک کی اس آیت شریفہ میں ہے حضرت ابوہریرہ رضؓ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی کے دل پر ان کا وسوسہ گزرا۔ روض الریاحین وغیرہ میں سینکڑوں واقعات ایسے لوگوں کے مذکور ہیں جو ساری رات مولا کی یاد میں رو رو کر گزار دیتے تھے حضرت امام ابو حنیفہؒ کا چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھنا ایسی معروف چیز ہے جس سے انکار کی گنجائش نہیں اور ماہِ مبارک میں دو قرآنِ شریف روزانہ ایک دن کا ایک رات کا ختم کرنا بھی معروف ہے حضرت عثمان رضؓ کا ساری رات جاگنا اور ایک رکعت میں پورا قرآنِ شریف پڑھ لینا بھی مشہور واقعہ ہے حضرت عمر رضؓ بسا اوقات عشاء کی نماز پڑھ کر گھر میں تشریف لے جاتے اور گھر جا کر نماز

شروع کر دیتے اور نماز پڑھتے پڑھتے صبح کر دیتے حضرت تمیم داری رضؓ مشہور صحابی ہیں ایک رکعت میں تمام قرآن شریف پڑھنا اور کبھی ایک ہی آیت کو صبح تک بار بار پڑھتے رہنا ان کا معمول تھا حضرت شدّاد بن اوس رضؓ سونے کے لئے لیٹتے اور اِدھر اُدھر کروٹیں بدل کر یہ کہہ کر کھڑے ہو جاتے کہ یا اللہ جہنّم کے خوف نے میری نیند اُڑا دی اور صبح تک نماز پڑھتے رہتے حضرت عمیر رضؓ ایک ہزار رکعت نفل اور ایک لاکھ مرتبہ تسبیح روزانہ پڑھتے حضرت اویس قرنیؒ مشہور تابعی ہیں حضورؐ نے بھی ان کی تعریف فرمائی اور ان سے دعا کرانے کی لوگوں کو ترغیب دی کسی رات کو فرماتے کہ آج کی رات رکوع کرنے کی ہے اور ساری رات رکوع میں گزار دیتے کسی رات فرماتے کہ آج کی رات سجدہ کی ہے اور ساری رات سجدے میں گزار دیتے[1] غرض اِن حضرات کے واقعات رات بھر مالک کی یاد میں محبوب کی تڑپ میں گزار دینے کے اتنے کثیر ہیں کہ ان کا احاطہ ناممکن ہے یہی حضرات حقیقۃً اس شعر کے مصداق تھے ؎

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں ؛ ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

کاش حق تعالیٰ شانہٗ ان حضرات کے جذبات کا ذرا سا سایہ اِس ناپاک پر بھی ڈال دیتا۔

(۲۰) قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ ۚ وَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝ (سباء ع ۵)

آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے روزی کی وسعت عطا کرتا ہے اور جس کو چاہے روزی کی تنگی دیتا ہے اور جو کچھ تم (اللہ کے راستے میں) خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اُس کا بدل عطا کرے گا۔ اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

ف یعنی تنگی اور فراخی اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ہے تمہارے خرچ کو روکنے سے فراخی نہیں ہوتی اور خرچ زیادہ کرنے سے تنگی نہیں ہوتی بلکہ اللہ کے راستے میں جو خرچ کیا جائے اُس کا بدلہ آخرت میں تو ملتا ہی ہے دُنیا میں بھی اکثر اُس کا بدل ملتا ہے ایک حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے اللہ جل شانہٗ کا یہ ارشاد نقل کیا میرے بندو میں نے تم کو اپنے فضل سے عطا کیا اور تم سے قرض مانگا پس جو شخص مجھے اپنی خوشی اور رضا اور رغبت سے دیگا میں اُس کا بدل دُنیا میں جلدی دوں گا اور آخرت میں اُس کے لئے ذخیرہ بنا کر رکھوں گا اور جو خوشی سے نہ دے گا بلکہ اُس سے میں اپنی دی ہوئی چیز جبراً واپس لے لوں گا اور وہ اُس پر صبر کرے گا اور ثواب کی اُمید رکھے گا اس کے لئے میں اپنی رحمت واجب کر دوں گا اور اس کو ہدایت

---

[1] اقامۃ الحجۃ۔

یافتہ لوگوں میں لکھوں گا اور اُس کے لئے اپنے دیدار کو مباح کر دوں گا۔ کس قدر حق تعالیٰ شانہٗ کا احسان ہے کہ اپنی خوشی سے نہ دینے کی صورت میں بھی اگر بندہ جبر سے لئے جانے میں بھی صبر کرلے تو اُسکے لئے بھی اجر فرما دیا حالانکہ جب وہ حق تعالیٰ شانہٗ کی عطا کی ہوئی چیز خوشی سے واپس نہیں کرتا، جبراً اُس سے لی جاتی ہے تو پھر اجر کا کیا مطلب لیکن حق تعالیٰ شانہٗ کے احسانات کا کوئی شمار ہو سکتا ہے حضرت حسن رضؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس آیتِ شریفہ کے بارے میں فرمایا کہ تم جو کچھ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو بغیر اسراف کے اور بغیر کنجوسی کے، وہ سب اللہ کے راستے میں ہے حضرت جابر رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آدمی جو کچھ شرعی نفقہ میں خرچ کرے اللہ جل شانہٗ کے ہاں اُس کا بدل ہے بجز اُس کے کہ جو تعمیر میں خرچ کیا ہو یا معصیت میں حضرت جابر رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ہر احسان صدقہ ہے اور جو کچھ آدمی اپنے نفس پر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے وہ صدقہ ہے اور جو کچھ اپنی آبرو کی حفاظت میں خرچ کرے وہ صدقہ ہے اور مسلمان جو کچھ شریعت کے موافق خرچ کرتا ہے اللہ جل شانہٗ اُسکے بدل کے ذمہ دار ہیں مگر وہ خرچہ جو گناہ میں ہو یا تعمیر میں حکیم ترمذی رحؒ نے حضرت زبیر رضؓ سے ایک مفصل قصہ نقل کیا جو احادیث کے ذیل میں ۱۲ پر مفصل آرہا ہے علامہ سیوطی رحؒ نے درمنثور میں اُس کو حکیم ترمذی کی روایت سے مفصل نقل کیا ہے لیکن خود انھوں نے لآلی المصنوعۃ میں اُس کو بہت مختصر طور پر ابنِ عدی رحؒ کی روایت سے موضوعات میں نقل کیا ہے حضرت ابوہریرہ رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ روزانہ صبح کو دو فرشتے حق تعالیٰ شانہٗ سے دعا کرتے ہیں ایک دُعا کرتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما۔ دوسرا عرض کرتا ہے اے اللہ روک کے رکھنے والے کے مال کو ہلاک کر احادیث کے ذیل میں یہ حدیث ۲ پر آرہی ہے۔ اور تجربہ میں بھی اکثر یہی آیا ہے کہ جو حضرات سخاوت کرتے ہیں اللہ جل شانہٗ کے دربار سے فتوحات کا دروازہ ان کے لئے ہر وقت کھلا رہتا ہے اور جو لوگ کنجوسی سے جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں اکثر کوئی سماوی آفت بیماری مقدمہ چوری وغیرہ ایسی چیز پیش آجاتی ہے جس سے برسوں کا اندوختہ دنوں میں ضائع ہو جاتا ہے اور اگر کسی کے دوسرے نیک اعمال کی برکت سے اور اُس کی نیک نیتی سے اُس پر کوئی ایسا خرچ نہیں پڑتا تو نالائق اولاد باپ کے اندوختہ کو جو اُس کی عمر بھر کی کمائی تھی مہینوں میں برابر کر دیتی ہے حضرت اسماء رضؓ فرماتی ہیں کہ مجھ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خوب خرچ کیا کر اور گن گن کر مت رکھ کر اللہ جل شانہٗ تجھے بھی گن کر عطا کریگا اور جمع کر کے مت رکھ کہ اللہ جل شانہٗ تجھ سے بھی جمع کر کے رکھنے لگے گا۔ عطا کر جتنا تجھ سے

لہ کنز۔

ہو سکے^{لہ} ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلالؓ کے پاس تشریف لے گئے اُن کے پاس ایک ڈھیری کھجوروں کی رکھی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا ہے انھوں نے عرض کیا کہ آئندہ کی ضرورت کے لئے رکھ لیا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ تم اِس سے نہیں ڈرتے کہ اس کا دھواں جہنم کی آگ میں دیکھو بلالؓ خوب خرچ کرو اور عرش کے مالک سے کمی کا خوف نہ کرو۔[2] یہاں ضرورت کے درجہ میں بھی آئندہ کے لئے ذخیرہ رکھنے پر عتاب ہے اور جہنم کا دھواں دیکھنے کی وعید ہے حضرت بلالؓ کی شایانِ شان یہی چیز تھی اِس لئے کہ یہ اُن عالی مرتبہ لوگوں میں ہیں جن کے لئے حضورؐ اس کو گوارا نہ فرما سکتے تھے کہ اُن کو کل کا فکر ہو اور ان کو اپنے مالک پر اِس کا پورا وثوق نہ ہو کہ جس نے آج دیا وہ کل کو بھی دے گا۔ ہر شخص کی ایک شان اور اس کا ایک مرتبہ ہوا کرتا ہے حسنات الابرار سیّآت المقربین مشہور مقولہ ہے کہ عامی نیک لوگوں کے لئے جو چیزیں نیکیاں ہیں مقرب لوگوں کی شان میں وہ بھی کوتاہیاں شمار ہو جاتی ہیں۔ بہت سے واقعات اِس کی نظیریں ہیں۔ بہر حال مال رکھنے کے واسطے ہرگز نہیں جمع کرنے کی چیز بالکل نہیں ہے۔ یہ صرف خرچ کرنے کے واسطے پیدا ہوا ہے اپنی ذات پر کم سے کم اور دوسروں پر زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا اِس کا فائدہ ہے لیکن یہ بات نہایت ہی اہم اور ضروری ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں سارا مدار نیت ہی پر ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ مشہور حدیث ہے کہ اعمال کا مدار نیّت ہی پر ہے۔ جہاں نیک نیتی ہو محض اللہ کے واسطے خرچ کرنا ہو چاہے اپنے نفس پر ہو چاہے اہل وعیال پر چاہے اقربا پر چاہے اغیار پر وہ برکات اور ثمرات لائے بغیر نہیں رہ سکتا اور جہاں بدنیتی ہو شہرت اور عزت مقصود ہو نیک نامی اور دوسری اغراض مل گئی ہوں، وہاں نیکی برباد گناہ لازم ہو جاتا ہے وہاں برکت کا سوال ہی نہیں رہتا۔

(۲۱) اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً یَّرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ ۙ لِیُوَفِّیَھُمْ اُجُوْرَھُمْ وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ ؕ اِنَّہٗ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ ۝ (فاطر ع ۴)

جو لوگ قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انکو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں گھاٹا نہیں ہے اور یہ اسلئے تاکہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کو ان کے اعمال کی اُجرتیں بھی پوری پوری عطا کرے اور اس کے علاوہ اپنے فضل سے (بطور انعام کے) اور زیادہ عطا کرے بیشک وہ بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ بروایۃ الشیخین [2] مشکوٰۃ

ف حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ایسی تجارت سے جس میں گھاٹا نہیں جنت مُراد ہے جو نہ کبھی برباد ہوگی نہ خراب ہوگی اور اپنے فضل سے زیادتی سے مراد وہ ہے جس کو (قرآن پاک میں) ولدینا مزید سے تعبیر کیا ہے (درمنثور) یہ آیت جس کی طرف حضرت قتادہؓ نے اشارہ کیا ہے سورۂ ق کی آیت ہے جس میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے لَهُمْ مَّا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ان (جنت والوں) کے لئے جنت میں ہر وہ چیز موجود ہوگی جس کی یہ خواہش کریں گے اور (اُن کی چاہی ہوئی چیزوں کے علاوہ) ہمارے پاس اُن کے لئے اور بھی زیادہ ہے (جو ہم ان کو عطا کریں گے) اور اس کی تفسیر میں احادیث میں بہت ہی عجیب عجیب چیزیں ذکر کی گئیں جو بڑی تفصیل طلب ہیں اور ان میں سب سے اُونچی چیز حق تعالیٰ شانہٗ کی رضا کا پروانہ ہے۔ اور بار بار کی زیارت جو خوش قسمت لوگوں کو نصیب ہوگی اور یہ اتنی بڑی دولت کیسی کم محنت چیزوں پر مرتب ہے جن میں کوئی مشقت اُٹھانا نہیں پڑتی۔ اللہ کی راہ میں کثرت سے خرچ کرنا نماز کو قائم رکھنا اور قرآن پاک کی تلاوت کثرت سے کرنا جو خود دُنیا میں بھی لذّت کی چیز ہے۔ قرآن پاک کی کثرت کے چند واقعات ابھی گزر چکے ہیں اور کچھ واقعات فضائلِ قرآن میں ذکر کئے گئے ان کو غور سے دیکھنا چاہئے۔

(۲۲) وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ۚ
(شوریٰ ع ۴)

اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز کو قائم کیا اور اُن کا ہر مہتم بالشان کام مشورے سے ہوتا ہے اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس سے وہ خرچ کرتے رہتے ہیں (ایسے لوگوں کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں جو عطایا ہیں وہ دُنیا کے ساز و سامان سے بدرجہا بہتر اور پائیدار ہیں)

ف۔ اِن آیات میں کامل لوگوں کی بہت سی صفات ذکر کی ہیں اور ان کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے پاس جو ہے اور وہ دُنیا کی نعمتوں سے بدرجہا بہتر ہے اس کا وعدہ فرمایا ہے علماء نے لکھا ہے کہ ان آیات میں لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ سے بالترتیب حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی خصوصی صفات اور وقتی حالات کی طرف اشارہ ہے اور حضرت صدیق اکبرؓ سے لے کر حضرت علیؓ بلکہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ تک کے احوال سے خلافت کی ترتیب کی طرف اشارہ ہے اور اسی ترتیب سے صفات و احوال پر تنبیہ ہے جس ترتیب سے حضرات کی خلافت ہوئی اور ان آیات میں اشارے کے طور پر آخرت میں ان حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے لئے بہت کچھ عطایا کا وعدہ

ہے اور الفاظ کے عموم سے ان سب لوگوں کے لئے وعدہ ہے جو ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کا اہتمام کریں۔ کاش ہم مسلمانوں کو دین کا شوق ہوتا اور قرآن اور حدیث کے بتائے ہوئے بہترین اخلاق کو تلاش کر کے اپنانے کا جذبہ ہوتا مگر ہمارے اخلاق اتنے گرتے جا رہے ہیں بلکہ گر چکے ہیں کہ ان کو دیکھ کر غیر مسلموں کو اسلام سے نفرت ہوتی ہے۔ ان غریبوں کو یہ معلوم نہیں کہ اسلامی اخلاق پر آج کل مسلمان چل ہی نہیں رہے، وہ مسلمانوں کے جو اخلاق دیکھتے ہیں انھیں کو اسلامی اخلاق سمجھتے ہیں فالی اللہ المشتکی۔

(۲۳) وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ (ذاریات ع ۱)

اور ان کے مالوں میں سوال کرنیوالے کا اور (سوال نہ کرنیوالے) نادار کا حق ہے۔

ف۔ اوپر سے کامل ایمان والوں کی خاص صفتیں بیان ہو رہی ہیں۔ جن کے ذیل میں ان کی ایک خاص صفت یہ بھی ہے کہ وہ صدقات اتنے کثرت اور ایسے اہتمام سے دیتے ہیں کہ گویا یہ ان کے ذمہ حق ہو گیا ہے حضرت ابنِ عبّاسؓ فرماتے ہیں کہ ان کے اموال میں حق ہے یعنی زکوٰۃ کے علاوہ جس سے وہ صلہ رحمی کرتے ہیں اور مہمانوں کی دعوت کرتے ہیں۔ اور محروم لوگوں کی اعانت کرتے ہیں مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اس سے زکوٰۃ کے علاوہ مراد ہے۔ ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ وہ لوگ اپنے مالوں میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق سمجھتے ہیں۔ ابن عبّاسؓ کہتے ہیں کہ محروم وہ پریشان حال ہے جو دنیا کا طالب ہو اور دنیا اس سے منہ پھیرتی ہو۔ اور آدمیوں سے سوال نہ کرتا ہو۔ ایک اور حدیث میں ان سے نقل کیا گیا کہ محروم وہ ہے جس کا کوئی حصہ بیت المال میں نہ ہو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ محروم وہ تنگی میں پڑا ہوا شخص ہے جس کی کمائی اس کو کافی نہ ہو ابو قلابہؒ کہتے ہیں کہ یمامہ میں ایک آدمی تھا ایک مرتبہ سیلاب آیا اور اس کا سب کچھ مال و متاع بہا کر لے گیا ایک صحابیؓ نے فرمایا کہ اس کو محروم کہتے ہیں اس کی اعانت کی جائے۔ حضرت ابو ہریرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ مسکین وہ شخص نہیں ہے جس کو ایک ایک لقمہ در بدر پھرا تا ہے یعنی دروازوں سے بھیک مانگتا ہے اصل مسکین وہ ہے جس کے پاس نہ خود اتنا مال ہو جو اس کی حاجت کو پورا کرے اور نہ لوگوں کو اس کا حال معلوم ہو کہ اس کی اعانت کی جائے یہی شخص دراصل محروم ہے، حضرت فاطمہ بنت قیسؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیتِ شریفہ کے متعلق سوال کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے [1] یہ حدیث اسی فصل کی احادیث میں نمبر ۱۶ پر آئے گی۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتِ شریفہ پڑھی لَيْسَ الْبِرَّ

[1] درمنثور۔

اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ (بقرہ ع ۲۲) اِس آیتِ شریفہ کا کچھ حصہ ۲ پر گزر چکا ہے اس آیت میں ساکین وغیرہ کے دینے کا ذکر علیحدہ ہے اور زکوٰۃ دینے کا ذکر علیحدہ ہے جس میں اِس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ آدمی کو صرف زکوٰۃ ہی پر کفایت نہ کرنا چاہیئے بلکہ اِس کے علاوہ بھی اپنے مال کو اللہ کے راستے میں کثرت سے خرچ کرنا چاہیئے۔ مگر آج ہم لوگوں کے لئے زکوٰۃ کا ہی ادا کرنا وبال ہو رہا ہے کتنے مسلمان ایسے ہیں جو زکوٰۃ کو بھی ادا نہیں کرتے ہاں شادی اور تقریبات کی لغو رسُوم میں گھر بھی گروی رکھ دیں گے جہاں دُنیا میں مال برباد ہو اور آخرت میں گناہ کا وبال ہو۔

(۲۴) اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ○ (حدید ع ۱)

تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جس مال میں اُس نے تم کو دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے اس میں سے (اسکی راہ میں) خرچ کرو جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور (انھوں نے اللہ کی راہ میں) خرچ کیا ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

ف۔ قائم مقام کا مطلب یہ ہے کہ یہ مال پہلے کسی اور کے پاس تھا اب چند روز کو تمھارے پاس ہے تمہاری آنکھ بند ہو جانے کے بعد کسی اور کے پاس چلا جائے گا۔ ایسی حالت میں اس کو جوڑ جوڑ کے رکھنا بے کار بات ہے۔ یہ بے مروّت مال نہ سدا کسی کے پاس رہا نہ رہے خوش نصیب ہے وہ جو اس کو اپنے پاس رکھنے کی تدبیر کرلے۔ اور وہ صرف یہی ہے کہ اس کو اللہ جل شانہٗ کے بنک میں جمع کرا دے جس میں نہ ضائع ہونے کا اندیشہ ہے نہ چھوٹ جانے کا خطرہ ہے اور دُنیا میں رہتے ہوئے ہر وقت خطرہ ہی خطرہ ہے اور آجکل تو قدرت نے آنکھوں سے دکھا دیا کہ بڑے بڑے محل، بڑی بڑی جاگیریں ساز و سامان سب کا سب کھڑے کھڑے ہاتھ سے نکل کر دوسروں کے قبضہ میں آگیا۔ کل تک جن مکانات کے بلا شرکتِ غیرے خود مالک تھے آج دوسروں کو اپنی آنکھوں سے اپنا جانشین ان میں دیکھتے ہیں۔ پھر بھی عبرت حاصل نہیں ہوتی۔

(۲۵) وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا

اور تمھیں کیا ہوگیا کیوں نہیں خرچ کرتے اللہ کے راستے میں حالانکہ سب آسمان زمین آخر میں اللہ ہی کی میراث ہے جو لوگ مکّہ مکرمہ کے فتح ہونے سے پہلے اللہ کے راستے میں خرچ کر چکے ہیں اور جہاد کر چکے ہیں وہ برابر نہیں ہو سکتے (ان لوگوں کے جنکا ذکر آگے ہے بلکہ) وہ بڑھے ہوئے ہیں درجہ میں اُن لوگوں سے جنھوں نے فتح مکہ

مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (حدید ع۱)

کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے ثواب کا وعدہ تو سب ہی سے کر رکھا ہے (چاہے فتح مکہ سے پہلے خرچ اور جہاد کیا ہو یا بعد میں) اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی پوری خبر ہے۔

ف۔ اللہ تعالیٰ کی میراث ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب سب آدمی مر جائیں گے تو آخر میں آسمان زمین مال متاع سب اُسی کا رہ جائے گا کہ اس پاک ذات کے سوا کوئی بھی باقی نہ رہے گا تو جب سب کچھ سب کو چھوڑنا ہی ہے تو پھر اپنی خوشی سے اپنے ہاتھ سے کیوں نہ خرچ کرے کہ اس کا ثواب بھی ملے اس کے بعد آیت شریفہ میں اس پر تنبیہ کی گئی کہ جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ تعالیٰ کے کام پر خرچ کیا یا جہاد کیا ان کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے ان لوگوں سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا یا جہاد کیا۔ اسلئے کہ فتح سے قبل احتیاج زیادہ تھی اور جو چیز جتنی زیادہ حاجت کے وقت خرچ کی جائے گی اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا جیسا کہ سلسلۂ احادیث میں نمبر ۱۳ پر آرہا ہے۔ لوگوں کو ضرورت کے وقت بہت زیادہ خیال کرنا چاہئے اور ایسے وقت کو جس میں دوسروں کو ضرورت ہو اپنے خرچ کرنے کے لئے بہت غنیمت سمجھنا چاہئے حق تعالیٰ شانہٗ نے صحابہ کرامؓ میں بھی یہ تفریق فرمادی کہ جن حضرات نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اُن کے ثواب کو بہت زیادہ بڑھا دیا اسی طرح ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے کہ کسی کی ضرورت کے وقت اُس پر خرچ کرنا بہت اونچی چیز ہے۔

(۲۶) مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝ (حدید ع۲)

کون شخص ہے ایسا جو اللہ جل شانہٗ کو قرض حسنہ دے پھر اللہ تعالیٰ اس کے ثواب کو اُس کیلئے بڑھاتا چلا جائے اور اسکے لئے بہترین بدلہ ہے۔

ف۔ ۲ پر ایک آیت شریفہ اس کے ہم معنیٰ گزر چکی ہے خاص اہتمام کی وجہ سے اس مضمون کو دوبارہ ارشاد فرمایا ہے اور قرآن پاک میں بار بار اس پر تنبیہ کی جا رہی ہے کہ آج اللہ کے راستے میں خرچ کا دن ہے۔ جو خرچ کرنا ہے کر لو مرنے کے بعد حسرت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

(۲۷) اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝ (حدید ع۲)

بیشک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور یہ صدقہ دینے والے) اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو قرضۂ حسنہ دے رہے ہیں ان کا ثواب بڑھایا جائے گا اور انکے لئے نفیس اجر ہے۔

ف۔ یعنی جو لوگ صدقہ کرتے ہیں وہ حقیقت میں اللہ جل شانہٗ کو قرض دیتے ہیں اس لئے کہ یہ بھی قرض کی طرح سے صدقہ دینے والوں کو واپس ملتا ہے پس یہ بہت زیادہ معاوضہ اور بدلہ لیکر ایسے وقت میں واپس ہوگا جو وقت صدقہ کرنے والے کی سخت حاجت اور سخت ضرورت اور سخت مجبوری کا ہوگا۔ لوگ شادیوں کے واسطے سفروں کے واسطے اور دوسری ضرورتوں کے واسطے تھوڑا تھوڑا جمع کر کے رکھتے ہیں کہ فلاں ضرورت کا وقت

آرہا ہے اولاد کی شادی کرنا ہے، اس کے لئے ہر وقت فکر میں لگے رہتے ہیں۔ اور جو گنجائش ملے کچھ نہ کچھ کپڑا، زیور وغیرہ خرید کر ڈالتے رہتے ہیں کہ اُس وقت دقّت نہ ہو۔ آخرت کا وقت تو ایسی سخت حاجت اور ضرورت کا ہے کہ اس وقت نہ کسی سے خرید اجاسکتا ہے نہ قرض لیا جاسکتا ہے نہ بھیک مانگی جا سکتی ہے، ایسے اہم اور کٹھن وقت کے واسطے تو جتنا بھی زیادہ سے زیادہ ممکن ہو جمع کرتے رہنا نہایت ہی دُور اندیشی اور کار آمد بات ہے۔ تھوڑا تھوڑا جمع کرتے رہنا یہاں تو معلوم بھی نہ ہوگا۔ اور وہاں وہ پہاڑوں کی برابر ملے گا۔

(۲۸) وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(حشر ع ۱)

(اور آمیں ان لوگوں کا بھی حق ہے) جو لوگ دارالاسلام میں (یعنی مدینہ منورہ میں پہلے سے رہتے تھے) اور ایمان میں ان (مہاجرین کے آنے) سے پہلے سے قرار پکڑے ہوئے ہیں (یعنی ان مہاجرین کے آنے سے پہلے ہی وہ ایمان لے آئے تھے اور یہ ایسی خوبی کے لوگ ہیں کہ) جو لوگ ان کے پاس ہجرت کر کے آتے ہیں ان سے یہ لوگ (یعنی انصار) محبّت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اُس سے یہ اپنے دلوں میں کوئی غرض نہیں پاتے (کہ اُسکو لینا چاہیں یا اُس پر رشک کریں) اور ان مہاجرین کو اپنے اُوپر ترجیح دیتے ہیں چاہے خود اُن پر فاقہ ہی کیوں نہ ہو اور (حق یہ ہے کہ) جو شخص اپنی طبیعت کے لالچ سے محفوظ رہے وہی لوگ فلاح پانیوالے ہیں۔

ف۔ اُوپر کی آیات میں بیت المال کے مستحقین کا ذکر ہو رہا ہے کہ کن کن لوگوں کا اس میں حق ہے منجملہ اُنکے اس آیت شریفہ میں انصار کا ذکر ہے اور ان کے خصوصی اوصاف کی طرف اشارہ ہے جنمیں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے اپنے گھر میں رہ کر ایمان اور کمالات حاصل کئے ہیں اور اپنے گھر رہ کر کمالات کا حاصل کرنا عام طور سے مشکل ہوا کرتا ہے، دنیوی دھندے اور دوسرے امور اکثر آڑے بن جاتے ہیں اور دوسری خاص صفت انصار کی یہ ہے کہ یہ لوگ مہاجرین سے بے حد محبّت کرتے ہیں۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ کا جس کو علم ہے وہ ان حضرات کے حالات اور ان کی محبّت کے واقعات سے حیرت میں رہ جاتا ہے۔ چند واقعات حکایات صحابہؓ میں بھی گزر چکے ہیں ایک واقعہ مثال کے طور پر یہاں لکھتا ہوں کہ جب حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مہاجرین اور انصار کے درمیان میں حضورؐ نے بھائی چارہ اس طرح فرما دیا تھا کہ ہر مہاجر کا ایک انصاری کے ساتھ خصوصی جوڑ پیدا کر دیا تھا۔

اور ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا تھا اس لئے کہ حضراتِ مہاجرین پردیسی حضرات ہیں ان کو اجنبی جگہ ہر قسم کی مشکلات پیش آئیں گی۔ انصار مقامی حضرات ہیں وہ اگر ان لوگوں کی خاص طور سے خبر گیری اور معاونت کریں گے تو ان کو سہولتیں پیدا ہو جائیں گی، کیسا بہترین انتظام تھا حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کہ اس میں مہاجرین کو بھی ہر قسم کی سہولت ہو گئی اور انصار کو بھی دقّت نہ ہوئی کہ ایک شخص کی خبر گیری ہر شخص کو آسان ہے۔ اسی سلسلے میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ خود اپنا قصّہ بیان فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ مدینہ طیبہ آئے تو حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے میرے اور سعد بن ربیع رضؓ کے درمیان بھائی بندی کا رشتہ جوڑ دیا۔ سعد رضؓ بن الربیع نے مجھ سے کہا کہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں میرے مال میں سے آدھا تم لے لو اور میری دو بیبیاں ہیں ان میں سے جونسی تمہیں پسند ہو میں اسکو طلاق دے دوں جب اس کی عدّت پوری ہو جائے تم اس سے نکاح کر لینا۔[1] یزید رضؓ بن اصم کہتے ہیں کہ انصار نے حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے درخواست کی کہ ہم سب کی زمینیں مہاجرین پر آدھی آدھی بانٹ دیجئے۔ حضورؐ نے اس کو قبول نہیں فرمایا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ کھیتی وغیرہ میں یہ لوگ کام کریں گے۔ اور پیداوار میں حصّہ دار ہوں گے کہ ان کی محنت سے تم کو مدد ملے گی اور تمہاری زمین سے ان کو مدد ملے گی۔[2] اس قسم کے تعلّقات اور آپس کی محبّت محض دینی برادری پر آج عقل میں بھی مشکل سے آئے گی، اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ آج وہ مسلمان جس کا خصوصی امتیاز ایثار اور ہمدردی تھی محض خود غرضی اور نفس پروری میں مبتلا ہے دوسروں کو جتنی بھی تکلیف پہنچ جائے اپنے کو راحت مل جائے۔ کبھی مسلمان کا شیوہ یہ تھا کہ خود تکلیف اُٹھائے تاکہ دوسروں کو راحت پہنچ جائے مسلمانوں کی تاریخ اس سے بھری ہوئی ہے، ایک بزرگ کی بیوی بہت زیادہ بدخُلق تھیں۔ ہر وقت تکلیف دیتی تھیں کسی نے ان سے عرض کیا کہ آپ اس کو طلاق دیدیجئے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ پھر یہ کسی دوسرے سے نکاح کرے گی اور اس کی بدخلقی سے اس کو تکلیف پہنچے گی۔[3] کیسی باریک چیز ہے۔ آج ہم میں سے بھی کوئی اس لئے تکلیف اٹھانے کو تیار ہے کہ کسی دوسرے کو تکلیف نہ پہونچے۔ تیسری صفت آیتِ شریفہ میں انصار کی یہ بیان کی کہ مہاجرین کو اگر غنیمت وغیرہ میں سے کہیں سے کچھ ملتا ہے تو اس سے انصار کو دل تنگی یا رشک نہیں ہوتا اور حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مہاجرین کو انصار پر جو عمومی فضیلت دی گئی اُس سے انصار کو گرانی نہیں ہوئی۔[4] چوتھی صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ باوجود اپنی احتیاج اور فاقہ کے دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ اس کے واقعات بہت کثرت سے ان کی زندگی کی تاریخ میں ملتے ہیں جن میں سے چند واقعات میں اپنے رسالے حکایاتِ صحابہ رضؓ کے بابِ ایثار و ہمدردی میں لکھ چکا ہوں منجملہ ان کے وہ مشہور واقعہ بھی ہے جو اس آیتِ شریفہ کے شانِ نزول میں

---

[1] بخاری [2] در منثور [3] احیاء [4] در منثور

ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک صاحب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بھوک کی اور تنگی کی شکایت کی حضورؐ نے اپنی بیبیوں کے گھروں میں آدمی بھیجا مگر کہیں بھی کچھ کھانے کو نہ ملا تو حضورؐ نے باہر مردوں سے ارشاد فرمایا کہ کوئی صاحب ایسے ہیں جو ان کی مہمانی قبول کریں، ایک انصاری جن کا اسمِ گرامی بعض روایات میں ابوطلحہؓ آیا ہے انکو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ یہ حضورؐ کے مہمان ہیں ان کی خوب خاطر کرنا اور گھر میں کوئی چیز ان سے بچا کر نہ رکھنا بیوی نے کہا کہ گھر میں تو صرف بچوں کیلئے کچھ کھانے کو رکھا ہے اور کچھ بھی نہیں ہے حضرت ابوطلحہؓ نے فرمایا کہ بچوں کو بہلا کر سُلا دو اور جب ہم کھانا لے کر مہمان کے ساتھ بیٹھیں تو تم چراغ کو درست کرنے کے لئے اُٹھ کر اس کو بجھا دینا تاکہ ہم نہ کھائیں اور مہمان کھالے۔ چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا۔ صبح کو جب حضورؐ کی خدمت میں حاضری ہوئی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کو ان میاں بیوی کا طرز بہت پسند آیا اور یہ آیتِ شریفہ ان کی شان میں نازل ہوئی [1] احادیث کے سلسلے میں ۱۳۲ پر ایک حدیث شریف اس آیتِ شریفہ کی تفسیر کے طور پر آرہی ہے۔ اسکے بعد اللہ جل شانہٗ کا پاک ارشاد ہے کہ جو شخص اپنی طبیعت کے شُحّ (لالچ) سے بچادیا جائے، وہی لوگ فلاح کو پہنچنے والے ہیں۔ شُحّ کا ترجمہ طبعی حرص و بخل ہے۔ یعنی طبعی تقاضا بخل کا ہو جائے عمل سے بخل نہ ہو۔ اسی لئے علماء سے اس کی تفسیر میں مختلف الفاظ نقل کئے گئے۔ حرص اور لالچ سے اس کو تعبیر کرنا صحیح ہے جو اپنے مال میں بھی ہوتا ہے دوسرے کے مال میں بھی ہوتا ہے۔ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں تو ہلاک ہو گیا انھوں نے ارشاد فرمایا کہ کیوں؟ وہ کہنے لگے کہ اللہ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ شُحّ سے بچائے جائیں وہی فلاح کو پہنچنے والے ہیں۔ اور مجھ میں یہ مرض پایا جاتا ہے میرا دل نہیں چاہتا کہ میرے پاس سے کوئی چیز بھی نکل جائے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ یہ شح نہیں ہے یہ بخل ہے، اگرچہ بخل بھی اچھی چیز نہیں ہے۔ لیکن شُحّ یہ ہے کہ دوسرے کا مال ظلم سے کھاوے حضرت ابنِ عمرؓ سے بھی اس کے قریب ہی نقل کیا گیا وہ فرماتے ہیں کہ شُحّ یہ نہیں ہے کہ آدمی اپنے مال کو خرچ کرنے سے روک لے۔ یہ تو بخل ہوا اور یہ بھی بہت بری چیز ہے لیکن شُحّ یہ ہے کہ دوسرے کی چیز پر نگاہ پڑنے لگے۔ حضرتِ طاؤسؒ کہتے ہیں کہ بخل یہ ہے کہ آدمی اپنے مال کو خرچ نہ کرے اور شح یہ ہے کہ دوسرے کے مال میں بخل کرے یعنی کوئی دوسرا خرچ کرے اس سے بھی دل تنگی ہوتی ہو۔ حضرت ابنِ عمرؓ سے نقل کیا گیا کہ شح بخل سے زیادہ سخت ہے اس لئے کہ بخیل تو اپنے مال کو روکتا ہے اور بس اور شحیح اپنے مال کو بھی روکتا ہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ دوسروں کے پاس جو کچھ ہے وہ بھی اس کے پاس آجائے ایک حدیث میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ شح سے بری ہے۔ مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہو، مہمانوں کی مہمانداری کرتا ہو اور لوگوں کی مصائب میں مدد کرتا ہو۔ ایک اور

---

[1] در منثور۔

حدیث میں حضورؐ کا ارشاد آیا ہے کہ اسلام کو کوئی چیز ایسا نہیں مٹاتی جیسا کہ شُح مٹاتا ہے، ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ اللہ کے راستے کا غبار اور جہنم کا دھواں یہ دونوں چیزیں کسی ایک شخص کے پیٹ میں جمع نہیں ہو سکتیں اور ایمان اور شُح کسی ایک دل میں کبھی جمع نہیں ہو سکتے ایک حدیث میں حضرت جابرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ظلم سے بچو اس لئے کہ ظلم قیامت میں تو بتو اندھیرا ہوگا (یعنی ایسا سخت اندھیرا پیدا کرے گا کہ اندھیرے کی تہہ پر تہہ جم جائے گی) اور اپنے آپ کو شُح سے بچاؤ کہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا کہ اسی کی وجہ سے ان لوگوں نے دوسرے لوگوں کے خون بہائے اور اسی کی وجہ سے اپنی محرم عورتوں سے زنا کیا حضرت ابوہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو شُح اور بخل سے بچاؤ کہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو قطع رحمی پر ڈال دیا اور ان کو اپنے محرموں سے زنا کرنے پر ڈال دیا اور ان کو خون بہانے پر ڈال دیا یعنی اگر آدمی اجنبی عورت سے زنا کرے تو اسے کچھ دینا پڑے اور بیٹی سے زنا کرے تو مفت ہی میں کام چل جائے اور مال کی وجہ سے لوٹ مار تو ظاہر ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا تو لوگ کہنے لگے کہ یہ جنتی آدمی تھا۔ حضورؐ نے فرمایا تمھیں اس کے سارے حالات کا کیا علم ہے، کیا بعید ہے کہ کبھی اس نے ایسی بات زبان سے نکالی ہو جو بے کار ہو یا ایسی چیز میں بخل کیا ہو جو اُس کو نفع نہ پہنچاتی ہو دوسری حدیث میں یہ قصہ اس طرح نقل کیا گیا کہ احد کی لڑائی میں ایک صاحب شہید ہو گئے، ایک عورت ان کے پاس آئیں اور کہنے لگیں۔ بیٹا! تجھے شہادت مبارک ہو حضورؐ نے فرمایا تمھیں اس کی کیا خبر ہے کہ اس نے کبھی کوئی بے کار بات زبان سے کہی ہو یا ایسی چیز میں بخل کیا ہو جو اس کی ضرورت کی نہ ہو کہ ایسی معمولی چیز میں بخل کرنا بھی حرص اور لالچ کی انتہا سے ہوتا ہے۔ ورنہ معمولی چیزیں جن میں اپنا نقصان نہ ہو بخل کے قابل نہیں ہوتیں۔

(۲۹) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ وَأَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ (منافقون ع ۲)

اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کریگا ایسے ہی لوگ خسارہ والے ہیں، اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا اس میں سے اس سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے اور وہ کہنے لگے اے میرے رب مجھکو تھوڑے دن کی مہلت اور کیوں نہ دے دی کہ میں خیرات کر دیتا اور نیک لوگوں میں ہو جاتا۔ اور اللہ جل شانہٗ کسی شخص کو بھی جب اس کی موت کا وقت آجائے ہرگز مہلت نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ کو تمھارے سب کاموں کی خبر ہے۔

۱؎ در منثور

ف ۔ مال ومتاع کی مشغولی اہل وعیال کی مشغولی ایسی چیزیں ہیں جو اللہ جل شانہ کے احکامات کی تعمیل میں کوتاہی کا سبب بنتی ہیں لیکن یہ بات یقینی اور طے ہے کہ موت کے وقت کا کسی کو حال معلوم نہیں کہ کب آجائے اس وقت بجز حسرت اور افسوس کے کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔ اور دیکھتے آنکھوں اہل وعیال مال ومتاع سب کو چھوڑ کر چل دینا ہوگا آج مہلت ہے جو کرنا ہے کر لو ؎

رنگ لے نہ چند یہ گندھا لے نہ سی ٭ تو کیا کیا کرے گی ارے دن کے دن

نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی ٭ تو دیکھا کرے گی گھڑی دن کے دن

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ حج کر سکے، اس پر زکوٰۃ واجب ہو اور ادا نہ کرے تو وہ مرنے کے وقت دنیا میں واپس لوٹنے کی تمنا کرے گا کسی شخص نے ابن عباسؓ سے کہا کہ دنیا میں لوٹنے کی تمنا کافر کرتے ہیں مسلمان نہیں کرتے حضرت ابن عباسؓ نے یہ آیت شریفہ تلاوت کی کہ اس میں مسلمانوں ہی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ایک دوسری حدیث میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا کہ اس آیت شریفہ میں مومن آدمی کا ذکر ہے جب اس کی موت آجاتی ہے اور اس کے پاس اتنا مال ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہو اور زکوٰۃ ادا نہ کی ہو یا اس پر حج فرض ہو گیا ہو اور حج ادا نہ کیا ہو یا کوئی اور حق اللہ جل شانہٗ کے حقوق میں سے ادا نہ کیا ہو تو وہ مرنے کے وقت دنیا میں واپسی کی تمنا کرے گا تاکہ زکوٰۃ اور صدقات ادا کرے لیکن اللہ جل جلالہٗ کا پاک ارشاد ہے کہ جس کا وقت آجائے وہ ہرگز موخر نہیں ہوتا[۱] قرآن پاک میں بار بار اس پر تنبیہ کی گئی کہ موت کا وقت ہر شخص کیلئے ایک طے شدہ وقت ہے۔ اس میں ذرا سی بھی تقدیم یا تاخیر نہیں ہو سکتی آدمی سوچتا رہتا ہے کہ فلاں چیز کو صدقہ کروں گا فلاں چیز کو وقف کروں گا، فلاں فلاں کے نام وصیت لکھوں گا مگر وہ اپنے سوچ اور فکر ہی میں رہتا ہے۔ اُدھر سے ایک دم بجلی کے تار کا بٹن دبا دیا جاتا ہے اور یہ چلتے چلتے مر جاتا ہے، بیٹھے بیٹھے مر جاتا ہے سوتے سوتے مر جاتا ہے اسلئے تجویزوں اور مشوروں میں ہرگز ایسے کاموں میں تاخیر نہ کرنا چاہئے جتنا جلد ہو سکے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے میں اللہ کے یہاں جمع کر دینے میں جلدی کرنا چاہیئے۔ واللہ الموفق۔

(۳۰) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص غور کر لے کہ اس نے کل (قیامت) کے دن واسطے کیا چیز آگے بھیجدی ہے، اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب کی خبر ہے اور ان لوگوں کی طرح سے

[۱] درمنثور۔

نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ (حشر ع ۳)	مت بنو جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلادیا پس اس کی سزامیں) اللہ تعالیٰ نے خود ان کو ان کی جان سے بھلادیا یہی لوگ فاسق ہیں (اور یاد رکھو کہ جنت والے اور جہنم والے برابر نہیں ہوسکتے جنت والے ہی کامیاب ہیں (حقیقی کامیابی صرف جنت والوں ہی کی ہے)

ف ۔ اللہ جل شانہٗ نے ان کو ان کی جان سے بھلادیا کا یہ مطلب ہے کہ ان کی ایسی عقل ماردی گئی کہ وہ اپنے نفع نقصان کو بھی نہیں سمجھتے اور جو چیزیں ان کو ہلاک کرنے والی ہیں ان کو اختیار کرتے ہیں حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ میں دوپہر کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ قبیلۂ مضر کی ایک جماعت حاضر ہوئی جو ننگے پاؤں ننگے بدن بھوکے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُن پر فاقہ کی حالت دیکھی تو حضورؐ کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا اُٹھ کر اندر مکان میں تشریف لے گئے (غالباً گھر میں کوئی چیز ان کے قابل تلاش کرنے کیلئے تشریف لے گئے ہوں گے۔) پھر باہر مسجد میں تشریف لائے حضرت بلالؓ سے اذان کہنے کا حکم فرمایا اور ظہر کی نماز پڑھی ، اس کے بعد ممبر پر تشریف لے گئے اور حمد وثنا کے بعد قرآن پاک کی چند آیات تلاوت کیں جن میں یہ آیات بھی تھیں جو اُوپر لکھی گئیں پھر حضورؐ نے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ صدقہ کرو، اس سے پہلے کہ صدقہ نہ کرسکو۔ صدقہ کرو اس سے پہلے کہ تم صدقہ کرنے سے عاجز ہو جاؤ۔ کوئی شخص جو بھی دے سکے دینار دے سکے، درم دے سکے، کپڑا دے سکے، گیہوں دے سکے، جَو دے سکے، کھجور دے سکے حتیٰ کہ کھجور کا ٹکڑا ہی دے سکے وہ دے دے، ایک انصاری اٹھے اور ایک تھیلہ بھرا ہوا لائے جو ان سے اٹھتا بھی نہ تھا۔ حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضورؐ کا چہرۂ انور مسرت سے چمکنے لگا حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص بہتر طریقہ جاری کرے اس کو اس کا بھی ثواب ہے۔ اور جو اس پر عمل کریں گے ان کا بھی ثواب اس کو ہو گا۔ اس طرح پر کہ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ اور اسی طرح اگر کوئی شخص کوئی بُرا طریقہ جاری کرتا ہے تو اس کا گناہ تو اس کو ہی ہو گا، جتنے آدمی اس پر عمل کریں گے ان سب کا گناہ بھی اس کو ہو گا اس طرح سے کہ ان کے گناہوں کے وبال میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ اس کے بعد سب لوگ متفرق ہو کر چلے گئے۔ کوئی دینار (اشرفی) لایا۔ کوئی درم لایا، کوئی غلّہ لایا۔ غرض غلّہ اور کپڑے کے دو ڈھیر حضورؐ کے قریب جمع ہو گئے اور حضورؐ نے وہ سب قبیلۂ مضر کے آنے والوں پر تقسیم کر دیئے [۱] ایک حدیث میں آیا ہے لوگو! اپنے لئے کچھ آگے بھیج دو۔ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جب کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ایسی حالت میں کہ نہ کوئی واسطہ درمیان میں

[۱] نسائی۔ درمنثور۔

ہوگا نہ کوئی پردہ درمیان میں ہوگا یہ ہوگا کیا تیرے پاس رسول نہیں آئے جنھوں نے تجھے احکام پہنچا دیئے ہوں کیا میں نے تجھ کو مال عطا نہیں کیا تھا۔ کیا میں نے تجھے ضرورت سے زیادہ نہیں دیا تھا تو نے اپنے لئے کیا چیز آگے بھیجی وہ شخص اِدھر اُدھر دیکھے گا کچھ نظر نہ آئے گا آنکھوں کے سامنے جہنم ہوگی پس جو شخص اس سے بچ سکتا ہو بچنے کی کوشش کرے چاہے کھجور کے ایک ٹکڑے ہی سے کیوں نہ ہو ۱؎ بڑا سخت منظر ہوگا۔ بڑا سخت مطالبہ ہوگا دہکتی ہوئی دوزخ سامنے ہوگی اور اس آن اس میں پھینک دیئے جانے کا اندیشہ ہوگا اس وقت قلق ہوگا کہ ہمنے دنیا میں سب کچھ کیوں نہ خرچ کر دیا آج فرضی ضرورتوں سے ہم خرچ کرنے سے ہاتھ کھینچتے ہیں لیکن اگر آج آنکھ بند ہو جائے تو ساری ضرورتیں ختم ہو جائیں گی اور ایک سخت ضرورت جہنم سے بچنے کی سر پر موجود رہے گی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے ایک مرتبہ خطبہ میں فرمایا کہ یہ بات اچھی طرح جان لو کہ تم لوگ صبح شام ایسی مدت میں چلتے ہو جس کا حال تم سے پوشیدہ ہے کہ وہ کب ختم ہو جائے پس اگر تم سے ہو سکے تو ایسا کرو کہ یہ مدت احتیاط کے ساتھ ختم ہو جائے اور اللہ ہی کے ارادے سے تم ایسا کر سکتے ہو ایک قوم نے اپنے اوقات کو ایسے امور میں خرچ کر دیا جو ان کے لئے کار آمد نہ تھے اللہ جل شانہٗ نے تمھیں ان جیسا ہونے سے منع کیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ کہاں ہیں تمھارے وہ بھائی جن کو تم جانتے تھے وہ اپنا اپنا زمانہ ختم کر کے چلے گئے۔ اور ان کے عمل ختم ہو گئے اور اب وہ اپنے اپنے عمل پر پہونچ گئے جیسے بھی کئے اچھے کئے ہوں گے تو مزے اڑا رہے ہوں گے بُرے کئے ہونگے تو ان کو بھگت رہے ہوں گے کہاں ہیں وہ گزرے ہوئے زمانے کے جابر لوگ جنھوں نے بڑے بڑے شہر بنائے اونچی اونچی دیواروں سے اپنی محافظت کی اب وہ پتھروں اور ٹیلوں کے نیچے پڑے ہیں یہ اللہ کا پاک کلام ہے کہ نہ اس کے عجائب ختم ہوتے ہیں نہ اس کی روشنی ماند پڑتی ہے اس سے آج روشنی حاصل کر لو اندھیرے کے دن کے واسطے اور اس سے نصیحت پکڑ لو اللہ جل شانہٗ نے ایک قوم کی تعریف کی پس فرمایا كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ (ترجمہ آیت) وہ لوگ نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور ہم کو پکارتے تھے رغبت کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنیوالے تھے ۲؎ اُس کلام میں کوئی خوبی نہیں جس سے اللہ کی رضا مقصود نہ ہو اور اُس مال میں کوئی بھلائی نہیں جو اللہ کے راستے میں خرچ نہ ہو اور وہ آدمی اچھا نہیں جس کا حلم اس کے غصہ پر غالب نہ ہو اور وہ آدمی بہتر نہیں جو اللہ کی رضا کے مقابلے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا کرے ۳؎

(۳۱) اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ | اسکے سوا دوسری بات نہیں کہ تمھارے اموال اور تمھاری

۱؎ کنز ۲؎ الانبیاء رع ۶ ۳؎ در منثور۔

فِتْنَةٌ ۖ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

(تغابن ع ۲)

اولاد تمہارے لئے ایک آزمائش کی چیز ہے پس جو شخص ان میں پڑ کر بھی اللہ کو یاد رکھے تو اسکے لئے اللہ کے پاس بڑا اجر ہے پس جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کی بات سنو اور مانو اور (اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہا کرو) یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہوگا اور جو شخص اپنے نفس کے شُح یعنی لالچ سے محفوظ رہا پس یہی لوگ فلاح کو پہنچنے والے ہیں۔

ف۔ شُح بخل کا اعلیٰ درجہ ہے جیسا کہ ۲۸ پر گزر چکا مال اور اولاد کے امتحان کی چیز ہونے کا یہ مطلب ہے کہ یہ بات جانچنی ہے کہ کون شخص ان میں پھنس کر اللہ جل شانہٗ کے احکام کو اور اسکی یاد کو بھلا دیتا ہے اور کون شخص ان کے باوجود اللہ جل شانہٗ کی فرماں برداری کرتا ہے اور اس کی یاد میں مشغول رہتا ہے اور نمونہ کیلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ سامنے ہے۔ یہاں کسی کے ایک دو بیبیاں ہوں گی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نو بیبیاں تھیں اولاد بھی تھی بیٹے بیٹیاں، نواسے سب کچھ موجود تھا حضورؐ کے علاوہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات دُنیا کے سامنے ہیں۔ اور بہت تفصیل سے کتابوں میں موجود ہیں حضرت انسؓ کی اولاد کا شمار ہی مشکل ہے ایک موقعہ پر فرماتے ہیں کہ میری اولاد کی اولاد تو علیحدہ رہی خود بلا واسطہ اپنی اولاد میں سے ایک سو چبیس تو دفن کر چکا ہوں[1] اور جو زندہ ہے وہ ان کے علاوہ اور اولاد کی اولادیں مزید برآں اس کے باوجود ان حضرات صحابۂ کرامؓ میں شمار ہے جن سے کثرت سے احادیث نقل کی گئیں۔ اور جہاد میں کثرت سے شرکت کرتے رہے ہیں اولاد کی اتنی کثرت نہ تو علم کی مشغولی سے مانع ہوئی نہ جہاد سے حضرت زبیرؓ جس وقت شہید ہوئے تو بیٹے نو بیٹیاں اور چار بیویاں تھیں اور بعض پوتے بعض بیٹوں سے بھی بڑے تھے[2] اور جن کا باپ کی زندگی میں انتقال ہوگیا وہ علیحدہ اس کے باوجود نہ کبھی ملازمت کی، نہ کوئی اور شغل جہاد میں عمر گزاری۔ اسی طرح اور بہت سے حضرات کا حال ہے کہ نہ مال ان کو دین سے مانع ہوتا تھا اور نہ اولاد کی کثرت اور ان میں سے جو لوگ تجارت پیشہ تھے ان کے لئے تجارت بھی دین کے کاموں سے مانع نہ ہوتی تھی خود حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کی تعریف قرآنِ پاک میں فرمائی رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ الآیۃ[3] وہ ایسے لوگ ہیں جن کو خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے نہیں روکتی وہ لوگ ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس دن دل

---

[1] اصابہ [2] بخاری [3] نور ع ۵

اور آنکھیں اُلٹ پلٹ ہو جائیں گی اور اس کا انجام یہ ہوگا کہ حق تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دے گا اور ان کو اپنے فضل سے (بدلہ کے علاوہ انعام کے طور پر) اور بھی زیادہ دے گا۔ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں بہت سے آثار میں یہ مضمون ذکر کیا گیا کہ جو لوگ تجارت کرتے تھے تجارت ان کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے مانع نہ ہوتی تھی۔ جب اذان سنتے فوراً اپنی اپنی دکانیں چھوڑ کر نماز کے لئے چل دیتے[1]

(۳۲) إِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (تغابن ع ۲)

اگر تم اللہ جل شانہ کو اچھی طرح (یعنی اخلاص سے) قرض دوگے تو وہ اسکو تمہارے لئے بڑھاتا چلا جائیگا اور تمہارے گناہ بخشدیگا اور اللہ جل شانہٗ بڑی قدر کرنیوالا ہے (کہ تھوڑے سے عمل کو بھی قبول کر لیتا ہے) اور بڑا بردبار ہے (کہ بڑے سے بڑے گناہ پر بھی مواخذہ میں جاری نہیں کرتا) پوشیدہ اور ظاہر اعمال کا جاننے والا ہے زبردست ہے حکمت والا ہے۔

ف۔ آیات ہیں ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ پر اس قسم کے مضامین گزر چکے ہیں یہ اللہ جل شانہٗ کا خاص لطف و کرم ہے کہ ہماری خیر خواہی اور بندوں پر کرم کی وجہ سے جو چیزیں ان کے لئے اہم اور ضروری ہیں ان کو بار بار تاکید کے ساتھ فرمایا جاتا ہے اور ہم لوگ ان آیات کو بار بار پڑھتے ہیں اور مطمئن ہو جاتے ہیں کہ بہت ثواب قرآن پاک کے پڑھنے کا مل گیا یہ کریم کا احسان اور انعام ہے کہ وہ اپنے پاک کلام کے محض پڑھنے پر بھی ثواب عطا فرمائے لیکن یہ پاک کلام محض پڑھنے کے لئے تو نازل نہیں ہوا پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کے پاک ارشادات پر عمل بھی تو ہونا چاہئے ایک چیز کو مالک الملک، اپنا آقا اپنا محسن، اپنا مربی، اپنا رازق اپنا خالق بار بار ارشاد فرمائے اور ہم کہیں کہ ہم نے آپ کا ارشاد پڑھ لیا بس کافی ہے، یہ ہماری طرف سے کتنا سخت ظلم ہے؟

(۳۳) وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَأَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۖ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (مزمل ع ۲)

اور تم لوگ نماز کو قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ جل شانہٗ کو قرض حسنہ دیتے رہو اور جو نیکی بھی تم اپنے لئے ذخیرہ بنا کر آگے بھیجدوگے اسکو اللہ جل شانہٗ کے پاس جا کر اس سے بہت بہتر اور ثواب میں بڑھا ہوا پاؤگے اور اللہ تعالیٰ سے گناہ معاف کراتے رہو بیشک اللہ جل شانہٗ مغفرت کرنیوالا رحم کرنیوالا ہے۔

ف۔ اس کو اللہ جل شانہٗ کے پاس جا کر اس سے بہتر پانے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ دنیا کی چیزیں خریدنے میں خرچ کیا جاتا ہے یا دنیوی ضرورتوں میں خرچ کیا جاتا ہے اور اس کا بدل دنیا میں ملتا

[1] درمنثور

ہے مثلاً ایک روپیہ کے دو سیر گندم دنیا میں ملتے ہیں آخرت کے بدل کو اس پر قیاس نہیں کرنا چاہئے بلکہ آخرت میں جو بدل ان چیزوں کا ملتا ہے جو اللہ کے راستے میں خرچ کیجائیں وہ مقدار کے اعتبار سے بھی اور کیفیت کے لحاظ سے بھی بدرجہا زائد اس بدل سے ہوگا جو دنیا میں اس پر ملتا ہے چنانچہ آیت نمبر ۷ کے ذیل میں گزر چکا ہے کہ اگر طیب مال سے نیک نیتی کے ساتھ ایک کھجور بھی صدقہ کیجائے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے ثواب کو اُحد پہاڑ کی برابر فرما دیتے ہیں کاش اس قدر زیادہ معاوضہ دینے والے کریم کی ہم قدر کرتے اور زیادہ سے زیادہ قیمت اُس کے یہاں جمع کرتے تاکہ زیادہ سے زیادہ مال بڑی سخت ضرورت کے وقت ہم کو ملتا اور اس کے ساتھ ہی اس آیت شریفہ میں اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ جس قسم کی نیکی بھی تم آگے بھیجدو گے اس کا معاوضہ ایسا ہی ملے گا رسالہ برکات[1] ذکر میں بہت تفصیل سے ایسی روایتیں گزر چکی ہیں ایک مرتبہ سبحان اللہ یا الحمد للہ یا لاالٰہ الا اللہ یا اللہ اکبر کہنے کا ثواب اللہ تعالیٰ شانہٗ کے یہاں اُحد پہاڑ سے زیادہ مل جاتا ہے بشرطیکہ اخلاص سے کہا جائے اور اخلاص کی شرط تو آخرت کے ہر کام میں ہے اخلاص بغیر وہاں کسی چیز کی پوچھ نہیں اور اسی چیز کے پیدا کرنیکے واسطے بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کرنی پڑتی ہیں کہ یہ دولت ان کے قدموں میں پڑنے سے ملتی ہے۔

(۳۴) اِنَّ الۡاَبۡرَارَ یَشۡرَبُوۡنَ مِنۡ كَاۡسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوۡرًا ۚ عَيۡنًا يَّشۡرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوۡنَهَا تَفۡجِيۡرًا ۝ يُوۡفُوۡنَ بِالنَّذۡرِ وَيَخَافُوۡنَ يَوۡمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسۡتَطِيۡرًا ۝ وَيُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسۡكِيۡنًا وَّيَتِيۡمًا وَّاَسِيۡرًا ۝ اِنَّمَا نُطۡعِمُكُمۡ لِوَجۡهِ اللّٰهِ لَا نُرِيۡدُ مِنۡكُمۡ جَزَآءً وَّلَا شُكُوۡرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنۡ رَّبِّنَا يَوۡمًا عَبُوۡسًا قَمۡطَرِيۡرًا ۝ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الۡيَوۡمِ وَلَقّٰهُمۡ نَضۡرَةً وَّسُرُوۡرًا ۝ وَجَزٰهُمۡ بِمَا صَبَرُوۡا جَنَّةً وَّحَرِيۡرًا ۝ مُّتَّكِـئِيۡنَ فِيۡهَا عَلَى الۡاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوۡنَ

بیشک نیک لوگ (جنت میں) ایسے جام شراب پئیں گے جنمیں کافور کی آمیزش ہوگی ایسے چشموں سے بھرے جائیں گے جن سے اللہ کے خاص بندے پیتے ہیں (ان چشموں میں یہ عجیب بات ہوگی) کہ وہ جنتی لوگ ان چشموں کو جہاں چاہے لیجائیں گے (یعنی یہ چشمے انکے اشاروں کے تابع ہوں گے) یہ ایسے لوگ ہیں جو منتوں کو پورا کرتے ہیں (اور اسیطرح دوسرے واجبات کو) اور ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس دن کی سختی پھیلی ہوئی ہوگی (یعنی عام ہوگی کہ ہر شخص اُسدن کچھ نہ کچھ پریشانی میں مبتلا ہوگا) یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو (باوجودیکہ وہ قیدی کافر اور لڑائی میں بر سر پیکار ہوتے تھے) اور وہ لوگ (اپنے دلمیں یا زبان سے) کہتے ہیں کہ ہم تم کو صرف اللہ کے واسطے کھلاتے ہیں نہ تو ہم اسکا تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ اسکا شکریہ چاہتے ہیں (بلکہ اسوجہ سے کھلاتے ہیں) کہ ہم اپنے

[1] رسالہ برکات ذکر عکسی ایک روپیہ ساٹھ پیسے میں ادارۂ اشاعت دینیات حضرت نظام الدینؒ دہلی سے مل سکتا ہے۔

فِيهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيرًا ۝ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ۝ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ۝ قَوَارِيرَاۡ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ۝ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ۝ عَيْنًا فِيهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيلًا ۝ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُورًا ۝ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيمًا وَّمُلْكًا كَبِيرًا ۝ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۖ وَّحُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۝ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُورًا ۝

(دہر ع ۱)

رب کی طرف سے ایک سخت اور تلخ دن کا یعنی قیامت کے دن کا، خوف رکھتے ہیں پس اللہ جلّ شانہٗ اُن کو اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا اور ان کو تازگی اور سرور عطا کریگا اور ان کو اس پختگی کے بدلہ میں جنت اور ریشمی لباس عطا کریگا اس حالت میں کہ وہ جنت میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے نہ وہاں گرمی کی تپش پاوینگے نہ سردی (بلکہ معتدل موسم ہوگا) اور درختوں کے سائے ان لوگوں پر جھکے ہوئے ہوں گے اور انکے خوشے ان کے مطیع ہوں گے (کہ جس وقت جس کو پسند کرینگے وہ قریب آجائیگا) اور ان کے پاس (کھانے پینے کیلئے) چاندی کے برتن اور شیشے کے آبخورے لائے جائیں گے ایسے شیشے جو چاندی کے ہونگے (یعنی وہ شیشے بجائے کانچ کے چاندی کے بنے ہوئے ہوں گے جو اس عالم میں دشوار نہیں) اور ان کو بھرنیوالوں نے صحیح اندازہ سے بھرا ہوگا (کہ نہ ضرورت سے کم نہ زیادہ) اور وہاں (کافوری شراب کے علاوہ) ایسی شراب کے جام بھی پلائے جائیں گے جنمیں سونٹھ کی آمیزش ہوگی (جیسا کہ جھنجر کی بوتل میں ہوتا ہے) یہ ایسے چشمے سے بھرے جائیں گے جس کا نام سلسبیل ہے (کافور ٹھنڈا ہوتا ہے اور سونٹھ گرم (مقصد یہ ہے کہ وہاں مختلف المزاج شرابیں ہیں) اور اس کو ایسے لڑکے لیکر آتے جاتے رہیں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے اور ایسے (حسین) کہ اگر تو انکو دیکھے تو یہ گمان کرے کہ یہ موتی ہیں جو بکھرے ہوئے ہیں (اور جو چیزیں اُوپر ذکر کی گئیں یہی فقط نہیں بلکہ) جب تُو اس جگہ کو دیکھے گا تو وہاں بڑی بڑی نعمتیں اور بہت بڑا ملک نظر آئیگا اور ان لوگوں پر وہاں باریک ریشم کے سبز کپڑے ہونگے اور موٹے ریشم کے بھی (غرض مختلف انواع کے بہترین لباس ہونگے) اور ہاتھوں میں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور حق تعالیٰ شانہٗ ان کو ایسی شراب پلائیں گے جو نہایت پاکیزہ ہوگی اور یہ کہا جائے گا کہ یہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے اور تم نے جو کوشش دُنیا میں کی تھی وہ قابلِ قدر ہے۔

ف۔ اس کلام پاک میں شراب کا تین جگہ ذکر آیا ہے اور تینوں جگہ نوعیت شراب الگ طریقہ

استعمال جُدا ہے پہلی جگہ ان کا خود پینا مذکور ہے دوسری جگہ خدام کے پلانے کا ذکر ہے اور تیسری جگہ خود رَبُّ العالمین مالک الملک کی طرف پلانے کی نسبت ہے کیا بعید ہے کہ یہ ابرار کی تین قسموں ادنیٰ اوسط اعلیٰ کے اعتبار سے ہو، اِن آیات میں جتنے فضائل اکرام اور اعزاز نیک کام کرنے والوں کے بالخصوص اللہ کی رضا میں کھلانے والوں کے ذکر کئے گئے ہیں اگر ہم میں ایمان کا کمال ہوا تو ان وعدوں کے بعد کون شخص ایسا ہوسکتا ہے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح کوئی چیز بھی گھر میں اللہ اور اسکے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے سوا چھوڑے اِن آیات میں چند امور قابل غور ہیں (۱) پہلے چشموں کے بارے میں ذکر ہوا ہے کہ جنتی لوگ ان چشموں کو جہاں چاہے لے جائیں گے مجاہدؒ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ وہ لوگ اِن چشموں کو جہاں چاہیں گے کھینچ لیں گے قتادہؓ کہتے ہیں کہ ان کیلئے کافور کی آمیزش ہوگی اور مشک کی مُہر اُن پر لگی ہوئی ہوگی اور وہ اس چشمے کو جدھر کو چاہیں گے ادھر کو اسکا پانی چلنے لگے گا۔ ابن شوذبؒ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے پاس سونے کی چھڑیاں ہوں گی وہ اپنی چھڑیوں سے جس طرف اشارہ کرینگے اسی طرف کو وہ نہریں چلنے لگیں گی (۲) منتوں کے پورا کرنے کے متعلق قتادہؒ سے نقل کیا گیا کہ اللہ کے تمام احکام کو پورا کرنیوالے لوگ ہیں اسی وجہ سے شروع میں ان کو ابرار سے تعبیر کیا گیا مجاھدؓ کہتے ہیں کہ اس سے وہ منتیں مُراد ہیں جو اللہ کے حق میں کی گئی ہوں (یعنی کوئی شخص روزوں کی نذر کرلے، اعتکاف کی نذر کرلے اسی طرح عبادات کی نذر کرے) عکرمہؓ کہتے ہیں کہ شُکرانہ کی منتیں مراد ہیں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا کہ حضورؐ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے یہ منت مان رکھی تھی کہ میں اپنے آپ کو اللہ کے واسطے ذبح کردوں گا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز میں مشغول تھے التفات نہیں فرمایا یہ صاحب حضورؐ کے سکوت سے اجازت سمجھے ور (حضورؐ سے عرض کر دینے کے بعد) اٹھے، دُور جا کر اپنے آپ کو ذبح کرنے لگے حضورؐ کو اس کا علم ہوا حضورؐ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے جو منت کے پورا کرنے کا اتنا اہتمام کریں اس کے بعد (انکو اپنے ذبح کرنے سے منع فرمایا اور) ان سے فرمایا کہ اپنی جان کے بدلہ سو اونٹ اللہ کے نام پر ذبح کریں (اسلئے کہ اپنے آپ کو ذبح کرنا ناجائز ہے اور جان کا فدیہ دیت ہیں سو اونٹ ہے)۔ (۳) قیدیوں کے کھلانے سے آیت شریفہ میں مشرک قیدی مراد ہیں اس لئے کہ اس زمانہ میں مشرک قیدی ہی ہوتے تھے مسلمان قیدی اس وقت نہ تھے اور جب کافروں کے کھلانے پر یہ ثواب ہے تو مسلمان قیدی اس میں بطریق اولیٰ آگئے مجاہدؓ کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے قیدیوں کو جو کافر تھے پکڑ کر لائے تو سات حضرات صحابہ کرامؓ حضرت ابوبکرؓ عمرؓ علیؓ زبیرؓ عبدالرحمنؓ سعدؓ ابو عبیدہؓ نے ان پر خاص طور سے خرچ کیا جس پر انصار نے کہا کہ ہم نے تو اللہ

کے واسطے ان سے قتال کیا تھا تم اتنا زیادہ خرچ کر رہے ہو اس پر ان الابرار سے اُنیس آیتیں ان حضرات کی تعریف میں نازل ہوئیں حضرت حسنؓ کہتے ہیں کہ جب یہ آیتیں نازل ہوئیں اس وقت قیدی مشرکین تھے۔ حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ جب اللہ جل شانہ نے ان آیات میں قیدی کے ساتھ احسان کرنے کا حکم فرمایا ہے حالانکہ اُس وقت قیدی مشرک تھے تو مسلمان قیدی کا حق بجھ پر اور بھی زیادہ ہو گیا ابن جُریج کہتے ہیں کہ اس زمانے میں مسلمان قیدی نہ تھے مشرک قیدیوں ہی میں یہ آیت شریفہ نازل ہوئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خیر خواہی کا حکم فرماتے تھے ابو رزینؒ کہتے ہیں کہ میں شقیقؒ بن سلمہ کے پاس تھا چند مشرک قیدی وہاں سے گزرے تو شقیقؒ نے مجھے ان پر صدقہ کرنے کا حکم دیا اور یہ آیت شریفہ تلاوت کی (۴) ، نہ اس کا بدلہ چاہتے ہیں نہ اس کا شکریہ چاہتے ہیں کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات اس کو بھی گوارا نہ کرتے تھے کہ ان کے احسان کا کوئی بدلہ چاہے شکر گزاری اور دُعا ہی کے قبیل سے ہو ان کو دنیا میں ملے یہ اپنا سب کچھ آخرت ہی میں لینا چاہتے تھے حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ کا معمول نقل کیا گیا ہے کہ جب وہ کسی فقیر ضرورت مند کے پاس کچھ بھیجتیں تو قاصد سے کہتیں کہ چپکے سے سننا کہ وہ اس پر کیا الفاظ کہتا ہے اور جب قاصد وہ الفاظ دعا وغیرہ کے آکر نقل کرتا تو اسی نوع کی دُعائیں وہ فقیر کو دیتیں اور یہ کہتیں کہ اس کی دعاؤں کا یہ بدلہ ہے تاکہ ہمارا صدقہ خالص آخرت کے واسطے رہ جائے حضرت عمرؓ اور ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہؓ کا بھی اسی نوع کا معمول نقل کیا گیا [۱] حضرت زین العابدینؒ کا ارشاد ہے کہ جو شخص مال خرچ کرنے کے واسطے طلب کرنیوالے کا انتظار کرے وہ سخی نہیں سخی وہ ہے جو اللہ کے حقوق کو از خود اس کے نیک بندوں تک پہنچائے اور ان سے شکریے کا امیدوار نہ رہے اسلئے کہ اس کو اللہ کے ثواب پر کامل یقین ہو [۲] (۵) جنت کے خوشے اُنکے مطیع ہوں گے کا مطلب یہ ہے کہ وہ انکی خواہش کے تابع ہونگے حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ جنتی لوگ جنت کے پھلوں کو کھڑے بیٹھے لیٹے جس حال میں چاہیں گے کھا سکیں گے مجاہدؒ کہتے ہیں کہ وہ لوگ اگر کھڑے ہوں گے تو وہ پھل اُوپر کو ہو جائیں گے اور وہ لوگ اگر بیٹھیں گے تو وہ جھک جائیں گے اور اگر وہ لیٹیں گے تو وہ اور زیادہ جھک جائیں گے دوسری روایت میں اُنسے نقل کیا گیا کہ جنت کی زمین چاندی کی ہے اور اس کی مٹی مشک ہے اور اس کے درختوں کی جڑیں سونے کی ہیں اور ان کی ٹہنیاں اور پتے موتیوں کے اور زبرجد کے ہیں جن کے درمیان پھل لٹکے ہوئے ہیں اگر وہ کھڑے ہوئے کھانا چاہیں گے تو کوئی دقت نہیں بیٹھکر یا لیٹ کر کھانا چاہیں گے تو وہ اُس کی بقدر جُھک جائیں گے۔ (۶) چاندی کے شیشوں کا مطلب یہ ہے کہ چاندی سے ایسے بنائے جائیں گے

---

[۱] احیاء [۲] احیاء

جیسا کہ شیشہ ہوتا ہے حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر دنیا میں تو چاندی کو لے کر اس قدر باریک کرے کہ مکھی کے پر کی برابر باریک کردے جب بھی اُس کے اندر کا پانی نظر نہ آئے گا۔ لیکن جنّت کے آبخورے چاندی کے ہوکر شیشے کی طرح صاف ہونگے دوسری روایت میں ہے کہ جنّت کی ہر چیز کا نمونہ دنیا میں ہے لیکن چاندی کے ایسے آبخوروں کا نمونہ دنیا میں نہیں ہے قتادہؓ کہتے ہیں کہ اگر ساری دُنیا کے آدمی جمع ہوکر چاندی کا ایسا برتن بنادیں جس میں شیشے کی طرح سے اندر کی چیز نظر آئے تو نہیں بنا سکتے[۱] حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات کا شانِ نزول حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا ایک واقعہ ہے جو اسی رسالے کے ختم پر حکایات میں ۱۴۱ پر آرہا ہے اور متعدد واقعات کا کسی آیت کا شانِ نزول ہونا کوئی مستبعد بات نہیں بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ ایک زمانے میں چند واقعات پیش آئے اس زمانہ میں کوئی آیت شریفہ نازل ہوئی تو وہ آیتِ شریفہ سب واقعات کے متعلق ہو سکتی ہے۔

(۳۵) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰىؕ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰىؕ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَاؗ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰىؕ (اعلیٰ)	بامراد ہوگیا وہ شخص جو پاک ہوگیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا بلکہ تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو مقدم رکھتے ہو حالانکہ آخرت دُنیا سے بہت زیادہ بہتر اور ہمیشہ رہنے والی چیز ہے۔

ف - پاک ہوگیا کی متعدد تفسیریں علماء سے نقل کی گئی ہیں بہت سے علماء کا قول ہے کہ اس سے صدقہ فطر ادا کر نا مراد ہے جیسا کہ متعدد روایات میں آیا ہے اور بہت سے علماء نے اس کو عام قرار دیا ہے سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ پاک ہوگیا کا مطلب یہ ہے کہ جو اپنے مال سے پاک ہوگیا قتادہؓ کہتے ہیں کہ بامراد ہوگیا وہ شخص جس نے اپنے مال سے اپنے خالق کو راضی کرلیا۔ حضرت ابوالاحوصؓ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس شخص پر رحم فرماتا ہے جو صدقہ کرے پھر نماز پڑھے پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی ایک روایت میں اُنسے یہ نقل کیا گیا جو شخص اس کی طاقت رکھتا ہو کہ نماز سے پہلے کچھ صدقہ کردیا کرے وہ ایسا کیا کرے حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز پڑھنے کا ارادہ کرے کیا حرج ہے کہ کچھ صدقہ اس سے پہلے کردیا کرے پھر یہ آیتِ شریفہ پڑھی۔ حضرت عرفجہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سبح اسم پڑھنے کی درخواست کی انھوں نے سُنانا شروع کی اور جب اس آیت پر پہنچے بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا تو پڑھنا چھوڑ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ہم نے دُنیا کو آخرت پر ترجیح دی لوگ چپ بیٹھے تھے۔ پھر فرمایا کہ ہم نے دنیا کو ترجیح دی اس لئے کہ ہم نے اسکی زینت

---

[۱] درمنثور۔

کو اس کی عورتوں کو اس کے کھانے پینے کو دیکھا اور آخرت کی چیزیں ہم سے پوشیدہ تھیں۔
پس اس موجود چیز میں لگ گئے اور اس وعدہ کی چیز کو چھوڑ دیا قتادہؓ کہتے ہیں کہ تمام لوگ حاضر (یعنی دنیا میں موجود چیز) میں لگ گئے اور اس کو اختیار کر لیا بجز ان کے جن کو اللہ نے محفوظ رکھا حالانکہ آخرت بھلائی میں بڑھی ہوئی تھی اور دیرپا تھی حضرت انسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بندوں کو اللہ جل شانہٗ کی ناراضی سے محفوظ رکھتا ہے جب تک کہ دُنیا کو دین پر ترجیح نہ دیں اور جب دُنیا کو دین پر ترجیح دینے لگیں تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بھی ان پر لوٹا دیا جائے گا اور یہ کہا جائے گا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ جو شخص لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کی شہادت لے کر آئے وہ جنت میں داخل ہوگا جب تک کہ اسکے ساتھ دوسری چیز نہ ملاوے (یعنی اپنے اس کلام میں کھوٹ اور میل پیدا نہ کر دے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہی بات ارشاد فرمائی مجمع چپ چاپ تھا۔ (حضورؐ غالباً اس کے منتظر تھے کہ کوئی پوچھے اور مجمع ادب اور رعب کی وجہ سے چپ تھا) دُور سے ایک شخص نے دریافت کیا یارسولؐ اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان دوسری چیز ملانے کا کیا مطلب ہے حضورؐ نے فرمایا دنیا کی محبت اور اس کو ترجیح دینا اور اس کے لئے مال جمع کر کے رکھنا اور ظالموں کا سا برتاؤ کرنا ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا سے محبت رکھتا ہے وہ آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو آخرت سے محبت رکھتا ہے وہ دُنیا کو نقصان پہنچاتا ہے پس ایسی چیز کی (یعنی آخرت کی) محبت کو ترجیح دو جو باقی رہنے والی ہے اس چیز (یعنی دُنیا) پر جو فنا ہو جانے والی ہے، ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ دُنیا اُس شخص کا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہیں اور اس شخص کا مال ہے جس کا آخرت میں مال نہیں اور اُس کیلئے وہ شخص جمع کرتا ہے جس کو عقل نہیں ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی مخلوقات میں سے کوئی چیز دنیا سے زیادہ مبغوض نہیں ہے اور اس نے جب سے اس کو پیدا کیا ہے کبھی بھی اس کی طرف نظرِ التفات نہیں فرمائی ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے [۱] اس رسالہ کے ختم پر چھٹی فصل میں دنیا اور آخرت کے متعلق بہت سی آیات اور احادیث کا ذکر اختصار کے ساتھ آ رہا ہے، ان آیات کے علاوہ جو اب تک ذکر کی گئی ہیں اور بھی بہت سی آیات میں اللہ جل شانہٗ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب وارد ہوئی ہے اور جس بات کو اللہ جل جلالہٗ نے اپنے پاک کلام میں بار بار مختلف عنوان سے متعدد طرح کی ترغیبوں سے ذکر فرمایا ہو اس کی اہمیت کا کیا پوچھنا بالخصوص جبکہ یہ سب

---

[۱] درمنثور۔

کچھ اُسی کا عطا کیا ہوا ہے ایک شخص کسی اپنے نوکر کو کچھ روپیہ دیکر یہ کہتا ہے کہ اس کو اپنی ضروریات میں خرچ کر لو اور میری خوشی یہ ہے کہ اس میں سے کچھ پس انداز کر کے فلاں جگہ بھی خرچ کر دینا اگر تم ایسا کروگے تو میں اس سے بہت زیادہ دوں گا ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ایسی حالت میں کون ایسا ہوگا جو اسمیں سے پس انداز کر کے اس جگہ اس امید پر خرچ نہ کریگا کہ اس سے بہت زیادہ ملے گا اللہ جل شانہ کے اتنے ارشادات کے بعد پھر احادیث کے ذکر کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن چونکہ احادیث بھی اللہ جل شانہ کے پاک کلام کی توضیح اور تفسیر ہی ہیں اس لئے تکمیل کے طور پر چند احادیث کا ترجمہ بھی لکھا جاتا ہے۔

(۱) عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان لی مثل احد ذھبا لسرنی ان لا یمر علی ثلث لیال وعندی منہ شیئ الا شیئ ارصدہ لدین رواہ البخاری (مشکوٰۃ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کی برابر بھی سونا ہو تو مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے اوپر تین دن گزر جائیں اس حال میں کہ میرے پاس اس میں سے کچھ بھی ہو بجز اس کے کہ کوئی چیز ادائے قرض کے لئے رکھ لی جائے۔

ف - اُحد کا پہاڑ مدینہ طیبہ کا مشہور پہاڑ ہے جو بہت بڑا پہاڑ ہے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اگر اس کے برابر سونا میرے پاس ہو تو میری خواہش یہ ہے کہ تین دن کے اندر اندر اس سب کو تقسیم کر دوں کچھ بھی اپنے پاس نہ رکھوں تین دن کی قید نہیں ہے اس لئے ذکر فرمایا کہ اتنی بڑی مقدار کے خرچ کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ وقت تو لگے ہی گا البتہ اگر قرض ذمہ ہو اور جس کو دینا ہے وہ اس وقت موجود نہ ہو تو اس کا ادا کرنا چونکہ صدقہ سے مقدم ہے اس لئے اس کے ادا کرنے کے لئے کچھ روکنا اور محفوظ رکھنا پڑے تو دوسری بات ہے اس حدیث شریف میں جہاں ایک جانب کثرت سے صدقہ کی ترغیب ہے دوسری جانب اس سے زیادہ اہمیت قرضہ کے ادا کرنے کی ثابت ہوتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصی عادت شریفہ تھی کہ ذخیرہ رکھنے کا وہاں گزر ہی نہ تھا حضرت انس رض جو حضورؐ کے مخصوص خادم، ہر وقت کے مشہور خدمت گزار ہیں فرماتے ہیں کہ حضورؐ کل کے لئے کوئی چیز ذخیرہ بنا کر نہیں رکھتے تھے حضرت انس رض ہی سے دوسری حدیث میں ہے کہ حضورؐ کی خدمت میں ہدیہ میں کہیں سے تین پرند آئے ان میں سے ایک حضورؐ نے اپنے خادم کو مرحمت فرما دیا دوسرے دن وہ خادم اس پرند کو لے کر حاضر ہوئے حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں منع نہیں کر رکھا کہ کل کے واسطے کوئی چیز نہ رکھو کل کی روزی اللہ جل شانہٗ خود مرحمت فرمائیں گے حضرت سمرہ رض حضورؐ کا ارشاد

نقل کرتے ہیں کہ میں بعض مرتبہ دو باری کو محض اس لئے دیکھنے جاتا ہوں کہ کہیں اس میں کوئی چیز پڑی نہ رہ جائے اور میری موت اس حال میں آجائے کہ وہ میرے پاس ہو[1] حضرت ابوذر غفاری رضؓ مشہور صحابیؓ ہیں بڑے زاہد حضرات میں تھے مال سے عداوت کے ان کے بہت سے عجیب واقعات ہیں جن میں سے ایک عجیب قصہ آیات کے ذیل میں ۱۱ پر گزر چکا ہے اُن سے بھی یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضورؐ کے ساتھ تھا حضورؐ نے اُحد پہاڑ کو دیکھ کر یہ فرمایا کہ اگر یہ پہاڑ سونے کا بن جائے تو مجھے یہ پسند نہیں کہ اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس تین دن سے زیادہ ٹھہرے مگر وہ دینار جس کو میں قرض کے ادا کرنے کے لئے محفوظ رکھوں پھر حضورؐ نے فرمایا کہ بہت زیادہ مال والے ہی اکثر کم ثواب والے ہیں مگر وہ شخص جو اس طرح طرح کرے حدیث نقل کرنے والے نے اس طرح اس طرح کی صورت دونوں ہاتھ ملا کر دائیں بائیں جانب کر کے بتائی یعنی دونوں ہاتھ بھر کر دائیں طرف والے کو دے دے اور بائیں طرف والے کو یعنی ہر شخص کو خوب تقسیم کرے[2] انھیں حضرت کا ایک اور قصہ مشکوٰۃ شریف میں آیا ہے کہ یہ حضرت عثمان رضؓ کے زمانہ خلافت میں اُن کی خدمت میں حاضر تھے حضرت عثمان رضؓ نے حضرت کعب رضؓ سے کہا کہ حضرت عبدالرحمٰن رضؓ کا انتقال ہو گیا اور انھوں نے ترکہ میں مال چھوڑا ہے تمہارا کیا خیال ہے کچھ نامناسب تو نہیں ہوا؟ کعب رضؓ نے فرمایا اگر وہ اس مال میں اللہ کے حقوق کو ادا کرتے رہے ہوں تو پھر کیا مضائقہ ہے حضرت ابوذر رضؓ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی اس سے حضرت کعب رضؓ کو مارنا شروع کر دیا کہ میں نے خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ اگر یہ پہاڑ سونے کا ہو جائے اور میں اس کو سب کو خرچ کر دوں اور وہ قبول ہو جائے تو مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اس میں سے چھ اوقیہ بھی اپنے بعد چھوڑوں اس کے بعد ابوذر رضؓ نے حضرت عثمان رضؓ سے کہا کہ میں تمھیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا حضورؐ سے تم نے یہ حدیث تین مرتبہ سُنی ہے؟ حضرت عثمان رضؓ نے کہا بے شک سُنی ہے ان کا ایک اور قصہ بخاری شریف وغیرہ میں آیا ہے۔ احنف بن قیس رضؓ کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں قریش کی ایک جماعت کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک صاحب تشریف لائے جن کے بال سخت تھے (یعنی تیل وغیرہ لگا ہوا نہیں تھا) کپڑے بھی موٹے تھے ہیئت بھی ایسی ہی تھی یعنی بہت معمولی سی۔ اُس مجمع کے پاس کھڑے ہو کر اوّل سلام کیا۔ پھر فرمایا کہ خزانہ جمع کرنے والوں کو خوش خبری دو اس پتھر کی جو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا۔ پھر وہ ان کے پستان پر رکھ دیا جائے گا جس کی شدت سے اور گرمی سے گوشت وغیرہ پک کر مونڈھے کے اوپر سے اُبلنے لگے گا اور پھر وہ پتھر مونڈھے پر رکھا جائے گا تو وہ سب

---

[1] ترغیب [2] بخاری

کچھ پستان سے بہنے لگے گا۔ یہ کہہ کر وہ مسجد کے ایک ستون کے پاس جا کر بیٹھ گئے احنف رضؓ کہتے ہیں کہ میں ان کو جانتا نہ تھا کہ یہ کون بزرگ ہیں میں ان کی بات سن کر ان کے پیچھے پیچھے چل دیا اور اُسی ستون کے پاس بیٹھ گیا۔ اور میں نے عرض کیا کہ اُس مجمع والوں نے آپ کی بات کی طرف کچھ توجہ نہیں کی بلکہ اس گفتگو کو ناپسند سمجھا وہ فرمانے لگے یہ بے وقوف ہیں کچھ سمجھتے نہیں ہیں مجھ سے میرے محبوبؐ نے کہا ہے۔ احنف رضؓ نے پوچھا کہ آپ کے محبوب کون؟ کہنے لگے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، اے ابو ذر رضؓ تم اُحد کا پہاڑ دیکھتے ہو میں یہ سمجھا کہ کسی جگہ کام کو بھیجنا مقصود ہے اس لئے یہ دکھلانا ہے کہ کتنا دن باقی ہے میں نے کہا جی ہاں دیکھ رہا ہوں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس اس پہاڑ کے برابر سونا ہو تو میرا دل چاہتا ہے کہ اس کو سارے کو خرچ کر دوں مگر تین دینار (جن کا بیان اور روایات میں ہے) اس کے بعد ابو ذر رضؓ نے کہا لیکن یہ لوگ سمجھتے نہیں دنیا کو جمع کرتے جاتے ہیں اور مجھے خدا کی قسم نہ تو اُن سے دُنیا کی طلب نہ دین کا استفتا کرنا ہے (پھر میں کیوں دبوں مجھے تو صاف صاف کہنا ہے)[1] حضرت ابو ذر رضؓ کا ایک واقعہ دوسری فصل کے سلسلہ آیات میں ۲۵ پر بھی آرہا ہے۔

(۲) عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن یوم یصبح العباد فیہ الا ملکان ینزلان فیقول احدھما اللھم اعط منفقا خلفا ویقول الاخر اللھم اعط ممسکا تلفا متفق علیہ (مشکوٰۃ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے (آسمان سے) اُترتے ہیں ایک دعا کرتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما۔ دوسرا فرشتہ دعا کرتا ہے اے اللہ روک کر رکھنے والے کا مال برباد کر۔

ف - قرآن پاک کی آیات میں بھی ۲۰ پر جو آیت گزری ہے اس سے اس کی تائید ہوتی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کا بدل عطا کرے گا اور اس جگہ اور بھی متعدد روایات اس کی تائید میں گزر چکی ہیں۔ حضرت ابو درداء رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب بھی آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کی دو طرف فرشتے اعلان کرتے ہیں جس کو جن و انس کے سوا سب سُنتے ہیں کہ اے لوگو اپنے رب کی طرف چلو تھوڑی چیز جو کفایت کا درجہ رکھتی ہو اس زیادہ مقدار سے بہت بہتر ہے جو اللہ سے غافل کر دے اور جب آفتاب غروب ہوتا ہے تو اس کے دونوں جانب دو فرشتے زور سے دعا کرتے ہیں اے اللہ خرچ کرنے

---

[1] فتح

والے کو بدل عطا فرما اور روک کر رکھنے والے کے مال کو برباد کر۔ؔ۱ ایک حدیث میں ہے کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کے دونوں جانب دو فرشتے آواز دیتے ہیں کہ یا اللہ خرچ کرنے والے کا بدل جلدی عطا فرما اور یا اللہ روک کر رکھنے والے کے مال کو جلدی ہلاک فرما ایک اور حدیث میں ہے کہ آسمان میں دو فرشتے ہیں جن کے متعلق صرف یہی کام ہے کوئی دوسرا کام نہیں ایک کہتا رہتا ہے یا اللہ خرچ کرنے والے کو بدل عطا کر دوسرا کہتا ہے یا اللہ روک کر رکھنے والے کو ہلاکت عطا فرما۔ؔ۲ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح شام کی خصوصیت نہیں، ان کی ہر وقت یہی دعا ہے لیکن پہلی روایات کی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرشتے آفتاب طلوع ہونے کے وقت اور غروب کے وقت خاص طور سے یہ دعا کرتے ہیں اور مشاہدہ اور تجربہ بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ مال جمع کر کے رکھنے والوں پر اکثر ایسی چیزیں مسلط ہو جاتی ہیں جن سے وہ سب ضائع ہو جاتا ہے کسی پر مقدمہ مسلط ہو جاتا ہے کسی پر آوارگی سوار ہو جاتی ہے کسی کے چور پیچھے لگ جاتے ہیں حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ بربادی کبھی تو بعینہ اس مال کی ہوتی ہے اور کبھی صاحب مال کی یعنی وہ خود ہی چل دیتا ہے اور کبھی بربادی نیک اعمال کے ضائع ہونے سے ہوتی ہے کہ وہ اس میں پھنس کر نیک اعمال سے جاتا رہتا ہے اور اس کے بالمقابل جو خرچ کرتا ہے اس کے مال میں برکت ہوتی ہے بلکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صدقہ اچھی طرح کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے ترکے میں اچھی طرح نیابت کرتے ہیں ؔ۳ یعنی اس کے مرنے کے بعد بھی اس کا مال وارث برباد نہیں کرتے لغو چیزوں میں ضائع نہیں کرتے ورنہ اکثر رؤسا کے لڑکے باپ کے مال کا جو حشر کرتے ہیں وہ معلوم ہی ہے امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ جو خرچ پسندیدہ ہے وہ وہی خرچ ہے جو نیک کاموں میں ہو اہل و عیال کے نفقہ میں ہو یا مہمانوں پر خرچ ہو یا دوسری عبادتوں میں ہو قرطبیؒ کہتے ہیں کہ یہ فرض عبادت اور نفل عبادت دونوں کو شامل ہے لیکن نوافل سے رکنے والا بددعا کا مستحق نہیں ہوتا۔ مگر یہ کہ اس کی طبیعت پر ایسا بخل مسلط ہو جائے جو واجبات میں بھی خوشی سے خرچ نہ کرے (فقط) لیکن آئندہ حدیث تعمیم کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

(۳) عن ابی امامۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابن آدم ان تبذل الفضل خیر لک وان تمسکہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدم کے بیٹے تو ضرورت سے زائد مال کو خرچ کر دے یہ تیرے لئے بہتر ہے اور تو اس کو روک کر رکھے تو یہ تیرے

ؔ۱ عینی بروایت احمد ؔ۲ کنز ؔ۳ احیاء۔

شر لك ولا تلام على كفاف وابدأ بمن تعول رواه مسلم مشكوٰة

لئے بُرا ہے اور بقدر کفایت روکنے پر ملامت نہیں اور خرچ کرنے میں جن کی روزی تیرے ذمّہ ہے ان سے ابتدا کر (کہ اُن پر خرچ کرنا دوسروں سے مقدم ہے)

ف۔ اس مضمون کی تائید بھی آیات میں ۴۲ پر گزر چکی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ خود ہی فرما چکے ہیں کہ جتنا زائد ہو وہ خرچ کردو۔ اس جگہ یہ حدیث شریف بھی گزر چکی ہے اہتمام کی اور توضیح کی وجہ سے یہاں دوبارہ ذکر کی گئی حقیقت یہی ہے کہ اپنے سے جو مال زائد ہو وہ جمع کر کے رکھنے کے واسطے ہے ہی نہیں اس کے لئے بہترین بات یہی ہے کہ وہ اللہ کے بنک میں جمع کر دیا جائے جس کو کوئی زوال نہیں، اس پر کوئی آفت نہیں آتی اور ایسے سخت مصیبت کے وقت کام آنے والا ہے جس وقت کے مقابلہ میں یہاں کی ضرورتیں کچھ بھی نہیں ہیں اور وہاں اس وقت کمانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اثاثہ صرف وہی ہوگا جو اپنے ساتھ لے گیا ہے، دوسری چیز اس حدیث شریف میں یہ ہے کہ بقدر کفایت روکنے پر ملامت نہیں یعنی جتنی کی واقعی ضرورت ہو کہ اس کے بغیر گزر مشکل ہو یا دستِ سوال دراز کرنا پڑے اس کو محفوظ رکھنے پر الزام نہیں ہے اور جن کی روزی اپنے ذمّہ ہے اہل و عیال ہوں یا دوسرے لوگ ہوں حتیٰ کہ جانور بھی اگر محبوس کر رکھا ہے تو اُس کی خبر گیری اپنے ذمّہ ہے اس کو ضائع اور برباد کرنے کا گناہ اور وبال ہوتا ہے حدیث پاک میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی کے گناہ کے لئے یہی بہت ہے کہ جس کی روزی اسکے ذمّہ ہو اسکو ضائع کر دے[۱] عبداللہ بن صامت رضؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوذر رضؓ کے ساتھ تھا کہ ان کا وظیفہ جو بیت المال میں تھا وہ ان کو ملا وہ اپنی ضروریات خریدنے کیلئے جا رہے تھے ان کی باندی ساتھ تھی جو ان کی ضرورتیں مہیا کر رہی تھی اس کے پاس ضروری چیزوں کے بعد سات اشرفیاں بچ گئیں انھوں نے باندی سے فرمایا کہ ان کے پیسے لے آ (تاکہ ان کو تقسیم کر دیں)، میں نے کہا کہ اگر ان اشرفیوں کو آپ بھی رہنے دیں کہ اور ضرورتیں پیش آئیں گی۔ مہمان بھی آتے رہتے ہیں فرمایا کہ مجھ سے میرے دوست (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ قرار داد کی تھی کہ جو سونا یا چاندی باندھ کر رکھا جائے گا وہ مالک پر آگ کی چنگاری ہے جب تک کہ اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہ کر دیا جائے[۲] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنی ضرورت سے زیادہ چیز کو خرچ کر دینے کی اتنی ترغیبات وارد ہوئی ہیں کہ بعض صحابۂ کرامؓ کو یہ خیال ہونے لگا کہ آدمی کو اپنی ضرورت سے زیادہ چیز رکھنے کا حق ہی نہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضورؐ کے ساتھ ایک سفر

---

[۱] مشکوٰۃ [۲] ترغیب۔

میں جارہے تھے کہ ایک شخص اپنی اونٹنی کو کبھی ادھر کبھی اُدھر لیجاتے تھے اس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے پاس سواری زائد ہو وہ اس کو دیدے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس توشہ زائد ہو وہ اس کو دیدے جس کے پاس توشہ نہیں حتّٰی کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ آدمی کا اپنی ضرورت سے زیادہ میں کوئی حق ہی نہیں ۱؎ ان صاحب کا اپنی اُونٹنی کو اِدھر اُدھر پھرانا یا تو اس پر تفاخر اور بڑائی کی وجہ سے تھا تب تو حضورؐ کے آئندہ ارشاد کے مخاطب یہی صاحب ہیں اور حاصل یہ ہے کہ ضرورت سے زائد چیز تفاخر کے لئے نہیں ہوتی دوسروں کی اعانت کے لئے ہوتی ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ پھرانا اس کی ناگفتہ بہ حالت دکھانے کے واسطے صورتِ سوال تھا اس صورت میں حضورؐ کے ارشاد کے مخاطب دوسرے حضرات ہیں۔

(۴) عن عقبة بن الحارث قال صليت وراء النبى صلى الله عليه وسلم بالمدينة العصر فسلم ثم قام مسرعًا فتخطى رقاب الناس الى بعض حجر نسائه ففزع الناس من سرعته فخرج عليهم فرأى انهم قد عجبوا من سرعته قال ذكرت شيئًا من تبر عندنا فكرهت ان يحبسنى فامرت بقسمته۔

(رواه البخارى)
(مشكوٰة)

عقبہؓ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ طیبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی حضورؐ نے نماز کا سلام پھیرا اور تھوڑی دیر بعد اُٹھ کر نہایت عجلت کے ساتھ لوگوں کے مونڈھوں پر کو گزرتے ہوئے ازواجِ مطہرات کے گھروں میں سے ایک گھر میں تشریف لے گئے لوگوں میں حضورؐ کے اس طرح جلدی تشریف لیجانے سے تشویش پیدا ہوئی کہ نہ معلوم کیا بات پیش آگئی حضورؐ مکان سے واپس تشریف لائے تو لوگوں کی حیرت کو محسوس فرمایا اس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے سونے کا ایک ٹکڑا یاد آگیا تھا جو گھر میں رہ گیا تھا مجھے یہ بات گراں گزری کہ کبھی موت آجائے اور وہ رہ جائے اور میدانِ حشر میں اسکی جوابدہی اور اس کا حساب) مجھے روک لے اسلئے اسکو جلدی بانٹ دینے کو کہکر آیا ہوں۔

ف ۔ اسی قصہ میں دوسری حدیث میں ہے کہ مجھے یہ بات ناپسند ہوئی کہ کہیں میں اس کو بھول جاؤں اور وہ رات کو میرے پاس رہ جائے اس سے بھی بڑھ کر ایک اور قصہ حدیث میں آیا ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں حضورؐ کے پاس چھ سات اشرفیاں تھیں (اسی وقت کہیں سے آگئی ہوں گی حضورؐ نے مجھے حکم فرمایا کہ ان کو جلدی بانٹ دو حضورؐ کی بیماری کی شدت کی وجہ سے مجھے

۱؎ ابوداؤد۔

ان کو تقسیم کرنے کی مہلت نہ ملی حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ وہ اشرفیاں تقسیم کر دیں میں نے عرض کیا آپ کی بیماری نے بالکل مہلت نہ دی فرمایا اُٹھا کر لاؤ۔ ان کو لیکر ہاتھ پر رکھا اور فرمایا کہ اللہ کے نبی کا کیا گمان ہے (یعنی اس کو کس قدر ندامت ہوگی) اگر وہ اس حال میں اللہ جل شانہ سے ملے کہ یہ اُسکے پاس ہوں[۱]۔
ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ رضؓ سے اسی قسم کا ایک اور قصہ نقل کیا گیا جس میں وارد ہے کہ رات ہی کو کہیں سے آگئی تھیں حضورؐ کی نیند اُڑ گئی جب اخیر شب میں میں نے ان کو خرچ کر دیا جب نیند آئی[۲]۔ حضرت سہل رضؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے پاس سات اشرفیاں تھیں جو حضرت عائشہ رضؓ کے پاس رکھی تھیں حضورؐ نے حضرت عائشہ رضؓ سے فرمایا کہ وہ علی رضؓ کے پاس بھیج دو یہ فرمانے کے بعد حضورؐ پر غشی طاری ہوگئی جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضؓ اس میں مشغول ہوگئیں تھوڑی دیر میں افاقہ ہوا تو پھر یہی فرمایا اور پھر غشی ہوگئی بار بار غشی ہورہی تھی۔ آخر حضورؐ کے بار بار فرمانے پر حضرت عائشہ رضؓ نے حضرت علی رضؓ کے پاس وہ بھیج دیں انھوں نے تقسیم فرمادیں۔ یہ قصہ تو دن میں گزرا اور شام کو کہ دوشنبہ کی رات حضورؐ کی زندگی کی آخری رات تھی حضرت عائشہ رضؓ کے گھر میں چراغ میں تیل بھی نہ تھا ایک عورت کے پاس چراغ بھیجا کہ حضورؐ کی طبیعت زیادہ خراب ہے وصال کا وقت قریب ہے اس میں گھی ڈال دو کہ اسی کو جلالیں[۳]۔ حضرت اُمّ سلمہ رضؓ سے اس قسم کا اور قصہ نقل کیا گیا وہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ تشریف لائے اور آپؐ کے چہرۂ مبارک پر تغیر (گرانی) کا اثر تھا میں یہ سمجھی کہ طبیعت ناساز ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے چہرے پر کچھ گرانی کا اثر ہے کیا بات ہوئی فرمایا سات دینار رات آگئے تھے وہ بستر کے کونے پر پڑے ہیں اب تک خرچ نہیں ہوئے[۴]۔
حضورؐ کی خدمت میں ہدایا تو آتے ہی رہتے تھے لیکن دن ہو، رات ہو صحت ہو بیماری ہو اس وقت تک طبیعت مبارک پر بوجھ رہتا تھا جب تک وہ خرچ نہ ہو جائیں اور حد ہے کہ اپنے گھر میں بیماری کی شدت میں رات کو جلانے کے لئے تیل بھی نہیں لیکن سات اشرفیاں موجود ہونے پر بھی گھر کی ضرورت کا نہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال آیا نہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضؓ ہی کو یاد آیا کہ تھوڑا سا تیل بھی منگالیں۔ مجھے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا یہ معمول دیکھنے کا بارہا موقعہ ملا کہ رات کو وہ اپنے ملک میں کوئی روپیہ پیسہ نہیں رکھنا چاہا کرتے تھے۔ قرضہ تو ہمیشہ ہی سر رہا حتیٰ کہ وصال کے وقت بھی سات آٹھ ہزار روپیہ قرض تھا اس لئے رات کو اگر روپیوں کی کوئی مقدار ہوتی تو وہ کسی قرضخواہ کے حوالے کر دیتے اور پیسے ہوتے تو وہ بچوں میں سے کسی کو دے دیتے اور فرمایا کرتے تھے میرا نہیں جی چاہتا کہ رات کو یہ گندگی میرے پاس رہے موت کا اعتبار نہیں ہے اس سے بڑھ کر میں نے حضرت اقدس قدوۃ الزاہدین شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق سنا ہے کہ حضرت کے پاس فتوحات کی کثرت تھی

[۱] مشکوٰۃ [۲] احیاء [۳] ترغیب [۴] عراقی احیاء۔

اور جب کچھ جمع ہو جاتا تو بہت اہتمام سے اس کو خیر کے مواقع میں تقسیم فرما دیا کرتے، اس کے بعد پھر کہیں سے کچھ آجاتا تو چہرۂ مبارک پر گرانی کے آثار ہوتے اور ارشاد فرماتے کہ یہ اور آگیا آخر میں حضرتؒ نے اپنے پہننے کے کپڑے بھی تقسیم فرما دیئے تھے۔ اور اپنے مخصوص خادم حضرت مولانا عبد القادر[1] صاحب زاد مجدہم سے فرمایا تھا کہ بس اب تو تم سے کپڑا مستعار لے کر پہن لیا کروں گا۔ اللہ کے اولیاء کی شانیں اور انداز بھی عجیب ہوا کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک ولولہ ہے کہ جیسے آئے تھے ویسے ہی واپس جاویں، اس دنیا کے متاع کا ذخیرہ مِلک میں نہ ہو۔

(۵) عن ابی ھریرۃ قال قال رجل یارسول اللہ ای الصدقۃ اعظم اجرا قال ان تصدق وانت صحیح شحیح تخشی الفقر و تامل الغنی ولا تمھل حتی اذا بلغت الحلقوم قلت لفلان کذا ولفلان کذا وقد کان لفلان۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ)

ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ کونسا صدقہ ثواب کے اعتبار سے بڑھا ہوا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ تو صدقہ ایسی حالت میں کرے کہ تندرست ہو مال کی حرص دل میں ہو اپنے فقیر ہو جانے کا ڈر ہو اپنے مالدار ہونے کی تمنا ہو اور صدقہ کرنے کو اس وقت تک مؤخر نہ کر، کہ روح حلق تک پہونچ جائے یعنی مرنے کا وقت قریب آجائے تو تو یوں کہے کہ اتنا مال فلاں (مسجد) کا اور اتنا مال فلاں (مدرسہ) کا حالانکہ اب مال فلاں (وارث) کا ہو گیا۔

ف۔ فلاں (وارث) کا ہو گیا کا مطلب یہ ہے کہ وارث کا حق اس میں شامل ہو گیا۔ اسی لئے وصیت صرف ایک تہائی میں ہو سکتی ہے اور مرض الموت کے صدقات بھی تہائی میں ہو سکتے ہیں اس سے زیادہ کا حق مرنے والے کو نہیں ہے اسی واسطے ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ اس کا مال صرف تین چیزیں ہیں۔ جو کھا لیا یا پہن لیا یا اللہ کے خزانے میں صدقہ کر کے جمع کر دیا اس کے علاوہ جو رہ گیا وہ جانے والا ہے یعنی یہ شخص اس کو لوگوں کے لئے چھوڑنے والا ہے[2] ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی اپنی زندگی میں ایک درم صدقہ کر دے وہ اس سے بہتر ہے کہ مرتے وقت سو درم صدقہ کرے[3] اس لئے کہ واقعی مرتے وقت تو وہ گویا دوسرے کے مال میں سے صدقہ کر رہا ہے کہ اب اس کا کیا رہا۔ اس کو تو بہر حال اس مال کو چھوڑ کر جانا ہی ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جو شخص مرتے وقت صدقہ کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی شخص جب خوب پیٹ بھر لے تو بچے ہوئے کھانے کا ہدیہ تحفہ کسی کے پاس لیکر جائے[4]

---

[1] حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ نے بھی ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء کو وصال فرمایا۔ [2] مشکوٰۃ [3] ایضاً [4] ایضاً۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مثالوں سے اس پر تنبیہ فرمائی کہ اصل صدقہ کا وقت تندرستی اور صحت کا ہے کہ اپنے نفس سے اصل مقابلہ اسی وقت ہے لیکن ان سب کا مطلب یہ نہیں کہ مرتے وقت کا صدقہ یا وصیت بیکار ہے بہر حال ثواب اس کا بھی ہے ذخیرۂ آخرت وہ بھی بنتا ہے البتہ اتنا ثواب نہیں ہوتا جتنا اپنی ضرورتوں اور راحتوں کے مقابلے میں صدقہ کرنیکا ثواب ہے حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ [1] "تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت آنے لگے اگر وہ مال چھوڑے تو والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے لئے کچھ وصیت کر جائے جو معروف طریقے پر ہو جن کو خدا کا خوف ہے ان کے ذمہ یہ ضروری چیز ہے" یہ حکم جو اس آیت شریفہ میں ذکر کیا گیا ابتداء اسلام کا ہے اس وقت ماں باپ کیلئے بھی وصیت فرض تھی اس کے بعد جب میراث کا حکم نازل ہوا تو والدین اور جن رشتہ داروں کا حق شریعت نے معین کر دیا ان کے لئے وصیت کا حکم منسوخ ہو گیا لیکن جن رشتہ داروں کا حق شریعت نے مقرر نہیں کیا ان کے لئے ایک تہائی مال میں وصیت کا حق اب بھی باقی ہے لیکن میراث کے حکم سے پہلے یہ فرض تھا اب فرض نہیں ہے حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت شریفہ کے حکم سے اُن کو وصیت منسوخ ہو گئی جو وارث بنتے ہیں اور جو وارث نہیں بنتے ان کو وصیت منسوخ نہیں ہوئی۔ قتادہ رضؓ کہتے ہیں کہ اس آیتِ شریفہ میں وصیت اب ان کے لئے رہ گئی جو وارث نہیں ہوتے خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں [2] ایک حدیث میں اللہ جل شانہ کا ارشاد آیا ہے کہ اے آدم کے بیٹے! تو زندگی میں بخیل تھا۔ مرنے کے وقت اسراف کرنے لگا۔ دو بُرائیاں اکھٹی نہ کر۔ ایک زندگی میں بخل، کی دوسری مرنے کے وقت کی۔ تو اپنے ایسے رشتہ داروں کو دیکھ جو تیری میراث سے محروم ہیں اور ان کے لئے کچھ وصیت کر جا [3] آیات میں ۷، ۲۰ پر خود حق تعالیٰ شانہ کے پاک کلام میں بھی اس طرف اشارہ گزر چکا ہے کہ صدقہ اس وقت کا افضل ہے جب کہ آدمی کو مال کی محبت ستا رہی ہو بمقابلہ اسکے کہ دل سرد ہو چکا ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ جل شانہ اس شخص سے ناراض ہوتے ہیں جو اپنی زندگی میں تو بخیل ہو اور مرنے کے وقت سخی ہو [4] اس لئے جو لوگ صدقات و اوقاف میں مرنے کے وقت کا انتظار کرتے ہیں یہ پسندیدہ چیز نہیں ہے اول تو اسی کا علم کسی کو نہیں کہ کب اور کس طرح موت آجائے متعدد واقعات اس قسم کے قابلِ عبرت دیکھنے میں آئے کہ مرنے کے وقت بہت کچھ صدقات اور اوقاف کرنے کی اُمنگیں لوگوں میں تھیں لیکن بیماری نے ایسا گھیرا کہ مہلت ہی نہ لینے دی۔ کسی پر فالج گر گیا کسی کی زبان بند ہو گئی

---

[1] البقرہ ع ۲۲ [2] در منثور [3] کنز [4] ایضاً۔

کہیں ورثا تیمار دار بیچ میں حائل ہو گئے اور اگر ان سب عوارض سے بچکر اس کی نوبت آبھی جائے جو بہت کم آتی ہے تب بھی وہ درجہ ثواب کا تو ہوتا نہیں جو اپنی خواہشات کو نقصان پہنچاکر صدقہ کرنیکا ہے البتہ اگر اپنی زندگی میں کوتاہی سے نہ کر سکا ہو تو مرنے ہی کے وقت کو غنیمت سمجھے کہ مرنے کے بعد کوئی کسی کو نہیں پوچھتا۔ سب دو چار دن رو کر بھول جاتے ہیں۔ روزانہ کے یہ مشاھدے ہیں جو کچھ لیجانا ہے خود ہی اپنے ساتھ لے جاؤ۔ کام دے گا۔

(۶) عن ابی ھریرۃ رضؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قال رجل لا تصدقن بصدقۃ فخرج بصدقتہ فوضعھا فی ید سارق فاصبحوا یتحدثون تصدق اللیلۃ علی سارق فقال اللھم لک الحمد علی سارق لاتصدقن بصدقۃ فخرج بصدقتہ فوضعھا فی ید زانیۃ فاصبحوا یتحدثون تصدق اللیلۃ علی زانیۃ فقال اللھم لک الحمد علی زانیۃ لاتصدقن بصدقۃ فخرج بصدقتہ فوضعھا فی ید غنی فاصبحوا یتحدثون تصدق اللیلۃ علی غنی فقال اللھم لک الحمد علی سارق وزانیۃ وغنی فاتی فقیل لہ اما صدقتک علی سارق فلعلہ ان یستعف عن سرقتہ واما الزانیۃ فلعلھا ان تستعف عن زناھا واما الغنی فلعلہ یعتبر فینفق مما اعطاہ اللہ متفق علیہ مشکوٰۃ۔

(بنی اسرائیل کے) ایک آدمی نے اپنے دل میں کہا کہ آج رات کو چپکے سے صدقہ کرونگا چنانچہ رات کو چپکے سے ایک آدمی کے ہاتھ میں مال دے کر چلا آیا۔ صبح کو لوگوں میں آپس میں چرچا ہوا کہ رات کوئی شخص ایک چور کو صدقہ دے گیا اس صدقہ کرنیوالے نے کہا یا اللہ! چور پر صدقہ کرنے میں بھی تیرے ہی لئے تعریف ہے (کہ اس سے بھی زیادہ بدحال کو دیا جاتا تو میں کیا کر سکتا تھا) پھر اس نے دوبارہ ٹھانی کہ آج رات کو پھر صدقہ کروں گا (کہ پہلا تو ضائع گیا) چنانچہ رات کو صدقہ کا مال لے کر نکلا اور اس کو ایک عورت کو دے آیا (یہ خیال کیا ہوگا کہ یہ تو چوری کیا کرے گی) صبح کو چرچا ہوا کہ رات کوئی شخص فلاں بدکار عورت کو صدقہ دے گیا۔ اس نے کہا یا اللہ! تیرے ہی لئے تعریف ہے زنا کرنے والی عورت پر بھی (کہ میرا مال تو اس سے بھی کم درجے کے قابل تھا) پھر تیسری مرتبہ ارادہ کیا کہ آج رات کو ضرور صدقہ کروں گا چنانچہ رات کو صدقہ لے کر گیا اور اس کو ایک شخص کو دے دیا جو مالدار تھا۔ صبح کو چرچا ہوا کہ رات ایک مالدار کو صدقہ دیا گیا۔ اس صدقہ دینے والے نے کہا یا اللہ تیرے ہی لئے تعریف ہے چور پر بھی، زنا کرنے والی عورت پر بھی اور غنی پر بھی۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ (تیرا صدقہ قبول ہو گیا ہے) تیرا صدقہ چور پر اس لئے کرایا گیا کہ شاید وہ اپنی چوری کی عادت سے توبہ کرلے اور زانیہ پر اس لئے کہ وہ شاید زنا سے توبہ کرلے (جب وہ یہ دیکھے گی کہ بغیر منہ کالا کرائے بھی اللہ

جل شانہٗ عطا فرماتے ہیں تو اس کو غیرت آئے گی اور غنی پر اسلئے تاکہ اسکو عبرت حاصل ہو کہ اللہ کے بندے کس طرح چھپ کر صدقہ کرتے ہیں اس کی وجہ سے شاید وہ بھی اس مال میں سے اسکو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے صدقہ کرنے لگے۔

ف۔ ایک حدیث میں یہ قصہ اور طرح سے ذکر کیا گیا ہے ممکن ہے کہ وہ کوئی دوسرا قصہ ہو کہ اس قسم کے متعدد واقعات ہیں کوئی اشکال نہیں اور اگر وہ یہی قصہ ہے تو اس سے اس قصہ کی کچھ وضاحت ہوتی ہے۔ طاؤس رح کہتے ہیں کہ ایک شخص نے منت مانی کہ جو شخص سب سے پہلے اس آبادی میں نظر پڑے گا اس پر صدقہ کروں گا۔ اتفاق سے سب سے پہلے ایک عورت ملی اس کو صدقہ کا مال دے دیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو بڑی خبیث عورت ہے اس صدقہ کرنے والے نے اس کے بعد جو شخص سب سے پہلے نظر پڑا اس کو مال دیا لوگوں نے کہا کہ یہ تو بدترین شخص ہے اس شخص نے اس کے بعد جو سب سے پہلے نظر پڑا اس پر صدقہ کیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو بڑا مالدار شخص ہے۔ صدقہ کرنے والے کو بڑا رنج ہوا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ اللہ جل شانہٗ نے تیرے تینوں صدقے قبول کر لئے وہ عورت فاحشہ تھی لیکن محض ناداری کی وجہ سے اس نے یہ فعل اختیار کر رکھا تھا جب سے تو نے اسے مال دیا ہے اس نے یہ برا کام چھوڑ دیا دوسرا شخص چور تھا اور وہ بھی تنگدستی کی وجہ سے چوری کرتا تھا تیرے مال دینے پر اس نے چوری سے علیحدگی اختیار کر لی تیسرا شخص مالدار ہے اور کبھی صدقہ نہ کرتا تھا تیرے صدقہ کرنے سے اس کو عبرت ہوئی کہ میں اس سے زیادہ مالدار ہوں اس لئے اس سے زیادہ صدقہ کرنے کا مستحق ہوں اب اس کو صدقہ کی توفیق ہوگئی [۱] اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر صدقہ کرنے والے کی نیت اخلاص کی ہو اور اس کے باوجود وہ بے محل پہونچ جائے تو اس میں بھی اللہ جل شانہٗ کی کوئی حکمت ہوتی ہے اس سے رنجیدہ نہ ہونا چاہیئے۔ آدمی کا اپنا کام یہ ہے کہ اپنی نیت اخلاص کی رکھے کہ اصل چیز اپنا ہی ارادہ اور فعل ہے اور ان صدقہ کرنے والے بزرگ کی فضیلت بھی ظاہر ہوئی کہ باوجود اپنی کوشش کے جب صدقہ بے جگہ صرف ہو گیا تو اس کی وجہ سے بددل ہو کر صدقہ کرنے کا ارادہ ترک نہیں کیا بلکہ دوبارہ سہ بارہ صدقہ کو اپنے مصرف پر خرچ کرنے کی کوشش کرتے رہے یہی وہ ان کا اخلاص اور نیک نیتی تھی جس کی برکت سے تینوں صدقے قبول بھی ہوگئے اور قبول کی بشارت بھی خواب میں ظاہر ہوگئی۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر صدقہ ظاہر کے اعتبار سے اپنے محل پر خرچ نہ ہوا ہو تو اس کو دوبارہ ادا کرنا مستحب ہے اور دوبارہ ادا کرنے سے اکتانا نہیں چاہیئے جیسا کہ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ خدمت کو قطع نہ کر اگرچہ عدم قبول کے آثار ظاہر ہوں علامہ

---

[۱] کنز

عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اللہ جل شانہٗ آدمی کی نیک نیتی کا بدلہ ضرور عطا فرماتے ہیں اس لئے کہ ان صدقہ کرنے والوں نے خالص اللہ کے واسطے صدقہ کرنے کا ارادہ کیا تھا اسی لئے رات کو چھپا کر دیا تھا، تو حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کو قبول فرمایا اور بے محل خرچ ہوجانے کی وجہ سے مردود نہیں ہوا۔

(۷) عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بادروا بالصدقۃ فان البلاء لا یتخطاھا رواہ رزین مشکوٰۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صدقہ کرنے میں جلدی کیا کرو اس لئے کہ بلا صدقہ کو پھاند نہیں سکتی۔

ف۔ یعنی اگر کوئی بلا مصیبت آنے والی ہوتی ہے تو وہ صدقہ کی وجہ سے پیچھے رہ جاتی ہے ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ برائی کے ستر دروازوں کو بند کرتا ہے[۱] ایک حدیث میں آیا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا اپنے مالوں کو زکوٰۃ ادا کرکے پاک کرو اور اپنے بیماروں کا صدقہ سے علاج کرو۔ اور مصیبتوں کی موجوں کا دعا سے استقبال کرو[۲] کنز العمال میں کئی احادیث کے ذیل میں یہ مضمون آیا ہے کہ اپنے بیماروں کی صدقہ سے دوا کیا کرو اور تجربہ بھی اس کا شاہد ہے کہ صدقہ کی کثرت بیماری سے شفا ہے[۳] ایک حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ سے بیماروں کا علاج کیا کرو کہ صدقہ آبرو ریزیوں کو بھی ہٹاتا ہے اور بیماریوں کو بھی ہٹاتا ہے اور نیکیوں میں اضافہ کرتا ہے اور عمر بڑھاتا ہے[۴] ایک حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ کرنا ستر بلاؤں کو روکتا ہے جن میں کم سے کم درجہ جذام کی اور برص کی بیماری ہے[۵] ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے تفکرات اور غموں کی تلافی صدقہ سے کیا کرو اس سے حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری مضرت کو بھی دفع کرے گا اور تمہاری دشمن پر مدد کرے گا[۶] ایک اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی مسلمان کو کپڑا پہنائے تو جب تک پہننے والے کے بدن پر ایک بھی ٹکڑا اس کپڑے کا رہے گا پہنانے والا اللہ کی حفاظت میں رہے گا۔ ابن ابی الجعدؓ کہتے ہیں کہ صدقہ برائیوں کے ستر دروازے بند کرتا ہے[۷] ایک حدیث میں ہے کہ صبح کو سویرے سویرے صدقہ کر دیا کرو اس لئے کہ بلا صدقہ سے آگے نہیں بڑھتی[۸] آیات کے ذیل میں نمبر ۹ پر ابن ابی الجعدؓ کی نقل سے ایک واقعہ بھی بھیڑئیے کا گزر چکا ہے اور متعدد روایات اس مضمون کی گزر چکی ہیں حضرت انسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ صدقہ حق تعالیٰ شانہٗ کے غصہ کو دور کرتا ہے اور بری موت کو ہٹاتا ہے[۹] علماء نے لکھا ہے کہ صدقہ مرنے کے وقت شیطان کے وسوسے سے محفوظ رکھتا ہے اور مرض کی شدت کی وجہ سے ناشکری کے الفاظ کہنے سے حفاظت کرتا ہے اور ناگہانی موت کو روکتا ہے غرض حسن خاتمہ کا معین ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ قبر

---

[۱] ترغیب [۲] کنز [۳] ایضاً [۴] ایضاً [۵] ایضاً [۶] احیاء [۷] ترغیب [۸] ترغیب [۹] مشکوٰۃ

کی گرمی کو زائل کرتا ہے اور آدمی قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا[1] یعنی جتنا زیادہ صدقہ کریگا اتنا ہی زیادہ سایہ ہوگا۔ حضرت معاذؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جو جنّت میں داخل کردے اور جہنّم سے دُور رکھے حضورؐ نے فرمایا تم نے بہت بڑی بات پوچھی اور وہ بہت آسان چیز ہے جس پر اللہ جلّ شانہٗ آسان کردے اور وہ یہ ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ کی اخلاص سے عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ نماز کو قائم کرو زکوٰۃ ادا کرتے رہو رمضان المبارک کے روزے رکھو اور بیت اللہ شریف کا حج کرو اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں خیر کے دروازے بتاؤں یعنی (جن دروازوں سے آدمی خیر تک پہنچتا ہے) اور وہ یہ ہیں روزہ ڈھال ہے (یعنی جیسے ڈھال کی وجہ سے آدمی دشمن کے حملے کو روکتا رہتا ہے اسی طرح روزہ کے ذریعہ شیطان کے حملوں کو روکتا ہے) اور صدقہ خطاؤں کو ایسا بجھا دیتا ہے جیسا پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور رات کے درمیانی حصّے میں نماز بھی ایسی ہی چیز ہے اس کے بعد حضورؐ نے یہ آیتِ شریفہ تلاوت فرمائی تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ یہ آیتِ شریفہ آیا کے ذیل میں ۱۹ پر گزر چکی ہے پھر حضورؐ نے فرمایا کہ میں تم کو سارے کام کا سرا اور اس کا ستون اور اس کی بلندی بتاؤں۔ سب کا سر تو اسلام ہے (کہ اسکے بغیر تو کوئی چیز معتبر ہی نہیں) اور اس کا ستون نماز ہے (کہ جیسے بغیر ستون کے مکان کا باقی رہنا مشکل ہے ایسے ہی بغیر نماز کے اسلام کا بقا مشکل ہے) اور اس کی بلندی جہاد ہے (یعنی جہاد سے اس کو بلندی ملتی ہے) پھر حضورؐ نے فرمایا کہ ان سب چیزوں کی جڑ بتاؤں (جس پر ساری بنیاد قائم ہوتی ہے) حضورؐ نے اپنی زبانِ مبارک پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ اسکو قابو میں رکھو حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا ہم اس پر بھی پکڑے جائیں گے جو کچھ بات چیت زبان سے کر لیتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تجھ کو تیری ماں روئے اے معاذ! کیا آدمیوں کو ناک کے بل اوندھے مُنھ جہنّم میں زبان کے علاوہ اور کوئی چیز بھی ڈالتی ہے؟[2] تجھ کو تیری ماں روئے عرب کے محاورے میں تنبیہ کے لئے بولا جاتا ہے حاصل یہ ہے کہ ہم زبانوں کو جو قینچی کی طرح چلاتے رہتے ہیں وہ سب مجموعہ اعمال نامے میں تلے گا اور اس میں لغو اور بیہودہ ناجائز چیزیں جتنی بولتے ہیں وہ جہنّم میں جانے کا سبب ہوتی ہیں ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ آدمی اللہ جلّ شانہٗ کی خوشنودی کا کوئی کلمہ زبان سے نکالتا ہے جس کو وہ بولنے والا کچھ اہم بھی نہیں سمجھتا لیکن حق تعالیٰ شانہٗ اس کلمہ کی وجہ سے اس کے درجے جنّت میں بلند کر دیتے ہیں اور آدمی اللہ جلّ شانہٗ کی ناراضی کا کلمہ زبان سے نکالتا ہے جس کو وہ کہنے والا سرسری سمجھتا ہے لیکن اُس کلمہ کی وجہ سے جہنّم میں پھینک دیا جاتا ہے ایک روایت میں ہے کہ جہنّم میں اتنی دُور پھینک دیا جاتا ہے جیسا کہ مشرق سے مغرب دُور ہے ایک اور حدیث

---

[1] کنز [2] مشکوٰۃ [3] احیا

میں حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ جو شخص دو چیزوں کا ذمہ لے لے کہ بے محل استعمال نہیں کرے گا ایک وہ چیز جو دو جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور دوسری وہ جو دو ٹانگوں کے درمیان ہے (یعنی شرمگاہ)، تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں ایک حدیث میں ہے کہ جہنم میں آدمیوں کو کثرت سے یہی دو چیزیں ڈالتی ہیں ایک حدیث میں ہے کہ ایک آدمی کوئی کلمہ زبان سے نکالتا ہے اور محض اتنی غرض ہوتی ہے کہ لوگ ذرا ہنس پڑیں گے تفریح ہوگی لیکن اس کے وبال سے جہنم میں اتنی دُور پھینک دیا جاتا ہے جتنی آسمان سے زمین دُور ہے حضرت سفیان ثقفی رضؓ نے حضورؐ سے پوچھا کہ آپ کو اپنی امت پر سب سے زیادہ ڈر کس چیز کا ہے حضورؐ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا کہ اس کا[1] ان کے علاوہ اور بہت سی روایات میں مختلف عنوانوں سے یہ چیز وارد ہوئی ہے ہم لوگ اس سے بہت ہی غافل ہیں یقیناً آدمی کو اس کا اکثر لحاظ رکھنا چاہئے کہ زبان سے جو کچھ کہہ رہا ہے اس سے اگر کوئی نفع نہ پہونچے تو کم از کم کسی آفت اور مصیبت میں تو گرفتار نہ ہو حضرت سفیان ثوریؒ مشہور امام حدیث اور فقہ ہیں فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک گناہ صادر ہوگیا تھا جس کی وجہ سے پانچ مہینہ تک تہجد سے محروم رہا کسی نے پوچھا ایسا کیا گناہ ہوگیا تھا فرمایا ایک شخص رو رہا تھا میں نے اپنے دل میں یہ کہا تھا یہ شخص ریا کار ہے[2] یہ دل میں کہنے کی نحوست ہے ہم لوگ اس سے کہیں زیادہ سخت لفظ زبان سے لوگوں کے متعلق کہتے رہتے ہیں اور بے وجہ کہتے رہتے ہیں اور اگر اس سے مخالفت بھی ہو پھر تو اُسکے اُوپر بہتان باندھنے میں ذرا بھی کمی نہیں کرتے اس کے ہر ہنر کو عیب اور ہر عیب کو زیادہ وقیع بتا کر شہرت دیتے ہیں۔

(۸) عن ابی ہریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مانقصت صدقۃ من مال ومازاد اللہ عبدًا بعفو الاعزا وماتواضع احد للہ الارفعہ رواہ مسلم ومشکوٰۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صدقہ کرنا مال کو کم نہیں کرتا اور کسی خطاوار کے قصور کو معاف کر دینا معاف کرنے والے کی عزت ہی کو بڑھاتا ہے اور جو شخص اللہ جل شانہٗ کی رضا کی خاطر تواضع اختیار کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اُس کو رفعت اور بلندی عطا فرماتے ہیں۔

ف۔ اس حدیث پاک میں تین مضمون وارد ہوئے ہیں ۱؎ یہ کہ صدقہ دینے سے ظاہر کے اعتبار سے اگرچہ مال میں کمی معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں مال میں اس سے کمی نہیں ہوتی بلکہ اس کا بدل اور نعم البدل آخرت میں تو ملتا ہی ہے جیسا کہ اب تک کی سب آیات اور روایات سے

---

[1] مشکوٰۃ [2] حیاء

بکثرت معلوم ہو چکا ہے دنیا میں بھی اکثر اس کا بدل ملتا ہے جیسا کہ آیات میں نمبر ۱۴ پر اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے اور نمبر ۲۰ پر تو گویا اس کی تصریح گزر چکی ہے کہ جو کچھ تم اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے اللہ جل شانہٗ اس کا بدل عطا کرے گا اور اس آیت کے ذیل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات اس کی تائید میں گزر چکے ہیں اور احادیث کے ذیل میں نمبر ۲ پر حضور کا ارشاد گزر چکا ہے کہ روزانہ دو فرشتے یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما اور روکنے والے کو بربادی عطا کر حضرت ابوکبشہ رضؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں میں قسم کھا کر بیان کرتا ہوں اور اسکے بعد ایک بات خاص طور سے تمھیں بتاؤں گا اس کو اچھی طرح محفوظ رکھنا وہ تین باتیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں ان میں سے اوّل یہ ہے کہ کسی بندے کا مال صدقہ کرنے سے کم نہیں ہوتا اور دوسری یہ ہے کہ جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وہ اس پر صبر کرے تو حق تعالیٰ شانہٗ اُس صبر کی وجہ سے اس کی عزت بڑھاتے ہیں اور تیسری یہ ہے کہ جو شخص لوگوں سے مانگنے کا دروازہ کھولے گا حق تعالیٰ شانہٗ اس پر فقر کا دروازہ کھولتے ہیں ان تین کے بعد ایک بات تمھیں بتاتا ہوں اسکو محفوظ رکھو وہ یہ ہے کہ دُنیا میں چار قسم کے آدمی ہوتے ہیں ایک وہ جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے علم بھی عطا فرمایا اور مال بھی عطا فرمایا وہ (اپنے علم کی وجہ سے) اپنے مال میں اللہ سے ڈرتا ہے (کہ اس کی خلاف مرضی خرچ نہیں کرتا) بلکہ صلہ رحمی کرتا ہے اور اللہ کے لئے اس مال میں نیک عمل کرتا ہے اس کے حقوق ادا کرتا ہے یہ شخص سب سے اُونچے درجوں میں ہے۔ دوسرا وہ شخص ہے جس کو اللہ جل شانہٗ نے علم عطا فرمایا اور مال نہیں دیا۔ اس کی نیت سچی ہے وہ تمنا کرتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی فلاں کی طرح سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتا تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی نیت کی وجہ سے اس کو بھی وہی ثواب دیتا ہے جو پہلے کا ہے اور یہ دونوں ثواب میں برابر ہو جاتے ہیں تیسرے وہ شخص ہے جس کو اللہ جل شانہٗ نے مال عطا کیا مگر علم نہیں دیا، وہ اپنے مال میں گڑبڑ کرتا ہے (بے محل لہو و لعب اور شہوتوں میں خرچ کرتا ہے) نہ اس مال میں اللہ کا خوف کرتا ہے نہ صلہ رحمی کرتا ہے نہ حق کے موافق خرچ کرتا ہے یہ شخص (قیامت میں) خبیث ترین درجہ میں ہوگا۔ چوتھا وہ شخص ہے جس کو اللہ جل شانہٗ نے نہ مال عطا کیا نہ علم دیا وہ تمنا کرتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہو تو میں بھی فلاں (یعنی نمبر ۳) کی طرح خرچ کروں تو اُس کو اس کی نیت کا گناہ ہوگا اور وبال میں یہ اور نمبر ۳ برابر ہو جائیں گے [1] حضرت ابن عباس رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ صدقہ کرنا مال کو کم نہیں کرتا اور جب کوئی

---

[1] مشکوٰۃ بروایۃ الترمذی وقال حدیث صحیح۔

شخص صدقہ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے تو وہ مال فقیر کے ہاتھ میں جانے سے پہلے اللہ جل شانہ کے پاک ہاتھ میں جاتا ہے (یعنی قبول ہوتا ہے) اور جو شخص ایسی حالت میں دستِ سوال بڑھاتا ہے کہ بغیر سوال کے اس کا کام چل جاتا ہو تو حق تعالیٰ شانہ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔[۱] حضرت قیس بن سلع انصاریؓ فرماتے ہیں کہ میرے بھائیوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کی کہ یہ بہت اسراف کرتا ہے اور اپنے مال کو بے جا خرچ کرتا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں باغ میں سے اپنا حصہ لے لیتا ہوں اور اللہ کے راستے میں بھی خرچ کرتا ہوں اور جو مجھ سے ملنے آتے ہیں ان کو بھی کھلاتا ہوں حضورؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر تین بار فرمایا کہ خرچ کیا کر اللہ جل شانہ تجھ پر خرچ فرمائیں گے اس کے کچھ عرصہ بعد میں ایک سفر جہاد میں چلا تو میرے پاس سواری بھی اپنی تھی اور اپنے سب گھر والوں سے زیادہ ثروت مجھے حاصل تھی[۲] یعنی جو لوگ بڑی احتیاط کے ساتھ خرچ کرتے تھے ان کے پاس اتنا نہ تھا جتنا مجھ بے دریغ خرچ کرنے والے کے پاس تھا حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں ارشاد فرمایا اے لوگو! اللہ سے توبہ کرو قبل اس کے کہ تمھیں موت آجائے اور نیک کاموں میں جلدی کرو اس سے پہلے کہ تم اِدھر اُدھر مشغول ہو جاؤ اور اپنے اور اللہ جل شانہ کے درمیان تعلقات کو جوڑ لو اس کا ذکر کثرت سے کر کے اور مخفی اور علانیہ صدقہ بہت کثرت سے دیکر کہ اس کی وجہ سے تمھیں رزق دیا جائے گا تمھاری مدد کی جائے گی، تمھارے نقصان کی تلافی کی جائے گی[۳] ایک حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ کے ذریعے رزق پر مدد چاہو دوسری حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ کے ذریعے سے رزق اُتارو[۴] ایک حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ سے مال میں زیادتی ہوتی ہے[۵] حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ہیں قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں ان چیزوں پر قسم کھاتا ہوں اول یہ کہ صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا اس لئے خوب صدقہ کیا کرو۔ دوسرے یہ کہ جس بندے پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اس کو معاف کر دے تو حق تعالیٰ شانہ قیامت میں اس کی عزت بڑھاتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ نہیں کھولتا کوئی بندہ سوال کے دروازے کو مگر حق تعالیٰ شانہ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتے ہیں[۶] حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا کہ صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا پس صدقہ کیا کرو[۷]

---

[۱] ترغیب [۲] ایضاً [۳] ایضاً [۴] کنز [۵] ایضاً [۶] ترغیب [۷] درمنثور اول

کم نہ ہونے کا مطلب بظاہر یہی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کا نعم البدل بہت جلد عطا فرماتے ہیں حضرت حبیب عجمیؒ مشہور بزرگ ہیں ان کی بیوی ایک مرتبہ آٹا گوندھ کر برابر کے گھر سے آگ لینے گئیں پیچھے کوئی سائل آگیا حضرت حبیبؒ نے وہ آٹا اس سائل کو دے دیا۔ یہ جب آگ لے کر آئیں تو آٹا ندارد خاوند سے پوچھا آٹا کیا ہوا وہ کہنے لگے کہ وہ روٹی پکنے گیا ہے ان کو یقین نہ آیا۔ اصرار کرنے لگیں انہوں نے فرمایا کہ وہ تو میں نے صدقہ کر دیا کہنے لگیں سبحان اللہ! تم نے اتنا بھی خیال نہ کیا کہ اتنا ہی آٹا تھا اب سب کیا کھائیں گے آخر ہمارے لئے بھی تو کچھ چاہیئے تھا وہ کہہ ہی رہی تھیں کہ ایک آدمی بڑے پیالے میں گوشت اور روٹیاں لے کر حاضر ہوا کہنے لگیں کیسے جلدی پکا لائے اور سالن اضافے میں ساتھ لائے [1] اس قسم کے واقعات کثرت سے پیش آتے ہیں مگر ہم چونکہ حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے اس لئے غور بھی نہیں کرتے کہ یہ نعمت کس چیز کے بدلے میں ملی ایسی چیزوں کو سمجھتے ہیں کہ اتفاقاً فلاں چیز مل گئی ورنہ کیا ہوتا حالانکہ وہ چیز آئی ہی ہے خرچ کرنے کی وجہ سے۔

(۹) عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بینا رجل بفلاۃ من الارض فسمع صوتا فی سحابۃ اسق حدیقۃ فلان فتنحی ذلک السحاب فافرغ ماءہ فی حرۃ فاذا شرجۃ من تلک الشراج قد استوعبت ذلک الماء کلہ فتتبع الماء فاذا رجل قائم فی حدیقتہ یحول الماء بمسحاتہ فقال لہ یا عبد اللہ ما اسمک قال فلان الاسم الذی سمع فی السحابۃ فقال لہ یا عبد اللہ لم تسالنی عن اسمی فقال انی سمعت صوتا فی السحاب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص ایک جنگل میں تھا اس نے ایک بادل میں سے یہ آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی دے اس آواز کے بعد فوراً وہ بادل ایک طرف چلا اور ایک پتھریلی زمین میں خوب پانی برسا اور وہ سارا پانی ایک نالے میں جمع ہو کر چلنے لگا یہ شخص جس نے آواز سنی تھی اس پانی کے پیچھے چل دیا وہ پانی ایک جگہ پہنچا جہاں ایک شخص کھڑا ہوا بیلچہ سے اپنے باغ میں پانی پھیر رہا تھا۔ اس نے باغ والے سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے انہوں نے وہی نام بتایا جو اس نے بادل میں سے سنا تھا پھر باغ والے نے اس سے پوچھا کہ تم نے میرا نام کیوں دریافت کیا اس نے کہا کہ میں نے اس بادل میں جس کا پانی یہ آرہا ہے یہ آواز سنی تھی کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی دے اور تمہارا نام

[1] روض

الذی هذا ماءه ويقول اسق حديقة فلان لاسمك فما تصنع فيها قال اما اذا قلت هذا فانى انظر الى ما يخرج منها فاتصدق بثلثه وآكل انا وعيالى ثلثا واردفيها ثلثه رواه مسلم (مشکوٰۃ)

بادل میں سُنا تھا تم اس باغ میں کیا کام کیا کرتے ہو (جس کی وجہ سے بادل کو یہ حکم ہوا کہ اسکے باغ کو پانی دو) باغ والے نے کہا کہ جب تم نے یہ سب کہا تو مجھے بھی کہنا پڑا میں اس کے اندر جو کچھ پیدا ہوتا ہے اس کو تین حصے کرتا ہوں ایک حصہ یعنی تہائی تو فوراً اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیتا ہوں اور ایک تہائی میں اور میرے اہل و عیال کھاتے ہیں اور ایک تہائی اسی باغ کی ضروریات میں لگا دیتا ہوں۔

ف۔ کس قدر برکت ہے اللہ کے نام پر صرف ایک تہائی آمدنی کے خرچ کرنے کی کہ پردۂ غیب سے ان کے باغ کی پرورش کے سامان ہوتے ہیں اور کھلی مثال ہے اُس مضمون کی جو پہلی حدیث میں گزرا کہ صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا کہ باغ کی ایک تہائی پیداوار صدقہ کی تھی اور تمام باغ کے دوبارہ پھل لانے کے انتظامات ہو رہے ہیں اس حدیث شریف سے ایک بہترین سبق اور بھی حاصل ہوتا ہے وہ یہ کہ آدمی کو اپنی آمدنی کا کچھ حصہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لئے متعین کر لینا زیادہ مفید ہے اور تجربہ بھی یہی ہے کہ اگر آدمی یہ طے کر لے کہ اتنی مقدار اللہ کے راستے میں خرچ کرنی ہے تو پھر خیر کے مصارف اور خرچ کرنے کے مواقع بہت ملتے رہتے ہیں اور اگر یہ خیال کرے کہ جب کوئی کارِ خیر ہوگا اسوقت دیکھا جائے گا۔ تو اوّل تو کارِ خیر ایسی حالت میں بہت کم سمجھ میں آتے ہیں اور ہر موقع پر نفس اور شیطان یہی خیال دل میں ڈالتے ہیں کہ یہ کوئی ضروری خرچ تو ہے نہیں اور اگر کوئی بہت ہی اہم کام ایسا بھی ہو جس میں خرچ کرنا کھلی خیر ہے تو اکثر موجود نہیں ہوتا اور موجودگی میں بھی اپنی ضروریات سامنے آکر کم سے کم خرچ کرنے کو دل چاہتا ہے اور اگر مہینے کے شروع ہی میں تنخواہ ملنے پر ایک حصہ علیحدہ کر کے رکھ دیا جائے یا روزانہ تجارت کی آمدنی میں سے صندوقچی کا ایک حصہ علیحدہ کر کے اس میں متعینہ مقدار ڈال دی جایا کرے کہ یہ صرف اللہ کے راستے میں خرچ کرنا ہے تو پھر خرچ کے وقت دل تنگی نہیں ہوتی کہ اُس کو تو بہر حال وہ مقدار خرچ کرنا ہی ہے۔ بڑا مجرّب نسخہ ہے جس کا دل چاہے کچھ روز تجربہ کر کے دیکھ لے ابو وائل رضؓ کہتے ہیں کہ مجھ کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ نے قرنیطہ کی طرف بھیجا اور یہ ارشاد فرمایا کہ میں وہاں جا کر وہی عمل اختیار کروں

جو بنی اسرائیل کا ایک نیک مرد کرتا تھا کہ ایک تہائی صدقہ کردوں اور ایک تہائی اس میں چھوڑ دوں۔ اور ایک تہائی ان کے پاس لے آؤں [۱] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ بھی اس نسخہ پر عمل فرماتے تھے۔

(۱۰) عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غفر لامرأۃ مومسۃ مرت بکلب علی رأس رکی یلھث کاد یقتلہ العطش فنزعت خفھا فاوثقتہ بخمارھا فنزعت لہ من الماء فغفر لھا بذلک قیل ان لنا فی البھائم اجرًا قال فی کل ذات کبد رطبۃ اجر متفق علیہ۔ مشکوۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک فاحشہ عورت (رنڈی) کی اتنی بات پر بخشش کر دی گئی کہ وہ چلی جارہی تھی اس نے ایک کنویں پر دیکھا کہ ایک کتا کھڑا ہوا ہے جس کی زبان پیاس کی شدت کی وجہ سے باہر نکلی پڑی ہے اور وہ مرنے کو ہے اس عورت نے اپنے پاؤں کا (چمڑے کا) موزہ نکالا اور اسکو اپنی اوڑھنی میں باندھ کر کنویں میں سے پانی نکالا اور اس کتے کو پلایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کیا ہم لوگوں کو جانوروں کے صلہ میں بھی ثواب ملتا ہے حضورؐ نے فرمایا ہر جگر رکھنے والے (یعنی جاندار پر) احسان کرنے میں ثواب ہے (مسلمان ہو یا کافر آدمی ہو یا جانور)

ف۔ یہ قصہ بنی اسرائیل کی ایک رنڈی کا ہے جیسا کہ بعض روایات میں اس کی تصریح ہے [۲] بخاری شریف وغیرہ میں ایک اور قصہ اسی قسم کا ایک مرد کا بھی آیا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص جنگل میں چلا جارہا تھا اس کو پیاس کی شدت نے بہت پریشان کیا وہ ایک کنویں میں اترا اور جب پانی پی کر باہر نکلا تو اس نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس سے بیتاب ہے اور پیاس کی شدت سے گارے میں منھ مار رہا ہے اس شخص کو خیال ہوا کہ اس کو بھی پیاس کی وہی تکلیف ہو رہی ہے جو مجھے تھی کوئی چیز پانی نکالنے کی تھی نہیں اس لئے اپنے پاؤں کا موزہ نکالا اور دوبارہ کنویں میں اتر کر اس کو بھرا اور موزے کو منھ سے پکڑ کر دونوں ہاتھوں کی مدد سے اوپر چڑھا اور وہ پانی اس کتے کو پلایا حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کے اس کارنامے کی قدر فرمائی اور اس شخص کی مغفرت فرما دی صحابہ رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ جانوروں میں بھی اجر ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر جگر رکھنے والے (یعنی جاندار) میں اجر ہے [۳] ایک حدیث میں ہے ہر گرم جگر والے میں اجر ہے [۴] موزہ میں پانی بھرنے کا مطلب یہ ہے کہ عرب میں چمڑے کے موزوں کا عام رواج ہے اور ان میں

---

[۱] کنز [۲] ایضاً [۳] بخاری [۴] کنز

پانی بھرنے سے کم گرتا ہے اور منھ سے پکڑنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ جنگل کے کنوؤں میں عام طور سے کچھ اینٹیں وغیرہ اس طرح باہر کو نکال دیتے ہیں کہ جن کی مدد سے آدمی اگر اسکے پاس ڈول رسّی نہ ہو تو نیچے اتر سکتا ہے لیکن اُترنے چڑھنے کے لئے ہاتھوں سے مدد لینے کی ضرورت ضرور پیش آیا کرتی ہے اس لئے موزے کو منھ سے سنبھالنا پڑا رسالہ کے ختم پر حکایات کے ذیل میں ۴۷ پر ایک ظالم کا قصہ بھی ایسا ہی ہے جس نے ایک خارشی کتے کو پناہ دی تھی، اس کی وہی بات پسند آگئی۔ ان دونوں حدیثوں میں کتے جیسے ذلیل جانور پر احسان کرنے کا جب یہ بدلہ ہے تو آدمی جو اشرف المخلوقات ہے اس پر احسان کرنے کا کیا کچھ بدلہ ہوگا بعض علماء نے لکھا ہے کہ ایسے جانور جن کو مارنا مستحب ہے جیسے کہ سانپ بچھو وغیرہ اس سے مستثنیٰ ہیں لیکن دوسرے اہلِ علمِ حضرات فرماتے ہیں کہ ان کے مارنے کے حکم کا یہ مطلب نہیں کہ اگر ان کا پیاسا ہونا معلوم ہوجائے تو ان کو پانی نہ پلایا جائے اِس لئے کہ ہم مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ جس کو کسی وجہ سے قتل کیا جائے اس میں بہتری کی رعایت رکھی جائے اسی وجہ سے جس کو قتل کرنا ضروری ہے اس کے بھی ہاتھ پاؤں وغیرہ کاٹنے کی ممانعت ہے [1] ان دونوں حدیثوں سے اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث سے ایک لطیف چیز یہ بھی معلوم ہوئی کہ حق تعالیٰ شانہٗ کو کسی شخص کا کوئی ایک عمل بھی اگر پسند آجائے تو اس کی برکت سے عمر بھر کے گناہ بخش دیتے ہیں، اس کے لطف و کرم کے مقابلے میں یہ کوئی بھی چیز نہیں ہے البتہ قبول ہوجانے اور پسند آجانے کی بات ہے یہ ضروری نہیں کہ ہر گناہ گار کے سارے گناہ پانی پلانے سے یا کسی ایک نیکی سے بخش دیئے جائیں، ہاں کوئی چیز کسی کی قبول ہوجائے تو کوئی مانع نہیں اس لئے آدمی کو نہایت اخلاص سے کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔ اللہ جانے کون سا عمل وہاں پسند آجائے پھر بیڑا پار ہے، بڑی چیز اخلاص ہے یعنی خالص اللہ کے لئے کوئی کام کرنا جس میں دنیا کی کوئی غرض شامل نہ ہو نہ اس سے دنیا کمانا مقصود ہو نہ شہرت وجاہت مطلوب ہو ان میں سے کوئی چیز شامل ہوجاتی ہے تو وہ سارا کیا کرایا برباد کردیتی ہے اور محض اسکے لئے کوئی کام ہو تو معمولی سے معمولی کام بھی پہاڑوں سے وزن میں بڑھ جاتا ہے حضرت لقمانؑ نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کی کہ جب تجھ سے کوئی گناہ صادر ہوجائے تو صدقہ کیا کر [2] اس لئے کہ یہ گناہ کو دھوتا ہے اور اللہ جل شانہٗ کے غصہ کو دُور کرتا ہے۔

(۱۱) عن علی رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی الجنۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جو گویا آئینوں کے بنے ہوئے ہیں کہ

[1] فتح [2] احیاء

لغرف فایری ظہورها من بطونها وبطونها من ظہورها قالوا لمن هی قال لمن اطاب الکلام واطعم الطعام وادام الصیام وصلی باللیل والناس نیام اخرجه ابن ابی شیبة والترمذی وغیرهما کذا فی الدر

ان کے اندر کی سب چیزیں باہر سے نظر آتی ہیں اور ان کے اندر سے باہر کی سب چیزیں نظر آتی ہیں صحابہ رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کن لوگوں کے لئے ہیں حضورؐ نے فرمایا جو اچھی طرح بات کریں (یعنی ترشروئی سے منھ چڑھا کر بات نہ کریں) اور لوگوں کو کھانا کھلائیں اور ہمیشہ روزہ رکھیں اور ایسے وقت میں رات کو تہجد پڑھیں کہ لوگ سو رہے ہوں۔

ف۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے یہودی تھے کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے میں خبر سنتے ہی فوراً گیا اور آپؐ کا چہرۂ مبارک دیکھ کر میں نے کہا کہ یہ مبارک چہرہ جھوٹے شخص کا نہیں ہو سکتا۔ وہاں پہونچکر جو سب سے پہلا ارشاد حضورؐ کی زبانِ مبارک سے نکلا وہ یہ تھا لوگو! سلام کا آپس میں رواج ڈالو اور کھانا کھلایا کرو۔ صلہ رحمی کیا کرو اور رات کے وقت جب سب لوگ سوتے ہوں نماز پڑھا کرو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤ گے [۱] آیات کے ذیل میں بھی نمبر ۳۴ کی طویل آیت میں یہ مضمون گزرچکا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو اور یہ کہتے ہیں کہ ہم تم کو محض اللہ کے واسطے کھانا کھلاتے ہیں نہ تو ہم تم سے اس کا بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ چاہتے ہیں ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کو روٹی کھلائے کہ اس کا پیٹ بھر جائے اور پانی پلائے کہ پیاس جاتی رہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اور جہنم کے درمیان سات خندقیں کردیتے ہیں ہر خندق اتنی بڑی کہ سات سو سال میں طے ہو [۲] ایک حدیث میں ہے کہ مخلوق ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کی عیال ہے۔ (بمنزلۂ اولاد کے) پس اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کی عیال کو زیادہ نفع پہونچانے والا ہے [۳] ایک حدیث میں آیا ہے کہ ہر بھلائی صدقہ ہے اور اس میں یہ بھی داخل ہے کہ تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آئے اور اپنے ڈول میں سے پڑوسی کے برتن میں ڈال دے [۴] اچھی طرح گفتگو کرنے کا اہم جزو یہ بھی ہے کہ اس سے خندہ پیشانی سے بات کرے منھ چڑھا کر ترش روئی سے بات نہ کرے ایک حدیث میں آیا ہے کہ احسان کا کوئی حصہ بھی حقیر نہیں چاہے اتنا ہی ہو کہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آئے ایک حدیث میں ہے کہ کوئی شخص احسان

---

[۱] مشکوٰۃ [۲] کنز [۳] ایضاً [۴] ایضاً

کے کسی درجے کو بھی حقیر نہ سمجھے اور کچھ بھی نہ ہو تو کم سے کم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی ہی سے پیش آتے [1] ایک حدیث میں آیا ہے تیرا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی صدقہ ہے کسی کو نیکی کا حکم کرنا یا برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے کسی بھولے ہوئے کو راستہ بتانا بھی صدقہ ہے، راستہ سے کسی کانٹے وغیرہ تکلیف دینے والی چیز کا ہٹانا بھی صدقہ ہے اپنے ڈول سے کسی کے برتن میں پانی ڈال دینا بھی صدقہ ہے [2] ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن جہنمی آدمی ایک صف میں کھڑے کئے جائیں گے ان پر ایک مسلم (کامل جنتی) گزرے گا اس صف میں سے ایک شخص اس سے کہے گا کہ تو میرے لئے اللہ تعالیٰ کے یہاں سفارش کردے وہ پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ وہ جہنمی کہے گا کہ تو مجھے نہیں پہچانتا تو نے دنیا میں ایک مرتبہ مجھ سے پانی مانگا تھا جس پر میں نے تجھے پانی پلایا تھا اس پر وہ سفارش کرے گا (اور وہ قبول ہو جائے گی) اسی طرح دوسرا شخص کہے گا کہ تو نے مجھ سے دنیا میں فلاں چیز مانگی تھی وہ میں نے تجھ کو دی تھی [3] ایک اور حدیث میں ہے جہنمیوں کی صف پر ایک جنتی کا گزر ہوگا تو ان میں سے ایک شخص اسکو آواز دے کر کہے گا کہ تم مجھے نہیں پہچانتے؟ میں وہی تو ہوں جس نے فلاں دن تمھیں پانی پلایا تھا۔ فلاں وقت تمھیں وضو کو پانی دیا تھا [4] ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جنتی اور جہنمی لوگوں کی جب صفیں لگ جائیں گی تو جہنمی صفوں میں سے ایک شخص کی نظر جنتی صفوں میں سے کسی شخص پر پڑے گی اور وہ اس کو یاد دلائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے ساتھ فلاں احسان کیا تھا۔ اس پر وہ جنتی شخص اس کا ہاتھ پکڑ کر حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں عرض کرے گا کہ یا اللہ اس کا مجھ پر فلاں احسان ہے اللہ پاک کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طفیل اس کو جنت میں داخل کر دیا جائے [5] ایک حدیث میں ہے کہ فقراء کی جان پہچان کثرت سے رکھا کرو اور ان کے اوپر احسانات کیا کرو۔ ان کے پاس بڑی دولت ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ دولت کیا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ جس نے تمھیں کوئی ٹکڑا کھلایا ہو یا پانی پلایا ہو یا کپڑا دیا ہو اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں پہنچا دو ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فقیر سے قیامت میں اس طرح معذرت کریں گے جیسا کہ آدمی آدمی سے کیا کرتا ہے اور فرمائیں گے کہ میری عزت اور جلال کی قسم میں نے دنیا کو تجھ سے اس لئے نہیں ہٹایا تھا کہ تو میرے نزدیک ذلیل تھا بلکہ اس لئے ہٹایا تھا کہ تیرے لئے آج بڑا اعزاز ہے۔ میرے بندے ان جہنمی لوگوں کی صفوں میں چلا جا جس نے

---

[1] کنز [2] ایضاً [3] ایضاً [4] مشکوٰۃ [5] کنز

تجھے میرے لئے کھانا کھلایا ہو یا کپڑا دیا ہو وہ تیرا ہے وہ اس حالت میں ان میں داخل ہو گا کہ یہ لوگ منھ تک پسینے میں غرق ہونگے وہ پہچان کر ان کو جنت میں داخل کرے گا[1] ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ایک اعلان ہو گا کہ امت محمدیہ کے فقراء کہاں ہیں؟ اٹھو اور لوگوں کو میدان قیامت میں سے تلاش کر لو جس شخص نے تم میں سے کسی کو میرے لئے ایک لقمہ دیا ہو یا میرے لئے کوئی گھونٹ پانی کا دیا ہو یا میرے لئے کوئی نیا یا پرانا کپڑا دیا ہو ان کے ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کر دو اس پر فقرائے امت اٹھیں گے اور کسی کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے کہ یا اللہ! اس نے مجھے کھانا کھلایا تھا اس نے مجھے پانی پلایا تھا۔ کوئی بھی فقرائے امت میں سے چھوٹا یا بڑا شخص ایسا نہ ہو گا جو ان کو جنت میں داخل نہ کرائے[2] ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی جاندار کو جو بھوکا ہو کھانا کھلائے حق تعالیٰ شانہٗ اس کو جنت کے بہترین کھانوں میں سے کھانا کھلائیں گے[3] ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس گھر سے لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہو خیر اس گھر کی طرف ایسی تیزی سے بڑھتی ہے جیسی تیزی سے چھری اونٹ کے کوہان میں چلتی ہے[4] حضرت عبداللہ بن مبارکؒ عمدہ کھجوریں دوسروں کو کھلاتے اور کہتے کہ جو شخص زیادہ کھائے گا اس کو فی کھجور ایک درہم دیا جائے گا[5] ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے فقیروں اور مسکینوں کا اکرام کیا آج تم جنت میں ایسی طرح داخل ہو جاؤ کہ نہ تم پر کسی قسم کا خوف ہے نہ تم غمگین ہو اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہاں ہیں وہ لوگ جنھوں نے بیمار فقیروں اور غریبوں کی عیادت کی آج وہ نور کے ممبروں پر بیٹھیں اور اللہ جل شانہٗ سے باتیں کریں اور دوسرے لوگ حساب کی سختی میں مبتلا ہوں گے[6] ایک حدیث میں ہے کتنی حوریں ایسی ہیں جن کا مہر ایک مٹھی بھر کھجور یا اتنی ہی مقدار کوئی اور چیز دینا ہے[7] ایک حدیث میں آیا ہے کہ بھوکے کو کھانا کھلانے سے زیادہ افضل کوئی صدقہ نہیں[8] ایک حدیث میں آیا ہے کہ مغفرت کے واجب کرنے والی چیزوں میں بھوکوں کو کھانا کھلانا ہے[9] ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے نزدیک سب اعمال سے زیادہ محبوب کسی مسلمان کو خوش کرنا ہے یا اس پر سے غم کا ہٹانا ہے یا اس کا قرض ادا کر دینا ہے یا بھوک کی حالت میں اسکو کھانا کھلانا ہے[10] یعنی یہ سب اعمال زیادہ پسندیدہ ہیں جو بھی ہو سکے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ مغفرت کی واجب کرنے والی چیزوں میں کسی مسلمان کو خوشی پہونچانا ہے، اس کی بھوک کو زائل کرنا ہے اس کی مصیبت کو ہٹانا ہے[11] ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی دنیاوی حاجت پوری کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کی بہتر

---

[1] روض الریاحین [2] کنز [3] ایضاً [4] ایضاً [5] احیاء [6] کنز [7] ایضاً [8] ایضاً [9] ایضاً [10] ایضاً [11] ایضاً۔

حاجتیں پوری کرتے ہیں جن میں سے سب سے ہلکی چیز اس کے گناہوں کی مغفرت ہے[۱] یعنی اور حاجتیں مغفرت سے بھی بڑھ کر ہیں نیز حدیث نمبر ۱۳ میں بھی اس کا بیان آرہا ہے۔

(۱۲) عن اسماء رض قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انفقی ولا تحصی فیحصی اللہ علیك ولا توعی فیوعی اللہ علیك ارضخی ما استطعت متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ۔

حضرت اسماء رض فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (خوب) خرچ کیا کر اور شمار نہ کر (اگر ایسا کریگی) تو اللہ جل شانہٗ بھی تجھ پر شمار کرے گا اور محفوظ کرکے نہ رکھ (اگر ایسا کرے گی) تو اللہ جل شانہٗ تجھ پر محفوظ کرکے رکھے گا (یعنی کم عطا کرے گا)، عطا کر جتنا بھی تجھ سے ہو سکے۔

ف - یہ حضرت اسماء رض حضرت عائشہ رض کی ہمشیرہ ہیں۔ حضور ﷺ نے اس پاک حدیث میں کئی نوع سے خرچ کے زیادہ کرنے کی ترغیب ارشاد فرمائی اوّل تو خوب خرچ کرنے کا صاف صاف حکم ہی فرمایا لیکن یہ ظاہر ہے کہ خرچ وہی پسندیدہ ہے جو شریعت مطہرہ کے موافق اللہ کی رضا کی چیزوں میں کیا جائے۔ شریعت کے خلاف خرچ کرنا موجب ثواب نہیں وبال ہے۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شمار کرنے کی ممانعت فرمائی جو پہلے ہی مضمون کی تاکید ہے اس کے علماء نے دو مطلب ارشاد فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ گننے سے مراد گن گن کر رکھنا اور جمع کرنا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر تو گن گن کر رکھے گی تو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے عطا میں بھی تنگی کی جائے گی جیسا کرنا ویسا بھرنا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ فقراء کو دینے میں شمار نہ کر تاکہ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے بدلہ اور ثواب بھی بے حساب ملے اس کے بعد پھر اس مضمون کو اور زیادہ مؤکد فرمایا کہ محفوظ کرکے نہ رکھ اگر تو اپنے مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے بجائے محفوظ کرکے رکھے گی تو اللہ جل شانہٗ بھی اپنی عطاء اور احسان و کرم کی زیادتی کو تجھ سے روک لے گا اس کے بعد اس کو اور زیادہ مؤکد کرنے کو ارشاد فرمایا کہ جتنا بھی تجھ سے ہو سکے خرچ کیا کر یعنی کم و زیادہ کی پروا نہ کیا کر، نہ یہ خیال کر کہ اتنی بڑی مقدار مناسب نہیں۔ نہ یہ سوچا کر کہ اتنی ذرا سی چیز کیا دوں۔ جو اپنی طاقت اور قدرت میں ہو اس کے خرچ کرنے میں دریغ نہ کیا کر۔ دوسری احادیث میں کثرت سے یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ جہنم کی آگ سے صدقہ کے ساتھ اپنا بچاؤ اور اپنی حفاظت کرو چاہے کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو کہ وہ بھی جہنم کی آگ سے حفاظت کا سبب ہے۔ بخاری شریف کی ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت اسماء رض نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ میرے پاس اپنی

---

[۱] کنز

تو کوئی حرج نہیں۔ اب ہے نہیں صرف وہی ہوتا ہے جو میرے خاوند (حضرت زبیرؓ) دے دیں۔ کیا اس میں سے صدقہ کر دیا کروں حضورؐ نے فرمایا کہ صدقہ کیا کر اور برتن میں محفوظ کر کے نہ رکھا کر اگر ایسا کرے گی تو اللہ جل شانہٗ بھی تجھ سے (اپنی عطا کو) محفوظ فرمالے گا۔ اس حدیث پاک میں اگر حضرت زبیرؓ کے دینے سے مراد ان کا حضرت اسماءؓ کو مالک بنا دینا ہے تب تو یہ مال حضرت اسماءؓ کا ہو گیا وہ جس طرح چاہیں اپنے مال کو خرچ کریں ان کو اختیار ہے اور اگر اس سے مراد گھر کے اخراجات کے واسطے دینا ہے تو پھر حضورؐ کے ارشاد مبارک کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کو حضرت زبیرؓ کی طبیعت سے اس کا اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ان کو صدقہ کرنے میں گرانی نہیں ہوتی اور اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو خاص طور سے صدقہ کرنے کی ترغیب اور تاکید فرمائی تھی۔ یہ حضرات صحابہ کرامؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومی ترغیبات پر جان و دل سے فدا ہوتے تھے اور اگر کسی شخص کو خصوصی ترغیب و نصیحت حضورؐ فرما دیتے تو اس کی قدردانی کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ سیکڑوں نہیں، ہزاروں واقعات اس کے شاہد ہیں۔ حکایاتِ صحابہؓ کے نویں باب میں مثال کے طور پر چند قصے اسکے لکھ چکا ہوں۔ علامہ سیوطیؒ نے دُرِّ منثور میں خود حضرت زبیرؓ سے ایک قصہ نقل کیا ہے جس میں حضورؐ نے ان کو خرچ کرنے کی خصوصی ترغیب دی ہے۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضورؐ کے سامنے بیٹھا تھا کہ حضورؐ نے (اہتمام اور تنبیہ کے طور پر) میرے عمامہ کا پچھلا کنارا پکڑ کر فرمایا کہ اے زبیر میں اللہ کا قاصد ہوں تمہاری طرف خاص طور سے اور سب لوگوں کی طرف عام طور سے (یعنی یہ بات تمہیں اللہ جل شانہٗ کی طرف سے خاص طور سے پہونچا تا ہوں) تمہیں معلوم ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے کیا فرمایا ہے میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اسکے رسولؐ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ جب اپنے عرش پر جلوہ فرما تھا تو اللہ جل شانہٗ نے اپنے بندوں کی طرف کرم کی نظر فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ میرے بندو! تم میری مخلوق ہو۔ میں تمہارا پروردگار ہوں تمہاری روزیاں میرے قبضہ میں ہیں۔ تم اپنے آپ کو ایسی چیز کے اندر مشقت میں نہ ڈالو جس کا ذمہ میں نے لے رکھا ہے۔ اپنی روزیاں مجھ سے مانگو۔ اس کے بعد حضورؐ نے پھر فرمایا کہ اور بتاؤں تمہارے رب نے کیا کہا؟ یہ کہا کہ اے بندے تُو لوگوں پر خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا تو لوگوں پر فراخی کر میں تجھ پر فراخی کروں گا تو لوگوں پر خرچ میں تنگی نہ کر تاکہ میں تجھ پر تنگی نہ کروں تو لوگوں سے (بچا کر) باندھ کر نہ رکھ تاکہ میں تجھ سے باندھ کر نہ رکھوں تو خزانہ جمع کر کے نہ رکھ تاکہ میں تیرے (نہ دینے) پر جمع کر کے رکھ لوں۔ رزق کا دروازہ سات آسمانوں کے اُوپر سے کھلا ہوا ہے جو عرش سے ملا ہوا ہے وہ نہ رات کو بند ہوتا ہے نہ دن میں اللہ جل شانہٗ اس دروازے سے ہر شخص پر روزی

اُتارتا رہتا ہے اُس شخص کی نیت کی بقدر اس کی عطا کی بقدر اس کے صدقہ کی بقدر اس کے اخراجات کی بقدر اس کو عطا فرماتا ہے جو شخص زیادہ خرچ کرتا ہے اس کے لئے زیادہ اُتارا جاتا ہے جو کم خرچ کرتا ہے اس کے لئے کمی کر دیجاتی ہے اور جو روک کر رکھتا ہے اس سے روک دیا جاتا ہے۔ اے زبیر خود بھی کھاؤ دوسروں کو بھی کھلاؤ اور باندھ کر نہ رکھو کہ تم پر باندھ کر رکھ دیا جائے۔ اور شمار نہ کرو کہ تم پر بھی شمار، کیا جائے۔ تنگی نہ کرو کہ تم پر بھی تنگی کر دی جائے، مشقت میں (لوگوں کو)، نہ ڈالو کہ تم پر مشقت ڈال دیجائے۔ اے زبیر اللہ جل شانہٗ خرچ کرنے کو پسند کرتا ہے اور تنگی کو ناپسند کرتا ہے سخاوت (اللہ جل شانہٗ کے ساتھ) یقین سے ہوتی ہے اور بخل شک سے پیدا ہوتا ہے۔ جو شخص (اللہ جل شانہٗ کی ساتھ کامل) یقین رکھتا ہے وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا اور جو شک کرتا ہے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ زبیر اللہ جل شانہٗ سخاوت کو پسند کرتا ہے چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو اور اللہ تعالیٰ بہادری کو پسند کرتا ہے چاہے سانپ اور بچھو ہی کے مارنے میں کیوں نہ ہو اے زبیر! اللہ جل شانہٗ زلزلوں (اور حوادث) کے وقت صبر کو محبوب رکھتا ہے اور شہوتوں کے غلبے کے وقت ایسے یقین کو پسند کرتا ہے جو سب جگہ سرایت کر جائے (اور شہوت کے پورا کرنے سے روک دے) اور (دین میں) شبہات پیدا ہونے کے وقت عقلِ کامل کو محبوب رکھتا ہے اور حرام اور گندی چیزوں کے سامنے آنے پر تقویٰ کو پسند کرتا ہے۔ اے زبیر بھائیوں کی تعظیم کرو اور نیک لوگوں کی عظمت بڑھاؤ اور اچھے آدمیوں کا اعزاز کرو پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔ اور فاسق لوگوں کے ساتھ راستہ بھی نہ چلو۔ جو ان چیزوں کا اہتمام کرے گا جنت میں بغیر عذاب کے اور بغیر حساب کے داخل ہوگا۔ یہ اللہ کی نصیحت ہے مجھ کو اور میری نصیحت ہے تم کو۔" آیات کے ذیل میں ۲۰ پر بھی اس قصہ کی طرف مختصر اشارہ گزر چکا ہے اور اس کے متعلق کلام بھی حضورؐ کے اس تفصیلی ارشاد کے بعد حضرت زبیرؓ کی طبیعت کا جو انداز ہوگا وہ ظاہر ہے۔ ایسی حالت میں حضرت اسماءؓ کو ان کے مال میں سے بے دریغ خرچ کرنے کو اگر فرمایا ہو تو بے محل نہیں ہے۔ حضرت زبیرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپی زاد بھائی بھی ہیں۔ اگر قرابت والوں سے تعلقات قوی ہوں تو اس قسم کے تصرفات تعلقات کی قوت اور زیادتی کا سبب ہوا کرتے ہیں جن کا مشاہدہ اور تجربہ اس گئے گزرے زمانے میں بھی ہوتا رہتا ہے۔ اس سب کے علاوہ خود حضرت زبیرؓ کی فیاضی کا کیا پوچھنا، صاحبِ اصابہ نے لکھا ہے کہ ان کے ایک ہزار غلام تھے۔ جو اُن کو خراج ادا کیا کرتے تھے لیکن اس میں سے ذرا سا بھی گھر میں نہ جاتا تھا۔ یعنی سب کا سب صدقہ ہی ہوتا تھا اسی فیاضی کا یہ ثمرہ تھا کہ انتقال کے وقت بائیس لاکھ درم قرضہ تھا جس کا مفصل

قصہ بخاری شریف میں مذکور ہے اور قرضہ کی صورت کیا تھی یہ کہ امانت دار بہت تھے۔ محتاط بہت تھے۔ لوگ اپنی امانتیں رکھواتے وہ یہ ارشاد فرما دیتے کہ امانت رکھنے کی جگہ تو میرے پاس ہے نہیں مجھے قرض دے دو جب ضرورت ہو لے لینا۔ اس کو بجائے امانت کے قرض لیتے اور خرچ کر دیتے اور ایک حضرت زبیرؓ ہی کیا ان سب حضرات کا ایک ہی سا حال تھا۔ ان حضرات کے یہاں مال رکھنے کی چیز تھی ہی نہیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ایک تھیلی میں چار سو دینار (اشرفیاں) بھریں اور غلام سے فرمایا کہ یہ ابو عبیدہؓ کو دے آؤ کہ اپنی ضروریات میں خرچ کر لیں اور غلام سے یہ بھی فرما دیا کہ ان کو دینے کے بعد وہیں کسی کام میں مشغول ہو جانا تاکہ دیکھو کہ وہ ان کو کیا کرتے ہیں؟ وہ غلام لے گئے اور جا کر ان کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو بڑی دعائیں دیں اور اپنی باندی کو بلایا اور اس کے ہاتھ سے سات فلاں کو اور پانچ فلاں کو اتنے اس کو، اتنے اس کو۔ اسی مجلس میں سب ختم کر دیئے غلام نے واپس آ کر حضرت عمرؓ کو قصہ سنایا۔ پھر حضرت عمرؓ نے اتنی ہی مقدار ان کے ہاتھ حضرت معاذؓ کو بھیجی اور اُسوقت بھی یہی کہا کہ وہاں کسی کام میں لگ جانا تاکہ یہ دیکھو کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ انھوں نے بھی باندی کے ہاتھ اسی وقت فلاں گھر اتنے، فلاں گھر اتنے بھیجنے شروع کر دیئے اتنے میں حضرت معاذؓ کی بیوی آئیں کہ ہم بھی تو مسکین اور ضرورت مند ہیں۔ کچھ ہمیں بھی دے دو۔ حضرت معاذؓ نے وہ تھیلی ان کے پاس پھینک دی۔ اس میں دو باقی رہ گئی تھیں باقی سب تقسیم ہو چکی تھیں۔ غلام نے آ کر حضرت عمرؓ کو قصہ سنایا۔ حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ سب بھائی بھائی ہیں یعنی سب ایک ہی نمونے کے ہیں [1]

(۱۳) عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما مسلم کسا مسلما ثوبا علی عری کساہ اللہ من خضر الجنۃ وایما مسلم اطعم مسلما علی جوع اطعمہ اللہ من ثمار الجنۃ وایما مسلم سقی مسلما علی ظمأ سقاہ اللہ من الرحیق المختوم رواہ ابوداؤد والترمذی کذا فی المشکوۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو ننگے پن کی حالت میں کپڑا پہنائیگا حق تعالیٰ شانہٗ اسکو جنت کے سبز لباس پہنائیگا اور جو شخص کسی مُسلمان کو بھوک کی حالت میں کچھ کھلائیگا حق تعالیٰ شانہٗ اسکو جنت کے پھل کھلائیگا اور جو شخص کسی مسلمان کو پیاس کی حالت میں پانی پلائے گا اللہ جل شانہٗ اسکو ایسی شراب جنت پلائے گا جس پر مُہر لگی ہوئی ہوگی۔

---

[1] ترغیب

ف ۔ مہر لگی ہوئی شراب سے اس پاک شراب کی طرف اشارہ ہے جو قرآنِ پاک میں نیک لوگوں کے لئے تجویز کی گئی ہے ۔ چنانچہ اللہ جل شانہٗ کا پاک ارشاد سورۂ تطفیف میں ہے ۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۙ عَلَى الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ ۙ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ۚ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۙ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَ فِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ؕ ترجمہ :۔ نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے مسہریوں پر بیٹھے ہوئے (بہشت کے عجائب) دیکھتے ہوں گے اے مخاطب تو اُن کے چہروں میں آسائش کی بشاشت اور تراوٹ پہچانے گا ۔ ان کو پینے کے لئے خالص شراب سربمہر جس پر مشک کی مہر ہوگی ملے گی ۔ حرص کرنے والوں کو اس چیز میں حرص کرنا چاہئے یعنی حرص کرنے کی چیزیں یہ ہیں ۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ رحیق جنت کی شرابوں میں سے ایک شراب ہے جو مشک سے بنائی گئی ہے ۔ اور اس میں تسنیم کی آمیزش ہے ۔ تسنیم کا ذکر اسی سورت میں اس آیت سے آگے ہے ۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ تسنیم جنت کی شرابوں میں سے افضل ترین شراب ہے ۔ مقربین اس کو خالص پئیں گے اور دوسرے درجے کے لوگوں کی شرابوں میں اس کی آمیزش ہوگی ۔ حسن بصریؒ سے بھی نقل کیا گیا کہ رحیق ایک شراب ہے جس میں تسنیم کی آمیزش ہے حدیثِ بالا میں جو فضیلت ارشاد فرمائی ہے وہ ننگے پن کی حالت ، بھوک اور پیاس کی حالت میں کپڑا پہنانے اور کھلانے پلانے کی فضیلت بیان فرمائی ہے ۔ یہ حالت خرچ کرنے والے کی ہے یا جس پر خرچ کیا گیا ہے اسکی ہے ۔ دونوں احتمال ہیں ۔ پہلی صورت میں حدیثِ پاک کا مطلب یہ ہے کہ خود ننگا ہے یعنی کپڑے کا ضرورت مند ہے اور دوسرے کو اس حالت میں کپڑا پہنائے ۔ خود بھوکا ہے اور کھانا کچھ میسر ہو گیا تو دوسرے کو ترجیح دیتا ہے ۔ خود پیاسا ہے لیکن پانی اگر مل گیا ہے تو بجائے خود پینے کے دوسرے پر ایثار کرتا ہے ۔ اس مطلب کے موافق یہ حدیثِ پاک قرآنِ پاک کی اُس آیتِ شریفہ کی تفسیر ہوگی جو آیات کے سلسلے میں نمبر ۲۸ پر گزری ہے یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ کہ یہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود کو احتیاج ہو ۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ سب حالات ان لوگوں کے ہیں جن پر خرچ کیا جا رہا ہے ۔ اس مطلب کے موافق حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز جتنی زیادہ ضرورت کے موقع پر خرچ کی جائے گی ، اتنے ہی زیادہ ثواب کی بات ہوگی ۔ ایک غریب کو کپڑا دیا جائے اس کا بہر حال ثواب ہے لیکن ایسے شخص کو کپڑا پہنایا جائے جو ننگا پھر رہا ہے پھٹے ہوئے کپڑے پہن رہا ہے اس کا ثواب عام غرباء سے کہیں زیادہ ہے ۔ ایک فقیر کو کھانا دیا جاتا ہے ہر حال میں اس کا ثواب ہے لیکن ایسے شخص کو کھانا کھلایا جائے جس پر فاقہ مسلط ہو اس کا ثواب بہت زیادہ ہے ۔ اسی طرح ہر شخص کو پانی پلانے

کا ثواب ہے لیکن ایک شخص کو پیاس ستارہی ہے اس کو پانی پلانے کا ثواب اتنا زیادہ ہے کہ عمر بھر کے گناہوں کا کفارہ بھی کبھی بن جاتا ہے۔ حدیث ۱۰ پر ابھی گزر چکا ہے کہ ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے سے رنڈی کے عمر بھر کے گناہ معاف ہو گئے۔ سلسلۂ آیات میں ۲۳ کے ذیل میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد گزر چکا ہے کہ مسکین وہ نہیں ہے جس کو ایک ایک دو دو لقمہ دربدر پھراتا ہو۔ اصل مسکین وہ ہے جس کے پاس نہ خود اتنا مال ہو کہ جو اس کی حاجت کو کافی ہو نہ لوگوں کو اس کا حال معلوم ہو کہ اسکی اعانت کریں۔ یہی شخص اصل محروم ہے۔ حدیث نمبر ۱۱ کے ذیل میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات بھوکے کو کھانا کھلانے کی فضیلت میں گزر چکے ہیں۔
حضرت ابنِ عمر رضؓ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے کسی بھائی کی حاجت روائی میں مشغول ہو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی حاجت روائی میں توجہ فرماتے ہیں۔ اور جو شخص کسی مسلمان سے کسی مصیبت کو زائل کرے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کی مصائب میں سے اس کی کوئی مصیبت زائل فرماتے ہیں اور جو شخص مسلمان کی پردہ پوشی کرے (عیب سے ہو یا لباس سے) حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی (اُسی نوع کی) فرماتے ہیں [۱] اس قسم کے مضامین بہت سے صحابہ رضؓ سے مختلف روایات میں ذکر کئے گئے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی پردے کے قابل چیز کو (بدن ہو یا عیب) دیکھے اور اس کی پردہ پوشی کرے اس کا اجر ایسا ہے جیسا کہ کسی ایسے شخص کو قبر سے نکالا ہو جس کو زندہ قبر میں گاڑ دیا گیا ہو [۲] حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ الاٰیۃ جو سلسلۂ آیات میں ۲۵ پر گزر چکا ہے اس کی وجہ علماء نے یہی لکھی ہے کہ فتحِ مکّہ سے قبل چونکہ ضرورت زیادہ تھی اس لئے اس وقت خرچ کرنے کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔ فتحِ مکّہ کے بعد میں خرچ کرنے سے صاحبِ جمل کہتے ہیں یہ اس لئے کہ ان لوگوں نے اسلام اور مسلمانوں کی عزّت کے زمانے سے پہلے خرچ کیا ہے۔ اس وقت مسلمان جان و مال کی مدد کے زیادہ محتاج تھے۔ یہی وہ حضرات سابقین اوّلین ہیں مہاجرین اور انصار میں سے جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگ احد کے پہاڑ کی برابر سونا خرچ کرو تو ان کے ایک مد بلکہ آدھے مد کے برابر بھی نہیں ہو سکتا [۳] ان کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات میں مختلف عنوانات سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت مند کو ترجیح دینے پر ترغیب اور تنبیہ فرمائی۔ ولیمہ کی دعوت قبول کرنے کی ترغیب بہت سی روایات میں وارد ہے۔ لیکن ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے

---

[۱] مشکوٰۃ [۲] مشکوٰۃ [۳] جمل۔

کہ ولیمہ کا کھانا بدترین کھانا ہے کہ اُمراء کو اس کے لئے دعوت دی جاتی ہے اور فقراء کو چھوڑ دیا جاتا ہے[1] یعنی جو ولیمہ کی دعوت اس قماش کی ہو کہ اس میں امراء کو مدعو کیا جائے غرباء کی دعوت نہ کی جائے وہ بدترین کھانا ہے۔ اور یہ بات نہ ہو تو ولیمہ کا کھانا مسنون ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آیا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو ایسی جگہ پانی پلائے جہاں پانی ملتا ہو اس نے ثواب کے اعتبار سے گویا ایک غلام آزاد کیا اور جو شخص کسی کو ایسی جگہ پانی پلائے جس جگہ پانی نہ ملتا ہو اس نے گویا اس کو زندگی بخشی۔ یعنی مرتے ہوئے کو گویا ہلاکت سے بچایا[2] ایک حدیث میں ہے کہ افضل ترین صدقہ یہ ہے کہ کسی بھوکے کو (آدمی ہو یا جانور) کھانا کھلائے[3] ایک حدیث میں ہے کہ اللہ جل شانہٗ کو سب سے زیادہ یہ عمل پسند ہے کہ کسی مسکین کو بھوک کی حالت میں روٹی کھلائے یا اس کا قرض ادا کرے یا اس کی مصیبت کو زائل کرے[4] عبید بن عمیرؓ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن آدمیوں کا حشر ایسی حالت میں ہوگا کہ وہ انتہائی بھوک اور پیاس کی حالت میں بالکل ننگے ہوں گے پس جس شخص نے دنیا میں کسی کو اللہ کے واسطے کھانا کھلایا ہوگا اللہ جل شانہٗ اس دن اس کو شکم سیر فرمائیں گے اور جس نے کسی کو اللہ کے واسطے پانی پلایا ہوگا حق تعالیٰ شانہٗ اسکو سیراب فرمائیں گے اور جس نے کسی کو کپڑا پہنایا ہوگا حق تعالیٰ شانہٗ اس کو لباس عطا فرمائیں گے[5]

(۱۴) عن ابی هریرة رضـ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الساعی علی الارملة والمسکین کالساعی فی سبیل الله واحسبه قال کالقائم لایفتر وکالصائم لایفطر متفق علیه۔ (مشکوٰة)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بے خاوند والی عورت اور مسکین کی ضرورت میں کوشش کرنیوالا ایسا ہے جیسا کہ جہاد میں کوشش کرنیوالا اور غالبًا یہ بھی فرمایا کہ ایسا ہے جیسا رات بھر نماز پڑھنے والا کہ ذرا بھی سستی نہ کرے اور دن بھر روزہ رکھنے والا کہ ہمیشہ روزہ دار رہے۔

ف ۔ بے خاوند والی عورت سے عام مراد ہے کہ رانڈ ہو گئی ہو یا اس کو خاوند میسّر ہی نہ ہوا ہو۔ اس حدیث پاک میں ان دونوں کے لئے کوشش کرنے والے کے لئے یہ اجر و ثواب اور فضیلت ہے۔ خواہ اس کی کوشش سے کوئی ثمرہ پیدا ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے یا اس کو نفع پہونچانے کے لئے چلے تو اس کو اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کا ثواب ملتا ہے[6] ایک حدیث میں ہے جو

---

[1] مشکوٰۃ بروایۃ الشیخین [2] کنز [3] ایضاً [4] ایضاً [5] احیاء [6] کنز۔

شخص اپنے مضطر بھائی کی مدد کرے حق تعالیٰ شانہٗ اس کو اس دن ثابت قدم رکھیں گے جس دن پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے۔[1] یعنی قیامت کے سخت دن جس دن پہاڑ بھی اپنی جگہ نہ جم سکیں گے یہ ثابت قدم رہے گا اور اس حدیث پاک سے ایک لطیف چیز یہ بھی پیدا ہوتی ہے کہ فتنوں، اور حوادث کے زمانوں میں جب لوگوں کے قدم اکھڑ جائیں جیسا کہ آج کل کا زمانہ گزر رہا ہے ایسے لوگ ثابت قدم رہتے ہیں جو لوگوں کی اعانت اور مدد کرتے رہتے ہوں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی دُنیاوی حاجتوں میں سے کسی حاجت کو پورا کرے حق تعالیٰ شانہٗ اس کی ستر حاجتیں پوری فرماتے ہیں جن میں سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔[2] ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت کو حکومت تک پہونچا دینے کا ذریعہ بن جائے جس سے اس کو کوئی نفع پہونچ جائے یا اس کی کوئی مشکل دُور ہو جائے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس شخص کی جو ذریعہ بنا ہے قیامت کے دن پل صراط پر چلنے میں مدد فرمائیں گے، جس وقت کہ وہاں لوگوں کے قدم پھسل رہے ہوں گے۔[3] اس لئے جو لوگ حکام رس ہیں یا ملازموں کے آقاؤں تک ان کی رسائی ہے ان کو خاص طور سے اس حدیث پاک سے فائدہ اٹھانا چاہئے نوکروں اور محکوموں کی ضروریات کی تفتیش کر کے ان کو آقاؤں اور حاکموں تک پہونچانا چاہئے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہم کیوں خواہ مخواہ دوسروں کی پھٹن میں پاؤں اَڑائیں۔ پل صراط پر گزرنا بڑی سخت مشکل ترین چیز ہے اس معمولی کوشش سے اُن کے لئے خود کتنی بڑی سہولت میسر ہوتی ہے لیکن اللہ کے واسطے ہونا تو ہر جگہ شرط ہے۔ اپنی وجاہت، اپنی شہرت اور لوگوں کے دلوں میں اپنی عزت قائم کرنے کی نیت سے نہ ہو۔ اگرچہ اللہ کے لئے کرنے سے یہ سب چیزیں خود بخود حاصل ہوں گی اور اس سے زیادہ بڑھ کر ہونگی جتنی اپنے ارادے سے ہوتیں۔ لیکن اپنی طرف سے ان چیزوں کا ارادہ کرنا اس محنت کو آقا کے لئے ہونے سے نکال دے گا۔

(۱۵) عن ابی ذرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثۃ یحبھم اللہ وثلثۃ یبغضھم اللہ فاما الذین یحبھم اللہ فرجل اتی قوما فسألھم باللہ ولم یسألھم لقرابۃ بینہ وبینھم فمنعوہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں جنکو اللہ جل شانہٗ محبوب رکھتے ہیں اور تین شخص ایسے ہیں جنسے اللہ جل جلالہٗ کو بغض ہے جن تین آدمیوں کو اللہ جل شانہٗ محبوب رکھتا ہے ان میں ایک تو وہ شخص ہے کہ کسی مجمع کے پاس کوئی سائل آیا اور محض اللہ کے واسطے سے اُنسے کچھ سوال کرنے لگا کوئی قرابت رشتہ داری (وغیرہ) اس سائل کی ان سے

[1] کنز [2] ایضاً [3] ایضاً

فتخلف رجل باعیانھم فاعطاہ سرًا لایعلم بعطیتہ الا اللہ و الذی اعطاہ وقوم ساروا لیلتھم حتی اذا کان النوم احب الیھم مما یعدل بہ فوضعوا رؤسھم فقام یتملقنی ویتلو آیاتی ورجل کان فی سریۃ فلقی العدو فھزموا فاقبل بصدرہ حتی یقتل او یفتح لہ والثلثۃ الذین یبغضھم اللہ الشیخ الزانی والفقیر المختال والغنی الظلوم رواہ الترمذی والنسائی کذا فی المشکوٰۃ وعزاہ السیوطی فی الجامع الی ابن حبان والحاکم۔

نہ تھی اس مجمع نے اس سائل کو کچھ نہ دیا اس مجمع میں سے ایک شخص اٹھا اور چپکے سے اس سائل کو کچھ دے دیا جس کی خبر بجز اللہ جل شانہٗ کے یا اس سائل کے اور کسی کو نہ ہوئی (تو یہ دینے والا شخص اللہ جل شانہٗ کو بہت محبوب ہے دوسرا) وہ شخص کہ ایک مجمع کہیں سفر میں جا رہا ہے۔ ساری رات چلنے کے بعد جب نیند کا ان پر اتنا غلبہ ہو جائے کہ وہ ہر چیز سے زیادہ محبوب بن گئی ہو تو وہ مجمع تھوڑی دیر کے لئے سونے لیٹ گیا لیکن ایک شخص ان میں سے کھڑا ہو کر اللہ جل شانہٗ کے سامنے گڑگڑانے لگا اور قرآنِ پاک کی تلاوت شروع کر دے تیسرا وہ شخص کہ کسی جماعت میں جہاد میں شریک تھا وہ جماعت شکست کھا گئی اُن میں سے ایک شخص سینہ سپر ہو کر آگے بڑھا اور شہید ہو گیا یا غالب ہو گیا اور وہ تین شخص جن سے اللہ جل شانہٗ بغض رکھتے ہیں ایک وہ جو بوڑھا ہو کر بھی زنا میں مبتلا ہو دوسرا وہ شخص جو فقیر ہو کر بھی تکبر کرے تیسرا وہ شخص جو مالدار ہو کر ظلم کرے

ف۔ ان چھ شخصوں کے متعلق اس قسم کے مضامین بہت سی مختلف روایات میں وارد ہوئے ہیں اور یہ حدیث آیات کے سلسلہ میں نمبر ۹ کے ذیل میں بھی گزر چکی ہے۔ بعض روایات میں ان میں سے ایک شخص کو ذکر کیا ہے اور بعض میں ایک سے زائد کو ذکر کیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ تین موقع ایسے ہیں جن میں بندہ کی دعا رد نہیں کی جاتی یعنی ضرور قبول ہوتی ہے ایک وہ شخص جو کسی جنگل میں ہو، جہاں کوئی اس کو نہ دیکھتا ہو اور وہاں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے (اس وقت اس کی دعا ضرور قبول ہو گی) ایک وہ شخص جو کسی مجمع کے ساتھ جہاد میں ہو اور ساتھی بھاگ جائیں، وہ اکیلا جما رہے، تیسرا وہ شخص جو آخر رات میں اللہ کے سامنے کھڑا ہو جائے [1] ایک حدیث میں ہے تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ جل شانہٗ قیامت میں نہ کلام کریں گے نہ ان کا تزکیہ کریں گے اور نہ ان کی طرف (رحمت کی) نظر فرمائیں گے اور ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب ہو گا۔ ایک زانی بوڑھا۔ دوسرا جھوٹا بادشاہ تیسرا متکبر فقیر[2] تزکیہ نہ کرنے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو گناہوں سے پاک نہ کریں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی تعریف

---

[1] جامع الصغیر [2] جامع الصغیر عن مسلم۔

نہ کریں گے ایک اور حدیث میں ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جن کی طرف حق تعالیٰ شانہٗ قیامت میں رحمت کی نظر نہ کریں گے اور ان کے لئے دکھ دینے والا سخت عذاب ہوگا۔ ایک ادھیڑ عمر کا شخص زنا کار دوسرا متکبر فقیر تیسرا وہ شخص جو خرید و فروخت میں ہر وقت قسم کھاتا ہے جو خریدے قسمیں کھا کر خریدے، اور جب فروخت کرے تو بھی قسمیں کھا کر فروخت کرے (یعنی بات بے بات ضرورت بے ضرورت بار بار قسمیں کھاتا ہو کہ یہ اللہ پاک کی عالی شان کی بے ادبی ہے) ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں کہ تین شخصوں کی طرف کل کو (قیامت کے دن) حق تعالیٰ شانہٗ نظر نہ کرینگے۔ بوڑھا زانی دوسرے وہ شخص جو قسموں کو اپنی پونجی بنائے کہ ہر حق ناحق پر قسم کھاتا ہو تیسرے متکبر فقیر جو اکڑتا ہو[1] ایک حدیث میں ہے کہ تین شخصوں کو حق تعالیٰ شانہٗ محبوب رکھتے ہیں اور تین شخصوں کو مبغوض رکھتے ہیں جن کو محبوب رکھتے ہیں ان میں ایک وہ شخص ہے جو کسی جماعت کے ساتھ جہاد میں شریک ہو اور دشمن کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ فتح ہو یا شہید ہو جائے دوسرا وہ شخص جو کسی جماعت کے ساتھ سفر کر رہا ہو۔ اور جب رات کا بہت سا حصہ گزر جائے اور وہ جماعت تھوڑی دیر آرام لینے کے لئے لیٹ جائے تو یہ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگے یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں ساتھیوں کو آگے چلنے کے لئے جگالے (یعنی خود ذرا بھی نہ سوئے۔) تیسرا وہ شخص جس کا پڑوسی اس کو ستاتا ہو اور وہ اس کی اذیت پر صبر کرے یہاں تک کہ موت سے یا سفر وغیرہ سے اس میں اور اس کے پڑوسی میں جدائی ہو جائے (یعنی یہ کہ جب تک اس کا پڑوسی باقی رہے مسلسل صبر کرتا رہے) اور وہ تین شخص جن کو اللہ جل شانہٗ مبغوض رکھتے ہیں ایک قسمیں کھانے والا تاجر، دوسرا متکبر فقیر تیسرا وہ بخیل جو صدقہ کر کے احسان جتاتا ہو[2]

(۱۶) عن فاطمة بنت قیس قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان فی المال لحقا سوی الزکوٰۃ ثم تلا لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب الایۃ رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی کذا فی المشکوٰۃ وقال الترمذی ھذا حدیث لیس اسنادہ بذاک وابو حمزۃ یضعف وروی بیان واسمٰعیل عن الشعبی ھذا الحدیث قولہ وھو اصح قلت واخرجہ ابن ماجہ بلفظ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے پھر اپنے اس ارشاد کی تائید میں سورۂ بقرہ کے بائیسویں رکوع کی یہ آیت لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ آخر تک تلاوت فرمائی۔

ف ۔ اس آیتِ شریفہ کا بیان سلسلۂ آیات میں نمبر ۲ پر گزر چکا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیتِ شریفہ سے یہ تجویز فرمایا

[1] جامع الصغیر [2] ایضاً

لیس فی المال حقا سوی الزکوۃ وقال العینی فی شرح البخاری رواہ البیھقی بلفظ الترمذی ثم قال والذی یرویہ اصحابنا فی التعالیق لیس فی المال حق سوی الزکوۃ اھ

کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے اور یہ تجویز اس وجہ سے ظاہر ہے کہ آیتِ شریفہ میں اپنے مال کو رشتہ داروں پر خرچ کرنے کی یتیموں پر غریبوں پر مسافروں پر اور سوال کرنے والوں پر خرچ کرنے کی قیدیوں اور غلاموں وغیرہ کی گردن چھڑانے میں خرچ کرنے کی مستقل علیحدہ ترغیب دی ہے اور اس سب کے بعد زکوٰۃ ادا کرنے کو علیحدہ ذکر فرمایا۔ مسلم بن یسارؒ کہتے ہیں کہ نمازیں دو ہیں (ایک فرض ایک نفل) اسی طرح زکوٰتیں بھی دو ہیں (ایک نفل دوسری فرض) اور قرآن پاک میں دونوں مذکور ہیں۔ بیں تم کو بتاؤں لوگوں کے دریافت کرنے پر انھوں نے یہ آیتِ شریفہ پڑھی۔ اور ابتدائی حصہ پڑھ کر جس میں مال کا مواقع مذکورہ پر خرچ کرنا مذکور ہے فرمایا کہ یہ تو سب کا سب نفل ہے اس کے بعد زکوٰۃ کا ذکر پڑھ کر فرمایا کہ یہ فرض ہے [۱] علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں حق سے مراد یہ ہے کہ سوال کرنے والے کو محروم نہ رکھے قرض مانگنے والے کو محروم نہ کرے، اپنے گھر کا معمولی سامان مستعار مانگنے والوں کو انکار نہ کرے مثلاً ہانڈی پیالہ وغیرہ کوئی عاریتاً مانگے تو اس کو نہ روکے، پانی اور نمک اور آگ کو لوگوں کو انکار نہ کرے علامہ قاریؒ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے اس حدیثِ پاک میں جو آیتِ شریفہ پڑھی ہے اس میں زکوٰۃ کے علاوہ جو امور ذکر کئے ہیں وہ مراد ہیں جیسا کہ صلۂ رحمی یتیموں پر احسان کرنا مسکین مسافر اور سوالی کو دینا۔ لوگوں کی گردنوں کو آزادی وغیرہ کے ذریعے سے خلاص کرنا [۲] صاحبِ مظاہر حقؒ نے لکھا ہے کہ زکوٰۃ تو فرض ہے ضرور دینی چاہئے سوائے زکوٰۃ کے صدقہ نفل بھی مستحب ہے وہ بھی دیا کرے اور وہ یہ ہے اسکے بعد علامہ طیبیؒ اور علامہ قاریؒ کے کلام کا ترجمہ تحریر فرما کر لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سند کے لئے پڑھی ہے اس واسطے کہ اس میں اول تو اللہ تعالیٰ نے تعریف کی مومنوں کی ساتھ دینے مال کے اپنوں اور یتیموں وغیرہ کو بعد ازاں تعریف کی ساتھ قائم کرنے نماز کے اور دینے زکوٰۃ کے پس معلوم ہوا کہ دینا مال کا سوائے دینے زکوٰۃ کے ہے اور وہ صدقہ نفل ہے اور حاصل یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا کہ مال میں حق ہے سوائے زکوٰۃ کے وہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اول صدقہ نفل ذکر کیا گیا، پھر صدقہ واجب [۳] علامہ جصاص رازیؒ نے لکھا ہے کہ بعض علمائے اس آیتِ شریفہ سے حقوقِ واجبہ مراد لئے ہیں جیسا کہ صلہ رحمی جبکہ کسی ذی رحم کو سخت مشقت میں پائے یا کسی مضطر پر خرچ کرنا جب کہ اس کو اضطرار نے ہلاکت کے اندیشے تک پہونچا دیا ہو تو اس پر اتنی مقدار خرچ

---

[۱] درمنثور [۲] مرقاۃ [۳] مظاہر حق

کرنا لازم ہے جس سے اس کی بھوک جاتی رہے۔ اس کے بعد علامہؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ حق ہے نقل کر کے فرمایا کہ اس سے نادار رشتہ داروں پر خرچ کرنا بھی مراد ہو سکتا ہے کہ حاکم نے ان کا نفقہ ذمہ کر دیا ہو اور مضطر پر خرچ کرنا بھی ہو سکتا ہے۔ اور نفلی حقوق بھی ہو سکتے ہیں اس لئے کہ حق کا لفظ واجب اور نفل دونوں پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے کہ لوگوں کے ذمہ محتاج کا کھلانا فرض ہے جبکہ وہ (کمانے کیلئے) نکلنے سے اور مانگنے سے عاجز ہو اور اس میں تین باتیں ہیں اول یہ کہ جب محتاج نکلنے سے عاجز ہو تو ہر اس شخص پر جس کو اس کا حال معلوم ہو اس کا کھلانا فرض ہے اور اتنی مقدار کھلانا ضروری ہے جس سے وہ نکلنے پر اور فرض ادا کرنے پر قادر ہو جائے بشرطیکہ جس کو اس کا حال معلوم ہو وہ کھلانے پر قادر ہو اور اگر اس میں خود کھلانے کی قدرت نہ ہو تو اس کے ذمہ ضروری ہے کہ دوسروں کو اُسکے حال کی اطلاع کرے اور اگر نہ خود کھلا سکے نہ دوسروں کو اطلاع کرے اور وہ محتاج مر جائے تو وہ سب گنہگار ہونگے جن کو اس کا حال معلوم ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر محتاج نکلنے پر قادر ہے، لیکن کمانے پر قادر نہیں تو لوگوں کے ذمہ جن کو اس کا حال معلوم ہے ضروری ہے کہ وہ اپنے صدقات واجبہ سے اس کی مدد کریں اور اگر وہ کمانے پر بھی قادر ہے تو پھر اس کو جائز نہیں کہ سوال کرے، تیسری بات یہ ہے کہ اگر وہ محتاج نکلنے پر قادر ہے لیکن کمانے پر قادر نہیں تو اس کے ذمہ ضروری ہے کہ نکل کر لوگوں سے سوال کرے۔ اگر وہ سوال نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا[۱]

(۱۷) عن بهيسة عن ابيها قالت قال يارسول الله ما الشئ الذى لايحل منعه قال الماء قال يانبى الله ما الشئ الذى لايحل منعه قال الملح قال يانبى الله ما الشئ الذى لايحل منعه قال ان تفعل الخير خير لك رواه ابوداؤد كذا فى المشكوة۔

حضرت بہیسہ رضؓ فرماتی ہیں کہ میرے والد صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ وہ کیا چیز ہے جس کا (کسی مانگنے والے کو دینے سے) روکنا جائز نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا پانی۔ میرے والد نے پھر بھی سوال کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نمک۔ میرے والد نے پھر بھی سوال کیا، حضورؐ نے فرمایا جو بھلائی تو (کسی کے ساتھ) کر سکے وہ تیرے لئے بہتر ہے۔

ف۔ اگر پانی سے مراد کنوئیں سے پانی لینا ہو اور نمک سے مراد اس کے معدن سے نمک لینا مراد ہو تب تو شرعی حیثیت سے بھی کسی کو ان چیزوں سے روکنے کا حق نہیں ہے لیکن

---

[۱] عالمگیریہ

اگر اپنا مملوک پانی اور مملوک نمک ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض اس پر تنبیہ فرمانا ہے کہ ایسی معمولی چیزوں کو سائل کو انکار کرنا ہرگز نہ چاہیے جس میں دینے والے کو زیادہ نقصان نہیں اور مانگنے والے کی بڑی احتیاج پوری ہوتی ہے بشرطیکہ دینے والے کی اپنی حاجت بھی اسی درجے کی نہ ہو لیکن عام طور پر چونکہ گھروں میں یہ چیزیں اکثر موجود ہوتی ہیں اور اپنی کوئی وقتی ضرورت ان سے ایسی وابستہ نہیں ہوتی۔ اگر کسی شخص کی ہانڈی پھیکی ہے ذرا سے نمک میں اس کا سارا کھانا درست ہو جاتا ہے اور تمھارا کوئی ایسا نقصان اس میں نہیں ہوتا ایسے ہی پانی کا حال ہے، حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزوں کا روکنا جائز نہیں پانی نمک، آگ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ پانی کو تو ہم سمجھ گئے (کہ واقعی بہت مجبوری کی چیز ہے) لیکن نمک اور آگ میں کیا بات ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے حمیرا جب کوئی شخص کسی کو آگ دیتا ہے تو گویا اس نے وہ ساری چیز صدقہ کی جو آگ پر پکی اور جس نے نمک دیا اس نے گویا وہ ساری چیز صدقہ کی جو نمک کی وجہ سے لذیذ ہو گئی [1] گویا ان دونوں میں معمولی خرچ سے دوسرے کا بہت زیادہ نفع ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بالا میں مثال کے طور پر دو چیزوں کا ذکر فرما کر پھر ایک ضابطہ ارشاد فرمادیا کہ جو بھلائی کسی کے ساتھ کر سکتے ہو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ع "بھلا کر جو اپنا بھلا چاہتا ہے"۔ حقیقت یہی ہے کہ آدمی جو کوئی احسان کسی قسم کا بھی کسی کے ساتھ کرتا ہے وہ صورت میں دوسرے کے ساتھ احسان ہے حقیقت میں وہ اپنے ہی ساتھ احسان ہے، اللہ جل شانہٗ کے پاک ارشاد میں بسلسلۂ آیات نمبر ۲۰ پر گزر چکا ہے کہ جو کچھ تم اللہ کے راستے میں خرچ کروگے اللہ جل شانہٗ اس کا بدل عطا فرمائے گا اور بسلسلۂ احادیث نمبر ۲ پر گزر چکا ہے کہ دو فرشتے روزانہ اس کی دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما اور روکنے والے کو بربادی عطا کر ایسی حالت میں جو احسان بھی کوئی شخص کسی کے ساتھ کرتا ہے، وہ اپنے مال کو بربادی سے بچا کر اس کے بدل کا اللہ جل شانہٗ کے خزانے سے اپنے لئے استحقاق قائم کرتا ہے اور غور کی نگاہ اگر میسر ہو تو حقیقت میں دوسروں پر ذرا بھی احسان نہیں، بلکہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے تمہارے مکان کو لوٹ سے بچا دیا ہو اس لحاظ سے اس کا تم پر احسان ہے نہ کہ تمہارا اس پر۔

(۱۸) عن سعد بن عبادۃ رضؓ قال یا رسول اللہ ان أم سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بیرًا وقال ھذہ لام سعد

حضرت سعد رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میری والدہ کا انتقال ہو گیا (ان کے ایصالِ ثواب کیلئے) کونسا صدقہ زیادہ افضل ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی سب سے افضل ہے، اس پر حضرت سعد رضؓ نے

[1] مشکوٰۃ

رواہ مالک وابوداؤد والنسائی کذا فی المشکوٰۃ۔ | اپنی والدہ کے ثواب کے لئے ایک کنواں کھدوا دیا۔

ف۔ حضورؐ نے پانی کو زیادہ افضل اس لئے فرمایا کہ مدینہ طیبہ میں اس کی ضرورت زیادہ تھی اول تو گرم ملکوں میں سب ہی جگہ پانی کی ضرورت خاص طور سے ہوتی ہے اور مدینہ منورہ میں اس وقت پانی کی قلت بھی تھی۔ اس کے علاوہ پانی کا نفع بھی عام ہے اور ضرورت بھی عمومی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص پانی کا سلسلہ جاری کر جائے تو جو انسان یا جن یا پرندہ بھی اس سے پانی پیئے گا تو مرنے والے کو قیامت تک اس کا ثواب ہوتا رہے گا۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے پاس ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے گھٹنے میں ایک زخم ہے سات برس ہو گئے۔ ہر قسم کی دوا اور علاج کر چکا ہوں۔ کسی سے بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ بڑے بڑے طبیبوں سے بھی رجوع کر چکا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا کہ جس جگہ پانی کی قلت ہو وہاں ایک کنواں بنوا دو۔ مجھے اللہ کی ذات سے یہ امید ہے کہ جب اس میں پانی نکل آئے گا تمہارے گھٹنے کا خون بند ہو جائے گا چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور گھٹنے کا زخم اچھا ہو گیا۔ مشہور محدث حضرت ابو عبداللہ حاکمؒ کے چہرے پر ایک زخم ہو گیا تھا۔ ہر قسم کے علاج کئے کوئی بھی کارگر نہ ہوا۔ ایک سال اسی حال میں گزر گیا۔ ایک مرتبہ استاذ ابو عثمان صابونیؒ سے دعا کی درخواست کی جمعہ کا دن تھا انہوں نے بڑی دیر تک دعا کی۔ مجمع نے آمین کہی دوسرے جمعہ کو ایک عورت حاضر ہوئیں اور ایک پرچہ مجلس میں پیش کیا جس میں یہ لکھا تھا کہ میں گذشتہ جمعہ کو جب گھر واپس گئی تو حاکم کے لئے بہت اہتمام سے دعا کرتی رہی۔ میں نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ حاکم سے کہدو کہ مسلمانوں پر پانی کی وسعت کرے۔ حاکم نے یہ سن کر اپنے گھر کے دروازے پر ایک سبیل قائم کر دی۔ جس میں پانی کے بھرنے کا اور اس میں برف ڈالنے کا اہتمام کیا۔ ایک ہفتہ گزرا تھا کہ چہرے کے سب زخم بالکل اچھے ہو گئے اور پہلے سے زیادہ خوشنما چہرہ ہو گیا[1]۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میری والدہ اپنی زندگی میں میرے مال سے حج کرتی تھیں۔ میرے ہی مال سے صدقہ دیتی تھیں صلہ رحمی کرتی تھیں لوگوں کی امداد کرتی تھیں اب ان کا انتقال ہو گیا۔ یہ سب کام اگر ہم ان کی طرف سے کریں تو ان کو ان کا نفع پہونچے گا؟ حضورؐ نے فرمایا پہونچے گا[2]۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک عورت نے حضورؐ سے سوال کیا کہ میری والدہ کا دفعۃً انتقال ہو گیا۔ اگر دفعۃً نہ ہوتا تو وہ کچھ صدقہ وغیرہ کرتیں۔ اگر میں ان کی طرف سے

---

[1] ترغیب [2] کنز

کچھ صدقہ کروں تو ان کی طرف سے ہو جائے گا؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں ان کی طرف سے صدقہ کردو[1]
اپنے ماں باپ، خاوند، بیوی، بہن بھائی، اولاد اور دوسرے رشتہ دار خصوصًا وہ لوگ جن کے مرنے کے
بعد ان کا کوئی مال اپنے پاس پہونچا ہو یا ان کے خصوصی احسانات اپنے اوپر ہوں جیسے اساتذہ اور مشائخ
ان کے لئے ایصالِ ثواب کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہئے۔ بڑی بے غیرتی ہے کہ اُن کے
مال سے آدمی منتفع ہوتا ہے، ان کی زندگی میں اُن کے احسانات سے فائدہ اٹھاتا ہے اور جب
وہ اپنے عطایا اور اپنے ہدایا کے ضرورت مند ہوں تو ان کو فراموش کردے آدمی جب مرجاتا ہے تو اس کے
اپنے اعمال ختم ہو جاتے ہیں، بجز اس صورت کے کہ وہ کوئی صدقہ جاریہ چھوڑ گیا ہو۔ یا کوئی اور ایسا
عمل کر گیا ہو جو صدقہ جاریہ کے حکم میں ہو جیسا کہ آئندہ آرہا ہے، اس وقت وہ دوسروں کے ایصالِ
ثواب اور ان کی دعا وغیرہ سے امداد کا محتاج اور منتظر رہتا ہے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ مُردہ اپنی
قبر میں اُس شخص کی طرح سے ہوتا ہے جو پانی میں ڈوب رہا ہو اور ہر طرف سے کسی مددگار کا خواہش مند
ہو اور وہ اس کا منتظر رہتا ہے کہ باپ بھائی وغیرہ کسی دوست کی طرف سے کوئی مدد دعا کی (کم از
کم) اس کو پہونچ جائے اور جب اس کو کوئی مدد پہونچتی ہے تو وہ اس کے لئے ساری دنیا سے زیادہ محبوب
ہوتی ہے[2] بشر بن منصورؒ کہتے ہیں کہ طاعون کے زمانہ میں ایک آدمی تھے جو کثرت سے جنازوں
کی نمازوں میں شریک ہوتے اور شام کے وقت قبرستان کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ دعا کرتے
آنس اللہ وحشتکم ورحم غربتکم وتجاوز عن سیّاٰتکم وقبل اللہ حسناتکم
(اللہ جل شانہ تمہاری وحشت کو دل لگی سے بدل دے اور تمہاری غربت پر رحم فرمائے اور تمہاری
لغزشوں سے درگزر فرمائے اور تمہاری نیکیوں کو قبول فرمائے) اس دعا کے بعد اپنے گھر واپس چلے
جاتے۔ ایک دن اتفاق سے اس دعا کو پڑھنے کی نوبت نہیں آئی ویسے ہی گھر آگئے تو رات کو
خواب میں ایک بڑا مجمع دیکھا جو ان کے پاس گیا۔ اُس نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟
کیسے آئے ہو انہوں نے کہا کہ ہم قبرستان کے رہنے والے ہیں تم نے ہم کو اس کا عادی بنا دیا تھا کہ
روزانہ شام کو تمہاری طرف سے ہمارے پاس ہدیہ آیا کرتا تھا۔ انہوں نے پوچھا کیسا ہدیہ، وہ لوگ کہنے لگے
کہ تم جو دعا روزانہ شام کو کیا کرتے تھے وہ ہمارے پاس ہدیہ بن کر پہونچتی تھی۔ وہ شخص کہتے ہیں کہ پھر میں نے
کبھی اس دعا کو ترک نہیں کیا۔ بشار بن غالب نجرانیؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت رابعہؓ بصریہ کے لئے
بہت کثرت سے دعا کیا کرتا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ اُن کو خواب میں دیکھا وہ کہتی ہیں کہ بشار تمہارے
تحفے ہمارے پاس نور کے خوانوں میں رکھے ہوئے پہونچتے ہیں جن پر ریشم کے غلاف ڈھکے ہوئے

---

[1] ابوداؤد [2] احیاء

ہوتے ہیں میں نے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا کہ مسلمانوں کی جو دعا مردہ کے حق میں قبول ہو جاتی ہے تو وہ دعا نور کے خوان پر ریشم کے غلاف سے ڈھکی ہوئی میت کے پاس پیش ہوتی ہے کہ یہ فلاں شخص نے تمہارے پاس ہدیہ بھیجا ہے [1] آئندہ حدیث کے ذیل میں بھی اس قسم کے کئی واقعات آرہے ہیں۔ امام نوویؒ نے مسلم شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ صدقہ کا ثواب میت کو پہونچنے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے، یہی مذہب حق ہے اور بعض لوگوں نے جو یہ لکھ دیا کہ میت کو اس کے مرنے کے بعد ثواب نہیں پہونچتا، یہ قطعاً باطل ہے اور کھلی ہوئی خطا ہے یہ قرآنِ پاک کے خلاف ہے یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے خلاف ہے یہ اجماعِ اُمت کے خلاف ہے، اس لئے یہ قول ہرگز قابلِ التفات نہیں [2]۔ شیخ تقی الدینؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ خیال کرے کہ آدمی کو صرف اپنے ہی کئے کا ثواب ملتا ہے وہ اجماع امت کے خلاف کر رہا ہے اس لئے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ آدمی کو دوسروں کی دعا سے فائدہ پہونچتا ہے، یہ دوسرے کے عمل سے نفع ہوا۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ حشر میں شفاعت فرمائیں گے، نیز دوسرے انبیاءؑ اور صلحا سفارش فرمائیں گے یہ سب دوسروں کے عمل سے فائدہ ہوا نیز فرشتے مومنوں کے لئے دعا اور استغفار کرتے ہیں (جیسا کہ سورۂ مومن کے پہلے رکوع میں ہے) یہ دوسرے کے عمل سے فائدہ ہوا نیز حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنی رحمت سے بہت سے لوگوں کے گناہ معاف فرمادینگے یہ اپنی کوشش اور عمل کے علاوہ سے فائدہ ہوا۔ نیز مومنوں کی اولاد اپنے والدین کے ساتھ جنّت میں داخل کی جائے گی۔ (جیسا کہ والطُّور کے پہلے رکوع میں ہے) یہ دوسرے کے عمل سے فائدہ ہوا نیز حج بدل کرنے سے میت کے ذمے سے حج فرض ادا ہو جاتا ہے، یہ دوسرے کے عمل سے نفع ہوا غرض بہت سی چیزیں اسکے لئے دلیل اور حجت ہیں جن کا شمار بھی دشوار ہے [3] ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میرے بھائی کا انتقال ہو گیا میں نے ان کو خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ قبر میں رکھنے کے بعد تم پر کیا گزری وہ کہنے لگے کہ اس وقت میرے پاس ایک آگ کا شعلہ آیا مگر ساتھ ہی ایک شخص کی دعا مجھ تک پہونچی۔ اگر وہ نہ ہوتی تو وہ شعلہ مجھ کو لگ جاتا۔ علی بن موسیٰ حدادؒ کہتے ہیں کہ میں امام احمد حنبلؒ کے ساتھ ایک جنازے میں شریک تھا۔ محمد بن قدامہ جوہریؒ بھی ہمارے ساتھ تھے۔ جب اُس نعش کو دفن کر چکے تو ایک نابینا شخص آئے اور وہ قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن شریف پڑھنے لگے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن شریف پڑھنا بدعت ہے۔ جب ہم وہاں سے واپس ہونے لگے تو راستہ میں محمد بن قدامہؒ نے حضرت امام احمدؒ سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک مبشر بن اسمٰعیل حلبیؒ کیسے آدمی ہیں؟ امامؒ نے فرمایا کہ وہ معتبر آدمی ہیں۔ ابن قدامہؒ نے پوچھا کہ آپ نے بھی ان سے کچھ علم حاصل کیا ہے، فرمایا ہاں

---

[1] احیاء [2] بذل [3] ایضاً

میں نے بھی ان سے حدیثیں لی ہیں۔ ابن قدامہؓ نے کہا کہ مبشرؒ نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن علاؒ بن لجلاجؒ نے اپنے والد سے یہ نقل کیا کہ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ ان کی قبر کے سرہانے سورۂ بقرہ کا اوّل و آخر پڑھا جائے اور یہ کہہ کر یہ فرمایا تھا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو یہ وصیت کرتے ہوئے سنا تھا۔ حضرت امامؒ نے یہ قصّہ سن کر ابن قدامہؓ سے کہا کہ قبرستان میں واپس جاؤ اور ان نابینا سے کہو کہ وہ قرآن شریف پڑھ لیں۔ محمد بن احمد مروزیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جب تم قبرستان میں جایا کرو تو الحمد شریف، قل ہو اللہ، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب النّاس پڑھ کر قبرستان والوں کو بخشا کرو۔ اس کا ثواب ان کو پہونچ جاتا ہے [1] صاحب مغنیؒ نے جو فقہ حنبلی کی بہت معتبر کتاب ہے اس قصّہ کو نقل کیا ہے اور اس مضمون کی اور روایات بھی نقل کی ہیں۔ بذل المجہود میں بحر سے نقل کیا ہے کہ جو شخص روزہ رکھے یا نماز پڑھے یا صدقہ کرے اور اس کا ثواب دوسرے شخص کو بخشدے خواہ وہ شخص جس کو بخشا ہے زندہ ہو یا مُردہ، اس کا ثواب اس کو پہونچتا ہے اس میں کوئی فرق نہیں کہ جس کو ثواب بخشا ہے وہ زندہ ہو یا مُردہ،

ابو داؤد شریف میں حضرت ابوہریرہؓ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا۔ کہ کوئی شخص ایسا ہے جو اس کا ذمہ لے کہ مسجدِ عشار (بصرہ کے قریب ہے) میں جا کر دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھ کر یہ کہے کہ یہ نماز (یعنی اس کا ثواب) ابوہریرہؓ کے لئے ہے [2] اپنے عزیز مردوں کو ثواب پہونچانے کا بہت زیادہ اہتمام چاہئے، ان کے حقوق کے علاوہ عنقریب مرنے کے بعد ان سے ملنا ہوگا۔ کیسی شرم آئے گی جب ان کے حقوق، ان کے احسانات اور ان کے مالوں میں جو آدمی اپنے کام میں خرچ کرتا رہتا ہے ان کو یاد نہ رکھے۔

(۱۹) عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الامن ثلثۃ الامن صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعولہ رواہ مسلم کذا فی المشکوۃ قلت وابوداؤد والنسائی وغیرھما۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اسکے اعمال کا ثواب ختم ہو جاتا ہے۔ مگر تین چیزیں ایسی ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے، ایک صدقۂ جاریہ دوسرے وہ علم جس سے لوگوں کو نفع پہونچتا رہے۔ تیسرے صالح اولاد جو اس کے لئے مرنے کے بعد دعا کرتی رہے۔

ف۔ اللہ جل شانہٗ کا کس قدر زیادہ انعام و احسان ہے، لطف و کرم ہے کہ آدمی اگر یہ چاہے کہ مرجانے کے بعد جب کہ اس کے اعمال کا وقت ختم ہو جائے وہ عمل کرنے سے بے کار ہو جائے، وہ

---

[1] احیاء [2] ابوداؤد۔

قبر میں میٹھی نیند پڑا سوتا رہے اور اس کے اعمالِ حسنہ میں اضافہ ہوتا رہے تو اس کا ذریعہ بھی اللہ جل شانہٗ نے اپنے فضل سے پیدا فرما دیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے تین چیزیں اِس حدیث پاک میں ذکر فرمائی ہیں، ایک صدقہ جاریہ یعنی کوئی ایسی چیز صدقہ کر گیا جس کا نفع باقی رہنے والا ہو مثلاً کوئی مسجد بنوا گیا جس میں لوگ نماز پڑھتے رہیں تو جب تک اس میں نماز ہوتی رہے گی اس کو ثواب خود بخود ملتا رہے گا۔ اسی طرح سے کوئی مسافر خانہ، کوئی مکان کسی دینی کام کے لئے بنوا کر وقف کر گیا جس سے مسلمانوں کو یا دینی کاموں کو نفع پہونچتا رہا تو اس کو اس نفع کا ثواب ملتا رہے گا۔ .... کوئی کنواں رفاہِ عام کے لئے بنوا گیا تو جب تک اس سے لوگ پانی پیتے رہیں گے، وضو وغیرہ کرتے رہیں گے، اس کو مرنے کے بعد بھی اس کا ثواب پہونچتا رہے گا۔ ایک اور حدیث میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ آدمی کے مرنے کے بعد جن چیزوں کا ثواب اس کو ملتا ہے ایک تو وہ علم ہے جو کسی کو سکھایا ہو اور اشاعت کی ہو، اور وہ صالح اولاد ہے...... جس کو چھوڑ گیا ہو اور وہ قرآن شریف جو میراث میں چھوڑ گیا ہو اور وہ مسجد ہے اور مسافر خانہ ہے جس کو بنا گیا ہو اور نہر ہے جو جاری کر گیا ہو اور وہ صدقہ ہے جس کو اپنی زندگی اور صحت میں اس طرح دے گیا ہو کہ مرنے کے بعد اس کا ثواب ملتا رہے[۱] ثواب ملتا رہے کا مطلب ہے کہ صدقہ جاریہ کے طور پر دے گیا مثلاً وقف کر گیا ہو اور علم کی اشاعت کا مطلب یہ ہے کہ کسی مدرسہ میں چندہ دیا ہو یا کوئی دینی کتاب تالیف کی ہو یا پڑھنے والوں کو تقسیم کی ہو یا مسجدوں اور مدرسوں میں قرآن پاک یا کتابیں وقف کی ہوں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی کے مرنے کے بعد سات چیزوں کا ثواب اس کو ملتا رہتا ہے۔ کسی کو علم پڑھایا گیا ہو، کوئی نہر جاری کر دی ہو، کوئی کنواں بنا دیا ہو، کوئی درخت لگا دیا ہو کوئی مسجد بنا دی ہو، قرآن پاک میراث میں چھوڑا ہو یا ایسی اولاد چھوڑی ہو جو اُس کے لئے دعائے مغفرت کرتی رہے[۲] اور ان سب چیزوں میں یہ بھی ضروری نہیں کہ ساری تنہا خود ہی کی ہوں بلکہ اگر کسی چیز میں تھوڑی بہت شرکت بھی اپنی ہو گئی تو بقدر اپنے حصہ کے اس کے ثواب میں سے حصہ ملتا رہے گا۔ دوسری چیز اوپر کی حدیث میں وہ علمِ دین ہے جس سے لوگوں کو نفع پہونچتا رہے مثلاً کسی مدرسہ میں کوئی کتاب وقف کر گیا جب تک وہ کتاب باقی ہے اس سے لوگ نفع اٹھاتے رہیں گے اس کو ثواب خود بخود ملتا رہے گا۔ کسی طالب علم کو اپنے خرچ سے حافظِ قرآن...... یا عالم بنا گیا۔ جب تک اس کے علم و حفظ سے نفع پہونچتا رہے گا چاہے وہ حافظ اور عالم خود زندہ رہے یا نہ رہے اس شخص کو اس کا ثواب ملتا رہے گا۔ مثلاً کسی شخص کو حافظ بنایا تھا اس نے دس بیس لڑکوں کو قرآن پاک

---

[۱] مشکوٰۃ شریف [۲] ترغیب۔

پڑھادیا اور وہ حافظ اس کے بعد مر گیا تو جب تک یہ لڑکے قرآنِ پاک پڑھتے پڑھاتے رہیں گے
اس حافظ کو مستقل ثواب ملتا رہے گا اور اُس حافظ بنانے والے کو علیحدہ ثواب ہوتا رہے گا اور اسی طرح
سے جب تک ان پڑھنے والے لڑکوں کا سلسلہ پڑھنے پڑھانے کا قیامت تک چلتا رہے گا اُس اصل حافظ
بنانے والے کو ثواب خود بخود ملتا رہے گا چاہے یہ لوگ ثواب پہونچائیں یا نہ پہونچائیں۔ یہی صورت
بعینہٖ کسی شخص کو عالِم بنانے کی ہے کہ جب تک بلاواسطہ یا بواسطہ اس کے علم سے لوگوں کو نفع کا
سلسلہ چلتا رہے گا اس اوّل عالم بنانے والے کو ان سب کا ثواب ملتا رہے گا اور یہاں بھی وہی پہلی
بات ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ پورا حافظ یا پورا عالِم خود تنِ تنہا بنائے۔ اگر کسی حافظ کے حفظ میں اپنی طرف
سے مدد ہوگئی کسی عالِم کے علم حاصل کرنے میں اپنی طرف سے کوئی اعانت ہوگئی تو اس اعانت کی بقدر
ثواب کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کی کسی قسم کی جانی یا مالی کوشش
علم کے پھیلانے میں، دین کے بقا اور حفظ میں لگ جائے کہ دُنیا کی زندگی خواب سے زیادہ نہیں
نہ معلوم کب اس عالَم سے ایک دم جانا ہو جائے، جتنا ذخیرہ اپنے لئے چھوڑ جائے گا وہی دیرپا اور
کار آمد ہے۔ عزیز، قریب، احباب، رشتہ دار سب دو چار دن رو کر یاد کر کے اپنے اپنے مشاغل میں
لگ کر بھول جائیں گے۔ کام آنے والی چیزیں یہی ہیں جن کو آدمی اپنی زندگی میں اپنے لئے کبھی
فنا نہ ہونے والے بنک میں جمع کر جائے کہ سرمایہ محفوظ رہے اور نفع قیامت تک ملتا رہے تیسری چیز
جو اس حدیثِ پاک میں ذکر کی گئی ہے وہ اولادِ صالح ہے جو مرنے کے بعد دعائے خیر بھی کرتی رہے
اوّل تو اولاد کا صالح بنا جانا مستقل بھی صدقہ جاریہ ہے کہ جب تک وہ کوئی بھی نیک کام کرتی رہے
گی، اپنے آپ کو اس کا ثواب ملتا رہے پھر اگر وہ نیک اولاد والدین کے لئے دعا بھی کرتی رہے
اور جب وہ صالح ہے تو دعائیں کرتی ہی رہے گی۔ یہ مستقل ذخیرہ والدین کے لئے ہے۔ ایک نیک
عورت کا قصہ روض میں لکھا ہے جس کو باھیتہ کہتے تھے بڑی کثرت سے عبادت کرنے والی تھی
جب اس کا انتقال ہونے لگا تو اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھایا اور کہا اے وہ ذات جو
میرا توشہ اور میرا ذخیرہ ہے اور اسی پر میرا زندگی اور موت میں بھروسہ ہے مجھے مرتے وقت رسوا نہ کیجیو
اور قبر میں مجھے وحشت میں نہ رکھیو۔ جب وہ انتقال کر گئی تو اسکے لڑکے نے یہ اہتمام شروع
کر دیا کہ ہر جمعہ کو وہ ماں کی قبر پر جاتا اور قرآن شریف پڑھ کر اس کو ثواب بخشتا اور اسکے لئے اور سب
قبرستان والوں کے لئے دعا کرتا۔ ایک دن اُس لڑکے نے اپنی ماں کو خواب میں دیکھا اور پوچھا
اماں تمھارا کیا حال ہے؟ ماں نے جواب دیا، موت کی سختی بڑی سخت چیز ہے۔ میں اللہ کی رحمت سے
قبر میں بڑی راحت سے ہوں۔ ریحان میرے نیچے بچھی ہوئی ہے۔ ریشم کے تکیے لگے ہوئے ہیں قیامت

تک یہی برتاؤ میرے ساتھ رہے گا بیٹے نے پوچھا کہ کوئی خدمت میرے لائق ہو تو کہو۔ اس نے کہا کہ تو ہر جمعہ کو میرے پاس آکر قرآنِ پاک پڑھتا ہے اس کو نہ چھوڑنا۔ جب تو آتا ہے سارے قبرستان والے خوش ہو کر مجھے خوش خبری دینے آتے ہیں کہ تیرا بیٹا آگیا۔ مجھے بھی تیرے آنے کی بڑی خوشی ہوتی ہے اور ان سب کو بھی بہت خوشی ہوتی ہے۔ وہ لڑکا کہتا ہے کہ میں اسی طرح ہر جمعہ کو اہتمام سے جاتا تھا۔ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ بہت بڑا مجمع مردوں اور عورتوں کا میرے پاس آیا میں نے پوچھا تم کون لوگ ہو، کیوں آئے ہو؟ وہ کہنے لگے کہ ہم فلاں قبرستان کے آدمی ہیں ہم تمہارا شکریہ ادا کرنے آئے ہیں تم جو ہر جمعہ کو ہمارے پاس آتے ہو اور ہمارے لئے دعائے مغفرت کرتے ہو۔ اس سے ہم کو بڑی خوشی ہوتی ہے۔ اس کو جاری رکھنا۔ اس کے بعد سے میں نے اور بھی زیادہ اہتمام اس کا شروع کر دیا۔ ایک اور عالم فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ ایک قبرستان کی سب قبریں ایک دم شق ہو گئیں اور مردے ان میں سے باہر نکل کر زمین پر سے کوئی چیز جلدی جلدی چن رہے ہیں۔ لیکن ایک شخص فارغ بیٹھا ہے وہ کچھ نہیں چُنتا۔ میں نے اسکے پاس جاکر سلام کیا اور اس سے پوچھا کہ یہ لوگ کیا چن رہے ہیں، اس شخص نے کہا جو لوگ کچھ صدقہ دُعا درود وغیرہ کر کے اس قبرستان والوں کو بھیجتے ہیں، اس کی برکات سمیٹ رہے ہیں۔ میں نے کہا تم کیوں نہیں چُنتے اُس نے کہا مجھے اس وجہ سے استغنا ہے کہ میرا ایک لڑکا ہے جو فلاں بازار میں زلابیہ (حلوے کی ایک قسم ہے جو منھ کو چپک جاتی ہے) بیچا کرتا ہے وہ روزانہ مجھے ایک قرآنِ شریف پڑھ کر بخشتا ہے۔ میں صبح کو اُٹھ کر اس بازار میں گیا۔ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ زلابیہ فروخت کر رہا ہے اور اسکے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ تم کیا پڑھ رہے ہو اس نے کہا میں روزانہ ایک قرآنِ پاک ختم کر کے اپنے والد کو ہدیہ پیش کیا کرتا ہوں۔ اس قصہ کے عرصہ کے بعد میں نے پھر ایک مرتبہ اس قبرستان کے آدمیوں کو اسی طرح چُنتے دیکھا اور اس مرتبہ اس شخص کو بھی چنتے دیکھا جس سے پہلی مرتبہ بات ہوئی تھی۔ پھر میری آنکھ کھل گئی مجھے اس پر تعجب تھا۔ صبح اُٹھ کر پھر میں اسی بازار میں گیا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس لڑکے کا انتقال ہو گیا [۱] حضرت صالح مریؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جمعہ کی شب میں اخیر رات میں جامع مسجد جا رہا تھا تاکہ صبح کی نماز وہاں پڑھوں۔ صبح میں دیر تھی، راستے میں ایک قبرستان تھا میں وہاں ایک قبر کے قریب بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہی میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ سب قبریں شق ہو گئیں، اور اس میں سے مُردے نکل کر آپس میں ہنسی خوشی باتیں کر رہے ہیں اُن میں ایک نوجوان بھی قبر سے نکلا جس کے کپڑے میلے اور وہ مغموم سا ایک طرف بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں آسمان سے بہت سے فرشتے

---

[۱] روض۔

اُترے جن کے ہاتھوں میں خوان تھے جن پر نور کے رُومال ڈھکے ہوئے تھے وہ ہر شخص کو ایک خوان دیتے تھے اور جو خوان لے لیتا تھا وہ اپنی قبر میں چلا جاتا تھا جب سب لے چکے تو یہ جوان بھی خالی ہاتھ اپنی قبر میں جانے لگا میں نے اُس سے پوچھا کہ کیا بات ہے تم اِس قدر غمگین کیوں ہو اور یہ خوان کیسے تھے؟ اس نے کہا کہ یہ خوان اُن ہدایا کے تھے جو زندہ لوگ اپنے اپنے مردوں کو بھیجتے ہیں۔ میرے کوئی اور تو ہے نہیں جو بھیجے ایک والدہ ہے مگر وہ دنیا میں پھنس رہی ہے، اس نے دوسری شادی کرلی وہ اپنے خاوند میں مشغول رہتی ہے مجھے کبھی بھی یاد نہیں کرتی۔ میں نے اس سے اس کی والدہ کا پتہ پوچھا اور صبح کو اس پتہ پر جاکر اس کی والدہ کو پردے کے پیچھے بُلایا اور اس سے اس کے لڑکے کو پوچھا اور یہ خواب اُسے سُنایا۔ اس عورت نے کہا بے شک وہ میرا لڑکا تھا میرے جگر کا ٹکڑا تھا۔ میری گود اس کا بسترہ تھا۔ اس کے بعد اس عورت نے مجھے ایک ہزار درم دیئے کہ میرے لڑکے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے اس کو صدقہ کر دینا اور میں آئندہ ہمیشہ اس کو دعا اور صدقے سے یاد رکھوں گی کبھی نہ بھولوں گی۔ حضرت صالحؒ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر خواب میں اس مجمع کو اسی طرح دیکھا اور اس نوجوان کو بھی بڑی اچھی پوشاک میں بہت خوش دیکھا وہ میری طرف کو دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ صالحؒ حق تعالیٰ شانہٗ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے تمہارا ہدیہ میرے پاس پہونچ گیا[1] اس قسم کے ہزاروں واقعات کتب میں موجود ہیں۔ بعض اس سے پہلی حدیث میں بھی گزر چکے ہیں۔ پس اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ میری اولاد مرنے کے بعد بھی میرے کام آئے تو اپنے مقدور کے موافق اس کو نیک اور صالح بنانے کی کوشش کرنا چاہئے کہ یہ حقیقت میں اولاد کے لئے بھی خیر خواہی ہے اور اپنے لئے بھی کارآمد ہے اللہ جل شانہٗ کا پاک ارشاد ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا (سورۂ تحریم) اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ زیدؓ بن اسلم فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتِ شریفہ تلاوت فرمائی تو صحابہؓ نے عرض کیا یارسولؐ اللہ اپنے اہل و عیال کو کس طرح آگ سے بچائیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کو ایسے کاموں کا حکم کرتے رہو جس سے اللہ جل شانہٗ راضی ہوں اور ایسی چیزوں سے روکتے رہو جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے اس آیتِ شریفہ کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو خیر کی باتوں کی تعلیم اور تنبیہ کرتے رہو[2] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ اس باپ پر رحم کرے جو اولاد کی اس بات میں مدد کرے کہ وہ باپ کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرے یعنی ایسا برتاؤ اس سے نہ کرے جس سے نافرمانی کرنے لگے[3] اولاد کو نیک بنانا بھی

---

[1] روض [2] درمنثور [3] احیاء

اس میں داخل ہے، اگر وہ نیک نہ ہوگی تو پھر والدین کے ساتھ جو کرے وہ برمحل ہے، ایک حدیث میں ہے کہ بچے کا ساتویں دن عقیقہ کیا جائے۔ اور اس کا نام رکھا جائے اور جب چھ برس کا ہو اس کو آداب سکھائے جائیں اور جب نو برس کا ہو جائے تو اس کا بستر علیحدہ کر دیا جائے (یعنی دوسروں کے پاس نہ سوئے) اور جب تیرہ برس کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر مارا جائے اور جب سولہ برس کا ہو جائے تو نکاح کر دیا جائے۔ پھر اُس کا باپ اُس کا ہاتھ پکڑ کر کہے کہ میں نے تجھے آداب سکھا دیئے۔ تعلیم دے دی۔ نکاح کر دیا اب میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں دنیا میں تیرے فتنہ سے اور آخرت میں تیری وجہ سے عذاب سے[1] تیری وجہ سے عذاب کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی احادیث میں مختلف عنوانات سے یہ ارشاد نبوی وارد ہوا ہے کہ جو شخص کوئی برا طریقہ اختیار کرتا ہے تو اس کو اپنے فعل کا گناہ بھی ہوتا ہے اور جتنے لوگ اس کی وجہ سے اُس پر عمل کریں گے ان سب کا گناہ بھی اس کو ہوگا۔ اس طرح پر کہ کرنے والوں کے اپنے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی، ان کو اپنے فعل کا مستقل گناہ ہوگا۔ اور اس کو ذریعہ اور سبب بننے کا مستقل گناہ ہوگا۔ اس بنا پر جو اولاد اپنے بڑوں کی بُری حرکات ان کے عمل کی وجہ سے اختیار کرتی ہے ان سب کا گناہ بڑوں کو بھی ہوتا ہے، اس لئے اپنے چھوٹوں کے سامنے بُری حرکات کرنے سے خصوصیت سے احتراز کرنا چاہیئے۔ اس حدیث شریف میں تیرہ برس کی عمر میں نماز پر مارنے کا حکم ہے اور بہت سی احادیث میں ہے کہ بچے کو جب سات برس کا ہو جائے نماز کا حکم کرو۔ اور جب دس برس کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر مارو۔ یہ روایات اپنی صحت اور کثرت کے لحاظ سے مقدم ہیں بہرحال بچے کے نماز نہ پڑھنے پر باپ کو مارنے کا حکم ہے اور اس پر نماز میں تنبیہ نہ کرنا اپنا جرم ہے اور اسکے بالمقابل اگر اس کو نماز روزہ اور دینی احکام کا پابند اور عادی بنا دیا تو اس کے اعمالِ حسنہ کا ثواب اپنے آپ کو بھی ملے گا۔ اور اسکے ساتھ جب وہ صالح بن کر والدین کے لئے دعا بھی کرے گا تو اس سے بھی زیادہ اجر و ثواب ملتا رہے گا۔ ابن ملکؒ کہتے ہیں کہ حدیث بالا میں اولاد کو صالح کے ساتھ اس لئے مقید کیا ہے کہ ثواب غیر صالح اولاد کا نہیں پہونچتا۔ اور اس کی دعا کا ذکر اولاد کو دعا کی ترغیب دینے کے لئے ہے۔ چنانچہ یہ کہا گیا ہے کہ والد کو صالح اولاد کے عمل کا ثواب خود پہونچتا رہتا ہے چاہے وہ دعا کرے یا نہ کرے جیسا کہ کوئی شخص رفاہِ عام کے لئے کوئی درخت لگا دے اور لوگ اس کا پھل کھاتے رہیں تو ان کھانے والوں کے کھانے کا ثواب اس کو ملتا رہے گا چاہے یہ لوگ درخت لگانے والے کے لئے دعا کریں یا نہ کریں۔ علامہ مناویؒ کہتے ہیں کہ والد کو دعا کے ساتھ تنبیہ اور تحریض کے طور پر ذکر فرمایا کہ وہ دعا کرے، ورنہ دعا ہر شخص کی نافع ہے چاہے وہ اولاد

---

[1] احیاء

ہو یا نہ ہو۔ اس حدیث شریف میں تین چیزوں کا ذکر اہتمام کی وجہ سے کیا ہے' ان کے علاوہ اور بھی بعض چیزیں احادیث میں ایسی آئی ہیں جن کے متعلق یہ وارد ہوا ہے کہ ان کا دائمی ثواب ملتا رہتا ہے۔ متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ جو شخص کوئی نیک طریقہ جاری کر دے اس کو اپنے عمل کا ثواب بھی ملے گا اور جتنے آدمی اس پر عمل کریں گے ان سب کے عمل کا ثواب اس کو ملتا رہے گا اور کرنے والوں کے اپنے اپنے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جو شخص برا طریقہ جاری کر دے اس پر اپنے کئے کا بھی گناہ ہے اور جتنے آدمی اس پر عمل کریں گے ان سب کے عمل کا گناہ بھی اس کو ہوگا۔ اور اس کی وجہ سے ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ ہر شخص کے عمل کا ثواب مرنے کے بعد ختم ہو جاتا ہے مگر جو شخص اللہ کے راستے میں سرحدوں کی حفاظت کرنے والا ہے اس کا ثواب قیامت تک بڑھتا رہتا ہے [1] ان کے علاوہ احادیث میں اور بھی بعض اعمال کا ذکر آیا ہے جیسا کہ کوئی درخت لگا دینا، یا نہر جاری کر دینا جن کو علامہ سیوطیؒ نے جمع کر کے گیارہ چیزیں بتائی ہیں اور ابن عمادؒ نے تیرہ چیزیں گنوائی ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر ان ہی تین کی طرف راجع ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ درخت لگانا یا نہر جاری کرنا صدقہ جاریہ میں داخل ہے [2]

(۲۰) عن عائشة انهم ذبحوا شاة فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما بقی منها قالت ما بقی منها الا کتفها قال بقی کلها الا کتفها رواہ الترمذی وصححه کذا فی المشکوٰۃ۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ گھر کے آدمیوں نے یا صحابہ کرامؓ نے ایک بکری ذبح کی اور کہیں سے تقسیم کر دیا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ کتنا باقی رہا؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ صرف ایک شانہ باقی رہ گیا باقی سب تقسیم ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ سب باقی ہے اس شانہ کے سوا۔

ف یہ مقصد یہ ہے کہ جو اللہ کے لئے خرچ کر دیا گیا وہ تو حقیقت میں باقی ہے کہ اس کا دائمی ثواب باقی ہے اور جو رہ گیا وہ فانی ہے نہ معلوم باقی رہنے والی جگہ خرچ ہو یا نہ ہو۔ صاحب مظاہر کہتے ہیں کہ اس میں اشارہ ہے اللہ جل شانہٗ کے اس پاک ارشاد کی طرف۔ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (نحل ع ۱۳) جو کچھ تمہارے پاس دنیا میں ہے' وہ ایک دن ختم ہو جائے گا (چاہے اس کے زوال سے ہو یا تمہاری موت سے)، اور جو کچھ اللہ جل شانہٗ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے' ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد وارد ہوا ہے کہ بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال اس کے سوا دوسری بات نہیں ہے کہ اس کا مال وہ ہے جو کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا یا اللہ کے راستے

---

[1] مرقاۃ [2] عون۔

میں خرچ کر کے اپنے لئے ذخیرہ بنالیا اور اس کے علاوہ جورہ گیا وہ جانے والی چیز ہے۔ جس کو وہ لوگوں کے لئے چھوڑ کر چلا جائے گا[۱] ایک اور حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کون شخص ایسا ہے جس کو اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو صحابہ رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا تو کوئی بھی نہیں ہے ہر شخص کو اپنا مال زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا اپنا مال وہ ہے جس کو ذخیرہ بنا کر آگے بھیجدیا۔ اور جو مال چھوڑ گیا وہ وارث کا مال ہے[۲] ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ الھٰکم التکاثر تلاوت فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال، او آدمی تیرے لئے اس کے سوا کچھ نہیں جو کھا کر ختم کر دے یا پہن کر پرانا کر دے یا صدقہ کر کے آگے چلتا کر دے (تاکہ اللہ جل شانہٗ کے خزانہ میں محفوظ رہے[۳] متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس قسم کے مضامین کی روایتیں نقل کی گئیں لوگوں کو دنیا کے بنک میں روپیہ جمع کرنے کا بڑا اہتمام ہوتا ہے لیکن وہی کیا ساتھ رہنے والا ہے اگر اپنی زندگی ہی میں اس پر کوئی آفت نہ بھی آئے تو مرنے کے بعد بہر حال وہ اپنے کام آنے والا نہیں ہے لیکن اللہ جل شانہٗ کے بنک میں جمع کیا ہوا روپیہ ہمیشہ کام آنے والا ہے، نہ اس پر کوئی آفت ہے نہ زوال، اور مزید برآں کہ کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ اپنے مال کو اللہ کے راستے میں بڑی کثرت سے خرچ کرتے تھے، ان کی والدہ اور بھائیوں نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضؓ سے اس کی شکایت کی کہ یہ سب کچھ خرچ کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ یہ چند روز میں فقیر ہو جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضؓ نے حضرت سہل رضؓ سے دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ آپ ہی بتائیں کہ اگر کوئی مدینہ طیبہ کا رہنے والا رستاق میں (جو ملک فارس کا ایک شہر ہے) زمین خریدے اور وہاں منتقل ہونا چاہے وہ مدینہ طیبہ میں اپنی کوئی چیز چھوڑے گا؟ انھوں نے فرمایا کہ نہیں، کہنے لگے بس یہی بات ہے۔ لوگوں کو ان کے جواب سے یہ خیال ہو گیا کہ وہ دوسری جگہ انتقالِ آبادی کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں[۴] اور ان کی غرض دوسرے عالم کو انتقال تھی اور آجکل تو ہر شخص کو اس کا ذاتی تجربہ بھی ہے۔ جو لوگ ہند سے پاکستان یا پاکستان سے ہند میں مستقل قیام کی نیت سے انتقالِ آبادی اپنے اختیار سے کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے جانے سے پہلے اپنی جائداد، مکانات وغیرہ سب چیزوں کے تبادلے کی کتنی کوشش کرتے ہیں اور اتنے تبادلہ مکمل نہیں ہو جاتا ساری تکالیف برداشت کرنے کے باوجود انتقالِ آبادی کا ارادہ نہیں کرتے اور جو بلا اختیار جبری طور پر ایک جگہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل

---

[۱] مسلم [۲] مشکوٰۃ عن البخاری [۳] مشکوٰۃ عن مسلم [۴] تنبیہ الغافلین۔

ہو گئے ہیں ان کی حسرت و افسوس کی نہ کوئی انتہا ہے نہ خاتمہ۔ یہی صورت بعینہٖ ہر شخص کی اس عالم سے انتقال کی ہے، ابھی تک ہر شخص کو اپنے سامان، جائداد وغیرہ سب چیز کے انتقال کا اختیار ہے لیکن جب موت سے جبری انتقال ہو جائے گا، سب کچھ اسی عالم میں رہ جائے گا اور گویا بحق سرکار ضبط ہو جائے گا۔ ابھی وقت ہے کہ سمجھ رکھنے والے اپنے سامان کو دوسرے عالم میں منتقل کر لیں۔

(۲۱) عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلیکرم ضیفہ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلا یؤذ جارہ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلیقل خیرًا اولیصمت وفی روایۃ بدل الجار ومن کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلیصل رحمہ متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اس کو چاہئے کہ مہمان کا اکرام کرے اور اپنے پڑوسی کو نہ ستائے اور زبان سے کوئی بات نکالے تو بھلائی کی نکالے۔ ورنہ چپ رہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ صلہ رحمی کرے۔

ف۔ اس حدیث پاک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی امور پر تنبیہ فرمائی اور ہر مضمون کو حضورؐ نے اس ارشاد کے ساتھ ذکر فرمایا کہ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ ترجمہ میں اختصار کی وجہ سے شروع ہی میں ذکر پر اکتفا کیا گیا۔ ہر ہر جملے کے ساتھ اس کو ذکر فرمانے سے مقصود ان امور کی اہمیت اور تاکید ہے۔ جیسا کوئی شخص اپنی اولاد میں سے کسی کو کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو فلاں کام کر دے۔ مقصد اس تنبیہ سے یہ ہے کہ یہ چیزیں کامل ایمان کے افراد ہیں۔ جو ان کا اہتمام نہ کرے، اس کا ایمان بھی کامل نہیں[1] اور اللہ پر ایمان اور آخرت پر ایمان کی ذکر میں خصوصیت غالبًا اس وجہ سے ہے کہ اللہ جل شانہٗ پر ایمان بغیر تو آخرت میں کسی نیکی کا کوئی ثواب ہی نہیں۔ اور اللہ جل شانہٗ پر ایمان میں آخرت پر ایمان خود آ گیا تھا۔ پھر اس کو خصوصیت سے غالبًا اس لئے ذکر فرمایا کہ یہ تنبیہ اور ثواب کی نیت پر شوق دلانا ہے کہ ان امور کا حقیقی بدلہ اور ثواب آخرت کے دن ملے گا۔ جس دن یہ معلوم ہو گا کہ دنیا کی ذرا ذرا سی چیز اور عمل پر اللہ جل شانہٗ کے یہاں کتنا کتنا اجر و ثواب ہے، اسکے بعد حضورؐ نے اس حدیث پاک میں چار چیزوں پر تنبیہ فرمائی پہلی چیز مہمان کا اکرام ہے، وہی اس جگہ بندہ کا اس روایت کے ذکر کرنے سے مقصود ہے، اس کی توضیح آئندہ حدیث میں آئے گی، دوسرا مضمون پڑوسی کو ایذا نہ دینے کے متعلق ہے، اس حدیث شریف میں ادنیٰ درجہ کا حکم کیا گیا کہ پڑوسی کو ایذا نہ پہونچائے، یہ بہت ہی ادنیٰ درجہ ہے ورنہ روایات میں پڑوسی کے

[1] مظاہر۔

حق کے متعلق بہت زیادہ تاکیدیں وارد ہوئی ہیں۔ شیخین کی بعض روایات میں فَلْيُكْرِمْ جَارَهٗ وارد ہوا ہے یعنی پڑوسی کا اکرام کرے اور شیخین کی بعض روایات میں فَلْيُحْسِنْ اِلٰى جَارِهٖ آیا ہے کہ اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے یعنی جس چیز کا وہ محتاج ہو اس میں اس کی اعانت کرے، اس سے برائی کو دفع کرے، ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے جانتے ہو کہ پڑوسی کا کیا حق ہے اگر وہ تجھ سے مدد چاہے، اس کی مدد کر، اگر قرض مانگے تو اس کو قرض دے اگر محتاج ہو تو اس کی اعانت کر، اگر بیمار ہو تو عیادت کر، اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جا، اگر اس کو خوشی حاصل ہو تو مبارک باد دے، اگر مصیبت پہونچے تو تعزیت کر۔ بغیر اس کی اجازت کے اس کے مکان کے پاس اپنا مکان اونچا نہ کر جس سے اس کی ہوا رک جائے اگر تو کوئی پھل خریدے تو اس کو بھی ہدیہ دے، اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اس پھل کو ایسی طرح پوشیدہ گھر میں لا کہ وہ نہ دیکھے اور اس کو تیری اولاد باہر لے کر نہ نکلے تاکہ پڑوسی کے بچے اس کو دیکھ کر رنجیدہ نہ ہوں اور اپنے گھر کے دھوئیں سے اس کو تکلیف نہ پہونچا مگر اس صورت میں کہ جو پکائے اس میں سے اس کا بھی حصہ لگائے۔ تم جانتے ہو کہ پڑوسی کا کتنا حق ہے، قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کے حق کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا جس پر اللہ رحم کرے۔ روایت کیا اس کو غزالیؒ نے اربعین میں [1] حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (تین مرتبہ) فرمایا۔ خدا کی قسم مومن نہیں ہے، خدا کی قسم مومن نہیں ہے، خدا کی قسم مومن نہیں ہے، کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ کون شخص، حضورؐ نے فرمایا جس کا پڑوسی اس کی مصیبتوں (اور بدیوں) سے مامون نہ ہو [2]۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جنت میں وہ شخص داخل نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کی مصیبتوں سے مامون نہ ہو حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں حضرات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیلؑ مجھے پڑوسی کے بارے میں اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے ان کی تاکیدوں سے یہ گمان ہوا کہ پڑوسی کو وارث بنا کر رہیں گے [3] حق سبحانہٗ و تقدس کا پاک ارشاد ہے وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (نساء ع ۶) تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور اپنے والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور دوسرے اہل قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ، اور غرباء کے ساتھ اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور دور والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی اور مسافر کے ساتھ بھی۔ پاس والے پڑوسی سے مراد یہ ہے کہ اس کا مکان قریب ہو اور دور کے پڑوسی سے مراد یہ ہے کہ اس کا مکان دور ہو۔ حسن بصریؒ

---

[1] مظاہر بتغیر [2] مشکوٰۃ عن الشیخین [3] مشکوٰۃ

سے کسی نے پوچھا کہ پڑوس کہاں تک ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ چالیس مکان آگے کی جانب اور چالیس پیچھے کی جانب، چالیس دائیں اور چالیس بائیں جانب۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے نقل کیا گیا کہ دُور کے پڑوسی سے ابتدا نہ کی جائے بلکہ پاس کے پڑوسی سے ابتدا کی جائے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے دو پڑوسی ہیں کس سے ابتدا کروں؟ حضورؐ نے فرمایا جس کا دروازہ تیرے دروازے سے قریب ہو۔ حضرت ابن عباسؓ سے مختلف طریق سے نقل کیا گیا کہ پاس کا پڑوسی وہ ہے جس سے قرابت ہو اور دُور کا پڑوسی وہ ہے جس سے قرابت نہ ہو۔ نوف شامی سے نقل کیا گیا کہ پاس کا پڑوسی مسلمان پڑوسی ہے اور دُور کا پڑوسی یہود و نصاریٰ (یعنی غیر مسلم)۔[1] مسند بزار وغیرہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کیا گیا کہ پڑوسی تین طرح کے ہیں ایک وہ پڑوسی جس کے تین حق ہوں۔ پڑوس کا حق، رشتہ داری کا حق، اور اسلام کا حق۔ دوسری قسم وہ ہے جس کے دو حق ہوں، پڑوس کا حق اور اسلام کا حق۔ تیسری قسم وہ ہے جس کا ایک ہی حق ہو وہ غیر مسلم پڑوسی ہے۔[2] گویا پڑوس کے تین درجے ترتیب وار ہوگئے۔ امام غزالیؒ نے بھی اس حدیث شریف کو نقل فرمایا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ دیکھو اس حدیث شریف میں محض پڑوسی ہونے کی وجہ سے مشرک کا حق بھی مسلمان پر قائم فرمایا ہے۔ ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے دو پڑوسیوں میں فیصلہ کیا جائے گا۔ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئے اور اپنے پڑوسی کی کثرت سے شکایت کرنے لگے حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا جاؤ اپنا کام کرو، اگر اس نے تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ شانہ کی نافرمانی کی (کہ تم کو ستایا)، تو تم تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ شانہ کی نافرمانی نہ کرو۔ ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت کا حال بیان کیا گیا کہ وہ روزے بھی کثرت سے رکھتی ہے، تہجد بھی پڑھتی ہے لیکن اپنے پڑوسیوں کو ستاتی ہے حضورؐ نے فرمایا کہ وہ جہنم میں داخل ہوگی (چاہے پھر سزا بھگت کر نکل آوے)، امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ پڑوسی کا حق صرف یہی نہیں کہ اس کو تکلیف نہ دی جائے۔ بلکہ اس کا حق یہ ہے کہ اس کی تکلیف کو برداشت کیا جائے۔ حضرت ابن المقفعؒ اپنے پڑوسی کی دیوار کے سائے میں اکثر بیٹھ جایا کرتے تھے ان کو معلوم ہوا کہ اس کے ذمہ قرض ہوگیا جس کی وجہ سے وہ اپنا گھر فروخت کرنا چاہتا ہے۔ فرمانے لگے کہ ہم اسکے گھر کے سائے میں ہمیشہ بیٹھے، اس کے سائے کا حق ہم نے کچھ ادا نہ کیا۔ یہ کہہ کر اس کے گھر کی قیمت اس کو نذر کردی اور فرمایا کہ تمہیں قیمت وصول ہوگئی، اب اس کو فروخت کرنے کا ارادہ نہ کرنا۔ حضرت ابن عمرؓ کے غلام نے ایک بکری ذبح کی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جب اس کی کھال نکال چکو تو سب سے پہلے اسکے گوشت میں

---

[1] در منثور [2] جمل۔

سے میرے یہودی پڑوسی کو دینا۔کئی دفعہ یہی لفظ فرمایا۔غلام نے عرض کیا کہ آپ کتنی مرتبہ اس کو فرمائیں گے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ فرماتے تھے کہ مجھے حضرت جبرئیلؑ باربار پڑوسی کے متعلق تاکید فرماتے رہے (اسلئے میں باربار کہہ رہا ہوں) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مکارمِ اخلاق دس چیزیں ہیں۔بسا اوقات یہ چیزیں بیٹے میں ہوجاتی ہیں باپ میں نہیں ہوتیں۔غلام میں ہوجاتی ہیں آقا میں نہیں ہوتیں۔حق تعالیٰ شانہٗ کی عطا ہے جس کو چاہے عطا کردیں (۱) سچ بولنا (۲) لوگوں کے ساتھ سچائی کا معاملہ کرنا (دھوکہ نہ دینا) (۳) سائل کو عطا کرنا (۴) احسان کا بدلہ دینا (۵) صلہ رحمی کرنا (۶) امانت کی حفاظت کرنا (۷) پڑوسی کا حق ادا کرنا (۸) ساتھی کا حق ادا کرنا (۹) مہمان کا حق ادا کرنا (۱۰) ان سب کی جڑ اور اصل اصول حیا ہے [۱] تیسرا مضمون حدیثِ بالا میں یہ ہے کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ خیر کی بات زبان سے نکالے یا چپ رہے۔حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کا یہ پاک ارشاد جامع کلمہ ہے اس لئے کہ جو بات کہی جائے وہ یا خیر ہوگی یا شر اور خیر میں ہر وہ چیز داخل ہے جس کا کہنا مطلوب ہے فرض ہو یا مستحب، اسکے علاوہ جو رہ گیا وہ شر ہے [۲] یعنی اگر کوئی ایسی بات ہو جو بظاہر خیر معلوم ہوتی ہو نہ شر وہ حافظؒ کے کلام کے موافق شر میں داخل ہوجائے گی۔اس لئے کہ جب کوئی فائدہ اس سے مقصود نہیں تو لغو ہوئی۔وہ خود شر ہے۔حضرت اُمّ حبیبہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا کہ آدمی کا ہر کلام اس پر وبال ہے کوئی نفع دینے والی چیز نہیں بجز اس کے کہ بھلائی کا حکم کرے یا برائی سے روکے یا اللہ جل شانہٗ کا ذکر کرے۔اس حدیث کو سن کر ایک شخص کہنے لگے یہ حدیث تو بڑی سخت ہے۔حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا اس میں حدیث کی سختی کی کیا بات ہے؟ یہ تو خود اللہ جل جلالہٗ نے قرآن شریف میں فرمایا۔ لَاخَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ ۢ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا (نساء ع ۱۷) "لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر نہیں ہوتی ہاں مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ خیرات یا کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کردینے کی ترغیب دیتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے واسطے یہ کام کرے گا ہم اس کو عنقریب بہت زیادہ اجر عطا کریں گے" حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں میں نے حضورؐ سے عرض کیا مجھے کچھ وصیت فرمادیجئے۔حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمھیں اللہ کے خوف کی وصیت کرتا ہوں کہ یہ تمہارے ہر کام کے لئے زینت ہے میں نے عرض کیا کچھ اور ارشاد ہو؟ فرمایا کہ قرآن شریف کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کا اہتمام کہ یہ آسمانوں میں تمہارے ذکر کا سبب ہے اور زمین میں تمہارے لئے نور ہے میں نے اور زیادتی چاہی تو ارشاد فرمایا کہ سکوت بہت کثرت سے رکھا کرو

---

[۱] احیاء [۲] فتح

یہ شیطان کے دُور رہنے کا ذریعہ ہے اور دینی کاموں میں مدد کا سبب ہے میں نے اور زیادتی چاہی تو فرمایا کہ ہنسنے کی زیادتی سے احتراز کرو اس سے دِل مرجاتا ہے اور مُنہ کی رونق کم ہوجاتی ہے میں نے عرض کیا اور کچھ، فرمایا حق بات کہو چاہے کڑوی ہی کیوں نہ ہو میں نے عرض کیا اور کچھ فرمایا اللہ کے معاملہ میں کسی کا خوف نہ کرو میں نے عرض کیا اور کچھ فرمایا کہ تمھیں اپنے عیوب (کا فکر) لوگوں کے عیوب کو دیکھنے سے روک دے[1] امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ زبان اللہ جل شانہٗ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اور اُسکی غریب ولطیف صنعتوں میں سے ایک صنعت ہے اسکا جُثہ چھوٹا ہے لیکن اسکی اطاعت اور گُناہ بہت بڑے ہیں حتّٰی کہ کُفر و اسلام جو گُناہ اور اطاعت میں دو آخری کناروں پر ہیں اسی سے ظاہر ہوتے ہیں اسکے بعد اسکی بہت سی آفتیں شُمار کی ہیں۔ بے کار گفتگو، بیہودہ باتیں، جنگ و جدل، مُنہ پھیلا کر باتیں کرنا، مقفّٰی عبارتوں اور فصاحت میں تکلّف کرنا، فحش بات کرنا۔ گالی دینا۔ لعنت کرنا۔ شعر شاعری میں انہماک۔ کسی کے ساتھ تمسخر کرنا۔ کسی کا راز ظاہر کرنا۔ جھوٹا وعدہ کرنا۔ جھوٹ بولنا۔ جھوٹی قسم کھانا۔ کسی پر تعریض کرنا۔ تعریض کے طور پر جھوٹ بولنا۔ غیبت کرنا۔ چغل خوری کرنا۔ دو رنگی باتیں کرنا۔ بے محل کسی کی تعریف کرنا۔ بے محل سوال کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اتنی کثیر آفتیں اس چھوٹی سی چیز کے ساتھ وابستہ ہیں کہ ان کا مسئلہ نہایت خطرناک ہے اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چُپ رہنے کی بہت ترغیب فرمائی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص چُپ رہا وہ نجات پا گیا۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اسلام کے بارہ میں ایسی چیز بتا دیجئے کہ آپکے بعد مجھے کسی سے پوچھنا نہ پڑے۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ جل شانہٗ پر ایمان لاؤ اور اُسپر استقامت رکھو انھوں نے عرض کیا حضورؐ! میں کس چیز سے بچوں؟ حضورؐ نے فرمایا اپنی زبان سے۔ ایک اور صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! نجات کی کیا صورت ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو روکے رکھو اپنے گھر میں رہو (فضول باہر نہ پھرو) اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کیا گیا کہ جو شخص دو چیزوں کا ذمہ لے لے میں اس کیلئے جنّت کا ذمہ دار ہوں ایک زبان، دوسری شرمگاہ۔ ایک حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ جو چیزیں جنّت میں داخل کرنے والی ہیں ان میں سب سے اہم کیا چیز ہے؟ حضورؐ نے فرمایا اللہ کا خوف اور اچھی عادتیں، پھر عرض کیا گیا کہ جہنم میں جو چیزیں داخل کرنے والی ہیں ان میں اہم چیز کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا مُنہ اور شرمگاہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صفا مروہ کی سعی کر رہے تھے اور اپنی زبان کو خطاب کر کے فرماتے تھے اے زبان اچھی بات کہہ،

---

[1] دُرِّ منثور

نفع کمائے گی اور شر سے سکوت کر سلامت رہے گی اس سے پہلے کہ شرمندہ ہو کسی نے پوچھا کہ یہ جو کچھ آپ فرما رہے ہیں اپنی طرف سے فرما رہے ہیں یا آپنے اس بارہ میں کچھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سُنا ہے کہ آدمی کی خطاؤں کا اکثر حصہ اسکی زبان میں ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اپنی زبان کو روکے رہے اللہ جل شانہٗ اُسکی عیب پوشی کرتے ہیں اور جو شخص اپنے غصہ پر قابو رکھے اللہ جل شانہٗ اُسکو اپنے عذاب سے محفوظ فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں معذرت کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اُسکے عذر کو قبول فرماتے ہیں حضرت معاذؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کچھ وصیت فرمائیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کی اسطرح عبادت کرو گویا کہ اُسکو دیکھ رہے ہو اور اپنے آپکو مُردوں میں شمار کرو اور اگر تم کہو تو میں وہ چیز بتاؤں جس سے ان چیزوں پر سب سے زیادہ قدرت حاصل ہو جائے اور یہ فرما کر اپنی زبان کیطرف اشارہ فرمایا[1] حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے نقل کیا گیا کہ اگر کلام چاندی ہے تو سکوت سونا ہے۔ حضرت لقمان حکیمؑ جو اپنی حکمت اور دانائی کی وجہ سے دُنیا میں مشہور ہیں ایک حبشی غلام نہایت بدصورت تھے مگر اپنی حکمتوں کی وجہ سے مقتدائے عالم تھے کسی نے اُنسے پوچھا کہ تُو فلاں شخص کا غلام نہیں ہے؟ انھوں نے فرمایا بیشک ہوں پھر اُس نے کہا کہ تُو فلاں پہاڑ کے نیچے بکریاں نہ چراتا تھا انھوں نے فرمایا صحیح ہے پھر اُسنے کہا کہ پھر یہ مرتبہ کس بات سے مِلا اُنھوں نے فرمایا (چار چیزوں سے) اللہ کا خوف، بات میں سچائی، امانت کا پُورا پُورا ادا کرنا اور بے فائدہ بات سے سکوت۔ اور بھی متعدد روایات میں انکی خصوصی عادت کثرتِ سکوت ذکر کی گئی[2] حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ ایک بدو نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جو جنت میں لیجانے والا ہو۔ حضورؐ نے فرمایا بھوکے کو کھانا کھلاؤ، پیاسے کو پانی پلاؤ، اچھی باتوں کا لوگوں کو حکم کرو اور بُری باتوں سے روکو اور یہ نہ ہو سکے تو اپنی زبان کو بھلی بات کے علاوہ بولنے سے روکے رکھو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ اپنی زبان کو خیر کے علاوہ سے محفوظ رکھو کہ اسکے ذریعے سے تم شیطان پر غالب ہو گے۔ یہ چند روایات مختصراً ذکر کی ہیں انکے علاوہ بہت سی روایات اور آثار ہیں جنکو امام غزالیؒ نے ذکر کیا اور علامہ زبیدیؒ اور حافظ عراقیؒ نے اُن کی تخریج کی ہے اُنسے معلوم ہوتا ہے کہ زبان کا مسئلہ اہم مسئلہ ہے جس سے ہم لوگ بالکل غافل ہیں جو چاہا زبان سے کہدیا حالانکہ اللہ جل شانہٗ کے دو نگہبان ہر وقت دِن اور رات دائیں اور بائیں مونڈھوں پر موجود رہتے ہیں جو ہر بھلائی اور بُرائی کو لکھتے ہیں اس سب کے بعد اللہ جل شانہٗ اور اُس کے

---

[1] احیاء [2] درمنثور

پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کیا احسان ذکر کیا جائے آدمی سے بے التفاتی میں فضول بات نکل ہی جاتی ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کفارہ مجلس کا یہ ہے کہ اُٹھنے سے قبل تین مرتبہ یہ دعا پڑھ لے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ [1]۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اخیر میں ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پہلے تو ان کلمات کو نہیں پڑھتے تھے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا چند کلمے ایسے ہیں کہ جو شخص مجلس سے اُٹھنے کے وقت تین مرتبہ انکو پڑھے تو وہ مجلس کی گفتگو کیلئے کفارہ ہوتے ہیں اور اگر مجلسِ خیر میں پڑھے جائیں تو اوس مجلس (کے خیر ہونے) پر ان سے مہر لگ جاتی ہے جیسا کہ خط کے ختم پر مہر لگائی جاتی ہے وہ کلمات یہ ہیں: سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔ [2] چوتھا مضمون حدیث بالا میں صلہ رحمی کے متعلق ہے اس کا مفصّل بیان آئندہ فصلوں میں آرہا ہے۔

(۲۲) عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ الْکَعْبِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ جَائِزَتُہٗ یَوْمٌ وَّلَیْلَۃٌ وَّالضِّیَافَۃُ ثَلٰثَۃُ اَیَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذٰلِکَ فَھُوَ صَدَقَۃٌ وَّلَا یَحِلُّ لَہٗ اَنْ یَّثْوِیَ عِنْدَہٗ حَتّٰی یُحْرِجَہٗ (متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ جل شانہٗ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اوس کیلئے ضروری ہے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے مہمان کا جائزہ ایک دن رات ہے اور مہمانی تین دن رات اور مہمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ اتنا طویل قیام کرے جس سے میزبان مشقت میں پڑ جائے۔

ف اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ادب ارشاد فرمائے ایک میزبان کے متعلق، دوسرا مہمان کے متعلق میزبان کا ادب یہ ہے کہ اگر وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے جیسا کہ پہلی حدیث میں گذر چکا ہے تو اوس کو چاہئے کہ مہمان کا اکرام کرے اور مہمان کا اکرام یہ ہے کہ کشادہ روئی اور خوش خلقی سے پیش آئے نرمی سے گفتگو کرے[3]۔ ایک حدیث میں ہے کہ سُنّت یہ ہے کہ آدمی مہمان کے ساتھ گھر کے دروازہ تک مشایعت کیلئے جائے[4]۔ حضرت عقبہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص مہمانی نہ کرے اوس میں کوئی خیر نہیں حضرت سمرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مہمان کی ضیافت کا حکم فرمایا کرتے تھے[5]۔ ایک شخص نے دیکھا کہ حضرت علیؓ رو رہے ہیں اوس نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ سات دن سے کوئی مہمان نہیں آیا،

---

[1] حصن حصین [2] ابو داؤد [3] مظاہر [4] مشکوٰۃ [5] مجمع الزوائد

مجھے اس کا ڈر ہے کہ کہیں حق تعالیٰ شانہٗ نے میری اہانت کا ارادہ تو نہیں کرلیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بالا میں مہمان کے اکرام کا حکم فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ اوس کا جائزہ ایک دن رات ہے اس کی تفسیر میں علماء کے چند قول ہیں حضرت امام مالکؒ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ اس سے مراد اکرام واعزاز اور خصوصی تحفے ہیں یعنی ایک دن رات تو اوس کے اعزاز میں اچھا کھانا تیار کرے اور باقی ایام میں معمولی مہمانی اسکے بعد پھر علماء کے اس میں دو قول ہیں کہ تین دن کی مہمانی جو حضورؐ کے پاک ارشاد میں وارد ہوئی ہے وہ اوس ایک دن کے بعد ہے یعنی مہمان کا حق کل چار دن ہو گئے یا وہ ایک دن خصوصی اعزاز کا بھی ان ہی تین دن میں داخل ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جائزہ سے مراد ناشتہ ہے راستہ کا اور حاصل یہ ہے کہ اگر مہمان قیام کرے تو تین دن کی مہمانی ہے اور قیام نہ کرسکے تو ایک دن کا ناشتہ۔[۲] تیسرا مطلب یہ ہے کہ جائزہ سے مراد تو ناشتہ ہی ہے لیکن جو مطلب علماء نے لکھا ہے کہ تین دن کی مہمانی اور چوتھے دن رخصت کے وقت ایک دن کا ناشتہ۔ چوتھا مطلب یہ ہے کہ جائزہ سے مراد گذر ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو شخص مستقل ملاقات کے لئے آئے اوس کا حق تین دن قیام کا ہے اور جو راستہ میں گذرتے ہوتے ٹھہر جائے کہ اصل مقصود آگے جانا تھا یہ جگہ راستہ میں پڑ گئی اس لئے یہاں بھی قیام کرلیا تو اوس کے قیام کا حق صرف ایک دن ہے۔[۳] اور ان سب اقوال کا خلاصہ مختلف حیثیات سے مہمان کے اکرام کا اہتمام ہی ہے۔ کہ ایک دن کا اوس کا خصوصی اہتمام کھانے کا کرے اور روانگی کے وقت ناشتہ کا بھی بالخصوص ایسے راستوں میں جہاں راستہ میں کھانا نہ مل سکتا ہو دوسرا ادب حدیث بالا میں مہمان کے لئے ہے کہ کہیں جاکر اتنا طویل قیام نہ کرے جس سے میزبان کو تنگی اور دقت پیش آئے۔ ایک اور حدیث میں اس لفظ کی جگہ یہ ارشاد ہے کہ اتنا نہ ٹھہرے کہ میزبان کو گنہگار بنادے یعنی یہ کہ اس کے طویل قیام کی وجہ سے میزبان اسکی غیبت کرنے لگے یا کوئی ایسی حرکت کرے جس سے مہمان کو اذیت ہو یا مہمان کی ساتھ کسی قسم کی بدگمانی کرنے لگے کہ یہ سب امور میزبان کو گنہگار بنانے والے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ اس صورت میں ہے کہ میزبان کی طرف سے مہمان کے قیام پر اصرار اور تقاضا نہ ہو یا اوس کے انداز سے غالب گمان یہ ہو کہ زیادہ قیام اوس پر گراں نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ کسی نے عرض کیا یارسول اللہ کیا چیز ہے جو اوس کو گناہ میں ڈالے، حضورؐ نے فرمایا اوس کے پاس اتنا قیام کرے کہ میزبان کے پاس اوس کے کھلانے کو کچھ نہ ہو۔ حافظؒ کہتے ہیں کہ اس میں حضرت سلمانؓ کا اپنے مہمان کے ساتھ ایک قصہ پیش آیا۔[۴] جس قصہ کی طرف حافظؒ نے اشارہ کیا ہے امام غزالیؒ

---

[۱] احیاء [۲] فتح الباری [۳] منذری [۴] فتح

نے اس کو نقل کیا ہے حضرت ابو وائلؒ کہتے ہیں کہ میں اور میرا ایک ساتھی حضرت سلمانؓ کی زیارت کے لئے گئے انھوں نے جَو کی روٹی اور نیم کوفتہ نمک ہمارے سامنے رکھا میرا ساتھی کہنے لگا کہ اگر اس کے ساتھ سعتر (پودینہ کی ایک قسم ہے) ہوتا تو بڑا لذیذ ہوتا حضرت سلمانؓ تشریف لے گئے اور وضو کا لوٹا رہن رکھ کر سعتر خرید کر لائے جب ہم کھا چکے تو میرے ساتھی نے کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَنَّعَنَا بِمَا رَزَقَنَا۔ "سب تعریف اللہ جل شانہٗ کے لئے ہے جس نے ہمیں ماحضر پر قناعت کی توفیق عطا فرمائی۔" حضرت سلمانؓ نے فرمایا اگر تمھیں ماحضر پر قناعت ہوتی تو میرا لوٹا گروی نہ رکھا جاتا۔[1] حاصل یہ ہے کہ میزبان پر ایسی فرمائشیں کرنا جس سے اوس کو دقت ہو یہ بھی تکلف (میزبان کو تنگی میں ڈالنے) میں داخل ہے۔ دوسرے کے گھر جا کر چناں چنیں کرنا، یہ چاہیے وہ چاہیے ہرگز مناسب نہیں ہے۔ جو وہ حاضر کر رہا ہے اوس کو صبر و شکر سے بشاشت کے ساتھ کھا لینا چاہیے۔ فرمائشیں کرنا بسا اوقات میزبان کی دقت اور تنگی کا سبب ہوتا ہے۔ البتہ اگر میزبان کے حال سے یہ اندازہ ہو کہ وہ فرمائش سے خوش ہوتا ہے مثلاً فرمائش کرنے والا کوئی محبوب ہو اور جس سے فرمائش کی جائے وہ جان نثار ہو۔ تو جو چاہے فرمائش کرے۔ حضرت امام شافعیؒ بغداد میں زعفرانیؒ کے مہمان تھے اور وہ حضرت امامؒ کی خاطر میں روزانہ اپنی باندی کو ایک پرچہ لکھا کرتا تھا جس میں اُس وقت کے کھانے کی تفصیل ہوتی تھی۔ حضرت امام شافعیؒ نے ایک وقت باندی سے پرچہ لے کر دیکھا اور اوس میں اپنے قلم سے ایک چیز کا اضافہ فرما دیا۔ دسترخوان پر جب زعفرانی نے وہ چیز دیکھی تو باندی پر اعتراض کیا کہ میں نے اس کے پکانے کو نہیں لکھا تھا وہ پرچہ لے کر آقا کے پاس آئی اور پرچہ دکھا کر کہا کہ یہ چیز حضرت امامؒ نے خود اپنے قلم سے اضافہ کی تھی زعفرانی نے جب اوس کو دیکھا اور حضرت کے قلم سے اوس میں اضافہ پر نظر پڑی تو خوشی سے باغ باغ ہو گیا اور اس خوشی میں اوس باندی کو آزاد کر دیا۔[2] اگر ایسا کوئی مہمان ہو اور ایسا میزبان ہو تو یقیناً فرمائش بھی لُطف کی چیز ہے۔

(۲۳) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ انہ سمع النبی صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم یقول لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا یَاْکُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِیٌّ رواہ الترمذی وابوداؤد والدارمی کذا فی المشکوٰۃ وبسط فی تخریجہ صاحب الاتحاف

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ مسلمان کے علاوہ کسی کے ساتھ مصاحبت اور ہم نشینی نہ رکھ اور تیرا کھانا غیر متقی نہ کھائے۔

ف اس حدیث پاک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آداب ارشاد فرمائے۔ اول یہ کہ

---

[1] احیاء [2] ایضاً

ہم نشینی اور نشست و برخاست غیر مسلم کے ساتھ نہ رکھ اگر اس سے کامل مسلمان مُراد ہے تب تو مطلب یہ ہے کہ فاسق فاجر لوگوں کی ساتھ مجالست اختیار نہ کر دوسرے جملہ میں چونکہ متقی کا ذکر ہے اوس سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے نیز اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نہ داخل ہوں تیرے گھر میں مگر متقی لوگ[1] اور اگر اس سے مطلقاً مسلمان مُراد ہے تو مطلب یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ بے ضرورت مجالست اختیار نہ کی جائے۔ اور ہر صورت میں تنبیہ مقصود ہے اچھی صحبت اختیار کرنے پر اس لئے کہ آدمی جس قسم کے لوگوں میں کثرت سے نشست برخاست رکھا کرتا ہے اوسی قسم کے آثار آدمی میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔ اسی بنا پر حضورؐ کا وہ ارشاد ہے جو ابھی گذرا کہ تیرے گھر میں متقیوں کے علاوہ داخل نہ ہوں یعنی ان سے میل جول ہوگا تو ان کے اثرات پیدا ہوں گے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ صالح ہم نشین کی مثال مُشک بیچنے والے کی ہے کہ اگر اوس کے پاس بیٹھا جائے تو وہ تجھے تھوڑا سا مُشک کا ہدیہ بھی دیدے گا تو اوس سے خرید بھی لے گا۔ اور دونوں باتیں نہ ہوں تو پاس بیٹھنے کی وجہ سے مُشک کی خوشبو سے دماغ معطر رہے گا۔ (اور فرحت پہونچتی رہے گی) اور بُرے ساتھی کی مثال لوہار کی بھٹی کے پاس بیٹھنے والے کی ہے کہ اگر اوس کی بھٹی سے کوئی چنگاری اُڑکر لگ گئی تو کپڑے جلادے گی اور یہ بھی نہ ہو تو بدبو اور دُھواں تو کہیں گیا ہی نہیں[2]۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوا کرتا ہے پس اچھی طرح غور کرلے کہ کس سے دوستی کر رہا ہے؟[3] مطلب یہ ہے کہ پاس بیٹھنے کا اور صحبت کا اثر بے ارادہ رفتہ رفتہ آدمی میں سرایت کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ آدمی اوس کا مذہب بھی اختیار کرلیا کرتا ہے اس لئے پاس بیٹھنے والوں کی دینی حالت میں اچھی طرح سے غور کرلینا چاہیئے۔ بد دینوں کے پاس کثرت سے بیٹھنے سے بد دینی آدمی میں پیدا ہوا کرتی ہے روز مرہ کا تجربہ ہے کہ شراب پینے والوں کے شطرنج کھیلنے والوں کے پاس تھوڑے دن کثرت سے اُٹھنا بیٹھنا ہو تو یہ مرض آدمی میں لگ جاتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو رزینؓ سے فرمایا کہ میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جس سے اوس چیز پر قدرت ہو جائے جو دارین کی خیر کا سبب ہو اللہ کا ذکر کرنے والوں کی مجلس اختیار کر اور جب تُو تنہا ہوا کرے تو جس قدر بھی تُو کر سکے اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو حرکت دیتا رہا کر اور اللہ کے لئے دوستی کر اور اوسی کے لئے دُشمنی کر[4] یعنی جس سے دوستی یا دُشمنی ہو وہ اللہ ہی کی رضا کے واسطے ہو اپنے نفس کے واسطے نہ ہو امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی مصاحبت اختیار کرے اوس میں پانچ چیزیں ہونا چاہئیں

---

[1] کنز [2] مشکوٰۃ [3] ایضاً [4] مشکوٰۃ

اوّل صاحب عقل ہو اس لئے کہ عقل اصل رأس المال ہے بے وقوف کی مصاحبت میں کوئی فائدہ نہیں ہے اوس کا مآل کار وحشت اور قطع رحمی ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ سے تو یہ بھی نقل کیا گیا کہ احمق کی صورت کو دیکھنا بھی خطا ہے۔ دوسری چیز یہ ہے کہ اس کے اخلاق اچھے ہوں کہ جب آدمی کے اخلاق خراب ہوں تو وہ عقل پر بسا اوقات غالب آجاتے ہیں ایک آدمی سمجھ دار ہے بات کو خوب سمجھتا ہے لیکن غصہ، شہوت، بُخل وغیرہ اوس کو اکثر عقل کا کام نہیں کرنے دیتے۔ تیسری چیز یہ ہے کہ وہ فاسق نہ ہو اس لئے کہ جو شخص اللہ جل شانہٗ سے بھی نہ ڈرتا ہو اوس کی دوستی کا کوئی اعتبار نہیں نہ معلوم کس جگہ کس مصیبت میں پھنسا دے۔ چوتھی چیز یہ ہے کہ وہ بدعتی نہ ہو کہ اوس کے تعلقات سے بدعت کی ساتھ متاثر ہو جانیکا اندیشہ ہے اور اوس کی نحوست کے متعدی ہونے کا خوف ہے بدعتی اس کا مستحق ہے کہ اوس سے تعلقات اگر ہوں تو منقطع کر لئے جائیں نہ یہ کہ تعلقات پیدا کئے جائیں۔ پانچویں چیز یہ ہے کہ وہ دُنیا کمانے پر حریص نہ ہو کہ اوس کی صحبت سمِ قاتل ہے اس لئے کہ طبیعت تشبہ اور اقتدا، پر مجبور ہوا کرتی ہے اور مخفی طور پر دوسرے کے اثرات لیا کرتی ہے[۱] حضرت امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد حضرت زین العابدینؒ نے وصیت فرمائی ہے کہ پانچ آدمیوں کے ساتھ نہ رہنا ان سے بات بھی نہ کرنا حتیٰ کہ راستہ چلتے ہوئے ان کے ساتھ راستہ بھی نہ چلنا۔ ایک فاسق شخص کہ وہ تجھے ایک لقمہ بلکہ ایک لقمہ سے کم میں بھی فروخت کر دے گا میں نے پوچھا کہ ایک لقمہ سے کم میں فروخت کرنے کا کیا مطلب؟ فرمایا کہ ایک لقمہ کی اُمید پر وہ تجھے فروخت کر دے پھر اوس کو وہ لقمہ بھی جس کی اُمید تھی نہ ملے (محض اُمید پر فروخت کر دے) بخیل[۲] کے پاس نہ جائیو کہ وہ تجھ سے ایسے وقت میں تعلق توڑ دے گا جب تو اوس کا سخت محتاج ہو۔ جھوٹے کے پاس نہ جائیو کہ وہ بالو (دھوکہ) کی طرح سے قریب کو دُور اور دُور کو قریب ظاہر کرے گا۔ احمق کے پاس کو نہ گذرنا کہ وہ تجھے نفع پہونچانا چاہے گا اور نقصان پہونچا دے گا قطع رحمی کرنے والے کے پاس کو نہ گذریو کہ میں نے اوس پر قرآن پاک میں تین جگہ لعنت پائی ہے[۳] اثرات کا لینا آدمیوں ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جس چیز کے ساتھ آدمی کا تلبس زیادہ ہوا کرتا ہے اوس کے اثرات مخفی طور پر آدمی کے اندر آجایا کرتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا کہ بکریوں والوں میں مسکنت ہوتی ہے اور فخر و تکبر گھوڑے والوں میں ہوتا ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان دونوں جانوروں میں یہ صفات پائی جاتی ہیں۔ اونٹ اور بیل والوں میں شدت اور سخت دلی بھی وارد ہوئی ہے متعدد روایات میں چیتے کی کھال پر سواری کی ممانعت آئی ہے علماء نے منجملہ دوسری وجوہ کے اس کی ایک وجہ یہ بھی فرمائی ہے کہ طابستہ

---

[۱] احیاء [۲] [۳] روض

کی وجہ سے اُس میں درندگی کی خصلت پیدا ہوتی ہے۔[1] دوسرا ادب حدیث بالا میں یہ ہے کہ تیرا کھانا متقی لوگ ہی کھائیں یہ مضمون بھی متعدد روایات میں آیا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنا کھانا متقی لوگوں کو کھلاؤ اور اپنے احسان کا مومنوں کو مورد بناؤ۔[2] علماء نے لکھا ہے کہ اس سے مُراد دعوت کا کھانا ہے، حاجت کا کھانا نہیں ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ اپنے کھانے سے اوس شخص کی ضیافت کرو جس سے اللہ کی وجہ سے محبت ہو۔[3] دفع حاجت کے کھانے میں حق تعالیٰ شانہٗ نے قیدیوں کے کھلانے کی بھی مدح فرمائی ہے اور قیدی اوس زمانہ کے کافر تھے[4] جیسا کہ آیات کے سلسلہ میں ع۲۲ پر یہ مضمون گذر چکا ہے اور احادیث کے سلسلہ میں ع۱۰ پر گذر چکا ہے کہ ایک فاحشہ عورت کی محض اسی وجہ سے مغفرت ہوئی کہ اوس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا اور بھی متعدد روایات میں مختلف مضامین سے اس کی تائید ہوتی ہے حضورؐ نے تو قاعدہ اور ضابطہ فرما دیا کہ ہر جاندار میں اجر ہے اس میں متقی، غیر متقی، مسلم، کافر، آدمی، حیوان سب ہی داخل ہیں لہٰذا احتیاج اور ضرورت کے کھانے میں یہ چیزیں نہیں دیکھی جاتیں وہاں تو احتیاج کی شدت اور قلت دیکھی جاتی ہے جتنی زیادہ احتیاج ہو اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔ یہ کھانا دعوت اور تعلقات کا ہے۔ اس میں بھی اگر کوئی دینی مصلحت ہو، خیر کی نیت ہو تو جس درجہ کی وہ خیر اور مصلحت ہوگی اوسی درجہ کا اجر ہوگا البتہ اگر کوئی دینی مصلحت نہ ہو تو پھر کھانے والا جتنا زیادہ متقی ہوگا اتنا ہی زیادہ اجر کا سبب ہوگا۔ صاحب مظاہر اور امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ متقیوں کو کھلانا طاعت اور نیکیوں پر اعانت ہے اور فاسقوں کو کھلانا فسق و فجور پر اعانت ہے اور ظاہر چیز ہے کہ متقی اور نیک آدمی میں جتنی زیادہ طاقت اور قوت آئے گی عبادت میں زیادہ مصروف ہوگا اور فاسق فاجر میں اچھے کھانوں سے جتنی زیادہ قوت ہوگی لہو و لعب فسق و فجور میں بڑھے گا جسمیں اسکی اعانت ہوئی۔ ایک بزرگ اپنے کھانے کو فقراء صوفیہ ہی کو کھلاتے تھے کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ عام فقراء کو بھی کھلائیں تو بہتر ہو انھوں نے فرمایا کہ ان لوگوں کی ساری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے جب انکو فاقہ ہوتا ہے تو اوس سے توجہ میں انتشار ہوتا ہے میں ایک شخص کی توجہ کو اللہ جل شانہٗ تک لگائے رکھوں یہ اس سے بہتر ہے کہ ایسے ہزار آدمیونکی اعانت کروں جنکی ساری توجہ دُنیا کی طرف ہے حضرت جنید بغدادیؒ نے جب یہ بات سُنی تو بہت پسند فرمایا۔[5] حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے ایک درزی نے دریافت کیا کہ میں ظالم بادشاہوں کے کپڑے سیتا ہوں کیا آپکا خیال ہے کہ میں بھی ظالمونکی اعانت کر رہا ہوں؟ انھوں نے ارشاد فرمایا نہیں تو اعانت کرنے والوں میں نہیں ہے تو تو خود ظالم ہے،

---

[1] کوکب [2] اتحاف [3] ایضاً [4] مظاہر [5] احیار۔ اتحاف

ظالم کی اعانت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو تیرے ہاتھ سوئی دھاگہ فروخت کریں[1] ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ جو شخص کریم پر احسان کرتا ہے اوس کو غلام بنا لیتا ہے اور جو ذلیل (لئیم) شخص پر احسان کرتا ہے اوسکی دشمنی اپنی طرف کھینچتا ہے[2] ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اپنا کھانا متقی لوگوں کو کھلاؤ اور اپنا احسان مؤمنین پر کرو[3] اور اس میں علاوہ بالائی مصالح کے متقی اور مؤمنین کا اعزاز و اکرام بھی ہے اور یہ خود مستقل طور پر مندوب اور مامور بہ ہے اسی وجہ سے علماء نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد کی جسمیں آپؐ نے فاسقوں کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے[4] منجملہ دوسری وجوہ کے ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ فاسق کی دعوت قبول کرنے میں اوس کا اعزاز و اکرام ہے۔

(۲۴) عن ابی هريرة رضـ قال يارسول الله ای الصدقة افضل قال جهد المقل وابدأ بمن تعول رواه ابوداؤد وغيره (مشكوٰة)

حضرت ابوہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ سب سے افضل صدقہ کیا ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ نادار کی انتہائی کوشش، اور ابتداء اوس سے کرو جس کی پرورش تمہارے ذمہ ہے

ف ۔ یعنی جو شخص خود ضرورت مند ہو فقیر ہو نادار ہو وہ اپنی کوشش سے اپنے کو مشقت میں ڈالکر جو صدقہ کرے وہ افضل ہے۔ حضرت بشرؒ فرماتے ہیں کہ تین عمل بہت سخت ہیں یعنی ان میں ہمت کا کام ہے۔ ایک تنگ دستی کی حالت میں سخاوت دوسرے تنہائی میں تقویٰ اور اللہ کا خوف تیسرے ایسے شخص کے سامنے حق بات کا کہنا جس سے خوف ہو یا امید ہو[5] یعنی اوس سے اغراض وابستہ ہیں اور یہ اندیشہ ہے کہ وہ حق بات کہنے سے میری اغراض پوری نہ کرے گا یا کسی قسم کی مضرت پہونچائے گا۔ حق تعالیٰ شانہ کے پاک کلام میں بھی اسکی طرف اشارہ گذر چکا ہے جیسا کہ آیات کے سلسلہ میں ۲۸ پر گذرا کہ وہ حضرات باوجود اپنی حاجت اور فقر کے دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اور اوس کے ذیل میں اس کی کچھ تفصیل بھی گذر چکی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ارشاد فرماتے ہیں تین شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے پاس سو دینار (اشرفیاں) تھے میں نے ان میں سے دس دینار اللہ واسطے صدقہ کر دیئے۔ دوسرے صاحب نے عرض کیا کہ میرے پاس دس دینار تھے میں نے ایک دینار صدقہ کر دیا۔ تیسرے صاحب نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک ہی دینار تھا میں نے اوس کا دسواں حصہ صدقہ کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم تینوں کا ثواب برابر ہے اسلئے کہ ہر شخص نے اپنے مال کا

---

[1] احیاء [2] کنز [3] مشکوٰۃ [4] ایضاً [5] اتحاف

دسواں حصہ صدقہ کیا ہے ایک اور حدیث میں اسی قسم کا ایک اور قصہ وارد ہوا ہے اوس میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد جواب میں ہے کہ تم سب ثواب میں برابر ہو کہ ہر شخص نے اپنے مال کا دسواں حصہ صدقہ کر دیا اوس حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیۃ شریفہ پڑھی: لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ [1]۔ یہ آیت شریفہ سورۂ طلاق کے پہلے رکوع کے ختم پر ہے پوری آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے کہ وسعت والے کو اپنے وسعت کے موافق خرچ کرنا چاہئے اور جسکی آمدنی کم ہو اوس کو چاہئے کہ اللہ جل شانہٗ نے جتنا اوس کو دیا ہے اوس میں سے خرچ کرے (یعنی امیر آدمی اپنی حیثیت کے موافق خرچ کرے اور غریب آدمی اپنی حیثیت کے موافق کیونکہ) خدا تعالیٰ کسی شخص کو اوس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اوس کو دیا ہے (اور غریب آدمی خرچ کرتا ہوا اس سے نہ ڈرے کہ پھر بالکل ہی نہیں رہے گا) خدا تعالیٰ تنگی کے بعد جلدی ہی فراغت بھی دے دے گا۔ علامہ سیوطیؒ نے دُرِّ منثور میں اس آیت شریفہ کے ذیل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی روایت کے ہم معنی دوسرے بعض صحابہؓ سے بھی روایات نقل کی ہیں۔ اور ان سے بڑھ کر ایک صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کیا گیا کہ ایک درم ایک لاکھ درم سے بھی ثواب میں بڑھ جاتا ہے اس طرح کہ ایک آدمی کے پاس دو ہی درم فقط ہیں اوس نے ان میں سے ایک صدقہ کر دیا۔ دوسرا شخص ایسا ہے کہ اوس کے پاس بہت بڑی مقدار میں مال ہے اوس نے اپنے کثیر مال میں سے ایک لاکھ درم صدقہ کئے تو یہ ایک درم ثواب میں بڑھ جائے گا علامہ سیوطیؒ نے جامع الصغیر میں حضرت ابوذرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایات سے اس کو نقل کیا ہے اور صحیح کی علامت لکھی یہی نادار کی کوشش ہے کہ ایک شخص کے پاس صرف دو درم ہیں یعنی سات آنے کہ ایک درم تقریباً ساڑھے تین آنے کا ہوتا ہے اُن میں سے ایک صدقہ کر دے اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے جس کو امام بخاریؒ نے روایت کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم لوگوں کو صدقہ کا حکم فرمایا کرتے تھے تو ہم میں سے بعض آدمی بازار جاتے اور اپنے اوپر بوجھ لاد کر مزدوری میں ایک مُد (جو حنفیہ کے نزدیک ایک سیر وزن ہے اور دوسرے حضرات کے نزدیک تین پاؤ سے بھی کچھ کم ہے) کماتے اور اوس کو صدقہ کر دیتے [2] بعض روایات میں ہے کہ ہم میں سے بعض آدمی جن کے پاس ایک درم بھی نہ ہوتا تھا بازار جاتے اور لوگوں سے اس کی خواہش کرتے کہ کوئی مزدوری پر کام کرائے اور اپنی کمر پر بوجھ لاد کر ایک مد مزدوری حاصل کرتے۔ راوی یہ کہتے ہیں کہ ہمیں جہاں تک خیال ہے خود

---

[1] کنز [2] فتح

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ اپنا ہی حال بتایا ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے اس پر یہ باب ذکر کیا ہے بیان اوس شخص کا جو اس لئے مزدوری کرے کہ اپنی کمر پر بوجھ لادے اور پھر اوس مزدوری کو صدقہ کردے[1] آج ہم میں سے بھی کوئی اس امنگ کا آدمی ہے کہ اسٹیشن پر جاکر صرف اس لئے بوجھ اُٹھائے کہ دو چار آنے جو مل جائیں گے وہ ان کو صدقہ کردے گا۔ ان حضرات کو آخرت کے کھانے کا ہر وقت اتنا ہی فکر رہتا تھا جتنا ہمیں دُنیا کے کھانے کا، ہم اس لئے مزدوری کرسکتے ہیں کہ آج کھانے کو کچھ نہیں لیکن یہ اس لئے مزدوری کرتے تھے کہ آج آخرت میں جمع کرنے کو کچھ نہیں ہے۔ ابتدار اسلام میں بعض منافق ایسے لوگوں پر طعن کرتے تھے جو مشقت اُٹھاکر تھوڑا تھوڑا صدقہ کرتے تھے حق تعالےٰ شانہ، نے ان پر عتاب فرمایا چنانچہ ارشاد ہے:۔ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (توبہ رکوع ۱۰) "یہ (منافق) ایسے لوگ ہیں کہ نفل صدقہ کرنے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارہ میں طعن کرتے ہیں اور (بالخصوص) ان لوگوں پر (اور بھی زیادہ) طعن کرتے ہیں جن کو بجز محنت اور مزدوری کے کچھ میسر نہیں ہوتا یہ (منافق) ان کا مذاق اُڑاتے ہیں اللہ جل شانہ ان کے مذاق اُڑانے کا بدلہ (اسی نوع سے) دے گا (کہ آخرت میں ان احمقوں کا بھی اول مذاق اُڑایا جائے گا) اور دُکھ دینے والا عذاب تو ان کیلئے ہے ہی (وہ تو ٹلتا نہیں)"۔ مفسرین نے اس آیت شریفہ کے ذیل میں بہت سی روایات اس قسم کی ذکر کی ہیں کہ یہ حضرات رات بھر حمالی کرکے مزدوری کماتے اور صدقہ کرتے اور جو کچھ تھوڑا بہت گھر میں ہوتا وہ تو ان کی نگاہ میں صدقہ ہی کے واسطے ہوتا تھا مجبوری کے درجہ میں کچھ خود بھی استعمال کرلیا۔ ایک مرتبہ حضرت علیؓ کی خدمت میں ایک سائل حاضر ہوا آپ نے اپنے صاحبزادۂ حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اپنی والدہ (حضرت فاطمہؓ) سے کہو کہ میں نے جو چھ درم تمہارے پاس رکھے ہیں ان میں سے ایک دے دو صاحبزادہ گئے اور یہ جواب لائے کہ وہ آپ نے آٹے کے واسطے رکھوائے تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آدمی اپنے ایمان میں اوس وقت تک سچا نہیں ہوتا جب تک اپنے پاس کی موجود چیز سے اس چیز پر زیادہ اعتماد نہ ہو جو اللہ جل شانہ، کے پاس ہے اپنی والدہ سے کہو کہ وہ چھ درم سب کے سب دے دو۔ حضرت فاطمہؓ نے تو یاددہانی کے طور پر فرمایا تھا ان کو اس میں کیا تامل ہوسکتا تھا اس لئے حضرت فاطمہؓ نے دیدیئے حضرت علیؓ نے وہ سب سائل کو دیدیئے۔ حضرت علیؓ اپنی اسی جگہ سے اُٹھے بھی نہیں تھے کہ ایک شخص اونٹ فروخت

---

[1] فتح

کرتا ہوا آیا آپ نے اوس کی قیمت پوچھی اوس نے ایک سو چالیس ۱۴۰ درم بتائے آپ نے وہ قرض خرید لیا اور قیمت کی ادائیگی کا بعد کا وعدہ کر لیا تھوڑی دیر بعد ایک اور شخص آیا اور اونٹ کو دیکھ کر پوچھنے لگا کہ یہ کس کا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرا ہے اوس نے دریافت کیا کہ فروخت کرتے ہو حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں اوس نے قیمت دریافت کی حضرت علیؓ نے دو سو ۲۰۰ درم بتائے وہ خرید کرلے گیا حضرت علیؓ نے ایک سو چالیس ۱۴۰ درم اپنے قرضخواہ یعنی پہلے مالک کو دے کر ساٹھ درم حضرت فاطمہؓ کو لا کر دیدیئے۔ حضرت فاطمہؓ نے پوچھا کہ یہ کہاں سے آئے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے وعدہ فرمایا ہے کہ جو شخص نیکی کرتا ہے اوس کو دس ۱۰ گنا بدلہ ملتا ہے[1] یہ بھی جہد والے کی مشقت تھی کہ کل صرف چھ ۶ درم تقریبًا ۱؎ کل موجود تھے جو آٹے کے لئے رکھے ہوئے تھے اللہ جل شانہٗ پر کامل اعتماد کرتے ہوئے ان کو خرچ فرما دیا اور وہ درد دُنیا کا بدلہ وصول کر لیا اور بھی بہت سے واقعات ان حضرات کے اللہ جل شانہٗ پر اعتماد کامل کر کے سب کچھ خرچ کر ڈالنے کے وارد ہوئے ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قصّہ غزوۂ تبوک کا مشہور معروف ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کا حکم فرمایا تو جو کچھ گھر میں تھا سب کچھ لا کر پیش کر دیا اور حضورؐ کے دریافت فرمانے پر کہ گھر میں کیا چھوڑا عرض کیا اللہ اور اوس کے رسول کو یعنی ان کی رضا کو، حالانکہ علماء نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ ایمان لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار اشرفیاں تھیں[2] محمد بن عباد مہلبیؒ کہتے ہیں کہ میرے والد مامون رشید بادشاہ کے پاس گئے بادشاہ نے ایک لاکھ درم ہدیہ دیا، والد صاحب جب وہاں سے اُٹھکر آئے تو سب کے سب صدقہ کر دیئے مامون کو اس کی اطلاع ہوئی جب دوبارہ والد صاحب کی مُلاقات ہوئی تو مامون نے ناراضی کا اظہار کیا والد صاحب نے کہا اے امیرالمؤمنین! موجود کا روکنا معبود کے ساتھ بدگمانی ہے[3] یعنی جو چیز موجود ہے اوس کو خرچ نہ کرنا۔ اسی خوف سے تو ہوتا ہے کہ یہ نہ رہے گی تو کہاں سے آئے گی تو گویا جس مالک نے اس وقت دیا ہے اوسکو دوبارہ دینا مشکل پڑ جائے گا۔ بہت سے واقعات اسلاف و اکابر کے ایسے گذرے ہیں کہ ناداری کی حالت میں بھی جو کچھ تھا سب دے دیا لیکن ان سب روایات اور واقعات کے خلاف احادیث میں ایک مضمون اور بھی آیا ہے اور وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک اور مشہور ارشاد خیر الصدقۃ ما کان عن ظھر غنی ہے بہترین صدقہ وہ ہی ہے جو غنٰی سے ہو۔ یہ مضمون بھی متعدد روایات میں وارد ہوا ہے ابوداؤد شریف میں ایک قصہ وارد ہوا ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

---

[1] کنز العمال [2] تاریخ الخلفاء [3] احیاء

ایک شخص حاضر ہوئے۔ اور ایک بیضہ کی بقدر سونا پیش کر کے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ مجھے ایک معدن سے مل گیا ہے اس کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں ہے حضورؐ نے اوس جانب سے اعراض فرمالیا وہ صاحب دوسری جانب سے حاضر ہوئے اور یہی درخواست مکرر پیش کی حضورؐ نے اوس طرف سے بھی مُنہ پھیر لیا اسی طرح متعدد مرتبہ ہوا حضورؐ نے اوس ڈلی کو لے کر ایسے زور سے پھینکا کہ اگر وہ انکے لگ جاتی تو زخمی کر دیتی اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا بعض لوگ اپنا سارا مال صدقہ میں پیش کر دیتے ہیں پھر وہ لوگوں کے سامنے سوال کا ہاتھ پھیلاتے ہیں بہترین صدقہ وہ ہے جو غنیٰ سے ہو حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی بدحالی دیکھکر) لوگوں سے کپڑا صدقہ کرنے کی ترغیب دی لوگوں نے کچھ کپڑے پیش کئے جن میں سے دو کپڑے حضورؐ نے انکو بھی مرحمت فرمائے جو اسوقت مسجد میں داخل ہوئے تھے اسکے بعد دوسرے موقعہ پر حضورؐ نے پھر لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دی تو انھوں نے بھی اپنے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا صدقہ کر دیا حضورؐ نے ان کو تنبیہ فرمائی اور انکا کپڑا واپس فرمادیا[1] ایک اور حدیث میں اس قصہ میں حضورؐ کا یہ ارشاد وارد ہوا ہے کہ یہ صاحب نہایت بُری ہیئت سے مسجد میں آئے تھے مجھے یہ اُمید تھی کہ تم انکی حالت دیکھ کر خود ہی خیال کروگے مگر تم نے خیال نہ کیا تو مجھے کہنا پڑا کہ صدقہ لاؤ تم صدقہ لائے اور انکو دو کپڑے دیدیئے پھر میں نے دوسری مرتبہ جب صدقہ کی ترغیب دی تو یہ بھی اپنے دو کپڑوں میں سے ایک صدقہ کرنے لگے لو اپنا کپڑا واپس لو[2] ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ بعض آدمی اپنا سارا مال صدقہ کر دیتے ہیں پھر بیٹھکر لوگوں کے ہاتھوں کو دیکھتے ہیں، بہترین صدقہ وہ ہے جو غنیٰ سے ہو۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ بغیر غنیٰ کے صدقہ ہے ہی نہیں[3] یہ روایات بظاہر پہلی روایات کے خلاف ہیں گو حقیقت میں کچھ خلاف نہیں ہے اس لئے کہ ان روایات میں ممانعت کی وجہ کیطرف حضورؐ نے خود ہی اشارہ فرمادیا کہ سارا مال صدقہ کر کے پھر لوگوں کے ہاتھوں کو تکتے ہیں ایسے آدمیوں کیلئے یقیناً تمام مال صدقہ کرنا مناسب نہیں بلکہ نہایت بیجا ہے لیکن جو حضرات ایسے ہیں کہ انکو اپنے پاس جو مال موجود ہو اوس سے زیادہ اعتماد اوس مال پر ہو جو اللہ کے قبضہ میں ہے جیسا کہ حضرت علیؓ کے قصہ میں ابھی گذرا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے احوال تو اس سے بھی بالاتر ہیں ایسے حضرات کو سارا مال صدقہ کر دینے میں مضائقہ نہیں البتہ اسکی کوشش ضرور کرتے رہنا چاہئے کہ اپنا حال بھی ان حضرات جیسا بنجائے اور دُنیا سے ایسی ہی بے رغبتی اور حق تعالےٰ شانہٗ پر ایسا ہی اعتماد پیدا ہو جائے جیسا ان حضرات کو تھا اور جب آدمی کسی کام کی کوشش کرتا ہے تو حق تعالےٰ شانہٗ

---

[1] ابو داؤد [2] کنز العمال [3] ایضاً

وہ چیز عطا فرماتے ہی ہیں مَنْ جَدَّ وَجَدَ ضرب المثل ہے کہ جو کوشش کرتا ہے وہ پالیتا ہے۔ ایک بزرگ سے کسی نے دریافت کیا کہ کتنے مال میں کتنی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ عوام کیلئے دو سو درم میں پانچ درم یعنی چالیسواں حصہ شریعت کا حکم ہے لیکن ہم لوگوں پر سارا مال صدقہ کر دینا واجب ہے[1] اسی ذیل میں حضورؐ کے وہ ارشادات ہیں جو احادیث کے سلسلہ میں ع[1] پر گذرے کہ اگر اُحد کا پہاڑ سارے کا سارا سونا بنجائے تو مجھے یہ گوارہ نہیں کہ اوس میں سے ایک درہم بھی باقی رکھوں بجز اوسکے جو قرض کی ادائیگی کیلئے ہو اسی بنار پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز کے بعد نہایت عجلت سے مکان تشریف لے گئے اور سونے کا ٹکڑا جو گھر میں اتفاق سے رہ گیا تھا اسکو صدقہ کا حکم فرما کر واپس تشریف لائے اور چند داموں کی موجودگی کیوجہ سے اپنی علالت میں بیچین ہو گئے جیسا کہ سلسلہ احادیث میں ع[4] پر گذرا۔ حضرت امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری شریف میں فرمایا کہ صدقہ بغیر غنیٰ کے نہیں ہے اور جو شخص ایسی حالت میں صدقہ کرے کہ وہ خود محتاج ہو یا اوسکے اہل و عیال محتاج ہوں یا اوس پر قرض ہو تو قرض کا ادا کرنا مقدم ہے ایسے شخص کا صدقہ اوس پر لوٹا دیا جائے گا البتہ اگر کوئی شخص صبر کرنے میں معروف ہو اور اپنے نفس پر باوجود اپنی احتیاج کے ترجیح دے جیسا کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا فعل تھا یا انصار نے مہاجرین کو اپنے اوپر ترجیح دی (تو اسمیں مضائقہ نہیں) علامہ طبریؒ کہتے ہیں جمہور علمار کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص اپنا سارا مال صدقہ کر دے بشرطیکہ اوس پر قرض نہ ہو اور تنگی کی اوسمیں برداشت ہو اور اوسکے عیال نہ ہوں یا اگر ہوں تو وہ بھی اسکی طرح سے صابر ہوں تو سارا مال صدقہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو سارا مال صدقہ کرنا مکروہ ہے[2] ہمارے حضرت حکیم الاُمت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے پاک ارشاد بہترین صدقہ وہ ہے جو غنی سے ہو میں غنیٰ سے مُراد دِل کا غنیٰ ہے[3] اس صورت میں یہ احادیث پہلی احادیث کے خلاف بھی نہیں ہیں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد بھی احادیث میں آیا ہے کہ غنیٰ مال کی کثرت سے نہیں ہوتا بلکہ اصل غنا دل کا غنیٰ ہوتا ہے[4] اوپر جو قصہ سونے کی ڈلی کا گذرا اوسمیں بھی اشارۃً یہ مضمون ملتا ہے کہ ان صاحب کا بار بار یہ عرض کرنا کہ یہ سارا صدقہ ہے اور میرے پاس اسکے سوا کچھ نہیں ہے اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ دل کو اوس سے وابستگی ہے۔ صاحب مظاہر فرماتے ہیں کہ یہ ضروری ہے کہ صدقہ غنا سے دیا جائے چاہے غنار نفس ہو یعنی اللہ جل شانہٗ پر اعتماد کامل ہو جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جب تمام مال اللہ کیلئے دے دیا اور حضورؐ کے اس ارشاد پر کہ اپنے عیال کے لئے کیا چھوڑا انھوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ اور اوس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو حضورؐ نے ان کی تعریف فرمائی اور یہ درجہ

---

[1] احیاء اول [2] فتح [3] حجۃ اللہ [4] مشکوٰۃ

حاصل نہ ہو تو پھر مال کا غنا باقی رہے حاصل یہ ہے کہ توکّل کامل ہو تو جو چاہے خرچ کردے اور یہ کامل نہ ہو تو اہل و عیال کی رعایت کو مقدم کرے[1] مگر اپنے دِل کو اپنی اس کوتاہی پر تنبیہ کرتا رہے اور غیرت دِلاتا رہے کہ تجھے اس ناپاک دُنیا پر جتنا اعتماد ہے اللہ جل شانہ پر اس کا آدھا تہائی بھی نہیں ہے انشاء اللہ اس کے بار بار تنبیہ سے ضرور اثر ہوگا کاش حق تعالیٰ شانہٗ ان اکابر کے توکّل اور اعتماد کا کچھ حصہ اس کمینہ کو بھی عطا فرما دیتا۔

(۲۵) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اذا انفقت المرأۃ من طعام بیتھا غیر مفسدۃٍ کان لھا اجرھا بما انفقت ولزوجھا اجرہٗ بما کسب وللخازن مثل ذٰلک لا ینقص بعضھم اجر بعض شیئًا متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب عورت اپنے گھر کے کھانے میں سے ایسی طرح صدقہ کرے کہ (اسراف وغیرہ سے) اوس کو خراب نہ کرے تو اوسکو خرچ کرنیکا ثواب ہے اور خاوند کو اسلئے ثواب ہے کہ اوس نے کمایا تھا اور کھانے کا انتظام کرنیوالے کو (مرد ہو یا عورت) ایسا ہی ثواب ہے، اور ان تینوں میں سے ایک کے ثواب کی وجہ سے دوسرے کے ثواب میں کمی نہ ہوگی۔

اس حدیث شریف میں دو مضمون وارد ہوئے ہیں۔ایک بیوی کے خرچ کرنے کے متعلق ہے دوسرا سامان کے محافظ خزانچی اور منتظم کے متعلق ہے اور دونوں مضامین میں روایات بکثرت وارد ہوئی ہیں شیخین کی ایک اور روایت میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ جب عورت خاوند کی کمائی میں سے اوس کے بغیر حکم کے خرچ کرے تو اوس عورت کو آدھا ثواب ہے[2] حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی جماعت کو بیعت کیا تو ایک عورت کھڑی ہوئیں جو بڑے قد کی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ قبیلہ مضر کی ہوں کہ ان کے قد لانبے ہوتے ہوں گے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم عورتیں اپنے والدوں پر بھی بوجھ ہیں اپنی اولاد پر بھی اور اپنے خاوندوں پر بھی بوجھ ہیں ہمیں ان کے مال میں سے کیا چیز لینے کا حق ہے، حضورؐ نے فرمایا تر و تازہ چیزیں (جن کے روکنے میں خراب ہونے کا اندیشہ ہو) کھا بھی سکتی ہو اور دوسروں کو دے بھی سکتی ہو[3] ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد وارد ہوا ہے کہ اللہ جل شانہٗ روٹی کے ایک لقمہ اور کھجور کی ایک مٹھی کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنّت میں داخل فرماتے ہیں ایک گھر کے مالک کو یعنی خاوند کو دوسرے بیوی کو جس نے یہ کھانا پکایا تیسرے اوس خادم کو جو دروازہ تک مسکین کو دے کر آیا[4] حضرت عائشہؓ کی ہمشیرہ حضرت اسماءؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے بجز اوس کے جو میرے خاوند حضرت

---

[1] مظاہر [2] مشکوٰۃ [3] ایضاً [4] کنز

حضرت زبیرؓ مجھے دے دیں کیا میں وہیں سے خرچ کرلیا کروں؟ حضورؐ نے فرمایا خوب خرچ کیا کرو باندھ کرنہ رکھو کہ تم پر بھی بندش کردی جائے گی [1] یہ روایت اور اس کے ہم معنی کئی روایتیں ابھی گذری ہیں ایک اور روایت میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جب عورت خاوند کی کمائی میں سے اوس کے بغیر حکم کے خرچ کرے تو خاوند کو آدھا ثواب ہے [2] ابھی ایک روایت میں اسکا عکس گذرچکا کہ ایسی صورت میں عورت کے لئے آدھا ثواب ہے لیکن غور سے معلوم ہوتا ہے کہ خاوند کی کمائی سے خرچ کرنے کی دو صورتیں ہوتی ہیں ایک صورت یہ ہے کہ خاوند نے کما کر مال کا کچھ حصہ عورت کو بالکل دے دیا اوس کو مالک بنادیا ایسے مال میں سے اگر عورت خرچ کرے تو اوس کو پورا ثواب اور خاوند کو نصف ثواب بظاہر ہے کہ خاوند تو بہرحال عورت کو دے چکا ہے اب اگر وہ خرچ کرتی ہے تو حقیقت میں خاوند کے مال میں سے خرچ نہیں کرتی بلکہ اپنے مال میں سے خرچ کرتی ہے لیکن کمائی چونکہ خاوند کی ہے اس لئے اوس کو بھی اللہ کے لطف وکرم سے اوس کی کمائی کی وجہ سے اس کے صدقہ کرنے کا آدھا ثواب ہے، اور بیوی کو دیدینے کا مستقل ثواب پہلے علیحدہ ہو چکا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ خاوند نے کمانیکے بعد عورت کو مالک نہیں بنایا بلکہ گھر کے اخراجات کیلئے اوسکو دیا ہے اس مال میں سے صدقہ کرنے کا خاوند کو پورا ثواب ہوکر وہ اصل مالک ہے، اور عورت کو آدھا کہ اخراجات میں تنگی تو اوسکو بھی پیش آئیگی انکے علاوہ اور بھی متعدد روایات ہیں مختلف عنوانات سے عورتوں کو ترغیب دی گئی کہ وہ کھانے کی چیزوں میں سے اللہ کے راستہ میں خرچ کیا کریں ذرا ذرا سی چیزوں میں یہ بہانہ تلاش نہ کیا کریں کہ خاوند کی اجازت تو لی نہیں لیکن ان سب روایات کے خلاف بعض روایات میں اسکی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے۔ حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں منجملہ اور ارشادات کے یہ بھی فرمایا کہ کوئی عورت خاوند کے گھر سے (یعنی اوسکے مال میں سے) بغیر اوسکی اجازت کے خرچ نہ کرے کسی نے دریافت کیا حضورؐ کھانا بھی بغیر اجازت خرچ نہ کرے؟ حضورؐ نے فرمایا کھانا تو بہترین مال ہے، [3] یعنی اوسکو بھی بغیر اجازت خرچ نہ کرے اس روایت کو پہلی روایات سے کوئی حقیقت میں مخالفت نہیں ہے پہلی سب روایات عام حالات اور معروف عادات کی بناء پر ہیں گھروں کا عام عرف سب جگہ یہی ہے اور یہی ہوتا ہے کہ جو چیزیں سامان یا روپیہ پیسہ گھر میں اخراجات کے واسطے دے دیا جاتا ہے اوس میں خاوندوں کو اس سے خلاف نہیں ہوتا کہ عورتیں اس میں سے کچھ صدقہ کردیں یا غرباء کو کچھ کھانے کو دے دیں بلکہ خاوندوں کا ایسی چیزوں میں کنج کاؤ اور پوچھنا تحقیق کرنا کنجوسی

---

[1] کنز [2] عینی عن مسلم [3] ترغیب عن الترمذی

اور چھچھورپن شمار ہوتا ہے لیکن اس عرف عام کے باوجود اگر کوئی بخیل اسکی اجازت نہ دے کہ اوسمیں سے کسی کو دیا جائے تو پھر عورت کو جائز نہیں کہ اوسکے مال میں سے کچھ صدقہ کرے یا ہدیہ دے البتہ اپنے مال میں سے جو چاہے خرچ کرے۔ ایک شخص نے حضورؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ! میری بیوی میرے مال میں سے میری بغیر اجازت خرچ کرتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تم دونوں کو اس کا ثواب ہوگا انھوں نے عرض کیا کہ میں اُسکو منع کر دیتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا تجھے تیرے بُخل کا بدلہ ملے گا اوسکو اوسکے احسان کا اجر ہوگا[1] معلوم ہوا کہ خاوندوں کا ایسی معمولی چیز سے روکنا بُخل ہے اور اوسکے روکنے کے بعد اوسکے مال میں سے عورت کو خرچ کرنا جائز نہیں البتہ عورت کا اگر دل خرچ کرنے کو چاہتا ہے اور خاوند کی مجبوری سے رُکی ہوئی ہے تو اوس کو اوسکی نیت کی وجہ سے صدقہ کا ثواب ملتا ہی رہے گا۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں حقیقت میں ان چیزوں میں ہر شہر کا عرف اور عادت مختلف ہوتی ہے اور خاوندوں کے احوال بھی مختلف ہوتے ہیں بعض پسند کرتے ہیں بعض پسند نہیں کرتے اسی طرح جو چیز خرچ کی جائے اوس کے اعتبار سے بھی مختلف احوال ہوتے ہیں ایک تو معمولی چیز قابل تسامح ہوتی ہے اور کوئی ایسی چیز ہوتی ہے جسکی خاوند کو اہمیت ہو اسی طرح سے کوئی تو ایسی چیز ہوتی ہے جسکے رکھنے میں اوسکے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو اور کوئی ایسی چیز ہوتی ہے جسکو روکنے میں کوئی نقصان نہیں ہوتا حافظ ابن حجرؒ نے نقل کیا ہے کہ یہ شرط تو متفق علیہ ہے کہ وہ عورت خرچ کرنے میں فساد کرنے والی نہ ہو۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ خرچ کرنے کی ترغیبیں حجاز کے عرف کے موافق وارد ہوئی ہیں کہ وہاں بیویوں کو اس قسم کے تصرفات کی عام اجازت ہوتی تھی کہ وہ مساکین کو، مہمانوں کو، پڑوس کی عورتوں کو، سوال کرنے والوں کو کھانے وغیرہ کی چیزیں دے دیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ان روایات سے اپنی اُمت کو ترغیب دینا ہے کہ عرب کی یہ نیک خصلت اختیار کریں[2] چنانچہ ہمارے دیار میں بھی بہت سے گھروں میں یہ عرف ہے کہ اگر سائل کو یا کسی عزیز یا ضرورت مند کو، بھوکے کو کھانے پینے کی چیزیں دے دی جائیں تو خاوندوں کے نزدیک یہ چیز نہ ان سے قابلِ اجازت ہے نہ یہ ان کیلئے موجب تکدر ہوتا ہے۔ دُوسرا مضمون حدیث بالا میں محافظ اور خزانچی کے متعلق وارد ہوا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اصل مالک کسی شخص کو ہدیہ دینے کی صدقہ کرنے کی خواہش رکھتا ہے مگر یہ خزانچی اور محافظ کارکن اوسمیں رخنہ پیدا کیا کرتے ہیں بالخصوص اُمراء اور سلاطین کے یہاں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مالک کی طرف سے صدقات کے پروانے جاری ہوتے ہیں اور یہ میر منشی ہمیشہ عدم گنجائش کا عُذر کھڑا کرتے ہیں اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد روایات میں اس کی

---

[1] کنز [2] مظاہر

ترغیب دی ہے کہ کارکن حضرات اگر نہایت طیب خاطر اور خندہ پیشانی سے مالک کے حکم کی تعمیل کریں تو انکو محض ذریعہ اور واسطہ ہونے کیوجہ سے اللہ کے فضل و انعام سے مستقل ثواب ملے جیسا کہ اوپر کے مضمون میں متعدد روایات اسکی گذر چکی ہیں ایک حدیث میں ہے کہ اگر مسلمان خزانچی امانت دار مالک کے حکم کی تعمیل پوری پوری خندہ پیشانی اور خوشدلی کے ساتھ کرے اور جتنا دینے کا اوسکو حکم ہے اتنا ہی دیدے تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں ہے [1] ایک حدیث میں ہے کہ اگر صدقہ (بالفرض) سات کروڑ آدمیوں کے ہاتھ میں کو نکلکر آئے تو آخر والے کو بھی ایسا ہی ثواب ہوگا جیسا کہ اول والے کو [2] یعنی مثلاً کسی بادشاہ نے صدقہ کا حکم دیا اور اوسکے عملہ کے اتنے آدمیوں کو اوسمیں واسطہ بننا پڑا تو سب کو ثواب ہوگا یعنی اجر و ثواب کے اعتبار سے وہ بھی سب ایسے ہی ہیں جیسا کہ صدقہ کرنے والا ثواب کا مستحق ہے گو دونوں کے ثواب میں فرقِ مراتب ہو اور فرقِ مراتب کیلئے یہ ضروری نہیں کہ مالک ہی کا ثواب زیادہ ہو کہیں مالک کا ثواب زیادہ ہوگا مثلاً سو روپیہ ملازم کو دیئے یا خزانچی کو حکم کرے کہ فلاں شخص کو جو دروازہ پر یا اپنے پاس موجود ہے دیدے اس صورت میں یقیناً مالک کو ثواب زیادہ ہوگا اور ایک انار کسی کو دے کہ فلاں محلہ میں جو بیمار ہے اوس کو دے آؤ کہ اتنی دور جانا انار کی قیمت سے بھی مشقت کے اعتبار سے بڑھ جائے تو اوس صورت میں اوس واسطہ کا ثواب اصل مالک سے بھی بڑھ جائے گا [3] اسی طرح اوس خازن کو مال کی تحصیل میں مشقت زیادہ اٹھانا پڑتی ہو اور مالک کو بے محنت مفت میں ملجائے تو ایسے مال کے صدقہ کرنے میں یقیناً خازن کا ثواب زیادہ ہو جائے گا کہ الاجر علیٰ قدر النصب ثواب مشقت کی بقدر ہوا کرتا ہے یہ شریعت مطہرہ کا مستقل ضابطہ ہے لیکن جیسا کہ بیوی کیلئے بغیر اذن خاوند کے تصرف کرنے کا فی الجملہ حق ہے خازن کیلئے یہ جائز نہیں کہ بغیر اذن مالک کے کوئی تصرف اوسکے مال میں کرے البتہ اگر مالک کی طرف سے تصرف کی اجازت ہو تو مضائقہ نہیں۔

(۳۶) عن ابن عباس مرفوعاً فی حدیث لفظه کل معروف صدقة والدال علی الخیر کفاعله واللہ یحب اغاثة اللهفان کذا فی المقاصد الحسنة وبسط فی تخریجه وطرقه و السیوطی فی الجامع الصغیر حدیث الدال علی الخیر کفاعله من روایة ابن مسعود و ابی مسعود وسهل بن سعد وبریدة وانس

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بھلائی صدقہ ہے اور کسی کارِ خیر پر دوسرے کو ترغیب دینے کا ثواب ایسا ہی ہے جیسا کہ خود کرنے کا ثواب ہے اور اللہ جل شانہ مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کو محبوب رکھتا ہے۔ ف: اس حدیث پاک میں تین مضمون ہیں اول یہ کہ ہر بھلائی صدقہ ہے یعنی صدقہ کیلئے مال ہی دینا ضروری نہیں ہے اور صدقہ اسی میں منحصر نہیں بلکہ

[1] مشکوٰة [2] کنز [3] عینی

جو بھلائی کسی کیساتھ کیجائے وہ ثواب کے اعتبار سے صدقہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آدمی کے اندر تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اوس کیلئے ضروری ہے کہ ہر جوڑ کیطرف سے روزانہ ایک صدقہ کیا کرے صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اسکی طاقت کس کو ہے کہ تین سو ساٹھ صدقہ روزانہ کیا کرے۔ حضورؐ نے فرمایا مسجد میں تھوک پڑا ہو اوسکو ہٹا دو یہ بھی صدقہ ہے راستہ میں کوئی تکلیف دینے والی چیز پڑی ہو اسکو ہٹا دو یہ بھی صدقہ ہے۔ اور کچھ نہ ملے تو چاشت کی دو رکعت نفل سب کے قائم مقام ہو جاتی ہے[۱] اسلئے کہ نماز میں ہر جوڑ کو اللہ کی عبادت میں حرکت کرنا پڑتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ روزانہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو آدمی پر ہر جوڑ کے بدلہ میں ایک صدقہ ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان انصاف کردو یہ بھی صدقہ ہے کسی شخص کی سواری پر سوار ہونے میں مدد کردو یہ بھی صدقہ ہے اوسکا سامان اُٹھا کر دے دو یہ بھی صدقہ ہے۔ کلمہ طیبہ (یعنی لا الٰہ الا اللہ پڑھنا) بھی صدقہ ہے۔ ہر وہ قدم جو نماز کے لئے چلے صدقہ ہے کسی کو راستہ بتا دو یہ بھی صدقہ ہے۔ راستہ سے تکلیف دینے والی چیز ہٹا دو یہ بھی صدقہ ہے[۲] ایک حدیث میں ہے کہ روزانہ آدمی کے ہر جوڑ کے بدلہ میں اوس پر صدقہ ضروری ہے۔ ہر نماز صدقہ ہے، روزہ صدقہ ہے، حج صدقہ ہے، سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے، الحمد للہ کہنا صدقہ ہے، اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو کوئی راستہ میں ملجائے اوس کو سلام کرنا بھی صدقہ ہے، نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے، برائی سے منع کرنا صدقہ ہے[۳] اور بھی اس قسم کی متعدد روایات وارد ہوئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بھلائی ہر نیکی ہر احسان صدقہ ہے بشرطیکہ اللہ کے واسطے ہو۔ دوسری چیز حدیث بالا میں یہ ذکر کی گئی کہ جو شخص کسی کار خیر پر کسی کو ترغیب دے اوس کو بھی ایسا ہی ثواب ہے جیسا کرنے والے کو، یہ حدیث مشہور ہے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا کہ بھلائی کا راستہ بتانے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ اوس کو کرنے والا۔ ہو حق تعالےٰ شانہٗ عم نوالہٗ کی عطا اور احسان بخشش و انعام کا کیا ٹھکانا ہے اوس کی عطائیں اوس کے الطاف بے محنت ملتے ہیں مگر ہم لینا ہی نہ چاہیں تو اس کا کیا علاج ہے ایک شخص خود نفلیں کثرت سے نہیں پڑھ سکتا وہ دوسروں کو ترغیب دے کر نفلیں پڑھوائے اس کو بھی ان کا ثواب ہو خود نادار ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے مال کثرت سے خرچ نہیں کرسکتا دوسروں کو ترغیب دے کر خرچ کرائے اور خرچ کرنے والوں کی ساتھ خود بھی ثواب کا شریک بنے ایک شخص خود روزے نہیں رکھ سکتا، حج نہیں کرسکتا، جہاد نہیں کرسکتا اور کوئی عبادت نہیں کرسکتا لیکن ان چیزوں کی دوسروں کو ترغیب دیتا ہے اور خود ان سب کا شریک بنتا ہے بہت غور سے سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ اگر آدمی اپنے آپ ہی ان

---

[۱] مشکوٰۃ [۲] جامع الصغیر [۳] ابو داؤد

سب عبادتوں کو کرنے والا ہو تو ایک ہی کے کرنے کا ثواب تو ملے گا لیکن ان چیزوں پر سو آدمیوں کو ترغیب دے کر کھڑا کر دے تو سو کا ثواب ملے گا اور ہزار دو ہزار کو اور ان سے زیادہ کو لگا دے تو جتنے لوگوں کو آمادہ کر دے گا سب کا ثواب ملتا رہے گا اور لطف یہ ہے کہ خود اگر مر بھی جائے گا تو ان اعمال کے کرنے والوں کے اعمال کا ثواب بعد میں بھی پہونچتا رہے گا گیا اللہ جل شانہ کے احسانات کی کوئی حد ہے اور کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو لاکھوں کو اپنی زندگی میں دینی کاموں پر لگا گئے اور اب مرنیکے بعد وہ ان اعمال کے کرنے والوں کے ثواب میں شریک ہیں میرے چچاجان مولانا مولوی محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے اور مسرت سے فرمایا کرتے تھے کہ لوگ اپنے بعد آدمیوں کو چھوڑ کر جاتے ہیں میں مُلک کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ مطلب یہ تھا کہ میوات کا خطہ جہاں لاکھوں آدمی انکی کوشش سے نمازی بنے ہزاروں تہجد گزار بنے ہزاروں حافظِ قرآن ان سب کا ثواب انشاء اللہ انکو ملتا رہے گا اور اب یہ خوش قسمت جماعت عرب اور عجم میں تبلیغ کر رہی ہے انکی کوشش سے جتنے آدمی کسی دینی کام میں لگجائیں گے نماز و قرآن پڑھنے لگیں گے اس سب کا ثواب ان کوشش کرنیوالوں کو بھی ہوگا اور ان کو بھی ہوگا جنکو کو یہ مسرت تھی کہ میں مُلک کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ زندگی بہر حال ختم ہونے والی چیز ہے اور مرنیکے بعد وہی کام آتا ہے جو اپنی زندگی میں آدمی کرے زندگی کے ان لمحات کو بہت غنیمت سمجھنا چاہئے اور جو چیز ذخیرہ بنائی جا سکتی ہو اوسمیں کسر نہ چھوڑنی چاہئے اور بہترین چیزیں وہ ہیں جنکا ثواب مرنیکے بعد بھی ملتا رہے۔ میرے بزرگو اور دوستو وقت کو بہت غنیمت سمجھو اور جو ساتھ لے جانا ہے لے جاؤ بعد میں نہ کوئی باپ پوچھتا ہے نہ بیٹا سب چند روز رو کر چپ ہو جائیں گے اور بہترین چیز صدقہ جاریہ ہے۔

تیسری چیز حدیث بالا میں یہ ذکر فرمائی ہے کہ اللہ جل شانہ مُصیبت زدہ لوگوں کی فریاد رسی کو پسند کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ جل شانہٗ اوس پر رحم نہیں فرماتے جو آدمیوں پر رحم نہیں کرتا ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص مُصیبت زدہ عورتوں کی مدد کرتا ہے یا غریب کی مدد کرتا ہے وہ ایسا ہے جیسا کہ جہاد میں کوشش کرنے والا ہو اور غالبًا یہ بھی فرمایا کہ اور وہ ایسا ہے جیسا کہ تمام رات نفلیں پڑھنے والا ہو کہ ذرا بھی سستی نہیں کرتا اور وہ ایسا ہے جیسا کہ ہمیشہ روزہ رکھتا ہو کبھی افطار نہ کرتا ہو[۱] ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی مومن سے دُنیا کی کسی مُصیبت کو زائل کرتا ہے اللہ جل شانہٗ اوس سے قیامت کے دن کی مُصیبت کو زائل کرتا ہے اور جو شخص کسی مشکل میں پھنسے ہوئے کو سہولت پہونچاتا ہے اللہ جل شانہٗ اوس کو دُنیا اور آخرت کی سہولت عطا فرماتا ہے جو شخص کسی

---

[۱] مشکوٰۃ

مُسلمان کی دُنیا میں پردہ پوشی کرتا ہے اللہ جل شانہٗ دُنیا اور آخرت میں اوسکی پردہ پوشی کرتا ہے[۱] ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے کسی مُسلمان بھائی کی حاجت پوری کرے اوسکو ایسا ثواب ہے جیسا کہ حق تعالےٰ شانہٗ کی تمام عُمر خدمت (عبادت) کی ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے کسی مُسلمان بھائی کی حاجت کو حاکم تک پہونچائے تو اوسکی پُل صراط پر چلنے میں مدد کی جائے گی جس دن کہ اوس پر پاؤں پھسل رہے ہونگے ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنکو حق تعالےٰ شانہٗ نے اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ لوگوں کی حاجتیں پوری کیا کریں انکے کاموں میں مدد دیا کریں یہ لوگ قیامت کے سخت دن میں بے فکر ہونگے انکو کوئی خوف نہ ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے مضطر بھائی کی مدد کرے حق تعالےٰ شانہٗ اوسکو اوس دن ثابت قدم رکھیں گے جس دن پہاڑ بھی اپنی جگہ نہ ٹھہر سکیں گے (یعنی قیامت کے دن) ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی مُسلمان کی کسی کلمہ سے اعانت کرے یا اوسکی مدد میں قدم چلائے حق تعالےٰ شانہٗ اوس پر تہتر ۷۳ رحمتیں نازل فرماتے ہیں جن میں سے ایک میں اوسکی دُنیا اور آخرت کی درستگی ہے اور ۷۲ بہتر آخرت میں رفع درجات کیلئے ذخیرہ ہیں انکے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث اس قسم کے مضامین کی صاحب کنز العمال نے نقل کی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مُسلمان آپسمیں ایک دوسرے پر رحم کرنے میں ایک دوسرے کی ساتھ تعلق میں ایک کی دوسرے پر مہربانی کرنے میں ایک جسم کی طرح ہیں کہ جب بدن کا کوئی عضو ماؤف ہوجاتا ہے تو سارے اعضاء جاگنے میں بخار میں اوسکا ساتھ دیتے ہیں[۱] یعنی جیسا کہ ایک عضو کی تکلیف سے سارے اعضاء بے چین ہوجاتے ہیں مثلاً ہاتھ میں زخم ہوجاتا ہے تو پھر کسی عضو کو بھی نیند نہیں آتی سب کو جاگنا پڑتا ہے اس سے بڑھکر یہ کہ اوسکے اگراٹ سے سارے بدن کو بخار ہوجاتا ہے اسی طرح ایک مُسلمان کی تکلیف سے سب کو بے چین ہوجانا چاہئے ایک اور حدیث میں ہے کہ رحم کرنے والے آدمیوں پر رحمٰن بھی رحم فرماتا ہے تم ان لوگوں پر رحم کرو جو دُنیا میں ہیں تم پر وہ رحم کریں گے جو آسمان میں ہیں اس سے حق تعالیٰ شانہٗ بھی مُراد ہوسکتے ہیں اور فرشتے بھی۔ ایک حدیث میں ہے کہ مُسلمانوں کا بہترین گھروہ ہے جسمیں کوئی یتیم ہو اور اوسکی ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہو اور بدترین گھروہ ہے جسمیں کوئی یتیم ہو اور اوسکی ساتھ بُرا برتاؤ کیا جاتا ہو[۲] ایک حدیث میں ہے جو شخص میری اُمت میں سے کسی شخص کی حاجت پوری کرے تاکہ اوسکی خوشی ہو اوس نے مجھکو خوش کیا اور جسنے مجھے خوش کیا اوس نے اللہ جل شانہٗ کو خوش کیا اور جو شخص حق تعالےٰ شانہٗ کو خوش کرتا ہے وہ اسکو جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی مُصیبت زدہ آدمی کی مدد کرتا ہے اوس کیلئے تہتر ۷۳ درجے مغفرت کے لکھے جاتے ہیں

---

[۱] مشکوٰۃ [۲] ایضاً

جن میں سے ایک درجہ سے تو اوسکی درستگی ہوتی ہے (یعنی لغزشوں کا بدلہ ہو جاتا ہے) باقی بہتر درجے رفع درجات کا سبب ہوتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ مخلوق ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کی عیال ہے آدمیوں میں سب سے زیادہ محبوب اللہ جل شانہٗ کے نزدیک وہ ہے جو اوسکی عیال کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے [1] مخلوق ساری کی ساری اللہ کی عیال ہے مشہور حدیث ہو کہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے نقل کی گئی علمار نے لکھا ہے کہ جیسا آدمی اپنے عیال کی روزی کا اہتمام کرنے والا ہوتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ شانہٗ بھی اپنی ساری مخلوق کے روزی رساں ہیں اسی لحاظ سے ان کو اللہ کی عیال بتایا گیا [2] اور اس صفت میں مسلمانوں کی بھی خصوصیت نہیں ہے مسلمان کافر سب ہی شریک ہیں بلکہ سارے حیوانات اسمیں داخل ہیں کہ سب کے سب اللہ تعالیٰ شانہٗ کی مخلوق اور اوسکی عیال ہیں جو شخص سب کی ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے والا ہوگا وہ حق تعالیٰ شانہٗ کو سب سے زیادہ محبوب ہوگا۔

(۲۷) عن شداد بن اوس قال سمعت رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول من صلّٰى يرائى فقد اَشرك وَ من صام يرائى فقدْ اَشرك وَمن تصدق يرائى فقد اشرك رواه احمد كذا فى المشكوٰة

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے ریار کی نیت سے نماز پڑھی اوس نے شرک کیا جسنے ریار کے ارادہ سے روزہ رکھا اوس نے شرک کیا جسنے ریار کی نیت سے صدقہ دیا اوس نے شرک کیا۔

ف۔ یعنی جسنے اپنی ان عبادتوں میں اللہ جل شانہٗ کے ساتھ دوسروں کو شریک بنا لیا اور وہ وہ لوگ ہیں جن کو دکھانا مقصود ہے اوسنے اپنی عبادت کو خالص حق تعالیٰ شانہٗ کیلئے نہیں رکھا بلکہ اوس کی عبادت ساجھے کی عبادت بن گئی اور اوس عبادت کی غرض میں ان کا حصہ بھی ہو گیا جن کو دکھانا مقصود ہے یہ بہت ہی اہم چیز ہے اس پر اس فصل کو ختم کرتا ہوں مقصد یہ ہے کہ جو عبادت بھی ہو خالص اللہ جل شانہٗ کی رضار کے واسطے ہو اوس میں کوئی فاسد غرض ریار، شہرت، وجاہت وغیرہ ہرگز نہ ہونا چاہئے کہ اوس میں نیکی برباد، گناہ لازم ہو جاتا ہے۔ احادیث میں بہت کثرت سے اس پر وعیدیں اور تنبیہیں وارد ہوئی ہیں۔ ایک حدیث قدسی میں حق سبحانہٗ و تقدس کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ میں سب شریکوں میں سب سے زیادہ بے پروا ہوں جو شخص کسی عبادت میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کر دیتا ہے میں اوس عبادت کرنے والے کو اوس کے (بنائے ہوئے) شریک کے ساتھ چھوڑ دیتا ہوں [3] یعنی وہ اپنا بدلہ اور ثواب اوس شریک سے جا کر لے مجھ سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ایک اور

---

[1] مشکوٰۃ [2] مقاصد حسنہ [3] مشکوٰۃ

حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ایک منادی اعلان کرے گا کہ جس شخص نے اپنے کسی عمل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا ہے وہ اوس شریک سے اپنا ثواب مانگ لے اللہ جل شانہٗ شرکت سے بے نیاز ہے[1] حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم لوگ دجّال کا تذکرہ کر رہے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس کا میں تم پر دجّال سے بھی زیادہ خوف کرتا ہوں ہم نے عرض کیا کہ ضرور بتائیں حضورؐ نے فرمایا کہ وہ شرکِ خفی ہے مثلاً ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے (اخلاص سے شروع کی ہے کوئی شخص اوس کی نماز کو دیکھنے لگے) وہ آدمی کے دیکھنے کی وجہ سے اپنی نماز لمبی کردے۔ ایک دوسرے صحابیؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف چھوٹے شرک کا ہے صحابہؓ نے عرض کیا چھوٹا شرک کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ریا ہے ایک حدیث میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ جس دن حق تعالیٰ شانہٗ بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ عطا فرمائیں گے ان لوگوں سے یہ ارشاد ہوگا کہ جن کو دکھانے کے لئے کئے تھے دیکھو ان کے پاس تمہارے اعمال کا بدلہ ہے یا نہیں[2] قرآن پاک میں بھی حق تعالیٰ شانہٗ کا پاک ارشاد ہے

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ (کہف ع ۱۲)

"جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے (اور ان کا محبوب و مقرب بننا چاہے) تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے" حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں بعضے (دینی) مواقع میں اللہ جل شانہٗ کی رضا کے واسطے کھڑا ہوتا ہوں مگر میرا دل چاہتا ہے کہ میری اس کوشش کو لوگ دیکھیں حضورؐ نے اسکا کوئی جواب مرحمت نہیں فرمایا حتّٰی کہ یہ آیت نازل ہوگئی حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں صدقہ کرتا ہوں اور صرف اللہ جل شانہٗ کی رضا مقصود ہوتی ہے مگر دل یہ چاہتا ہے کہ لوگ مجھے اچھا کہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی ایک حدیث قدسی میں ہے حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے عمل میں میرے ساتھ کسی دوسرے شخص کو شریک کرتا ہے تو میں اوس عمل کو سارے ہی کو چھوڑ دیتا ہوں میں صرف اوسی عمل کو قبول کرتا ہوں جو خالص میرے لئے ہو اوس کے بعد حضورؐ نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی ایک اور حدیث میں ہے اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ساتھی کے ساتھ بہترین تقسیم کرنے والا ہوں جو شخص اپنی عبادت میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو ساجھی کردے میں اپنا حصہ بھی اوس ساجھی کو دے دیتا ہوں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جہنم میں ایک وادی

---

[1] مشکوٰۃ [2] ایضاً

ایسی ہے جس سے جہنم خود بھی چار سو مرتبہ روزانہ پناہ مانگتی ہے وہ ریاکار قاریوں کے واسطے ہے ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آیا ہے کہ جُبُ الحزن سے پناہ مانگا کرو یعنی غم کے کنوئیں سے جو جہنم میں ہے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اوس میں کون لوگ رہیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ جو اپنے اعمال میں ریاکاری کرتے ہیں۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ یہ آیت شریفہ قرآن پاک میں سب سے آخر میں نازل ہوئی [1] قرآن پاک میں دوسری جگہ ارشاد ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ الآیۃ (بقرہ ع ۳۶)۔

اُے ایمان والو! تم احسان جتاکر یا ایذا پہونچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو جس طرح وہ شخص (برباد) کرتا ہے جو اپنا مال لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے خرچ کرتا ہے اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور قیامت کے دن پر اوس شخص کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک چکنا پتھر ہو جس پر کچھ مٹی آگئی ہو (اور اوس مٹی میں کچھ سبزہ وغیرہ جم گیا ہو) پھر اوس پتھر پر زور کی بارش پڑ جائے سو وہ اوسکو بالکل صاف کر دے گی (اسی طرح ان احسان رکھنے والوں ایذا دینے والوں اور ریاکاروں کا خرچ کرنا بھی بالکل صاف اڑ جائے گا اور قیامت کے دن) ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی یعنی یہ جو نیکیاں کی تھیں صدقات دیئے تھے یہ سب ضائع جائیں گے اسکے علاوہ اور بھی کئی جگہ قرآن پاک میں ریار کی مذمت فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں کا فیصلہ ہوگا ان میں ایک تو شہید ہوگا اوسکو بلایا جائے گا اور بلانیکے بعد دُنیا میں جو اللہ جل شانہٗ کے انعامات اوس پر ہوئے تھے وہ اسکو یاد دلائے جائیں گے اوس کے بعد اوس سے مطالبہ ہوگا کہ اللہ جل شانہٗ کی ان نعمتوں میں رہ کر تُو نے کیا نیک عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے تیری رضاجوئی میں جہاد کیا حتّٰی کہ شہید ہوگیا (اور تجھ پر قربان ہوگیا) ارشاد ہوگا کہ یہ جھوٹ ہے تُو نے جہاد اسلئے کیا تھا کہ لوگ بڑا بہادر بتائیں گے وہ تجھے بہت بڑا بہادر بتا چکے ہیں (جو غرض عمل کی تھی وہ پوری ہوگئی ہے) اسکے بعد اوسکو جہنم میں پھینک دینے کا حکم کیا جائے گا اور تعمیل حکم میں اسکو مُنہ کے بل کھینچکر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ دوسرا شخص ایک عالِم ہوگا جس کو بُلا کر اللہ جل شانہٗ کے انعامات اور احسانات جتاکر اوس سے بھی دریافت کیا جائے گا کہ اللہ جل شانہٗ کی ان نعمتوں میں تُو نے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے علم سیکھا اور لوگوں کو سکھایا تیری رضاجوئی میں قرآن پاک پڑھتا رہا ارشاد ہوگا یہ سب جھوٹ ہے یہ سب کچھ اسلئے کیا گیا تھا کہ لوگ کہیں گے کہ فلاں شخص بڑا عالم بڑا قاری ہے سو لوگوں نے کہدیا ہے (اور جو مقصد اس محنت سے تھا وہ حاصل ہو چکا ہے) اوسکے بعد اوسکو بھی جہنم میں

---

[1] دُرِّ منثور

پھینکنے کا حکم کیا جائے گا اور تعمیلِ حکم میں مُنہ کے بَل کھینچکر جہنّم میں پھینک دیا جائے گا تیسرا شخص ایک سخی ہو گا جس پر اللہ جل شانہٗ نے دُنیا میں بڑی وُسعت فرما رکھی تھی ہر قسم کے مال سے اوس کو نوازا تھا اوسکو بُلایا جائے گا اور جو انعامات اللہ جل شانہٗ نے اوس پر دُنیا میں فرمائے تھے وہ جتا کر سوال کیا جائے گا کہ ان انعامات میں تیری کیا کارگذاری ہے؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے خیر کا کوئی موقع جسمیں خرچ کرنا آپ کو پسند ہو ایسا نہیں چھوڑا جسمیں آپکی خوشنودی کیلئے خرچ نہ کیا ہو ارشاد ہو گا یہ جھوٹ ہے تُو نے محض اسلئے خرچ کیا کہ لوگ کہیں گے بڑا سخی شخص ہے سو کہا جا چکا ہے اسکے بعد اوسکو بھی جہنّم میں پھینکنے کا حکم ہو گا اور تعمیلِ حکم میں مُنہ کے بَل کھینچکر جہنّم میں پھینک دیا جائے گا۔[1] اس حدیث میں اور اسی طرح اور احادیث میں جہاں ایک ایک شخص کا ذکر آتا ہے اس سے ایک قسم آدمیوں کی مُراد ہوتی ہے یہ مطلب نہیں کہ یہ معاملہ صرف تین[3] آدمیوں کے ساتھ کیا جائے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ تینوں قسم کے آدمیوں سے یہ مطالبہ ہو گا اور مثال کے طور پر ہر قسم میں سے ایک ایک آدمی کا ذکر کر دیا ان کے علاوہ اَور بھی احادیث میں کثرت سے اس پر تنبیہ کی گئی ہے اور بہت زیادہ اہمیت سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کو اس پر متنبہ کیا ہے کہ جو کام بھی کیا جائے وہ خالص اللہ جل شانہٗ کیلئے کیا جائے اور جتنا بھی اہتمام ہو سکے اس کا کیا جائے کہ اسمیں ریا اور نمود و شہرت اور دِکھاوے کا شائبہ بھی نہ آنے پائے مگر اس جگہ شیطان کے ایک بڑے مکر سے بے فکر نہ ہونا چاہئے دُشمن جب قوی ہوتا ہے وہ مختلف انواع سے اپنی دُشمنی نکالا کرتا ہے یہ بہت مرتبہ آدمی کو اس وسوسہ کی بدولت کہ اخلاص تو ہے ہی نہیں اہم ترین عبادتوں سے روک دیا کرتا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ شیطان اوّل تو نیک کام سے روکا کرتا ہے اور ایسے خیالات دلمیں ڈالا کرتا ہے جس سے اس کام کے کرنے کا ارادہ ہی پیدا نہ ہو لیکن جب آدمی اپنی ہمّت سے اسکا مُقابلہ کرتا ہے اور اسکے روکنے پر عمل نہیں کرتا تو وہ کہا کرتا ہے تجھ میں اخلاص تو ہے نہیں یہ تیری عبادت محنت بے کار ہے جب اخلاص ہی نہیں پھر ایسی عبادت کرنے سے کیا فائدہ اور اس قسم کے وسوسے پیدا کر کے نیک کام سے روک دیا کرتا ہے اور جب آدمی رُک جاتا ہے تو اس کی غرض پوری ہو جاتی ہے[2] اس لئے اس خیال سے نیک کام سے رُکنا نہیں چاہئے کہ اخلاص تو ہے ہی نہیں بلکہ نیک کام کرنے میں اخلاص کی کوشش کرتے رہنا چاہئے اور اس کی دُعا کرتا رہے کہ حق تعالےٰ شانہٗ محض اپنے لُطف سے دست گیری فرمائے تاکہ نہ تو دین کا مشغلہ ضائع ہو نہ برباد ہو۔

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ○

---

[1] مشکوٰۃ بروایۃ مسلم [2] احیاء

دوسری فصل بخل کی مذمت میں

پہلی فصل میں جتنی آیات اور احادیث اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی گذر چکی ہیں اُن سے خود ہی یہ بات ظاہر ہوگئی کہ جب اللہ کے راستہ میں خرچ کرنیکے اتنے فضائل وفوائد اور خوبیاں ہیں تو جتنی اس میں کمی ہوگی یہ منافع حاصل نہ ہونگے یہ خود ہی کافی مذمت انتہائی نقصان ہے لیکن اللہ جل شانہٗ اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ اور اہتمام کی وجہ سے بخل اور مال کو روک کر رکھنے پر خصوصی وعیدیں بھی ارشاد فرمائی ہیں جو اللہ کا انعام اور اسکے پاک رسول کی اُمت پر انتہائی شفقت ہے کہ اسنے اس مہلک مرض پر خاص طور سے بہت سی تنبیہیں فرمادیں قرآن وحدیث میں ہر مضمون نہایت ہی کثرت سے ذکر کیا گیا اور مختلف عنوانوں سے ہر خیر کے کرنے پر ترغیب اور ہر بُرائی سے رُکنے پر تنبیہیں کی گئیں کسی ایک مضمون کا احاطہ بھی دشوار ہے نمونہ کے طور پر اس کے متعلق بھی چند آیات اور چند احادیث لکھی جاتی ہیں۔

آیات

(۱) وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ (بقرہ رکوع ۲۴)

تم لوگ اللہ کے راستہ میں خرچ کیا کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔

ف۔ یہ آیت شریفہ پہلی فصل کے سلسلہ آیات میں ۳ پر گذر چکی ہے اس آیت شریفہ میں اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کرنے کو اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت اور تباہی میں ڈالنا قرار دیا ہے جیسا کہ پہلے مفصل صحابہ کرامؓ سے نقل کیا جاچکا ہے۔ کون شخص ہے جو اپنی تباہی اور بربادی چاہتا ہو مگر کتنے آدمی ہیں جو یہ معلوم ہوجانیکے باوجود کہ یہ تباہی اور بربادی کا ذریعہ ہے اس سے بچتے ہیں اور مال کو جوڑ جوڑ کر نہیں رکھتے اسکے سوا کیا ہے کہ غفلت کا پردہ ہم لوگوں کے دلوں پر پڑا ہوا ہے اور اپنے ہاتھوں ہی اپنے آپکو ہلاکت میں ڈالتے جارہے ہیں۔

(۲) اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ ج وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ وَفَضْلًا ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ (سورۃ بقرہ ع ۳۷)

"شیطان تمکو محتاجی (اور فقر) سے ڈراتا ہے اور تمکو بُری بات (بخل) کا مشورہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے (خرچ کرنے پر) اپنی طرف سے گناہ معاف کردینے کا اور زیادہ دینے کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ وُسعت والے ہیں (وہ سب کچھ دے سکتے ہیں) خوب جاننے والے ہیں۔ (نیت کے موافق ثمرہ دیتے ہیں)"

ف : حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کے اندر ایک تو شیطان تصرف کرتا ہے اور ایک فرشتہ تصرف کرتا ہے شیطان کا تصرف تو بُرائی سے ڈرانا ہے (مثلاً صدقہ کرے گا تو فقیر ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ) اور حق بات کا جُھٹلانا ہے۔ اور فرشتہ کا تصرف بھلائی کا وعدہ کرنا ہے اور حق بات کی تصدیق کرنا ہے جو اسکو پاوے (یعنی بھلائی کی بات کا خیال دل میں آوے تو اسکو) اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھے اور اسکا شکر ادا کرے اور جو دوسری بات کو پاوے (یعنی بُرا خیال دلمیں آوے) تو شیطان سے پناہ مانگے اسکے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت شریفہ پڑھی[1] یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد کی تائید میں یہ آیت شریفہ پڑھی جسمیں حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ شیطان فقر کا خوف اور فحش باتوں کی ترغیب دیتا ہے اور یہی حق کا جُھٹلانا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آیتِ شریفہ میں دو چیزیں اللہ جل شانہٗ کی طرف سے ہیں اور دو چیزیں شیطان کی طرف سے ہیں شیطان فقر کا وعدہ کرتا ہے اور بُری بات کا حُکم کرتا ہے یہ کہتا ہے کہ مال خرچ نہ کر، احتیاط سے رکھ تجھے اسکی ضرورت پڑے گی اور اللہ جل شانہٗ ان گناہوں پر مغفرت کا وعدہ فرماتا ہے اور رزق میں زیادتی کا وعدہ فرماتا ہے[2] امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ آدمی کو آئندہ کے فکر میں زیادہ مُبتلا نہیں ہونا چاہیئے کہ کیا ہوگا بلکہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے رزق کا وعدہ فرما رکھا ہے تو اس پر اعتماد کرنا چاہیئے اور یہ سمجھتے رہنا چاہیئے کہ آئندہ کی احتیاج کا خوف شیطانی اثر ہے جیسا کہ اس آیتِ شریفہ میں بتایا گیا وہ آدمی کے دل میں یہ خیال پکاتا رہتا ہے کہ اگر تُو مال جمع کرکے نہیں رکھے گا تو جس وقت تو بیمار ہو جائے گا یا کمانے کے قابل نہیں رہے گا یا کوئی اور وقتی ضرورت پیش آجائے گی تو اس وقت تُو مشکل میں پھنس جائے گا اور تجھے بڑی دقت اور تکلیف ہوگی اور ان خیالات کی وجہ سے اس کو اس وقت مشقت اور کوفت اور تکلیف میں پھانس دیتا ہے اور ہمیشہ اسی تکلیف میں مُبتلا رکھتا ہے اور پھر اسکا مذاق اُڑاتا ہے کہ یہ احمق آئندہ کی موہوم تکلیف کے ڈر سے اس وقت کی یقینی تکلیف میں پھنس رہا ہے[3] کہ جمع کی فکر میں ہر وقت پریشان رہتا ہے اور آئندہ کا فکر سوار رہتا ہے۔

(۳) وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا

ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز کے خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں جو انکو اللہ جل شانہٗ نے محض اپنے فضل سے عطا کی ہے کہ یہ بات (یعنی بخل کرنا) ان کیلئے کچھ اچھی ہوگی (ہرگز نہیں) بلکہ یہ بات ان کیلئے بہت بُری ہوگی اسلئے کہ وہ لوگ قیامت کے دن طوق پہنائے جائینگے اس مال

---

[1] مشکوٰۃ [2] دُرِّ منثور [3] احیاء

بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (آل عمران رکوع ۱۸)

کا جسکی ساتھ بخل کیا تھا (یعنی سانپ بناکر انکی گردنوں میں) ڈالدیا جائے گا اور اخیر میں آسمان وزمین (اور جو کچھ اُنکے اندر ہے لوگوں کے مرجانیکے بعد) اللہ ہی کا رہ جائے گا (تم اپنے ارادہ سے اسکو دے دو تو ثواب بھی ہو ورنہ ہے تو اُسی کا) اور اللہ جل شانہٗ تمہارے سارے اعمال سے خبر دار ہیں۔"

ف۔ بخاری شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد وارد ہوا ہے کہ جس شخص کو اللہ جل شانہٗ نے مال عطا کیا ہو اور وہ اسکی زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو تو وہ مال قیامت کے دن ایک گنجا سانپ (جسکے زہر کی کثرت اور شدت کی وجہ سے اسکے سر کے بال بھی جاتے رہے ہوں) بنایا جائے گا جسکے مُنہ کے نیچے دو نقطے ہونگے (یہ بھی زہر کی زیادتی کی علامت ہے) اور وہ سانپ اسکے گلے میں ڈالدیا جائے گا جو اس شخص کے دونوں جبڑے پکڑلے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔ اسکے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتِ شریفہ تلاوت فرمائی[1] یہ حدیث شریف زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وعیدوں میں پانچویں فصل کی احادیث میں ع۲ پر آرہی ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیتِ شریفہ کافروں کے بارے میں اور اس مؤمن کے بارے میں جو اپنے مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے بُخل کرتا ہو نازل ہوئی ہے، حضرت عکرمہؓ کہتے ہیں کہ مال میں سے جب اللہ جل شانہٗ کے حقوق ادا نہ ہوتے ہوں تو وہ مال گنجا سانپ بن کر قیامت میں اُسکے پیچھے لگ جائے گا اور وہ آدمی اس سانپ سے پناہ مانگتا ہوا ہو گا۔ حجر بن بیانؒ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو ذی رحم اپنے قریبی رشتہ دار سے اسکی ضرورت سے بچے ہوئے مال سے مدد مانگے اور وہ مدد نہ کرے اور بخل کرے تو وہ مال قیامت کے دن سانپ بناکر اسکو طوق پہنا دیا جائے گا۔ اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتِ شریفہ تلاوت فرمائی اور متعدد صحابۂ کرامؓ سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا۔ مسروقؒ کہتے ہیں کہ یہ آیتِ شریفہ اس شخص کے بارے میں ہے جسکو اللہ جل شانہٗ نے مال عطا کیا اور وہ اپنے رشتہ داروں کے اُن حقوق کو جو اللہ جل شانہٗ نے اسپر رکھے ہیں ادا نہ کرے۔ تو اسکا مال سانپ بناکر اسکو طوق پہنا دیا جائے گا وہ شخص اس سانپ سے کہے گا کہ تُو نے میرا پیچھا کیوں لیا، وہ کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں[2] امام رازیؒ تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ اوپر کی آیات میں جہاد میں اپنی جانوں کی شرکت پر تاکید و ترغیب تھی اسکے بعد اس آیت میں جہاد میں مال خرچ کرنے کی تاکید ہے اور تنبیہ ہے کہ جو لوگ جہاد میں مال خرچ نہیں کرتے تو وہ مال سانپ بنکر اُنکے گلے کا ہار بنجائے گا، اسکے بعد امام رازیؒ

---

[1] مشکوٰۃ [2] دُرِّ منثور

طویل بحث اسپر کرتے ہیں کہ جو شدید وعید اس آیت شریفہ میں ہے وہ تطوعات کے ترک پر تو مشکل ہے ترکِ واجب پر ہی ہو سکتی ہے۔ البتہ واجبات کئی قسم کے ہیں اوّل اپنے اوپر اور اپنے اُن اقارب پر خرچ کرنا جن کا نفقہ اپنے ذمہ واجب ہے۔ دوسرے زکوٰۃ۔ تیسرے جس وقت مسلمانوں پر کفار کا ہجوم ہو کہ وہ ان کے جان و مال کو ہلاک کرنا چاہتے ہوں تو اسوقت سب مالداروں پر حسب ضرورت خرچ کرنا واجب ہے۔ جس سے مدافعت کرنے والونکی مدد ہو کہ یہ دراصل اپنی ہی جان و مال کی حفاظت میں خرچ ہے۔ چوتھے مضطر پر خرچ کرنا ہے جس سے اسکی جان کا خطرہ زائل ہو جائے یہ سب اخراجات واجب ہیں۔[1]

(۴) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۨالَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ (سورۂ نساء رکوع ۶)

بیشک اللہ جل شانہٗ ایسے آدمیوں کو پسند نہیں کرتا جو دل میں اپنے آپکو بڑا سمجھتے ہوں (زبان سے) شیخی کی باتیں کرتے ہوں جو خود بھی بخل کرتے ہوں اور دوسروں کو بھی بخل کی تعلیم دیتے ہوں اور جو چیز اللہ جل شانہٗ نے انکو اپنے فضل سے دی ہے اسکو چھپاتے ہوں اور ہم نے ایسے ناشکروں کیلئے اہانت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ف۔ دوسروں کو بخل کی تعلیم دیتے ہوں" عام ہے کہ زبان سے اُنکو ترغیب دیتے ہوں یا اپنے عمل سے تعلیم دیتے ہوں کہ انکے عمل کو دیکھکر دوسروں کو بخل کی ترغیب ہوتی ہو۔ بہت سی احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ جو شخص بُرا طریقہ اختیار کرتا ہے اسکو اپنے کئے کا وبال بھی ہوتا ہے اور جتنے آدمی اُسکی وجہ سے اسپر عمل کریں اُن سب کا گناہ بھی اسکو ہوتا ہے اس طرح پر کہ اُنکی اپنی اپنی سزاؤں میں کوئی کمی نہ ہوگی، یہ مضمون قریب ہی مفصل گزر چکا ہے۔ حضرت مجاہدؒ سے مُخْتَالًا فَخُوْرًا کی تفسیر میں نقل کیا گیا کہ یہ ہر وہ متکبر ہے جو اللہ کی عطا کی ہوئی چیزوں کو گن گن کر رکھتا ہے اور اللہ جل شانہٗ کا شکر ادا نہیں کرتا۔ حضرت ابو سعید خدریؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن جب حق تعالیٰ شانہٗ ساری مخلوق کو ایک جگہ جمع فرما دیں گے تو جہنم کی آگ تو بتو چڑھتی ہوئی انکی طرف شدت سے بڑھے گی جو فرشتے اُسپر متعین ہیں وہ اسکو روکنا چاہیں گے تو وہ کہے گی کہ میرے رب کی عزت کی قسم یا تو مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنے جوڑی داروں (یاروں) کو لے لوں ورنہ میں سب پر چھا جاؤنگی۔ وہ پوچھیں گے تیرے جوڑیدار کون ہیں؟ وہ کہے گی ہر متکبر ظالم، اسکے بعد جہنم اپنی زبان نکالے گی اور ہر ظالم متکبر کو چن چن کر اپنے پیٹ میں ڈال لے گی (جیسا کہ جانور زبان کے ذریعے گھاس وغیرہ کھاتا ہے) ان سب کو چن کر پیچھے ہٹ

---

[1] تفسیر کبیر

جائے گی۔ اسکے بعد اسی طرح دوبارہ زور کرکے آئے گی اور یہ کہے گی کہ مجھا اپنے جوڑی داروں کو لینے دو اور جب اُس سے پوچھا جائے گا کہ تیرے جوڑی دار کون ہیں؟ تو وہ کہے گی ہر اکڑنے والا ناشکری کرنے والا اور پہلے کی طرح انکو بھی چُن کر اپنی زبان کے ذریعے اپنے پیٹ میں ڈال لے گی۔ پھر اسی طرح تیسری بار جوش کرکے چلے گی اور اپنے جوڑی داروں کا مُطالبہ کرے گی اور جب اس سے پوچھا جائے گا کہ تیرے جوڑی دار کون لوگ ہیں؟ تو وہ اس مرتبہ کہے گی ہر اکڑنے والا فخر کرنے والا اور انکو بھی چُن کر اپنے پیٹ میں ڈال لے گی۔ اسکے بعد لوگوں کا حساب کتاب ہوتا ہے گا۔ حضرت جابر بن سلیم ہجیمیؒ فرماتے ہیں کہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، مدینہ منورہ کی ایک گلی میں چلتے ہوئے حضورؐ سے مُلاقات ہوگئی میں نے سلام کیا اور لُنگی کے متعلق مسئلہ دریافت کیا حضورؐ نے فرمایا کہ پنڈلی کے موٹے حصّہ تک ہونی چاہئے اور اگر تجھے اتنی اونچی پسند نہ ہو تو تھوڑی اور نیچے تک سہی اور یہ بھی پسند نہ ہو تو ٹخنوں کے اوپر تک اور یہ بھی پسند نہ ہو تو آگے گنجائش نہیں اسلئے کہ) اللہ جل شانہٗ متکبر فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے (اور ٹخنوں سے نیچے لُنگی یا پاجامہ کو لٹکانا تکبر میں داخل ہے) پھر میں نے کسی کے ساتھ احسان اور بھلائی کرنیکے متعلق دریافت کیا حضورؐ نے فرمایا کہ بھلائی کو حقیر نہ سمجھو (کہ اسکی وجہ سے ملتوی کردو) چاہے رسّی کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو جُوتے کا تسمہ ہی کیوں نہ ہو کسی پانی مانگنے والے کے برتن میں پانی کا ڈول ہی ڈال دو راستہ میں کوئی اذیت پہونچانے والی چیز ہو اسکو ہٹادو حتّٰی کہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے بات ہی سہی راستہ چلنے والے سے سلام ہی سہی کوئی گھبرا رہا ہو اسکی دلبستگی ہی سہی (کہ یہ سب چیزیں احسان اور نیکی میں داخل ہیں) اور اگر کوئی شخص تمہارے عیب کو ظاہر کرے اور تمہیں اسکے اندر کوئی دوسرا عیب معلوم ہے تو تم اسکو ظاہر نہ کرو تمہیں اس اخفار کا ثواب ملے گا اسکو اس اظہار کا گناہ ہوگا اور جس کام کو تم یہ سمجھو کہ اگر کسی کو اسکی خبر ہوگئی تو مضائقہ نہیں اسکو کرو اور جسکو تم یہ سمجھو کہ کسی کو اسکی خبر نہ ہو اسکو نہ کرو (کہ یہ علامت اسکے بُرا ہونے کی ہے) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کردم بن یزیدؒ وغیرہ بہت سے آدمی انصار کے پاس آتے اور انکو نصیحت کرتے کہ اتنا خرچ نہ کیا کرو ہمیں ڈر ہے کہ یہ سب خرچ ہو جائے گا تم فقیر بنجاؤ گے ہاتھ روک کر خرچ کیا کرو نہ معلوم کل کو کیا ضرورت پیش آجائے ان لوگوں کی مذمت میں یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ [1]

(۵) وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ	جو لوگ سونا چاندی جمع کرکے خزانہ کے طور پر رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے آپ انکو بڑے دردناک

[1] دُرِّ منثور

سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ وَظُھُوْرُھُمْ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ ۝ (توبہ رکوع ۵)

عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے وہ اس دن ہوگا جس دن انکو (سونے چاندی کو) اول جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اُن سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پسلیوں اور پشتوں کو داغ دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ وہ ہے جسکو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا اب اسکا مزہ چکھو جسکو جمع کر کے رکھا تھا۔

ف: علماء نے لکھا ہے کہ پیشانیوں وغیرہ کے ذکر سے آدمی کی چاروں طرف مُراد ہیں پیشانی سے اگلا حصہ، پسلیوں سے دایاں اور بایاں اور پُشت سے پچھلا حصہ مُراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ سارے بدن کو داغ دیا جائے گا۔ ایک حدیث سے اسکی تائید بھی ہوتی ہے جسمیں مُنہ سے قدم تک داغ دیا جانا وارد ہوا ہے، اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ ان تینوں اعضاء کی خصوصیت اسلئے ہے کہ ان میں ذرا سی تکلیف بھی زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ ان تینوں کو اس وجہ سے ذکر کیا کہ آدمی جب چہرہ سے فقیر کو دیکھتا ہے تو پہلو بچا کر اس طرف پُشت کر کے چل دیتا ہے اسلئے ان تینوں اعضاء کو خصوصیت سے عذاب ہے، اسکے علاوہ اور بھی وجوہ ذکر کی گئیں[1] اس آیتِ شریفہ میں اس مال کو تپا کر داغ دینا وارد ہے اور آیت ۳ پر اسکا سانپ بن کر پیچھے لگنا وارد ہوا ہے، اِن دونوں میں کچھ اشکال نہیں یہ دونوں عذاب علیحدہ علیحدہ ہیں جیسا کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنیکے بیان میں پانچویں فصل کی حدیث ۲ پر آرہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور متعدد صحابہ کرامؓ سے نقل کیا گیا کہ اس آیتِ شریفہ میں خزانہ سے مُراد وہ مال ہے جسکی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو اور جسکی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو وہ خزانہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا گیا کہ یہ حکم زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے تھا جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہو گیا تو حق تعالےٰ شانہٗ نے زکوٰۃ ادا کر دینے کو بقیہ مال کے پاک ہو جانے کا سبب قرار دیدیا۔ حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو ہم حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ ایک سفر میں تھے تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! سونا چاندی جمع کرنے کا تو یہ حشر ہے اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ بہترین مال کیا ہے جسکو خزانہ کے طور پر جمع کر کے رکھیں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ کا ذکر کرنے والی زبان، اللہ کا شکر ادا کرنے والا دل اور نیک بیوی جو آخرت کے کاموں میں مدد دیتی رہے۔ حضرت عمرؓ سے نقل کیا گیا کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ آیت شریفہ تو لوگوں پر بہت بار ہو رہی ہے۔ حضورؐ نے

---

[1] تفسیر کبیر

فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے زکوٰۃ اسی لئے مشروع فرمائی ہے کہ بقیہ مال پاک ہو جائے اور میراث تو اسی مال میں جاری ہوگی جو بعد میں باقی رہے اور بہترین چیز جسکو آدمی خزانہ کی طرح محفوظ رکھے وہ نیک بیوی ہے جسکو دیکھکر جی راضی ہو جائے جب اسکو کوئی حکم کیا جائے فوراً اطاعت کرے اور جب خاوند غائب ہو (سفر وغیرہ میں) تو وہ اپنی (اور اسکے مال کی) حفاظت کرے۔ حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو صحابہؓ میں اسکا چرچا ہوا حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا یا رسول اللہ! خزانہ بنانے کیلئے کیا چیز بہتر ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور وہ نیک بیوی جو ایمانی چیزوں پر مدد کرے۔ حضرت ابوذرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص دینار (سونے کا سکہ) درم (چاندی کا سکہ) یا سونے چاندی کا ٹکڑا رکھے گا اور اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کرے گا بشرطیکہ قرض کے ادا کرنیکے واسطے نہ رکھا ہو وہ خزانہ میں داخل ہے جسکا قیامت کے دن داغ دیا جائے گا۔ حضرت ابو امامہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص سونا یا چاندی چھوڑ کر مر جائے اسکا قیامت کے دن داغ دیا جائے گا بعد میں چاہے جہنم میں جائے یا مغفرت ہو جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ نے مسلمانوں کے اغنیاء کے مالوں میں وہ مقدار فرض کر دی ہے جو انکے فقراء کو کافی ہے فقراء کو بھوکے یا ننگے ہونے کی مشقت صرف اسوجہ سے پڑتی ہے کہ اغنیاء انکو دیتے نہیں خبردار رہو کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن ان اغنیاء سے سخت مطالبہ کرینگے یا سخت عذاب دینگے[1] کنز العمال میں اس حدیث پر کلام بھی کیا ہے اور حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث سے نقل کیا ہے کہ اگر اللہ جل شانہٗ کے علم میں یہ بات ہوتی کہ اغنیاء کی زکوٰۃ فقراء کو کافی نہ ہوگی تو زکوٰۃ کے علاوہ اور کوئی چیز ان کیلئے تجویز فرماتے جو انکو کافی ہو جاتی۔ پس اب جو فقراء بھوکے ہیں وہ اغنیاء کے ظلم کیوجہ سے ہیں[2] کہ وہ زکوٰۃ پوری نہیں نکالتے۔ حضرت بلالؓ سے نقل کیا گیا کہ حضورؐ نے انسے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ سے فقر کی حالت میں ملو تونگری کی حالت میں نہ ملو انہوں نے عرض کیا اسکی کیا صورت ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ جب کہیں سے کچھ میسر ہو اسکو چھپا کر نہ رکھو، مانگنے والے سے انکار نہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا حضورؐ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا یہی ہے اور یہ نہ ہو تو جہنم ہے[3] حضرت ابوذر غفاریؓ بھی انہیں حضرات میں ہیں جن کا مسلک یہ ہے کہ روپیہ پیسہ بالکل رکھنے کی چیز نہیں ہے ایک درم جہنم کا ایک داغ ہے اور دو درم دو داغ ہیں۔ انکے مختلف واقعات پہلے گذر چکے ہیں جن میں سے بعض پہلی فصل کے سلسلہ احادیث میں ع۱ پر گذرے۔ ایک مرتبہ حبیب بن سلمہؓ نے جو شام کے امیر تھے حضرت ابوذرؓ

---

۱ در منثور ۲ کنز ۳ در منثور

کے پاس تین ۳۰۰ سو دینار (اشرفیاں) بھیجے اور عرض کیا کہ انکو اپنی ضروریات میں صَرف کرلیں۔ حضرت ابوذرؓ نے واپس فرمادیئے اور یہ فرمادیا کہ دُنیا میں اللہ جل شانہٗ کی ساتھ دھوکہ کھانے والا میرے سوا کوئی نہ ملاہ (یعنی دُنیا کی اتنی بڑی مقدار اپنے پاس رکھنا اللہ تعالیٰ شانہٗ سے غافل ہونا ہے اور یہی اللہ کی ساتھ دھوکہ ہے کہ اوسکے عذاب سے آدمی بے فکر ہوجائے۔ جسکو حق تعالیٰ شانہٗ نے متعدد جگہ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا کہ تم کو دھوکہ باز شیطان اللہ تعالیٰ کی ساتھ دھوکہ میں نہ ڈالدے جیسا کہ چھٹی فصل میں دُنیا اور آخرت کی آیات میں ع۳۹ پر آرہا ہے اسکے بعد حضرت ابوذرؓ نے فرمایا) مجھے صرف تھوڑا سا سایہ چاہیئے جسمیں اپنے کو چھپالوں اور تین ۳ بکریاں جنکے دُودھ پر ہم سب گذر کرلیں اور ایک باندی جو اپنی خدمت کا احسان ہم پر کردے اس سے زائد جو ہو مجھے اوسکے اندر اللہ جل شانہٗ سے ڈر لگتا ہے۔ انکا یہ بھی ارشاد ہے کہ قیامت کے دِن دُو درم والا ایک درم والے کی بہ نسبت زیادہ قید میں ہوگا[۱] حضرت عبداللہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوذرؓ کے پاس تھا کہ انکا روزینہ بیت المال سے آیا۔ ایک باندی انکے پاس تھی جو اوسمیں سے ضروری چیزیں خرید کرلائی اسکے بعد سات دِرم انکے پاس بچے فرمانے لگے کہ اسکے پیسے کرلاؤ (تاکہ تقسیم کردیں) میں نے کہا انکو اپنے پاس رہنے دو کوئی ضرورت پیش آجائے، کوئی مہمان آجائے فرمایا مجھ سے میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ طے شدہ بات فرمائی تھی کہ جس سونے یا چاندی کو باندھ کر رکھا جائے گا وہ اپنے مالک پر آگ کی چنگاری ہے، جب تک کہ اوسکو اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کردیا جائے[۲] حضرت شدادؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سخت حُکم سُنتے تھے پھر جنگل چلے جاتے تھے (کہ اکثر جنگل میں قیام رہتا تھا) انکے تشریف لے جانیکے بعد اوس حُکم میں کچھ سہولت پیدا ہوجاتی جسکا انکو علم نہ ہوتا اسلیئے وہ سخت ہی حُکم پر قائم رہتے[۳] یہ صحیح ہے کہ حضرت ابوذرؓ کا مسلک اس بارے میں بہت ہی سختی اور شدت کا ہے، باقی اسمیں تو شک نہیں کہ زہد کا کمال یہی ہے جو انکا مسلک تھا اور بہت سے اکابر کا یہی پسندیدہ معمول رہا مگر اس پر نہ تو کسی کو مجبور کیا جاسکتا ہے نہ اس پر عمل نہ کرنے میں جہنمی قرار دیا جاسکتا ہے اپنی خوشی اور رضا و رغبت سے اختیار کرنے کی چیز یہی ہے جس خوش نصیب کو بھی اللہ جل شانہٗ اپنے لُطف و کرم سے نصیب فرمادے۔ کاش اس دُنیا کے کُتّے کو بھی اللہ جل شانہٗ ان حضرات زاہدین کے اوصافِ جمیلہ کا کچھ حصہ عطا فرمادیتا ؀

فَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

---

[۱] درمنثور [۲] ترغیب [۳] درمنثور

(۶) وَ مَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ○ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ○ (سورۂ توبہ ع ۷)

اور ان (منافقوں) کی خیر خیرات قبول ہونیسے اسکے سوا کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ انھوں نے اللہ کے ساتھ اور اُسکے رسول کیساتھ کفر کیا (نفاق سے اپنے کو مومن بتاتے ہیں) یہ لوگ نماز نہیں پڑھتے مگر بہت کاہلی سے (ہارے دل سے) اور (نیک کاموں میں) خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ (بدنامی سے بچنے کیوجہ سے) ان (مردودوں) کا مال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالے (کہ ایسے مردودوں پر اتنے انعامات کیوں ہیں) اللہ جل شانہٗ کا ارادہ یہ ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے انکو دنیوی عذاب میں مبتلا رکھے (کہ ہر وقت انکے فکروں میں مبتلا رہیں) اور کفر ہی کیحالت میں انکی جان نکلجائے۔

ف ۔ ابتدا میں خیرات کے قبول نہ ہونے میں کُفر کے علاوہ کاہلی سے نماز پڑھنے کو اور بد دلی سے صدقہ دینے کو بھی دخل بتایا ہے نماز کے متعلق مضامین اس ناکارہ کے رسالہ فضائلِ نماز[1] میں گذر چکے ہیں وہیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گذرا ہے کہ اسلام میں اُوسکا کوئی حصہ نہیں جس کی نماز نہیں۔ اوس کے لئے دین نہیں جسکی نماز نہیں نماز دین کیلئے ایسی ضروری چیز ہے جیسا کہ آدمی کیلئے اوسکا سر ضروری ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو نماز کو خشوع خضوع سے اچھی طرح پڑھے وہ نماز نہایت روشن چمکدار بنکر دُعائے خیر دیتی ہوئی جاتی ہے اور جو بُری طرح پڑھے وہ بُری صورت میں سیاہ رنگ میں بد دُعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ جل شانہٗ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسا تُو نے مجھے برباد کیا اور ایسی نماز پُرانے کپڑے کیطرح لپیٹ کر نمازی کے مُنہ پر مار دی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ قیامت کے دن سب سے اوّل نماز کا حساب ہوگا اگر وہ اچھی ہوئی تو باقی اعمال بھی اچھے ہونگے وہ بُری ہوئی تو باقی اعمال بھی بُرے ہونگے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اگر وہ قبول ہوئی تو باقی اعمال بھی قبول ہوں گے۔ وہ مَردُود ہوگئی تو باقی اعمال بھی مَردود ہونگے[2] اسکے بعد آیتِ شریفہ میں بد دلی سے صدقہ کا ذکر فرمایا ہے اور بد دلی سے صدقہ دینا ظاہر ہے کہ کیا قابلِ قبول ہو سکتا ہے لیکن اگر وہ صدقہ فرض ہے جیسا کہ زکوٰۃ تو وجوب ساقط ہو ہی جائے گا۔ اسی واسطے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ ادا کرنے کی روایات میں متعدد جگہ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهٗ[3] رافدۃ علیہ کل عام[4] وغیرہ الفاظ ذکر فرمائے جن کا مطلب یہی ہے کہ نہایت خوش دلی سے ادا کرے تاکہ فرض ادا ہونیکے علاوہ اوسکا اجر و ثواب بھی ہو اور اوس پر انعام و اکرام

---

[1] فضائلِ نماز عکسی ۸ نئے پیسے، پتہ:۔ ادارہ اشاعتِ دینیات، نئی دھلی ۱۳ [2] فضائلِ نماز [3] ترغیب [4] ابوداؤد

بھی ہو۔ ابو داؤد شریف کی ایک روایت میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص ثواب کی نیت سے ادا کرے گا اوسکو اوسکا اجر ملے گا اور جو ادا نہ کرے گا ہم اوسکو لے کر رہیں گے اور بعض روایات میں اسکی ساتھ تاوان بھی وارد ہے کہ ادا نہ کرنے کی صورت میں جرمانہ بھی کرینگے۔ حضرت جعفر بن محمدؒ کہتے ہیں کہ وہ امیر المومنین ابو جعفر منصور کے پاس گئے تو وہاں حضرت زبیرؓ کی اولاد میں سے کوئی شخص تھے جنھوں نے منصور سے کوئی اپنی حاجت پیش کی تھی اور منصور نے اونکی درخواست پر کچھ اونکو دینے کا حکم بھی کر دیا تھا مگر وہ مقدار زبیری کے نزدیک کم تھی جسکی شکایت انھوں نے کی اور منصور کو اسپر غصہ آگیا حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ مجھے اپنے باپ دادوں کے واسطے سے حضورؐ کا یہ ارشاد پہونچا ہے کہ جو عطا خوشدلی سے دیجائے اوسمیں دینے والے کیلئے بھی برکت ہوتی ہے اور لینے والے کیلئے بھی۔ منصور نے یہ حدیث سُننے ہی کہا خدا کی قسم دیتے وقت تو مجھے خوش دِلی نہ تھی مگر تمھاری حدیث سُنکر مجھ میں طیب نفس پیدا ہو گیا اوسکے بعد حضرت جعفرؓ ان زبیری کی طرف متوجہ ہوئے اور انسے فرمایا کہ مجھے اپنے باپ دادوں کے ذریعہ سے حضورؐ کا یہ ارشاد پہونچا ہے کہ جو شخص قلیل رزق کو کم سمجھے اللہ جل شانہٗ اوسکو کثیر سے محروم فرما دیتے ہیں۔ زبیری کہنے لگے کہ خدا کی قسم پہلے سے تو یہ عطیہ میری نگاہ میں کم تھا تمھاری حدیث سُننے کے بعد بہت معلوم ہونے لگا۔ سفیان بن عیینہؒ جو اس قصہ کو نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے زبیری سے پوچھا کہ وہ کیا مقدار تھی جو تمھیں منصور نے دی تھی، وہ کہنے لگے کہ اوس وقت تو بہت تھوڑی سی تھی لیکن میرے پاس پہونچنے کے بعد اللہ جل شانہٗ نے اوسمیں ایسی برکت اور نفع عطا فرمایا کہ وہ پچاس ہزار کی مقدار تک پہونچ گئی۔ سفیانؒ کہتے ہیں کہ یہ لوگ (اہلِ بیت حضرت جعفرؓ اور انکے اکابر کیطرف اشارہ ہے) بھی بارش کی طرح سے جہاں پہونچ جاتے ہیں نفع ہی پہونچاتے ہیں[1]۔ مطلب یہ ہے کہ اسجگہ دو حدیثیں سُنا کر دونوں کو خوش اور مطمئن کر دیا اسی طرح سے یہ حضرات جہاں بھی پہونچتے ہیں روحانی یا مادی نفع پہونچائے بغیر نہیں رہتے اسکے ساتھ ہی اُس زمانہ کے اُمرا کی یہ چیز بھی قابلِ رشک ہے کہ بادشاہت کے باوجود حضورؐ کے ارشادات سُنکر انکے سامنے گردن رکھدینا اوس زمانہ کی عام فضا تھی۔ آیتِ شریفہ میں اسکے بعد آل اولاد اور مال کو دُنیا میں عذاب کا ذریعہ فرمایا ان چیزوں کا دُنیا میں موجبِ دقت اور کلفت ہونا ظاہر ہے کہیں اولاد کی بیماری ہے کہیں ان پر مصائب ہیں کہیں انکے مرنے کا رنج وحسرت ہے، اور یہ سب چیزیں مسلمانوں پر بھی پیش آتی ہیں لیکن مسلمان کیلئے چونکہ ہر تکلیف جو دُنیا میں پیش آئے وہ آخرت میں اجر و ثواب کا ذریعہ ہے اسلئے وہ تکلیف نہیں رہتی کیونکہ وہ تکلیف تکلیف نہیں بلکہ راحت ہے جسکے بدلہ میں اوس سے کہیں زیادہ مل جائے اور جنکو آخرت میں

---

[1] کنز

ان مصائب کا بدلہ نہیں ہے ان کیلئے یہ دُنیا کا عذاب ہی عذاب رہ گیا۔ ابن زیدؒ کہتے ہیں کہ ان چیزوں کے دُنیا میں عذاب ہونے سے مصائب مُراد ہیں کہ ان کیلئے یہ عذاب ہیں اور مومنین کیلئے ثواب کی چیزیں ہیں۔

(۷) وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۝ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝
(سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۳)

اور نہ تو بخل کیوجہ سے) اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے باندھ لینا چاہیئے اور نہ بہت زیادہ کھولدینا چاہیئے (کہ اسراف کی حد تک پہنچ جائے کہ اس صورت میں) ملامت زدہ اور (فقر کیوجہ سے) تھکے ہوئے بیٹھے رہو اور محض کسی کے فقر کیوجہ سے اپنے کو پریشانی میں مُبتلا کرنا مناسب نہیں) بیشک تیرا رب جسکو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور جسپر چاہتا ہے تنگی کرتا ہے بیشک وہ اپنے بندوں (کی مصالح اور انکے احوال) سے باخبر ہے (کہ کس کیلئے کتنا مناسب ہے) اور اُنکے احوال کو دیکھنے والا ہے۔

ف۔ قرآن پاک میں اسجگہ معاشرت کے بہت سے آداب پر بڑی تفصیلی تنبیہات فرمائی ہیں منجملہ انکے اس آیت شریفہ میں بخل اور اسراف پر تنبیہ فرما کر اعتدال اور میانہ روی کی گویا ترغیب دی بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کچھ سوال کیا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اسوقت تو کچھ ہے نہیں اسنے کہا کہ اپنا کُرتا جو آپ پہن رہے ہیں یہ دے دیجئے حضورؐ نے کُرتہ نکال کر مرحمت فرمادیا اسپر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت شریفہ خانگی اخراجات کے بارہ میں ہے کہ نہ ان میں بہت بخل کیا جائے نہ بہت وُسعت اختیار کی جائے میانہ روی اختیار کی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی متعدد روایات میں یہ مضمون ذکر کیا گیا کہ جو شخص میانہ روی اختیار کرے وہ فقیر نہیں ہوتا۔ اور آیت شریفہ کے ختم پر اس احمقانہ خیال کی تردید فرمائی کہ سب کے سب مالی حیثیت سے برابری کا درجہ رکھتے ہیں یہ صرف اللہ جل شانہٗ کے قبضۂ قدرت میں ہے کہ وہ جس پر چاہے فراخی فرمائے جس پر چاہے تنگی کرے وہی بندوں کے احوال سے واقف ہے وہی انکی مصالح کو خوب جانتا ہے حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ بندوں کے احوال سے باخبر ہیں جس کیلئے ثروت بہتر سمجھتے ہیں اسکو ثروت عطا فرماتے ہیں اور جس کیلئے تنگی مفید سمجھتے ہیں اس پر تنگی فرماتے ہیں دوسری جگہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَٰكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ۝ (شوریٰ ع ۳)

"اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کیلئے روزی میں وسعت کردیتا تو وہ دُنیا میں شرارت داور فساد

کرنے لگتے، لیکن حق تعالیٰ شانہٗ (جس کیلئے جتنا رزق مناسب سمجھتا ہے اُتارتا ہے وہ اپنے بندوں (کی مصالح) سے باخبر اور انکے احوال کو دیکھنے والا ہے اس آیت شریفہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ سب پر وسعت کا ہونا دُنیا میں سرکشی اور فساد کا سبب ہے اور قرین قیاس اور تجربہ کی بات بھی ہے کہ اگر حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے سب ہی کو مال دار بنادیں تو پھر دُنیا کا نظام چلنا ناممکن ہو جائے کہ سب تو آقا بن جائیں مزدوری کون کرے؟ ابن زیدؒ کہتے ہیں کہ عرب میں جس سال پیداوار کی کثرت ہوتی ایک دوسرے کو قید کرنا اور قتل کرنا شروع کر دیتے اور جب قحط پڑ جاتا تو اسکو چھوڑ دیتے[1] حضرت علیؓ اور متعدد حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے نقل کیا گیا کہ اصحاب صُفّہ نے دُنیا کی تمنا کی تھی جس پر آیت شریفہ ولو بسط اللہ الرزق نازل ہوئی۔ حضرت قتادہؒ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بہترین رزق وہ ہے جو نہ تجھ میں سرکشی پیدا کرے نہ اپنے اندر تجھے مشغول کرلے۔ ہمیں یہ بتایا گیا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی اُمت پر جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے وہ دُنیا کی چمک دمک ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا خیر (مال) بھی بُرائی کا سبب بنجاتا ہے، اسپر یہ آیت شریفہ ولو بسط اللہ الرزق نازل ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی میں اللہ جل شانہٗ کا پاک ارشاد نقل کیا گیا کہ جو شخص میرے کسی ولی کی اہانت کرتا ہے وہ میرے ساتھ لڑائی کیلئے مقابلہ میں آتا ہے میں اپنے دوستوں کی حمایت میں ایسا غصہ میں آتا ہوں جیسا کہ غضب ناک شیر اور کوئی بندہ میرے ساتھ تقرب ان چیزوں سے زیادہ کسی چیز سے حاصل نہیں کرسکتا جو میں نے ان پر فرض کی ہیں (یعنی حق تعالیٰ شانہٗ نے جو چیزیں فرض کردیں انکی بجا آوری سے جتنا تقرب حاصل ہوتا ہے کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتا اسکے بعد دوسرے درجہ میں نوافل کے ذریعے سے تقرب حاصل ہوتا ہے) اور نوافل کے ذریعے سے بندہ میرے ساتھ قرب حاصل کرتا رہتا ہے (اور جتنا نوافل میں اضافہ ہوتا رہے گا اتنا ہی قرب میں اضافہ ہوتا رہے گا) یہاں تک کہ وہ میرا محبوب بن جاتا ہے اور جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے تو میں اسکی آنکھ کان ہاتھ اور مددگار بن جاتا ہوں اگر وہ مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار کو قبول کرتا ہوں اور مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو اسکا سوال پورا کرتا ہوں اور مجھے کسی چیز میں جس کے کرنے کا میں ارادہ کرتا ہوں اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا اپنے مومن بندہ کی روح قبض کرنے میں تردد ہوتا ہے کہ وہ (کسی وجہ سے) موت کو پسند نہیں کرتا اور میں اس کا جی بُرا کرنا نہیں چاہتا لیکن موت ضروری چیز ہے میرے بعض بندے ایسے ہیں کہ وہ کسی خاص نوع کی عبادت کے خواہش مند ہوتے ہیں لیکن میں اس لئے

---

[1] دُرِّ منثور

وہ نوع عبادت کی انکو میسر نہیں کرتا کہ اوس سے اون میں عُجب پیدا نہ ہو جائے میرے بعض بندے ایسے ہیں جنکے ایمان کو انکی تندرستی ہی دُرست رکھ سکتی ہے اگر میں ان کو بیمار کر دوں تو انکی حالت خراب ہو جائے اور بعض بندے ایسے ہیں جنکے ایمان کو انکی بیماری ہی دُرست رکھ سکتی ہے اگر میں انکو تندرستی دے دُوں تو وہ بگڑ جائیں میں اپنے بندوں کے حال کے موافق عمل درآمد کرتا ہُوں اسلئے کہ میں انکے دلوں کے احوال سے واقف ہُوں اور باخبر ہُوں[1]۔ یہ حدیث شریف بڑی قابلِ غور ہے اسکا تعلق تکوینی امور سے ہے اسکا مطلب یہ نہیں کہ اگر کوئی غریب ہے تو اسکی امداد کی ہمیں ضرورت نہیں کوئی بیمار ہے تو اسکے علاج کی ضرورت نہیں اگر یہ ہوتا تو پھر صدقات کی سب روایات اور آیات بے محل ہو جاتیں دوا کرنے کا حکم جن روایات میں ہے وہ بے محل ہو تیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ تکوینی طور پر یہ سلسلہ تو اسی طرح رہے گا کوئی ماہر ڈاکٹر یا محکمہ حفظان صحت یہ چاہے کہ کوئی بیمار نہ ہو نا ممکن۔ کوئی حکومت یہ کوشش کرے کہ کوئی غریب نہ رہے کبھی نہیں ہو سکتا البتہ ہم لوگ اپنی وسعت کے موافق انکی اعانت کے ہمدردی کے علاج کے امداد کے مامور ہیں اور جتنی کوئی شخص اسمیں کوشش کرے گا اوس کا اجر اور سکا ثواب اوس کا دین اور دُنیا میں اوس کو بدلہ ملے گا لیکن اپنی سعی کے باوجود کوئی بیمار اچھا نہیں ہوتا اپنی کوشش کے باوجود کسی کی مالی حالت دُرست نہیں ہوتی تو اس کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی میں میرے لئے خیر ہے اس سے پریشان اور گھبرانا نہیں چاہئے اور چونکہ غیب کی خبر نہیں اور تکوینی چیزوں پر عمل کے ہم مامور نہیں اسلئے اپنی کوشش علاج اور اعانت ہمدردی اور مدد کی زیادہ سے زیادہ رکھنی چاہئے۔ واللہ الموفق لما یحب ویرضیٰ۔

(۸) وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ○

(سورۂ قصص رکوع ۸)

اور تجھے جو کچھ اللہ جل شانہ نے دے رکھا ہے اوس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کر اور دُنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) فراموش نہ کر۔ جس طرح اللہ جل شانہٗ نے تیرے ساتھ احسان کیا تو بھی (بندوں پر) احسان کر (اور خدا کی نافرمانی اور حقوق کو ضائع کر کے) دُنیا میں فساد نہ کر بے شک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ف۔ یہ قرآن پاک میں مُسلمانوں کی طرف سے قارون کو نصیحت کا بیان ہے اس کا پورا قصہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے بیان میں پانچویں فصل کی آیات کے سلسلہ میں ع۳ پر آ رہا ہے سدیؒ کہتے ہیں کہ آخرت کی جستجو

---

[1] دُرِّ منثور

کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ کر کے اللہ جل شانہٗ کا تقرب حاصل کر اور صلہ رحمی کر حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ دُنیا سے اپنا حصّہ مت بھول کا مطلب یہ ہے کہ دُنیا میں اللہ تعالیٰ کیلئے عمل کرنا نہ چھوڑ۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا یہ دُنیا سے اپنا حصہ ہے جسکا ثواب آخرت میں ملتا ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ بقدرِ ضرورت اپنے لئے روک کر باقی زائد کا خرچ کر دینا اور آگے چلتا کر دینا یہ دُنیا میں سے اپنا حصہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک سال کا خرچ روک کر باقی کا صدقہ کر دے[۱] آدمی کا اپنی دُنیا میں سے اپنی آخرت کا حصّہ بُھلا دینا اپنے نفس پر انتہائی ظلم ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن آدمی ایسی حالت میں اللہ جل شانہٗ کے سامنے لایا جائے گا جیسا کہ (ضعف اور ذلّت کے اعتبار سے) بھیڑ کا بچہ ہو وہ حق تعالیٰ شانہٗ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا وہاں سے مطالبہ ہوگا کہ میں نے تجھے مال دیا دولت عطا کی تجھ پر بڑے بڑے احسانات کئے تُو نے میرے ان انعامات میں کیا کارگذاری کی؟ وہ عرض کرے گا یا اللہ میں نے مال خوب جمع کیا اس کو خوب بڑھایا اور جتنا مال تھا اوس سے بہت زیادہ اسکو کر کے دُنیا میں چھوڑ آیا آپ مجھے دُنیا میں واپس کر دیں تو میں وہ سب کچھ اپنے ساتھ لے آؤں ارشاد ہوگا وہ دِکھاؤ جسکو ذخیرہ بنا کر آگے بھیج رکھا ہو وہ پھر یہی عرض کرے گا کہ یا اللہ میں نے اسکو بہت ہی جمع کیا اور بڑھایا اور جتنا تھا اس سے بہت زیادہ کر کے چھوڑ آیا مجھے آپ واپس بھیج دیں میں وہ سارا ہی ساتھ لے آؤں بالآخر جب اسکے پاس ذخیرہ ایسا نہ ہوگا جسکو آگے بھیج رکھا ہو تو اسکو جہنم میں ڈال دیا جائے گا[۲] یہ اللہ جل شانہٗ اور اسکے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بڑے غور اور بہت اہتمام سے عمل کرنے کی چیزیں ہیں سرسری پڑھکر چھوڑ دینے کیواسطے نہیں ہیں دُنیا کی زندگی کو جو بالکل خواب کی مثال ہے بہت اہتمام سے آخرت کی تیاری کیلئے غنیمت سمجھو اور جو کمایا جاسکے کما لو حق تعالیٰ شانہٗ مجھے بھی توفیق عطا فرمائے۔

(۹) هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ

تم لوگ ایسے ہو کہ تمکو اللہ کی راہ میں (تھوڑا سا) خرچ کرنے کو بُلایا جاتا ہے سو اسپر بھی تم میں سے بعض آدمی بخل کرنے لگتے ہیں (اگر زیادہ مانگا جاتا تو کیا کرتے) اور جو شخص بخل کرتا ہے وہ خود اپنے ہی سے بخل کرتا ہے (اس لئے کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا نفع اسی کو ملتا) اللہ تعالیٰ تو غنی ہے (اسکو تمھارے مال کی پرواہ نہیں) اور تم محتاج ہو (دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اسی لئے تمھیں صدقہ کا حکم دیا جاتا ہے کہ اسکا نفع تمھیں کو پہونچتا

[۱] درمنثور [۲] مشکوٰۃ

قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ ۝ (محمد ع ۴)

ہے اور اگر تم (اللہ تعالیٰ کے احکام سے) روگردانی کروگے تو خدا تعالیٰ تمھاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دے گا اور پھر وہ تم جیسے (روگردانی کرنے والے) نہ ہونگے (بلکہ نہایت فرماں بردار ہونگے)

ف - یہ ظاہر بات ہے کہ اللہ جل شانہٗ کی کوئی غرض ہماری خیرات اور صدقات کی ساتھ وابستہ نہیں ہے اوسنے جس قدر زیادہ ترغیبیں اپنے پاک کلام اور اپنے پاک رسولؐ کے ذریعہ سے فرمائی ہیں وہ ہمارے ہی نفع کے واسطے ہیں چنانچہ پہلی فصل میں بہت سے دینی اور دنیوی فوائد صدقے کے گذر چکے ہیں اور جب ایک حاکم مالک خالق کسی شخص کو ایسے کام کا حکم کرے جس سے حکم کرنے والے کا کوئی نفع نہ ہو بلکہ جس کو حکم دیا ہے اوسی کا نفع ہو اور پھر بھی وہ حکم عدولی کرے تو یقیناً اسکا جتنا خمیازہ بھی بھگتے وہ ظاہر ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ بہت سے لوگوں کو نعمتیں اسلئے دیتا ہے کہ لوگونکو نفع پہونچائیں جب تک وہ لوگ ایسا کرتے ہیں وہ نعمتیں انکے پاس رہتی ہیں جب وہ اس سے روگردانی کرنے لگتے ہیں وہ نعمتیں ان سے چھین کر حق تعالیٰ شانہٗ دوسروں کیطرف منتقل کر دیتے ہیں[1] اور یہ نعمتیں مال ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں عزت وجاہت اثر وغیرہ سب ہی چیزیں اسمیں داخل ہیں اور سب کا یہی حال ہے بعض احادیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی کہ اگر تم روگردانی کروگے تو اللہ جل شانہٗ دوسری قوم کو پیدا کر دے گا تو بعض صحابہؓ نے پوچھا کہ حضورؐ یہ لوگ کن میں سے ہونگے جو ہماری روگردانی کی صورت میں ہمارے بدل ہونگے، تو حضورؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مونڈھے پر ہاتھ رکھکر ارشاد فرمایا کہ یہ اور انکی قوم قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر دین ثریا (جو چند ستاروں کے مجموعہ کا نام ہے) پر ہوتا تو فارس کے کچھ لوگ وہیں سے دین کو پکڑتے۔ متعدد روایات میں یہ مضمون آیا ہے[2] یعنی حق تعالیٰ شانہٗ نے انکو دین کی اتنی پرواز عطا فرمائی ہے کہ دین اور علم کو اگر وہ ثریا پر ہوتا وہاں سے بھی حاصل کرتے مشکوٰۃ شریف میں یہ روایت ترمذی شریف سے نقل کی ہے اور اسی طرح ایک اور روایت میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حضورؐ کے سامنے عجمی لوگونکا ذکر کیا گیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ان پر یا ان میں سے بعض پر تم سے یا تم میں سے بعض سے زیادہ اعتماد ہے[3] اور یہ ظاہر ہے کہ عجم میں بعض بعض اکابر ایسے اونچے درجے اور حالات کے پیدا ہوئے ہیں کہ صحابیؓ ہونے کی فضیلت کو چھوڑ کر دوسرے اعتبارات سے انکے کمالات بہت اونچے ہیں حضرت سلمان فارسیؓ کے بہت سے فضائل حدیث میں آئے ہیں اور آنے بھی چاہئیں کہ دینِ حق کی تلاش میں انھوں نے بہت تکلیفیں اُٹھائیں بہت سے ملکوں کی خاک چھانی

---

[1] کنز [2] درمنثور [3] مشکوٰۃ

ان کی عمر بہت زیادہ ہوئی ڈھائی سو[۲۵۰] سال میں تو کسی معتمد کا اختلاف ہی نہیں ہے بعض نے ساڑھے تین سو[۳۵۰] سال بتائی ہے اور بعض نے اس سے بھی زیادہ حتی کہ بعض نے کہا ہے کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ پایا اور حضورؐ کے اور حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں چھ سو[۶] سال کا فرق ہے انکو پہلی کتابوں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزماں کے مبعوث ہونے کی خبر معلوم ہوئی یہ حضورؐ کی تلاش میں نکل پڑے اور راہبوں سے اور اوس زمانہ کے عالموں سے تحقیق کرتے رہے اور وہ لوگ حضورؐ کے عنقریب پیدا ہونے کی بشارت اور حضورؐ کی علامات بتاتے رہے یہ فارس کے شہزادوں میں تھے اسی تلاش میں ملک در ملک تلاش کرتے پھرتے تھے کسی نے انکو قید کر کے اپنا غلام بناکر فروخت کر دیا پھر یہ اسی طرح بکتے رہے خود فرماتے ہیں بخاری شریف میں روایت ہے کہ مجھے دس آقاؤں سے زیادہ نے خریدا اور فروخت کیا آخر میں مدینہ منورہ کے ایک یہودی نے انکو خریدا اوس وقت حضورؐ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے انکو اسکی خبر ہوئی یہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو علامات انکو بتائی گئی تھیں ان علامات کو جانچا اور امتحان کیا اوسکے بعد مسلمان ہوئے اور اپنے یہودی آقا سے فدیہ دے کر (جسکو مکاتب بننا کہتے ہیں) آزاد ہوئے۔ ایک حدیث میں ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالے شانہٗ چار آدمیوں کو محبوب رکھتے ہیں جن میں سلمان بھی ہیں[۱] اسکا یہ مطلب نہیں کہ اور کسی سے محبت نہیں بلکہ یہ ہے کہ یہ چار محبوبوں میں ہیں حضرت علیؓ کی ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر نبی کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ نے سات نجبا بنائے ہیں (یعنی مخصوص جماعت برگزیدہ لوگونکی جو اوس نبی کے کام کی ظاہری اور باطنی نگرانی کرنیوالے اور مدد کرنیوالے ہوں) لیکن میرے لئے حق تعالے شانہٗ نے چودہ[۱۴] نجبا مقرر فرمائے ہیں کسی نے عرض کیا وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں یعنی حضرت علیؓ اور میرے دونوں بیٹے (حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ) اور جعفرؓ اور حمزہؓ ابوبکرؓ عمرؓ مصعبؓ بن عمیر بلالؓ سلمانؓ عمارؓ عبداللہؓ بن مسعودؓ ابوذر غفاریؓ مقدادؓ[۲] حالات کی تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دین کے کسی اہم امر میں ان حضرات کی خصوصیات ہیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ جب سورۂ جمعہ کی آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ نازل ہوئی تو صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ کون لوگ ہیں؟ حضورؐ نے سکوت فرمایا صحابہؓ نے مکرر دریافت کیا حتی کہ تین[۳] دفعہ سوال کیا تو حضورؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے اوپر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو ان میں سے بعض آدمی وہاں سے بھی لے آتے ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر علم ثریا پر ہوتا دوسری حدیث میں ہے اگر دین ثریا پر ہوتا تو فارس کے کچھ لوگ وہاں سے بھی لے آتے[۳]

---

[۱] اصابہ [۲] مشکوٰۃ [۳] فتح الباری

علامہ سیوطیؒ جو خود محققینِ شافعیہ میں ہیں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت امام ابو حنیفہؓ کے فضائل میں پیشین گوئی کے طور پر ایسی صحیح چیز ہے جس پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ [1]

(۱۰) مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَھَا ط اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ ۝ لِّکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰکُمْ ط وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۨ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ط وَمَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ۝ (حدید ع ۳)

کوئی مصیبت نہ دُنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ (سب) ایک کتاب میں (یعنی لوحِ محفوظ میں) ان جانوں کے پیدا ہونے سے پہلے سے لکھی ہوئی ہے اور یہ بات (کہ وقوع سے اتنا پہلے لکھ دینا) اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسان کام ہے (اور یہ اسلئے بتلا دیا) تاکہ جو چیز (عافیت مال یا اولاد وغیرہ) تم سے جاتی رہے اوس پر (زیادہ) رنج نہ کرو اور جو تمکو ملے اوس پر اتراؤ نہیں (اسلئے کہ اتراوے وہ جسکو اپنے استحقاق سے ملے اور جو دوسرے کے حکم سے ایک چیز ملے اوس پر کیا اترانا) اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا (بالخصوص) جو لوگ ایسے ہیں کہ خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہیں اور جو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے یا دینی کاموں سے) اعراض کرے گا تو اللہ تعالیٰ (کا کیا نقصان کرے گا وہ تو) بے نیاز ہے حمد کے لائق ہے۔

ف۔ مصائب پر رنج تو طبعی چیز ہے مقصد یہ ہے کہ اتنا زیادہ رنج نہ ہو کہ دین اور دُنیا کے سب ہی کاموں سے روک دے اور یہ بھی طبعی بات ہے کہ جب کسی بات کے متعلق یہ پختہ یقین پہلے سے ہو جائے کہ فلاں بات ہو کر رہے گی کسی سعی اور کوشش سے وہ ملتوی نہیں ہو سکتی تو پھر اوس پر رنج و غم ہلکا ہو جایا کرتا ہے برخلاف اس کے کہ کوئی بات خلاف توقع پیش آئے تو اوس پر رنج زیادہ ہوا کرتا ہے اسلئے اس آیت شریفہ میں اس پر متنبہ کر دیا کہ موت و حیات رنج و خوشی راحت آفت یہ سب چیزیں ہم نے پہلے سے طے کر رکھی ہیں وہ اسی طرح ہو کر رہیں گی پھر اس میں اترانے یا غم سے ہلاکت کے قریب ہو جانے کی کیا بات ہے؟ آیت شریفہ میں دو لفظ وارد ہوئے ہیں مختال فخور جس کا ترجمہ اترانے والے شیخی باز کا کیا ہے اترانا اپنے آپ ہوتا ہے یعنی دوسرے کے بغیر بھی ہوتا ہے اور شیخی دوسرے کے سامنے اور دوسرے کے مقابلہ میں ہوا کرتی ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اختیال تو ایسی چیزوں پر اترانا ہوتا ہے جو آدمی کے اندر ذاتی

---

[1] مقدمہ اوجز

کمال ہوں اور فخر ایسی چیزوں پر ہوتا ہے جو خارجی ہوں جیسا کہ مال جاہ وغیرہ[1] حضرت قزعہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو موٹے کپڑے پہنے دیکھا میں نے عرض کیا کہ میں خراسان کے بنے ہوئے نرم کپڑے یہ لایا ہوں اگر آپ ان کو پہن لیں تو آپ کے بدن پر یہ کپڑے دیکھکر میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچے گی انہوں نے فرمایا مجھے یہ ڈر ہے کہ یہ کپڑے پہن کر کہیں میں مختال فخورا نہ بن جاؤں[2] یعنی ان کے پہننے سے کہیں مجھ میں عُجب اور تفاخر پیدا نہ ہونے لگے۔

(۱۱) هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۗ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ○ (منافقون ع ۱)

یہی (منافقین) وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ یہ جو لوگ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس جمع ہیں ان پر خرچ کچھ نہ کرو یہاں تک کہ یہ آپ ہی (خرچ نہ ملنے کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے) منتشر ہو جائیں گے اور (بے وقوف یہ نہیں جانتے کہ) اللہ تعالےٰ ہی کیلئے ہیں سب خزانے آسمانوں کے اور زمینوں کے لیکن یہ منافق (احمق ہیں) سمجھتے نہیں ہیں۔

ف ۔ متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ عبداللہ بن اُبَیّ رئیس المنافقین اور اوس کی ذریات نے یہ کہا کہ یہ لوگ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہیں ان کی اعانت کرنا چھوڑ دی جائے یہ بھوک سے پریشان ہو کر خود بخود منتشر ہو جائیں گے اوسپر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی اور بالکل حق ہے روز مرہ کا مشاہدہ ہے سیکڑوں مرتبہ اس کا تجربہ ہوا کہ جب بھی کسی دینی کام کرنے والوں کے متعلق عناد اور بدباطنیت سے لوگوں نے یا کسی خاص فرد نے اعانت روکی اللہ جل شانہ نے اپنے لطف وکرم سے دوسرا دروازہ کھول دیا یہ ہر شخص کو یقین کے ساتھ سمجھ لینا چاہئے کہ روزی اللہ جل شانہ نے اپنے اور صرف اپنے ہی قبضہ میں رکھی ہے وہ کسی کے باپ کے بند کرنے سے بھی بند نہیں ہوتی البتہ بند کرنے والے دین کی اعانت سے ہاتھ روک کر آخرت میں اللہ جل جلالہٗ کے یہاں جواب دینے کے لئے تیار ہو جائیں جہاں نہ تو جھوٹ چل سکتا ہے کہ ہماری یہ غرض تھی اور وہ غرض تھی نہ کوئی بیرسٹر یا وکیل کام دے سکتا ہے فرضی حیلے تراش کر کے اللہ کے اور دین کے کاموں سے پہلو تہی کرنے سے بجز اس کے کہ اپنی ہی عاقبت خراب کی جائے اور کوئی فائدہ نہیں ذاتی عناد اور دینوی اغراض فاسدہ کی وجہ سے کسی دینی کام میں روڑے اٹکانا یا کسی دین کا کام کرنے والے کی اعانت سے ہاتھ روکنا یا دوسروں کو روکنا اپنا ہی نقصان کرنا ہے

---

[1] بیان القرآن [2] درمنثور

کسی دوسرے کا نقصان نہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی مدد سے ایسے وقت پہلو تہی کرے جب کہ اوس کی آبرو گرائی جارہی ہو اوس کا احترام توڑا جارہا ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ اس شخص کی مدد کرنے سے ایسے وقت میں بے التفاتی فرماتے ہیں جب کہ کسی مدد کرنے والے کی مدد کا خواہش مند ہو[1] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اُمت کے لئے شاہراہ ہے ہر چیز میں اس کی کوشش ہر اُمتی کا فرض ہے کہ حضورؐ کا طریقہ کیا تھا اور اس راہ پر چلنے کی حتی الوسع کوشش کرنا چاہئے حضورؐ کا معمول تھا کہ دُشمنوں کی اعانت سے بھی دریغ نہ تھا سیکڑوں واقعات کتب احادیث و تاریخ میں اس پر شاہد ہیں خود یہی عبداللہ بن اُبَی منافقوں کا سردار جس قدر تکالیف اور اذیتیں پہونچا سکتا تھا اس نے کبھی دریغ نہیں کیا اسی شخص کا مقولہ اسی سفر کا جس میں آیتِ بالا نازل ہوئی یہ ہے کہ جب ہم لوگ مدینہ واپس پہونچ جائیں گے تو عزت دار لوگ یعنی ہم لوگ ان ذلیلوں کو (یعنی مسلمانوں کو) مدینہ سے نکال دیں گے لیکن ان سب حالات کے باوجود اسی سفر سے واپسی کے چند روز بعد یہ بیمار ہوا تو اپنے بیٹے سے جو بہت بڑے پکے مسلمان تھے کہا کہ تم جاکر حضورؐ کو میرے پاس بُلا لاؤ تمہارے بُلانے سے وہ ضرور آجائیں گے یہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باپ کی درخواست نقل کی ۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اوسی وقت جُوتے پہن کر ساتھ ہو لئے جب حضورؐ کو اوس نے دیکھا تو رونے لگا۔ حضورؐ نے فرمایا اے اللہ کے دُشمن کیا گھبرا گیا اوس نے کہا کہ میں نے اس وقت آپ کو تنبیہ کے واسطے نہیں بُلایا بلکہ اس واسطے بُلایا کہ اس وقت مجھ پر رحم کریں یہ کلمہ سُنکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور ارشاد فرمایا کیا چاہتے ہو؟ اوس نے عرض کیا کہ میری موت کا وقت قریب ہے جب میں مرجاؤں تو میرے غسل دینے میں آپ موجود ہوں اور اپنے ملبوس میں مجھے کفن دیں اور میرے جنازہ کے ساتھ قبر تک جائیں اور میری نمازِ جنازہ پڑھیں۔ حضورؐ نے ساری درخواستیں اس کی قبول فرمائیں جس پر آیتِ شریفہ: وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ (براءۃ ع ۱۱) نازل ہوئی[2] جس میں حق تعالیٰ شانہٗ نے منافقین کے جنازہ کی نماز پڑھانے کی مُمانعت فرمائی یہ تھا حضورؐ کا برتاؤ اپنے جانی دُشمنوں کے ساتھ اور یہ کرم تھا ان کمینوں کے ساتھ جو کسی وقت بھی سبّ وشتم اور عیب تراشی میں کمی نہ کرتے تھے کیا ہم لوگ بھی اپنے دُشمنوں کے ساتھ اس قسم کا کوئی معاملہ کرسکتے ہیں کہ اوس جانی دُشمن کی تکلیف کو

---

[1] مشکوٰۃ [2] درمنثور

دیکھکر رحمۃ للعالمین کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور جتنی فرمائشیں اوس نے اپنے کُفر کے باوجود کیں حضورؐ نے اپنے کرم سے سب پوری کیں اپنا کُرتہ مبارک اُتار کر اوس کو کفن کے لئے مرحمت فرمایا اور بقیہ سب درخواستیں بھی پوری کیں گو کُفر کی وجہ سے اوس کو کار آمد نہ ہوسکیں بلکہ آئندہ کے لئے حق تعالےٰ شانہٗ کی طرف سے اس انتہائی کرم کی مُمانعت اُتر آئی۔

(۱۲) اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ج اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۙ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ○ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ○ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۙ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۙ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ○ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۙ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۙ وَّ غَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ○ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۙ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ○ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْ لَا تُسَبِّحُوْنَ ○ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ○ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ○

ہم نے (ان مکہ والوں کو سامانِ عیش دے کر) ان کی آزمایش کر رکھی ہے (کہ یہ ان نعمتوں میں کیا عمل کرتے ہیں) جیسا کہ (ان سے پہلے) ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی جب کہ اُن باغ والوں نے آپس میں قسم کھائی اور عہد کیا کہ اوس باغ کا پھل ضرور صُبح کو جاکر توڑ لیں گے اور (ان کو ایسا پُختہ یقین تھا کہ) انشاءاللہ بھی نہ کہا پس اوس باغ پر آپ کے رب کی طرف سے ایک عذاب پھر گیا (جو ایک آگ تھی یا لُو) اور وہ لوگ سو رہے تھے پس صُبح کو وہ باغ ایسا رہ گیا جیسا کٹا ہوا کھیت (کہ خالی زمین رہ جاتی ہے اور بعض جگہ اوس کو کاٹ کر اوس جگہ آگ بھی لگا دی جاتی ہے) پس صُبح کو سویرے وہ باغ والے ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگے کہ اگر پھل توڑنا ہے تو سویرے چلو پس چلتے ہوئے آپس میں چُپکے چُپکے باتیں کرتے جارہے تھے کہ آج کوئی محتاج تم تک نہ آنے پائے وہ اپنے خیال میں اوس کے روک لینے پر اپنے آپ کو قادر سمجھکر چلے (کہ سب کچھ خود ہی لے آئیں گے) جب وہاں پہونچکر اوس کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم راستہ بھول گئے (کہیں اور پہونچ گئے یہ تو وہ باغ نہیں ہے لیکن جب قرائن سے معلوم ہوا کہ یہ وہی جگہ ہے تو کہنے لگے) کہ ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی ان میں جو ایک آدمی (کسی قدر) نیک تھا (لیکن عمل میں ان کا شریک حال تھا) کہنے لگا کہ میں نے تم سے کہا نہ تھا (کہ ایسی بدنیتی نہ کرو غریبوں کے دینے سے برکت ہوتی ہے اب) اللہ کی پاکی کیوں نہیں بیان کرتے (یعنی توبہ استغفار کرو) وہ باغ والے کہنے لگے ہمارا پروردگار پاک ہے بے شک ہم قصوروار ہیں پھر ایک دوسرے کو الزام

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ○ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ○ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○

(سورۂ قلم ع ۱)

دینے لگے (جیسا کہ عام طور سے عادت ہے کہ جب کوئی کام بگڑ جائے تو ہر ایک دوسرے کو قصوروار بتایا کرتا ہے) پھر سب کے سب کہنے لگے کہ بے شک ہم سب ہی حد سے تجاوز کرنے والے تھے (کسی ایک پر الزام نہیں ہے سب کی یہی صلاح تھی سب مل کر توبہ کرو اس کی برکت سے) شاید ہمارا پروردگار ہم کو اس سے اچھا باغ دے دے اب ہم توبہ کرتے ہیں (اس کے بعد اللہ جل جلالہ تنبیہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ) اسی طرح (دُنیا کا) عذاب ہوا کرتا ہے (کہ ہم بدنیتی سے چیز ہی کو فنا کر دیتے ہیں) اور آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑھ کر ہے کیا اچھا ہوتا کہ یہ لوگ اس بات کو جان لیتے (کہ غریبوں سے بخل کا نتیجہ اچھا نہیں)۔

ف - یہ بڑی عبرت کا قصہ ہے جو ان آیات میں ذکر فرمایا ہے جو لوگ غُربار مساکین اہلِ ضرورت کو نہ دینے کے عہد بیمان کرتے ہیں قسمیں کھا کھا کر وعدے کرتے ہیں کہ ان ضرورت مندوں کو ایک پیسہ بھی نہیں دیا جائے گا ایک وقت کی روٹی بھی نہ دی جائے گی یہ نالائق ہرگز اعانت کے مستحق نہیں ان کو دینا بے کار ہے وہ اپنے سارے مال سے یوں بیک وقت ہاتھ دھو لیتے ہیں اور جو نیک دل اس طرز کو پسند نہیں کرتے لیکن عملاً لحاظ ملاحظہ میں ان کے شریک حال ہو جاتے ہیں وہ بھی عذاب کی بلا سے نجات نہیں پاتے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں جو واقعہ گذرا ہے وہ حبشہ کے رہنے والے آدمیوں کا ہے ان کے باپ کا ایک بہت بڑا باغ تھا وہ اوس میں سے مانگنے والوں کو بھی دیا کرتا تھا جب اوسکا انتقال ہو گیا تو اوس کی اولاد کہنے لگی کہ ابا جان تو بےوقوف تھے سب کچھ ان لوگوں پر بانٹ دیتے تھے پھر قسمیں کھا کر کہنے لگے کہ ہم صُبح ہی سارا باغ کاٹ لائیں گے اور کسی فقیر کو اسمیں سے کچھ نہیں دیں گے۔ حضرت قتادہؒ کہتے ہیں کہ اس باغ کے مالک بڑے میاں کا دستور یہ تھا کہ اوس کی پیداوار میں سے اپنا ایک سال کا خرچ رکھکر باقی سب کا سب اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیتے تھے ان کی اولاد ان کو اس طرز سے روکتی رہتی تھی مگر وہ مانتے نہ تھے جب ان کا انتقال ہوا تو اون کی اولاد نے یہ کوشش کی جو اوپر ذکر کی گئی کہ سارا کا سارا روک لیں اور کسی غریب کو کچھ نہ دیں۔ سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ یہ باغ یمن میں تھا اس جگہ کا نام ضروان تھا جو یمن کے مشہور شہر صنعار سے چھ میل تھا ابنِ جریجؒ کہتے ہیں کہ

وُہ عذاب جو اس باغ پر مُسلط ہوا جہنم کی گھاٹی سے ایک آگ نِکلی جو اس پر پھر گئی مجاہد کہتے ہیں کہ یہ باغ انگور کا تھا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو گُناہوں سے بچاتے رہا کرو آدمی بعض گُناہ ایسے کرتا ہے کہ اوس کی نحوست سے علم کا ایک حصہ بُھول جاتا ہے (یعنی حافظہ خراب ہو جاتا ہے اور پڑھا ہوا بھول جاتا ہے) اور بعض گُناہ ایسے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے تہجد کو آنکھ نہیں کُھلتی اور بعض گُناہ ایسے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے اوس کی آمدنی جو بالکل اوس کے لئے آنے کو تیار ہوتی ہے جاتی رہتی ہے۔ اوس کے بعد حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی:۔ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ الآیۃ۔ اور فرمایا کہ یہ لوگ گُناہ کی وجہ سے اپنے باغ کی پیداوار سے محروم ہو گئے[1]۔ خود حق سبحانہٗ وتقدس کا قرآن پاک میں دُوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ (سورۂ شوریٰ ع ۴)

ترجمہ:۔ اور جو مُصیبت تم کو پہونچتی ہے وہ تمہارے ہی اعمال کی بدولت پہونچتی ہے اور (ہر گُناہ پر نہیں پہونچتی بلکہ) بہت سے گُناہ تو حق تعالےٰ شانہٗ معاف فرما دیتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آیت کی تفسیر تمھیں بتاؤں اے علی! جو کچھ بھی تمھیں پہونچے مرض ہو یا کسی قسم کا عذاب یا دُنیا کی اور کوئی مُصیبت ہو وہ اپنے ہی ہاتھوں کی کمائی ہے۔ اس مضمون کو بندہ اپنے رسالہ اعتدال میں تفصیل سے لِکھ چکا ہے وہاں دیکھا جائے۔

(۱۳) وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۝ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۝ خُذُوْهُ

اور جس شخص کا نامۂ اعمال اوس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ (نہایت ہی حسرت سے) کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ مجھ کو میرا نامۂ اعمال ہی نہ مِلتا اور مجھ کو خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے کیا اچھا ہوتا کہ موت ہی سب ختم کر دیتی (قیامت ہی نہ آتی جو حساب کتاب ہوتا)

---

[1] دُرِّ منثور عہ معروف بہ اسلامی سیاست قیمت تین روپیہ۔ پتہ:۔ ادارۂ اشاعت دینیات نئی دہلی ۱۳

نَغُلُّوْهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۝ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۝ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ۝ (الحاقۃ ع ۱)

میرا مال بھی میرے کچھ کام نہ آیا میری جاہ (آبرو) بھی جاتی رہی (اس کے لئے فرشتوں کو حکم ہوگا) اس کو پکڑو اور اس کو طوق پہنادو پھر جہنم میں اس کو داخل کردو پھر ایک ستّر گز لمبی زنجیر میں اسکو جکڑ دو اس لئے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا تھا (اور خود تو کیا کھلاتا) دوسرے آدمیوں کو بھی غریب کے کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا پس نہ تو آج اس کا کوئی یہاں دوست ہے اور نہ اس کے لئے کوئی چیز کھانے کو ہے بجز غسلین کے جسکو بجز بڑے گنہگاروں کے اور کوئی نہ کھائے گا۔ **ف** غسلین کا مشہور ترجمہ دھوون کا ہے یعنی زخموں وغیرہ کے دھونے سے جو پانی جمع ہوجائے وہ غسلین کہلاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا کہ زخموں کے اندر سے جو لہو پیپ وغیرہ نکلتی ہے وہ غسلین ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ غسلین کا ایک ڈول اگر دنیا میں ڈالدیا جائے تو اس کی بدبو سے ساری دنیا سڑ جائے۔ نوف شامیؒ سے نقل کیا گیا کہ وہ زنجیر جو ستّر گز لمبی ہے اس کا ہر گز ستّر باع ہے اور ہر باع اتنا لمبا ہے کہ مکہ مکرمہ سے کوفہ تک پہونچے حضرت ابن عباسؓ سے اور دوسرے مفسرین سے نقل کیا گیا کہ یہ زنجیر پاخانہ کی جگہ کو داخل کر کے ناک میں کو نکالی جائے گی اور پھر اس پر لپیٹ دی جائے گی جس سے وہ بالکل جکڑا جائیگا (درمنثور) اس آیت شریفہ میں مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دینے پر بھی عتاب ہے اسلئے آپس میں اپنے عزیزوں کو اپنے احباب کو ملنے والوں کو غربا پر دری پر مساکین کو کھلانے پلانے پر خاص طور سے ترغیب دیتے رہنا چاہیئے کہ دوسروں کو ترغیب دینے سے اپنے اندر سے بھی بخل کا مادہ کم ہوگا

(۱۴) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝ اِۨلَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝ (الھمزۃ)

بڑی خرابی ہے ایسے شخص کے لئے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو، منہ در منہ طعنہ دینے والا ہو جو مال جمع کر کے رکھتا ہے اور غایت محبت سے، اس کو بار بار گنتا ہے وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کا یہ مال اُس کے پاس ہمیشہ رہیگا ہر گز نہیں (یہ مال ہمیشہ نہیں رہے گا)

خدا کی قسم یہ شخص ایسی آگ میں ڈال دیا جائے گا کہ اس میں جو چیز پڑ جائے وہ آگ اس کو توڑ پھوڑ کر ڈالدے آپ کو خبر بھی ہے وہ کیسی توڑ دینے والی آگ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی آگ ہے جو دلوں تک پہونچ جائے گی (یعنی دُنیا کی آگ تو جہاں بدن میں لگی آدمی مرگیا۔ اور وہاں چونکہ موت نہیں ، اس لئے بدن میں لگتے ہی دل تک پہونچ جائے گی اور دل کی ذراسی تپش بھی آدمی کو بہت محسوس ہوتی ہے) اور وہ آگ ان لوگوں پر بند کردی جائے گی اس طرح پر کہ وہ لوگ لمبے لمبے ستونوں میں گھرے ہوئے ہونگے۔ ف - ہمزہ لمزہ کی تفسیر میں مختلف اقوال علماء کے ہیں ایک تفسیر یہ بھی ہے جو اوپر نقل کی گئی حضرت ابن عباسؓ اور مجاہدؒ سے ہمزہ کی تفسیر طعن دینے والا۔ اور لمزہ کی تفسیر غیبت کرنے والا نقل کی گئی ہے۔ ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ ہمزہ اشارہ سے ہوتا ہے آنکھ کے منہ کے ہاتھ کے جس کے بھی اشارہ سے ہو اور لمزہ زبان سے ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی معراج کا حال بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں نے مَردوں کی ایک جماعت دیکھی جن کے بدن قینچیوں سے کترے جا رہے تھے میں نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں انھوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زینت اختیار کرتے تھے (یعنی حرام کاری کے لئے بن سنور کر نکلتے تھے) پھر میں نے ایک کنواں دیکھا جس میں نہایت سخت بدبو آرہی تھی اور اس میں چلّانے کی آوازیں آرہی تھیں میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون ہیں انھوں نے بتایا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو (حرام کاری کے لئے) بنتی سنورتی تھیں اور ناجائز کام کرتی تھیں پھر میں نے کچھ مرد اور عورتیں معلق دیکھیں جو پستانوں کے ذریعے لٹک رہے تھے میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں تو جبرئیلؑ نے بتایا کہ یہ طعن دینے والے چغل خوری کرنے والے ہیں (درمنثور) اللہ جل شانہٗ اپنے فضل سے ان چیزوں سے محفوظ رکھے بڑی سخت وعیدیں ہیں۔ اس سورت شریفہ میں بخل اور حرص کی خاص طور سے مذمت ارشاد فرمائی ہے کہ بخل کی وجہ سے مال جمع کرکے رکھتا ہے اور حرص کی وجہ سے بار بار گنتا ہے کہ کہیں کم نہ ہو جائے اور اتنی محبت اس سے ہے کہ اس کے بار بار گننے میں بھی مزہ آتا ہے۔ اور یہ بُری عادت تکبّر اور تعلّی کا سبب بنتی ہے جس کی وجہ سے دوسروں کی عیب جوئی اور ان پر طعن و تشنیع پیدا ہوتا ہے اسی وجہ سے اس سورت کے شروع میں ان عیوب پر تنبیہ فرمانے کے بعد اس بُری خصلت کی مذمت ذکر کی ہے اور ہر شخص اس خبط میں مبتلا ہے کہ مال کی افزائش اس کو آفات اور حوادث سے بچا سکتی ہے۔ گویا مالدار کو موت آتی ہی نہیں۔ اس لئے اس پر تنبیہ فرمائی گئی ہے واقعات بھی کثرت سے

اسکی تائید کرتے ہیں کہ جب کوئی آفت اور مصیبت مسلط ہوتی ہے یہ مال ومتاع سب رکھا رہ جاتا ہے بلکہ مال کی کثرت بسا اوقات خود آفات کو کھینچتی ہے۔ کوئی زہر دینے کی فکر میں ہوتا ہے کوئی قتل کرنے کی اور لوٹ مار چوری ڈاکہ سینکڑوں آفات اس مال کی بدولت آدمی پر مسلط رہتی ہیں۔ اور جب مال زیادہ ہوجاتا ہے پھر تو عزیز واقارب بیوی بیٹا سب ہی دل سے اسکی خواہش کرنے لگتے ہیں کہ بڈھا کہیں مرے تو یہ ہمارے ہاتھ آئے۔

(۱۵) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ٥ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ٥ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ٥ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ٥ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ٥ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ ٥ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ٥ (سورۂ ماعون)

کیا آپ نے اُس شخص کو دیکھا جو قیامت کے دن کو جھٹلاتا ہے پس (اس شخص کا حال یہ ہے کہ) یتیم کو دھکے دیتا ہے اور غریب کو (خود تو کیا دیتا دوسرں کو بھی ان کے) کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا پس ہلاکت ہے ایسے نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں کو بھلا بیٹھتے ہیں (یعنی نہیں پڑھتے اور اگر کبھی نماز پڑھتے بھی ہیں تو) وہ لوگ دکھاوا کرتے ہیں اور ماعون کو روکتے ہیں (بالکل دیتے ہی نہیں)

ف حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یتیم کو دھکے دینا یہ ہے کہ اس کا حق روکتے ہیں قتادہؒ کہتے ہیں کہ اس دھکے دینے سے اس پر ظلم کرنا مراد ہے اور یہ چیز قیامت کے دن کو غلط سمجھنے سے پیدا ہوتی ہے جس کو آخرت کے دن کا یقین ہوگا وہاں کی جزا اور سزا کا پورا وثوق ہوگا وہ کسی پر ظلم نہیں کرے گا اور اپنے مال کو جمع کر کے نہیں رکھے گا بلکہ خوب خرچ کرے گا اسلئے کہ جس کو اس کا کامل یقین ہوجائے کہ آج اگر میں اس تجارت میں دس روپیہ لگادوں کل کو ضرور مجھے ایک ہزار جائز طریقے سے ملیں گے وہ کبھی بھی اس میں تامل نہ کریگا اور جن نمازیوں کا اس میں ذکر ہے ان کے متعلق حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ منافق لوگ مراد ہیں جو لوگوں کے سامنے تو دکھلاوے کے واسطے نماز پڑھتے ہیں اور جہاں کہیں اکیلے ہوں اس کو چھوڑ دیں حضرت سعدؓ وغیرہ متعدد حضرات سے نقل کیا گیا کہ نماز کو چھوڑنے سے مراد تاخیر سے پڑھنا ہے کہ بے وقت پڑھتے ہیں۔ ماعون کی تفسیر میں علماء کے کئی قول ہیں۔ اس کی تفسیر بعض علماء سے زکوٰۃ نقل کی گئی ہے لیکن اکثر علماء سے جو تفسیریں منقول ہیں ان کے موافق معمولی روزمرہ کے برتنے کی چیزیں ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضورؐ کے زمانے میں ماعون کا مصداق یہ چیزیں قرار دیتے تھے، ڈول مانگا دے دینا ہانڈی کلہاڑی ترازو اور اس قسم کی جو چیزیں ایک دوسرے کو مانگی دیدی جاتی ہیں کہ اپنا کام پورا کر کے واپس کردیں حضرت ابوہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ماعون

سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے لوگ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کر دیتے ہیں جیسا کہ کلہاڑی دیگچی، ڈول وغیرہ۔ اور بھی متعدد روایات میں یہ مضمون کثرت سے ذکر کیا گیا۔ عکرمہؓ سے کسی نے ماعون کا مطلب پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ اسکی جڑ تو زکوٰۃ ہے۔ اور ادنیٰ درجہ چھلنی، ڈول، سوئی کا دینا ہے (در منثور) اس سورت شریفہ میں کئی چیزوں پر تنبیہ کیگئی ہے منجملہ اُن کے یتیموں کے بارے میں خاص تنبیہ ہے کہ ہلاکت کے اسباب میں سے یتیم کو دھکے دیکر نکال دینا بھی ہے۔ بہت سے لوگ یتیموں کے والی وارث نگران کا مال اپنے تصرف میں لاتے ہیں اور جب وہ یا اسکی طرف سے کوئی مطالبہ کرے تو اس کو ڈانٹتے ہیں، ان پر ہلاکت اور عذاب شدید میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہے یہی نوع اس سورت شریفہ کا شان نزول بتایا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں بہت کثرت سے یتیموں کے بارے میں تنبیہات اور آیات نازل ہوئی ہیں چند آیات کی طرف اشارہ کرتا ہوں جس سے اندازہ ہوگا کہ اللہ جل جلالہٗ عم نوالہٗ نے کس اہتمام سے اس پر تنبیہ بار بار فرمائی ہے (۱) وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ (بقرہ ع ۱۰) (۲) وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ (بقرہ ع ۲۲) (۳) قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ (بقرہ ع ۲۶) (۴) وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ ۖ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ (بقرہ ع ۲۷) (۵) وَآتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ (نساء ع ۱) (۶) وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ (نساء ع ۱) (۷) وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ الیٰ قولہٖ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَن يَكْبَرُوا ۚ (نساء ع ۱) (۸) وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ الآیۃ (نساء ع ۱) (۹) إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا الآیۃ (نساء ع ۱) (۱۰) وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ الآیۃ (نساء ع ۶) (۱۱) وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ الآیۃ (نساء ع ۹) (۱۲) وَأَن تَقُومُوا لِلْيَتَامَىٰ بِالْقِسْطِ ۚ (نساء ع ۱۹) (۱۳) وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (انعام ع ۱۹) (۱۴) بنی اسرائیل ع ۴ (۱۵) مَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ الآیۃ (حشر ع ۱) (۱۶) وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا الآیۃ (دہر ع ۱) (۱۷) كَلَّا ۖ بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ۙ الآیۃ (فجر ع ۱) (۱۸) أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۙ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ (بلد ع ۱) (۱۹) أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا (والضحیٰ) (۲۰) فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ (والضحیٰ) یہ بیس آیات نمونہ کے طور پر ذکر کیگئی ہیں اور آیات کی سورۃ اور رکوع بھی لکھدیئے ہیں۔ اگر کسی مترجم قرآن شریف میں ان آیات کو نکالکر ترجمہ دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اللہ جلشانہٗ نے بار بار مختلف عنوانوں سے اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ یتیموں کے بارے میں انکی اصلاح انکی خیر خواہی ان کے مال میں احتیاط انکی ساتھ نرمی کا برتاؤ ان کی صلاح اور فلاح کی کوشش حتیٰ کہ اگر کسی یتیم لڑکی سے نکاح کرے تو اس کے مہر کو کم نہ کرنے پر بھی

تنبیہ کیگئی کہ کسی بے بسی کی وجہ سے اس کے مہر میں بھی کمی نہ کی جائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے میں اور وہ شخص جو کسی یتیم کی کفالت کرتا ہو جنت میں ایسے قریب ہونگے جیسے یہ دو انگلیاں۔ اس ارشاد پر حضور نے اپنی دو انگلیاں شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی ملاکر انکی طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے یہ دو قریب ہیں ملی ہوئی ہیں۔ ایسے ہی میں اور وہ شخص جنت میں قریب ہونگے۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ بیچ کی انگلی شہادت کی انگلی سے تھوڑی سی آگے نکلی ہوئی ہوتی ہے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ میرا درجہ نبوت کیوجہ سے تھوڑا سا آگے بڑھا ہوا ہوگا اور اس کے قریب ہی اس شخص کا درجہ ہوگا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص کسی یتیم کے سر پر (شفقت سے) ہاتھ پھیرے اور صرف اللہ جل شانہٗ کی رضا کے واسطے ایسا کرے تو اس کا ہاتھ یتیم کے سر کے جتنے بالوں پر پھریگا ہر بال کے بدلہ میں اسکو نیکیاں ملیں گی۔ اور جو شخص کسی یتیم لڑکے یا لڑکی پر احسان کرے تو میں اور وہ شخص جنت میں اسطرح ہونگے وہی دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا جیسا اوپر گذرا۔ اور بھی کئی حدیثوں میں مختلف عنوان سے یہی مضمون وارد ہے (درمنثور) ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگ قبروں سے ایسے اٹھیں گے کہ اُن کے منہ میں آگ بھڑک رہی ہوگی کسی نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہونگے۔ تو حضور نے آیاتِ گذشتہ میں سے نویں آیت تلاوت فرمائی اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔ شبِ معراج میں حضور نے ایک قوم کو دیکھا کہ اُن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح سے بڑے بڑے ہیں اور فرشتے اُن پر مسلط ہیں کہ وہ ان کے ہونٹوں کو چیر کر اُن میں آگ کے بڑے بڑے پتھر ٹھونس رہے ہیں کہ وہ آگ منہ سے داخل ہو کر پاخانہ کی جگہ سے نکلتی ہے اور وہ لوگ نہایت آہ وزاری سے چلا رہے ہیں۔ حضور نے حضرت جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے تھے انکو آگ کھلائی جارہی ہے ایک حدیث میں ہے کہ چار قسم کے آدمی ایسے ہیں جنکو اللہ جل شانہٗ نہ تو جنت میں داخل فرمائینگے نہ جنت کی نعمتیں انکو چکھنا نصیب ہونگی، ایک وہ شخص جو شراب پیتا ہو، دوسرے سود خوار، تیسرے وہ شخص جو ناحق یتیم کا مال کھائے، چوتھے وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرے (درمنثور) حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ یتیموں پر احسان دو قسم کا ہے ایک تو وہ ہے جو وارثوں پر واجب ہے۔ مثلاً اس کے مال کی حفاظت کہ اس میں زراعت یا تجارت وغیرہ سے ترقی ہو تاکہ اس کا نفقہ اور ضروریات پوری ہوسکیں اور اس کی

خوراک پوشاک وغیرہ کی خبر گیری نیز اس کے لکھنے پڑھنے اور تعلیم آداب وغیرہ کی خبر گیری۔ دوسری قسم وہ ہے جو عام آدمیوں پر واجب ہے اور وہ اس کی ایذا کو ترک کرنا ہے اور نرمی اور مہربانی سے اس سے پیش آنا ہے محفلوں اور مجالس میں اپنے پاس بٹھانا اسکے سر پر ہاتھ پھیرنا اپنی اولاد کیطرح اس کو گود میں لینا اور اس سے محبت ظاہر کرنا اسلئے کہ جب وہ یتیم ہوگیا اور اس کا باپ نہ رہا تو حق تعالیٰ شانہٗ نے سب بندوں کو حکم کیا کہ اس کی ساتھ باپ جیسا برتاؤ کریں اور اس کو اپنی اولاد کی طرح سمجھیں تاکہ باپ کے مرنے کی وجہ سے جو عجز جکمی اس کو لاحق ہوگیا اس قوتِ حقیقی کے ساتھ کہ ہزاروں آدمی اس کے باپ کی جگہ ہو جائیں، دور ہو جائے پس یتیم بھی قرابتِ شرعی رکھتا ہے جیسا کہ دوسرے اقارب قرابتِ عرفی رکھتے ہیں (سورۂ بقرہ) دوسرا مضمون جو آیتِ بالا میں خصوصی مذکور ہے وہ مسکین کے کھانے پر ترغیب دینے پر تنبیہ ہے اور گویا بخل کے انتہائی درجہ کی طرف اشارہ ہے کہ خود تو وہ اپنا مال کیا خرچ کرتا وہ یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ دوسرا بھی کوئی فقیروں پر خرچ کرے۔ قرآن پاک میں مسکینوں کے کھانا کھلانے پر بہت سی آیات میں ترغیب دیگئی جن میں سے بعض پہلے مذکور ہو چکی ہیں سورۂ فجر میں ہے کَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ اسمیں اس پر بھی تنبیہ کی گئی کہ تم لوگ نہ تو یتیموں کا اکرام کرتے ہو نہ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔ تیسری چیز جو آیتِ بالا میں ذکر کیگئی وہ ماعون کا روکنا ہے جس کی تفسیر پہلے گذر چکی ہے حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے تحریر فرمایا کہ اس سورت کا نام ماعون اسوجہ سے ہے کہ یہ احسان کا ادنیٰ درجہ ہے اور جبکہ احسان نہ کرنیکا ادنیٰ درجہ بھی موجبِ حجاب وعتاب ہے تو اعلیٰ درجہ یعنی حقوق اللہ اور حقوق الناس کے ضائع کرنے سے بطریق اولیٰ ڈرنا چاہیئے۔ یہاں تک اس مضمون کے متعلق چند آیات ذکر کی گئی ہیں۔ آگے چند احادیث اس مضمون کے متعلق لکھی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ بخل اور مال کو جمع کر کے رکھنا کس قدر سخت چیز ہے؟

حدیث

(۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِیْ مُؤْمِنٍ اَلْبُخْلُ وَسُوْءُ الْخُلُقِ رواہ الترمذی کذا فی المشکوٰۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ وہ مومن میں جمع نہیں ہو سکتیں ایک تو بخل دوسری بد خلقی۔

ف یعنی کوئی شخص مومن ہو کر بخیل بھی ہو اور بد خلق بھی یہ مومن کی شان ہرگز نہیں ایسے شخص کو اپنے ایمان کی بڑی فکر چاہیئے خدانخواستہ

ایسا نہ ہو کہ اسی سے ہاتھ دھو بیٹھیں کہ جیسا ہر خوبی دوسری خوبی کو کھینچتی ہے۔ ایسے ہی ہر عیب دوسرے عیب کو کھینچتا ہے دوسری حدیث میں اس سے بھی بڑھکر حضورؐ کا ارشاد ہے کہ شُحّ (یعنی بخل کی اعلیٰ قسم) ایمان کی ساتھ جمع نہیں ہوسکتی (مشکوٰۃ) کہ ان دونوں چیزوں کا اجتماع گویا ضدین کا اجتماع ہے جیسا کہ آگ اور پانی کا جمع ہونا کہ جونسی چیز غالب ہوگی وہ دوسرے کو فنا کردیگی اگر پانی غالب ہے آگ کو بجھادیگا آگ غالب ہے تو پانی کو جلادیگی ایسے ہی یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے منافی ہیں جونسی چیز غالب ہوگی رفتہ رفتہ دوسری کو فنا کردیگی ایک حدیث میں آیا ہے کہ کوئی ولی ایسا نہیں ہوا جس میں اللہ جل شانہٗ نے دو عادتیں پیدا نہ کردی ہوں ایک سخاوت دوسری خوش خلقی (کنز) دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ کا کوئی ولی ایسا نہیں ہے جو سخاوت کا عادی نہ بنایا گیا ہو (کنز) اور بہت ظاہر بات ہے کہ اگر اللہ جل شانہٗ سے تعلق اور محبت ہے تو اسکی مخلوق پر خرچ کرنے کو بے اختیار دل چاہے گا کہ محبوب کے عزیز واقارب کی خاطر محبت کے لوازمات سے ہے اور جب مخلوق اللہ کی عیال ہے تو اُن پر خرچ کرنے کو ولی کا دل ضرور چاہے گا اور اس کے عیال میں بھی جس کا تعلق اسکے ساتھ جتنا زیادہ قوی ہوگا اتنا ہی اسپر خرچ کرنے کو زیادہ چاہے گا اور اگر نہ چاہے تو معلوم ہوا کہ مال کی محبت اللہ کی محبت سے زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا دعوےٰ جھوٹ ہے

(۲) عن ابی بکر الصدیق قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل الجنۃ خب ولا بخیل ولا منان رواہ الترمذی کذا فی المشکوٰۃ۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا کہ جنت میں نہ تو چالباز (دھوکہ باز) داخل ہوگا نہ بخیل نہ صدقہ کر کے احسان رکھنے والا۔

ف ۔ علماء نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان صفات کے ساتھ کوئی شخص بھی جنت میں داخل نہ ہوسکیگا۔ اگر کسی مومن میں یہ بری صفات خدانخواستہ پائی جاتی ہونگی تو اول تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کو دنیا ہی میں اُن سے توبہ کی توفیق عطا فرمادینگے۔ اور اگر یہ نہ ہوا تو اول جہنم میں داخل ہوکر ان صفات کا تنقیہ ہونے کے بعد جنت میں داخل ہوسکیگا۔ لیکن جہنم میں داخل ہونا، چاہے تھوڑی ہی دیر کے لئے ہو کیا کوئی معمولی اور آسان کام ہے دنیا کی آگ میں تھوڑی دیر کے لئے ڈالا جانا کیا اثرات پیدا کرتا ہے حالانکہ یہ آگ جہنم کی آگ کے مقابلہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا کی آگ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ یہ آگ کیا کچھ کم ہے یہ تو خود ہی بہت کافی اذیت پہونچانے والی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا

کہ وہ اس سے انہتر درجہ بڑھی ہوئی ہے (مشکوٰۃ) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جہنم میں سب سے کم عذاب والا شخص وہ ہوگا جس کو جہنم کی آگ کی صرف دو جوتیاں پہنائی جائینگی اور انکی وجہ سے اسکا دماغ ایسا جوش ماریگا جیساکہ ہنڈیا آگ پر جوش مارتی ہے (مشکوٰۃ) ایک حدیث میں آیا کہ اللہ جل شانہٗ نے جنت عدن کو اپنے دستِ مبارک سے بنایا پھر اس کو آراستہ اور مزین کیا پھر فرشتوں کو حکم فرمایا کہ اس میں نہریں جاری کریں اور پھل اس میں لٹکائیں جب حق تعالےٰ شانہٗ نے اسکی زیب و زینت کو ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم میرے عرش پر بلندی کی قسم تجھ میں بخیل نہیں آسکتا (کنز)

(۳) عن ابی ذرؓ قال انتھیت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو جالس فی ظل الکعبۃ فلما رانی قال ھم الاخسرون ورب الکعبۃ فقلت فداک ابی وامی من ھم قال ھم الاکثرون مالا الا من قال ھکذا وھکذا وھکذا من بین یدیہ ومن خلفہ وعن یمینہ وعن شمالہ وقلیل ماھم متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا حضورؐ کعبہ شریف کی دیوار کے سایہ میں تشریف رکھتے تھے مجھے دیکھکر حضورؐ نے فرمایا کہ کعبہ کے رب کی قسم وہ لوگ بڑے خسارہ میں ہیں میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان کون لوگ حضورؐ نے فرمایا کہ جن کے پاس مال زیادہ ہو مگر وہ لوگ جو اس طرح اس طرح (خرچ کریں) اپنے دائیں سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے لیکن ایسے آدمی بہت کم ہیں۔ ف۔ حضرت ابوذرؓ زاہدین صحابہؓ میں ہیں جیساکہ پہلے بھی گذر چکا انکو دیکھکر یہ ارشاد حقیقتاً انکی تسلی تھی کہ اپنے فقر و زہد پر کسی وقت بھی خیال نہ کریں یہ مال ومتاع کی کثرت فی ذاتہٖ کوئی محبوب چیز نہیں بلکہ بڑے خسارے اور نقصان کی چیز ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اللہ جل شانہٗ سے غفلت کا سبب بنتی ہے روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ بغیر تنگدستی کے اللہ کی طرف رجوع بہت ہی کم ہوتا ہے البتہ جن لوگوں کو اللہ جل شانہٗ نے توفیق عطا فرمائی ہے اور وہ ضرورت کے مواقع میں جہاں اور جس طرف ضرورت ہو چاروں طرف بخشش کا ہاتھ پھیلاتے ہوں انکے لئے مال مضر نہیں ہے لیکن حضورؐ نے خود ہی ارشاد فرمادیا کہ ایسے آدمی کم ہیں عام طور سے یہی ہوتا ہے کہ جہاں مال کی کثرت ہوتی ہے فسق وفجور آوارگی عیاشی اپنے ساتھ لاتی ہے اور بے محل خرچ کرنا نام ونمود پر صرف کرنا تو دولت کے ادنیٰ کرشموں میں سے ہے بیاہ شادیوں اور دوسری تقریبات پر بے جا اور بے محل ہزاروں روپیہ خرچ کر دیا جائے گا لیکن اللہ کے نام پر ضرورت مندوں اور بھوکوں پر خرچ کرنے کی گنجائش ہی نہ نکلے گی۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو لوگ

دنیا میں زیادہ مالدار ہیں وہی لوگ آخرت میں کم سرمایہ والے ہیں مگر وہ شخص جو حلال ذریعہ سے کمائے اور یوں یوں خرچ کردے دکنز) پہلی حدیث کی طرح یوں یوں کا اشارہ ادھر ادھر خرچ کرنے کی طرف ہے حقیقت میں مال اس کے لئے زینت اور عزت ہے جو اس کو اِدھر اُدھر خرچ کردے اور جو گن گن کر باندھ باندھ کر رکھے اس کے لئے یہ ہر قسم کی آفات کا پیش خیمہ ہے اس کو بھی ہلاک کرتا ہے اور خود بھی اس کے پاس سے ضائع ہوتا ہے یہ بے مروّت کسی شخص کو دین یا دُنیا کا فائدہ اسوقت تک نہیں پہونچاتا جب تک اس کے پاس سے جُدا نہ ہو۔

(۴) عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم السخی قریب من اللّٰہ قریبٌ مّن الجنۃ قریبٌ مّن الناس بعید من النار والبخیل بعید من اللّٰہ بعید من الجنۃ بعید من الناس قریب من النار والجاھل سخی احب الی اللّٰہ من عابدٍ بخیلٍ رواہ الترمذی کذا فی المشکوٰۃ۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سخی آدمی اللہ کے قریب ہے جنت سے قریب ہے لوگوں سے قریب ہے جہنم سے دور ہے اور بخیل آدمی اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے آدمیوں سے دور ہے اور جہنم سے قریب ہے بیشک جاہل سخی اللہ کے نزدیک عابد بخیل سے زیادہ محبوب ہے۔ **ف** یعنی جو شخص عبادت بہت کثرت سے کرتا ہو نوافل بہت لمبی لمبی پڑھتا ہو اس سے وہ شخص اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے جو نوافل کم پڑھتا ہو لیکن سخی ہو عابد سے مراد نوافل کثرت سے پڑھنے والا ہے فرائض کا پڑھنا تو ہر شخص کے لئے ضروری ہے چاہے سخی ہو یا نہ ہو امام غزالی رحؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ شیطان سے دریافت فرمایا کہ تجھے سب سے زیادہ محبوب کون شخص ہے اور سب سے زیادہ نفرت کس سے ہے اس نے کہا کہ مجھے سب سے زیادہ محبت مومن بخیل سے ہے اور سب سے زیادہ نفرت فاسق سخی سے ہے انھوں نے فرمایا یہ کیا بات ہے اس نے عرض کیا کہ بخیل تو اپنے بخل کی وجہ سے مجھے بے فکر رکھتا ہے یعنی اس کا بخل ہی جہنم میں لیجانے کے لئے کافی ہے لیکن فاسق سخی پر مجھے ہر وقت فکر سوار رہتا ہے کہ کہیں حق تعالیٰ شانہٗ اس کی سخاوت کی وجہ سے اس سے درگذر نہ فرمادیں (احیاء) یعنی اگر حق تعالیٰ شانہٗ اسکی سخاوت کیوجہ سے کسی وقت اس سے راضی ہوگئے تو اس کے دریائے مغفرت ورحمت میں عمر بھر کے فسق وفجور کی کیا حقیقت ہے وہ سب کچھ معاف فرماسکتا ہے ایسی صورت میں میری عمر بھر کی محنت جو اس سے گناہ صادر کرانے میں کی تھی ساری

ضائع ہو گئی ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سخاوت کرتا ہے وہ اللہ جل شانہٗ کے ساتھ حسنِ ظن کی وجہ سے کرتا ہے اور جو بخل کرتا ہے وہ حق تعالیٰ کے ساتھ بدظنی سے کرتا ہے (کنز) حسنِ ظن کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ جس مالک نے یہ عطا فرمایا وہ پھر بھی عطا فرما سکتا ہے۔ اور ایسے شخص کے اللہ سے قریب ہونے میں کیا تردد ہے اور بدظنی کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ ختم ہو گئے تو پھر کہاں سے آئیں گے ایسے شخص کا اللہ جل شانہٗ سے دور ہونا ظاہر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خزانہ کو بھی محدود سمجھتا ہے حالانکہ آمدنی کے اسباب اُسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور ان اسباب سے پیداوار کا نہ ہونا اُسی کے قبضہ قدرت میں ہے وہ نہ چاہے تو دکاندار ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہے کاشتکار بوئے اور پیداوار نہ ہو اور جبکہ یہ سب اسی کی عطا کی وجہ سے ہے پھر اس کا کیا مطلب کہ پھر کہاں سے آئیگا؟ مگر ہم لوگ زبان سے اس کا اقرار کرنے کے بعد دل سے یہ نہیں سمجھتے کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ شانہٗ ہی کی عطا ہے ہمارا اس میں کوئی دخل نہیں اور صحابہؓ کرامؓ دل سے یہ سمجھتے تھے کہ یہ سب اسی کی عطا ہے جس نے آج دیا وہ کل بھی دے گا اس لئے ان کو سب کچھ خرچ کر دینے میں ذرا بھی تامّل نہ ہوتا تھا۔

(۵) عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم السخاء شجرۃ فی الجنۃ فمن کان سخیا اخذ بغصن منھا فلم یترکہ الغصن حتی یدخلہ الجنۃ والشح شجرۃ فی النار فمن کان شحیحا اخذ بغصن منھا فلم یترکہ الغصن حتی یدخلہ النار رواہ البیھقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوٰۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سخاوت جنّت میں ایک درخت ہے پس جو شخص سخی ہو گا وہ اس کی ایک ٹہنی پکڑ لیگا جس کے ذریعہ سے وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور بخل جہنم کا ایک درخت ہے جو شخص شحیح (بخیل) ہو گا وہ اس کی ایک ٹہنی پکڑ لے گا، یہاں تک کہ وہ ٹہنی اس کو جہنم میں داخل کر کے رہے گی۔

ف: شُح بخل کا اعلیٰ درجہ ہے جیسا کہ پہلی فصل کی آیات میں ۲۸ پر گذر چکا ہے مطلب ظاہر ہے کہ جب بخل جہنم کا درخت ہے تو اس کی ٹہنی پکڑ کر جو شخص چڑھے گا وہ جہنم ہی میں پہونچے گا ایک حدیث میں ہے کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام سخا ہے سخاوت اسی سے پیدا ہوئی ہے اور جہنم میں ایک درخت ہے جس کا نام شح ہے شح اسی سے پیدا ہوا ہے جنت میں شحیح داخل نہ ہوگا (کنز) یہ پہلے متعدد مرتبہ معلوم ہو چکا کہ شح بخل کا اعلیٰ درجہ ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ سخاوت جنت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کی ٹہنیاں دنیا میں جھکے ہی ہیں جو شخص اُسکی کسی

ٹہنی کو پکڑ لیتا ہے وہ ٹہنی اسکو جنت تک پہونچا دیتی ہے اور بخل جہنم کے درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کی ٹہنیاں دنیا میں جھک رہی ہیں جو شخص اس کی کسی ٹہنی کو پکڑ لیتا ہے وہ ٹہنی اس کو جہنم تک پہونچا دیتی ہے (کنز) یہ ظاہر چیز ہے کہ جو سڑک اسٹیشن پر جاتی ہے جب آدمی اس سڑک پر چلتا رہیگا تو لامحالہ کسی وقت اسٹیشن پر پہونچے گا اسی طرح سے یہ ٹہنیاں جن درختوں کی ہیں جب ان کو کوئی پکڑ کر چڑھے گا تو جہاں وہ درخت کھڑا ہے وہاں پہونچکر رہے گا۔

(۶) عن ابی هريرة رضـ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم شر ما في الرجل شح هالع وجبن خالع رواه ابوداؤد وكذا في المشكوٰة -

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدترین عادتیں جو آدمی میں ہوں (دو ہیں) ایک وہ بخل ہے جو بے صبر کر دینے والا ہو دوسرے وہ نامردی اور خوف جو جان نکال دینے والا ہو۔

ف۔ ان دو عیبوں کی طرف اللہ جل شانہ نے اپنے پاک کلام میں بھی تنبیہ فرمائی ہے چنانچہ ارشاد ہے إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۝ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۝ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ وَالَّذِينَ هُم مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ۝ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُم بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ۝ (سورۂ معارج، رکوع ۱)۔ پوری آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے کہ بے شک انسان کم ہمت (تھوڑے اور کچے دل کا) پیدا ہوا ہے جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو جزع فزع کرنے لگتا ہے اور جب اس کو خیر (مال) پہونچتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے مگر وہ نمازی جو اپنی نماز پر پابندی کرنے والے ہیں اور جن کے مالوں میں سوال کرنے والوں کے لئے اور سوال نہ کرنے والوں کے لئے مقررہ حق ہے اور وہ لوگ جو قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ بیشک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں (یقیناً اس سے ہر شخص کو ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیئے) اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کو (حرام جگہ سے) محفوظ رکھتے ہیں لیکن اپنی بیبیوں سے یا باندیوں سے (حفاظت کی ضرورت نہیں کیونکہ ان پر ان میں کوئی الزام نہیں (یعنی ان لوگوں پر بیویوں اور باندیوں سے صحبت کرنے میں کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے) ہاں جو لوگ ان کے علاوہ اور جگہ شہوت پوری کرنے کے طلبگار

ہوں وہ حدود سے تجاوز کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو اپنے (سپرد کی ہوئی) امانتوں اور اپنے عہد (قول وقرار) کا خیال رکھنے والے ہوں اور اپنی گواہیوں کو ٹھیک ادا کرتے ہوں اور جو اپنی فرض نماز کی پابندی کرنے والے ہوں یہی لوگ ہیں جو جنتوں میں عزت سے داخل ہونگے" فقط۔ یہ ان آیات کا ترجمہ ہے اور اس قسم کا پورا مضمون اس کے قریب قریب دوسری جگہ سورہ مؤمنون کے شروع میں بھی گذر چکا ہے حضرت عمران بن حصین رض فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے عمامہ کا سرا پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ عمران حق تعالے شانہٗ کو خرچ کرنا بہت پسند ہے اور روک کر رکھنا ناپسند ہے تو خرچ کیا کر اور لوگوں کو کھلایا کر کسی کو مضرت نہ پہونچا کہ تجھ پر تیری طلب میں مضرت ہونے لگے گی غور سے سن حق تعالے شانہٗ شبہات کے وقت تیز نظر کو پسند کرتے ہیں (یعنی جس امر میں جائز ناجائز کا شبہ ہو اس میں باریک نظر سے کام لینا چاہیئے ویسے ہی سرسری طور پر چوچاہے کر گذرنا نہ ہو) اور شہوتوں کے وقت کامل عقل کو پسند کرتے ہیں (کہ شہوت کے غلبہ میں عقل نہ کھودے) اور سخاوت کو پسند کرتے ہیں چاہے چند کھجوریں ہی خرچ کرے (یعنی اپنی حیثیت کے موافق زیادہ نہ ہو سکے تو کم میں شرم نہ کرے جو ہو سکے خرچ کرتا رہے) اور بہادری کو پسند کرتے ہیں چاہے سانپ اور بچھو ہی کے قتل میں کیوں نہ ہو (کنز) لہذا ذرا سی خوف کی چیز سے ڈر جانا اللہ جل شانہٗ کو پسند نہیں ہے اگر دل میں خوف پیدا بھی ہو تو اس کا اظہار نہ کرنا چاہیئے بلکہ قوت کے ساتھ اسکو دفع کرنا چاہیئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دعائیں امت کی تعلیم کے لئے منقول ہیں ان میں نامردی سے پناہ مانگنا بھی نقل کیا گیا ہے اور متعدد دعاؤں میں اس سے پناہ مانگنا نقل کیا گیا (بخاری)

(۷) عن ابن عباس رض قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیس المومن بالذی یشبع وجارہ جائع الی جنبہ رواہ البیہقی فی الشعب کذا فی المشکوۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ وہ شخص مومن نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر کھانا کھالے اور پاس ہی اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔

ف۔ یقیناً جس شخص کے پاس اتنا ہے کہ وہ پیٹ بھر کر کھا سکتا ہے اور پاس ہی بھوکا پڑوسی ہے تو اس کے لئے ہرگز ہرگز زیبا نہیں کہ خود پیٹ بھر کر کھائے اور وہ غریب بھوک میں تلملاتا رہے ضروری ہے کہ اپنے پیٹ کو کچھ کم پہونچائے اور پڑوسی کی بھی مدد کرے ایک حدیث میں ہے حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جو خود پیٹ بھر کر رات گذارے اور اس کو یہ بات معلوم ہے کہ اس کا پڑوسی اس کے برابر میں بھوکا ہے (ترغیب) ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں کتنے آدمی ایسے ہونگے جو اپنے پڑوسی کا دامن پکڑے ہوئے اللہ تعالے سے عرض کریں گے یا اللہ اس سے پوچھیں کہ اس نے اپنا دروازہ بند کر لیا تھا اور مجھے اپنی

ضرورت سے زائد جو چیز ہوتی تھی وہ بھی نہ دیتا تھا (ترغیب) ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے لوگو صدقہ کرو میں قیامت کے دن اسکی گواہی دونگا شاید تم میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کے پاس رات کو سیر ہونے کے بعد بچ رہے اور اس کا چچا زاد بھائی بھوک کی حالت میں رات گذارے تم میں شاید کچھ لوگ ایسے بھی ہونگے جو خود تو اپنے مال کو بڑھاتے رہیں اور ان کا مسکین پڑوسی کچھ نہ کما سکے (کنز) ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ آدمی کے بخل کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ یوں کہے کہ میں اپنا حق پورا کا پورا لونگا اس میں سے ذرا سا بھی نہیں چھوڑوں گا (کنز) یعنی تقسیم وغیرہ میں رشتہ داروں سے ہو یا پڑوسیوں سے اپنا پورا حق وصول کرنے کی فکر میں لگا رہے ذرا ذرا سی چیز پر کنج وکاؤ کرے یہ بھی بخل کی علامت ہے اگر تھوڑا بہت دوسرے کے پاس چلا ہی جائے گا تو اس میں کیا مر جائے گا؟

(۸) عن ابن عمرؓ وابی ھریرۃؓ قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عذبت امرأۃ فی ھرۃ امسکتھا حتی ماتت من الجوع فلم تکن تطعمھا ولا ترسلھا فتاکل من خشاش الارض متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ۔

حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابوھریرہؓ دونوں نے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا کہ ایک عورت کو اس پر عذاب کیا گیا کہ اس نے ایک بلی کو باندھ رکھا تھا جو بھوک کی وجہ سے مر گئی نہ تو اس نے اس کو کھانے کو دیا نہ اس کو چھوڑا کہ وہ زمین کے جانوروں (چوہے وغیرہ) سے اپنا پیٹ بھر لیتی

ف - جو لوگ جانوروں کو پالتے ہیں ان کی ذمہ داری بڑی سخت ہے کہ وہ بے زبان جانور اپنی ضروریات کو ظاہر بھی نہیں کر سکتے ایسی حالت میں ان کے کھانے پینے کی خبر گیری بہت اہم اور ضروری ہے اس میں بخل سے کام لینا اپنے آپ کو عذاب میں مبتلا کرنے کے لئے طیار کرنا ہے بہت سے آدمی جانوروں کے پالنے کا تو بڑا شوق رکھتے ہیں لیکن ان کے گھاس دانہ پر خرچ کرتے ہوئے جان نکلتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف احادیث میں مختلف عنوانات سے یہ مضمون نقل کیا گیا کہ ان جانوروں کے بارے میں اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہا کرو۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ایک اونٹ نظر اقدس سے گذرا جس کا پیٹ کمر سے لگ رہا تھا (بھوک کی وجہ سے یا دبلے پن کی وجہ سے) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہا کرو ان کی اچھی حالت میں ان پر سوار ہوا کرو اور اچھی حالت میں ان کو کھایا کرو حضورؐ کی عادت شریفہ یہ بھی تھی کہ استنجے کے لئے جنگل تشریف لے جایا کرتے کسی باغ میں یا کسی ٹیلے وغیرہ کی آڑ میں ضرورت سے فراغت حاصل کرتے ایک مرتبہ اس ضرورت سے ایک باغ میں تشریف لے گئے، تو وہاں ایک اونٹ

تھا جو حضورؐ کو دیکھ کر بڑبڑانے لگا اور اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے (ایک معروف چیز ہے کہ ہر مصیبت زدہ کا کسی غم خوار کو دیکھ کر دل بھر آیا کرتا ہے) حضورؐ اسکے پاس تشریف لے گئے اس کے کانوں کی جڑ پر شفقت کا ہاتھ پھیرا جس سے وہ چُپکا ہوا حضورؐ نے فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے ایک انصاری تشریف لائے اور عرض کیا کہ میرا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ تم اُس اللہ سے جس نے تمہیں اس کا مالک بنایا ڈرتے نہیں ہو یہ اونٹ تمہاری شکایت کرتا ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور کام زیادہ لیتے ہو۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے ایک گدھے کو دیکھا کہ اُس کے مُنہ پر داغ دیا گیا حضورؐ نے فرمایا کہ تم کو ابتک یہ معلوم نہیں کہ میں نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو جانور کے منہ کو داغ دے یا منہ پر مارے ابوداؤد شریف میں یہ روایات ذکر کی گئیں ان کے علاوہ اور بھی مختلف روایات میں اس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ جانوروں کی خبر گیری میں کوتاہی نہ کیجائے اور جب جانوروں کا یہ حال ہے اور ان کے بارے میں یہ تنبیہات ہیں تو آدمی جو اشرف المخلوقات ہے اُس کا حال اظہر ہے اور زیادہ اہم ہے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی کے گناہ کے لئے یہ کافی ہے کہ جس کی روزی اپنے ذمہ ہے اُس کو ضائع کرے اسلئے اگر کسی جانور کو اپنی کسی ضرورت سے روک رکھا ہے تو اُس کے کھانے میں کنجوسی کرنا اور یہ سمجھنا کہ کون جانے کس کو خبر ہو گی؟ اپنے اوپر سخت ظلم ہے جاننے والا سب کچھ جانتا ہے اور لکھنے والے ہر چیز کی رپورٹ لکھتے ہیں چاہے کتنی ہی مخفی کی جائے اور یہ آفت بخل سے آتی ہے کہ جانوروں کو اپنی ضرورت سے سواری کی ہو یا کھیتی کی دودھ کی ہو یا کوئی اور کام لینے کی ہو پالتے ہیں لیکن کنجوسی سے ان پر پیسہ خرچ کرتے ہوئے دم نکلتا ہے۔

(۹) عن انس رضی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یجاء بابن آدم یوم القیٰمۃ کانہ بذج فیوقف بین یدی اللہ فیقول لہ اعطیتک وخولتک وانعمت علیک فما صنعت فیقول یارب جمعتہ وثمرتہ وترکتہ اکثر ما کان فارجعنی آتک بہ کلہ فیقول ارنی ما قدمت فیقول رب جمعتہ وثمرتہ وترکتہ اکثر ما کان فارجعنی آتک بہ کلہ فاذا عبد لم یقدم خیراً فیمضی بہ الی النار رواہ الترمذی وضعفہ کذا فی المشکوٰۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا کہ قیامت کے دن آدمی ایسا (ذلیل وضعیف) لایا جائیگا جیسا کہ بھیڑ کا بچہ ہوتا ہے اور اللہ جلّ جلالہٗ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا ارشاد ہو گا کہ میں نے تجھے مال عطا کیا حشم خدم دیئے تجھ پر نعمتیں برسائیں تو نے ان سب انعامات میں کیا کارگذاری کی وہ عرض کرے گا کہ میں نے خوب مال جمع کیا اُس کو (اپنی کوشش سے) بہت بڑھایا اور جتنا شروع میں میرے پاس تھا اُس سے بہت زیادہ کر کے چھوڑ آیا آپ مجھے دُنیا میں واپس کر دیں میں وہ سب آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں ارشاد ہو گا مجھے تو وہ بتا جو تو نے زندگی میں (ذخیرہ کے طور پر آخرت کے لئے) آگے بھیجا ہو وہ پھر اپنا پہلا کلام دُہرائیگا کہ میرے

پروردگار میں نے اس کو خوب جمع کیا اور خوب بڑھایا اور جتنا شروع میں تھا اس سے بہت زیادہ کر کے چھوڑ آیا آپ مجھے دنیا میں واپس کر دیں میں وہ سب لیکر حاضر ہوں (یعنی خوب صدقہ کر دوں تاکہ وہ سب یہاں میرے پاس آجائے) چونکہ اس کے پاس کوئی ذخیرہ ایسا نہ نکلے گا جو اس نے اپنے لئے آگے بھیجدیا ہو اسلئے اس کو جہنم میں پھینکدیا جائے گا۔ ف۔ ہم لوگ تجارت میں زراعت میں اور دوسرے ذرائع سے روپیہ کمانے میں جتنی محنت اور دردسری کر کے جمع کرتے ہیں وہ سب اسی لئے ہوتا ہے کہ کچھ ذخیرہ اپنے پاس موجود ہے جو ضرورت کے وقت کام آئے نہ معلوم کس وقت کیا ضرورت پیش آجائے لیکن جو اصل ضرورت کا وقت ہے اور اس کا پیش آنا بھی ضروری اور اس میں اپنی سخت احتیاج بھی ضروری ہے اور یہ بھی یقینی کہ اُس وقت صرف وہی کام آئے گا جو اپنی زندگی میں خدائی بنک میں جمع کر دیا گیا ہو کہ وہ تو جمع شدہ ذخیرہ بھی پورا کا پورا ملے گا اور اس میں اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اضافہ بھی ہوتا رہے گا لیکن اسکی طرف بہت ہی کم التفات کرتے ہیں حالانکہ دنیا کی یہ زندگی چاہے کتنی ہی زیادہ ہو جائے بہر حال ایک دن ختم ہو جانے والی ہے اور آخرت کی زندگی کبھی بھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔ دنیا کی زندگی میں اگر اپنے پاس سرمایہ نہ رہے تو اسوقت محنت مزدوری بھی کیجا سکتی ہے بھیک مانگ کر بھی زندگی کے دن پورے کئے جا سکتے ہیں لیکن آخرت کی زندگی میں کوئی صورت کمائی کی نہیں ہے۔ وہاں صرف وہی کام آئے گا جو ذخیرہ کے طور پر آگے بھیجدیا گیا ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہے کہ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس کی دونوں جانب تین سطریں سونے کے پانی سے لکھی ہوئی دیکھیں۔ پہلی سطر میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تھا۔ دوسری سطر میں مَا قَدَّمْنَا وَجَدْنَا وَمَا اَكَلْنَا رَبِحْنَا وَمَا خَلَّفْنَا خَسِرْنَا لکھا تھا (جو ہم نے آگے بھیجدیا وہ پالیا اور جو دنیا میں کھایا وہ نفع میں رہا اور جو کچھ چھوڑ آئے وہ نقصان رہا) اور تیسری سطر میں لکھا تھا اُمَّةٌ مُّذْنِبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ (امت گنہگار اور رب بخشنے والا (برکات ذکر) پہلی فصل کی آیات میں ۲۶ پر گذر چکا کہ اس دن نہ تجارت ہو نہ دوستی نہ سفارش۔ اسی فصل میں ۳۰ پر اللہ جل شانہٗ کا ارشاد گذرا ہے کہ ہر شخص یہ دیکھ لے کہ اس نے کل کے لئے کیا بھیجا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو فرشتے تو یہ پوچھتے ہیں کہ کیا ذخیرہ اپنے حساب میں جمع کرایا کیا چیز کل کے لئے بھیجی اور آدمی یہ پوچھتے ہیں کیا مال چھوڑا (مشکوٰۃ) ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تم میں کون شخص ایسا ہے جس کو اپنے وارث کا مال اپنے سے زیادہ محبوب ہو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال اپنے وارث سے زیادہ محبوب نہ ہو حضورؐ نے فرمایا آدمی کا اپنا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجدیا اور جو چھوڑ گیا وہ اس کا مال نہیں اس کے وارث کا مال ہے (مشکوٰۃ عن البخاری) ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہے کہ آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال اس کے مال میں سے اس کے لئے صرف تین چیزیں ہیں جو کھا کر ختم کر دیا یا پہنکر

پرانا کر دیا یا اللہ کے یہاں اپنے حساب میں جمع کرا دیا۔ اسکے علاوہ جو کچھ ہے وہ اس کا مال نہیں ہے لوگوں کے لئے چھوڑ جائے گا۔[۱] اور بڑا لطف یہ ہے کہ آدمی اکثر ایسے لوگوں کے لئے جمع کرتا ہے محنت اٹھاتا ہے مصیبت جھیلتا ہے تنگی برداشت کرتا ہے جن کو وہ اپنی خواہش سے ایک پیسہ دینے کا روادار نہیں ہے لیکن جمع کر کے چھوڑ جاتا ہے اور مقدرات انہیں کو سارے کا وارث بنا دیتے ہیں۔ جن کو وہ ذرا سا بھی دینا نہ چاہتا تھا۔ ارطاۃ بن سہیۃ کا جب انتقال ہونے لگا تو انھوں نے چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ آدمی کہتا ہے کہ میں نے بہت مال جمع کیا لیکن اکثر کمانے والا دوسروں کے یعنی وارثوں کے لئے جمع کرتا ہے وہ خود تو اپنی زندگی میں اپنا بھی حساب لیتا رہتا ہے کہ کتنا کہاں خرچ ہوا کتنا کہاں ہوا لیکن بعد میں ایسے لوگوں کی لوٹ کے لئے چھوڑ جاتا ہے جن سے حساب بھی نہیں لے سکتا کہ سارا کہاں اڑا دیا۔ پس اپنی زندگی میں کھالے اور کھلا دے اور بخیل وارث سے چھین لے۔ آدمی خود تو مرنے کے بعد نامراد رہتا ہے (کوئی اسکو اس مال میں یاد نہیں رکھتا) دوسرے لوگ اسکو کھاتے اڑاتے ہیں آدمی خود تو اس مال سے محروم ہو جاتا ہے اور دوسرے لوگ اس سے اپنی خواہشات پوری کرتے ہیں[۲] ایک حدیث میں یہ قصہ جو اوپر کی حدیث میں ذکر کیا گیا دوسرے عنوان سے وارد ہوا کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے دریافت فرمایا تم میں کوئی ایسا ہے جسکو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں ہر شخص ایسا ہی ہے جس کو اپنا مال زیادہ محبوب ہے۔ حضورؐ نے فرمایا سوچ کر کہو دیکھو کیا کہہ رہے ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم تو ایسا ہی سمجھتے ہیں کہ ہم میں ہر شخص کو اپنا مال زیادہ محبوب ہے حضورؐ نے فرمایا تم میں کوئی بھی ایسا نہیں جسکو اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب نہ ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا حضورؐ یہ کس طرح۔ حضورؐ نے فرمایا تمہارا مال وہ ہے جو آگے بھیج دیا اور وارث کا مال وہ ہے جو پیچھے چھوڑ گیا[۳] یہاں ایک بات یہ بھی قابلِ لحاظ ہے کہ ان روایات کا مقصد وارثوں کو محروم کرنا نہیں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس پر تنبیہ فرمائی ہے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فتح مکہ کے زمانہ میں ایسے سخت بیمار ہوئے کہ زیست کی امید نہ رہی حضورؐ عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو انھوں نے عرض کیا کہ حضورؐ میرے پاس مال زیادہ ہے اور میری وارث صرف ایک بیٹی ہے میرا دل چاہتا ہے کہ اپنے سارے مال کی وصیت کروں۔ (کہ اسوقت ان کی اولاد صرف ایک بیٹی ہی تھی اور اس کا تکفل اس کے خاوند کے ذمہ) حضورؐ نے منع فرما دیا۔ انھوں نے دو تہائی کی اجازت چاہی حضورؐ نے اس کا بھی انکار فرمایا۔ پھر نصف کی درخواست بھی قبول نہیں فرمائی تو انھوں نے ایک تہائی وصیت کی اجازت چاہی۔ حضورؐ نے اس کی اجازت فرما دی اور ارشاد فرمایا کہ ایک تہائی بھی بہت ہے تم اپنے وارثوں کو (یعنی مرنے کے وقت جو بھی ہوں چنانچہ اس واقعہ کے بعد اور بھی اولاد ہو گئی تھی) غنی چھوڑ دو یہ اس سے بہتر ہے کہ ان کو فقیر چھوڑ و کہ

---

[۱] مشکوٰۃ [۲] اتحاف [۳] کنز

لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں جو خرچ اللہ کے واسطے کیا جائے وہ ثواب کا موجب ہے حتیٰ کہ اللہ کے لئے اگر ایک لقمہ بیوی کو دیا جائے تو اس پر بھی اجر ہے (مشکوٰۃ بروایۃ الصحیحین) حافظ ابنِ حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سعدؓ کا یہ قصہ پہلی حدیث یعنی تم میں سے کون ایسا ہے کہ اس کو وارث کا مال محبوب ہو کے منافی نہیں۔ اسلئے کہ اس حدیث کا مقصد اپنی صحت اور ضرورت کے وقت میں صدقہ کرنے کی ترغیب ہے اور حضرت سعدؓ کے قصہ میں مرض الموت میں سارا یا اکثر حصہ مال کا وصیت کرنا مقصود ہے (فتح) بندۂ ناکارہ کے نزدیک صرف یہی نہیں بلکہ وارثوں کو نقصان پہنچانے کے ارادہ سے وصیت کرنا موجبِ عتاب و عقاب ہے حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ بعض مرد اور عورت اللہ کی فرمانبرداری میں ساٹھ سال گذارتے ہیں اور جب مرنے کا وقت آتا ہے تو وصیت میں نقصان پہنچاتے ہیں جسکی وجہ سے جہنم کی آگ اُن کے لئے ضروری ہو جاتی ہے اسکے بعد اسکی تائید میں حضرت ابوہریرہ رضؓ نے قرآن پاک کی آیت مِنۡ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصٰى بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ غَيۡرَ مُضَآرٍّ (نساء ع ۲) پڑھی جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں جو ورثہ کو تقسیم مال کی تفصیل بیان ہوئی ہے وہ وصیت کی بقدر مال نکالنے کے بعد ہے اور اگر اس کے ذمہ قرض ہو تو قرض کی مقدار بھی وضع کرنے کے بعد اس حال میں کہ وصیت کرنے والا کسی وارث کو ضرر نہ پہنچائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو کسی وارث کی میراث کو قطع کرے اللہ جل شانہٗ اس کی میراث کو جنت سے قطع کرے گا (مشکوٰۃ) لہٰذا اس کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہئے کہ وصیت اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے میں یہ ارادہ اور نیت ہرگز نہ ہو کہ کہیں فلاں وارث نہ بن جائے بلکہ ارادہ اور نیت اپنی ضرورت کا پورا کرنا اپنے لئے ذخیرہ بنانا ہو آدمی کے ارادہ اور نیت کو عبادات میں بہت زیادہ دخل ہے حضورؐ کا پاک ارشاد جو بہت زیادہ مشہور ہے اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّيَّاتِ کہ اعمال کا مدار نیت اور ارادہ پر ہے نماز جیسی اہم عبادت اللہ کے واسطے پڑھی جائے تو کتنی زیادہ موجب اجر موجب ثواب موجب قربت کہ کوئی دوسری عبادت اسکے برابر نہیں۔ یہی چیز ریاکاری اور دکھاوے کے واسطے پڑھی جائے تو شرک اصغر اور وبال بنجائے اسلئے خاص نیت اللہ کی رضا اور اپنی ضرورت میں کام آنا ہونا چاہیئے جسکی بہترین صورت یہ ہے کہ اپنی زندگی میں اپنی تندرستی میں اس حالت میں جبکہ یہ بھی معلوم نہ ہو کہ میں پہلے مروں گا یا وارث پہلے مرجائے گا اور کون وارث ہوگا کون نہ ہوگا ایسے وقت میں خرچ کرے اور خوب خرچ کرے۔ جتنا زیادہ سے زیادہ صدقہ کر سکتا ہے کرے وصیت کرے وقف کرے اور جن مواقعِ خیر میں زیادہ ثواب کی اُمید ہو انکی فکر و جستجو میں رہے یہ نہیں کہ اپنے وقت میں تو بخل کرے اور جب مرنے لگے تو سخی بنجائے جیسا کہ حضورؐ کا پاک ارشاد پہلی فصل کی احادیث میں ۵ پر گذر چکا کہ افضل صدقہ وہ ہے جو حالتِ صحت میں کیا جائے نہ یہ کہ جب جان نکلنے لگے تو کہے کہ اتنا فلاں کا اتنا فلاں کا حالانکہ مال فلاں کا (یعنی وارث کا) ہوگیا خوب سمجھ لو

ہیں سب سے پہلے اپنے نفس کو نصیحت کرتا ہوں اس کے بعد اپنے دوستوں کو کہ ساتھ جانے والا صرف وہی مال ہے جس کو اللہ کے بنک میں جمع کر دیا اور جس کو جمع کر کے اور خوب زیادہ بڑھا کر چھوڑ دیا وہ اپنے کام نہیں آتا بعد میں نہ کوئی ماں باپ یاد رکھتا ہے نہ بیوی اولاد پوچھتے ہیں۔ اِلا ماشاء اللہ اپنا ہی کیا اپنے کام آتا ہے ان سب کی ساری محبتوں کا خلاصہ دو چار دن ہائے ہائے کرنا ہے اور پانچ سات مفت کے آنسو بہانا ہے اگر ان آنسوؤں میں بھی پیسے خرچ کرنا پڑیں تو یہ بھی نہ رہیں۔ یہ خیال کہ اولاد کی خیر خواہی کی وجہ سے مال کو جمع کر کے چھوڑتا ہے نفس کا محض دھوکہ ہے صرف مال جمع کر کے ان کے لئے چھوڑ جانا ان کے ساتھ خیر خواہی نہیں ہے بلکہ شاید بدخواہی بنجائے اگر واقعی اولاد کی خیر خواہی مقصود ہے اگر واقعی یہ دل چاہتا ہے کہ وہ اپنے مرنے کے بعد پریشان حال ذلیل خوار نہ پھریں تو ان کو مالدار چھوڑنے سے زیادہ ضروری ان کو دیندار چھوڑنا ہے کہ بددینی کے ساتھ مال بھی اولاً ان کے پاس باقی نہ رہیگا چند یوم کی لذات و شہوات میں اُڑجائیگا اور اگر رہا بھی تو اپنے کسی کام کا نہیں ہے اور دینداری کے ساتھ اگر مال نہ بھی ہو تو انکی دینداری ان کے لئے بھی کام آنے والی ہے اور اپنے لئے بھی کام آنیوالی چیز ہے اور مال میں سے تو اپنے کام آنیوالا صرف وہی ہے جو ساتھ لے گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے دو غنی اور دو فقیروں کو وفات دی۔ اس کے بعد ایک غنی سے مطالبہ فرمایا کہ اپنے واسطے آگے کیا بھیجا؟ اور اپنے عیال کیواسطے کیا چھوڑ کر آیا اس نے عرض کیا یا اللہ تو نے مجھے بھی پیدا کیا اور انکو بھی تو نے ہی پیدا کیا اور ہر شخص کی روزی کا تو نے ہی ذمہ لیا اور تو نے قرآن پاک میں فرمایا مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا (پہلی فصل کی آیات میں ۵ پر گذر چکی ہے) اس بنا پر میں نے اپنا مال آگے بھیج دیا اور مجھے یہ بات محقق تھی کہ آپ ان کو روزی دیں ہی گے۔ ارشاد ہوگا اچھا جاؤ اگر تمہیں (دنیا میں) معلوم ہو جاتا کہ تمہارے لئے میرے پاس کیا کیا (انعام و اکرام) ہے تو دنیا میں بہت خوش ہوتے اور بہت کم رنجیدہ ہوتے اس کے بعد دوسرے غنی سے مطالبہ ہوا کہ تو نے کیا اپنے لئے بھیجا اور کیا عیال کے لئے چھوڑا اس نے عرض کیا یا اللہ میری اولاد تھی مجھے انکی تکلیف اور فقر کا ڈر ہوا۔ ارشاد ہوا کہ کیا میں نے ہی۔۔۔۔۔۔۔۔ تجھ کو اور ان کو سب کو پیدا نہ کیا تھا کہ میں نے سب کی روزی کا ذمہ نہیں اٹھایا تھا؟ اس نے عرض کیا یا اللہ بیشک ایسا ہی تھا لیکن مجھے ان کے فقر کا خوف ہی بہت ہوا۔ ارشاد ہوا کہ فقر تو ان کو پہنچا کیا تو نے اسکو اُن سے روک دیا اچھا جا اگر تجھے (دنیا میں) معلوم ہو جاتا کہ تیرے لئے میرے پاس کیا کیا (عذاب) ہے تو بہت کم ہنستا اور بہت زیادہ روتا۔ پھر ایک فقیر سے مطالبہ ہوا کہ تو نے کیا اپنے لئے جمع کیا اور کیا عیال کے لئے چھوڑا؟ اس نے عرض کیا یا اللہ آپ نے مجھے صحیح سالم تندرست پیدا کیا اور گویائی بخشی اپنے پاک نام مجھے سکھائے اپنے سے دعا کرنا سکھایا اگر

آپ مجھے مال دیتے تو مجھے یہ اندیشہ تھا کہ میں اس میں مشغول ہوجاتا میں اپنی اس حالت پر جو تھی بہت راضی ہوں ارشاد ہوا کہ اچھا جاؤ میں بھی تم سے راضی ہوں اگر تمہیں (دنیا میں) معلوم ہوجاتا کہ تمہارے لئے میرے پاس کیا ہے؟ تو بہت زیادہ ہنستے اور بہت کم روتے پھر دوسرے فقیر سے مطالبہ ہوا کہ تو نے اپنے لئے کیا بھیجا اور عیال کے لئے کیا چھوڑا؟ اس نے عرض کیا یا اللہ آپ نے مجھے دیا ہی کیا تھا جس کا اب سوال ہے۔ ارشاد ہوا کیا ہم نے تجھے صحت نہ دی تھی گویائی نہ دی تھی کان آنکھ نہ دئے تھے اور قرآن پاک میں یہ نہ کہا تھا اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ مجھ سے دعائیں مانگو میں قبول کروں گا۔ اس نے عرض کیا یا اللہ یہ تو بیشک سب صحیح ہے مگر مجھ سے بھول ہوئی۔ ارشاد ہوا کہ اچھا آج ہم نے بھی تجھے بھلا دیا چلا جا اگر تجھے خبر ہوتی کہ تیرے لئے ہمارے یہاں کیا کیا عذاب ہے تو بہت کم ہنستا اور بہت زیادہ روتا۔[1]

(۱۰) عن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الجالب مرزوق والمحتکر ملعون رواہ ابن ماجۃ والدارمی کذا فی المشکوٰۃ۔

حضرت عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص رزق (غلہ وغیرہ) باہر سے لائے (تاکہ لوگوں کو ارزاں دے) اس کو روزی دی جاتی ہے اور جو شخص روک کر رکھے وہ ملعون ہے۔ **ف**۔ فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ باہر سے لانے والے سے وہ شخص مراد ہے جو تجارت کی غرض سے دوسرے شہروں سے غلہ خرید کر لائے تاکہ لوگوں کے ہاتھ (ارزاں) فروخت کرے تو اسکو (اللہ جل شانہٗ کی طرف سے) روزی دیجاتی ہے کیونکہ لوگ اس سے منتفع ہوتے ہیں انکی دعائیں اسکو لگتی ہیں اور روکنے والے سے وہ شخص مراد ہے جو روکنے کی نیت سے خرید کر رکھے اور لوگوں کو اس سے نقصان پہنچے[2] یعنی گرانی کے انتظار میں روکے رکھے اور باوجود لوگوں کی حاجت کے فروخت نہ کرے اسپر لعنت ہے یعنی بخل اور لالچ اور نفع کمانے کی غرض سے غلہ وغیرہ جن چیزوں کی لوگوں کو اپنی زندگی کے لئے احتیاج ہے خرید کر روکے رکھے اور گرانی کی زیادتی کا دن بدن انتظار کرتا ہے اس پر حضورؐ کی طرف سے لعنت کیگئی۔ ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جو شخص مسلمانوں پر ان کے کھانے کو چالیس دن تک (باوجود سخت احتیاج کے) روکے رکھے (فروخت نہ کرے) حق تعالےٰ شانہٗ اسکو کوڑھ کے مرض میں اور افلاس میں مبتلا کرتے ہیں[3] اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص مسلمانوں کو نقصان پہنچاتا ہے اور فقر میں مبتلا کرتا ہے اس پر بدنی عذاب (کوڑھ) بھی مسلط ہوتا ہے اور مالی عذاب افلاس و فقر بھی اور اسکے بالمقابل پہلی حدیث میں گذر چکا کہ جو دوسری جگہ سے لاکر ارزانی سے فروخت کرتا ہے اللہ جل شانہٗ خود اسکو روزی (اور نفع) پہنچاتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ غلہ روکنے والا بھی کیسا برا آدمی ہے کہ اگر نرخ ارزاں ہوتا ہے تو اس کو رنج ہوتا ہے اور گراں ہوتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ ایک اور حدیث میں

---

[1] کنز [2] تنبیہ الغافلین [3] مشکوٰۃ [4] ایضاً

ہے کہ جو شخص چالیس دن (احتیاج کے باوجود) غلہ روکے رکھے (فروخت نہ کرے) پھر اس کو لوگوں پر صدقہ کردے تو یہ صدقہ کرنا بھی اس روکنے کا کفارہ نہ ہوگا (مشکوٰۃ) ایک حدیث میں آیا ہے کہ پہلی اُمتوں میں ایک بزرگ ریت کے ایک ٹیلے پر کو گذرے گرانی کا زمانہ تھا وہ اپنے دل میں یہ تمنا کرنے لگے کہ اگر یہ ریت کا ٹیلہ غلّہ کا ڈھیر ہوتا تو میں اس سے بنی اسرائیل کو خوب کھلاتا حق تعالیٰ شانہٗ نے اس زمانہ کے نبی علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی ارسال کی کہ فلاں بزرگ کو بشارت سُنا دو کہ ہم نے تمہارے لئے اتنا ہی اجر و ثواب لکھ دیا جتنا کہ یہ ٹیلہ غلّہ کا ہوتا اور تم اسکو لوگوں میں تقسیم کر دیتے (تنبیہ الغافلین) حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں ثواب کی کمی نہیں ہے اس کو اجر و ثواب دینے کے لئے نہ ذخیرہ کی ضرورت ہے نہ آمدنی اور کمائی کی۔ اس کے ایک اشارہ میں ساری دنیا کی پیداوار ہے۔ وہاں لوگوں کا عمل اور اخلاص دیکھا جاتا ہے اور جو اس کی مخلوق پر رحمت اور شفقت کرتا ہے اس پر رحمت اور شفقت میں وہاں کوئی کمی نہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرما دیں آپ نے فرمایا کہ تمہیں چھ چیزوں کی نصیحت کرتا ہوں سب سے پہلی چیز اللہ پر بھروسہ اور یقین ان چیزوں کا جن کا اللہ جل شانہٗ نے خود ذمہ لے رکھا ہے (مثلاً روزی وغیرہ) دوسرے اللہ کے فرائض کو اپنے اپنے وقت پر ادا کرنا۔ تیسرے زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر و تازہ رہے۔ چوتھے شیطان کا کہنا نہ ماننا وہ ساری مخلوق سے حسد رکھتا ہے۔ پانچویں دنیا کے آباد کرنے میں مشغول نہ ہونا کہ وہ آخرت کو برباد کر دیگی۔ چھٹے مسلمانوں کی خیر خواہی کا ہر وقت خیال رکھنا فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں کہ آدمی کی سعادت کی گیارہ علامتیں ہیں اور اس کی بدبختی کی بھی گیارہ علامات ہیں۔ سعادت کی گیارہ علامات یہ ہیں (۱) دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت کرنا (۲) عبادت اور تلاوتِ قرآن کی کثرت (۳) فضول بات سے احتراز (۴) نماز کا اپنے اوقات پر خصوصی اہتمام (۵) حرام چیز سے چاہے ادنیٰ درجہ کی حرام ہو بچنا (۶) صلحا کی صحبت اختیار کرنا (۷) متواضع رہنا تکبر نہ کرنا (۸) سخی اور کریم ہونا (۹) اللہ کی مخلوق پر شفقت کرنا (۱۰) مخلوق کو نفع پہنچانا (۱۱) موت کو کثرت سے یاد کرنا۔ اور بدبختی کی علامات یہ ہیں (۱) مال کے جمع کرنے کی حرص (۲) دنیوی لذتوں اور شہوتوں میں مشغولی (۳) بیحیائی کی گفتگو اور بہت بولنا (۴) نماز میں سستی کرنا (۵) حرام اور مشتبہ چیزوں کا کھانا اور فاسق، فاجر لوگوں سے میل جول (۶) بدخلق ہونا (۷) متکبر اور فخر کرنیوالا ہونا (۸) لوگوں کے نفع پہنچانے سے یکسو رہنا (۹) مسلمانوں پر رحم نہ کرنا (۱۰) بخیل ہونا (۱۱) موت سے غافل ہونا (تنبیہ الغافلین) بندہ ناکارہ کے نزدیک ان سب کی جڑ موت کو کثرت سے یاد رکھنا ہے جب وہ ہر وقت یاد آتی رہے گی تو پہلی گیارہ انشاء اللہ پیدا ہو جائیں گی اور دوسری گیارہ سے بچاؤ حاصل ہو جائیگا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ لذتوں کی توڑنے والی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ (مشکوٰۃ)

(۱۱) عن انسؓ قال توفی رجل من الصحابة فقال رجل ابشر بالجنة فقال رسول الله صلی الله علیہ وسلم اولا تدری لعله تکلم فیما لا یعنیه او بخل بما لا ینقصه رواه الترمذی کذا فی المشکوٰۃ

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، تو مجمع میں سے کسی نے ان کو بظاہر حالات کے اعتبار سے جنتی بتایا۔ حضورؐ نے فرمایا تمھیں کیا خبر ہے ممکن ہے کبھی انھوں نے بے کار بات زبان سے کوئی نکال دی ہو یا کبھی ایسی چیز میں بخل کیا ہو جس سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا تھا۔

ف۔ یعنی یہ چیزیں بھی ابتداءً جنت میں جانے سے مانع بن جاتی ہیں حالانکہ بیکار باتوں میں منہمک رہنا اور فضول گفتگو میں اوقات ضائع کرنا ہم لوگوں کا ایسا دل چسپ مشغلہ ہے کہ شاید ہی کسی کی کوئی مجلس اس سے خالی ہوتی ہو لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور رحمت علی الامت کے قربان کہ حضورؐ نے ہر مشکل کا حل بتایا اور تیئیس ۲۳ برس کے قلیل زمانہ میں ساری دُنیا کی ہر قسم کی ضرورتوں کا حل تجویز فرمایا۔ حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ مجلس کا کفارہ یہ دُعا ہے مجلس ختم ہونے کے بعد اُٹھنے سے پہلے یہ دُعا پڑھ لیا کرے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔[1] دوسری چیز حدیث بالا میں وہی بخل ہے کہ شاید ایسی چیز میں بخل کر لیا ہو جس سے کوئی نقصان نہیں تھا۔ ایک اور حدیث میں یہ قصہ درالتفصیل سے آیا ہے اس میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ شاید کسی لایعنی چیز میں گفتگو کرلی ہو یا کسی لایعنی چیز میں بخل کر لیا ہو۔[2] ہم لوگ بہت سی چیزوں کو بہت سرسری سمجھتے ہیں لیکن اللہ جل شانہٗ کے یہاں ثواب کے اعتبار سے بھی اور عذاب کے اعتبار سے بھی انکا بہت اونچا درجہ ہوتا ہے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا کی کوئی بات زبان سے نکالتا ہے جس کو وہ کچھ اہم بھی نہیں سمجھتا لیکن اس کی وجہ سے اس کے درجات بہت بلند ہو جاتے ہیں اور کوئی کلمہ اللہ کی ناراضی کا کہہ دیتا ہے جس کی پرواہ بھی نہیں کرتا لیکن اس کی وجہ سے جہنم میں پھینک دیا جاتا ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ اتنا نیچے پھینک دیا جاتا ہے جتنی مشرق سے مغرب دُور ہے۔[3]

(۱۲) عن مولی لعثمان قال اھدی لام سلمة بعضة من لحم وکان النبی

اُمّ المؤمنین حضرت اُمِ سلمہؓ کی خدمت میں کسی شخص نے گوشت کا ایک ٹکڑا (دپکا ہوا) ہدیہ کے طور پر پیش

لہ حصن حصین ۲ہ کنز ۳ہ مشکوٰۃ

صلی اللہ علیہ وسلم یعجبه اللحم فقالت للخادم ضعیه فی البیت لعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاکلہ فوضعته فی کوة البیت وجاء سائل فقام علی الباب فقال تصدقوا بارک اللہ فیکم فقالوا بارک اللہ فیک فذهب السائل فدخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا ام سلمة هل عندکم شئ اطعمه فقالت نعم قالت للخادم اذهبی فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذلک اللحم فذهبت فلم تجد فی الکوة الا قطعة مروة فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فان ذلک اللحم عاد مروة لما لم تعطوه السائل رواه البیهقی فی دلائل النبوة کذا فی المشکوٰة

کیا چونکہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت کا بہت شوق تھا اسلئے حضرت اُمِّ سلمہؓ نے خادمہ سے فرمایا کہ اسکو اندر رکھ دے شاید کسی وقت حضورؐ نوش فرمالیں خادمہ نے اسکو اندر طاق میں رکھدیا اسکے بعد ایک سائل آیا اور دروازہ پر کھڑے ہوکر سوال کیا کہ کچھ اللہ کے واسطے دے دو اللہ جل شانہٗ تمہارے یہاں برکت فرمائے گھر میں سے جواب ملا کہ اللہ تعالےٰ تجھے برکت دے (یہ اشارہ تھا کہ کوئی چیز دینے کیلئے موجود نہیں) وہ سائل تو چلا گیا اتنے میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ اُمِّ سلمہ ہمیں کچھ کھانا چاہتا ہوں کوئی چیز تمہارے یہاں ہے حضرت اُمِّ سلمہؓ نے خادمہ سے فرمایا کہ جاؤ وہ گوشت حضورؐ کی خدمت میں پیش کرو وہ اندر گئیں اور جاکر دیکھا کہ طاق میں گوشت تو ہے نہیں سفید پتھر کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا ہے (حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ معلوم ہوا تو) حضورؐ نے فرمایا کہ تم نے وہ گوشت چونکہ سائل (فقیر) کو نہ دیا اس لئے وہ گوشت پتھر کا ٹکڑا بن گیا۔

ف - بڑی عبرت کا مقام ہے ازواجِ مطہرات کی سخاوت اور فیاضی کا کوئی کیا مقابلہ کرسکتا ہے ایک ٹکڑا گوشت کا اگر انھوں نے ضرورت سے روک لیا اور وہ بھی اپنی ضرورت سے نہیں بلکہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت سے روکا تو اوس کا یہ حشر ہوا اور یہ بھی حقیقۃً اللہ جل شانہٗ کا خاص لطف وکرم حضورؐ کے گھر والوں کے ساتھ تھا کہ اوس گوشت کا جو اثر فقیر کو نہ دینے سے ہوا وہ حضورؐ کی برکت سے اپنی اصلی حالت میں گھر والوں پر ظاہر ہوگیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ ضرورت مند سے بچاکر اور انکار کر کے جو شخص کھاتا ہے وہ اثر اور ثمرہ کے اعتبار سے ایسا ہے جیسا کہ پتھر کھالیا ہو کہ اوس سے اوس چیز کا اصل فائدہ حاصل نہ ہوگا بلکہ سخت دلی اور منافع سے محرومی حاصل ہوگی یہی وجہ ہے کہ ہم لوگ بہت سی اللہ تعالےٰ شانہٗ کی نعمتیں کھاتے ہیں لیکن ان سے وہ فوائد بہت کم حاصل

ہوتے ہیں جو ہونے چاہئیں اور کہتے ہیں کہ چیزوں میں اثر نہیں رہا حالانکہ حقیقت میں اپنی نیتیں خراب ہیں اسلئے بدنیتی سے فوائد میں کمی ہوتی ہے۔

(۱۳) عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اول صلاح ھذہ الامۃ الیقین والزھد واول فسادھا البخل والامل رواہ البیہقی فی الشعب کذا فی المشکوٰۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ اس اُمت کی صلاح کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی ساتھ یقین اور دنیا سے بے رغبتی سے ہوئی اور اسکی فساد کی ابتدا بخل اور لمبی لمبی اُمیدوں سے (ہوگی)۔

ف ۔ حقیقت میں بخل بھی لمبی لمبی اُمیدوں سے ہی پیدا ہوتا ہے کہ آدمی دُور دُور کے منصوبے سوچتا ہے پھر اوس کے لئے جمع کرنے کی فکر ہوتی ہے اگر آدمی کو اپنی موت یاد آتی رہے اور یہ سوچتا رہے کہ نہ معلوم کے دن کی زندگی ہے تو پھر نہ تو زیادہ دُور کی سوچ و فکر ہو نہ زیادہ جمع کرنیکی ضرورت ہو بلکہ اگر موت یاد آتی رہے تو پھر اوس گھر کے لئے زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کی فکر ہر وقت سوار رہے۔

(۱۴) عن ابی ھریرۃ رض ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم دخل علیٰ بلال وعندہ صبرۃ من تمر فقال ماھذا یا بلال قال شئی ادخرتہ لغدٍ فقال اما تخشی ان تری لہ غداً بخاراً فی نار جھنم انفق یا بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا رواہ البیھقی فی الشعب، کذا فی المشکوٰۃ

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ حضرت بلالؓ کے پاس داخل ہوئے توانکے سامنے کھجور کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ بلال یہ کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا حضور آئندہ کی ضرورت کیلئے ذخیرہ کے طور پر رکھ لیا حضورؐ نے فرمایا کہ بلال تم اس سے نہیں ڈرتے کہ اسکی وجہ سے کل کو قیامت کے دن جہنم کی آگ کا دُھواں تم دیکھو بلال خرچ کرڈالو اور عرش والے (جل جلالہٗ) سے کمی کا خوف نہ کرو۔

ف ۔ ہر شخص کی ایک شان اور ایک حالت ہوا کرتی ہے ہم جیسے کمزور ضعفاء ضعیف الایمان ضعیف الیقین لوگوں کے لئے شرعًا اس کی گنجائش ہو بھی کہ وہ ذخیرہ کے طور پر آئندہ کی ضروریات کے لئے کچھ رکھ لیں لیکن حضرت بلالؓ جیسے جلیل القدر کامل الایمان کامل الیقین کی یہی شان تھی کہ ان کو اللہ جل شانہٗ سے کمی کا ذرا بھی خوف یا واہمہ نہ ہو جہنم کا دُھواں دیکھنے سے اوس میں جانا لازم نہیں آتا لیکن ان لوگوں کے اعتبار سے کمی تو ضرور ہوگی جن کو یہ بھی نظر نہ آئے اور کم سے کم حساب کا قصہ تو لمبا ہو ہی جائے گا۔ بعض احادیث میں معمولی معمولی رقم ایک دو دینار کسی شخص کے پاس نکلنے پر بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جہنم کی آگ کی وعید وارد ہوئی ہے جیسا

کہ چھٹی فصل کی احادیث کے سلسلہ میں ع۲ کے ذیل میں آرہا ہے اور حساب کا معاملہ تو ہر شخص کے لئے ہے کہ جتنا مال زیادہ ہوگا اتنا ہی حساب طویل ہوگا۔ حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوا میں نے دیکھا کہ اوس میں کثرت سے داخل ہونے والے فقراء ہیں اور وسعت والے ابھی روکے ہوئے ہیں اور جہنمی لوگوں کو جہنم میں پھینک دیا گیا اور میں جہنم کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو میں نے اوس میں کثرت سے داخل ہونے والی عورتیں دیکھیں[1]۔ عورتوں کے جہنم میں کثرت سے داخل ہونے کی وجہ ایک اور حدیث میں آئی ہے۔ حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن عیدگاہ میں تشریف لے گئے جب عورتوں کے مجمع پر گذر ہوا تو حضورؐ نے عورتوں سے خطاب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم صدقہ بہت کثرت سے کیا کرو میں نے عورتوں کو بہت کثرت سے جہنم میں دیکھا ہے۔ انھوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ! یہ کیا بات ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ عورتیں لعنت (بددعائیں) بہت کرتی ہیں۔ اور خاوند کی ناشکری بہت کرتی ہیں[2] اور یہ دونوں باتیں عورتوں میں ایسی کثرت سے شائع ہیں کہ حد نہیں جس اولاد پر دم دیتی ہیں ہر وقت اوس کی راحت اور آرام کی فکر میں رہتی ہیں ذرا ذرا سی بات پر اوس کو ہر وقت بددعائیں تو مرجا تو گڑجا تیرا ناس ہوجا وغیرہ وغیرہ الفاظ ان کا تکیہ کلام ہوتا ہے اور خاوند کی ناشکری کا تو پوچھنا ہی کیا ہے وہ غریب جتنی بھی نازبرداری کرتا رہے ان کی نگاہ میں وہ لاپرواہی رہتا ہے ہر وقت اس غم میں مری رہتی ہیں کہ اوس نے ماں کو کوئی چیز کیوں دے دی باپ کو تنخواہ میں سے کچھ کیوں دے دیا، بہن بھائی سے سلوک کیوں کردیا؟ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے صلوٰۃ الکسوف میں دوزخ جنت کا مشاہدہ فرمایا تو دوزخ میں کثرت سے عورتوں کو دیکھا صحابہؓ نے جب اس کی وجہ دریافت کی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ احسان فراموشی کرتی ہیں خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اگر تو تمام عمر ان میں سے کسی پر احسان کرتا رہے پھر کوئی ذرا سی بات پیش آجائے تو کہنے لگتی ہیں کہ میں نے تجھ سے کبھی کوئی بھلائی نہ دیکھی[3]۔ حضورؐ کا یہ ارشاد بھی کہ عورتوں کی عام عادت ہے جتنا بھی ان کی ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اگر کسی وقت کوئی بات ان کی خلاف طبع پیش آجائے تو خاوند کے عمر بھر کے احسان سب ضائع ہوکر کہتی ہیں کہ اس گھروے میں مجھے کبھی چین نہ ملا یہ ان کا خاص تکیہ کلام ہے ان روایات سے عورتوں کے کثرت سے جہنم میں داخل ہونے کی وجہ معلوم ہونے کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سے بچاؤ اور

---

[1] مشکوٰۃ شریف [2] ایضاً [3] مشکوٰۃ عن المتفق علیہ

حفاظت کی چیز بھی صدقہ کی کثرت ہے چنانچہ اس عید والی حدیث میں ہے کہ حضورؐ جب یہ ارشاد فرما رہے تھے تو حضرت بلالؓ حضورؐ کے ساتھ تھے اور صحابیؓ عورتیں کثرت سے حضورؐ کا پاک ارشاد سُننے کے بعد اپنے کانوں کا زیور اور گلے کا زیور نکال نکال کر حضرت بلالؓ کے کپڑے میں جس میں وہ چندہ جمع کر رہے تھے ڈال رہی تھیں ہمارے زمانہ میں اول تو عورتوں کو اس قسم کی سخت حدیثیں سُنکر خیال بھی نہیں ہوتا اور اگر کسی کو ہوتا بھی ہے تو پھر اوس کا نزلہ بھی خاوند ہی پر گرتا ہے کہ وہی ان کی زکوٰۃ ادا کرے ان کی طرف سے صدقے کرے اگر وہ خود بھی کریں گی تو خاوند ہی سے وصول کر کے، مجال ہے کہ اُن کے زیوروں کو کوئی آنچ آجاوے ویسے چاہے سارا ہی چوری ہوجاوے، کھویا جائے یا بیاہ شادیوں اور لغو تقریبات میں گروی رکھ کر ہاتھ سے جاتا رہے مگر اوس کو اپنی خوشی سے اللہ کے یہاں جمع کرنا اس کا کہیں ذکر نہیں اسی حال میں اوس کو چھوڑ کر مرجاتی ہیں پھر وہ وارثوں میں تقسیم ہوکر کم داموں میں فروخت ہوتا ہے۔ بنتے وقت نہایت گراں بنتا ہے بکتے وقت نہایت ارزاں جاتا ہے لیکن ان کو اس سے کچھ غرض نہیں کہ یہ گھڑائی کے دام بالکل ضائع جارہے ہیں ان کو بنواتے رہنے سے غرض یہ تُڑوا کر وہ بنوالیا۔ وہ تڑوا کر یہ بنوالیا اور اپنے کام آنے والا نہ وہ ہے نہ یہ ہے اور بار بار تڑوانے میں مال کی اضاعت کے علاوہ گھڑائی کی اُجرت ضائع ہوتی رہتی ہے۔ یہ مضمون درمیان میں عورتوں کے کثرت سے جہنم میں جانے کی وجہ میں آگیا تھا اصل مضمون تو یہ تھا کہ مال کی کثرت کچھ نہ کچھ رنگ تو لاتی ہی ہے حتیٰ کہ حضرات مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بارہ میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن فقراء مہاجرینؓ اغنیاء سے چالیس سال قبل جنت کی طرف بڑھ جائیں گے[1] حالانکہ ان حضرات کے ایثار اور صدقات کی کثرت اور اخلاص کا نہ تو اندازہ کیا جاسکتا ہے نہ مقابلہ ہوسکتا ہے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے یہ دُعا کی:۔ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ ؕ "اے اللہ زندگی میں بھی مجھے مسکین رکھ اور مسکینی کی حالت میں موت عطا کر اور میرا حشر بھی مسکینوں کی جماعت میں فرما" حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیوں؟ (یعنی آپ مسکینی کی دُعا کیوں فرماتے ہیں) حضورؐ نے فرمایا کہ مساکین اپنے اغنیاء سے چالیس سال قبل جنت میں جائیں گے۔ عائشہ مسکین کو نامُراد واپس نہ کر چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں

---

[1] مشکوٰۃ

نہ ہو عائشہ مساکین سے محبت رکھا کرو ان کو اپنا مقرب بنایا کرو اللہ جل شانہٗ قیامت کے دن تمہیں اپنا مقرب بنائیں گے[1] بعض علماء کو اس حدیث پر یہ اشکال ہو گیا کہ اس سے عام فقراء کا انبیاء سے مقدم ہونا لازم آتا ہے بندہ کے ناقص خیال میں یہ اشکال نہیں ہے اس حدیث پاک میں اپنے اغنیاء کا لفظ موجود ہے۔ ہر جماعت کے فقراء کا اوس جماعت کے اغنیاء سے مقابلہ ہے انبیاءؑ کا انبیاءؑ سے صحابہؓ کا صحابہؓ سے اور اسی طرح اور جماعتیں۔

(۱۵) عن کعب بن عیاض قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان لکل امۃ فتنۃ وفتنۃ امتی المال رواہ الترمذی کذا فی المشکوٰۃ

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ ہر اُمت کیلئے ایک فتنہ ہوتا ہے (جسمیں مُبتلا ہو کر وہ فتنے میں پڑجاتی ہے) میری اُمت کا فتنہ مال ہے۔

ف: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد بالکل ہی حق ہے کوئی اعتقادی چیز نہیں ہے۔ روزمرہ کے مشاہدہ کی چیز ہے کہ مال کی کثرت سے جتنی آوارگی عیاشی سُود خواری زنا کاری سینما بینی جُوا بازی ظلم و ستم لوگوں کو حقیر سمجھنا اللہ کے دین سے غافل ہونا عبادات میں تساہل دین کے کاموں کیلئے وقت نہ ملنا وغیرہ وغیرہ ہوتے ہیں۔ ناداری میں ان کا تہائی چوتھائی بلکہ دسواں حصہ بھی نہیں ہوتا اسی وجہ سے ایک مثل مشہور ہے زر نیست عشق ٹیں ٹیں۔ پیسہ پاس نہ ہو تو پھر بازاری عشق بھی زبانی جمع خرچ ہی رہ جاتا ہے۔ اور یہ چیزیں نہ بھی ہوں تو کم سے کم درجہ مال کی بڑھوتری کا ہر وقت فکر تو کہیں گیا ہی نہیں صرف تین ہزار روپیہ کسی کو دیدیجئے پھر جو ہر وقت اوس کو کسی کام میں لگا کر بڑھانے کا فکر دامنگیر ہوگا تو کہاں کا سونا کہاں کا راحت آرام کیسا نماز روزہ کیسا حج زکوٰۃ اب دن بھر رات بھر دوکان کے بڑھانے کی فکر ہے دوکان کی مشغولی نہ کسی دینی کام میں شرکت کی اجازت دیتی ہے نہ دین کے لئے کہیں باہر جانے کا وقت ملتا ہے کہ دوکان کا حرج ہو جائے گا ہر وقت یہ فکر سوار کہ کون سا کاروبار ایسا ہے جس میں نفع زیادہ ہو کام چلتا ہوا ہو اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد جو کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ اگر کسی آدمی کے لئے دو وادیاں (دو جنگل) مال کے حاصل ہو جائیں تو وہ تیسری کی تلاش میں لگ جاتا ہے آدمی کا پیٹ قبر (کی مٹی) ہی بھر سکتی ہے۔[2]

---

[1] مشکوٰۃ [2] ایضاً

ایک حدیث میں ہے کہ اگر آدمی کے لئے ایک وادی مال کی ہو تو دوسری کو تلاش کرتا ہے اور دو ہوں تو تیسری کو تلاش کرتا ہے آدمی کا پیٹ مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھرتی۔ایک حدیث میں ہے کہ آدمی کے لئے ایک جنگل کھجوروں کا ہو تو دوسرے کی تمنا کرتا ہے اور دو ہوں تو تیسرے کی اور اسی طرح تمنائیں کرتا رہتا ہے اوس کا پیٹ مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھرتی[1] ایک حدیث میں ہے کہ اگر آدمی کو ایک وادی سونے کی دے دی جائے تو وہ دوسری کو تلاش کرتا ہے اور دو ہوں تو تیسری کو تلاش کرتا ہے آدمی کا پیٹ مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی[2] مٹی سے بھرنے کا مطلب یہ ہے کہ قبر کی مٹی میں جاکر ہی وہ اپنی اس "ھل من مزید" کی خواہش سے رُک سکتا ہے دُنیا میں رہتے رہتے تو ہر وقت اوس پر اضافہ اور زیادتی کی فکر رہتی ہے۔ایک کارخانہ اچھی طرح چل رہا ہے۔اس میں بقدرِ ضرورت آمدنی ہو رہی ہے کہیں کوئی دوسری چیز سامنے آگئی اوس میں بھی اپنی ٹانگ اڑادی ایک سے دو ہوگئی دو سے تین ہوگئی غرض جتنی آمدنی بڑھتی جائے گی اوس کو مزید کاروبار میں لگانے کی فکر رہے گی یہ نہیں ہوگا کہ اوس پر قناعت کر کے کچھ وقت اللہ کی یاد میں مشغولی کا نکل آئے۔اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی ہے۔اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا اے اللہ میری اولاد کا رزق قوت ہو یعنی بقدرِ کفایت ہو زائد ہو ہی نہیں جس کے چکر میں میری اولاد پھنس جائے۔ایک حدیث میں حضور کا ارشاد ہے کہ بہتری اور خوبی اوس شخص کے لئے ہے جو اسلام عطا کیا گیا ہو اور اوس کا رزق بقدرِ کفایت ہو اور اوس پر قانع ہو ایک اور حدیث میں ہے کہ کوئی فقیر یا غنی قیامت میں ایسا نہ ہوگا جو اس کی تمنا نہ کرتا ہو کہ دُنیا میں اوس کی روزی صرف قوت (یعنی بقدرِ کفایت) ہوتی[3] بخاری شریف کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خدا کی قسم مجھے تمھارے اُوپر تمھارے فقر و فاقہ کا خوف نہیں ہے بلکہ اس کا خوف ہے کہ تم پر دُنیا کی وُسعت ہو جائے جیسا کہ تم سے پہلی اُمتوں پر ہو چکی ہے پھر تمھارا اوس میں دِل لگنے لگے جیسا کہ ان کا لگنے لگا تھا پس یہ چیز تمھیں بھی ہلاک کر دے جیسا کہ پہلی اُمتوں کو کر چکی ہے[4] ان کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات میں مختلف عنوانات سے مختلف قسم کی تنبیہات سے مال کی کثرت اور اوس کے فتنہ پر متنبہ فرمایا اس لئے نہیں کہ مال فی حد ذاتہٖ کوئی ناپاک یا عیب کی چیز ہے بلکہ اس وجہ سے کہ ہم لوگوں کے قلوب

---

[1] کنز [2] بخاری [3] احیاء [4] مشکوٰۃ

فساد کی وجہ سے بہت جلد ہمارے دِلوں میں مال کی وجہ سے تعفّن اور بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اگر کوئی شخص اس کی مضرتوں سے بچتے ہوئے اس کی زیادتی سے احتراز کرتے ہوئے شرائط کے ساتھ اسکو استعمال کرے تو مضر نہیں بلکہ مفید ہو جاتا ہے لیکن چونکہ عام طور سے نہ شرائط کی رعایت ہوتی ہے نہ اصلاح کی فکر ہوتی ہے۔ اس بِنا پر یہ اپنا زہریلا اثر بہت جلد پیدا کر دیتا ہے۔ اس کی بہترین مثال ہیضہ کے زمانہ میں امرُود کا کھانا ہے کہ فی حدذاتہٖ امرُود کے اندر کوئی عیب نہیں اوس کے جو فوائد ہیں وہ اب بھی اوس میں موجود ہیں لیکن ہَوا کے فساد کی وجہ سے اوس کے استعمال سے بالخصوص کثرتِ استعمال سے بہت جلد اوس میں تغیر پیدا ہو کر مضرت اور ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے اسی وجہ سے علی العموم ڈاکٹر ہیضہ کے زمانہ میں امرُودوں کی سختی سے ممانعت کر دیتے ہیں۔ ٹوکرے کے ٹوکرے ضائع کرا دیتے ہیں حیرت کی بات ہے کہ اگر معمولی حکیم یا ڈاکٹر کسی چیز کو مضر بتاتا ہے تو طبعاً ہمارے قلوب اوس سے ڈرنے لگتے ہیں، چنانچہ ڈاکٹروں کے ان اعلانات کے بعد اچھے اچھے سورماؤں کی ہمت امرُود کھانے کی نہیں رہتی لیکن وہ ہستی جس کے جُوتوں کی خاک تک بھی کوئی حکیم یا ڈاکٹر نہیں پہونچ سکتا جسکی تجویزات نورِ نبوت سے مستفاد ہیں اوس کے اعلان پر اوس کی تجویز پر ذرا بھی خوف پیدا نہ ہو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم جب بار بار اس کے فِتنوں اور اس کی مضرتوں پر تنبیہ فرما رہے ہیں تو یقیناً ہر شخص کو بہت زیادہ اس کی مضرتوں سے ڈرتے رہنا چاہیئے اس کے استعمال کے لئے شرعی قوانین کے ماتحت جو اس کے لئے ایسے ہیں جیسا کہ امرُود کے لئے نمک مرچ لیموں وغیرہ مصلحات ہیں۔ ان کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہیئے اللہ کے حقوق کی ادائیگی کا بہت زیادہ اس میں فکر کرتے رہنا چاہیئے خود حضورؐ کا ارشاد ہے کہ غنیٰ میں اوس شخص کے لئے نقصان نہیں جو اللہ سے ڈرتا رہے[1] میرے نسبی بزرگوں میں مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ مشہور فقیہ حضرت اقدس مرجع الکل شاہ عبدالعزیز صاحب دھلوی نوّر اللہ مرقدہٗ کے خاص شاگرد ہیں ان کی بیاض میں انکے شیخ کی بیاض سے نقل کیا ہے کہ دُنیا یعنی مال، آدمی کے لئے حق تعالےٰ شانہٗ کی مرضیات پر عمل کرنے کے لئے بہترین مدد ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کو حق تعالےٰ شانہٗ کی طرف بُلایا تو ان چیزوں کے چھوڑ دینے کا حُکم نہیں فرمایا بلکہ اسبابِ معیشت اور اہل وعیال میں رہنے کی ترغیب دی لہٰذا مال کا اور اپنے اہل وعیال میں رہنے کا انکار ناواقف شخص

---

[1] مشکوٰۃ

ہی کر سکتا ہے۔ حضرت عثمان رضؓ کے وصال کے وقت ان کے خزانچی کے پاس ایک لاکھ پچاس اشرفیاں اور دس لاکھ درم تھے۔ اور جائداد خیبر وادی قری وغیرہ کی تھی جس کی قیمت ڈیڑھ لاکھ دینار تھے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مال کی قیمت پچاس ہزار دینار تھی اور ایک ہزار گھوڑے اور ایک ہزار غلام چھوڑے تھے۔ اور عمرو بن العاصؓ نے تین لاکھ دینار چھوڑے تھے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے مال کی تو شمار ہی مشکل ہے اس کے باوجود حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کی تعریف قرآن پاک میں فرمائی۔ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (کہف ع ۴) "اپنے رب کی عبادت صبح وشام (یعنی ہمیشہ) محض اوس کی رضاجوئی کے واسطے کرتے ہیں" اور ارشاد ہے۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (نور ع ۵) "یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو تجارت وغیرہ اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی" فقط بیاض کی عبارت عربی ہے یہ اوسکا ترجمہ ہے اور صحیح ہے کہ اس زمانہ میں فتوحات کی کثرت سے عام طور پر ان حضرات کی مالی حالت ایسی ہی تھی دُنیا اور ثروت ان کے جُوتوں سے لپٹتی تھی یہ اوس کو پھینکتے تھے اور وہ ان کو چمٹتی تھی۔ لیکن اس سب کے باوجود اس کی ساتھ ان کی دِل بستگی اور اللہ تعالیٰ کی ساتھ مشغولی کیا تھی؟ فضائل نماز اور حکایاتِ صحابہؓ [ع] میں ان حضرات کے کچھ واقعات ذکر کئے گئے ہیں ان کو عبرت اور غور سے دیکھو یہی عبداللہ بن زبیرؓ اپنی اس دولت کے ساتھ جب نماز کو کھڑے ہوتے تو جیسے ایک کیل کہیں گاڑ دی ہو سجدہ اتنا لمبا ہوتا کہ چڑیاں کمر پر آکر بیٹھ جاتیں اور حرکت کا ذکر نہیں جس زمانہ میں خود ان پر چڑھائی ہو رہی تھی اور ان پر گولہ باری ہو رہی تھی نماز پڑھ رہے تھے ایک گولہ مسجد کی دیوار پر لگا جس سے اوس کا ایک حصہ گر ا ان کی داڑھی کے پاس سے گذرا مگر اُن کو اوس کا پتہ بھی نہ چلا۔ ایک صحابیؓ کا باغ کھجوروں کا خوب پک رہا تھا یہ اوس باغ میں نماز پڑھ رہے تھے نماز میں باغ کا خیال آگیا اس کا رنج اور صدمہ اس قدر ہوا کہ نماز کے بعد فوراً باغ کو حضرت عثمانؓ کی خدمت میں جو اس وقت امیر المومنین تھے پیش کر دیا انھوں نے پچاس ہزار میں اوس کو فروخت کر کے اس کی قیمت دینی کاموں میں خرچ کر دی۔ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں دو بوریاں درم کی نذرانہ میں آئیں جن میں ایک لاکھ سے زیادہ درم تھے طباق منگا کر اور بھر بھر کر سب تقسیم کر دیں اپنا روزہ تھا یہ بھی خیال نہ آیا کہ اپنے افطار کیلئے کچھ رکھ لیں یا کوئی چیز منگالیں افطار کے وقت جب باندی نے افسوس کیا کہ اگر ایک درم کا

ع؎ فضائل نماز عکسی قیمت ۷۰ نئے پیسے۔ حکایاتِ صحابہؓ۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ پتہ:۔ ادارہ اشاعتِ دینیات نئی دہلی ۱۳

گوشت منگالیتیں تو آج ہم بھی گوشت سے کھانا کھالیتے تو فرمایا اب افسوس سے کیا ہوتا ہے جب یاد دلادیتی تو میں منگادیتی حکایاتِ صحابہؓ میں یہ اور قسم کے چند واقعات ذکر کئے گئے انکے علاوہ ہزاروں واقعات ان حضرات کے تاریخ میں موجود ہیں انکو مال کیا نقصان دے سکتا تھا جنکے نزدیک اسمیں اور گھر کے کوڑے میں کوئی فرق ہی نہ ہو کاش اللہ جل شانہٗ اس صفت کا کوئی شمّہ اس ناپاک کو بھی عطا کر دیتا۔ یہاں ایک بات خاص طور سے قابلِ لحاظ ہے وہ یہ کہ ان حضرات متموّل صحابۂ کرامؓ کے ان احوال سے مال کی کثرت کے جواز پر استدلال تو ہو سکتا ہے کہ خیر القرون اور خلفائے راشدین کے دَور میں یہ مثالیں بھی ملتی ہیں لیکن ہم لوگوں کو اس زہر کے اپنے پاس رکھنے میں انکے اتباع کو آڑ بنانا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی تپِ دق کا بیمار کسی جوان قوی تندرست کے اتباع میں روزانہ صحبت کیا کرے کہ وہ تین چار دن میں قبر کا گڑھا ہی دیکھے گا رسالہ کے ختم پر حکایات کے سلسلہ میں ۵؎ پر ایک عارف کا ارشاد غور سے دیکھنا چاہئے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ مال بمنزلہ ایک سانپ کے ہے جس میں زہر بھی ہے اور تریاق بھی ہے اس کے فوائد بمنزلہ تریاق کے ہیں اور اسکے نقصانات بمنزلہ زہر کے جو اسکے فوائد اور نقصانات سے واقف ہو جائے وہ اسپر قادر ہو سکتا ہے کہ اوسکے فوائد حاصل کرے اور نقصانات سے محفوظ رہے اسمیں فوائد تو ۲ دو قسم کے ہیں دنیوی اور دینی۔ دنیوی فوائد تو ہر شخص جانتا ہے انہیں کیوجہ سے سارا جہان اسکے کمانے میں مَر مِٹ رہا ہے۔ دینی فوائد تین ہیں اول یہ کہ بواسطہ یا بلا واسطہ عبادت کا سبب ہے بلا واسطہ تو جیسے حج جہاد وغیرہ کہ یہ روپیہ ہی سے ہو سکتے ہیں اور بواسطہ یہ کہ اپنے کھانے پینے اور ضروریات میں خرچ کرے کہ یہ ضرورتیں اگر پوری نہ ہوں تو آدمی کا دل ادہر مشغول رہتا ہے جسکی وجہ سے دینی مشاغل میں اشتغال کا وقت نہیں ملتا اور جب یہ بواسطہ عبادت کا ذریعہ ہے تو خود بھی عبادت ہوا لیکن صرف اتنی ہی مقدار جس سے دینی مشاغل میں اعانت ملے اس سے زیادہ مقدار اسمیں داخل نہیں۔ دوٌسرا دینی فائدہ اس سے کسی دوسرے پر خرچ کرنیکے متعلق ہے اور یہ چار قسم پر ہے (الف) صدقہ جو غربا پر کیا جائے اسکے فضائل بے شمار ہیں جیسا کہ پہلے کچھ گذر چکے (ب) مروت جو اغنیاء پر دعوت ہدیہ وغیرہ میں خرچ کیا جائے کہ وہ صدقہ نہیں ہے اسلئے کہ صدقہ فقراء پر ہوتا ہے یہ قسم بھی دینی فوائد لئے ہوئے ہے کہ اس سے آپس کے تعلقات قوی ہوتے ہیں سخاوت کی بہترین عادت پیدا ہوتی ہے بہت سی احادیث ہدایا اور کھانا کھلانے کے فضائل میں وارد ہوئی ہیں اس قسم میں ان لوگوں کے فقر کی قید نہیں ہے جن پر خرچ کیا جائے (بندہ کے ناقص خیال میں یہ فائدہ بسا اوقات پہلے نمبر سے بھی بڑھ جاتا ہے مگر جب ہی تو جب اسمیں خرچ بھی کیا جائے لیکن جو شخص ننانوے کے

پھیر میں پڑجائے اوس کیلیے نہ یہ فضائل کار آمد ہیں نہ وہ سب احادیث جوانکے فضائل میں آئی ہیں اوس پر اثر کرتی ہیں۔ (ج) اپنی آبرو کا تحفظ یعنی مال کا ایسی جگہ خرچ کرنا جسمیں اگر خرچ نہ کیا جائے تو کمینہ لوگوں کی طرف سے بدگوئی، فحش وغیرہ مضرتوں کا اندیشہ ہے یہ بھی صدقہ کے حکم میں آجاتا ہے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی اپنی آبرو کی حفاظت کیلیے جو خرچ کرتا ہے وہ بھی صدقہ کرتا ہے (بندہ ناکارہ کے نزدیک دفع ظلم کیلیے رشوت دینا بھی اسمیں داخل ہے رشوت کا دینا کسی نفع کے حاصل کرنیکے واسطے حرام ہے ناجائز ہے دینے والا بھی ایسا ہی گنہگار ہے جیسا کہ لینے والا لیکن ظالم کے ظلم کو ہٹانیکے واسطے دینے والے کو جائز ہے لینے والے کو حرام ہے۔ (د) مزدوروں کی اُجرت دینا کہ آدمی بہت سے کام خود اپنے ہاتھ سے نہیں کرسکتا اور بعض کام ایسے بھی ہوتے ہیں جنکو آدمی خود کرتو سکتا ہے لیکن ان میں بہت سا عزیز وقت صرف ہوتا ہے اگر ان کاموں کو اُجرت پر کرالے تو اپنا یہ وقت علم وعمل، ذکر وفکر وغیرہ ایسے امور میں خرچ ہوسکتا ہے جن میں دوسرا نائب نہیں ہوسکتا۔ تیسرا دینی فائدہ عمومی اخراجاتِ خیر ہیں جن میں کسی دوسرے معین شخص پر تو خرچ نہیں کیا جاتا کہ یہ دوسرے نمبر میں گذر چکے ہیں البتہ عمومی فوائد اوس سے حاصل ہوتے ہیں جیسا مساجد کا بنانا، مسافر خانے، پل وغیرہ بنانا، مدارس، شفاخانے وغیرہ ایسی چیزیں بنانا جو اپنے مرنیکے بعد بھی انکے اجر وثواب اور انسے فوائد حاصل کرنے والے صلحا کی دعائیں پہونچتی رہیں یہ تو اجمال ہے اسکے فوائد کا اور سارے فوائد جو اس سے حاصل ہوسکتے ہیں وہ ان میں آگئے حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ مال کا خرچ کرنا سات طرح سے عبادت ہے (۱) زکوٰۃ جس میں عشر بھی داخل ہے (۲) صدقہ فطر (۳) نفل خیرات جسمیں مہمانی بھی داخل ہے اور قرضداروں کی اعانت بھی (۴) وقف مساجد سرائے پل وغیرہ بنانا (۵) حج فرض ہو یا نفل یا کسی دوسرے کی حج میں مدد ہو توشہ سے یا سواری سے، (۶) جہاد میں خرچ کرنا کہ ایک درم اوسمیں سات سو درم کے برابر ہے (۷) جنکے اخراجات اپنے ذمہ ہیں انکو ادا کرنا جیسا کہ بیوی کا اور چھوٹی اولاد کا خرچ ہے اور اپنی وسعت کے بعد محتاج رشتہ داروں کا خرچ وغیرہ[1] امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ مال کے نقصانات بھی دو قسم کے ہیں دینی اور دنیوی۔ دینی نقصانات تین قسم پر ہیں (الف) معاصی کی کثرت کا سبب ہوتا ہے کہ آدمی اکثر وبیشتر اسی کیوجہ سے شہوتوں میں مبتلا ہوتا ہے اور ناداری اور عجز انکی طرف متوجہ بھی نہیں ہونے دیتا جب آدمی کو کسی معصیت کے حصول سے ناامیدی ہوتی ہے تو دل

---

[1] تفسیر عزیزی

اوسکی طرف زیادہ متوجہ بھی نہیں ہوتا اور جب اپنے کو اوسپر قادر سمجھتا ہے تو کثرت سے ادہر توجہ رہتی ہے اور مال قدرت کے بڑے اسباب میں سے ہے۔ اسی وجہ سے مال کا فتنہ فقر کے فتنہ سے بڑھا ہوا ہے (ب) جائز چیزوں میں تنعم کی کثرت کا سبب ہے، اچھے سے اچھا کھانا اچھے سے اچھا لباس وغیرہ وغیرہ بھلا مالدار سے یہ کب ہو سکتا ہے کہ جَو کی روٹی اور موٹا کپڑا پہنے اور ان تنعمات کا حال یہ ہے کہ ایک چیز دوسرے کو کھینچتی ہے اور شدہ شدہ اخراجات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور آمدنی جب انکو کافی نہیں ہوتی تو ناجائز طریقوں سے مال حاصل کرنے کی فکریں پیدا ہونے لگتی ہیں اور جھوٹ نفاق وغیرہ بُری عادات کی بُنیاد اسی سے پڑتی ہے کہ مال کی کثرت کیوجہ سے مُلاقاتی بھی کثیر ہوں گے اور انکے تعلقات کی بقا اور حفاظت کیواسطے اس قسم کے امور کثرت سے پیدا ہوں گے اور تعلقات کی کثرت میں بُغض، عداوت، حسد، کینہ وغیرہ امور طرفین میں کثرت سے پیدا ہوں گے اور ایسے بے انتہا عوارض آدمی کے ساتھ لگ جائیں گے جن سے مال کے ہوتے ہوئے خلاصی دُشوار ہے اور غور کرنیسے یہ مضرتیں وسیع پیمانے پر پہونچ جاتی ہیں اور ان سب کا پیدا ہونا مال ہی کے سبب سے ہوتا ہے۔ (ج) اور کم سے کم اس بات سے تو کوئی بھی مالدار خالی نہیں ہو سکتا کہ اوس کا دل مال کی صلاح وفلاح کے خیال میں اللہ کے ذکر و فکر سے غافل رہے گا اور جو چیز اللہ جل شانہٗ سے غافل کر دے وہ خسارہ ہی خسارہ ہے اسی واسطے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مال میں تین ۳ آفتیں ہیں اول یہ کہ ناجائز طریقہ سے کمایا جاتا ہے کسی نے عرض کیا کہ اگر جائز طریقہ سے حاصل ہو تو آپ نے فرمایا کہ بے جگہ خرچ ہوتا ہے کسی نے عرض کیا اگر اپنے محل ہی پر خرچ کیا جائے تو آپ نے فرمایا کہ اوس کی اصلاح کا فکر اللہ جل شانہٗ سے تو مشغول کر ہی دے گا اور یہ لاعلاج بیماری ہے کہ ساری عبادات کا لب لباب اور مغز اللہ جل شانہٗ کا ذکر و فکر ہے اور اوس کیلئے فارغ دِل کی ضرورت ہے اور صاحبِ جائداد شخص دن بھر رات بھر کاشتکاروں کے جھگڑوں کے سوچ میں رہتا ہے ان سے وصولی کے حساب کتاب میں رہتا ہے شریکوں کے معاملات کی فکر میں رہتا ہے کہیں انکے حصّوں کا جھگڑا کہیں ان سے پانی کی بانٹ پر جھگڑا ہے کہیں ڈول بندیوں میں لڑائی ہے اور حکام اور انکے اہلیوں کا قصّہ علیحدہ ہر وقت کا ہے نوکروں، مزدوروں کی خبر گیری ان کے کام کی نگرانی ایک مستقل مشغلہ ہے اسی طرح تاجر کا حال ہے کہ اگر شرکت میں تجارت ہو تو شریکِ کار، کی حرکتیں ہر وقت کی ایک مستقل مُصیبت اور مستقل مشغلہ ہے اور تنہا تجارت ہو تو نفع کے بڑھنے کا فکر ہر وقت اپنی محنت میں کوتاہی کا خیال تجارت میں نقصان کا فکر ایسے امور ہیں جو ہر وقت مسلط رہتے ہیں۔

مشاغل کے اعتبار سے سب سے کم وہ خزانہ ہے جو نقد کی صورت میں اپنے پاس ہو لیکن اسکی حفاظت اور اضاعت کا اندیشہ، چوروں کا فکر اور اس کے خرچ کرنے کے مصارف کا فکر اور جن لوگوں کی نگاہیں اوس کی طرف لگی رہتی ہیں ان کا خیال ایسے تفکرات ہیں کہ جن کی کوئی انتہا نہیں ہے اور یہی وہ سب دینوی مضرات ہیں جو مال کی ساتھ لگی رہتی ہیں اور جسکے پاس بقدرِ ضرورت ہو وہ ان سب افکار سے فارغ ہے

لنگے زیر و لنگے بالا ؂ نے غمِ دُزد و نے غمِ کالا

ایک لُنگی نیچے ایک لُنگی اوپر، نہ چور کا ڈر نہ پونجی کا دکہ اس کی کس طرح حفاظت کروں روز افزوں اخراجات کس طرح پورے کروں) پس مال کا تریاق اُس میں سے بقدرِ ضرورت اپنے ذاتی مصارف میں خرچ کرنے کے بعد جو کچھ بچے اوس کو خیر کے مصارف میں خرچ کر دینا ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ زہر ہی زہر ہے آفت ہی آفت ہے حق تعالےٰ شانہٗ اپنے لُطف وکرم سے اس زہر سے اس ناکارہ کو بھی محفوظ رکھے اور نیک مصرف پر خرچ کی توفیق عطا فرمائے[1] اس کی مثال بالکل سانپ کی سی ہے کہ جو لوگ اوس کے پکڑنے کے ماہر ہیں اوس کے طریقوں سے واقف ہیں اون کے لئے اوس کے پکڑنے میں کوئی نقصان نہیں بلکہ وہ اس سے تریاق بنا سکتے ہیں اور دوسرے فوائد حاصل کر سکتے ہیں لیکن کوئی ناواقف ان ماہروں کی حرص کر کے سانپ کو پکڑے گا تو ہلاک ہوگا اسی طرح متموّل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی حرص کر کے ہم لوگ اگر اس زہر کا استعمال کثرت سے کریں تو ہلاکت کے سوا کچھ نہیں ہے اور ان حضرات کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق محض اعتقادی بات نہیں ان کی زندگی کا ایک ایک واقعہ اس کی کُھلی شہادت دیتا ہے کہ ان کے یہاں اس کی وقعت ایندھن سے زیادہ نہ تھی ان کے لئے اس کا وجود حق تعالےٰ شانہٗ سے ذرا سی توجہ بھی ہٹانے والا نہ تھا اور اس کے باوجود وہ اس سے ڈرتے رہتے تھے جیسا کہ ان کی پوری تاریخ اس پر شاہد ہے۔

واللہ الموفق لما یحب و یرضیٰ

---

[1] احیاء

تیسری فصل صلہ رحمی کے بیان میں

یہ فصل درحقیقت پہلی ہی فصلوں کا تتمہ ہے لیکن اللہ جل شانہٗ نے اپنے پاک کلام میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک ارشادات میں اسپر خصوصیت سے تاکیدیں فرمائی ہیں، اور تعلقات کے توڑنے پر خصوصی وعیدیں فرمائی ہیں اسلئے اس مضمون کو اہتمام کیوجہ سے مستقل فصل میں ذکر کیا گیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ اہلِ قرابت پر صدقہ کا ثواب دوگنا ہے[1] اُمّ المومنین حضرت میمونہؓ نے ایک باندی آزاد کی تو حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم اس کو اپنے ماموؤں کو دے دیتیں تو وہ افضل تھا[2] لہٰذا صدقات کے اندر اگر کوئی دوسری دینی ضرورت اہم نہ ہو تو عام صدقہ سے اہلِ قرابت پر صدقہ کرنا افضل ہے البتہ اگر کوئی دینی ضرورت درپیش ہو تو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا ثواب سات سو گُنا تک ہوجاتا ہے۔ قرآن پاک میں اور احادیث میں بہت کثرت سے صلہ رحمی کی ترغیبات اور قطع رحمی پر وعیدیں آئی ہیں مگر خوف ہے اس رسالہ کے بڑھ جانیکا اسلئے صرف تین آیات ترغیب کی اور تین آیات وعید کی ذکر کرکے چند احادیث اس مضمون کی ذکر کرتا ہوں کہ ذرا بھی طول ہوگیا تو ہم لوگوں کو انکے پڑھنے کی بھی فرصت نہ ملے گی مگر یہ سارے مضامین اسقدر اہم ہیں کہ باوجود اختصار کے بھی یہ رسالہ بڑھتا ہی جارہا ہے اور ایک حصہ کے بجائے شاید دو حصے کرنے پڑجائیں گے

(۱) اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ○ (نحل ع ۱۳)

بیشک اللہ جل شانہٗ اعتدال کا اور احسان کا اور اہلِ قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور منع کرتے ہیں بےحیائی سے اور بُری بات سے اور کسی پر ظلم کرنیسے اور تمکو ان امور کی نصیحت فرماتے ہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرلو۔

ف۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن پاک میں بہت سی جگہ اہلِ قرابت کی خیرخواہی انکو دینے کا حکم اور اس کی ترغیب فرمائی ہے چند آیات کیطرف یہاں اشارہ کیا جاتا ہے جسکا دل چاہے کسی مترجم قرآن شریف کو لیکر دیکھ لے۔ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی (بقرہ ع ۱۰)، قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ (سورۂ بقرہ ع ۲۶)، سورۂ نساء کا پہلا رکوع تمام وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی (نساء ع ۶)، وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (انعام ع ۱۹) وَاُولُوا الْاَرْحَامِ

---

[1] کنز۔ [2] ایضاً ع ازطاق فضائل صدقات دو حصوں میں طبع ہوچکی ہے۔

بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ (انفال ع ۱۰) لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ (یوسف ع ۱۰) وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ (رعد ع ۳) رَبَّنَا اغْفِرْ لِىْ وَلِوَالِدَىَّ (ابراہیم ع ۶) وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (بنی اسرائیل ع ۳) وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ (بنی اسرائیل ع ۳) وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ (بنی اسرائیل ع ۳) وَكَانَ تَقِيًّا وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ (مریم ع ۱) وَبَرًّا بِوَالِدَتِىْ (مریم ع ۲) اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ الخ (مریم ع ۳) وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ (مریم ع ۴) وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ (طٰہٰ ع ۸) وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا (فرقان ع ۶)
وَاَصْلِحْ لِىْ فِىْ ذُرِّيَّتِىْ (احقاف ع ۲) رَبِّ اغْفِرْ لِىْ
وَلِوَالِدَىَّ (نوح ع ۲)

یہ چند آیات نمونہ کے طور پر ذکر کی گئیں کہ سب کے لکھنے میں اور ترجمہ میں طول کا ڈر تھا یا ان تینؔ آیات کے علاوہ ہیں جو مفصل یہاں ذکر کی گئیں انکے علاوہ اور بھی آیات ملیں گی جس چیز کو اللہ جل شانہٗ نے اپنے پاک کلام میں بار بار ارشاد فرمایا ہو اوسکی اہمیت کا کیا پوچھنا؛ حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اوس پاک ذات کی جسنے سمندر کو حضرت موسیٰ علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور بنی اسرائیل کے لئے ۲ دو ٹکڑے کر دیا تھا، توراۃ میں لکھا ہے کہ اللہ سے ڈرتا رہ اور صلہ رحمی کرتا رہ میں تیری عمر بڑھا دونگا سہولت کی چیزوں میں تیرے لئے سہولت پیدا کر دونگا مُشکلات کو دُور کر دونگا۔ حق تعالےٰ شانہٗ نے قرآن پاک میں کئی جگہ صلہ رحمی کا حُکم کیا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ (نساء ع ۱) یعنی اللہ تعالےٰ شانہٗ سے ڈرتے رہو جس سے کہ اپنی حاجت طلب کرتے ہو اور رشتوں سے ڈرتے رہو یعنی ان کو جوڑتے رہو توڑو نہیں دوسری آیت میں ارشاد ہے: وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ۔ یعنی رشتہ دار کا جو حق نیکی اور صلہ رحمی کا ہے وہ ادا کرتے رہو۔ تیسری جگہ ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ۔ یعنی اللہ جل شانہٗ توحید کا اور لا الٰہ الا اللہ کی شہادت کا حُکم فرماتے ہیں اور لوگوں کی ساتھ احسان کرنے کا اور انسے درگذر کرنے کا حُکم فرماتے ہیں اور رشتہ داروں کو دینے کا یعنی صلہ رحمی کا حُکم فرماتے ہیں تینؔ چیزوں کا حکم فرمانیکے بعد تینؔ چیزوں سے منع کیا ہے فحش سے یعنی گُناہ سے اور منکر سے یعنی ایسی بات سے جس کی شریعت میں اور سُنّت میں اصل نہ ہو اور ظلم سے یعنی لوگوں پر تعلّی سے پھر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ان چیزوں کی تم کو نصیحت فرماتے ہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔ حضرت عثمان بن مظعونؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ سے مجھے بہت محبّت تھی اور اسی کی شرم میں میں مسلمان ہوا تھا کہ حضورؐ مجھ سے مُسلمان ہونے کو فرماتے

تھے اسوجہ سے میں مسلمان ہوگیا لیکن اسلام میرے دل میں نہ جما تھا ایک مرتبہ میں حضورؐ کے پاس بیٹھا ہوا کچھ باتیں کر رہا تھا کہ مجھ سے باتیں کرتے کرتے حضورؐ کسی دوسری طرف ایسے متوجہ ہوگئے جیسے کسی اور سے باتیں کر رہے ہوں تھوڑی دیر میں پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے تھے اور یہ آیت شریفہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۔ آخر تک نازل ہوئی مجھے اس مضمون سے بہت مسرت ہوئی اور اسلام میرے دل میں جم گیا میں وہاں سے اُٹھ کر حضورؐ کے چچا ابوطالب کے پاس گیا (جو مسلمان نہ تھے) انسے جاکر میں نے کہا کہ میں تمہارے بھتیجے کے پاس تھا ان پر اس وقت یہ آیت نازل ہوئی وہ کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع کرو فلاح کو پہونچوگے خدا کی قسم وہ اپنی نبوت کے دعویٰ میں سچے ہوں یا جھوٹے لیکن تمھیں تو اچھی عادتوں کی ہی تعلیم اور کریمانہ اخلاق سکھاتے ہیں [۱] یہ ایسے شخص کی نصیحت ہے جو خود مسلمان بھی نہیں ہیں مگر وہ بھی اسکا اقرار کرتے ہیں کہ نبوت کا دعویٰ سچا ہو یا جھوٹا لیکن اسلام کی تعلیم بہترین تعلیم ہے وہ کریمانہ اخلاق سکھاتی ہے مگر افسوس کہ آج ہم مسلمانوں ہی کے اخلاق سب سے زیادہ گرے ہوئے ہیں ۔

(۲) وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَالسَّعَۃِ اَنْ یُّؤْتُوْٓا اُولِی الْقُرْبٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَ الْمُھٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۖ وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (نور ع ۳) ف ۔ یہ آیت شریفہ اور اسکا ترجمہ پہلی فصل کی ع۱۸ پر گذر چکا ہے مجھے اسکے اعادہ سے اسپر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ ہم لوگ اپنے ان اسلاف کے معمولات پر بھی غور کریں اور حق تعالیٰ شانہٗ کی اس ترغیب پر بھی کتنا سخت اور اہم واقعہ ہے کہ حضورؐ کی بیوی سارے مسلمانوں کی ماں ان پر اولاد کیطرف سے بے بُنیاد تہمت لگائی جائے اور اوسکو پھیلانیوالے وہ قریبی رشتہ دار ہوں جنکا گذر اوقات بھی انکے باپ ہی کی اعانت پر ہو اسپر باپ یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جسقدر بھی رنج اور صدمہ ہو وہ ظاہر ہے اسپر بھی اللہ جل شانہٗ کیطرف سے یہ ترغیب کہ معاف کریں اور درگذر کریں اور حضرت صدیق اکبرؓ کیطرف سے یہ عمل کہ جتنا پہلے خرچ کرتے تھے اوسمیں اضافہ فرمایا جیسا کہ پہلے گذر چکا کیا ہم بھی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ایسا معاملہ کر سکتے ہیں کہ کوئی ہم پر الزام رکھے ہمارے گھر والوں کو ایسی سخت چیز کے ساتھ متہم کرے اور پھر ہم قرآن پاک کی اس آیت شریفہ کو تلاوت کریں اور اوس رشتہ دار کی قرابت پر نگاہ رکھتے ہوئے کسی قسم کی اعانت اوسکی گوارا کرلیں ، حاشا وکلا عمر بھر کی اوسی سے نہیں اوسکی اولاد سے بھی دشمنی بندھ جائے گی بلکہ جو دوسرے رشتہ دار اوس سے تعلق رکھیں گے انکا بھی بائیکاٹ کر دینگے اور جس کسی تقریب میں وہ شریک

---

[۱] تنبیہ الغافلین

ہونگے مجال ہے کہ ہم اوسمیں شرکت کرلیں۔ کیوں فقط اسلئے کہ یہ لوگ ایسے شخص کی تقریب میں یا دعوت میں شریک ہوگئے جسنے ہمیں گالی دے دی ہماری آبرو گرادی ہماری بہو بیٹی پر تہمت لگادی چاہے یہ لوگ اس گالی دینے والے کے فعل سے کتنے ہی ناراض ہوں مگر اوسکی تقریب میں شرکت کے جرم میں انسے بھی ہمارا قطع تعلق ہے اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد یہ ہے کہ ہم خود بھی اوسکی اعانت سے ہاتھ نہ روکیں اور ہمارا عمل یہ ہے کہ کوئی دوسرا بھی اوسکی دعوت کردے تو ہم اوس دوسرے سے بھی تعلقات منقطع کردیں لیکن جنکے دل میں حقیقی ایمان ہے اللہ جل شانہٗ کی عظمت ان میں راسخ ہے اوس کے پاک ارشاد کی انکو وقعت ہے انھوں نے اسپر عمل کرکے دکھادیا کہ اطاعت کرنا اسکو کہتے ہیں، مطیع ایسے ہوتے ہیں اللہ جل شانہٗ اپنے عالی شان کے موافق ان پر رحمتیں نازل فرمائے اور انکی شان کے موافق انکے درجات بلند فرمائے آخر یہ بھی جذبات رکھتے تھے غیرت حمیت رکھتے تھے انکے سینوں میں دل اور اوسمیں جذبات بھی تھے لیکن اللہ جل شانہٗ کی رضا کے سامنے کیسا دل اور کہاں کے جذبات کیسی غیرت اور کہاں کی بدنامی اللہ کی رضا کے مقابلہ میں سب چیز فنا تھی۔

(۳) وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰى وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚ ؕ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ فِیْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ۝

(سورۂ احقاف ع ۲)

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا (بالخصوص ماں کی ساتھ احسان کا اور بھی زیادہ کیونکہ) اسکی ماں نے بڑی مشقت کے ساتھ اوسکو پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت سے اوسکو جنا اور اوسکو پیٹ میں رکھنے اور دودھ چھڑانے میں (اکثر کم سے کم) تیس مہینے ہوجاتے ہیں (کتنی طویل مشقت ہے) یہانتک کہ جب وہ بچہ جوان ہوتا ہے (اور دانائی کے زمانہ) چالیس برس کو پہونچتا ہے تو (جو سعید ہوتا ہے وہ) کہتا ہے اے میرے پروردگار مجھے اس پر مداومت دیجئے کہ میں ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو آپ نے مجھکو اور میرے والدین کو عطا فرمائیں اور (اسکی توفیق دیجئے کہ) میں ایسے نیک کام کیا کروں جن سے آپ راضی ہوجائیں اور میری اولاد میں بھی (میرے نفع کے) لئے صلاحیت پیدا فرمادیجئے میں (اپنے سارے گناہوں سے) توبہ کرتا ہوں اور میں

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

آپکے فرمانبرداروں میں سے ہُوں (آگے حق تعالیٰ شانہ' ان لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہی لوگ ہیں جنکے نیک کاموں کو ہم قبول کرلیں گے اور اُنکی بُرائیوں سے درگذر کرینگے اس طرح پر کہ یہ جنت والوں میں سے ہونگے یہ اوس وعدہ کیوجہ سے ہے جسکا ان سے دُنیا میں وعدہ کیا جاتا تھا (کہ نیک اعمال کا صلہ جنت ہے)۔

ف۔ حق تعالیٰ شانہ' نے اہلِ قرابت اور والدین کے بارہ میں بار بار تاکید فرمائی جیساکہ پہلی آیتِ شریفہ کے ذیل میں بھی گذر چکا۔ اس آیت شریفہ میں خاص طور سے والدین کے بارہ میں احسان کی خصوصی تاکید فرمائی کہ ہم نے والدین کی ساتھ بھلائی کا حُکم دیا ہے یہ مضمون اسی عنوان سے کہ "ہم نے والدین کے ساتھ بھلائی کا حُکم دیا" تین جگہ قرآن پاک میں وارد ہے۔ پہلی جگہ سورۂ عنکبوت ع ۱ میں پھر سورۂ لقمان ع ۲ میں، تیسری مرتبہ یہاں جس سے بہت زیادہ تاکید معلوم ہوتی ہے صاحبِ خازن رح نے لکھا ہے کہ یہ آیت شریفہ حضرت ابوبکر صدیق رض کی شان میں نازل ہوئی کہ ابتداء انکی رفاقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شام کے سفر میں ہوئی تھی جب کہ ان کی عُمر ۱۸ سال کی تھی اور حضورؐ کی عُمر شریف ۲۰ سال کی تھی اس سفر میں راستہ میں ایک بیری کے درخت کے پاس ان دونوں حضرات کا قیام ہوا حضرت ابوبکر رض وہاں ایک راہب تھا اوس سے ملنے تشریف لے گئے اور حضورؐ درخت کے سایہ میں تشریف فرما رہے اوس راہب نے حضرت ابوبکر رض سے پوچھا کہ یہ شخص جو درخت کے نیچے ہے کون ہے؟ آپ نے فرمایا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ راہب نے کہا خدا کی قسم یہ نبی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سے اس درخت کے نیچے کوئی نہیں بیٹھا۔ یہی نبی آخر الزماں ہیں جب حضورؐ کی عمر شریف چالیس ۴۰ سال کی ہوئی اور آپ کو نبوت ملی تو حضرت ابوبکر رض مُسلمان ہوئے اور دو ۲ برس بعد جب آپ کی عمر شریف چالیس ۴۰ سال کی ہوئی تو یہ دُعا کی رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ کہ مجھے توفیق دیجئے کہ میں اُس نعمت کا شکر ادا کروں جو مجھ پر اور میرے والدین پر ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ' فرماتے ہیں کہ یہ فضیلت مہاجرین میں اور کسی کو حاصل نہیں ہوئی کہ اسکے ماں باپ دونوں مسلمان ہوئے ہوں اور دوسری دُعا اولاد کے متعلق صلاحیت کی فرمائی جسکا ثمرہ یہ ہے کہ آپ کی اولاد بھی مسلمان ہوئی[1] سب سے پہلی آیت سورۂ عنکبوت والی اور بھی زیادہ سخت ہے کہ اوسمیں ان والدین کے ساتھ بھلائی کا حکم ہے جو کافر ہوں۔ اور جب کافر والدین کے ساتھ بھی حق تعالیٰ شانہ' کیطرف سے اچھا برتاؤ اور بھلائی کرنے کا حکم ہے تو مسلمان والدین کے ساتھ بھلائی اور احسان کی تاکید بطریق اولیٰ۔

---

[1] خازن

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو میری ماں نے یہ عہد کر لیا کہ میں نہ کھانا کھاؤنگی نہ پانی پیونگی جب تک کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے نہ پھرے گا اوسنے کھانا پینا چھوڑ دیا حتیٰ کہ زبردستی اوسکے مُنہ میں ڈالا جاتا تھا اوسپر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی [۱] عبرت کا مقام ہے کہ ایسی سخت حالت میں بھی اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ ہم نے آدمی کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کا حکم دیا ہے۔ البتہ اگر وہ مُشرک بنانے کی کوشش کریں تو اوسمیں اطاعت نہیں ہے۔ حضرت حسنؓ سے کسی نے پوچھا کہ والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی کیا مقدار ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ تیری مِلک میں ہے ان پر خرچ کرے اور جو وہ حکم کریں اوسکی اطاعت کرے بجز اسکے کہ وہ کسی گناہ کا حکم کریں کہ اوسمیں اطاعت نہیں ہے۔ یہ تھی اسلام کی تعلیم مُسلمانوں کا عمل کہ مُشرک والدین اگر اولاد کو مُشرک بنانے کی کوشش بھی کریں تب بھی انکی ساتھ بھلائی کا حکم ہے البتہ شرک کرنے میں انکی اطاعت اور فرمانبرداری نہیں اسلئے کہ یہ خالق کا حق ہے والدین کا حق خواہ کتنا ہی کیوں نہ ہو جائے مالک کے حق کے مقابلہ میں کسی کا حق نہیں ہے "لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق" خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں لیکن انکے اس حکم اور اولاد کو مُشرک بنانے کی کوشش پر بھی انکی ساتھ احسان کا بھلائی کا حکم ہے۔ ایک اور حدیث میں سورۂ لقمان والی آیت کے متعلق وارد ہوا ہے کہ یہ حضرت سعدؓ کے واقعہ میں نازل ہوئی اوس حدیث میں ہے حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کی ساتھ بہت سلوک کیا کرتا تھا جب میں مسلمان ہوگیا تو میری والدہ نے کہا سعد یہ کیا کیا؟ یا تو اس دین کو چھوڑ دے ورنہ میں کھانا پینا چھوڑ دونگی یہانتک کہ مر جاؤنگی ہمیشہ تیرے لئے یہ طعن کی چیز رہے گی لوگ تجھے اپنی ماں کا قاتل کہیں گے میں نے اوس سے کہا کہ ایسا نہ کریں اپنا دین تو چھوڑ نہیں سکتا اوسنے ایک دن بالکل نہ کھایا نہ پیا دوسرا دِن بھی اسی حال میں گذر گیا تو میں نے اوس سے کہا کہ اگر تمھاری سَو جانیں ہوں اور ایک ایک کر کے سب ختم ہو جائیں تب بھی دین تو چھوڑ نہیں سکتا جب اوسنے یہ پختگی دیکھی تو کھانا پینا شروع کر دیا [۲] اس آیت شریفہ میں والدین کے ساتھ نیک سلوک کا حکم ہے۔ فقیہ ابو اللیثؒ فرماتے ہیں کہ اگر حق تعالےٰ شانہٗ والدین کے حق کا حکم نہ بھی فرماتے تب بھی عقل سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ انکا حق بہت ضروری اور اہم ہے چہ جائیکہ اللہ جل شانہٗ نے اپنی سب کتابوں تورات، انجیل، زبور، قرآن شریف میں انکے حق کا حکم فرمایا تمام انبیاء کرامؑ کو انکے حق کے بارہ میں وحی بھیجی اور تاکید فرمائی اپنی رضا کو والدین کی رضا کے ساتھ وابستہ کیا اور انکی ناراضی پر اپنی ناراضی مرتب فرمائی [۳] یہ تین آیات

---

[۱] درمنثور [۲] ایضاً [۳] تنبیہ الغافلین

حُسنِ سلوک کے متعلق تھیں اس کے بعد صرف تین آیات بدسلوکی پر تنبیہ کے متعلق بھی ذکر کرتا ہوں۔

(۱) وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (بقرہ ع ۳)

اور نہیں گمراہ کرتے اللہ تعالیٰ شانہٗ اس مثال سے (جس کا پہلی آیت میں ذکر ہوا) مگر ایسے فاسق لوگوں کو جو توڑتے رہتے ہیں اس معاہدہ کو جو اللہ تعالیٰ سے کر چکے تھے اس معاہدہ کی پختگی کے بعد، اور قطع کرتے رہتے ہیں ان تعلقات کو جنکے وابستہ رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا اور فساد کرتے رہتے ہیں زمین میں یہی لوگ ہیں پورے خسارہ والے

ف: جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے قرآن پاک میں کئی جگہ صلہ رحمی بالخصوص والدین کے حقوق کی رعایت کا حکم اور ترغیب فرمائی جیسا کہ اوپر گذرا اسی طرح سے بہت سی جگہ اپنے پاک کلام میں قطع رحمی، بالخصوص والدین کے ساتھ بدسلوکی پر تنبیہ بھی فرمائی پہلے کی طرح سے ان میں سے بھی چند آیات کا حوالہ لکھتا ہوں دوستو غور کرو اللہ کے پاک کلام میں جب بار بار اس پر تنبیہ ہے تو اوسکو سوچو اور عبرت حاصل کرو اللہ کا پاک ارشاد ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ (نساء ع-۱) وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ (انعام ع ۱۹) وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ (بنی اسرائیل ع) وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ الآیۃ (احقاف ع ۲) اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ (محمد ع ۳) - حضرت محمد باقرؒ کو ان کے والد نے جو خاص طور سے اہتمام سے وصیت فرمائی ہے جو پہلی فصل کی احادیث کے سلسلہ میں ۲۳ پر بھی گذر چکی ہے وہ بہت تجربہ کی بات ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد (حضرت امام زین العابدینؒ) نے وصیت فرمائی ہے کہ پانچ قسم کے آدمیوں کے پاس نہ پھٹکیو، ان سے بات نہ کیجیو حتیٰ کہ راستہ چلتے ہوئے اتفاقاً بھی ان کے ساتھ نہ چلنا۔ اوّل فاسق شخص کہ وہ ایک لقمہ کے بدلہ میں تجھکو بیچدے گا، بلکہ ایک لقمہ سے کم میں بھی میں نے پوچھا کہ ایک لقمہ سے کم میں کس طرح بیچے گا؟ فرمانے لگے کہ محض لقمہ کی اُمید پر تجھکو بیچدے گا اور وہ لقمہ اوس کو میسّر بھی نہ ہوگا دوسرے بخیل کہ وہ تیری سخت احتیاج کے وقت بھی تیرے سے کنارہ کش ہو جائے گا تیسرے جھوٹا شخص کہ وہ بالو (دھوکہ) کی طرح سے تجھے دھوکہ میں رکھے گا جو چیز دُور ہوگی اوس کو قریب بتائے گا جو قریب ہوگی اوس کو دُور ظاہر کریگا چوتھے بیوقوف کے پاس نہ لگنا کہ وہ تجھے نفع پہونچانے کا ارادہ کرے گا تب بھی اپنی حماقت سے نقصان پہونچا دے گا مثل مشہور ہے کہ دانا دشمن نادان دوست سے بہتر ہے۔ پانچویں قطع رحمی کرنیوالے کے پاس نہ جائیو کہ میں نے قرآن پاک میں تین جگہ اوس پر اللہ کی لعنت

پائی ہے۔ [1]

(۲) وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝ (رعد ع ۳)

اور جو لوگ اللہ تعالےٰ کے معاہدہ کو اوسکی پختگی کے بعد توڑتے ہیں اور اللہ تعالےٰ نے جن تعلقات کے جوڑنے کا حکم فرمایا اونکو توڑتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر لعنت ہے اور ان کیلئے اوس جہان میں خرابی ہے۔

ف : حضرت قتادہؓ سے نقل کیا گیا کہ اس سے بہت احتراز کرو کہ عہد کر کے توڑ دو اللہ جل شانہٗ نے اوسکو بہت ناپسند کیا ہے اور بیس ۲۰ آیتوں سے زائد میں اسپر وعید فرمائی ہے جو نصیحت کے طور پر اور خیر خواہی کے طور پر اور حجت قائم کرنے کیلئے وارد ہوئی ہیں مجھے معلوم نہیں کہ اللہ جل شانہٗ نے عہد کے توڑنے پر جتنی وعیدیں فرمائی ہیں اس سے زائد کسی اور چیز پر فرمائی ہوں پس جو شخص اللہ کے واسطے سے عہد کرلے اوسکو ضرور پورا کرے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ جو شخص امانت کو ادا نہ کرے اوسکا ایمان ہی نہیں اور جو عہد کو پورا نہ کرے اوسکا دین نہیں۔ حضرت ابو امامہؓ اور حضرت عبادہؓ سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا۔ [2] حضرت میمون بن مہرانؒ فرماتے ہیں کہ تین ۳ چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں کافر مسلمان کی کوئی تفریق نہیں سب کا حکم برابر ہے۔ اول جس سے معاہدہ کیا جائے اوسکو پورا کیا جائے چاہے وہ معاہدہ کافر سے کیا ہو یا مسلمان سے اسلئے کہ عہد حقیقت میں اللہ تعالےٰ سے ہے دوسرے جس سے رشتہ کا تعلق ہو اوسکی صلہ رحمی کی جائے چاہے وہ رشتہ دار مسلمان ہو یا کافر۔ تیسرے جو شخص امانت رکھوائے اُسکی امانت واپس کی جائے چاہے امانت رکھوانے والا مسلمان ہو یا کافر ہو [3] قرآن پاک میں بہت سی آیات کے علاوہ ایک جگہ خاص طور سے اسی کا حکم ہے۔ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۴) "عہد کو پورا کیا کرو بیشک عہد کی بازپرس ہوگی"۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جن تعلقات کو جوڑنے کا حکم فرمایا اوس سے رشتہ داریاں قریب کی اور دور کی مراد ہیں [4] دوسری چیز تعلقات کے توڑنے کے متعلق ارشاد فرمائی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص قرابت کے تعلقات کو توڑنے والا ہو اوس سے میل جول پیدا نہ کیجیو کہ میں نے قرآن پاک میں دو ۲ جگہ ان لوگوں پر لعنت پائی ہے ایک اس آیت شریفہ میں دوسری سورۂ محمد میں [5] سورۂ محمد کی آیت شریفہ کا حوالہ

---

[1] روض [2] درمنثور [3] تنبیہ الغافلین [4] درٌ [5] ایضاً

قریب گذر چکا ہے جسمیں قطع رحمی کے بعد ارشاد فرمایا ہے یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے پھر (انکو اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام سُننے سے) بہرا کر دیا اور (راہِ حق دیکھنے سے اندھا کر دیا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے دو جگہ لعنت کا لفظ فرمایا اور حضرت زین العابدینؒ نے جیسا کہ ابھی گذرا تین جگہ فرمایا اسکی وجہ شاید یہ ہو کہ دو جگہ تو لعنت ہی کا لفظ ہے سورۂ رعد میں اور سورۂ محمد میں اور تیسری جگہ ان کو گمراہ اور خسارہ والا فرمایا ہے جو لعنت ہی کے قریب ہے جیسا کہ اس سے پہلے نمبر پر سورۂ بقرہ کی آیت میں ابھی گذرا ہے۔ حضرت سلمانؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس وقت کہ قول ظاہر ہو جائے اور عمل خزانہ میں چلا جائے یعنی تقریریں تو بہت ہونے لگیں مضامین بہت کثرت سے لکھے جائیں لیکن عمل ندارد ہو جائے گویا مقفل رکھا ہوا ہے اور زبانی اتفاق تو آپسمیں ہو جائے لیکن قلوب مختلف ہوں اور رشتہ دار آپس کے تعلقات توڑنے لگیں تو اوس وقت میں اللہ جل شانہٗ انکو اپنی رحمت سے دُور کر دیتے ہیں اور اندھا بہرا کر دیتے ہیں۔ حضرت حسنؓ سے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا کہ جب لوگ علوم کو ظاہر کریں اور عمل کو ضائع کر دیں اور زبانوں سے محبت ظاہر کریں اور دلوں میں بغض رکھیں اور قطع رحمی کرنے لگیں تو اللہ جل شانہٗ اس وقت انکو اپنی رحمت سے دُور کر دیتے ہیں اور اندھا بہرا کر دیتے ہیں[۱] کہ پھر نہ سیدھا راستہ انکو نظر آتا ہے نہ حق بات انکے کانوں میں پہونچتی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جنت کی خوشبو اتنی دُور تک جاتی ہے کہ وہ راستہ پانسو برس میں طے ہو، والدین کی نافرمانی کرنے والا اور قطع رحمی کرنے والا جنت کی خوشبو بھی نہیں سُونگھ سکیگا۔[۲]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں کہ ہم عرفہ کی شام کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حلقہ کی طور پر چاروں طرف بیٹھے تھے حضورؐ نے فرمایا کہ مجمع میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا ہو تو وہ اُٹھ جائے ہمارے پاس نہ بیٹھے۔ سارے مجمع میں سے صرف ایک صاحب اُٹھے جو دُور بیٹھے ہوئے تھے اور پھر تھوڑی دیر میں واپس آکر بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ میرے کہنے پر مجمع میں سے صرف تم اُٹھے تھے اور پھر آکر بیٹھ گئے یہ کیا بات ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ حضورؐ کا ارشاد سُنکر میں اپنی خالہ کے پاس گیا تھا اوسنے مجھ سے قطع تعلق کر رکھا تھا میرے جانے پر اوسنے کہا کہ تو خلافِ عادت کیسے آگیا؟ میں نے اُس سے آپ کا ارشاد مُبارک سُنایا۔ اوسنے میرے لئے دُعائے مغفرت کی میں نے اوس کیلئے دُعائے مغفرت کی (اور آپسمیں صُلح کر کے واپس حاضر ہو گیا، حضورؐ نے ارشاد فرمایا تم نے بہت اچھا

---

۱ درمنثور ۲ احیاء

کیا بیٹھ جاؤ اوس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جسمیں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو فقیہ ابو اللیث نے اسکو نقل کیا ہے لیکن صاحب کنز نے اسکے ایک راوی کے متعلق ابن معین سے کذب کی نسبت نقل کی ہے[1]۔ فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں اس قصہ سے معلوم ہوا کہ قطع رحمی اتنا سخت گناہ ہے کہ اوسکی وجہ سے اوسکے پاس بیٹھنے والے بھی اللہ کی رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں اسلئے ضروری ہے کہ جو شخص اسمیں مبتلا ہو وہ اس سے توبہ کرے اور صلہ رحمی کا اہتمام کرے۔ حضور کا پاک ارشاد ہے کہ کوئی نیکی جسکا ثواب بہت جلد ملتا ہو صلہ رحمی سے بڑھکر نہیں ہے۔ اور کوئی گناہ جس کا وبال دُنیا میں اوسکے علاوہ ملے جو آخرت میں ملیگا قطع رحمی اور ظلم سے بڑھکر نہیں ہے[2]۔ متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ قطع رحمی کا وبال آخرت کے علاوہ دُنیا میں بھی پہونچتا ہے اور آخرت میں بُرے ٹھکانے کا تو خود اس آیت شریفہ ہی میں ذکر ہے۔ فقیہ ابو اللیث نے ایک عجیب قصہ لکھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک نیک شخص امانت دار خراسان کے رہنے والے تھے لوگ انکے پاس اپنی امانتیں رکھوایا کرتے تھے۔ ایک شخص انکے پاس دس ہزار اشرفیاں امانت رکھوا کر اپنی کسی ضرورت سے سفر میں چلا گیا جب وہ سفر سے واپس آیا تو ان خراسانی کا انتقال ہو چکا تھا انکے اہل وعیال سے اپنی امانت کا حال پوچھا انھوں نے لاعلمی ظاہر کی انکو بڑا فکر ہوا کہ بہت بڑی رقم تھی علمائے مکہ مکرمہ سے کہ اتفاق سے اسوقت ایک مجمع انکا موجود تھا مسئلہ پوچھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے انھوں نے کہا کہ وہ آدمی تو بڑا نیک تھا ہمارے خیال میں جنتی آدمی تھا تو ایک ترکیب کر جب آدھی یا تہائی رات گذر جائے تو زمزم کے کنوئیں پر جاکر اوسکا نام لیکر پکار کے اوس سے دریافت کر اوسنے تین دن تک ایسا ہی کیا وہاں سے کوئی جواب نہ ملا اوسنے پھر جاکر ان علماء سے تذکرہ کیا انھوں نے اِنّا لِلّٰہ پڑھا اور کہا کہ ہمیں تو یہ ڈر ہو گیا کہ وہ شاید جنتی نہ ہو تو فلاں جگہ جا وہاں ایک وادی ہے جسکا نام برہوت ہے اوسمیں ایک کنواں ہے اُس کنوئیں پر آواز دے اوسنے ایسا ہی کیا وہاں سے پہلی ہی آواز میں جواب ملا کہ تیرا مال ویسا ہی محفوظ رکھا ہے مجھے اپنی اولاد پر اطمینان نہ ہوا اسلئے میں نے فلاں جگہ مکان کے اندر اوسکو گاڑ دیا ہے میرے لڑکے سے کہہ کہ تجھے اسجگہ پہونچا دے وہاں سے زمین کھود کر اُسکو نکال لے چنانچہ اُسنے ایسا ہی کیا اور مال مل گیا۔ اس شخص نے وہاں بہت تعجب سے اوس سے یہ بھی دریافت کیا کہ تو تو بہت نیک آدمی تھا تو یہاں کیوں پہونچ گیا، کنوئیں سے آواز آئی کہ خراسان میں میرے کچھ رشتہ دار تھے جن سے میں نے قطع تعلق کر رکھا تھا اسی حال میں میری موت آگئی اوسکی گرفت میں میں یہاں پکڑا ہوا ہوں[3]۔

---

[1] کنز [2] تنبیہ الغافلین [3] ایضاً

حضرت علیؓ سے نقل کیا گیا کہ سب سے بہترین وادی تمام وادیوں میں مکہ مکرمہ کی وادی ہے اور ہندوستان کی وہ وادی جہاں حضرت آدم علیہ السلام جنت سے اُترے تھے اوسی جگہ ان خوشبوؤں کی کثرت ہے جنکو لوگ استعمال کرتے ہیں اور بدترین وادی احقاف ہے اور وادی حضرموت جسکو برہوت کہتے ہیں۔ اور سب سے بہترین کنواں دُنیا میں زمزم کا ہے اور بدترین کنواں برہوت کا ہے جسمیں کفار کی رُوحیں جمع ہوتی ہیں[1] ان روحوں کا کسی وقت ان مواقع میں ہونا شرعی حجت نہیں ہے کشفی امور سے تعلق رکھتا ہے جو حق تعالیٰ شانہٗ جس پر چاہے کسی وقت منکشف فرمادیتے ہیں لیکن کشف شرعی حجت نہیں ہے۔

(۳) اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ○ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ○ بنی اسرائیل ع ۳

اگر وہ (یعنی ماں باپ) تیرے سامنے (یعنی تیری زندگی میں) بڑھاپے کو پہونچ جائیں چاہے ایک ان میں سے پہونچے یا دونوں (اور بڑھاپے کی بعض باتیں جوانوں کو گراں ہونے لگتی ہیں اور اسوجہ سے انکی کوئی بات تجھے گراں ہونے لگے) تب بھی ان سے کبھی "ہوں" بھی مت کرنا اور نہ ان سے جھڑک کر بولنا ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور انکے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دُعا کرتے رہنا کہ اے ہمارے پروردگار تو ان پر رحمت کر جیسا کہ انھوں نے بچپن میں مجھے پالا ہے (اور صرف ظاہر داری ہی نہیں بلکہ دل سے ان کا احترام کرنا) تمھارا رب تمھارے دل کی بات کو خوب جانتا ہے اگر تم سعادت مند ہو (اور غلطی سے کوئی بات خلاف ادب سرزد ہو جائے اور تم توبہ کر لو تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطائیں بڑی کثرت سے معاف کرنے والا ہے۔

ف۔ حضرت مجاہدؒ سے اسکی تفسیر میں نقل کیا گیا کہ اگر وہ بوڑھے ہو جائیں اور تمھیں ان کا پیشاب پاخانہ دھونا پڑ جائے تو کبھی اُف بھی نہ کرو جیسا کہ وہ بچپن میں تمہارا پیشاب پاخانہ دھوتے رہے ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اگر بے ادبی میں اُف کہنے سے کوئی ادنیٰ درجہ ہوتا تو اللہ جل شانہٗ اوسکو بھی حرام فرمادیتے۔ حضرت حسنؓ سے کسی نے پوچھا کہ نافرمانی کی مقدار کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ اپنے مال سے انکو محروم رکھے اور ملنا چھوڑ دے اور انکی طرف تیز نگاہ سے دیکھے۔ حضرت حسنؓ سے کسی نے پوچھا کہ ان سے قولِ کریم کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ انکو "اماں ابا" کر کے خطاب کرے۔ انکا نام نہ لے۔ حضرت زہیر بن محمدؒ سے اسکی تفسیر میں نقل کیا گیا کہ جب وہ پکاریں تو "حاضر ہوں حاضر ہوں" سے

---

[1] دُرِّ منثور

جواب دے۔ حضرت قتادہؓ سے نقل کیا گیا کہ نرمی سے بات کرے۔ حضرت سعید بن المسیبؒ سے کسی نے عرض کیا کہ قرآن پاک میں حسن سلوک کا حکم تو بہت جگہ ہے اور میں اسکو سمجھ گیا لیکن قول کریم کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا تو انھوں نے فرمایا جیسا کہ بہت سخت مجرم غلام سخت مزاج آقا سے بات کرتا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے انکی ساتھ ایک بڑے میاں بھی تھے۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انھوں نے عرض کیا کہ یہ میرے والد ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ان سے آگے نہ چلنا ان سے پہلے نہ بیٹھنا ان کا نام لے کر نہ پکارنا اور انکو برا نہ کہنا۔ حضرت عروۃؓ سے کسی نے پوچھا کہ قرآن پاک میں ان کے سامنے جھکنے کا حکم فرمایا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ اگر وہ کوئی بات تیری ناگواری کی کہیں تو ترچھی نگاہ سے ان کو مت دیکھ کہ آدمی کی ناگواری اوّل اسکی آنکھ سے ہی پہچانی جاتی ہے۔ حضرت عائشہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ جسنے اپنے باپ کیطرف تیز نگاہ کر کے دیکھا وہ فرمانبردار نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ نماز کا اپنے وقت پر پڑھنا میں نے عرض کیا کہ اسکے بعد کون سا عمل ہے؟ حضورؐ نے فرمایا والدین کی ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ میں نے عرض کیا اسکے بعد حضورؐ نے فرمایا جہاد۔ ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہے کہ اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے[1]۔ صاحب مظاہرؒ نے لکھا ہے کہ ماں باپ کے حقوق میں ہے کہ ایسی تواضع اور تملق کرے اور ادائے خدمت کرے کہ وہ راضی ہو جائیں جائز کاموں میں ان کی اطاعت کرے بے ادبی نہ کرے تکبر سے پیش نہ آئے اگرچہ وہ کافر ہی ہوں اپنی آواز کو انکی آواز سے بلند نہ کرے انکو نام لے کر نہ پکارے کسی کام میں ان سے پہل نہ کرے، امر بالمعروف نہی عن المنکر میں نرمی کرے ایک بار کہے اگر وہ قبول نہ کریں تو خود سلوک کرتا رہے اور ان کیلئے دعا و استغفار کرتا رہے اور یہ بات قرآن پاک سے نکالی ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنے باپ کو نصیحت کرنیسے[2] یعنی حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ نصیحت کرنے کے بعد کہدیا تھا کہ اچھا اب میں اللہ سے تمہارے لئے دعا کرتا ہوں جیسا کہ سورۂ کہف کے تیسرے رکوع میں آیا ہے حتّٰی کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ انکی اطاعت حرام میں تو ناجائز ہے لیکن مشتبہ امور میں واجب ہے اسلئے کہ مشتبہ امور سے احتیاط تقویٰ اور انکی رضا جوئی واجب ہے پس اگر انکا مال مشتبہ ہو اور وہ تیرے علیحدہ کھانے سے مکدر رہوں تو انکی ساتھ کھانا چاہیئے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں

---

[1] در منثور [2] مظاہر بتغیر

کوئی مسلمان ایسا نہیں جسکے والدین حیات ہوں اور وہ انکی ساتھ اچھا سلوک کرتا ہو اوس کیلئے جنت کے دو دروازے نہ کھل جاتے ہوں اور اگر انکو ناراض کر دے تو اللہ جل شانہ اوس وقت تک راضی نہیں ہوتے جب تک انکو راضی نہ کرے کسی نے عرض کیا کہ اگر وہ ظلم کرتے ہوں ابن عباسؓ نے فرمایا اگرچہ وہ ظلم کرتے ہوں۔ حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور جہاد میں شرکت کی درخواست کی حضورؐ نے فرمایا تمہاری والدہ زندہ ہیں انھوں نے عرض کیا زندہ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ انکی خدمت کو مضبوط پکڑلو جنت ان کے پاؤں کے نیچے ہے پھر دوبارہ اور سہ بارہ حضورؐ نے یہی ارشاد فرمایا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ امیرا جہاد کو بہت دل چاہتا ہے لیکن مجھ میں قدرت نہیں حضورؐ نے فرمایا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے انھوں نے عرض کیا والدہ زندہ ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ اون کے بارہ میں اللہ سے ڈرتے رہو (یعنی ان کے حقوق کی ادائیگی میں فتویٰ سے آگے بڑھکر تقویٰ پر عمل کرتے رہو) جب تم ایسا کرلوگے تو تم حج کرنے والے بھی ہو عمرہ کرنے والے بھی ہو جہاد کرنے والے بھی ہو یعنی جتنا ثواب ان چیزوں میں ملتا اتنا ہی تمھیں ملے گا۔ حضرت محمد بن المنکدرؒ کہتے ہیں کہ میرا بھائی عمر تو نماز پڑھنے میں رات گذارتا تھا اور میں والدہ کے پاؤں دبانے میں رات گذارتا تھا مجھے اسکی کبھی تمنا نہ ہوئی کہ انکی رات (کا ثواب) میری رات کے بدلہ میں مجھے ملجائے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ خاوند کا۔ میں نے پھر پوچھا کہ مرد پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ماں کا۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تم لوگوں کی عورتوں کی ساتھ عفیف رہو تمھاری عورتیں بھی عفیف رہیں گی تم اپنے والدین کی ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو تمھاری اولاد تمھاری ساتھ نیکی کا برتاؤ کرے گی[1]۔ حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص کے چار بیٹے تھے وہ بیمار ہوا ان بیٹوں میں سے ایک نے اپنے تینوں بھائیوں سے کہا کہ اگر تم باپ کی تیمارداری اس شرط پر کرو کہ تم کو باپ کی میراث میں سے کچھ نہیں ملے گا تو تم کرو ورنہ میں اس شرط پر تیمارداری کرتا ہوں کہ میراث میں سے کچھ نہ لوں گا وہ اسپر راضی ہو گئے کہ تو ہی اس شرط پر تیمارداری کر ہم نہیں کرتے اسنے خوب خدمت کی لیکن باپ کا انتقال ہی ہو گیا اور شرط کے موافق اسنے کچھ نہ لیا رات کو خواب میں دیکھا کوئی شخص کہتا ہے فلاں جگہ سو دینار اشرفیاں گڑی ہوئی ہیں وہ تو لے لے اس نے خواب

---

[1] در منثور

میں ہی دریافت کیا کہ ان میں برکت بھی ہوگی اوسنے کہا کہ برکت ان میں نہیں ہے صبح کو بیوی سے خواب کا ذکر کیا اوسنے انکے نکلانے پر اصرار کیا اوسنے نہ مانا دوسرے دن پھر خواب دیکھا جسمیں کسی نے دوسری جگہ دس دینار بتائے اسنے پھر وہی برکت کا سوال کیا اوسنے کہا کہ برکت ان میں نہیں ہے اسنے صبح کو بیوی سے اس کا بھی ذکر کیا اوسنے پھر اصرار کیا مگر اوسنے نہ مانا تیسرے دن اسنے پھر خواب دیکھا کوئی شخص کہتا ہے فلاں جگہ جاوہاں تجھے ایک دینار (اشرفی) ملے گا وہ لے لے۔ اسنے پھر وہی برکت کا سوال کیا اوس شخص نے کہا ہاں اوسمیں برکت ہے یہ جاکر وہ دینار لے آیا اور بازار میں جاکر اوس سے دو مچھلیاں خریدیں جنمیں سے ہر ایک کے اندر سے ایک ایسا موتی نکلا جس قسم کا عمر بھر کسی نے نہیں دیکھا تھا بادشاہِ وقت نے ان دونوں کو بہت اصرار سے نوے خچروں کے بوجھ کی بقدر سونے سے خریدا۔

احادیث

(۱) عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رجل یارسول اللّٰہ من احق بحسن صحابتی قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال ابوک وفی روایۃ قال امک ثم امک ثم امک ثم اباک ثم ادناک فادناک متفق علیہ کذا فی المشکوۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ میرے بہترین تعلقات (احسان سلوک) کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا ماں پھر دوبارہ سہ بارہ ماں کو ہی بتایا پھر فرمایا کہ باپ پھر دوسرے رشتہ دار الاقرب فالاقرب (جو جتنا قریب ہو اتنا ہی مقدم ہے)۔

ف :- اس حدیث شریف سے بعض علماء نے استنباط کیا ہے کہ حسن سلوک اور احسان میں ماں کا حق تین حصے ہے اور باپ کا ایک حصہ اسلئے کہ حضورؐ نے تین مرتبہ ماں کو بتاکر چوتھی مرتبہ باپ کو بتایا اس کی وجہ علماء یہ بتاتے ہیں کہ اولاد کیلئے ماں تین مشقتیں برداشت کرتی ہے۔ حمل کی، جننے کی، دودھ پلانے کی۔ اسی وجہ سے فقہاء نے اسکی تصریح کی ہے کہ احسان اور سلوک میں ماں کا حق باپ پر مقدم ہے اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ اپنی ناداری کی وجہ سے دونوں کی ساتھ سلوک نہیں کرسکتا تو ماں کی ساتھ سلوک کرنا مقدم ہے البتہ اعزاز اور ادب تعظیم میں باپ کا حق ماں پر مقدم ہے۔[۱] اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عورت ہونے کی وجہ سے ماں احسان کی زیادہ محتاج ہوتی ہے اور ان دونوں کے بعد دوسرے رشتہ دار ہیں جسکی قرابت جتنی قریب ہوگی اتنا ہی مقدم ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اپنی ماں کی ساتھ حسن سلوک کی ابتدا کرو اوسکے بعد باپ کی ساتھ پھر بہن کی ساتھ پھر

---

[۱] مظاہر حق

بھائی کی ساتھ الاقرب فالاقرب ورا پنے پڑوسیوں اورحاجت مندوں کو نہ بھولنا۔ حضرت بہز بن حکیم اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے حضورؐ سے نقل کیا کہ حضور میں سلوک و احسان کس کی ساتھ کروں؟ حضورؐ نے فرمایا اپنی ماں کی ساتھ انھوں نے پھر یہی دریافت فرمایا حضورؐ نے پھر یہی جواب دیا اسی طرح تیسری مرتبہ بھی چوتھی مرتبہ میں حضورؐ نے فرمایا باپ کی ساتھ اوسکے بعد پھر دوسرے رشتہ دار جو جتنا قریب ہو اتنا ہی مقدم ہے۔ ایک اورحدیث میں ہے کہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے کوئی حکم دیں تاکہ تعمیل ارشاد کروں حضورؐ نے فرمایا کہ اپنی ماں کی ساتھ احسان کرو دوسری اور تیسری مرتبہ کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ باپ کی ساتھ احسان کرو[۲] ایک حدیث میں ہے کہ تین[۳] چیزیں ایسی ہیں جسمیں یہ پائی جائیں حق تعالےٰ شانہٗ مرنیکے وقت کو اسپر آسان کردیتے ہیں اور جنت میں اوسکو داخل کردیتے ہیں ضعیف پر مہربانی، والدین پر شفقت اور ماتحتوں پر احسان۔ ۵۳

(۲) عن انس رضؓ قال قال رسول الله صلّی اللّٰہُ علیہ وسلّم من احب ان یبسط لہٗ فی رزقہ وینسالہ فی اثرہ فلیصل رحمہ متفق علیہ۔ کذا فی المشکوٰۃ[۱]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اوسکے رزق میں وسعت کی جائے اور اوسکے نشانات قدم میں تاخیر کیجائے اوسکو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔

ف۔ نشاناتِ قدم میں تاخیر کئے جانیسے عُمر کی درازی مُراد لی جاتی ہے اسلئے کہ جس شخص کی جتنی عمر زیادہ ہوگی اتنے ہی زمانہ تک اوسکے چلنے سے نشانات قدم زمین پر پڑیں گے اور جو مرگیا اوسکے پاؤں کا نشان زمین سے مٹ گیا اسپر یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ عُمر ہر شخص کی متعین ہے قرآن پاک میں کئی جگہ یہ مضمون صراحت سے مذکور ہے کہ ہر شخص کا ایک مقررہ وقت ہے جسمیں ایک ساعت کی نہ تو تقدیم ہوسکتی ہے نہ تاخیر ہوسکتی ہے اسوجہ سے درازئ عمر کو بعض عُلمار نے وُسعت رزق کیطرح سے برکت پر محمول فرمایا ہے کہ اوسکے اوقات میں اسقدر برکت ہوتی ہے کہ جو کام دوسرے لوگ دنوں میں کرتے ہیں وہ گھنٹوں میں کرلیتا ہے اور جس کام کو دوسرے لوگ مہینوں میں کرتے ہیں وہ دنوں میں کرگذرتا ہے اور بعض علمار نے درازئ عمر سے اوسکا ذکرِ خیر مُراد لیا ہے کہ بہت دنوں تک اوسکے کارناموں کے نشانات اور ذکر خیر اوسکا جاری رہتا ہے بعض علمار نے لکھا ہے کہ اوسکی اولاد میں زیادتی ہوتی ہے جسکا سلسلہ اوسکے مرنیکے بعد دیر تک رہتا ہے اور یہی وجوہ اسکی ہوسکتی ہیں جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جنکا قول سچا ہے ارشاد برحق ہے اسکی اطلاع دی ہے تو صورت اسکی جو بھی ہو

---

[۱] کنز [۲] درمنثور [۳] مشکوٰۃ

اسکا حاصل ہونا یقینی ہے اور اللہ جل شانہ کی پاک ذات قادر مطلق اور مسبب الاسباب ہے اوسکو اسباب پیدا کرنا کیا مشکل ہے وہ ہر چیز کا جسکو وہ کرنا چاہے ایسا سبب پیدا کر دیتا ہے کہ عقلاء کی عقلیں دنگ رہجاتی ہیں اسلئے اسمیں نہ کوئی اشکال ہے نہ کوئی مانع ہے[1] مقدرات کا مسئلہ اپنی جگہ پر اٹل ہے لیکن اس دنیا کو اللہ جل شانہ نے دار الاسباب بنایا ہے اور ہر چیز کیلئے ظاہری یا باطنی سبب پیدا کیا ہے اگر ہیضہ کے بیمار کیلئے حکیم ڈاکٹر وغیرہ کیلئے ایک ایک منٹ میں آدمی دوڑ سکتا ہے کہ شاید اس دوا سے فائدہ ہو اوس دوا سے فائدہ ہو کیوں تا کہ عمر باقی رہے حالانکہ وہ ایک مقررہ متعینہ چیز ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ بقاء عمر کیلئے اوس سے زیادہ جدوجہد صلہ رحمی میں نہ کیجائے اسلئے کہ اسکا بقاء اور طول عمر کیلئے سبب ہونا یقینی ہے اور ایسے حکیم کا ارشاد ہے جسکے نسخہ میں نہ کبھی غلطی ہوئی ہو اور ان معمولی حکیم ڈاکٹروں کے نسخوں اور تشخیص میں غلطیوں کے سیکڑوں احتمالات ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پاک ارشاد جو اوپر گزرا مختلف احادیث میں مختلف عنوانات سے وارد ہوا ہے اسلئے اسمیں تردد نہیں۔ ایک حدیث میں حضرت علیؓ سے نقل کیا گیا کہ جو شخص ایک بات کا ذمہ لے لے میں اوس کیلئے چار باتوں کا ذمہ لیتا ہوں۔ جو شخص صلہ رحمی کرے اوسکی عمر دراز ہوتی ہے اعزہ اوس سے محبت کرتے ہیں رزق میں اوسکے وسعت ہوتی ہے اور جنت میں داخل ہوتا ہے[2] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے فرمایا کہ تین باتیں بالکل حق اور پکی ہیں، ۱۔ جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وہ چشم پوشی کرے اوسکی عزت بڑھتی ہے۔ ۲۔ جو شخص مال کی زیادتی کے لئے سوال کرے اوسکے مال میں کمی ہوتی ہے۔ ۳۔ جو شخص عطا اور صلہ رحمی کا دروازہ کھول دے اوسکے مال میں کثرت ہوتی ہے[3] فقیہ ابو اللیثؒ فرماتے ہیں کہ صلہ رحمی میں دس چیزیں قابل مدح ہیں اول یہ کہ اسمیں اللہ جل شانہ عم نوالہ کی رضا و خوشنودی ہے کہ اللہ پاک کا حکم صلہ رحمی کا ہے۔ دوسرے رشتہ داروں پر مسرت پیدا کرنا ہے اور حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ افضل ترین عمل مؤمن کو خوش کرنا ہے۔ تیسرے اس سے فرشتوں کو بھی بہت مسرت ہوتی ہے۔ چوتھے مسلمانوں کیطرف سے اس شخص کی مدح اور تعریف ہوتی ہے۔ پانچویں شیطان علیہ اللعنۃ کو اس سے بڑا رنج و غم ہوتا ہے۔ چھٹے اسکی وجہ سے عمر میں زیادتی ہوتی ہے۔ ساتویں رزق میں برکت ہوتی ہے۔ آٹھویں مردوں کو اس سے مسرت ہوتی ہے کہ باپ دادا جنکا انتقال ہو گیا اونکو جب اسکی خبر ہوتی ہے تو انکو بڑی خوشی اس سے ہوتی ہے۔ نویں آپس کے تعلقات میں اس سے قوت ہوتی ہے جب تم کسی کی مدد کرو گے اوس پر احسان کرو گے تمھاری ضرورت اور مشقت کے وقت میں وہ دل سے تمھاری اعانت کرنے کا خواہشمند

---

[1] مظاہر حق [2] کنز [3] در منثور بروایۃ ابی داؤد

ہوگا۔ دسویں مرنیکے بعد تمھیں ثواب ملتا رہیگا کہ جسکی بھی تم مدد کروگے تمھارے مرنیکے بعد وہ ہمیشہ تمھیں یاد کرکے دُعائے خیر کرتا رہے گا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن رحمٰن کے عرش کے سایہ میں تین قسم کے آدمی ہونگے ایک صلہ رحمی کرنے والا کہ اوس کیلئے دُنیا میں بھی اوسکی عمر بھی بڑھائی جاتی ہے رزق میں بھی وسعت کیجاتی ہے اور اوسکی قبر میں بھی وسعت کردی جاتی ہے دوسرے وہ عورت جسکا خاوند مرگیا ہو اور وہ چھوٹی اولاد کی پرورش کی خاطر انکے جوان ہونے تک نکاح نہ کرے تاکہ انکی پرورش میں مشکلات پیدا نہ ہوں۔ تیسرے وہ شخص جو کھانا طیار کرے اور یتامیٰ مساکین کی دعوت کرے۔ حضرت حسنؒ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ دو قدم اللہ کے یہاں بہت محبوب ہیں ایک وہ قدم جو فرض نماز ادا کرنیکے لئے اُٹھا ہو دوسرا وہ قدم جو کسی محرم کی مُلاقات کیلئے اُٹھا ہو۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جن پر دوام اور استقلال سے اللہ جل شانہ کے یہاں ایسی نیکیاں ملتی ہیں جیسے کہ اونچے اونچے پہاڑ اور انکی وجہ سے رزق میں بھی وسعت ہوتی ہے۔ ایک صدقہ کی مداومت تھوڑا ہو یا زیادہ، دوسرے صلہ رحمی پر مداومت چاہے قلیل ہو یا کثیر، تیسرے اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا، چوتھے ہمیشہ باوضو رہنا، پانچویں والدین کی فرمانبرداری پر مداومت کرنا[1] ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس عمل کا ثواب و بدلہ سب سے جلدی ملتا ہے وہ صلہ رحمی ہے۔ بعض آدمی گنہگار ہوتے ہیں لیکن صلہ رحمی کیوجہ سے انکے مالوں میں بھی برکت ہوتی ہے اور انکی اولاد میں بھی[2] ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ طریقے کے موافق کرنا اور معروف (بھلائی) کا اختیار کرنا، والدین کی ساتھ احسان کرنا اور صلہ رحمی آدمی کو بدبختی سے نیک بختی کی طرف پھیر دیتا ہے عمر میں زیادتی کا سبب ہے اور بُری موت سے حفاظت ہے[3] عمر میں اور رزق میں زیادتی جتنی کثرت سے روایات میں ذکر کی گئی ہے اوسکا نمونہ معلوم ہوگیا اور یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جن پر ہر شخص مرتا ہے اور دُنیا کی ساری کوششیں انھیں دو چیزوں کی خاطر ہیں۔ حضورؐ نے ان دونوں کیلئے بہت سہل تدبیر بتادی کہ صلہ رحمی کیا کرے دونوں تمنائیں حاصل ہونگی۔ اگر حضورؐ کے ارشاد کے حق ہونے پر یقین ہے تو پھر عمر اور رزق کی زیادتی کے خواہشمندوں کو اس نسخہ پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنا چاہئے اور جو میسّر ہو اقربا پر خرچ کرنا چاہئے کہ رزق میں زیادتی کے وعدہ سے اوس کا بدل بھی ملے گا اور عمر میں اضافہ مُفت میں ہے۔

(۳) عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من ابر البر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ باپ کے ساتھ حُسن سلوک کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ

[1] تنبیہ الغافلین [2] احیاء [3] کنز

صلة الرّجل اهل ودابيه بعد ان يولى رواه مسلم كذا فى المشكوٰة

اوسکے چلے جانیکے بعد اوسکے ساتھ تعلقات رکھنے والوں کیساتھ حُسن سلوک کرے۔

ف: چلے جانیسے مُراد عارضی چلاجانا بھی ہوسکتا ہے اور مستقل چلا جانا یعنی مرجانا بھی ہوسکتا ہے اور یہ درجہ بڑھا ہوا اسلئے ہے کہ زندگی میں تو اوسکے دوستوں کی ساتھ حُسن سلوک میں اپنے ذاتی اغراض کا شائبہ بھی ہوسکتا ہے کہ انکے ساتھ تعلق کی قوت اور اچھا سلوک ان اغراض کے پورا ہونے میں معین ہوگا جو والد سے وابستہ ہیں لیکن باپ کے مرنیکے بعد انکی ساتھ سلوک اور احسان کرنا اپنے ذاتی اغراض سے بالاتر ہوتا ہے اسمیں باپ ہی کا احترام خالص رہ جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے ابن دینارؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ مکہ کے راستہ میں تشریف لیجا رہے تھے راستہ میں ایک بدو جاتا ہُوا نظر پڑگیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اوسکو اپنی سواری دے دی اور اپنے سر مُبارک سے عمامہ اُتار کر اوسکی نذر کردیا۔ ابن دینارؒ نے عرض کیا کہ حضرت یہ شخص تو اس سے کم درجہ احسان پر بھی بہت خوش ہوجاتا (آپنے عمامہ بھی دے دیا اور سواری بھی) حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اسکا باپ میرے باپ کے دوستوں میں تھا اور میں نے حضورؐ سے یہ سُنا کہ بہترین صلہ آدمی کا اپنے باپ کے دوستوں پر احسان کرنا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو حضرت ابن عمرؓ مجھ سے ملنے تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ تمھیں معلوم ہے میں کیوں آیا؟ میں نے حضورؐ سے سُنا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اپنے باپ کے ساتھ اوسکی قبر میں صلہ رحمی کرے اوسکو چاہیئے کہ اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور میرے باپ عمرؓ میں اور تمھارے والد میں دوستی تھی اسلئے آیا ہوں[1] کہ دوست کی اولاد بھی دوست ہی ہوتی ہے ایک اور حدیث میں ہے حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھے قبیلہ بنو سلمہ کے ایک صاحب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے والدین کے انتقال کے بعد انکی ساتھ حُسن سلوک کا کوئی درجہ باقی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں ہاں ان کیلئے دُعائیں کرنا انکی مغفرت کی دُعا مانگنا انکے عہد کو جو کسی سے کر رکھا ہو پورا کرنا اور انکے رشتہ داروں کی ساتھ حُسن سلوک کرنا اونکے دوستوں کا احترام کرنا[2] ایک اور حدیث میں اس قصہ کے بعد ہے اوس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیسی بہترین اور بڑھیا بات ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تو پھر اسپر عمل کرو[3]

(۴) عن انس رضـ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان العبد ليموت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے ماں باپ دونوں یا ان میں سے

[1] ترغیب [2] مشکوٰۃ بروایۃ ابی داؤد [3] ترغیب

والداہ او احدھما وانہ لھما لعاق فلا یزال یدعو لھما ویستغفر لھما حتی یکتبہ اللہ بارا رواہ البیہقی فی الشعب کذا فی المشکوٰۃ

کوئی ایک مرجائے اور وہ شخص انکی نافرمانی کرنے والا ہو تو اگر وہ ان کیلئے ہمیشہ دعائے مغفرت کرتا ہے اس کے علاوہ ان کیلئے اور دعائیں کرتا ہے تو وہ شخص فرمانبرداروں میں شمار ہوجائے گا۔

ف : یہ اللہ تعالیٰ کا کسقدر انعام واحسان اور لطف وکرم ہے کہ والدین کی زندگی میں بسا اوقات ناگوار امور پیش آجاتے ہیں دلوں میں میل آجاتا ہے لیکن جتنا بھی رنج ہوجائے والدین ایسی چیز نہیں جنکے مرنیکے بعد بھی دلوں میں رنج رہے انکے احسانات یاد آکر آدمی بے تاب نہ ہوجائے لیکن اب وہ مرگئے اب کیا تلافی ہوسکتی ہے اللہ جل شانہ نے اپنے فضل سے اوسکا دروازہ بھی کھول دیا کہ انکے مرنیکے بعد ان کے لئے دعائیں کرے انکی مغفرت کو اللہ سے مانگتا رہے ان کیلئے ایصالِ ثواب جانی اور مالی کرتا رہے کہ یہ انکی زندگی کے زمانہ میں جو انکے حقوق ضائع ہوئے ہیں اسکی تلافی کردے گا اور بجائے نافرمانوں میں شمار ہونیکے فرمانبرداروں میں شمار ہوجائے گا یہ اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ ہاتھ سے وقت نکل جانیکے بعد بھی اوسکا راستہ کھولدیا کس قدر بے غیرتی اور دلی قساوت ہوگی اگر اس موقعہ کو بھی ہاتھ سے کھو دیا جائے ایسا کون ہوگا جس سے ہمیشہ والدین کی رضا ہی کے کام ہوتے رہے ہوں اور ادا حقوق میں کوتاہی تو کچھ نہ کچھ ہوتی ہی ہے اگر اپنا معمول اور کوئی ضابطہ ایسا مقرر کرلیا جائے جس سے انکو ثواب پہونچتا رہے تو کس قدر اعلیٰ چیز حاصل ہوسکتی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے والدین کیطرف سے حج کرے تو یہ ان کیلئے حج بدل ہوسکتا ہے ان کی روح کو آسمان میں اسکی خوشخبری دی جاتی ہے اور یہ شخص اللہ کے نزدیک فرمانبرداروں میں شمار ہوتا ہے اگرچہ پہلے سے نافرمان ہو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص اپنے والدین میں سے کسی کیطرف سے حج کرے تو ان کیلئے ایک حج کا ثواب ہوتا ہے اور حج کرنیوالے کیلئے دس حجوں کا ثواب ہوتا ہے[1] علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ یہ دعا پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ الْكِبْرِيَاۤءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ الْعَظَمَةُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ هُوَ الْمَلِكُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ النُّوْرُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

---

[1] رحمۃ المہداۃ

اور اسکے بعد یہ دُعا کرے کہ یا اللہ اسکا ثواب میرے والدین کو پہونچا دے اوسنے والدین کا حق ادا کر دیا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی اگر کوئی نفلی صدقہ کرے تو اوسمیں کیا حرج ہے کہ اوسکا ثواب اپنے والدین کو بخشدیا کرے بشرطیکہ وہ مُسلمان ہوں کہ اس صورت میں اونکو ثواب پہونچ جائے گا اور صدقہ کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی [۱] اس حدیث شریف کے موافق کچھ کرنا بھی نہیں پڑتا جو کچھ بھی کسی موقع پر خرچ کیا جائے اوسکا ثواب اپنے والدین کو پہونچا دیا کرے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وس پاک ذات کی قسم جسنے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حق بات کی ساتھ بھیجا ہے یہ اللہ کے پاک کلام میں ہے کہ جو شخص تیرے باپ کی ساتھ صلہ رحمی کرتا ہو تُو اوسکے ساتھ قطع رحمی نہ کر اس سے تیرا نُور جاتا رہے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو اپنے والدین کی یا ان میں سے ایک کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرے اوسکی مغفرت کی جائے گی اور وہ فرمانبرداروں میں شمار ہوگا اوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہونچی ہے کہ جو شخص اپنے والدین کی زندگی میں نافرمان ہو پھر اونکے انتقال کے بعد ان کیلئے استغفار کرے اگر ان کے ذمہ قرض ہو تو اوسکو ادا کرے اور انکو بُرا نہ کہے تو وہ فرماں برداروں میں شمار ہو جاتا ہے اور جو شخص والدین کی زندگی میں فرمانبردار تھا لیکن انکے مرنیکے بعد انکو بُرا بھلا کہتا ہے انکا قرض بھی ادا نہیں کرتا ان کیلئے استغفار بھی نہیں کرتا وہ نافرمان شمار ہو جاتا ہے۔ [۲]

(۵) عن سراقة بن مالك رضي الله عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم قال الا ادلكم على افضل الصدقة ابنتك مردودة اليك ليس لها كاسب غيرك رواه ابن ماجة كذا في المشكوة

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں بہترین صدقہ بتاتا ہوں تیری وہ لڑکی (اسکا محل) ہے جو لوٹ کر تیرے ہی پاس آگئی ہو اور اوس کیلئے تیرے سوا کوئی کمانیوالا نہ ہو (کہ ایسی لڑکی پر جو بھی خرچ کیا جائیگا وہ بہترین صدقہ ہے)

ف۔ لوٹ کر آجانیسے مُراد یہ ہے کہ لڑکی نکاح کر دیا تھا اوسکے خاوند کا انتقال ہوگیا یا خاوند نے طلاق دے دی یا کوئی اور عارضہ ایسا پیش آگیا جس کیوجہ سے وہ لڑکی پھر باپ کے ذمہ ہوگئی تو اوسکی خبر گیری اوس پر خرچ کرنا افضل ترین صدقہ ہے، اور اسکا افضل ہونا صاف ظاہر ہے کہ اسمیں ایک صدقہ ہے دوسرے مصیبت زدہ کی امداد ہے تیسرے صلہ رحمی ہے چوتھے اولاد کی خبر گیری ہے پانچویں غمزدہ کی دلداری ہے کہ اولاد کا ابتدا میں والدین کے ذمہ ہونا رنج کے بجائے خوشی کا سبب ہوتا ہے لیکن اوسکا اپنا گھر ہو جانیکے بعد اپنا ٹھکانا بنجانے کے بعد پھر والدین کے ذمہ

[۱] کنز [۲] در منثور

ہو جانا زیادہ رنج کا سبب ہوا کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مصیبت زدہ کی فریاد رسی کرے اوس کیلئے تہتر ۷۳ درجے مغفرت کے لکھے جاتے ہیں جن میں سے ایک میں اوسکے تمام امور کی اصلاح اور درستی ہے اور بہتر ۷۲ درجے اوس کیلئے قیامت میں ترقیات کا سبب ہیں۔ اس مضمون کی بہت سی روایات پہلی فصل کی احادیث میں ع۲۶ کے ذیل میں گذر چکیں۔ اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ میرے پہلے خاوند ابوسلمہ کی جو اولاد میرے پاس ہے ان پر خرچ کرنے کا بھی مجھے ثواب ملے گا وہ تو میری ہی اولاد ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ان پر خرچ کیا کر اسکا تجھے ثواب ملے گا[1] اور اولاد پر رحمت اور شفقت تو بغیر اوسکی احتیاج اور ضرورت کے بھی مستقل مندوب اور مطلوب ہے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دونوں نواسے حضرت حسین حضرت حسین رضی اللہ عنہما میں سے ایک موجود تھے حضورؐ نے اونکو پیار کیا اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ قبیلہ تمیم کا سردار بھی وہاں موجود تھا کہنے لگا کہ میرے دس ۱۰ بیٹے ہیں میں نے ان میں سے کبھی بھی کسی کو پیار نہیں کیا۔ حضورؐ نے اوسکی طرف تیز نگاہ سے دیکھا اور فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اوس پر رحم کیا بھی نہیں جاتا۔ ایک اور حدیث میں ہے ایک بدو نے عرض کیا کہ تم بچوں کو پیار کرتے ہو ہم تو نہیں کرتے حضورؐ نے فرمایا میں اسکا کیا علاج کروں کہ اللہ نے تیرے دل سے رحمت کا مادہ نکال دیا[2]۔ اولاد ہونے کے علاوہ اوسکا مصیبت زدہ ہونا مستقل اجر کا سبب ہے۔

(۶) عن سلیمان بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصدقۃ علی المسکین صدقۃ وھی علی ذی الرحم ثنتان صدقۃ وصلۃ رواہ احمد والترمذی وغیرھما کذا فی المشکوٰۃ[1]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غریب پر صدقہ کرنا صرف صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی دو چیزیں ہو گئیں۔

ف ۔ جہاں تک اہلِ قرابت اور رشتہ داروں کا تعلق ہے اون پر صدقہ عام غرباء سے صدقہ پر مقدم ہے اور افضل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مختلف روایات میں مختلف عنوانات سے یہ مضمون بھی بہت کثرت سے نقل کیا گیا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایک اشرفی تو اللہ کے راستہ میں خرچ کرے ایک اشرفی تو غلام کے آزاد کرنے میں خرچ کرے ایک اشرفی تو کسی فقیر کو دے ایک اشرفی تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے ان میں سب سے افضل یہی ہے جو تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے (بشرطیکہ محض اللہ کے واسطے خرچ کیا جائے اور وہ ضرورت مند بھی ہوں جیسا کہ آگے آرہا ہے)۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

---

[1] مشکوٰۃ [2] ترغیب

نے ایک باندی آزاد کی حضورؐ نے فرمایا کہ اگر اوسکو اپنے ماموں کو دے دیتیں تو زیادہ ثواب ہوتا ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو خاص طور سے صدقہ کرنے کی ترغیب دی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مشہور صحابیؓ اور فقہاء صحابہؓ میں ہیں انکی اہلیہ حضرت زینبؓ نے انسے کہا کہ آج حضورؐ نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے تمھاری مالی حالت کمزور ہے اگر تم حضورؐ سے جاکر یہ دریافت کرلو کہ میں صدقہ کا مال تمھیں دے دوں تو یہ کافی ہے یا نہیں انھوں نے فرمایا کہ تم خود ہی جاکر دریافت کرلو دکہ انکو اپنی ذات کیلئے دریافت کرنے میں غالباً حجاب اور خود غرضی کا خیال ہوا ہوگا حضرت زینبؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں وہاں دروازہ پر دیکھا کہ ایک اور عورت بھی کھڑی ہیں اور وہ بھی یہی مسئلہ دریافت کرنا چاہتی ہیں لیکن حضورؐ کے رعب کیوجہ سے دریافت کرنے کی ہمت نہ ہوئی اتنے میں حضرت بلالؓ آگئے ان دونوں نے انسے درخواست کی کہ حضورؐ سے عرض کردیں کہ ۲ دو عورتیں کھڑی ہیں اور یہ دریافت کرتی ہیں کہ اگر وہ اپنے خاوندوں پر اور جو یتیم بچے پہلے خاوندوں سے انکے پاس ہیں ان پر صدقہ کردیں تو یہ کافی ہے؟ حضرت بلالؓ نے حضورؐ سے پیام پہونچایا حضورؐ نے دریافت فرمایا کون عورتیں ہیں؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ ایک فلاں عورت انصاریہ ہیں اور ایک عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی زینبؓ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں انکے لئے دوگنا ثواب ہے صدقہ کا بھی اور قرابت کا بھی [۱] حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے کسی بھائی کی ایک درہم سے مدد کروں یہ مجھے زیادہ پسند ہے دوسرے پر بیس [۲۰] درہم خرچ کرنے سے اور میں دوسرے پر سو [۱۰۰] درہم خرچ کردوں یہ زیادہ محبوب ہے ایک غلام آزاد کرنے سے [۲] ایک حدیث میں ہے کہ جب آدمی خود ضرورت مند ہو تو وہ مقدم ہے جب اپنے سے زائد ہو تو عیال مقدم ہے اوس سے زائد ہو تو دوسرے رشتہ دار مقدم ہیں انسے زائد ہو تو پھر ادھر اُدھر خرچ کرے۔ [۳] یہ مضمون کنزالعمال وغیرہ میں کئی روایات میں ذکر کیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ دوسروں کو مؤخر کرنا جب ہی ہے جب کہ اپنے کو اور اپنے اہل وعیال کو احتیاج زیادہ ہو اور اگر اپنے سے زیادہ محتاج دوسرے ہوں یا خود باوجود احتیاج کے صبر پر قادر ہے اور اللہ پر اعتماد کامل ہے تو دوسروں کو مقدم کردینا کمال کا درجہ ہے۔ پہلی فصل کی آیات میں ع ۲۸ پر ویؤثرون علیٰ انفسہم کے ذیل میں یہ مضمون مفصل گذر چکا ہے۔ حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تمھیں اپنا اور اپنی بیوی حضرت فاطمہؓ کا جو حضورؐ کی سب سے زیادہ لاڈلی اولاد تھیں قصہ سناؤں وہ میرے گھر رہتی تھیں خود چکی پیستیں جسکی وجہ سے ہاتھوں میں گٹے پڑگئے خود پانی بھر کر لاتیں جسکی وجہ سے مشکیزہ کی رگڑ سے

---

[۱] مشکوٰۃ [۲] احیاء۔ اتحاف [۳] کنز۔

بدن پر رسّی کے نشان پڑ گئے خود گھر میں جھاڑو وغیرہ دیتیں جس سے کپڑے میلے رہتے خود کھانا پکاتیں جس سے دھوئیں کے اثر سے کپڑے کالے رہتے غرض ہر قسم کی مشقتیں اُٹھاتی رہتی تھیں ایک مرتبہ حضورؐ کے پاس کچھ باندی غلام وغیرہ آئے تو میں نے کہا کہ تم بھی جا کر ایک خادم مانگ لو کہ اس مشقت سے کچھ امن ملے وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں وہاں کچھ مجمع تھا شرم کیوجہ سے کچھ عرض نہ کر سکیں واپس چلی آئیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ سے عرض کر کے چلی آئیں دوسرے دن حضورؐ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ فاطمہ تم کل کیا کہنے گئی تھیں وہ تو شرم کیوجہ سے چپکی ہو گئیں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے انکی ساری حالت پانی وغیرہ بھرنے کی بیان کر کے عرض کیا کہ میں نے انکو بھیجا تھا کہ ایک خادم آپ سے مانگ لیں حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں خادم سے بہتر چیز بتاؤں جب سونے لیٹا کرو تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھا کرو یہ خادم سے بڑھکر ہے[1] ایک اور حدیث میں اس قصہ میں حضورؐ کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا کہ میں تمہیں ایسی حالت میں ہرگز نہیں دے سکتا کہ اہلِ صفہ کے پیٹ بھوک کیوجہ سے لپٹ رہے ہیں میں ان غلاموں کو بیچکر انکی قیمت اہلِ صفہ پر خرچ کرونگا[2]

(۷) عن اسماء بنت ابی بکرؓ قالت قدمت علیّ امی وھی مشرکۃ فی عھد قریش فقلت یا رسول ان امی قدمت علی وھی راغبۃ افاصلھا قال نعم صلیھا متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جس زمانہ میں حضورؐ کا قریش سے معاہدہ ہو رہا تھا اوسوقت میری کافر والدہ (مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ) آئیں میں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ میری والدہ (میری اعانت کی) طالب بنکر آئی ہیں انکی اعانت کر دوں حضورؐ نے فرمایا ہاں انکی اعانت کرو۔

ف۔ ابتداء زمانہ میں کفار کیطرف سے مسلمانوں پر جسقدر مظالم ہوئے وہ بیان سے باہر ہیں تواریخ کی کُتب انسے پُر ہیں حتیٰ کہ مسلمانوں کو مجبور ہو کر مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنی پڑی مدینہ منورہ پہونچنے کے بعد بھی مشرکین کیطرف سے ہر طریقہ سے لڑائی اور ایذا رسانی کا سلسلہ رہا۔ حضور اقدسؐ صحابہؓ کی ایک جماعت کے ساتھ محض عُمرہ کرنے کی نیت سے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو کافروں نے مکہ میں داخل بھی نہ ہونے دیا باہر ہی سے واپس ہونا پڑا لیکن اسوقت آپسمیں ایک معاہدہ چند سال کیلئے ہو گیا تھا جسمیں چند سال کیلئے کچھ شرائط پر آپسمیں لڑائی نہ ہونے کا فیصلہ ہوا تھا مشہور قصہ ہے اوسی معاہدہ کیطرف حضرت اسماءؓ نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا کہ جس زمانہ میں قریش سے معاہدہ ہو رہا تھا اوس معاہدہ کے زمانہ میں حضرت ابوبکرؓ کی ایک بیوی جو حضرت اسماءؓ کی

---

[1] ابو داؤد [2] فتح الباری

والدہ تھیں اور مسلمان نہیں ہوئی تھیں اپنی بیٹی حضرت اسماءؓ کے پاس کچھ اعانت کی خواہش لے کر گئیں۔ چونکہ وہ مشرک تھیں اسلئے حضرت اسماءؓ کو اشکال پیش آیا کہ انکی اعانت کیجائے یا نہیں اسلئے حضورؐ سے دریافت کیا، حضورؐ نے اعانت کا حکم فرمایا امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس قصہ سے معلوم ہوا کہ کافر رشتہ داروں کی صلہ رحمی بھی مال سے ضروری ہے جیسا کہ مسلمان رشتہ داروں کی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اسی قصہ میں قرآن پاک کی آیت لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ (ممتحنہ ع ۱) نازل ہوئی [۱] جسکا ترجمہ یہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ تمکو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارہ میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے انھوں نے نہیں نکالا اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں"۔ حضرت اقدس حکیم الامۃ مولانا تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ مراد وہ کافر ہیں جو ذمی یا مصالح ہوں یعنی محسنانہ برتاؤ انسے جائز ہے اور اسی کو منصفانہ برتاؤ فرمایا پس انصاف سے مراد خاص انصاف ہے یعنی انکی ذمیت یا مصالحت کے اعتبار سے انصاف اسی کو متقاضی ہے کہ انکے ساتھ احسان سے دریغ نہ کیا جائے ورنہ مطلق انصاف تو ہر کافر بلکہ جانور کے ساتھ بھی واجب ہے [۲]۔ حضرت اسماءؓ کی یہ والدہ جنکا نام قیلہ یا قتیلہ بنت عبدالعزیٰ ہے چونکہ مسلمان نہ ہوئی تھیں اسلئے حضرت ابوبکرؓ نے انکو طلاق دے دی تھی۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ کچھ گھی پنیر وغیرہ ہدیہ کے طور پر لے کر اپنی بیٹی حضرت اسماءؓ کے پاس گئیں انھوں نے انکو اپنے گھر میں داخل نہ ہونے دیا اور اپنی علاتی ہمشیرہ حضرت عائشہؓ کے پاس مسئلہ دریافت کرنیکے لئے آدمی بھیجا کہ حضورؐ سے دریافت کر کے اطلاع دیں حضورؐ نے اجازت فرمادی اور یہ آیت شریفہ اسی قصہ میں نازل ہوئی [۳]۔ یہ ان حضرات کی دین پر پختگی اور قابل رشک جذبہ تھا کہ ماں گھر پر آئی ہے محض بیٹی سے ملنے کے واسطے آئی ہے کہ اوسوقت تک اعانت کی طلب کا تو وقت ہی نہ آیا تھا لیکن حضرت اسماءؓ نے مسئلہ تحقیق کرنے کیلئے آدمی دوڑا دیا کہ میں اپنی ماں کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے سکتی ہوں یا نہیں متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ صحابہ کرامؓ غیر مسلموں پر صدقہ کرنا ابتداء میں پسند نہیں کرتے تھے جسپر حق تعالیٰ شانہٗ نے آیت شریفہ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ الآیۃ (بقرہ ع ۳۷) نازل فرمائی کہ آپکے ذمہ انکی ہدایت نہیں ہے یہ

---

[۱] فتح الباری [۲] بیان القرآن [۳] فتح درمنثور

توخدا تعالےٰ کا کام ہے جسکو چاہیں ہدایت پر لادیں جو کچھ تم خیرات وغیرہ، خرچ کرتے ہو اپنے نفع کے واسطے کرتے ہو اور اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی کے علاوہ کسی اور فائدہ کی غرض سے نہیں کرتے یعنی تم تو صدقہ وغیرہ اللہ تعالےٰ شانہٗ کی رضا کے واسطے کرتے ہو اوس میں ہر حاجت مند داخل ہے کافر ہو یا مُسلمان ہو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لوگ اپنے کافر رشتہ داروں پر احسان کرنا پسند نہیں کرتے تھے تاکہ وہ بھی مُسلمان ہو جائیں انھوں نے اس بارہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا اوسپر یہ آیت شریفہ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ۔ نازل ہوئی اور بھی متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے[1] امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ ایک مجوسی حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کا مہمان بننے کی درخواست کی آپ نے فرمادیا کہ اگر تُو مسلمان ہوجائے تو میں تیری مہمانی قبول کرتا ہُوں وہ مجوسی چلا گیا۔ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ ابراہیم تم ایک رات کا کھانا تبدیلیٔ مذہب بغیر نہ کھِلا سکے ہم ستّر برس سے اوس کے کفر کے باوجود اوس کو کھانا دے رہے ہیں ایک وقت کا کھانا کھِلا دیتے تو کیا مضائقہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام فوراً اوس کی تلاش میں دوڑنے لگے وہ مِل گیا اوس کو اپنے ساتھ واپس لائے اور اوس کو کھانا کھِلایا۔ اوس مجوسی نے پوچھا کہ کیا بات پیش آئی کہ تم خود مجھے تلاش کرنے نکلے۔ حضرت ابراہیمؑ نے وحی کا قصّہ سُنایا وہ مجوسی کہنے لگا اوس کا میرے ساتھ یہ معاملہ ہے تو مجھے اسلام کی تعلیم دیجئے۔ اور اسی وقت مُسلمان ہوگیا[2] ایک حدیث میں ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں کسی شخص کو کوئی گنجائش نہیں۔ ع۱ والدین کی ساتھ احسان کرنا چاہیے والدین مسلمان ہوں یا کافر۔ ع۲ جس سے عہد کرلیا جائے اوسکو پورا کرنا چاہیے مسلمان سے عہد کیا ہو یا کافر سے۔ ع۳ امانت کو واپس کرنا چاہیے مُسلمان کی امانت ہو یا کافر کی[3] محمد بن الحنفیہؒ عطاءؒ اور قتادہؒ تینوں حضرات سے یہ نقل کیا گیا کہ حق تعالےٰ شانہٗ کے پاک ارشاد اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰۗىِٕكُمْ مَّعْرُوْفًا (احزاب ع۱) میں مُسلمان کی یہود و نصاریٰ غیر مُسلِم رشتہ داروں کے لئے وصیّت مُراد ہے۔[4]

(۸) عَن انس وعبد اللہؓ قالا قال رسولُ اللہِ صَلَّی اللہ علیہ وسلّم الخلق عیال اللہ فاحب الخَلقِ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مخلوق ساری کی ساری اللہ تعالےٰ کی عیال ہے پس اللہ تعالےٰ کو وہ شخص بہت محبوب ہے جو اوس کی

[1] درمنثور [2] احیاء [3] جامع الصغیر [4] مغنی

الی اللہ من احسن الی عیالہ رواہ البیہقی فی الشعب کذا فی المشکوٰۃ	عیال کے ساتھ احسان کرے۔ ف۔ مخلوق کے اندر مسلمان کافر انسان حیوان

سب ہی داخل ہیں ہر مخلوق کی ساتھ احسان کا برتاؤ کرنا اسلام کی تعلیم ہے اور اللہ جل شانہ کو محبوب ہے پہلی فصل کے ع۱۱ پر یہ حدیث گذر چکی کہ ایک فاحشہ عورت کی اس پر بخشش ہوگئی کہ اوس نے پیاسے کتے کو پانی پلایا۔ دوسری فصل کی ع۸ پر یہ حدیث گذری ہے کہ ایک عورت کو اس بنار پر عذاب ہوا کہ اوس نے ایک بلی پال رکھی تھی اور اوس کو کھانے کو نہ دیا۔ جب جانوروں کا یہ حال ہے تو آدمی تو اشرف المخلوقات ہے اوس پر احسان اور اچھے برتاؤ کا کیا کچھ اجر ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے:۔ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ "تم زمین پر رہنے والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والے رحم کریں گے"۔ دوسری حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص آدمیوں پر رحم نہیں کرتا اللہ جل شانہ، اوس پر رحم نہیں فرماتا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رحم اوسی شخص کے دل سے نکالا جاتا ہے جو بدبخت ہو[1] خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی ساری دُنیا کے لئے رحمت تھی۔ آپؐ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ اس کی شہادت دیتا ہے اُمت کے لئے ضروری ہے کہ حضورؐ کی زندگی کے واقعات کی تحقیق کرے اور اوس کا اتباع کرے حق تعالےٰ شانہ، کا پاک ارشاد ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ (انبیاء ع۷) "اور ہم نے آپ کو اور کسی بات کے لئے نہیں بھیجا مگر دُنیا جہان کے لوگوں پر مہربانی کرنے کے لئے"۔ حضرت ابن عباسؓ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جو لوگ حضورؐ پر ایمان لے آئے ان کے لئے تو آپ کا وجود دُنیا اور آخرت کی رحمت ہے ہی لیکن جو لوگ ایمان نہیں لائے ان کے لئے بھی آپ کا وجود اس لحاظ سے رحمت ہے کہ وہ پہلی اُمتوں کی طرح دُنیا کے عذاب مسخ ہو جانے سے زمین میں دھنس جانے سے آسمانوں سے پتھر برسنے سے محفوظ ہو گئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے حضورؐ سے درخواست کی کہ قریش نے مسلمانوں کو بہت اذیت پہونچائی بہت نقصانات دیئے آپ ان (لوگوں) پر بددُعا فرمائیں حضورؐ نے فرمایا کہ میں بددُعائیں دینے کیلئے نہیں بھیجا گیا میں لوگوں کے لئے

---

[1] مشکوٰۃ

رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور بھی متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے [۱] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف کے سفر کا جانگداز واقعہ حکایات [۲] صحابہ رضہ کے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ ان بدنصیبوں نے کتنی سخت سخت تکلیفیں پہنچائیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے خون جاری ہو گیا اور اس پر جب اس فرشتہ نے جو پہاڑوں پر متعین تھا آکر درخواست کی کہ اگر آپ فرماویں تو دونوں جانب کے پہاڑوں کو ملا دوں جس سے یہ سب بیچ میں کچل جائیں گے تو حضور صہ نے فرمایا کہ مجھے اللہ کی ذات سے یہ امید ہے کہ اگر یہ لوگ مسلمان نہ بھی ہوں تو ان کی اولاد میں سے کچھ لوگ اللہ کا نام لینے والے پیدا ہو جائیں گے۔ اُحد کی لڑائی میں جب حضور صہ پر سخت حملہ کیا گیا۔ حضور صہ کا دندان مبارک شہید ہو گیا۔ لوگوں نے کفار پر بد دعا کی درخواست کی۔ حضور صہ نے ارشاد فرمایا۔ یا اللہ میری قوم کو ہدایت فرما کہ یہ لوگ ناواقف ہیں۔ حضرت عمر رضنے عرض کیا۔ یارسول اللہ اگر آپ بھی حضرت نوح علیہ السلام کی طرح بد دعا فرما دیتے تو ہم سب کے سب ہلاک ہو جاتے کہ آپ کو ہر قسم کی تکلیفیں پہنچائی گئیں لیکن آپ ہر وقت یہی فرماتے رہے کہ یا اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما کہ وہ جانتے نہیں۔ قاضی عیاض رح فرماتے ہیں کہ ان حالات کو بڑے غور سے دیکھنا چاہیئے۔ کہ کس قدر حضور صہ کا حلم اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ اور جود و کرم کی انتہا ہے کہ ان سخت سخت تکلیفوں پر حضور صہ کبھی مغفرت کی کبھی ہدایت کی دعائیں ہی کرتے رہے۔ غواث بن حارث کا واقعہ مشہور ہے کہ جب ایک سفر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تنہا سو رہے تھے وہ تلوار ہاتھ میں لے کر حضور اقدس صہ کے پاس پہنچ گیا اور حضور صہ کی آنکھ اس وقت کھلی جب کہ وہ تلوار لئے سوتے ہوئے پاس کھڑا تھا اس نے للکار کر کہا کہ بتا اب تجھے بچانے والا کون ہے، حضور صہ نے فرمایا اللہ جل شانہ، حضور صہ کا یہ فرمانا تھا کہ اس کے ہاتھ کو کپکپی ہوئی اور تلوار ہاتھ سے گر گئی۔ حضور صہ نے وہ تلوار اپنے دست مبارک میں لے کر فرمایا کہ اب تُو بتا کہ تجھے بچانے والا کون ہے۔ وہ کہنے لگا کہ آپ بہترین تلوار لینے والے ہیں (یعنی معاف فرمائیں) حضور صہ نے معاف فرما دیا۔ یہودی عورت کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دینے کا واقعہ بھی مشہور ہے۔ اور اس عورت نے اس کا اقرار بھی کر لیا کہ میں نے حضور صہ کو زہر دیا لیکن حضور صہ نے اپنا انتقام نہیں لیا۔ لبید بن اعصم نے حضور صہ پر جادو کیا۔ حضور کو اس کا علم بھی ہو گیا مگر حضور صہ نے اس واقعہ کا چرچا بھی گوارا نہیں کیا۔ غرض دو چار واقعات نہیں ہزاروں واقعات حضور صہ کے دشمنوں پر رحم و کرم کے ہیں [۳] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک ایک دوسرے کے ساتھ رحم کا برتاؤ نہ کرو۔ صحابہ رضہ نے عرض کیا یا

---

[۱] درمنثور [۲] حکایات صحابہ عکسی قیمت ڈیڑھ روپیہ۔ پتہ:۔ ادارہ اشاعت دینیات نئی دہلی ۱۳ [۳] شفاء

رسول اللہ ہم میں سے ہر شخص رحم تو کرتا ہی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ رحم نہیں ہے جو اپنے ہی کیساتھ ہو بلکہ رحم وہ ہے جو عام ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکان میں تشریف لے گئے وہاں چند قریش کے حضرات بیٹھے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ سلطنت اور حکومت کا سلسلہ قریش میں رہے گا جبتک کہ وہ یہ معمول رکھیں کہ جو ان سے رحم کی درخواست کرے اس پر رحم کریں جب کوئی حکم لگائیں تو عدل کا لحاظ رکھیں۔ جب کوئی چیز تقسیم کریں تو انصاف کو اختیار کریں۔ اور جو شخص ان امور کا خیال نہ کرے اس پر اللہ کی لعنت فرشتوں کی لعنت سارے آدمیوں کی لعنت۔ ایک مرتبہ حضورؐ ایک مکان میں تشریف لے گئے جہاں مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت تشریف رکھتی تھی۔ حضورؐ کو تشریف لاتا دیکھ کر ہر شخص اپنی جگہ سے ہٹ گیا اس امید پر کہ حضورؐ وہاں تشریف رکھیں۔ حضورؐ دروازہ پر تشریف فرما رہے اور دروازہ کی دونوں جانبوں پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ میرا تم پر بہت حق ہے۔ یہ امر سلطنت کا قریش میں رہیگا جب تک وہ تین باتوں کا اہتمام رکھیں ۱؎ جو شخص ان سے رحم کی درخواست کرے اس پر رحم کریں ۲؎ جو فیصلہ کریں انصاف سے کریں ۳؎ جو معاہدہ کسی سے کرلیں اس کو پورا کریں اور جو شخص ایسا نہ کرے اس پر اللہ کی لعنت ہے فرشتوں کی لعنت ہے تمام آدمیوں کی لعنت ہے حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ جو شخص ایک چڑیا کو بھی بغیر حق کے ذبح کریگا قیامت کے دن اس سے مطالبہ ہوگا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس کا حق کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ذبح کرکے اسکو کھایا جائے یہ نہیں کہ ویسے ہی ذبح کرکے پھینک دی جائے۔ بہت سی احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ غلام جو تمہارے ماتحت ہیں ان کو اس چیز سے کھلاؤ جس سے خود کھاتے ہو اس چیز سے پہناؤ جس سے خود پہنتے ہو اور جس سے موافقت نہ آئے اس کو فروخت کردو اس کو عذاب میں مبتلا کرنے کا کوئی حق نہیں ۱؎ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جب تمہارا کوئی خادم تمہارے لئے کوئی چیز پکاکر لائے کہ اس کی گرمی اور دھوئیں کی مشقت اس نے اٹھائی ہے تو تمہیں چاہیئے کہ اسکو کھانے میں اپنے ساتھ شریک کرو اگر اتنی مقدار نہ ہو کہ اس کو شریک کرسکو تو اس میں سے تھوڑا سا اسے بھی دیدو ۲؎ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ماتحتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا مبارک ہے اور ان کے ساتھ بدخلقی برتنا بدبختی ہے ۳؎ غرض ہر نوع سے حضورؐ نے مخلوق پر رحم کی تاکید فرمائی مختلف نوع سے ان پر اکرام کی ترغیب دی۔

(۹) عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے

۱؎ ترغیب ۲؎ مشکوٰۃ ۳؎ ایضاً۔

صلے اللہ علیہ وسلم لیس الواصل بالمکافی ولکن الواصل الذی اذا قطعت رحمہ وصلہا۔ رواہ البخاری کذا فی المشکوٰۃ

کہ وہ شخص صلہ رحمی کرنیوالا نہیں ہے جو برابر سرابر کا معاملہ کرنیوالا ہو۔ صلہ رحمی کرنے والا تو وہ ہے جو دوسرے کے توڑنے پر صلہ رحمی کرے۔

(ف) بالکل ظاہر اور بدیہی بات ہے جب آپ ہر بات میں یہ دیکھ رہے ہیں کہ جیسا برتاؤ دوسرا کریگا ویسا ہی میں بھی کرونگا تو آپ نے کیا صلہ رحمی کی؟ یہ بات تو ہر اجنبی کی ساتھ بھی ہوتی ہے کہ جب دوسرا شخص آپ پر احسان کریگا تو آپ خود اس پر احسان کرنے میں مجبور ہیں۔ صلہ رحمی تو درحقیقت یہی ہے کہ اگر دوسرے کی طرف سے بے التفاتی بے نیازی قطع تعلق ہو تو تم اس کے جوڑنے کی فکر میں رہو اس کو مت دیکھو کہ وہ کیا برتاؤ کرتا ہے اس کو ہر وقت سوچو کہ میرے ذمہ کیا حق ہے؟ مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ دوسرے کے حقوق ادا کرتے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کا کوئی حق اپنے ذمہ رہ جائے جس کا قیامت میں اپنے سے مطالبہ ہوجائے اور اپنے حقوق کے پورا ہونے کا واہمہ بھی دل میں نہ لو بلکہ اگر وہ پورے نہیں ہوتے تو اور بھی زیادہ مسرور ہو کہ دوسرے عالم میں جو اجر و ثواب اس کا ملیگا وہ اس سے بہت زیادہ ہوگا جو یہاں دوسرے کے ادا کرنے سے وصول ہوتا۔ ایک صحابیؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ میرے رشتہ دار ہیں میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں وہ قطع رحمی کرتے ہیں میں ان پر احسان کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں میں ہر معاملہ میں تحمل سے کام لیتا ہوں وہ جہالت پر اترے رہتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر یہ سب کچھ صحیح ہے تو تو ان کے منہ میں خاک ڈال رہا ہے (یعنی خود ذلیل ہونگے) اور تیری ساتھ اللہ تعالےٰ شانہٗ کی مدد شاملِ حال رہیگی جب تک تو اپنی اس عادت پر جمار ہیگا[1] اور جب تک اللہ جل شانہٗ کی مدد کسی کے شامل حال رہے نہ کسی کی برائی سے نقصان پہنچ سکتا ہے نہ کسی کا قطع تعلق نفع پہنچنے سے مانع ہوسکتا ہے ؎

تو نہ چھوٹے مجھ سے یارب تیرا چھٹنا ہی غضب　　یوں میں راضی ہوں مجھے چاہے زمانہ چھوڑدے

یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اللہ تعالےٰ شانہٗ کسی کا مددگار ہوجائے تو اس کو کب کسی دوسرے کی کسی مدد کی احتیاج باقی رہ سکتی ہے پھر ساری دنیا اس کی مجبوراً معین ہے اور ساری دنیا ملکر اس کو کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے میرے رب نے نو باتوں کا حکم فرمایا ہے (۱) حق تعالےٰ شانہٗ کا خوف ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی (یعنی دل سے اور ظاہر سے یا خلوت میں اور جلوت میں) (۲) انصاف

---

[1] مشکوٰۃ

کی بات خوشی میں بھی غصہ میں بھی (آدمی جب کسی سے خوش ہوا کرتا ہے تو عیوب چھپا کر تعریفوں کے پُل باندھا کرتا ہے جب خفا ہوتا ہے تو جھوٹے الزام تراشا کرتا ہے۔ مجھے حکم ہے کہ ہر حالت میں انصاف کی بات کہوں) ۳ میانہ روی فقر کی حالت میں بھی اور وسعت کی حالت میں بھی (نہ تنگی میں کنجوسی کروں نہ وسعت میں اسراف کروں۔ یا نہ فقر میں جزع فزع کروں نہ غنا میں عُجب اور فخر کروں) ۴ نیز یہ کہ جو شخص مجھ سے قطع تعلق کرے میں اس کے ساتھ بھی تعلقات وابستہ کروں ۵ اور جو شخص مجھے اپنی عطا سے محروم کرے میں اس کی ساتھ حسنِ سلوک کروں ۶ جو شخص مجھ پر ظلم کرے اس کو معاف کر دوں (انتقام لینے کی فکر میں نہ پڑوں) ۷ یہ کہ میرا سکوت (آخرت کا) یا اللہ تعالیٰ کی آیات کا فکر ہو۔ ۸ میری گویائی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو تسبیح وغیرہ یا اللہ کے احکام کا بیان) ۹ میری نظر عبرت ہو (یعنی جس چیز کو دیکھوں عبرت کی نگاہ سے دیکھوں) ۱۰ اور میں نیک کام کا حکم کرتا ہوں [1] شروع میں نو چیزیں فرمائی تھیں تفصیل میں دس ہوگئیں مگر یہ دسویں چیز سابقہ نو چیزوں کا اجمال بھی ہو سکتا ہی اور ۷ اور ۸ دو مقابل ہونیکی وجہ سے ایک بھی شمار ہو سکتے ہیں جیسا کہ شروع میں ظاہر، باطن ایک شمار ہوئے۔ خوشی اور غصہ ایک شمار ہوئے۔ حضرت حکیم بن حزام رضؓ فرماتے ہیں ایک شخص نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ افضل ترین صدقہ کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کاشح رشتہ دار کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا [2] کاشح اس شخص کو کہتے ہیں جو دل میں کسی سے بغض وکینہ رکھے۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ جو شخص یہ پسند کرے کہ قیامت میں اس کو بلند مکانات ملیں اس کو اونچے درجے ملیں، اس کو چاہیئے۔ کہ جو شخص اس پر ظلم کرے اس سے درگذر کرے، جو اس کو اپنی عطا سے محروم رکھے اس پر احسان کرے اور جو اس سے تعلقات توڑے اس سے تعلقات جوڑے [3] ایک حدیث میں ہے کہ جب آیت شریفہ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (اعراف ع ۲۴) معافی کو اختیار کرو نیکی کا حکم کرو اور جاہلوں سے اعراض کرو نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس کی تفسیر دریافت فرمائی تو انہوں نے عرض کیا کہ جاننے والے (تعالیٰ شانہٗ) سے دریافت کر کے عرض کروں گا وہ واپس تشریف لے گئے اور پھر آکر عرض کیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو آپ پر ظلم کرے اس کو معاف کریں اور جو آپ کو اپنی عطا سے محروم رکھے اس کو عطا فرمائیں اور جو آپ سے تعلقات توڑے اس سے تعلقات جوڑیں۔ ایک اور حدیث میں اس واقعہ کے بعد یہ بھی ہے کہ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ میں تم کو دنیا اور آخرت کے بہترین اخلاق بتاؤں۔ صحابہ رضؓ نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیں۔ حضورؐ نے ارشاد

---

[1] مشکوٰۃ [2] ترغیب [3] درمنثور

فرمایا جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کرو جو تمہیں اپنی عطا سے محروم رکھے اس کو عطا کرو جو تم سے تعلقات توڑے اس سے صلہ رحمی کرو۔ حضرت علی رض فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اوّلین اور آخرین کے بہترین اخلاق بتاؤں؟ میں نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیں۔ حضور ص نے ارشاد فرمایا کہ جو تمہیں اپنی عطا سے محروم رکھے اس کو عطا کرو جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کرو اور جو تم سے قرابت کے تعلقات توڑے اس کی ساتھ تعلقات جوڑو۔ حضرت عقبہ رض فرماتے ہیں کہ حضور ص نے مجھ سے فرمایا کہ میں تمہیں دنیا اور آخرت کے بہترین اخلاق بتاؤں پھر یہی تین چیزیں ارشاد فرمائیں۔ اور بھی متعدد صحابۂ کرام رض سے یہ مضمون ذکر کیا گیا۔ حضرت ابوہریرہ رض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آدمی خالص ایمان تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ یہ کام نہ کرے کہ اپنے سے تعلق توڑنے والوں کی ساتھ تعلقات جوڑا کرے۔ اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو معاف کیا کرے۔ اپنے کو گالیاں دینے والے کو بخش دیا کرے اور جو اپنے ساتھ برائی کرے اس کی ساتھ بھلائی کرے لہ

(۱۰) عن ابی بکرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من ذنب احری ان یعجل اللہ لصاحبہ العقوبۃ فی الدنیا مع ما یدخر لہ فی الاخرۃ من البغی و قطیعۃ الرحم رواہ الترمذی وابوداؤد وکذا فی المشکوۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نہیں ہے کوئی گناہ جو زیادہ مستحق اس بات کا ہو کہ اس کا وبال آخرت میں ذخیرہ رہنے کے باوجود دنیا میں اس کی سزا بہت جلد نہ بھگتنی پڑے ان دو کے علاوہ۔ ایک ظلم، دوسرا قطع رحمی۔

ف۔ یعنی یہ دو گناہ ظلم اور قطع رحمی ایسے ہیں کہ آخرت میں تو ان پر جو کچھ وبال ہوگا وہ ہو ہی گا آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی ان کی سزا بہت جلد ملتی ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ہر گناہ کی جب چاہے مغفرت فرما دیتے ہیں مگر والدین کی قطع رحمی کی سزا مرنے سے پہلے پہلے دے دیتے ہیں ٢ه ایک حدیث میں ہے کہ ہر گناہ کی سزا اللہ جل شانہٗ آخرت پر موخر فرما دیتے ہیں لیکن والدین کی نافرمانی کی سزا کو بہت جلد دنیا میں دیدیتے ہیں ٣ه بہت سی احادیث میں یہ بھی مضمون ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن رحم (قرابت) کو زبان عطا فرما دیں گے۔ وہ عرش معلےٰ کو پکڑ کر درخواست کرتا رہے گا کہ یا اللہ جس نے مجھے ملایا تو اس کو ملا اور جس نے مجھے قطع کیا تو اس کو قطع کر۔ بہت سی احادیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ رحم کا لفظ اللہ تعالیٰ کے پاک نام رحمٰن سے

لہ درمنثور ٢ه مشکوۃ ٣ه جامع الصغیر

نکالا گیا ہے جو اس کو ملائے گا رحمٰن اس کو ملائے گا جو اس کو قطع کریگا رحمٰن اس کو قطع کرے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ ہر پنجشنبہ کو اللہ جل شانہٗ کے یہاں اعمال پیش ہوتے ہیں، قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا[۱] فقیہہ ابو اللیث رح فرماتے ہیں کہ قطع رحمی اس قدر بدترین گناہ ہے کہ پاس بیٹھنے والوں کو بھی رحمت سے دور کر دیتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہر شخص اس سے بہت جلد توبہ کرے اور صلہ رحمی کا اہتمام کرے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ صلہ رحمی کے علاوہ کوئی نیکی ایسی نہیں جس کا بدلہ بہت جلد ملتا ہو اور قطع رحمی اور ظلم کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں جس کا وبال آخرت میں باقی رہنے کے ساتھ ساتھ دنیا میں جلدی نہ ملجاتا ہو[۲] حضرت عبداللہ بن مسعود رض ایک مرتبہ صبح کی نماز کے بعد ایک مجمع میں تشریف فرما تھے فرمانے لگے میں تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ اگر اس مجمع میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا ہو تو وہ چلا جائے۔ ہم لوگ اللہ تعالےٰ شانہٗ سے ایک دعا کرنا چاہتے ہیں اور آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنیوالے کیلئے بند ہو جاتے ہیں[۳] یعنی اس کی دعا آسمان پر نہیں جاتی اس سے پہلے ہی دروازہ بند کر دیا جاتا ہے۔ اور جب اس کی ساتھ ہماری دعا ہوگی تو وہ دروازہ بند ہو جانے کی وجہ سے رہ جائے گی۔ ان کے علاوہ بہت سی روایات سے یہ مضمون معلوم ہوتا ہے اور دنیا کے واقعات بہت کثرت سے اس کی شہادت دیتے ہیں کہ قطع رحمی کرنے والا دنیا میں بھی ایسے مصائب میں پھنستا ہے کہ پھر روتا ہی پھرتا ہے اور اپنی حماقت اور جہالت سے اس کو یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ اتنے اس گناہ سے توبہ نہ کرے اس کی تلافی نہ کرے اس کا بدل نہ کرے اتنے اس آفت اور اس عذاب سے جس میں مبتلا ہے خلاصی نہ ہوگی چاہے لاکھ تدبیریں کرلے اور اگر کسی دنیوی آفت میں مبتلا ہو جائے تو وہ اس سے بہت ہلکی ہے کہ کسی بد دینی میں خدا نہ کرے مبتلا ہو جائے کہ اس صورت میں اس کو پتہ بھی نہ چلے گا کہ توبہ ہی کرلے حق تعالےٰ شانہٗ ہی اپنے فضل سے محفوظ فرمائے۔

چوتھی فصل زکوٰۃ کی تاکید اور فضائل میں

زکوٰۃ کا ادا کرنا اسلام کے ارکان میں سے اہم ترین رکن ہے۔ حق تعالےٰ شانہٗ نے اپنے پاک کلام میں مشہور قول کے موافق بیاسی جگہ نماز کی ساتھ ساتھ زکوٰۃ کا حکم فرمایا اور جہاں جہاں صرف

---

[۱] درمنثور [۲] تنبیہ الغافلین [۳] ترغیب

زکوٰۃ کا حکم ہے وہ ان کے علاوہ ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ کلمہ طیبہ کا اقرار، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتے جو زکوٰۃ ادا نہ کرے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے (قرآن پاک میں) اس کو نماز کی ساتھ جمع کیا ہے پس ان دونوں میں فرق نہ کرو۔ [1] علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان میں سے کسی چیز کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ یہی پانچ چیزیں اسلام کی بنیاد ہیں یہی اہم العبادات ہیں۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن پر اسلام کا گویا مدار ہے۔ لیکن اگر غور کی نگاہ سے دیکھا جائے تو ان کا خلاصہ کیا ہے، اقرارِ عبدیت کے بعد صرف دو حاضریاں ہیں آقا کے دربار کی محبوب کی بارگاہ کی پہلی حاضری روحانی ہے جو نماز کے ذریعہ سے ہے اسی لئے حضور ص کا ارشاد ہے کہ نمازی اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتا ہے اسی لئے اس کو معراج المؤمنین کہا جاتا ہے۔ یہ حاضری اپنی ہر وقت کی حاجات اور ضرورتیں مالک کے حضور میں پیش کرنے کا وقت ہے اسی لئے بار بار حاضری کی ضرورت پیش آتی ہے کہ آدمی کی ضرورتیں ہر وقت پیش آتی رہتی ہیں اسی وجہ سے احادیث میں کثرت سے یہ مضمون آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے انبیاء کرام کو جب کوئی حاجت پیش آتی نماز کی طرف رجوع کرتے۔ اس حاضری میں بندہ کی طرف سے حمد و ثنا کے بعد اعانت کی درخواست ہے۔ اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے اجابت کا وعدہ ہے جیسا کہ احادیث میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں اس کی تصریح ہے۔ اسی لئے جب نماز کے لئے پکارا جاتا ہے تو نماز کے لئے آؤ کے ساتھ ہی اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاح کے لئے آؤ۔ یعنی دونوں جہان کی کامیابی کے لئے آؤ۔ اس کی تائید میں کثرت سے احادیث کا ذخیرہ موجود ہے۔ اور نماز پر چونکہ دونوں جہان کی فلاح اور کامیابی ہی مولیٰ اور آقا کے دربار سے ملتی ہے دین اور دنیا دونوں ہی عطا ہوتی ہیں اس لئے زکوٰۃ گویا اس کا تکملہ اور تتمہ ہے کہ ہمارے دربار سے جو عطا ہو اس میں سے نہایت قلیل مقدار ڈھائی روپیہ سیکڑہ ہمارے نام لیوا فقیروں کو بھی دیدیا کرو یہ گویا شکرانہ ہے دربار کی عطا کا، جو عقلی بھی ہے فطری بھی ہے اور معتاد بھی ہے کہ دربار کی عطاؤں میں سے دربار کے نوکروں کو بھی دیا ہی جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں کثرت سے جہاں جہاں نماز کا حکم آتا ہے اس کے ساتھ ہی اس کے بعد اکثر زکوٰۃ کا حکم ہوتا ہے کہ نماز کے ذریعہ ہم سے مانگو اور لو پھر جو ملے اس میں سے تھوڑا سا ہمارے نام لیواؤں کو دیتے جاؤ۔ پھر لطف پر لطف یہ ہے کہ اس قلیل مقدار کی ادائیگی پر مستقل اجر ہے مستقل ثواب ہے اور انعاماتِ کثیرہ کا وعدہ ہے۔ دوسری حاضری جسمانی محبوب

---

[1] کنز

کے گھر کی ہے جس کو حج کہتے ہیں اس میں چونکہ فی الجملہ مشقت ہے جانی بھی مالی بھی اس لئے استطاعت پر عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ کی حاضری ضروری قرار دی اور وہاں کی حاضری کے لئے اپنے آپ کو گندگیوں سے پاک کرنے کے لئے چند یوم کا روزہ ضروری قرار دیا کہ ساری گندگیوں کی جڑ پیٹ اور شرمگاہ ہے۔ ان کی چند یوم اہتمام سے حفاظت کی جائے تاکہ وہاں کی حاضری کی قابلیت پیدا ہو جائے اسی لئے روزہ کا مہینہ ختم ہوتے ہی حج کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے اسی مصلحت سے غالباً فقہاء کرام اسی ترتیب سے ان عبادات کو اپنی کتابوں میں ذکر فرماتے ہیں اس کے علاوہ روزہ میں دوسری مصالح کا ملحوظ ہونا اس کے منافی نہیں۔ مال خرچ نہ کرنے پر آیات میں جو وعیدیں آئی ہیں جن میں سے بعض دوسری فصل میں گذر چکی ہیں وہ اکثر علماء کے نزدیک زکوٰۃ ادا نہ کرنے ہی پر نازل ہوئی ہیں ان سب آیات یا احادیث کا ذکر کرنا تو ظاہر ہے کہ دشوار ہے نمونہ کے طور پر چند آیات اور چند احادیث اس بارہ میں ذکر کی جاتی ہیں مسلمان کے لئے تو ایک آیت یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد بھی کافی ہے اور جو محض نام کا مسلمان ہے اس کے لئے تمام قرآن پاک اور احادیث کا سارا دفتر بھی بیکار ہے۔ فرماں بردار کے لئے تو اس کا ایک مرتبہ معلوم ہو جانا بھی کافی ہے کہ آقا کا یہ حکم ہے اور نافرمان کے لئے ہزار تنبیہیں بھی بیکار ہیں۔ اتنے عذاب کا جوت نہ پڑے اتنے کب سمجھ میں آسکتا ہے؟

(آیات)

(۱) وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ○ (بقرہ ع ۵)	اور قائم کرو تم لوگ نماز کو اور دو زکوٰۃ کو اور عاجزی کرو عاجزی کرنیوالوں کے ساتھ یا رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

(ف) حضرت مولانا تھانوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں فروع اسلامیہ میں اعمال دو قسم کے ہیں اعمالِ ظاہری اور اعمالِ باطنی۔ پھر اعمالِ ظاہری دو قسم کے ہیں، عبادتِ بدنی اور عبادتِ مالی۔ تو یہ تین کلیات ہوئیں۔ ان تینوں کلیات میں سے ایک ایک جزئی کو ذکر کر دیا۔ نماز عبادتِ بدنی ہے اور زکوٰۃ عبادتِ مالی ہے۔ اور خشوع خضوع عبادتِ باطنی ہے چونکہ تواضع باطنی میں اہلِ تواضع کی معیت کو بڑا دخل اور تاثیر عظیم ہے اس لئے مع الرّاکعین کا لفظ بڑھانا نہایت برمحل ہوا اس قول کے موافق رکوع سے خشوع خضوع مراد ہے اور بڑے لطیف امور آیتِ شریفہ سے ظاہر ہوتے ہیں [1] یہ کہ ساری عبادات میں اہم العبادات

[1] بیان القرآن

نماز ہے اسی لئے اس کو سب سے مقدم کیا۔ دوسرے درجہ میں زکوٰۃ ہے اسی لئے اس کو دوسرے نمبر پر ذکر کیا۔ زکوٰۃ اس عطا کا شکرانہ ہے جیسا کہ ابھی مفصل گذرا۔ یہ کہ عبادات میں بدنی عبادات مالی عبادات پر مقدم ہیں اس لئے بدنی عبادت کو اول اور مالی کو دوسرے نمبر پر ذکر فرمایا۔ یہ کہ عبادات میں ان کی ظاہری صورت باطنی حقیقت پر مقدم ہے اسی لئے خشوع خضوع کو تیسرے نمبر پر ذکر فرمایا۔ یہ کہ خشوع خضوع پیدا کرنے میں اس جماعت کی ساتھ شرکت کو بڑا دخل ہے۔ اسی وجہ سے مشائخ خانقاہوں کے قیام کو اہمیت دیتے ہیں کہ ان حضرات کی خدمت میں رہنے سے یہ صفت جلدی پیدا ہوتی ہے۔ تینوں قسم کی عبادات میں مسلمانوں کے عمومی افراد کے عمل کو بہت اہمیت ہے اسی لئے سب جگہ جمع کے صیغے ارشاد ہوئے۔ غور سے اور بھی لطائف پیدا ہوتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ رکوع سے مراد نماز کا رکوع ہے۔ ہمارے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ نے تفسیر عزیزی[1] میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ یعنی جماعت سے نماز ادا کرو۔ اس لفظ میں گویا جماعت کی تاکید ہے اور جماعت کی نماز اسی مذہب کا خاصہ ہے اور دینوں میں نہیں ہے اور اس کو رکوع کے لفظ سے اس لئے تعبیر کیا کہ یہود کا اوپر سے بیان ہو رہا ہے اور ان کی نماز میں رکوع نہیں ہوتا پس گویا اشارہ ہے اس طرف کہ نماز مسلمانوں کی طرح پڑھو لہ نماز کے ذیل میں جماعت کو بہت خصوصی دخل ہے جیسا کہ رسالہ فضائل نماز[2] میں اس کا بیان تفصیل سے گذر چکا ہے۔ حتیٰ کہ فقہاء نے بغیر جماعت کی نماز کو ناقص ادا بتایا ہے۔

(۲) وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ۚ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ۚ (اعراف ع ۱۹)

اور میری رحمت (ایسی عام ہے کہ) تمام چیزوں کو محیط ہے۔ پس اس کو ان لوگوں کیلئے (کامل طور پر) خاص طور سے لکھونگا جو خدا تعالےٰ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں

ف۔ حضرت حسن رضؓ اور قتادہ رضؓ سے منقول ہے کہ اللہ جل شانہٗ کی رحمت دنیا میں ہر شخص کو شامل ہے نیک ہو یا بد ہو لیکن آخرت میں خاص طور سے متقی لوگوں ہی کے لئے ہے۔ ایک اعرابی مسجد میں آئے اور نماز پڑھ کر انہوں نے دعا کی یا اللہ مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت فرما اور ہمارے ساتھ رحمت میں کسی اور کو شریک نہ کر۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو

---

[1] تفسیر عزیزی [2] فضائل نماز عکسی قیمت ،، پیسے مطبوعہ ادارہ اشاعت دینیات نئی دہلی

دُعا کرتے ہوئے سن لیا تو فرمایا کہ تم نے اللہ کی وسیع رحمت کو تنگ کیا۔ اللہ جل شانہٗ نے رحمت کے سو حصے فرما کر ایک حصہ دنیا میں اتارا جس کو ساری دنیا میں تقسیم فرما دیا اسی کی وجہ سے مخلوق ساری کی ساری جنّات ہوں یا انسان یا چوپائے ایک دوسرے پر (اپنی اولاد پر اپنے پر بیگانے پر) رحم کرتے ہیں اور ننانویں حصہ اپنے پاس رکھ لی۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سو حصے ہیں جن میں سے ایک کی وجہ سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کھاتی ہے، اسی کی وجہ سے جانور اپنی اولاد پر رحم کرتے ہیں اور ننانوے ۹۹ حصے قیامت کے دن کے لئے مؤخر کر دئے۔ اور بھی متعدد احادیث میں یہ مضمون آیا ہے[1] کس قدر مسرت کی بات ہے کس قدر لطف کی چیز ہے کہ مائیں اپنی اولاد پر جتنی شفقت کرتی ہیں کہ اس کی ذرا سی تکلیف سے بے چین ہو جاتی ہیں۔ باپ اپنی اولاد کو کسی مصیبت میں دیکھتے ہیں، پریشان ہو جاتے ہیں عزیز اقربا میاں بیوی اپنے اور اجنبی کسی پر مصیبت دیکھ کر تلملانے لگتے ہیں۔ یہ ساری چیزیں اس رحمت ہی کا تو اثر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قلوب میں رکھی ہے۔ ساری دنیا کی ساری رحمتیں ملا کر ایک بٹہ سو حصہ ہے اس رحمت کا جس کے ننانوے حصے اللہ جل شانہٗ نے اپنے لئے اختیار فرمائے اتنے بڑے رحیم اتنے بڑے شفیق کے احکام کی پرواہ نہ کرنا کس قدر بے غیرتی ہے کس قدر ظلم ہے کوئی ماں اپنے لڑکے پر انتہائی کرم کرتی ہو اور پھر وہ لڑکا اس کے کہنے کی پرواہ نہ کرے تو ماں کو کس قدر رنج ہو۔ حالانکہ ماں کا لطف و کرم اللہ کے لطف و کرم کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے اسی سے حق تعالیٰ شانہٗ کے احکام کی پرواہ نہ کرنے کا اندازہ کر لیا جائے۔

(۳) وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝

(روم ع ۴)

اور جو چیز تم اس غرض سے دو گے کہ سُود بن کر لوگوں کے مال میں بڑھوتری کا سبب بنے یہ تو اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو کچھ زکوٰۃ (وغیرہ) دو گے جس سے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو تو ایسے لوگ اپنے دئے ہوئے مال کو اللہ تعالیٰ کے پاس بڑھاتے رہتے ہیں

ف۔ مجاہد رحؒ کہتے ہیں کہ بڑھوتری کی غرض سے مال دینے میں وہ سب مال داخل ہیں جو اس نیت سے دئے جائیں کہ اس سے افضل ملے۔ یعنی چاہے دنیا میں اس سے افضل ملنے کی زیادہ ملنے کی امید پر خرچ کرے یا آخرت میں زیادہ ملنے کی امید پر خرچ کرے وہ سب بڑھوتری کی امید میں داخل ہے اسی لئے ربٰوا اور زکوٰۃ کو ساتھ ذکر کیا۔ ایک اور حدیث میں حضرت مجاہد رحؒ

---

[1] در منثور

سے نقل کیا گیا کہ اس سے ہدایا مراد ہیں لے یعنی جو ہدیہ وغیرہ کسی کو اس غرض سے دیا جائے کہ وہ اس کے بدلہ میں اس سے بڑھ کر دیگا مثلاً کسی کی دعوت اس غرض سے کی جائے کہ پھر وہ نذرانہ دے گا جو اس سے زیادہ ہوگا جتنا دعوت میں خرچ کیا گیا اسی میں نوتہ وغیرہ بھی داخل ہے کہ یہ سب کے سب بڑھوتری کی نیت سے خرچ کئے جاتے ہیں۔ ان سب کا ایک ہی ضابطہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اضافہ اسی چیز کا ہوتا ہے جو اس کی رضا کے لئے خرچ کیا جائے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ جو کوئی ہدیہ اس نیت سے دیا جائے کہ اس کا بدلہ دنیا میں ملے اس کا کوئی ثواب آخرت میں نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ جب آخرت کی نیت سے دیا ہی نہیں تو وہاں کیوں ملے۔ حضرت کعب قرظیؒ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کو اس نیت سے دے کہ وہ بدلہ میں اس سے زیادہ دے گا وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی اضافہ کا سبب نہیں اور جو شخص محض اللہ کے واسطے دے کہ جس شخص کو دیا ہے اس سے کسی قسم کی مکافات اور بدلہ کا امیدوار نہ ہو یہی وہ مال ہے جو اللہ کے نزدیک بڑھتا رہتا ہے ۔ لہٰذا جو لوگ کسی کو زکوٰۃ وغیرہ کا مال دیکر اس کے امیدوار رہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ احسانمند رہیں گے وہ اپنے ثواب میں اس بدنیتی سے خود کمی کر دیتے ہیں۔ سب سے پہلی فصل کی آیات میں ۳۴ پر گذرا ہے إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ ہم تم کو محض اللہ کے واسطے کھلاتے ہیں نہ تو ہم اس کا تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ اس کا شکریہ چاہتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہٗ نے زیادہ بدلہ چاہنے کی نیت سے خرچ کرنے کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تو خاص طور سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ خصوصیت سے حضورؐ کو ارشاد ہے وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ (مدثر ع ۱) اور آپ کسی کو اس غرض سے نہ دیں کہ اس کا زیادہ معاوضہ چاہیں۔ اور اللہ جل شانہٗ کے لئے خرچ کرنیکا ثواب اور اس کی زیادتی دین اور دنیا میں متعدد آیات اور روایات سے پہلی فصل میں گذر چکی ہے اس لئے خرچ کرنے والوں کو بہت اہتمام سے اس کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ کسی پر خرچ کرنے کی صورت میں ہرگز ان سے کسی قسم کے بدلہ یا شکریہ کا امیدوار نہ رہنا چاہیئے۔ یہ دوسری بات ہے کہ لینے والے کا فرض ہے کہ وہ احسانمند ہو اور اس کا شکر ادا کرے لیکن دینے والا اگر اس کی نیت کرے گا تو وہ اللہ کے واسطے سے نکل کر دنیا کے واسطے میں داخل ہو جائے گا۔ بالخصوص زکوٰۃ میں تو اس کا واہمہ بھی نہ ہونا چاہیئے کہ اس میں وہ خود اپنا فرض ادا کر رہا ہے اس میں کسی پر کیا احسان ہے اسی لئے آیت شریفہ میں زکوٰۃ کو اللہ کی رضا کے لئے دینے کے ساتھ مقید کیا ہے۔

لے در منثور ۔ ے ایضاً۔

(احادیث)

(۱) عن ابن عباس رضؓ قال لما نزلت وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ کبر ذلک علی المسلمین فقال عمرؓ انا افرج عنکم فانطلق فقال یا نبی اللّٰہ انہ کبر علی اصحابك ھذہ الاٰیۃ فقال ان اللّٰہ لم یفرض الزکوٰۃ الا لیطیب ما بقی من اموالکم وانما فرض المواریث وذکر کلمۃ لتکون لمن بعدکم فقال فکبر عمرؓ ثم قال لہ الا اخبرك بخیر ما یکنز المرء المرأۃ الصالحۃ اذا نظر الیھا سرتہ واذا امرھا اطاعتہ واذا غاب عنھا حفظتہ رواہ ابوداود وکذا فی المشکوٰۃ

حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ جب قرآنِ پاک میں آیتِ شریفہ وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ آیت بہت شاق ہوئی حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ اس مشکل کو میں حل کروں گا حضرت عمر رضؓ یہ فرما کر حضورؐ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور وہاں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آیت تو لوگوں پر بڑی شاق ہو رہی ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اسی لئے فرض کی ہے تاکہ بقیہ مال کو عمدہ اور طیب بنادے اور میراث تو آخر اسی وجہ سے فرض ہوئی کہ مال بعد میں باقی رہے حضرت عمر رضؓ نے خوشی میں اللہ اکبر فرمایا پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں بہترین چیز خزانہ کے طور پر رکھنے کی بتاؤں وہ عورت ہے جو نیک ہو کہ جب خاوند اس کو دیکھے تو اس کی طبیعت خوش ہو جائے اور جب اس کو کوئی حکم کرے تو وہ اطاعت کرے اور جب وہ کہیں چلا جائے تو وہ عورت (خاوند کی متروکہ چیزوں کی) حفاظت کرے (جس میں اپنی عفت بھی داخل ہے)

ف۔ دوسری فصل کی آیات میں ۵ پر یہ آیتِ شریفہ اور اس کا ترجمہ گذر چکا ہے اس آیتِ شریفہ کے ظاہر سے معلوم ہوتا تھا کہ ہر قسم کا ذخیرہ چاہے کیسی ہی ضرورت سے جمع کیا جائے وہ سخت عذاب کا سبب ہے۔ اسی لئے صحابہ کرام رضؓ کو بڑا شاق گذرا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جان تھی اور ضرورتیں بسا اوقات روپیہ وغیرہ رکھنے پر مجبور کرتی تھیں اس لئے بڑی گرانی ہو رہی تھی جس کو حضرت عمر رضؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر کے حل کیا۔ حضورؐ نے تسلی فرمادی کہ زکوٰۃ اسی لئے فرض ہوئی کہ اس کے ادا کرنے کے بعد باقی مال طیّب ہو جائے۔ اور اس سے مال کے جمع رکھنے پر دلیل ہوگئی کہ زکوٰۃ تو جب ہی واجب ہوگی جب سال بھر مال موجود رہے

اگر مال کا رکھنا جائز نہ ہوتا تو زکوٰۃ کیوں واجب ہوتی؟ نیز اس سے زکوٰۃ کی کتنی بڑی فضیلت معلوم ہوئی کہ اس کے ادا کرنے کا ثواب تو مستقل اور علیحدہ رہا اسکی وجہ سے باقی مال بھی پاک صاف اور طیب بن جاتا ہے۔ خود قرآن پاک میں بھی اس طرف اشارہ ہے حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا الآیۃ (توبہ ع ۱۳) "آپ ان کے مالوں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو (گناہ کے آثار سے) پاک صاف کر دینگے"۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کیا کرو کہ یہ تمہارے پاک ہونے کا ذریعہ ہے [1] ایک اور حدیث میں ہے کہ زکوٰۃ ادا کیا کرو کہ وہ پاک کرنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو (اس کے ذریعہ سے) پاک کر دیگا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اپنے مالوں کو زکوٰۃ کے ذریعہ سے (گندگی سے یا اضاعت سے) محفوظ بناؤ۔ اور اپنے بیماروں کی صدقہ سے دوا کرو۔ اور بلاؤں کے لئے دعاؤں کو تیار کرو [2] ایک اور حدیث میں ہے کہ زکوٰۃ کے ذریعہ سے اپنے مال کو محفوظ بناؤ۔ اپنے بیماروں کی صدقہ سے دوا کرو۔ اور بلاؤں کے زوال کے لئے دعا اور عاجزی سے مدد چاہو [3] اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بالا میں مال جمع رکھنے کے جواز کی دوسری دلیل ارشاد فرمائی کہ میراث کا حکم تو اسی وجہ سے ہے کہ مال رکھنا جائز ہے۔ اگر مال کا رکھنا جائز نہ ہو تو پھر تقسیم میراث کس چیز کی ہوگی؟ اس کے بعد حضورؐ نے اس پر تنبیہ فرمائی کہ جائز ہونا امر آخر ہے لیکن خزانوں میں رکھنے کی چیز نہیں ہے بلکہ اس کو تو خرچ ہی کر دینا چاہیئے محفوظ رکھنے کی چیز نیک بیوی ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ نے اس جگہ سوال فرمایا تھا جس پر حضورؐ کا یہ ارشاد ہے۔ حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت شریفہ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ الآیۃ نازل ہوئی تو ہم حضورؐ کی ساتھ سفر میں تھے۔ بعض صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ خزانہ کے طور پر کیا چیز حفاظت سے رکھنے کی ہے تو حضورؐ نے فرمایا بہترین چیز وہ زبان ہے جو ذکر کرنیوالی ہو۔ وہ دل ہے جو شکر گذار ہو اور وہ نیک بیوی ہے جو دین کے کاموں میں مدد کرنے والی ہو [4] ایک حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سونے چاندی کا ناس ہو کیسی بُری چیز ہے۔ تین مرتبہ حضورؐ نے یہی فرمایا اس پر بعض صحابہؓ نے دریافت کیا کہ خزانہ کے طور پر قابلِ حفاظت کیا چیز بہتر ہے؟ حضورؐ نے فرمایا زبان ذکر کرنے والی۔ دل اللہ سے ڈرنے والا اور وہ نیک بیوی جو دین کے کاموں میں معین و مددگار ہو [5] کیسی پاک اور جامع تعلیم ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ مال رکھنے کا جواز بھی

---

[1] کنز [2] ایضاً [3] ایضاً [4] درمنثور [5] تفسیر کبیر

بتادیا اور جمع رکھنے کا پسندیدہ نہ ہونا بھی بتادیا اور دنیا میں راحت کی ایسی زندگی جو آخرت میں کام دے وہ بھی بتادی کہ ذکر کرنیوالی زبان شکر کرنیوالا دل اور دنیا کی لذت کی وہ چیز بھی بتادی جو راحت سے زندگی گذرنے کا سبب ہو اور وہ فتنے اس میں نہ ہوں جو مال میں ہیں۔ ہر قسم کی راحت اس سے میسر ہو اور وہ بیوی ہے بشرطیکہ نیک ہو دیندار ہو فرماں بردار ہو اور سمجھدار ہو کہ خاوند کے مال و متاع کی حفاظت کرنے والی ہو۔

(۲) عن ابی الدرداءؓ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الزکوٰۃ قنطرۃ الاسلام۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر کذا فی الترغیب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ زکوٰۃ اسلام کا (بہت بڑا مضبوط) پُل ہے۔

ف۔ جیسا کہ مضبوط پُل ذریعہ اور سہولت کا سبب ہوتا ہے کسی جگہ جانے کا، اسی طرح زکوٰۃ ذریعہ ہے اور راستہ ہے اسلام کی حقیقت تک سہولت سے پہنچنے کا یا اللہ جل شانہٗ کے عالی دربار تک پہنچنے کا۔ عبدالعزیز رح بن عمیر حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کے پوتے فرماتے ہیں کہ نماز تجھے آدھے راستہ تک پہنچادیگی اور روزہ بادشاہ کے دروازہ تک پہنچادیگا اور صدقہ تجھے بادشاہ کے پاس پہنچادے گا[۱] پُل کے ساتھ ایک لطیف مناسبت حضرت شقیق بلخی رح جو مشہور بزرگ اور صوفی ہیں کے کلام سے بھی معلوم ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے پانچ چیزیں تلاش کیں ان کو پانچ جگہ پایا۔ روزی کی برکت کو چاشت کی نماز میں پایا اور قبر کی روشنی تہجد کی نماز میں ملی۔ منکر نکیر کے جواب کو تلاوتِ قرآن میں پایا اور پلصراط پر سہولت سے گذرنا روزہ اور صدقہ میں پایا اور عرش کا سایہ خلوت میں پایا[۲]

(۳) عن جابرؓ قال قال رجل یا رسول اللہ ارأیت ان ادی الرجل زکوٰۃ ماله فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ادی زکوٰۃ ماله فقد ذهب عنه شره۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم مختصرا وقال صحیح علی شرط مسلم کذا فی الترغیب۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مال کی زکوٰۃ ادا کردے تو اس مال کی شر اس سے جاتی رہتی ہے۔

ف بعض روایات میں یہ مضمون اس طرح آیا ہے کہ جب تو مال کی زکوٰۃ ادا کردے تو تو نے اس مال کے شر کو زائل کردیا[۳] یعنی مال بہت سے شرور کا سبب ہوتا ہے لیکن اس کی زکوٰۃ اگر اہتمام سے ادا ہوتی رہے تو اس کے شر سے حفاظت رہتی ہے۔ آخرت کے اعتبار سے تو ظاہر

---

[۱] اتحاف [۲] فضائل نماز [۳] کنز

ہے کہ پھر اس مال پر عذاب نہیں ہوتا دنیا کے اعتبار سے اس لحاظ سے کہ زکوٰۃ کا ادا کرنا مال کے محفوظ رہنے کا ذریعہ ہے جیسا کہ اس سے اگلی حدیث میں آرہا ہے۔ اور اگر زکوٰۃ ادا نہ کی جائے تو وہ مال ضائع ہو جاتا ہے جیسا کہ آئندہ فصل کے ؏۶ پر آرہا ہے۔

(۴) عن الحسنؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حصنوا اموالکم بالزکوٰۃ وداووا مرضاکم بالصدقۃ واستقبلوا امواج البلاء بالدعاء والتضرع رواہ ابوداؤد فی المراسیل ورواہ الطبرانی والبیھقی وغیرھما عن جماعۃ من الصحابۃ مرفوعًا متصلاو المرسل اشبہ کذا فی الترغیب۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنے مالوں کو زکوٰۃ کے ذریعہ محفوظ بناؤ۔ اور اپنے بیماروں کا صدقہ سے علاج کرو۔ اور بلا اور مصیبت کی موجوں کا دعا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی سے استقبال کرو۔

ف۔ تحصین کے معنی اپنے چاروں طرف قلعہ بنا لینے کے ہیں۔ یعنی جیسا کہ آدمی قلعہ میں بیٹھ جانے سے ہر طرف سے محفوظ ہو جاتا ہے ایسا ہی زکوٰۃ کا ادا کر دینا اس مال کو ایسا محفوظ کر دیتا ہے جیسا کہ وہ مال قلعہ میں محفوظ ہو گیا ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کعبہ میں حطیم میں تشریف رکھتے تھے کسی شخص نے تذکرہ کیا کہ فلاں آدمیوں کا بڑا نقصان ہو گیا۔ سمندر کی موج نے ان کے مال کو ضائع کر دیا حضورؐ نے فرمایا کہ جنگل ہو یا سمندر کسی جگہ بھی جو مال ضائع ہوتا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے سے ضائع ہوتا ہے۔ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کے ذریعہ حفاظت کیا کرو۔ اور اپنے بیماروں کی صدقہ سے دوا کیا کرو۔ اور بلاؤں کے نزول کو دعاؤں سے دور کیا کرو۔ دعا اس بلا کو بھی زائل کر دیتی ہے جو نازل ہو گئی ہو اور اس بلا کو روک دیتی ہے جو ابھی تک نازل نہ ہوئی ہو۔ جب اللہ جل شانہٗ کسی قوم کا بقا چاہتے ہیں یا ان کی بڑھوتری چاہتے ہیں تو اس قوم میں گناہوں سے عفت اور جوانمردی (یعنی جود و بخشش) عطا فرماتے ہیں۔ اور جب کسی قوم کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو اس میں خیانت پیدا کر دیتے ہیں [۱]

(۵) روی عن علقمۃ انھم اتوا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال فقال لنا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان تمام اسلامکم ان تؤدوا زکوٰۃ اموالکم۔ رواہ البزار کذا فی الترغیب۔

حضرت علقمہؓ فرماتے ہیں کہ جب ہماری جماعت حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اسلام کی تکمیل اس میں ہے کہ مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔

---

[۱] کنز

ف اسلام کی تکمیل کا زکوٰۃ پر موقوف ہونا ظاہر ہے کہ جب زکوٰۃ اسلام کے پانچ مشہور ارکان کلمہ طیبہ کا اقرار، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا ایک رکن ہے تو جبتک ایک رکن بھی باقی رہ گیا اسلام کی تکمیل نہیں ہوسکتی حضرت ابوایوبؓ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کردے حضورؐ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو کسی کو اسکا شریک نہ کرو، نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور صلہ رحمی کرتے رہو ایک اور حدیث میں ہے ایک اعرابی نے سوال کیا کہ مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جس پر عمل کرکے جنت میں داخل ہو جاؤں حضورؐ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو اسکی ساتھ کسی کو شریک نہ کرو فرض نماز کو اہتمام سے ادا کرتے رہو فرض زکوٰۃ ادا کرتے رہو رمضان کے روزے رکھتے رہو۔ ان صاحب نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اسمیں ذرا بھی کمی زیادتی نہ ہوگی۔ جب وہ چلے گئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ جس شخص کا کسی جنتی آدمی کو دیکھ کر دل خوش ہو وہ اس شخص کو دیکھے[1]

(۶) عن عبداللہ بن معویۃ الغاضری قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثلث من فعلهن فقد طعم طعم الایمان من عبد اللہ وحدہ وعلم ان لا الٰہ الا اللہ واعطے زکوٰۃ مالہ طیبۃ بها نفسه رافدۃ علیہ کل عام ولم یعط الھرمۃ ولا الدرنۃ ولا المریضۃ ولا الشرط اللئیمۃ ولکن من وسط اموالکم فان اللہ لم یسألکم خیرہ ولم یامرکم بشرہ رواہ ابوداؤد کذا فی الترغیب۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص تین کام کرلے اس کو ایمان کا مزہ آجائے۔ صرف اللہ جل شانہٗ کی عبادت کرے اور اس کو اچھی طرح جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور زکوٰۃ کو ہر سال خوشدلی سے ادا کرے (بوجھ نہ سمجھے) اس میں (جانوروں کی زکوٰۃ میں) بوڑھا جانور یا خارشی جانور یا مریض یا گھٹیا قسم کا جانور نہ دے بلکہ متوسط جانور دے اللہ جل شانہٗ زکوٰۃ میں تمہارے بہترین مال نہیں چاہتے لیکن گھٹیا مال کا بھی حکم نہیں فرماتے

ف۔ اس حدیث میں تذکرہ اگرچہ جانوروں کی زکوٰۃ کا ہے لیکن ضابطہ ہر زکوٰۃ کا یہی ہے کہ نہ تو بہترین مال واجب ہے۔ نہ گھٹیا مال جائز ہے بلکہ درمیانی مال ادا کرنا اصل ہے البتہ کوئی اپنی خوشی سے ثواب حاصل کرنے کیلئے اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے کیلئے عمدہ مال ادا کرے تو اس کی سعادت ہے۔ اس کی خوش قسمتی ہے اس سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کے احوال کو غور سے دیکھے انکے طرز عمل کی تحقیقات کرے۔ دو واقعے نمونہ کے طور پر اس جگہ نقل کرتا ہوں۔ مسلم بن شعبہؓ کہتے ہیں کہ نافع بن علقمہؓ نے میرے والد کو ہماری قوم کا چودھری بنادیا تھا ایک مرتبہ انہوں نے میرے والد کو حکم دیا کہ ساری قوم کی زکوٰۃ

[1] ترغیب

جمع کر کے لیجائیں میرے والد نے مجھے سب سے زکوٰۃ کا مال وصول کرنے اور جمع کرنے کو بھیجدیا میں ایک بڑے میاں کے پاس جنکا نام حضرت سعر رضؓ تھا ابھی زکوٰۃ لینے کیلئے گیا انہوں نے مجھ سے پوچھا بھتیجے! کس طرح کا مال لو گے میں نے کہا اچھے سے اچھا لونگا حتیٰ کہ بکری کے تھن تک بھی دیکھوں گا کہ بڑے ہیں یا چھوٹے یعنی ایک ایک چیز دیکھ کر ہر اعتبار سے عمدہ سے عمدہ مال چھانٹ کر لونگا۔ انہوں نے کہا کہ پہلے میں تمہیں ایک حدیث سنا دوں (تاکہ مسئلہ تمکو معلوم ہو جائے اسکے بعد جیسا دل چاہے لے لینا) میں حضورؐ کے زمانہ میں اسی جگہ رہتا تھا میرے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے دو آدمی قاصد بنکر آئے اور یہ کہا کہ ہمیں حضورؐ نے تمہاری زکوٰۃ لینے کیلئے بھیجا ہے میں نے ان کو اپنی بکریاں دکھا کر دریافت کیا کہ ان میں کیا چیز واجب ہے۔ انہوں نے شمار کر کے بتایا کہ ایک بکری واجب ہے میں نے ایک نہایت عمدہ بکری جو چربی اور دودھ سے لبریز تھی نکالی کہ زکوٰۃ میں دوں ان صاحبوں نے اس کو دیکھ کر کہا کہ یہ بچہ والی بکری ہے ہمیں ایسی بکری لینے کی حضورؐ کی طرف سے اجازت نہیں ہے میں نے پوچھا کہ پھر کیسی لو گے ان دونوں نے کہا کہ چھ مہینہ کا مینڈھا یا ایک سال کی بکری۔ میں نے ایک ششماہا بچہ نکال کر انکو دیدیا وہ لے گئے [1] اس واقعہ میں حضرت سعر رضؓ کی خواہش ابتداءً یہی تھی کہ تمام بکریوں میں جو بہتر سے بہتر ہو وہ ادا کی جائے۔ اور ابن نافع رضؓ کو غالباً یہ واقعہ اس لئے سنایا کہ ان کو مسئلہ معلوم ہو جائے اور اس کے بعد انکا انداز تو اس واقعہ سے خود ہی معلوم ہو گیا کہ یہ زکوٰۃ میں اپنا بہترین مال دینا چاہتے ہیں۔ دوسرا واقعہ حضرت اُبَیّ بن کعب رضؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضورؐ نے ایک مرتبہ زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا میں ایک صاحب کے پاس گیا جب انہوں نے اپنے اونٹ میرے سامنے کئے تو میں نے دیکھا کہ ان میں ایک سال کی اونٹنی واجب ہے، میں نے ان سے کہا کہ ایک سالہ اونٹنی دیدو وہ کہنے لگے کہ ایک سالہ اونٹنی کس کام آئے گی نہ تو وہ سواری کا کام دے سکتی ہے نہ دودھ کا۔ یہ کہنے کے بعد انہوں نے ایک نہایت عمدہ بہت موٹی تازی بڑی اونٹنی نکالی اور کہا کہ یہ لے جاؤ میں نے کہا میں تو اسکو قبول نہیں کر سکتا البتہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود سفر ہی میں تشریف فرما ہیں اور تمہارے قریب ہی آج منزل ہے اگر تمہارا دل چاہے تو براہ راست حضورؐ کی خدمت میں جا کر پیش کر دو، اگر حضورؐ نے اجازت دیدی تو میں لے لونگا وہ صاحب اس اونٹنی کو لیکر میرے ساتھ چلدیئے جب ہم حضورؐ کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے قاصد میرے پاس آئے تھے کہ میری زکوٰۃ لیں اور خدا کی قسم یہ سعادت مجھے اب سے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئی کہ حضورؐ نے یا حضورؐ کے قاصد نے کبھی مجھ سے مال طلب کیا ہو میں نے آپ کے قاصد کے سامنے اپنے اونٹ کر دیئے انہوں نے ان کو

---

[1] ابوداؤد۔

دیکھ کر فرمایا کہ ان میں ایک سالہ اونٹنی واجب ہے۔ حضورؐ ایک سالہ اونٹنی نہ تو دودھ کا کام دے سکتی ہے نہ سواری کا اسلئے میں نے ایک بہتر سی اونٹنی انکی خدمت میں پیش کی تھی جو میرے ساتھ حاضر ہے انھوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کردیا اسلئے میں آپ کی خدمت میں لایا ہوں یارسول اللہ! اس کو قبول ہی فرمالیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم پر واجب تو وہی ہے جو انہوں نے بتایا اگر تم نفل کے طور پر زیادہ عمر کی عمدہ اونٹنی دیتے ہو تو اللہ جل شانہٗ تمہیں اسکا اجر دیگا انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ میں اسی لئے ساتھ لایا ہوں اسکو قبول فرمالیں۔ حضورؐ نے اسکے لینے کی اجازت فرمادی [۱] ان حضرات کے دلوں میں زکوٰۃ کا مال ادا کرنے کے یہ ولولے تھے وہ اسپر فخر کرتے تھے اس کو عزت سمجھتے تھے کہ اللہ کا اور اس کے رسول کا قاصد آج میرے پاس آیا اور میں اس قابل ہوا وہ اسکو تاوان اور بیگار نہیں سمجھتے تھے وہ اسکو اپنی ضرورت اپنی غرض اور اپنا کام سمجھتے تھے۔ ہم لوگ عمدہ مال کو یہ سوچتے ہیں کہ اسکو رکھ لیں کہ اپنے کام آئیگا اور یہ حضرات اپنے کام آنا اسی کو سمجھتے تھے جو اللہ کے راستہ میں خرچ کردیا ہو حضرت ابوذرؓ کا واقعہ پہلی فصل کی آیات کے ذیل میں [۱۱] پر گذر چکا کہ جب قبیلہ بنی سلیم کے ایک شخص نے آپ کی خدمت میں رہنے کی درخواست کی تو آپ نے ان سے یہ فرمایا کہ اس شرط پر میرے پاس قیام کی اجازت ہے کہ جب میں کسی کو کوئی چیز دینے کو کہوں تو جو چیز میرے مال میں سب سے عمدہ اور بہتر ہو اس کو چھانٹ کر دینا ہوگا۔ یہ مفصل قصہ گذر چکا ہے اور آئندہ فصل کی احادیث میں [۶] پر یہ مضمون تفصیل سے آرہا ہے کہ زکوٰۃ صدقات میں بالخصوص زکوٰۃ میں خراب مال ہرگز نہ دینا چاہیئے۔

(۷) عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا ادیت الزکوٰة فقد قضیت ما علیك ومن جمع مالا حراما ثم تصدق به لم یکن له فیه اجر وکان اصره علیه رواه ابن حبان وابن خزیمة فی صحیحهما والحاکم وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جب تو مال کی زکوٰۃ ادا کردے تو جو حق (واجب) تجھ پر تھا وہ تو ادا ہوگیا آگے نوافل کا صرف درجہ ہے اور جو شخص حرام طریقہ (سود رشوت وغیرہ) سے مال جمع کرکے صدقہ کرے اسکو اس صدقہ کا کوئی ثواب نہیں ہے بلکہ اس حرام کمائی کا وبال اس پر ہے۔

ف۔ اس حدیث پاک میں دو مضمون وارد ہوئے ہیں ایک تو یہ کہ واجب کا درجہ زکوٰۃ کا ہے اس کے علاوہ جو درجات ہیں وہ صدقات اور نوافل کے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص زکوٰۃ کو ادا کردے اس نے اس حق کو تو ادا کردیا جو اس پر واجب تھا اس سے زیادہ جو ادا کرے وہ افضل ہے [۲] حضرت ضمام بن ثعلبہؓ کی مشہور حدیث جو بخاری شریف و مسلم شریف وغیرہ سب کتب میں

---

[۱] ابوداؤد [۲] کنز

بہت طریقوں سے ذکر کی گئی جس میں انھوں نے حضورؐ سے اسلام اور اسکے ارکان کے متعلق سوالات کئے اور حضورؐ نے سب کو تفصیل سے بتایا اس میں منجملہ دُوسرے ارکان کے حضورؐ نے زکوٰۃ کا بھی ذکر فرمایا حضرت ضمامؓ نے پوچھا کہ زکوٰۃ کے علاوہ کوئی چیز مجھ پر واجب ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں البتہ اگر نفل کے طور پر تم ادا کرو تو اختیار ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک شخص نے مکان فروخت کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس کی قیمت کو احتیاط سے اپنے گھر میں گڑھا کھود کر اس میں رکھ دینا اس نے عرض کیا کہ اس طرح کنز میں داخل نہ ہو جائے گا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ کنز میں داخل نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عمرؓ کا ارشاد ہے کہ مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو۔ میں اس کی زکوٰۃ ادا کرتا رہوں اور اس میں اللہ کی اطاعت کرتا رہوں [۱] اس نوع کی بہت سی روایات کتبِ احادیث میں موجود ہیں جن کی بنا پر جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے کہ مال میں بحیثیت مال کے زکوٰۃ کے علاوہ کسی دوسری چیز کا وجوب نہیں۔ البتہ دوسری حیثیات سے اگر وجوب ہو تو وہ امر آخر ہے جیسا کہ بیوی کا اور چھوٹی اولاد کا نفقہ ہے اور اسی طرح سے دوسرے نفقات ہیں اور اسی طرح سے مضطر کی ضرورت کا پورا کرنا ہے کہ جو شخص بھوک یا پیاس کی وجہ سے مر رہا ہے اس کو موت سے بچانا فرضِ کفایہ ہے۔ امام غزالیؒ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ بعض تابعین کا مذہب یہ ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی کچھ حقوق ہیں جیسا کہ نخعیؒ، شعبیؒ اور عطاءؒ اور مجاہدؒ کا مذہب ہے۔ امام شعبیؒ سے کسی نے پوچھا کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی کوئی حق ہے؟ انھوں نے فرمایا ہے اور قرآنِ پاک کی آیت وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ تلاوت فرمائی جو سب سے پہلی فصل کی آیات میں نمبر ۲ پر گزر چکی ہے۔ یہ حضرات یہ فرماتے ہیں کہ یہ حقوقِ مسلم میں داخل ہے کہ مالداروں کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ جب وہ کسی ضرورت مند کو دیکھیں تو اسکی ضرورت کا ازالہ کریں۔ لیکن جو چیز فقہ کے اعتبار سے صحیح ہے وہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کو اضطرار کا درجہ حاصل ہو جائے تو اس کا ازالہ فرضِ کفایہ ہے لیکن اس کا ازالہ بطور قرض کے کیا جائے یا اعانت کے طور پر یہ فقہا کے یہاں مختلف فیہ ہے۔ مضطر کی اعانت اپنی جگہ پر مستقل واجب ہے جبکہ وہ بھوک سے یا پیاس سے یا کسی اور وجہ سے ہلاکت کے قریب ہو۔ لیکن مالدار پر مالی حیثیت سے زکوٰۃ سے زیادہ واجب نہیں ہے۔ یہاں دو امر قابلِ لحاظ ہیں۔ اوّل افراط ہم لوگوں کی عادت یہ ہے کہ جب بھی کسی چیز کی طرف بڑھتے ہیں تو ایسا زور سے دوڑتے ہیں کہ پھر حدود کی ذرا بھی پرواہ نہیں رہتی۔ اس لئے اسکی رعایت ضروری ہے کہ کسی دوسرے شخص کا مال بغیر اس کی طیبِ خاطر کے لینا جائز نہیں ہے۔ فقہا نے

---

[۱] در منثور ۲، ۵ احیاء۔

مضطر کے لئے دوسرے کا مال کھانے کی ضرور اجازت دی ہے۔ لیکن اس میں خود حنفیہ کے یہاں بھی دو قول ہیں کہ اس کو مردار کا کھانا دوسرے کا مال کھانے پر مقدم ہے یا دوسرے کا مال مردار کھانے پر مقدم ہے جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ وہ اس حالت پر پہونچ جائے کہ اس کو مردار کھانے کی اجازت ہو جائے۔ جب وہ دوسرے کا مال کھا سکتا ہے حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ (بقرہ ع ۲۳)

"اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور ان کو حکام کے یہاں اس غرض سے نہ لے جاؤ کہ لوگوں کے مال کا ایک حصہ بطریق گناہ کے کھا جاؤ اور تم اس کو جانتے ہو" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ کسی پر ظلم نہ کرو۔ کسی شخص کا مال اس کی طیب خاطر بغیر لینا حلال نہیں ہے [1] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے کہ جو شخص ایک بالشت زمین کسی کی ظلم سے لے گا قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا وہ حصہ جو اس ایک بالشت کے مقابل ہے طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا [2] وفد ہوازن کا قصہ نہایت مشہور ہے کہ جب وہ شکست کھانے کے بعد مسلمان ہو کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ درخواست کی کہ غنیمت میں جو قیدی اور مال ان کا لیا گیا ہے وہ ان کو واپس مل جائے۔ تو حضورؐ نے بعض مصالح کی بنا پر یہ وعدہ فرمالیا کہ دونوں چیزیں تو واپس نہیں ہوسکتیں ان میں سے، ایک واپس ہوسکتی ہے۔ انھوں نے قیدیوں کے واپس مل جانے کی درخواست کی تو حضورؐ نے سب مسلمانوں سے جن کا ان میں حق تھا یہ اعلان فرمایا کہ میں نے ان کے قیدی واپس کرنے کا وعدہ کر لیا ہے تم میں سے جو شخص طیب خاطر سے اپنا حصہ مفت دے وہ دے دے اور جو اس کو پسند نہ کرے ہم اس کا بدل اس کو دے دیں گے۔ بھلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایما کے بعد صحابہؓ میں کون انکار کرنے والا تھا؟...... مجمع نے عرض کیا کہ ہم طیب خاطر سے پیش کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجمع کے درمیان میں یہ صحیح طور پر پتہ نہیں چل سکتا کہ کس کی خوشی سے اجازت ہے، اور کس کی نہیں۔ اس لئے تمہارے چودھری تم سے علیحدہ علیحدہ بات کر کے تمہاری رضا کی مجھے اطلاع کریں [3] دوسرے کے مال میں احتیاط کا یہ اسوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور اس مضمون کی تائید میں احادیث کا ...... بڑا ذخیرہ ہے کہ جبر و اکراہ سے بلا رضامندی

---

[1] مشکوٰۃ [2] ایضاً [3] بخاری

کسی دوسرے کا مال لینا ہر گز جائز نہیں ہے۔ علمائے حق نے اس میں اتنی احتیاط برتی ہے کہ جو مجمع کی شرم میں کسی کارِ خیر میں چندہ دیا جائے اس کو بھی پسند نہیں کیا۔ اس لئے ایک جانب تو اس میں افراط سے بچنا ضروری ہے کہ بہ جبر و اکراہ کسی دوسرے کا مال نہ لیا جائے۔ کسی وقتی تحریک سے مرعوب ہو کر ہر گز قول و فعل سے تحریر و تقریر سے جمہور اسلاف کا خلاف نہ کرنا چاہئے۔ غریب پروری کا جذبہ بہت مبارک ہے مگر اس میں حدود سے تجاوز ہر گز نہ کرنا چاہئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ بدترین لوگوں میں سے ہے وہ شخص جو دوسرے کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت کو نقصان پہونچائے۔[۱] اس لئے اس میں ایک جانب افراط سے بچنا ضروری ہے اور دوسری جانب اس میں تفریط سے بچنا بھی اہم اور نہایت ضروری ہے یہ صحیح ہے کہ مال میں زکوٰۃ ہی واجب ہے لیکن محض واجب کی ادائیگی پر کفایت کرنا ہر گز مناسب نہیں۔ اب تک جو مضامین اور روایات رسالے میں گزر چکی ہیں وہ سب کی سب بانگِ دہل اس کا اعلان کر رہی ہیں کہ اپنے کام آنے والا صرف وہی مال ہے جو اپنی زندگی میں دے دیا گیا۔ اور اللہ کے یہاں جمع کر دیا گیا۔ بعد میں نہ کوئی ماں باپ یاد رکھتا ہے نہ بیوی یا اولاد پوچھتی ہے۔ سب چند روز کے فرضی آنسو مفت کے بہا کر اپنے اپنے مشغلہ میں لگ جائیں گے کسی کو مہینوں اور برسوں بھی مرنے والے کا خیال نہیں آئے گا۔ اس سب سے قطع نظر حدیث بالا کے سلسلے میں ایک اور اہم اور کلی بات بھی ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ دین کے متعلق ایک مہمل اور بے ہودہ لفظ ہماری زبانوں پر ہوتا ہے۔ "اجی ہم دنیا داروں سے فرائض ہی ادا ہو جائیں تو غنیمت ہے۔ نوافل تو بڑے لوگوں کا کام ہے"۔ یہ شیطانی دھوکہ ہے نوافل اور تطوعات فرائض ہی کی تکمیل کے واسطے ہوتے ہیں۔ کون شخص یہ یقین کر سکتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے کسی فرض کو بھی پورا کا پورا ادا کر دیا اور جب اس میں کوتاہی رہتی ہی ہے تو اس کے پورا کرنے کے لئے نوافل ہوتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی نماز سے ایسی حالت میں فارغ ہوتا ہے کہ اس کے لئے اس نماز کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے۔ نواں حصہ آٹھواں، ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھا، تہائی، آدھا حصہ لکھا جاتا ہے[۲] یہ مثال کے طور پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ ہم لوگ جیسی نماز پڑھتے ہیں اُسکا تو ہزارواں بلکہ لاکھواں حصہ بھی لکھ لیا جائے تو محض اُس کا لطف و کرم ہے ورنہ وہ تو اپنی بداعمالیوں اور بے اخلاصی کی وجہ سے ایسی ہوتی ہیں کہ جیسا کہ دوسری احادیث میں ہے کہ بعض نمازیں پُرانے کپڑے کی طرح سے لپیٹ کر منہ پر ماری جائیں گی کہ ان میں قبول کا کوئی درجہ بھی نہ ہوگا۔ ایسے احوال میں نہیں کہا جا سکتا کہ ہمارے فرائض کا کتنا حصہ لکھا گیا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کا محاسبہ ہوگا۔ اللہ جل شانہٗ کا پاک ارشاد فرشتوں کو ہوگا کہ میرے بندے کی نماز کو دیکھو کہ ناقص ہے یا پوری ہے اگر پوری ہوتی

---

[۱] مشکوٰۃ [۲] ابوداؤد۔

ہے تو وہ پوری لکھ لی جاتی ہے اور اگر ناقص ہوتی ہے تو جتنا نقصان ہوتا ہے وہ درج ہو جاتا ہے۔
پھر ارشاد ہوتا ہے کہ دیکھو اسکے پاس کچھ نوافل ہیں یا نہیں؟ اگر نوافل اس کے پاس ہوتے ہیں تو ان سے فرائض کی تکمیل کر دیجاتی ہے۔ اس کے بعد پھر اسی طرح زکوٰۃ کا حساب، کتاب ہوتا ہے یعنی اوّل فرائض کا حساب ہوتا ہے پھر نوافل سے اس کی تکمیل ہوتی ہے۔ اسکے بعد پھر اسی طرح بقیہ اعمال کا حساب کتاب ہوتا ہے[1] ایسی صورت میں اس گھمنڈ میں کسی شخص کو ہرگز نہ رہنا چاہئے کہ میں زکوٰۃ حساب کے موافق دیتا رہتا ہوں۔ نہ معلوم کتنی کوتاہیاں اس میں ہو جاتی ہونگی۔ ان کی تلافی کے لئے زیادہ سے زیادہ مقدار صدقاتِ نافلہ کا ذخیرہ رہنا چاہئے۔ عدالت میں جب مقدمہ کے لئے آدمی جاتا ہے ہمیشہ خرچ سے زیادہ روپیہ جیب میں ڈال کر جاتا ہے کہ نہ معلوم کیا خرچ پیش آجائے۔ وہ عدالت تو سب عدالتوں سے اونچی ہے جہاں نہ جھوٹ چلتا ہے، نہ زبان زوری، نہ سفارش، ہاں۔ اللہ کی رحمت ہر چیز سے بالاتر ہے وہ صاحبِ حق ہے۔ بالکل ہی معاف کردے تو کسی کا کیا اجارہ ہے۔ لیکن یہ ضابطہ کی چیز نہیں ہے اور مراحم خسروانہ کی امید پر جرم نہیں کئے جاتے۔ اسلئے فرض کی مقدار کو بہت اہتمام سے اسکے شرائط اور آداب کی رعایت رکھتے ہوئے ادا کرتے رہنا چاہئے اور محض فرائض کی ادائیگی پر ہرگز ہرگز قناعت نہ کرنا چاہئے بلکہ انکی کوتاہی کے خوف سے تکمیل کیلئے زیادہ سے زیادہ حصّہ نوافل کے ذخیرے کا اپنے پاس رہنا چاہئے۔
علامہ سیوطیؒ نے مرقاۃ الصعود میں نقل کیا ہے کہ ستر نوافل ایک فریضہ کی برابری کرتے ہیں اسلئے فرض کو بہت اہتمام سے ادا کرنا چاہئے۔ کہ اس کی تھوڑی سی کوتاہی سے نوافل کا بہت بڑا ذخیرہ اس میں وضع ہو جاتا ہے اور فرائض میں اہتمام کے باوجود احتیاط کے طور پر نوافل کا بہت بڑا ذخیرہ اپنے نامۂ اعمال میں محفوظ رکھنا چاہئے۔ دوسرا مضمون حدیث بالا میں یہ تھا کہ جو شخص حرام مال جمع کر کے اس میں سے صدقہ کرے اس کو صدقہ کا ثواب نہیں ہے۔ بہت سی روایات میں یہ مضمون ذکر کیا گیا کہ حق تعالیٰ شانہٗ حلال مال سے صدقہ قبول کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ غلول کے مال کا صدقہ قبول نہیں کرتے۔ غلول مالِ غنیمت میں خیانت کو کہتے ہیں علماء نے لکھا ہے کہ غلول کا تذکرہ اس وجہ سے فرمایا کہ غنیمت کے مال میں سب کا حصّہ ہوتا ہے تو جب ایسے مال کا صدقہ جس میں خود اپنا بھی حصّہ ہے قبول نہیں ہوتا تو جس مال میں اپنا کوئی حصّہ نہ ہو اس میں سے صدقہ بطریقِ اولیٰ قبول نہ ہوگا۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ جو شخص حرام مال کماتا ہے وہ اگر خرچ کرے تو اس میں برکت نہیں ہوتی۔ صدقہ کرے تو قبول نہیں ہوتا پیچھے میراث کے طور پر چھوڑ جائے تو گویا جہنم کا توشہ چھوڑ گیا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص حلال مال کمائے اُسکا زکوٰۃ کا ادا کرنا اس مال کو خبیث بنا دیتا ہے اور جو شخص حرام مال کما دے اس کا زکوٰۃ ادا کرنا اس مال کو طیب نہیں بناتا[2]

---

[1] ابوداؤد [2] درمنثور

پانچویں فصل زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وعید میں

قرآن پاک میں بہت سی آیات نازل ہوئی ہیں جن میں سے متعدد آیات دوسری فصل میں یعنی مال خرچ نہ کرنے کی وعید میں گذر چکی ہیں جن کے متعلق علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے میں ہیں اور ظاہر ہے کہ جتنی وعیدیں گذری ہیں وہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر جبکہ زکوٰۃ بالاجماع فرض ہے بطریق اولیٰ شامل ہونگی۔ چنانچہ (۱) وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الآیۃ جو دوسری فصل کی ۵ پر مع ترجمہ گذر چکی ہے۔ جمہور صحابہ کرامؓ اور جمہور علماء کے نزدیک زکوٰۃ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے اور جو سخت عذاب اس آیتِ شریفہ میں ذکر کیا گیا وہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لئے ہے۔ جیسا کہ اس کے ذیل میں بھی گذر چکا اور متعدد احادیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ جو عذاب اس آیتِ شریفہ میں ذکر کیا گیا کہ اس کے مال کو تپا کر اس شخص کی پیشانی کو اور پہلو وغیرہ کو اس سے داغ دیئے جائیں گے یہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا عذاب ہے۔ اللہ ہی اپنے فضل سے محفوظ رکھے کہ پکتے ہوئے دھات کا ذرا سا داغ بھی سخت اذیت پہونچانے والا ہوتا ہے چہ جائیکہ جتنا زیادہ مال ہو اتنے ہی زیادہ داغ آدمی کو دیئے جائیں گے۔ چند روز ان سونے چاندی کے ٹھیکروں کو اپنے پاس رکھ کر کتنی سخت مصیبت کا سامنا ہے (۲) وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ الآیۃ یہ آیتِ شریفہ بھی مع ترجمہ کے دوسری فصل کے ۳ پر گذر چکی ہے اور اس کی تائید میں بخاری شریف کی حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی گذر چکا ہے کہ جس شخص کو اللہ جل شانہٗ نے مال عطا کیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو وہ مال سانپ بنکر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا اور وہ کہیگا کہ میں تیرا مال ہوں، تیرا خزانہ ہوں۔ سانپ جس گھر میں بھی نکل آتا ہے دہشت کیوجہ سے اندھیرے میں اس گھر میں بھی جانا مشکل ہو جاتا ہے کہ کہیں لپٹ نہ جائے، لیکن اللہ کا پاک رسولؐ فرماتا ہے کہ یہی مال جس کو آج محفوظ خزانوں اور لوہے کی الماریوں میں رکھا جاتا ہے زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر کل کو سانپ بن کر تمہیں لپٹا دیا جائے گا گھر کے سانپ کا لپٹنا ضروری نہیں۔ محض احتمال ہے کہ شاید وہ لپٹ جائے۔ اور اس شاید اور احتمال پر بار بار فکر و خوف ہوتا ہے کہ کہیں ادھر سے نہ نکل آئے ادھر سے نہ نکل آئے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر اس کا عذاب یقینی ہے مگر پھر بھی اس کا خوف ہم کو نہیں ہوتا

(۳) اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ص وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝

ابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللّٰهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ○ قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا وَلَا يُسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ○ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ○ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الصّٰبِرُونَ ○ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ ○ وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ يَقُولُونَ وَيْكَأَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَوْلَا أَنْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَيْكَأَنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُونَ ○ (قصص ۸۴) قارون حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چچازاد بھائی تھا جس کا قصہ مشہور معروف ہے۔ قرآنِ پاک میں سورۂ قصص کا آٹھواں رکوع سارا کا سارا اسی کے قصہ میں ہے جس کا ترجمہ مع توضیح یہ ہے کہ قارون (حضرت) موسیٰ (علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی برادری میں سے (انکا چچازاد بھائی) تھا۔ سو وہ (کثرتِ مال کی وجہ سے) ان لوگوں کے مقابلہ میں تکبر کرنے لگا۔ اور ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیئے تھے کہ ان کی کنجیاں کئی کئی زور آور شخصوں کو گراں بار کر دیتی تھیں (یعنی ان سے بمشکل اٹھتی تھیں اور جب خزانوں کی کنجیاں اتنی تھیں تو ظاہر ہے کہ خزانے تو بہت ہی ہوں گے اور اس نے یہ تکبر اس وقت کیا تھا) جبکہ اس کو اس کی برادری نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ نے سمجھانے کے طور پر) کہا کہ تُو (اس مال و دولت پر) اترا مت۔ واقعی اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور تجھ کو خدا تعالیٰ نے جتنا دے رکھا ہے اس میں عالمِ آخرت کی بھی جستجو کیا کر اور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) فراموش نہ کر۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا ہے تو بھی (اس کے بندوں پر) احسان کیا کر (اور خدا کی نافرمانی اور حقوقِ واجبہ ضائع کر کے) دنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ فسادی لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ قارون نے (انکی نصیحتیں سنکر یہ) کہا کہ مجھ کو تو یہ سب کچھ میری ذاتی ہنرمندی سے ملا (کہ میری حسنِ تدبیر سے یہ جمع ہوا۔ نہ اس میں کچھ غیبی احسان ہے نہ کسی دوسرے کا اس میں کوئی حق ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس کے قول پر عتاب فرماتے ہیں کہ) کیا اس قارون نے یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے گذشتہ امتوں میں ایسے لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے جو مالی قوت میں بھی اس سے کہیں بڑھے ہوئے تھے اور (جماعتی حیثیت سے) مجمع بھی ان کا زیادہ تھا (یہ تو دنیا میں ہوا اور آخرت میں جہنم کا عذاب الگ رہا) اور مجرموں سے

ان کے گناہوں کا) معلوم کرنے کی غرض سے) سوال بھی نہ ہوگا کہ ہر شخص کا پورا حال اللہ تعالیٰ شانہ کو معلوم ہے (مطالبہ کی وجہ سے سوال علیحدہ فرمایا) پھر (وہ قارون ایک مرتبہ) اپنی آرائش وشان کے ساتھ اپنی برادری کے سامنے نکلا تو جو لوگ (اس کی برادری میں) دنیا کے طالب تھے وہ کہنے لگے کیا اچھا ہوتا کہ ہم کو بھی یہ سازوسامان ملا ہوتا جو قارون کو ملا ہے۔ واقعی یہ قارون بڑا صاحب نصیب ہے (یہ تمنا اور حرص مال کی تھی۔ اس سے ان لوگوں کا کافر ہونا لازم نہیں ہے جیسا اب بھی بہت سے مسلمان دوسری قوموں کی دنیاوی ترقیاں دیکھ کر ہر وقت للچاتے ہیں اور اس کی فکر و سعی میں لگے رہتے ہیں کہ یہ دنیاوی فروغ ہمیں بھی نصیب ہو) اور جن لوگوں کو علم دین (اور اس کا فہم) عطا کیا گیا تھا وہ (ان حریصوں سے) کہنے لگے ارے تمہارا ناس ہو (تم اس دنیا پر کیا للچاتے ہو) اللہ تعالیٰ کے گھر کا ثواب (اس چند روزہ مال و دولت سے لاکھ لاکھ درجے) بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرے اور (ان میں سے بھی کامل درجہ کا ثواب) ان ہی لوگوں کو دیا جاتا ہے جو صبر کرنے والے ہوں۔ اور پھر (جب ہم نے قارون کی سرکشی اور فساد کی وجہ سے) اس کو اور اس کی محل سرائے کو زمین میں دھنسا دیا سو کوئی جماعت ایسی نہ ہوئی کہ اس کو اللہ کے عذاب سے بچا لیتی اور نہ وہ خود ہی کسی تدبیر سے بچ سکا (بیشک اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچا سکتا ہے اور کون بچ سکتا ہے۔ قارون پر یہ عذاب کی حالت دیکھ کر) کل جو لوگ اس جیسا ہونے کی تمنا کر رہے تھے وہ کہنے لگے بس جی یوں معلوم ہوتا ہے کہ (رزق کی فراخی کا اور تنگی کا مدار خوش نصیبی یا بد نصیبی پر نہیں ہے بلکہ) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے روزی کی فراخی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگی دیتا ہے) یہ ہماری غلطی تھی کہ اس کی فراخی کو خوش نصیبی سمجھ رہے تھے واقعی) اگر ہم پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی نہ ہوتی تو ہم کو بھی دھنسا دیتا (کہ گنہگار تو آخر ہم بھی ہیں ہی) بس جی معلوم ہو گیا کہ کافروں کو فلاح نہیں ہے (گو یہ چند روزہ زندگی کے مزے لوٹ لیں لہ)

ف۔ حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برادری سے تھا ان کا چچازاد بھائی تھا (دنیاوی) علوم میں بہت ترقی کی تھی اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام پر حسد کرتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے مجھے تم سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا ہے اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ موسیٰ اس نام سے تمہارے مالوں کو کھانا چاہتا ہے۔ اس نے نماز کا حکم کیا، تم نے برداشت کیا اس نے اور احکام جاری کئے جن کو تم برداشت کرتے رہے۔ اب وہ تمہیں زکوٰۃ کا حکم دیتا ہے اس کو بھی

لہ بیان القرآن بتغیر

برداشت کرو۔ لوگوں نے کہا یہ ہم سے برداشت نہیں ہوتا تم ہی کوئی ترکیب بتاؤ۔ اس نے کہا میں نے یہ سوچا ہے کہ کسی فاحشہ عورت کو اس پر راضی کیا جائے جو حضرت موسیٰؑ پر اس کی تہمت لگائے کہ وہ مجھ سے زنا کرنا چاہتے ہیں۔ لوگوں نے ایک فاحشہ عورت کو بہت کچھ انعام کا وعدہ کر کے اس پر راضی کرلیا کہ وہ حضرت موسیٰؑ پر یہ الزام لگائے۔ اس کے راضی ہونے پر قارون حضرتِ موسیٰؑ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے جو احکام آپ کو دئے ہیں وہ بنی اسرائیل کو سب کو جمع کر کے سنا دیجئے۔ حضرت موسیٰؑ نے اس کو پسند فرمایا اور سارے بنی اسرائیل کو جمع کیا۔ اور جب سب جمع ہو گئے تو حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالےٰ کے احکام بتانے شروع کئے کہ مجھے یہ احکام دئے ہیں کہ اسکی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ کرو، صلہ رحمی کرو اور دوسرے احکام گنوائے جن میں یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی بیوی والا زنا کرے تو اس کو سنگسار کیا جائے۔ اس پر لوگوں نے کہا اور اگر آپ خود زنا کریں؟ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اگر میں زنا کروں تو مجھے بھی سنگسار کیا جائے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے زنا کیا ہے حضرت موسیٰؑ نے (تعجب سے) فرمایا کہ میں نے؟ لوگوں نے کہا جی ہاں آپ نے! اور یہ کہہ کر اس عورت کو بلا کر اس سے پوچھا کہ تو حضرت موسیٰؑ کے متعلق کیا کہتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے بھی اس کو قسم دیکر فرمایا کہ تو کیا کہتی ہے؟ اس عورت نے کہا کہ جب آپ قسم دیتے ہیں تو بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے مجھ سے اتنے اتنے انعام کا وعدہ کیا ہے کہ میں آپ پر الزام لگاؤں۔ آپ اس الزام سے بالکل بری ہیں۔ یہ سنکر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام روتے ہوئے سجدہ میں گر گئے۔ اللہ جل شانہ کی طرف سے سجدہ ہی میں وحی آئی کہ رونے کی کیا بات ہے تمہیں ان لوگوں کو سزا دینے کے لئے ہم نے زمین پر تسلط دیدیا تم جو چاہو ان کے متعلق زمین کو حکم فرماؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سجدہ سے سر اٹھایا اور زمین کو حکم فرمایا کہ ان کو نگل جا۔ اس نے ایڑیوں تک نگلا تھا کہ وہ عاجزی سے حضرت موسیٰؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارنے لگے۔ حضرت موسیٰؑ نے پھر حکم فرمایا کہ ان کو دھنسا دے حتیٰ کہ وہ لوگ گردن تک دھنس گئے۔ پھر بہت زور سے وہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارتے رہے۔ حضرت موسیٰؑ نے پھر زمین کو یہی فرمایا کہ ان کو لے لے وہ سب کو نگل گئی۔ اس پر اللہ جل شانہ کی طرف سے حضرت موسیٰؑ پر وحی آئی کہ وہ تمہیں پکارتے رہے اور تم سے عاجزی کرتے رہے۔ میری عزت کی قسم اگر وہ مجھے پکارتے اور مجھ سے دعا کرتے تو میں ان کی دعا کو قبول کرلیتا۔ ایک اور حدیث میں حضرت ابن عباس رضؓ سے نقل کیا گیا کہ آیت شریفہ میں "دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول" کا مطلب یہ ہے کہ اس میں آخرت کے لئے عمل کر۔ حضرت مجاہدؒ سے نقل کیا گیا کہ اللہ کی اطاعت کرنا دنیا کا وہ حصہ ہے جس میں آخرت کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت حسن رضؓ سے نقل کیا گیا کہ "دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول" یعنی جتنے کی دنیا میں ضرورت ہے اس کو باقی رکھ اور جو زائد ہے اسکو

آگے بھیجدے۔ ایک اور حدیث میں ان سے نقل کیا گیا کہ ایک سال کی روزی باقی رکھ لے اور جو اس سے زائد ہے وہ صدقہ کر دے[1] اس کا کچھ حصہ بخل کے بیان میں دوسری فصل کی آیات کے سلسلہ میں ۸ ش پر بھی گذر چکا ہے۔

احادیث

(۱) عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من صاحب ذھب ولا فضۃ لا یؤدی منھا حقھا الا اذا کان یوم القیمۃ صفحت لہ صفائح من نار فاحمی علیھا فی نار جھنم فیکوی بھا جنبہ وجبینہ وظھرہ کلما ردت اعیدت لہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ حتی یقضی بین العباد فیری سبیلہ اما الی الجنۃ واما الی النار الحدیث بطولہ فی المشکوۃ عن مسلم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص جو سونے کا مالک ہو یا چاندی کا اور اس کا حق (یعنی زکوۃ) ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس سونے چاندی کے پترے بنائے جائیں گے اور انکو جہنم کی آگ میں ایسا تپایا جائیگا گویا کہ وہ خود آگ کے پترے ہیں پھر ان سے اس شخص کا پہلو اور پیشانی اور کمر داغ دیجائیگی اور بار بار اسی طرح تپا تپا کر داغ دئے جاتے رہینگے قیامت کے پورے دن میں جسکی مقدار دنیا کے حساب سے پچاس ہزار برس ہوگی۔ اسکے بعد اسکو جہاں جانا ہوگا جنت میں یا جہنم میں چلا جائے گا۔

ف۔ یہ بڑی لمبی حدیث ہے جس میں اونٹ والوں پر اونٹ کی زکوۃ نہ دینے کا گائے بکری والوں پر ان کی زکوۃ نہ دینے کا عذاب اور اس کی کیفیت بتائی گئی ہے۔ یہاں عام طور سے جانوروں کی اتنی مقداریں جن پر زکوۃ واجب ہو نہیں ہوتیں۔ عرب میں انھیں کی کثرت تھی البتہ سونا چاندی اور اسکے متعلقات ایسی چیزیں ہیں جو یہاں عام طور سے ہوتی ہیں اسلئے اتنی ہی حدیث پر قناعت کی اور اس سے بھی سب چیزوں کا اندازہ معلوم ہو سکتا ہے کہ زکوۃ نہ دینے کا کیا حشر ہے کہ یہ وبال اور عذاب جو اس حدیث میں ذکر کیا گیا کہ سونا چاندی جہنم کی آگ کے ٹکڑے بن کر داغ دئے جائیں گے یہ تو صرف قیامت کے ایک دن کا عذاب ہے جو پیشی کا دن ہے لیکن اس دن کی مقدار بھی پچاس ہزار برس کی ہوگی اور اتنے دن زکوۃ نہ دینے کا عذاب بھگت کر یہ معلوم ہوگا کہ اپنے دوسرے اعمال اس قابل ہیں کہ ان کی وجہ سے معافی ہو کر جنت میں جانے کی اجازت ہو جائے یا وہ اگر اس قابل نہیں اور معافی کی کوئی صورت نہیں۔ یا زکوۃ نہ دینے ہی کا ابھی کچھ اور عذاب بھگتنا باقی ہے تو جہنم میں پھینکدیا

[1] در منثور

جائے گا وہاں جو کچھ گذریگی وہ تو تحریر و تقریر میں آہی نہیں سکتی۔ اس حدیث میں قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہے۔ اور قرآن پاک کی آیت شریفہ سورۂ معارج کے شروع میں بھی قیامت کے دن کو اسی مقدار کا بتایا ہے لیکن بعض احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالٰے کے فرمانبردار بندوں پر یہ دن ایسا ہلکا گذر جائیگا جیسا کہ ایک فرض نماز پڑھ لی ہو۔ اور بعض لوگوں پر ان کے اعمال کے لحاظ سے ایسا ہو گا جیسا ظہر سے عصر تک کا وقت [1] اور اتنی جلدی گذر جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس دن سیر تفریح میں ہوں گے۔ اور سیر و تفریح کے شوقین سب ہی اس سے واقف ہیں کہ لذت کے اوقات منٹوں میں ختم ہو جایا کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ یہ نہ ہوگا کہ روپیہ پر روپیہ اور اشرفی پر اشرفی رکھدی جائے بلکہ اس کے بدن کو اتنا وسیع کر دیا جائے گا جس پر یہ سب برابر برابر رکھے جاسکیں اور ان لوگوں سے کہا جائے گا کہ اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔ حضرت ثوبان رضؓ سے نقل کیا گیا کہ جتنا سونا چاندی اس کے پاس ہوگا اس کے ہر قیراط کا (جو تقریباً تین رتی کا ہوتا ہے پھیلاکر) آگ کا ایک ٹکڑا بنایا جائیگا۔ پھر اس سے اس کے سارے بدن کو منہ سے پاؤں تک داغ دیا جائے گا اس کے بعد چاہے اس کی بخشش ہو جائے یا جہنم میں ڈال دیا جائے [2] آگ میں تپا کر داغ دئے جانے کا جو عذاب اس حدیث شریف میں گذرا ہے یہ قرآن پاک میں بھی آیا ہے جیسا کہ دوسری فصل کی آیات میں ۵ پر گذرا۔ بعض احادیث میں اس کے مال کا سانپ بنکر طوق پہنانا بھی آیا ہے جیسا کہ آئندہ آرہا ہے۔

(۲) عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اتاه الله مالا فلم يؤد زكوته مثل له ماله يوم القيمة شجاعا اقرع له زبيبتان يطوقه يوم القيمة ثم ياخذ بلهزمتيه يعنى شدقيه ثم يقول انا مالك انا كنزك ثم تلا ولا يحسبن الذين يبخلون الآية رواه البخارى كذا فى المشكوة وقد روى من مسند ثوبان وابن مسعود وابن عمر بمعناه فى الترغيب۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو اللہ جل شانہٗ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو تو وہ مال قیامت کے دن ایک ایسا سانپ بنادیا جائیگا جو گنجا ہو اور اسکی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں پھر وہ سانپ اس کی گردن میں طوق کی طرح ڈالدیا جائیگا جو اسکے دونوں جبڑوں کو پکڑلیگا اور کہیگا میں تیرا مال ہوں، تیرا خزانہ ہوں۔ اسکے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (اسکی تائید میں) قرآن پاک کی آیت وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ الآیہ پڑھی۔

ف۔ یہ آیت شریفہ مع اسکے ترجمہ کے دوسری فصل کے ۳ پر گذر چکی ہے۔ اس سانپ کی

[1] در منثور [2] ایضاً۔

ایک صفت تو یہ بیان کی کہ وہ شجاع ہو جس سے بعض علمائے نر سانپ مراد لیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ شجاع وہ سانپ کہلاتا ہے جو دم کے اوپر سیدھا کھڑا ہو کر مقابلہ کرے [۱] اور دوسری صفت اس سانپ کی یہ فرمائی کہ وہ گنجا ہوگا اور گنجا اس واسطے کہا کہ سانپ جب بہت زیادہ زہریلا ہوتا ہے تو اس کے زہر کی شدت سے اس کے سر پر سے بال اڑ جایا کرتے ہیں۔ اور تیسری صفت اس سانپ کی یہ بیان فرمائی کہ اس پر دو نقطے سیاہ ہوں گے۔ اس پر دو نقطے سیاہ ہونا بھی سانپ کے زیادہ زہریلا ہونے کی علامت ہے۔ ایسے سانپ کی عمر بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اور بعض علمائے دو نقطوں کے بجائے سانپ کے منہ میں زہر کی کثرت سے دونوں جانب زہر کا جھاگ ترجمہ کیا ہے اور بعض نے دو دانت جو اس کے منہ سے باہر دونوں جانب نکلے ہوئے ہوں۔ اور بعض نے دو زہر کی تھیلیاں جو دونوں جانب لگی ہوئی ہوں، ترجمہ کیا ہے [۲] اس حدیث پاک میں زکوٰۃ نہ دینے پر اس مال کا سانپ بنکر طوق پہنانا ذکر کیا ہے اور پہلی حدیث میں آگ پر تپا کر داغ دینا گذرا ہے اور دونوں قسم کے عذاب قرآن پاک کی دو آیتوں میں بھی گذر چکے ہیں اور دونوں آیتیں دوسری فصل کی آیات کے ذیل میں گذری ہیں۔ دو عذابوں میں کوئی اشکال نہیں۔ مختلف اوقات کے اعتبار سے بھی فرق ہو سکتا ہے اور مختلف انواعِ مال کے اعتبار سے بھی اور مختلف آدمیوں کے اعتبار سے بھی اور دونوں عذاب جمع بھی ہو سکتے ہیں حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ سانپ بنکر پیچھے لگتے ہیں اور پترے بنکر داغ دینے میں فرق اس وجہ سے ہے کہ آدمی کو اگر مجملاً مال سے محبت ہو اس کی تفاصیل سے خصوصی تعلق نہ ہو اس کا مال تو ایک شئے واحد سانپ بنکر اس کے پیچھے لگ جائیگا۔ اور جس کو مال کی تفاصیل سے تعلق خاطر ہو وہ روپیہ اور اشرفی کو گن گن کر رکھتا ہو اور جو ملجائے اسکے روپیہ بنا کر رکھتا ہو تو اس کا مال پترے بنا کر داغ دیا جائیگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے پیچھے خزانہ چھوڑ جائے تو وہ خزانہ ایک گنجا دو نقطوں والا سانپ بنکر قیامت کے دن اس شخص کے پیچھے لگ جائیگا۔ وہ شخص گھبرا کر کہے گا تو کیا بلا ہے۔ وہ کہیگا میں تیرا خزانہ ہوں اس کو چھوڑ کر آیا تھا۔ وہ سانپ اول اس کے ہاتھ کو کھالیگا پھر سارے بدن کو [۳] قیامت کے عذابوں میں کثرت سے یہ بات ہے کہ جو شخص کسی عذاب کی وجہ سے ریزہ ریزہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا پھر عذاب کے مسلّط ہونے کے واسطے اپنی اصلی حالت پر عود کر کے دوبارہ عذاب کا محل بنے گا۔

(۳) عن عبد اللہ بن مسعود رض قال أُمرنا باقام الصّلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رض ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمیں نماز قائم کرنے کا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے

---

[۱] فتح الباری۔ [۲] فتح الباری [۳] ترغیب

ومن لم یزک فلا صلوٰۃ لہ۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر باسانید احدھا صحیح کذا فی الترغیب۔

اور جو شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کی نماز بھی (قبول) نہیں۔

ف۔ یعنی نماز پر جو ثواب اللہ جل شانہٗ کے یہاں سے ملتا وہ بھی نہیں ملیگا اگرچہ فرض ادا ہو جائیگا ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ (کامل) مسلمان نہیں۔ اس کو اس کے نیک عمل فائدہ نہ دینگے [1] یعنی دوسرے اعمال سے زکوٰۃ نہ دینے کا وبال نہیں ٹلے گا اسکا مطالبہ بدستور رہیگا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ بغیر زکوٰۃ ادا کرنے کے دین (کامل) نہیں ہے [2] ایک اور حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس شخص کی نماز کو قبول نہیں فرماتے جو زکوٰۃ نہ دیتا ہو جب اللہ تعالیٰ شانہٗ نے (بیسیوں جگہ قرآن پاک میں) نماز اور زکوٰۃ کو جمع فرمایا ہے تو اس کو علیحدہ نہ کرو [3] علیحدہ کرنیکا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھی جائے، اور زکوٰۃ ادا نہ کی جائے۔

(۴) عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ فرض علی اغنیاء المسلمین فی اموالھم القدر الذی یسع فقرآءھم ولن یجھد الفقرآء اذا جاعوا اوا عروا الا بما یمنع اغنیاءھم الا وان اللہ یحاسبھم حسابا شدیدا او یعذبھم عذابا الیما۔ کذا فی الدر۔ وقال اخرجہ الطبرانی فی الاوسط وابوبکر الشافعی فی الغیلانیات قلت ولفظ المنذری فی الترغیب ویعذبھم بالواو وقال رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر وقال تفرد بہ ثابت بن محمد الزاھد قال الحافظ ثابت ثقۃ صدوق روی عنہ البخاری وغیرہ وبقیۃ رواتہ لاباس بھم وروی موقوفا علی علیؓ وھو اشبہ کذا فی الترغیب وعزاہ صاحب کنز العمال الی الخطیب فی تاریخہ وابن النجار وقال فیہ محمد بن سعید

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے دولتمندوں پر انکے مالوں میں اتنی مقدار کو فرض کر دیا ہے جو ان کے فقراء کو کافی ہے اور نہیں مشقت میں ڈالتی فقراء کو جب کہ وہ بھوکے یا ننگے ہوں۔ مگر صرف یہ بات کہ ان کے غنی اپنے فریضہ کو روکتے ہیں یعنی پورا ادا نہیں کرتے۔ غور سے سن لو کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان دولتمندوں سے سخت محاسبہ فرمائیں گے۔ اور (فرض کی کوتاہی پر) سخت عذاب دیں گے۔

ف۔ حاصل یہ ہے کہ حقتعالیٰ شانہٗ نے اپنے علام الغیوب ہونیکی وجہ سے زکوٰۃ کی جو مقدار فرض فرمادی ہے وہ یقیناً اتنی کافی مقدار ہے کہ اگر لوگ اس کو پورا پورا ادا کرتے رہیں اور اصول سے ادا کرتے رہیں تو کوئی شخص بھوکا یا ننگا

[1] ترغیب [2] کنز [3] کنز

البورقی کذاب یضع اھ | نہیں ہو سکتا اور یہ بالکل ظاہری اور یقینی چیز ہے

حضرت ابوذر غفاری رضؓ کی حدیث میں یہ مقصود زیادہ واضح الفاظ میں ذکر کیا گیا۔ یہ طویل حدیث ہے جس کو فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحؒ نے تنبیہ الغافلین میں مفصل ذکر کیا ہے اس میں منجملہ اور سوالات کے ایک یہ بھی ہے، میں نے عرض کیا یا نبی اللہ آپ نے زکوٰۃ کا حکم فرمایا زکوٰۃ کیا ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ابوذر! جو شخص امانتدار نہیں اسکا ایمان نہیں۔ اور جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اس کی نماز (مقبول) نہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے غنی لوگوں پر ان کے مالوں کی زکوٰۃ اتنی مقدار میں واجب کر دی ہے جو ان کے فقراء کو کافی ہو جائے۔ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن ان کے مال کی زکوٰۃ کا مطالبہ کریگا۔ اور اس پر ان کو عذاب فرمائے گا۔ یہ حدیث صاف طور سے اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضورؐ کا یہ ارشاد زکوٰۃ ہی کے متعلق ہے۔ امام غزالی رحؒ احیاء میں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے زکوٰۃ میں کوتاہی کرنیوالوں کے لئے سخت وعید ارشاد فرمائی ہے چنانچہ ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ الآیۃ اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے سے مراد زکوٰۃ کا ادا کرنا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ اپنے متعلقات کے اعتبار سے چھ قسم پر ہے۔ جانوروں کی زکوٰۃ۔ سونے چاندی کی زکوٰۃ۔ تجارتی مال کی زکوٰۃ۔ رکاز و معدن کی زکوٰۃ۔ پیداوار کی زکوٰۃ اور صدقۂ فطر[1] یہ سب چیزیں ائمہ اربعہ کے نزدیک متفق علیہ ہیں بجز معدن کے کہ اس میں حنفیہ کے نزدیک بجائے زکوٰۃ کے خمس یعنی پانچواں حصہ واجب ہے، جو وجوب کے اعتبار سے زکوٰۃ ہی جیسا ہے اور یقیناً اگر مسلمان اِن سب انواع کو اہتمام اور پابندی سے نکالتے رہیں تو کسی غریب کو اضطرار سے مرنے کی نوبت نہ آئے بعض علماء کو حضرت علی رضؓ کی اس روایت سے یہ اشتباہ پیدا ہو گیا کہ اس سے زکوٰۃ سے زائد مقدار کا ایجاب مقصود ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اگر یہ مراد ہو تو وہ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کی دوسری روایت کے خلاف ہو جائیگا۔ حضرت علی رضؓ سے حضورؐ کا پاک ارشاد نقل کیا گیا کہ زکوٰۃ کے واجب ہونے نے اس کے علاوہ صدقات کو منسوخ کر دیا۔ یہ حدیث مرفوعاً بھی نقل کی گئی ہے۔ اور امام رازی رحؒ جصاص نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضؓ کا قول ہونا بہتر سند سے نقل کیا گیا۔ صاحب کنز العمال رحؒ نے متعدد کتب سے اس روایت کو نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ زکوٰۃ نے ہر اس صدقہ کو منسوخ کر دیا جو قرآن پاک میں ہے اور غسلِ جنابت نے اس کے علاوہ اور غسلوں کو منسوخ کر دیا اور رمضان کے روزہ نے ہر روزہ کو منسوخ کر دیا اور قربانی نے ہر ذبیحہ کو منسوخ کر دیا۔ خود حضرت علی رضؓ کا ارشاد ہے کہ جو شخص ساری دنیا کا مال لے لے اور اس کی نیت محض رضاءِ الٰہی ہو وہ زاہد ہے جیسا کہ

---

[1] احیاء

آئندہ فصل کے شروع میں آرہا ہے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے اپنی ضرورت کے بقدر رکھ کر باقی کا خرچ کرنا ضروری تھا جس کو زکوٰۃ کی فرضیت نے منسوخ کر دیا۔ جیسا کہ علامہ سیوطیؒ نے خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ (اعراف رکوع ۲۴) کی تفسیر میں سدیؒ سے نقل کیا۔ لہذا اگر اس سے ایجاب مراد ہو بھی تو وہ منسوخ ہے۔ نیز حدیثِ بالا سے زکوٰۃ سے زائد کا مراد لینا حضورؐ کے اس ارشاد کے بھی خلاف ہو گا جس میں وارد ہوا ہے کہ جس شخص نے زکوٰۃ ادا کر دی اس نے اس حق کو ادا کر دیا جو اس پر ہے۔ اور جو زائد ہے وہ فضل ہے [۱] اس مضمون کی متعدد روایات پہلے بھی گذر چکی ہیں۔ اور اس سے واضح وہ روایت ہے جو حضرت ابوہریرہؓ کے واسطہ سے نقل کی گئی اور وہ حضرت علیؓ کی حدیث کے ہم معنی ہے جس میں ارشاد ہے کہ اگر حق تعالیٰ شانہٗ یہ جانتے کہ اغنیاء کی زکوٰۃ فقراء کے لئے کافی نہ ہوگی تو زکوٰۃ کے علاوہ اور چیز ان پر فرض کرتے پس اگر اب فقراء بھوکے ہوتے ہیں تو اغنیاء کے ظلم کی وجہ سے ہوتے ہیں [۲] یعنی اغنیاء زکوٰۃ کو پورا ادا نہیں کرتے اس وجہ سے فقراء پر فاقوں کی نوبت آتی ہے۔ اسی وجہ سے محدث ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد میں حضرت علیؓ کی اس حدیث پر فرضیتِ زکوٰۃ کا ترجمہ باندھا بلکہ اس باب کو اسی حدیث سے شروع کیا جس سے اس کا محمل زکوٰۃ ہونا ظاہر ہے۔ اور صاحب کنز العمالؒ نے بھی اسی وجہ سے کتاب الزکوٰۃ ہی میں اس کو ذکر کیا۔ حافظ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ اور اس قسم کے دوسرے ارشادات اس حالت پر محمول ہیں جبکہ زکوٰۃ ادا نہ کی جائے جمہور فقہاء امصار کا یہی مذہب ہے۔ اور یہی قول ہے حضرت عمرؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت جابرؓ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا۔ اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو ابوداؤد وغیرہ نے ذکر کیا کہ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں سونے کا ایک زیور پہن رہی تھی میں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ یہ بھی کنز میں داخل ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ جو چیز مقدارِ زکوٰۃ کو پہنچ جائے اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ کنز میں داخل نہیں ہے۔ نیز اس کی تائید ابوہریرہؓ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو ترمذیؒ نے اور حاکمؒ نے ذکر کیا جس میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جب تو نے زکوٰۃ ادا کر دی تو اس حق کو پورا کر دیا جو تجھ پر واجب تھا۔ نیز حضرت جابرؓ کی حدیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جب تو نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو اس کی برائی کو زائل کر دیا۔ حاکمؒ نے اس حدیث کو مرفوعاً مسلم کی شرط پر نقل کیا ہے۔ اور بیہقیؒ نے اس کو حضرت جابرؓ پر موقوف بتایا ہے۔ اور ابوزرعہؒ نے بھی حضرت جابرؓ سے موقوفاً ان الفاظ کے ساتھ صحیح بتایا ہے کہ جس مال

---

[۱] کنز عن الحسن مرسلا [۲] کنز

کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ کنز نہیں ہے اور یہی مضمون حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے بھی نقل کیا گیا۔ عطاءؒ اور مجاہدؒ سے نقل کیا گیا کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو وہ کنز نہیں ہے اگرچہ زمین کے اندر گاڑ رکھا ہوا اور جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو وہ کنز ہے اگرچہ زمین کے اوپر رکھا ہو۔ اور ظاہر ہے کہ شرعی اصطلاح لغوی اصطلاح پر مقدم ہے (یعنی لغت میں اگرچہ کنز اس کو کہتے ہیں جو زمین کے اندر گڑا ہوا ہو لیکن شریعت میں وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو) اور میں نے چند حضرات کے سوا کسی کو اس کا مخالف نہیں پایا کہ کنز وہی ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو البتہ چند حضرات حضرت علیؓ حضرت ابوذرؓ اور حضرت ضحاکؒ اور بعض دوسرے زاہد اس طرف گئے ہیں کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی کچھ حقوق ہیں ان میں سے حضرت ابوذرؓ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جو مال روزی اور زندگی سے زائد ہو وہ سارا ہی کنز ہے اور حضرت علیؓ سے نقل کیا گیا کہ چار ہزار کی مقدار سے زائد کنز ہے اور ضحاکؒ کہتے ہیں کہ دس ہزار درم کی مقدار مال کثیر ہے۔ نیز ابراہیم نخعیؒ مجاہدؒ شعبیؒ اور حسن بصریؒ بھی اس کے قائل ہیں کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کچھ حقوق ہیں۔ ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ ان کے علاوہ بقیہ سب علماء متقدمین اور متاخرین کا مذہب کنز کے بارہ میں وہی ہے جو پہلے گذرا (کہ کنز وہ ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو) اور جن آیات اور احادیث سے یہ دوسرا فریق استدلال کرتا ہے وہ جمہور کے نزدیک استحباب پر محمول ہیں یا زکوٰۃ کے واجب ہونے سے پہلے کا حکم ہے جو زکوٰۃ کے واجب ہونے سے منسوخ ہو گیا جیسا کہ عاشوراء کا روزہ رمضان کے روزہ سے منسوخ ہو گیا۔ البتہ فضیلت کا درجہ اب بھی باقی ہے۔ [1]

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب فقراء مہاجرین بے مال و زر ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مواساۃ کے طور پر مقامی انصار سے جو مالدار تھے، ان کا بھائی چارہ کیا تو انصار نے یہ درخواست کی کہ ہمارے اموال کو بھی ان پر آدھا تقسیم کر دیجیے حضورؐ نے اس کا انکار فرما دیا بلکہ یہ طے فرمایا کہ مہاجرین ان کے باغات میں کام کریں گے اور بٹائی کے طور پر پھلوں میں شرکت ہوگی۔ اسی ذیل میں حضورؐ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت سعدؓ بن الربیع کے درمیان مواخات (بھائی چارہ) فرمائی تو حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے کہا کہ سب کو یہ بات معلوم ہے کہ انصار میں سب سے زیادہ مالدار میں ہوں۔ میں اپنا مال آدھا تمہیں دیتا ہوں حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اس کو قبول فرمانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مجھے بازار کا راستہ بتا دو۔ وہاں جا کر خرید و فروخت کا کام شروع کر دیا۔ اگر مالداروں کے زائد اموال میں فقراء کا بلا اضطرار حق تھا تو پھر کیوں تو حضورؐ نے انکار فرمایا اور کیوں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنا حق لینے سے انکار فرمایا؟

---

[1] اتحاف

اصحابِ صُفّہ کے واقعات اتنی کثرت سے کتبِ احادیث و سیر میں موجود ہیں کہ انکا احاطہ بھی مشکل ہے ان حضرات پر کئی کئی دن کے فاقے گذر جاتے تھے بھوک کی وجہ سے گر جاتے تھے اور انصار میں بہت سے حضرات مالدار بھی تھے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر جبر نہیں فرمایا کہ اپنے مال کا زائد از ضرورت حصہ ان لوگوں پر تقسیم کر دو۔ ترغیبات البتہ کثرت سے فرماتے تھے حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ اصحابِ صفہ ستر آدمی تھے جن میں سے کسی ایک کے پاس بھی چادر نہ تھی لہ حضرت ابوہریرہ رضہ نے خود اپنے واقعات اس حال کے کثرت سے بیان کئے ہیں جو کتب احادیث میں موجود ہیں۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں اپنے جگر کے بل زمین پر بھوک کی شدت سے پڑا رہتا تھا اور کبھی اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں راستہ میں اس امید پر بیٹھ گیا کہ شاید کوئی مجھے اپنے ساتھ لے جائے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضہ تشریف لائے میں نے ایک آیت ان سے محض اس لئے دریافت کی کہ شاید وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں۔ مگر وہ ویسے ہی چلے گئے۔ ان کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میری حالت دیکھ کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ آجاؤ۔ میں ہمراہ چلدیا۔ حضورؐ مکان تشریف لے گئے وہاں ایک پیالہ دودھ کا رکھا ہوا تھا حضورؐ نے دریافت فرمایا یہ کہاں سے آیا۔ گھر والوں نے عرض کیا فلاں نے ہدیہ بھیجا ہے۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کہ ابوہریرہ سب اصحابِ صُفّہ کو بلا لاؤ۔ ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ اصحابِ صفہ اسلامی مہمان تھے۔ نہ ان کے اہل و عیال تھے نہ ان کے پاس مال و زر تھا نہ کسی کے ذمہ انکا کھانا مقرر تھا نہ کسی کے ذمہ ان کا بار تھا جب حضورؐ کے پاس کہیں سے صدقہ کی کوئی چیز آتی تو ان کو مرحمت فرما دیتے خود اس میں سے نوش نہ فرماتے۔ اور جب ہدیہ کی کوئی چیز آتی تو خود بھی اس کو حضورؐ تناول فرماتے اور ان لوگوں کو بھی شریک فرما لیتے۔ حضورؐ نے اس وقت جب یہ فرمایا کہ اصحابِ صُفّہ کو بلا لاؤ تو مجھے بہت گرانی ہوئی کہ یہ ایک پیالہ دودھ اصحاب صفہ کا کیا بنائے گا؟ حضورؐ مجھے مرحمت فرما دیتے تو میں پی کر کچھ جان آجاتی۔ اب میں ان سب کو لے کر آؤنگا تو حضورؐ مجھی کو حکم فرمائیں گے کہ سب کو دیدو۔ میں جب ان کو تقسیم کرونگا تو میرا نمبر آخر میں آئے گا۔ معلوم کچھ بچے گا بھی یا نہیں مگر تعمیلِ حکم کے بغیر چارۂ کار کیا تھا؟ میں ان سب کو بلا لایا جب وہ سب آکر حضورؐ کی مجلس میں بیٹھ گئے تو حضورؐ نے وہ پیالہ مجھے مرحمت فرمایا کہ ان سب کو پلا دو۔ میں نے سب کو پلایا اور ہر ایک سیر ہو گیا۔ آخر میں حضورؐ نے فرمایا کہ ابوہریرہ رضہ اب تو تم اور میں ہی باقی رہ گئے۔ میں نے عرض کیا

لہ درمنثور

بے شک حضورؐ نے فرمایا لو بیٹھ کر پی لو میں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ حضورؐ نے فرمایا اور پیو میں نے اور پیا۔ حضورؐ نے پھر فرمایا کہ اور پی لو میں نے پھر اور پیا۔ حتیٰ کہ میں نے عرض کیا کہ حضورؐ اب مجھ میں اور پینے کی گنجائش نہیں۔ تو پھر بقیہ حضورؐ نے پیا۔ ایک اور مرتبہ کا اپنا ہی قصہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر تین دن کا فاقہ تھا۔ مجھے کچھ کھانے کو نہ ملا۔ میں صُفہ پر جا رہا تھا کہ راستہ میں گر گیا۔ بچے کہنے لگے کہ ابوہریرہؓ کو جنون ہو گیا۔ میں نے کہا جنون تو تمہیں ہو رہا ہے۔ بالآخر میں صُفہ تک پہنچا۔ وہاں حضورؐ کے پاس دو پیالے ثرید کے کہیں سے آئے ہوئے تھے اور حضورؐ اصحابِ صُفہ کو کھلا رہے تھے۔ میں بھی سر اوپر کو اٹھا رہا تھا کہ حضورؐ کی نظر مجھ پر پڑ جائے اور حضورؐ مجھ کو بھی بلا لیں حتیٰ کہ سب فارغ ہو گئے اور پیالوں میں کچھ بھی نہ بچا۔ حضورؐ نے ان پیالوں کو اپنے دستِ مبارک سے چاروں طرف سے پونچھا تو ایک لقمہ بن گیا۔ حضورؐ نے اپنی انگلیوں پر رکھ کر مجھ سے فرمایا کہ اللہ کا نام لیکر اس کو کھاؤ۔ میں نے اسکو کھایا تو پیٹ بھر گیا۔ حضرت فضالہ بن عبیدؓ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ کر تشریف فرما ہوتے تو اصحابِ صفہ میں سے بعض لوگ بھوک کی شدّت سے کھڑے کھڑے گر جاتے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انکی طرف التفات فرما کر ارشاد فرماتے کہ اگر تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالےٰ کے یہاں تمہارے لئے کیا درجہ ہے تو اس سے زیادہ فقر و فاقہ کو پسند کرنے لگو۔ پہلی فصل کی آیات میں ۳۰ پر قبیلہ مضر کی ایک جماعت کا مفصل قصّہ گذر چکا جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھوکے اور ننگے حاضر ہوئے کہ ان کے پاس پہننے کیلئے کپڑا نہ تھا کھانے کو کوئی چیز نہ تھی۔ فاقہ کی وجہ سے مشقت میں پڑے ہوئے تھے حضورؐ نے اپنے گھروں میں ان کے لئے تلاش کیا کچھ نہ ملا تو مجمع اکٹھا کیا اور صدقہ کی ترغیب دی اور بہت زور سے ترغیب دی جس پر دو ڈھیر سامان کے جمع ہو گئے اور وہ ان لوگوں پر تقسیم فرما دئے نہ کسی پر جبر فرمایا نہ کسی سے اس کے پاس زائد از ضرورت کا محاسبہ فرمایا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری نے آکر حضورؐ سے سوال کیا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے گھر میں کچھ نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کیا ایک ٹاٹ ہے جس کو آدھے کو بچھا لیتے ہیں اور آدھا اوڑھ لیتے ہیں اور ایک پیالہ ہے پانی پینے کو۔ حضورؐ نے دونوں چیزیں منگائیں اور دو درم میں نیلام کر دیں اور وہ ان کو دئے کہ ایک درم کا غلہ خرید کر گھر دے آویں اور دوسرے درم کا کلہاڑی کا پھلڑا خرید کر لائیں وہ لیکر آئے تو حضورؐ نے اپنے دستِ مبارک سے اس میں لکڑی یعنی دستہ لگایا اور فرمایا کہ جاؤ لکڑیاں کاٹ کر بیچو پندرہ دن تک تمہیں یہاں نہ دیکھوں۔ انہوں نے ارشاد کی تعمیل کی اور پندرہویں دن دس درم کما کر لائے

لے ترغیب۔

جن میں سے کچھ کا غلہ خریدا کچھ کا کپڑا خریدا حضورؐ نے فرمایا یہ اچھا ہے سوال کرنے سے کہ بھیک مانگنے سے قیامت کے دن تمہارے چہرہ پر داغ ہوتا۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ سوال کی صرف تین آدمیوں کے لئے گنجائش ہے لِذِی فَقْرٍ مُدْقِعٍ اَوْلِذِی غُرْمٍ مُفْظِعٍ اَوْلِذِی دَمٍ مُوْجِعٍ ایک اس شخص کیلئے جس کا فقر ہلاک کرنے والا ہو۔ دوسرے اس کے لئے جس پر کوئی تاوان سخت پڑ گیا ہو تیسرے جو دردناک خون کے معاملہ میں پھنس گیا ہو۔ ان تین حالتوں میں بھی حضورؐ نے سوال ہی کی اجازت دی۔ اور خود یہ صاحب واقعہ جس فقر میں مبتلا تھے ان کو نہ تو سوال کی اجازت دی نہ کسی پر ان کا نفقہ واجب فرمایا غرض ہزاروں واقعات کتب احادیث میں اس کے شاہد ہیں کہ جہاں تک وجوب کا تعلق ہے وہ صرف زکوٰۃ ہے۔ اس پر اضافہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور قول المتعدی فی الصدقۃ کمانعھا صدقہ میں تعدی اور افراط کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کو نہ دینے والا کا مصداق ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ضحاک بن قیسؓ کو صدقات وصول کرنے کیلئے بھیجا وہ اس مال میں بہترین اونٹ چھانٹ لائے۔ حضورؐ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ تم ان لوگوں کا عمدہ مال لے آئے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس وقت آپ جہاد میں تشریف لے جانے کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ میں اس لئے ایسے اونٹ لایا جن پر سواری ہو سکے اور سامان لادا جا سکے۔ حضورؐ نے فرمایا ان کو واپس کر کے آؤ اور معمولی مال لے کر آؤ۔[1] حالانکہ جہاد کی ضرورت بھی ظاہر۔ اور اس موقعہ پر حضورؐ نے ایسی ایسی ترغیبات ارشاد فرمائی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے گھر کا سارا اثاثہ[4] لے آئے۔ اور حضرت عمرؓ نے ہر چیز کا آدھا حصہ پیش کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس چار ہزار ہیں۔ دو ہزار گھر کے اخراجات کے واسطے رکھتا ہوں۔ دو ہزار اللہ کے واسطے پیش کرتا ہوں۔ اور ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے رات بھر مزدوری کر کے دو صاع (ساڑھے سات سیر) کھجوریں مزدوری میں کمائی ہیں آدھی گھر کے خرچ کے واسطے چھوڑ دی آدھی حاضر ہیں[2] حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور صدقہ کا حکم فرماتے اور ہم میں سے بعض کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا تو وہ صرف اس کے لئے بازار جاتا مزدوری کرتا اور مزدوری میں ایک مُد (ڈیڑھ پاؤ) کھجور کماتا اور صدقہ کر دیتا[3] پہلی فصل کی احادیث میں ۷۸ پر یہ مضمون تفصیل سے گذر چکا۔ لیکن اس سب کے باوجود ضابطہ کے طور پر یہاں معمولی اونٹ کی جگہ عمدہ اونٹ بھی قبول نہیں فرمایا۔ اس لئے جہاں تک وجوب کا تعلق ہے وہ مالی حیثیت سے صرف زکوٰۃ ہے اور جہاں تک خرچ کرنے کا تعلق ہے مسلمان اس لئے پیدا ہی نہیں ہوا کہ وہ مال

---

[1] مجمع الزوائد [2] درمنثور [3] بخاری [4] یعنی سامان

جمع کر کے رکھے۔ قرآن پاک کی آیات اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جو پہلی فصل میں گذر چکے وہ بڑے زور سے اس کی ترغیب وتاکید کر رہے ہیں کہ مال صرف اس لئے ہے کہ اس کو اللہ کی رضا کے کاموں میں خرچ کر دیا جائے خود اپنی طاقت کے موافق تنگی اٹھائی جائے دوسروں پر خرچ کیا جائے۔ اپنے کام صرف وہی آئے گا جو اللہ کے خزانہ میں جمع کر دیا جائے گا کہ اس کے بنک میں جمع کر دینے پر نہ اس کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے نہ بنک کے فیل ہو جانے کا احتمال ہے۔ اور ایسی ضرورت کے وقت کام آئے گا جس وقت کہ آدمی انتہائی محتاج ہوگا۔ خود حق سبحانہٗ وتقدس کا ارشاد حضورؐ نقل فرماتے ہیں کہ اے آدمی تو اپنا خزانہ میرے پاس بہا دے نہ تو اس کو آگ لگ جانے کا خوف رہیگا۔ نہ چوری کا نہ دریا برد ہونے کا اور میں ایسے وقت تجھ کو پورا کا پورا دیدونگا جب تو بیحد محتاج ہوگا[۱]۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا پاک ارشاد پہلی فصل کے ع۳۰ پر گذر چکا کہ ہر شخص یہ غور کرے کہ اس نے کل قیامت کے دن کے لئے کیا چیز آگے بھیجی ہے۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خود ان کی جانیں بھلا دیں۔ دوسری آیت میں ع۳۱ پر گذرا کہ تمہارے مال ومتاع آل اولاد تمہارے لئے امتحان کی چیزیں ہیں اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے رہو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ حضورؐ کا پاک ارشاد اسی فصل کی احادیث میں ع۱ پر گذر چکا کہ اگر میرے پاس احد کے پہاڑ کی برابر سونا ہو تو میرا دل نہیں چاہتا کہ اس میں سے کچھ بھی میں اپنے پاس رکھوں بجز اس کے کہ قرض کی ادائیگی کے واسطے رکھا ہو۔ ع۳ پر حضورؐ کا ارشاد گذرا کہ جو چیز ضرورت سے زائد ہو اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ کر دینا تمہارے لئے بہتر ہے بچا کر رکھنا بُرا ہے۔ ع۱۲ پر حضورؐ کا پاک ارشاد گذرا کہ گن گن کر خرچ نہ کر جتنا بھی ہو سکے خرچ کر ڈال ع۲۰ پر یہ واقعہ گذر چکا کہ ایک بکری ذبح کی گئی اور بجز ایک شانہ کے ٹکڑے کے ساری تقسیم کر دی گئی حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ کتنی تقسیم ہو گئی تو عرض کیا گیا کہ ایک شانہ باقی رہ گیا اور باقی سب خرچ ہو چکی حضورؐ نے فرمایا وہ ساری باقی ہے اس شانہ کے علاوہ۔ اس قسم کے بہت سے ارشادات فصل اول میں گذر چکے ہیں اس لئے اس سے قطع نظر کہ واجب کیا ہے، مندوب ومستحب کیا ہے۔ اپنے کام آنے والا صرف وہی مال ہے جو اپنی زندگی میں آدمی آگے بھیجدے۔ اگر اس محنت ومشقت سے کمائی ہوئی چیز کو اپنی ضرورت کے وقت کام آنے کے لئے کہیں محفوظ کرنا ہے تو وہ صرف اللہ کے راستے میں خرچ کرنا ہے جس کا نفع آخرت میں تو ہے ہی دنیا میں بھی زیادہ سے زیادہ ہے کہ بلاؤں کے دور ہونے میں امراض سے صحت ہونے میں صدقہ کو زیادہ سے زیادہ دخل ہے۔ بُرے خاتمہ سے اسکی وجہ سے

---

[۱] ترغیب۔

حفاظت ہوتی ہے۔ حضورؐ کا مشہور ارشاد ہے کہ قابلِ رشک دو آدمی ہیں ایک وہ جس کو اللہ جل شانہ نے قرآن پاک عطا فرمایا ہو کہ وہ رات دن اس کی تلاوت میں اس پر عمل کرنے میں منہمک رہے دوسرا وہ شخص جس کو اللہ جل شانہ نے بہت مال عطا کیا ہو اور وہ ہر وقت اس کو اللہ کے راستہ میں لٹانے پر تُلا ہوا ہو۔[1] حضورؐ کا پاک ارشاد دوسری فصل کے ۳؎ پر گذر چکا کہ سرمایہ دار بڑے خسارہ میں ہیں بجز اس شخص کے جو دونوں ہاتھوں سے اِدہر اُدہر دائیں بائیں آگے پیچھے اللہ کے راستہ میں خرچ کرتا رہے اور ۷؎ پر حضورؐ کا پاک ارشاد گذر چکا کہ وہ حقیقت میں مومن ہی نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھالے اور اس کا پڑوسی بھوکا پڑا رہے۔ غرض اس رسالہ میں پہلی فصلوں میں تفصیل سے یہ مضمون گذر چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان کی ہرگز یہ شان نہیں ہے کہ مال کو جمع کر کے رکھے۔ اس کی صحیح مثال بالکل پاخانہ کی سی ہے کہ وہ ضروری تو اتنا کہ ایک دو دن نہ ہو تو حکیم اور ڈاکٹر دوائیں وغیرہ سب ہی کچھ آدمی کرنے پر مجبور ہے لیکن اگر مناسب مقدار سے زائد آنے لگے تو اس کو بند کرنے کے واسطے بھی حکیم اور ڈاکٹر کی ضرورت ہے اور اگر کوئی شخص پاخانہ کو اس وجہ سے کہ وہ اتنی اہم اور ضروری چیز ہے اپنے گھر میں محفوظ رکھے کہ بڑی مشقت سے حاصل ہوئی ہے تو مکان بھی سڑ جائے گا، دماغ بھی سڑ جائے گا۔ امراض بھی بکثرت پیدا ہو جائیں گے۔ بعینہٖ یہی صورت اس مال کی ہے کہ ضروری تو اتنا کہ اگر چند روز کچھ نہ ملے تو سارے جتن اس کے لئے بھی کرنا پڑیں۔ لیکن اس کے باوجود اتنا ہی گندہ ہے کہ اگر اس کو فوراً مجبوری سے زائد مقدار کو پاخانہ کی طرح سے گھر سے نہ نکالا جائے تو تکبر اس سے پیدا ہوتا ہے، غرور اس سے پیدا ہوتا ہے، تفاخر اس سے ہوتا ہے، دوسروں کو ذلیل وحقیر سمجھنا اس سے ہوتا ہے۔ آوارگی عیاشی اس کا ثمرہ ہے۔ غرض ہر قسم کی آفات اس پر مسلط ہیں۔ اسی لئے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اپنی اولاد کے لئے ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا۔ یا اللہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی اولاد کا رزق بقدر کفایت عطا فرما یعنی زیادہ ہوہی نہیں جس پر فسادات مرتب ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ سیّد عام طور سے زیادہ متمول نہیں ہوتے ایک دو کا متمول ہو جانا اسکے منافی نہیں۔ اکثریت ایسی ہی ملے گی حق تعالےٰ شانہ اپنے لطف وکرم سے اس کی ناپاک حقیقت کو اس ناپاک پر بھی واضح کر دے تو کیسے لطف کی زندگی میسّر ہو؟

(۵) عن بریدۃؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما منع قوم الزکوٰۃ الا ابتلاھم اللہ بالسنین رواہ الطبرانی فی

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جو قوم بھی زکوٰۃ کو روک لیتی ہے حق تعالےٰ شانہ اس کو قحط میں مبتلا فرماتے

[1] مجمع الزوائد

الاوسط ورواتہ ثقات کذا فی الترغیب وفی الباب روایات کثیرۃ فی الترغیب و الکنز وغیرھما۔

ہیں۔

ف۔ قحط کی وبا رہم لوگوں پر ایسی مسلّط ہو رہی ہے کہ اس کی حد نہیں۔ ہزاروں تدبیریں اس کے زائل کرنے کے واسطے کی جاتی ہیں لیکن کوئی بھی کارگر نہیں ہو رہی ہے اور جب حق تعالےٰ شانہٗ کوئی وبال کسی گناہ پر اتار دیں دنیا میں کسی کی طاقت ہے کہ اس کو ہٹا سکے۔ لاکھ تدبیریں کیجئے ہزاروں طرح کے قانون بنائیے جو چیز مالک الملک کی طرف سے مسلّط ہے وہ تو اسی کے ہٹانے سے ہٹ سکتی ہے۔ اس نے مرض بتادیا اس کا صحیح علاج بتادیا۔ اگر مرض کو زائل کرنا مقصود ہے تو صحیح علاج اختیار کیجئے۔ ہم لوگ امراض کے اسباب خود پیدا کرتے رہیں اور اس پر روتے رہیں کہ امراض بڑھ رہے ہیں یہ کہاں کی عقلمندی ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم میں جو حوادث اور مصائب آتے ہیں ان پر اور ان کے اسباب پر خاص طور سے متنبہ فرمادیا جن کو بندہ مختصر طور پر اپنے رسالہ الاعتدال میں لکھ چکا ہے۔ یہاں ان کا اعادہ تطویل کا سبب ہے۔ کسی کا دل چاہے تو اس میں دیکھ لے کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے اہتمام سے اس پر متنبہ فرمایا کہ جب میری امت یہ حرکتیں کرنے لگے گی تو آفات اور بلاؤں میں پھنس جائے گی اس وقت سرخ آندھیاں، زمینوں میں دھنس جانا، صورتوں کا مسخ ہو جانا اور زلزلوں کا آنا، آسمان سے پتھر برسنا، دشمنوں کا غلبہ اور مسلمانوں پر ان کا مسلط ہو جانا، طاعون اور قتل وغارت کا مسلّط ہونا، بارش کا رک جانا، طوفان کا آجانا، دلوں کا مرعوب ہو جانا اور دلوں پر خوف کا مسلط ہو جانا، نیک لوگ دعائیں بھی کریں تو ان کی دعاؤں کا بھی قبول نہ ہونا، یہ سب آفات حضورؐ نے بتائیں۔ اور جس جس حرکت پر جو آفت مسلّط ہوتی ہے اس کو حضورؐ نے تقریباً چودہ سو برس پہلے سے بتادیا، متنبہ کردیا۔ اور ہم لوگ اب انکے تجربے بھی کر رہے ہیں۔ اور ایسے حرف بحرف یہ ارشادات سامنے آرہے ہیں کہ ذرا بھی فرق نہیں ہو رہا ہے۔ کاش ہم لوگ حضورؐ جیسے شفیق کے ارشادات کی قدر کرتے جو صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ ساری مخلوق کے لئے رحمت بناکر بھیجے گئے تھے اور ان اصول پر عمل کرنا ساری ہی مخلوق کے لئے انتہائی فائدہ کی چیز ہے مگر جب خود مسلمان اپنے اسلامی دعوؤں کے باوجود ان کی قدر نہ کریں تو دوسروں پر کیا الزام ہے۔ اور دوسروں کو کیا خبر کہ اللہ کی مجسّم رحمت نے دنیوی آفات سے بچنے کے بھی کیسے کیسے زرّیں اصول پر متنبہ فرمایا ہے۔ اب بھی اگر ان اصول کو اہتمام سے پکڑ لیا جائے تو دنیا کو مصائب سے نجات مل جائے۔ مسلم حکیم ڈاکٹروں کا علاج غیر مسلم بھی کرتے ہیں اور غیر مسلموں کا علاج مسلم بھی کرتے ہیں۔ اگر اس حاذق حکیم کے نسخہ پر لوگ عمل کریں

تو کیسی راحت آرام سب کو مل جائے؟ اس جگہ مجھے زکوٰۃ کے متعلق دو ایک احادیث پر متنبہ کرنا ہے کہ وہی اس جگہ مقصود ہے۔ حضرت ابنِ عمر رضؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اے مہاجرین کی جماعت پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان میں مبتلا ہو جاؤ اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تم ان میں مبتلا ہو (تو بڑی آفات میں پھنس جاؤ) ایک تو یہ ہے کہ فحش بدکاری جس قوم میں بھی کھلم کھلا علی الاعلان ہونے لگے تو ان میں ایسی نئی نئی بیماریاں پیدا ہونگی جو پہلے کبھی سننے میں نہ آئی ہوں۔ اور جو لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگیں گے۔ ان پر قحط اور مشقت اور بادشاہ کا ظلم مسلط ہو جائے گا۔ اور جو قوم زکوٰۃ کو روک لے گی ان پر بارش رُوک دی جائے گی۔ اگر جانور نہ ہوں تو ایک قطرہ بھی بارش کا نہ ہو (جانور چونکہ اللہ کی مخلوق ہیں اور بے قصور ہیں ان کی وجہ سے تھوڑی بہت بارش ہوگی) اور جو لوگ معاہدوں کی خلاف ورزی کریں گے ان پر دوسری قوموں کا تسلّط ہو جائے گا اور ان کے مال و متاع کو لوٹ لیں گے۔ اور جو لوگ اللہ کے قانون کے خلاف حکم جاری کریں گے ان میں خانہ جنگی ہو جائے گی [۱] آج ہم لوگوں کو بڑے غور سے ان عیوب کو دیکھنا چاہیئے کہ ان میں سے کونسا عیب ایسا ہے جس میں ہم مبتلا نہیں ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی غور کرلیں کہ جو آفات ان پر بتائی گئی ہیں کونسی آفت ایسی ہے جو ہم پر مسلط نہیں ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلہ میں ہیں۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کا کیا مطلب ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ جو قوم معاہدہ کی خلاف ورزی کرتی ہے اس پر دشمن غالب آجاتا ہے اور جو لوگ اللہ کے قانون کے خلاف حکم کریں گے ان میں اموات کی کثرت ہوگی اور جو لوگ زکوٰۃ کو روک لیں گے ان پر بارش بند کر دی جائے گی۔ اور جو لوگ ناپ تول میں کمی کریں گے ان کی پیداوار کم ہو جائے گی۔ اور قحط مسلّط ہو جائے گا [۲] اس حدیث شریف میں غالباً اختصار ہوا کہ تفصیل میں چار ہی چیزیں ذکر کی گئیں۔ اس حدیث پاک میں اللہ کے حکم کی خلاف ورزی پر اموات کی کثرت اور پہلی میں خانہ جنگی ارشاد ہوا ہے۔ دونوں چیزیں علیٰحدہ علیٰحدہ بھی ہو سکتی ہیں اور خانہ جنگی سے اموات کی کثرت کا نمونہ آجکل تو آنکھوں کے سامنے ہے۔ حضرت علی رضؓ اور حضرت ابوہریرہ رضؓ دونوں حضرات سے یہ حدیث نقل کی گئی کہ جب میری امت ان پندرہ عیوب میں مبتلا ہو جائے منجملہ ان کے یہ بھی دونوں حدیثوں میں ہے کہ زکوٰۃ کا ادا کرنا تاوان بن جائے (یعنی اس کا ادا کرنا ایسا مصیبت ہو جائے جیسا تاوان ہوتا ہے۔ یا وہ تاوان کی طرح سے وصول کی جانے لگے) تو اس وقت سرخ آندھیاں، زلزلے

---

[۱] ترغیب [۲] ایضاً۔

زمینوں میں دھنس جانا، صورتوں کا مسخ ہوجانا، آسمانوں سے پتھر برسنا، ایسے لگاتار مصائب یکے بعد دیگرے نازل ہونے لگیں گے جیسا کہ تسبیح کا تاگہ ٹوٹ جائے اور اس کے دانے ایک ایک ہوکر گرنا شروع کردیں۔ اعتدال[^1] میں یہ روایتیں پوری ذکر کی گئی ہیں اور اس میں ان پندرہ عیوب کی تفصیل بھی ہے جس پر یہ سخت سخت عذاب ذکر فرمائے ہیں ان کے علاوہ اور بھی روایات اس قسم کے مضامین کی ذکر کی گئیں یہاں صرف زکوٰۃ کی وجہ سے ان روایات کی طرف اشارہ کردیا۔

(۶) عن ابی هریرة رض قال سمعت عمر بن الخطاب رض حديثا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ما سمعته منه وكنت اكثرهم لزوما لرسول الله صلى الله عليه وسلم قال عمر قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ماتلف مال فی بر ولا بحر الا بحبس الزکوٰة رواه الطبرانی فی الاوسط وھو غریب کذا فی الترغیب وله شاهد من حديث عبادة بن الصامت فی الکنز برواية ابن عساکر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو مال کسی جنگل میں یا دریا میں کہیں بھی ضائع ہوتا ہے وہ زکوٰۃ کے روکنے سے ضائع ہوتا ہے۔

ف۔ یعنی زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے جو وبال و عذاب آخرت کے ہیں وہ تو علیحدہ رہے دنیا میں بھی اس کا وبال یہ ہوتا ہے کہ وہ مال کے ضائع ہوجانے کا سبب بنتا ہے۔ ایک اور حدیث میں اس حدیث شریف کے متعلق ایک قصہ بھی نقل کیا ہے حضرت عبادہ بن الصامت رض فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں حطیم کے سایہ میں تشریف فرما تھے کسی نے آکر عرض کیا یارسول اللہ فلاں گھرانہ کا سامان سمندر کے کنارہ پر پڑا ہوا تھا وہ ہلاک ہوگیا (سمندر کی موج سے بظاہر ضائع ہوا) حضورؐ نے فرمایا کہ کوئی مال بر و بحر میں (یعنی خشکی میں ہو یا سمندر میں مطلب یہ ہے کہ ساری دنیا میں) اس کے بغیر ضائع نہیں ہوتا کہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوئی ہو۔ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کے ذریعہ حفاظت کیا کرو۔ اور اپنے بیماروں کا صدقہ کے ذریعے سے علاج کیا کرو۔ اور ناگہانی مصیبتوں کو دعا کے ذریعے سے ہٹایا کرو کہ دعا اس مصیبت کو زائل کردیتی ہے جو آن پڑی ہو اور اس کو روک دیتی ہے جو ابھی تک نہ آئی ہو۔ اور حضورؐ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اللہ جل شانہٗ جس قوم کی بڑھوتری اور بقا کا ارادہ فرماتے ہیں اس میں عفت (پاکبازی) اور سماحت یعنی نرمی اور جود عطا فرماتے ہیں اور جس قوم کے خاتمہ اور فنا کا ارادہ فرماتے ہیں اس میں خیانت پیدا فرمادیتے ہیں۔ اس کے بعد حضورؐ نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ

[^1]: اعتدال یا اسلامی سیاست حضرت شیخ الحدیث صاحب کی اردو میں بہترین تصنیف ہے۔ قیمت تین روپے پتہ :- ادارہ اشاعت دینیات نئی دہلی ۱۳

بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ؎ یہ آیت شریفہ سورۂ انعام کے پانچویں رکوع کی ہے جسکا شروع فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ سے ہے اور اوپر کی دو آیات سے عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے پہلی امتوں کی ہلاکت کا ایک دستور ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے پہلی امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے تھیں پیغمبر بھیجے تھے (جب انہوں نے پیغمبروں کا کہنا نہ مانا تو) پھر ہم نے ان کو مصیبتوں اور بیماریوں سے پکڑا (یعنی مصائب اور بیماریوں میں مبتلا کیا) تاکہ وہ عاجزی کریں۔ پس جب انکو ہماری (طرف سے مصائب کی) سزا پہنچی تھی تو انہوں نے عاجزی کیوں نہ کی (کہ ان پر رحم کیا جاتا۔ اور ان کا قصور معاف کر دیا جاتا) لیکن ان کے دل تو سخت ہوگئے تھے (وہ نصیحت کیا قبول کرتے) اور شیطان ان کے اعمال کو (جن کو وہ پہلے سے کر رہے تھے ان کی نگاہ میں) آراستہ کر کے دکھلاتا رہا (جس کی وجہ سے وہ اپنے بُرے اعمال ہی جن کو وہ اچھا سمجھتے رہے پھنسے رہے) پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے (اور ان کی طرف التفات بھی نہ کیا) جن کی ان کو پیغمبروں کی طرف سے نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر (عیش و عشرت راحت و آرام کے) ہر قسم کے دروازے کھولدیئے یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں پر (جو ان کو عیش و عشرت کی ملی تھیں) اترانے لگے (جس سے ان کی گمراہی اور بھی بڑھ گئی) تو ہم نے ان کو (عذاب میں ایسا) دفعۃً پکڑ لیا کہ ان کو اس کا گمان بھی نہ تھا) پھر ظالم لوگوں کی جڑیں تک کٹ گئیں" فقط۔ یہ آیاتِ شریفہ بڑی عبرت کی آیات ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی نافرمانیوں کے باوجود اگر کسی قسم کی سختی کے بجائے عیش و عشرت اور راحت کے سامان ہوتے رہیں تو یہ زیادہ خطرہ کی چیز ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جب تو یہ دیکھے کہ کوئی شخص اپنے گناہوں پر مُصِر ہے اور اس پر دنیا کی وسعت ہو رہی ہے تو یہ اللہ کی طرف سے ڈھیل ہے۔ پھر حضورؐ نے یہی آیت فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ تلاوت فرمائی حضرت ابو حازم رضؓ سے نقل کیا گیا کہ جب تو یہ دیکھے کہ تو اللہ کی نافرمانی کر رہا ہے اور اس کی نعمتیں تجھ پر لگاتار ہو رہی ہیں تو اس سے ڈرتا رہ اور ہر وہ نعمت جو اللہ تعالےٰ شانہٗ سے قرب پیدا نہ کرے وہ مصیبت ہے ؎ چھٹی فصل کی احادیث میں ۱۷ پر یہ مضمون تفصیل سے آرہا ہے۔ اور چونکہ مال بھی اللہ تعالےٰ کی نعمتوں میں سے بڑی نعمت ہے اس کو زیادہ سے زیادہ حق تعالےٰ شانہٗ کی پاک بارگاہ میں تقرب پیدا کرنے کا ذریعہ بنانا چاہیئے۔ اور کوئی شخص بجائے اس کے کہ اس کو اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کر کے تقرب پیدا کرے اس کی زکوٰۃ بھی ادا نہ کرے جو اللہ تعالےٰ شانہٗ کا اہم فریضہ ہے تو اس کی نافرمانی میں کیا شک ہے؟ اور ایسے شخص کو اپنے مال کے باقی رہنے کی زیادہ امید نہ رکھنی چاہیئے وہ

؎ کنز ؎ درمنثور

خود اس کے ضائع ہو جانے کی تدبیر کر رہا ہے۔ اور اگر اس حال میں بھی خدانخواستہ ضائع نہ ہو تو یہ اور بھی سخت خطرناک ہے کہ اس صورت میں یہ کسی بڑی مصیبت کا پیش خیمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ ہی اپنے فضل سے محفوظ رکھے۔

(۷) عن عائشۃ رضؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما خالطت الزکوٰۃ مالاً قط الا اھلکتہ رواہ الشافعی والبخاری فی تاریخہ کذا فی المشکوٰۃ وعزاہ المنذری الی البزار والبیہقی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جس مال کے ساتھ زکوٰۃ کا مال مل جاتا ہے وہ اس مال کو ہلاک کئے بغیر نہیں رہتا۔

ف اس حدیث پاک کے مطلب میں علما کی دو تفسیریں ہیں اور دونوں صحیح ہیں حضور کا یہ پاک ارشاد دونوں پر صادق آتا ہے۔ ایک یہ کہ جس مال میں زکوٰۃ واجب ہو گئی ہو۔ اور اس میں سے زکوٰۃ نہ نکالی گئی ہو تو یہ سارا مال زکوٰۃ کی ساتھ مخلوط ہے اور یہ زکوٰۃ کا مال سب کو ہی ہلاک کر دیگا۔ اس مطلب کے موافق یہ حدیث پاک اس سے پہلی حدیث شریف کے ہم معنی ہوئی کہ یہی مضمون بعینہٖ پہلی حدیث شریف کا ہے۔ حافظ ابنِ تیمیہ رحؒ نے منتقیٰ میں انہیں معنی کو اختیار کیا ہے۔ اس لئے اس پر زکوٰۃ نکالنے میں جلدی کرنے کا باب لکھا ہے۔ اور حمیدی رحؒ سے اس حدیث کے بعد یہ نقل کیا ہے کہ اگر تجھ پر زکوٰۃ واجب ہو جائے اور تو اس کو نہ نکالے تو حرام مال حلال کو بھی ہلاک کر دے گا۔ یعنی زکوٰۃ کا مال جس کا روکنا حرام ہے، باقی مال کو جس کا روکنا حلال ہے ضائع کر دیگا۔ دوسری تفسیر جو حضرت امام احمد بن حنبل رضؓ سے نقل کی گئی یہ ہے کہ جو شخص خود صاحبِ نصاب ہو یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کی کوئی چیز اصلی ضرورت سے زائد اسکے پاس ہو اور پھر وہ اپنے کو غریب ظاہر کر کے کسی سے زکوٰۃ کا مال لے لے تو یہ مال اس کے پاس جو اپنا اصلی مال پہلے سے تھا اس کو بھی ضائع کر دیگا[۱] اس حدیث پاک سے ان لوگوں کو بہت ڈرتے رہنا چاہیے جو صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود لوگوں کی زکوٰتیں لیتے رہتے ہیں کہ یہ زکوٰۃ کا مال ان کے اصلی مال کو بھی فنا کر دیگا۔ اور تھوڑے سے نفع کی خاطر بہت سا نقصان برداشت کرنا پڑ جائیگا پھر چاہے چوروں کو گالیاں دیتے رہیں یا ظالموں کو بددعائیں دیتے رہیں اپنی حرکت کی بدولت مال چلا ہی جائے گا۔ اور ایسی حالت میں کہ وہ مستحق نہ تھا لینے کا گناہ سر پر رہے گا۔

(۸) عن عبد اللہ بن مسعود رضؓ قال من کسب طیباً خبث منع الزکوٰۃ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص طیب مال (حلال مال) کماوے زکوٰۃ کا ادا

[۱] مشکوٰۃ

ومن کسب خبیثا لم تطیبہ الزکوٰۃ رواہ الطبرانی فی الکبیر موقوفا باسناد منقطع کذا فی الترغیب۔

نہ کرنا اس کو خبیث بنا دیتا ہے اور جو شخص حرام مال کمائے زکوٰۃ کا ادا کرنا اس کو پاک نہیں بناتا۔

ف۔ کتنی سخت وعید ہے کہ جس مال کو بڑی محنت جانفشانی سے جائز ناجائز کا اہتمام رکھتے ہوئے کمایا تھا وہ ذرا سے بخل سے کہ اس کی زکوٰۃ کا اہتمام نہیں رکھا سارا کا سارا اللہ تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک خبیث بن گیا۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ جو شخص حرام طریقے سے مال کمائے اور پھر اس کو صدقہ کرے اس کے لئے اس میں کوئی اجر نہیں ہے اور اس کا وبال اس پر ہے[1] یعنی حرام کمانے کا وبال سر پر رہا اور اس صدقہ کا کوئی ثواب اس کو نہیں ہے۔

(۹) عن اسماء بنت یزید ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ایما امرأۃ تقلدت قلادۃ من ذھب قلدت فی عنقھا مثلھا من النار یوم القیمۃ وایما امرأۃ جعلت فی اذنھا خرصا من ذھب جعل فی اذنھا مثلہ من النار۔ رواہ ابوداؤد والنسائی باسناد جید کذا فی الترغیب

حضرت اسماء بنت یزیدؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت اپنے گلے میں سونے کا ہار ڈالے گی اس کے گلے میں اسی طرح کا آگ کا ہار قیامت کے دن ڈالا جائے گا اور جو عورت اپنے کان میں سونے کی بالی ڈالے گی اس کے کان میں اسی جیسی آگ کی بالی قیامت کے دن ڈالی جائیگی۔

ف۔ اس حدیث شریف سے عورتوں کے لئے بھی سونے کا پہننا ناجائز اور حرام معلوم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے اس کو ابتداءِ اسلام پر محمول کیا ہے۔ اس لئے کہ سب علماء کے نزدیک دوسری احادیث کی بناء پر عورتوں کے لئے سونے چاندی کا زیور جائز ہے۔ لیکن بعض علماء نے اس حدیث کو اور اس جیسی احادیث کو زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر محمول فرمایا ہے اور بعض روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ خود حضرت اسماءؓ ہی کی روایت ہے کہ میں اور میری خالہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ہمارے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ ہم نے عرض کر دیا کہ نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تم اس سے نہیں ڈرتیں کہ اللہ جل شانہٗ تمہیں آگ کے کنگن پہنائیں۔ ان کی زکوٰۃ ادا کیا کرو[2] یہ روایت اس مضمون میں صاف اور واضح ہے کہ جہنم کی آگ اس کے بدلہ میں پہننا اسی صورت میں ہے کہ ان کی زکوٰۃ

[1] ترغیب [2] ایضاً۔

ادا نہ کی جائے۔ عورتوں کو اس کا بہت خیال رکھنا چاہیئے کہ جو زیور آج بدن کی زینت بن رہا ہے وہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی صورت میں کل کو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ بنکر بدن کا عذاب بنے گا۔ حضرت اسماء رضؓ کا یہ فرمانا کہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتی ممکن ہے اس وجہ سے ہو کہ ان کو اس وقت تک یہ مسئلہ معلوم نہ تھا چنانچہ دوسری حدیث میں ان کا سوال کرنا اس کی دلیل ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک وہ زیور کو عورت کی اصلی ضرورت میں سمجھتی ہوں۔ حالانکہ زیور اصلی ضرورت میں نہیں ہے ایک زائد چیز ہے۔ اس مطلب کے موافق سونے کی کوئی تخصیص نہ ہوگی چاندی کا بھی یہی حکم ہے۔ چنانچہ ایک اور حدیث میں ہے حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضور صؐ تشریف لائے تو میرے ہاتھوں میں چاندی کے چھلّے ملاحظہ فرمائے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا میں نے اس لئے بنوائے کہ آپ کے لئے اپنی زینت کروں۔ حضور صؐ نے فرمایا کہ اس کی زکوٰۃ بھی دیتی ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ حضور صؐ نے فرمایا تجھ کو تو جہنم کی آگ کے لئے یہی کافی ہیں لے یہاں انکار کی ان دو وجہوں کے علاوہ جو پہلی حدیث میں گذریں تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چاندی کے چھلّوں کا وزن عام طور سے اتنا نہیں ہوتا کہ وہ نصاب تک پہنچ جائے اور حضور صؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ایک زیور کی مقدار اگرچہ اتنی نہ ہو لیکن دوسرے زیور کی ساتھ ملاکر بھی نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئیں ان کے ساتھ ان کی بیٹی تھیں جن کے ہاتھ میں دو وزنی کنگن سونے کے تھے۔ حضور صؐ نے فرمایا کہ ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ حضور صؐ نے فرمایا کیا تمہیں اس بات سے خوشی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کے بدلہ میں آگ کے دو کنگن تمہیں قیامت میں پہناویں؟ انہوں نے یہ سنتے ہی دونوں کنگن حضور صؐ کی خدمت میں پیش کر دئے کہ یہ اللہ کے واسطے دیتی ہوں ٢ یہی وہ خاص ادا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مرد و عورت میں تھی کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ یا اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سننے کے بعد پھر تعمیل میں کوئی حیل حجت لیت و لعل ہوتی ہی نہ تھی، ان سب روایات کے موافق سونے چاندی کے سب زیوروں کا ایک ہی حکم ہے۔ زکوٰۃ نہ دینے پر جہنم کی آگ مسلّط ہو جانے میں دونوں برابر ہیں۔ خواہ کسی روایت میں سونے کے زیور ہوں یا چاندی کے زیور۔ اور بعض علمائے ان روایات کی وجہ سے جن میں زکوٰۃ کا ذکر نہیں ہے اور سونے چاندی میں فرق کیا گیا ہے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس سے تکبر تفاخر اور اظہار مراد ہے۔ ایک روایت سے اس مفہوم کی تائید بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد شریف اور نسائی شریف کی ایک روایت میں

لے ترغیب ٢ ایضاً

ہے کہ اے عورتوں کی جماعت کیا تمہیں زیور بنانے کیلئے چاندی کافی نہیں ہے؟ یاد رکھو کہ جو عورت سونے کا زیور بنائے اور اس کو ظاہر کرے وہ اس کی وجہ سے عذاب دی جائے گی[۱] اور یہ بات عام طور سے مشاہدہ میں آتی ہے کہ عورتوں کے یہاں چاندی کا زیور بالخصوص جو عورتیں اپنی جہالت سے اپنے کو اونچے خاندان کی سمجھتی ہیں کچھ وقعت اور اہمیت نہیں رکھتا وہ چاندی کے زیور کو کوئی اظہار یا تفاخر کی چیز نہیں سمجھتیں۔ ان کے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن ہوں تو ذرا بھی ان کو اس کے اظہار کا داعیہ پیدا نہ ہو لیکن سونے کے کنگن ہوں تو بے وجہ پچاس مرتبہ مکھی اڑانے کے بہانے سے ہاتھ ہلائیں گی۔ بیس مرتبہ دوپٹہ درست کرنے کے واسطے ہاتھ کو پھیریں گی۔ بالخصوص کوئی نئی عورت گھر میں آجائے یا وہ کسی دوسرے کے گھر جائیں پھر تو نہ مکھی ان کے بدن سے اڑ کر دیتی ہے نہ ان کا دوپٹہ درست ہو کر دیتا ہے۔ بار بار ہاتھوں کو حرکت دیتی رہتی ہیں۔ اور اس حرکت سے محض دوسرے پر تفاخر مقصود ہوتا ہے۔ اپنے زیور کو دکھانا ہوتا ہے لہذا دونوں باتوں کا اہتمام بہت ضروری ہے کہ زیور سے تفاخر اور تکبر اور اس کا اظہار ہرگز نہ ہونا چاہیئے۔ اور اس کی زکوٰۃ بہت اہتمام سے ادا کرنا چاہیئے۔ اور دونوں میں سے اگر کوئی سی ایک بات کا بھی لحاظ نہ رکھا جائے تو اپنے آپ کو عذاب کے لئے تیار رکھنا چاہیئے۔

(۱۰) عن الضحاك قال كان اناس من المنافقين حين امر الله ان تؤدى الزكوة يجيئون بصدقاتهم بارد أما عندهم من الثمرة فانزل الله وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ اخرجه ابن جرير وغيره كذا في الدر المنثور

حضرت ضحاک رضؓ فرماتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم فرمایا تو منافق آدمی بدترین پھل جوان کے پاس ہوتے تھے وہ دیا کرتے تھے۔ اس پر حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن پاک میں آیت شریفہ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ نازل فرمائی۔

ف - یہ آیت شریفہ سورۂ بقرہ کے سینتیسویں رکوع کی پہلی آیت کا جزو ہے۔ یہ آیت شریفہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ سے شروع ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے عمدہ مال کو خرچ کیا کرو (نیک کاموں میں اور خرچ کیا کرو عمدہ مال کو) اس چیز میں سے جس کو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا (یعنی پھل وغیرہ) اور ردی مال کا ارادہ نہ کیا کرو کہ اس میں سے خرچ کرنے لگو۔ حالانکہ (اگر تم کو ویسی خراب چیز کوئی تمہارے حق واجب میں یا سوغات میں دینے لگے تو) تم کبھی بھی اس کو لینے والے نہ ہو مگر یہ کہ چشم پوشی کر کے

[۱] ترغیب

(شرمے شرمائے) لے لو اور یہ سمجھ لو کہ حق تعالےٰ شانہٗ کسی کے محتاج نہیں ہیں (کہ ایسے ردّی مال سے خوش ہو جائیں۔ وہ) تعریف کے لائق ہیں"۔ بہت سی احادیث ان آیات کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں مآل سب کا ایک ہی ہے۔ حضرت براء رضؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیات ہم انصاریوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں۔ ہم باغات کے مالک تھے ہر شخص اپنے باغ کی حیثیت کے موافق کم و بیش لایا کرتا تھا بعض آدمی ایک دو خوشے مسجد میں ٹانگ دیتے۔ اہلِ صُفہ فقراء کی جماعت تھی جن کے کھانے کا کوئی خاص انتظام نہ تھا ان میں سے جس کو بھوک لگتی وہ ان خوشوں میں لکڑی مارتا اور جو پکی کچی کھجوریں گرتیں۔ کھالیتا۔ بعض لوگ جنہیں خیر کے کاموں میں زیادہ دلچسپی نہیں تھی وہ بعض ردّی قسم کی کھجوروں کا خوشہ یا خراب شدہ خوشہ ٹانگ دیتا اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو ہدیہ میں ایسی چیز دی جائے تو شرمے شرمائے تو لے لو ویسے نہ لو۔ اس کے بعد سے اچھے اچھے خوشے آنے لگے اس مضمون کی متعدد روایات وارد ہوئی ہیں ایک اور حدیث میں ہے کہ بعض لوگ بازار سے سستا مال خریدتے اور وہ صدقہ میں دیتے جس پر یہ آیت نازل ہوئی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت ہے کہ یہ آیتِ شریفہ فرض زکوٰۃ کے بارہ میں نازل ہوئی جب لوگ کھجوریں کاٹتے تو اچھا اچھا مال چھانٹ کر علیٰحدہ کر لیتے۔ جب زکوٰۃ لینے کے لئے آدمی جاتا تو ردّی مال اس کے سامنے کر دیتے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لے گئے۔ حضورؐ کے دستِ مبارک میں ایک لکڑی تھی اور مسجد میں کسی نے ردّی کھجوروں کا خوشہ لٹکا رکھا تھا۔ حضورؐ نے اس خوشہ میں لکڑی ماری اور فرمایا کہ جس نے یہ لٹکایا ہے اگر اس سے بہتر لٹکاتا تو کیا نقصان ہو جاتا یہ شخص جنت میں ایسی ہی ردّی کھجوریں پائیگا۔[1]

حضرت عائشہ رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ مساکین کو اس مال کو نہ کھلاؤ جس کو تم خود نہ کھا سکو۔[2] ایک اور حدیث میں ہے کہ گوشت میں بُو ہو گئی تھی حضرت عائشہ رضؓ نے ارادہ فرمایا کہ وہ کسی کو اللہ واسطے دیدیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا ایسی چیز کا صدقہ کرتی ہو جس کو خود نہیں کھاتیں؟[3] مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نام پر جب دیا جا رہا ہے تو اچھا مال جہاں تک ممکن ہو دینا چاہیئے لیکن یہ مطلب نہیں ہے کہ اچھا دیا نہ جائے اور خراب اس وجہ سے نہ دے بس حذف ہی ہو جائے۔ اگر عمدہ کی توفیق نہ ہو تو نہ دینے سے گھٹیا دینا بہتر ہے۔ زکوٰۃ میں ردّی مال دینا بھی زکوٰۃ نہ دینے ہی کی ایک قسم ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمایا ہوا زکوٰۃ ادا کرنے کا ضابطہ چوتھی فصل کی احادیث میں ۶؎ پر گذر چکا ہے کہ نوالہ جلشانہٗ

---

[1] درمنثور [2] کنز [3] جمع الفوائد

بہترین مال کا مطالبہ فرماتے ہیں نہ گھٹیا مال کی اجازت دیتے ہیں بلکہ متوسط مال کا مطالبہ ہے
یہی اصل ضابطہ زکوٰۃ کے ادا کرنے کا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضنے جو احکامات اپنے ماتحتوں
کو زکوٰۃ وصول کرنے کے تحریر فرمائے ان میں زکوٰۃ کی تفصیل تحریر فرمائی اور تمہید میں تحریر فرمایا کہ
جو اس تفصیل کے ساتھ زکوٰۃ وصول کرے اس کو دی جائے اور جو اس سے زیادہ لینا چاہے اس کو
نہ دی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضکو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو نماز کے
حکم کے بعد زکوٰۃ ادا کرنے کے حکم کی تلقین فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ جب وہ زکوٰۃ ادا کریں تو ان کے
بہترین مال کو لینے کی کوشش نہ کرنا مظلوم کی بددعا سے بچنا کہ مظلوم کی بددعا کے قبول ہونے میں کوئی
آڑ نہیں ہوتی۔ امام زہری رح فرماتے ہیں کہ جب حکومت کا آدمی زکوٰۃ لینے آئے تو بکریوں کو تین حصے
کر دیئے جائیں۔ عمدہ عمدہ ایک جگہ اور ردّی ردّی ایک جگہ۔ تیسرا حصہ جو درمیانی ہے ان میں سے
لے لے[1] یہی اصل ضابطہ ہے زکوٰۃ لینے والے کے حق میں لیکن دینے والا اگر اپنی خوشی سے اچھے سے
اچھا مال دے تو اس میں مضائقہ نہیں ہے۔ جیسا کہ اسی حدیث ۶ کے ذیل میں صحابہ رضکے بعض
واقعات اور حضور ص کا پاک ارشاد گذر چکا کہ تم اگر اپنی خوشی سے عمدہ مال ضابطہ سے زائد دینا
چاہو تو اللہ تعالیٰ تم کو اس کا اجر دیگا۔ اس لئے دینے والے کو یہ سمجھ کر کہ اپنے کام آنے والا صرف
یہی مال ہے جو دیا جا رہا ہے بہتر سے بہتر مال چھانٹ کر دینا چاہیئے۔ امام غزالی رح فرماتے ہیں کہ جو
شخص زکوٰۃ کو آخرت کے واسطے ادا کرنا چاہے اس کے لئے کچھ آداب ہیں کچھ قواعد ہیں انکی رعایت
کرنا چاہیئے۔ امام غزالی رح نے اس مضمون کو بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے بندہ اس کو نہایت اختصار
سے اور کہیں کہیں معمولی توضیح سے ذکر کرتا ہے یہ اس کا ترجمہ نہیں ہے۔ امام غزالی رح نے آٹھ ادب
ذکر فرمائے ہیں ۱؎ سب سے پہلی چیز تو یہ سمجھنے کی ہے کہ آخر زکوٰۃ کیوں واجب ہوئی؟ کیوں اس کو
اسلام کا رکن قرار دیا گیا؟ اس کی تین وجہیں ہیں (الف) اس وجہ سے کہ زبان سے کلمہ کا اقرار کر لینا
وہ اللہ تعالیٰ کو تنِ تنہا معبود ماننے کا اقرار ہے۔ یعنی یہ کہ اس کے ساتھ کوئی دوسری چیز شریک نہیں
ہے اور اس کی تکمیل اور تمامی جب ہی ہو سکتی ہے جبکہ اس ایک پاک ذات کے سوا محبت کے
دعویدار کے دل میں اختیاری طور پر کسی دوسری چیز کی گنجائش نہ رہے اس لئے کہ محبت شرکت
کی ہرگز متحمل نہیں ہے اور محض زبانی دعوائے محبت بیکار ہے۔ محبت کا امتحان جب ہی ہو سکتا
ہے جب دوسری محبوب چیزوں سے مقابلہ پڑ جائے اور مال ہر شخص کو بالطبع محبوب ہوتا
ہے۔ اس لئے اللہ سے محبت اور اس کی تنہا معبودیت کے اقرار میں امتحان کی کسوٹی کے طور

---

[1] ابوداؤد

پر مال کا خرچ کرنا فرض کیا گیا ہے جس سے لوگوں کی حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ محبت کا اندازہ ہوتا ہے اسی لئے حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (توبہ رکوع ۱۴) بلاشبہ حق تعالیٰ شانہٗ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور مالوں کو اس بات کے بدلہ میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔ اور جانوں کا خرید لینا جہاد کے ذریعہ سے ہے اور مالوں کا خرچ کرنا جان کے خرچ کرنے سے ہلکا ہے اور جب مال کے خرچ کرنے کا یہ مفہوم ہوا کہ وہ محبت کے امتحان کی کسوٹی ہے تو آدمی اس امتحان میں تین قسم کے ہوئے۔ پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی یکتائی کا سچا اقرار کیا کہ اس کی محبت میں ذرا سی بھی شرکت کسی چیز کی نہیں آنے دی اور اپنے عہد کو پورا پورا ادا کر دیا کہ اپنے مالوں کو سب کو اس کے نام پر قربان کر دیا نہ اپنے لئے کوئی دینار رکھا نہ درم وہاں زکوٰۃ کے واجب ہونے کا سوال ہی نہیں آتا اسی وجہ سے بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ دو سو درم میں کتنی مقدار واجب ہے، تو انہوں نے فرمایا کہ عام لوگوں پر شریعتِ مطہرہ کے ضابطہ کے موافق پانچ درم ہیں لیکن ہم لوگوں کو سب کا خرچ کر دینا ضروری ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اپنا سارا مال خدمت میں پیش کر دیا اور محبت کے دعوے کو ایسا پورا کیا کہ محبوب کے سوا کچھ بھی نہ چھوڑا۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو درمیانی درجہ کے ہیں کہ وہ بقدرِ حاجت وضرورت باقی رکھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نعمتوں اور لذتوں میں تو مشغول نہیں ہوتے البتہ بقدرِ ضرورت ذخیرہ رکھتے ہیں اور ضرورت سے زائد کو صرف کر دیتے ہیں۔ یہ حضرات بھی خرچ کرنے میں مقدار زکوٰۃ پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ فاضل مال جو کچھ ہوتا ہے وہ سب خرچ کر دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض تابعین جیسا کہ امام نخعی رحؒ شعبی رحؒ وغیرہ حضرات اس طرف گئے ہیں کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حقوق واجب ہیں۔ ان حضرات کے نزدیک مالدار کے ذمہ واجب ہے کہ جہاں کہیں ضرورتمند کو دیکھے تو زکوٰۃ سے زائد سے بھی اس کی حاجت کو پورا کرے لیکن فقہ کے اعتبار سے صحیح یہ ہے کہ اگر کہیں کوئی شخص اضطرار کے درجہ کو پہنچ گیا ہو تو اس کی ضرورت کا پورا کرنا فرض کفایہ ہے اور اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ مضطر پر اتنی مقدار خرچ کرنا بھی جس سے وہ ہلاکت سے بچ جائے۔ مفت ضروری ہے یا قرض دینا بھی کافی ہے۔ اور جو قرض دینا کہتے ہیں وہ گویا تیسری قسم میں داخل ہیں۔ اور تیسری قسم ادنیٰ درجہ کے لوگوں کی ہے جو صرف واجب یعنی مقدار زکوٰۃ ہی ادا کرتے ہیں نہ اس سے کم کرتے ہیں نہ زیادہ۔ عام لوگ بیشتر اسی قسم میں داخل ہیں۔ اس لئے کہ ان کو مال سے محبت ہے۔ وہ اس کے خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں۔ انہیں آخرت کی رغبت کم ہے۔ امام غزالی رحؒ

نے تین ہی قسمیں آدمیوں کی لکھی ہیں چوتھی قسم کو ذکر نہیں کیا جو مقدار واجب کو بھی پوری ادا نہیں کرتے یا بالکل ہی ادا نہیں کرتے۔ اس لئے کہ یہ لوگ تو اپنے دعوئے محبت میں بالکل ہی جھوٹے ہیں۔ ایسوں کا کیا ذکر کرنا جو جھوٹی محبت کے دعویدار ہوں (ب) اس وجہ سے بھی کہ زکوٰۃ سے آدمی کو صفتِ بخل سے پاک کرنا مقصود ہے جو بڑی مہلک چیز ہے۔ حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ تین چیزیں مہلک ہیں ایک وہ حرص و بخل جس کی اطاعت کی جائے (یعنی اگر طبعاً کوئی شخص بخیل ہو مگر عمل اپنی طبیعت کے خلاف کرتا ہے اور طبیعت پر جبر کرتا ہے تو یہ تو مہلک نہیں۔ مہلک وہ بخل ہے کہ عمل بھی اس کے موافق ہو) دوسری وہ خواہشِ نفس جس کا اتباع کیا جائے (اس کا بھی وہی مطلب ہے کہ مثلاً شہوت کسی شخص کو ہو اور وہ اس کو بجبر روکے تو وہ مہلک نہیں، مہلک وہ ہے کہ اس کے موافق عمل بھی کرے) تیسری چیز ہر شخص کا اپنی رائے کو سب سے بہتر سمجھنا ہے اس کے علاوہ قرآن پاک کی متعدد آیات اور بہت سی احادیث میں بخل کی مذمت وارد ہوئی ہے جیسا کہ دوسری فصل میں ان میں سے چند گذر چکیں اور آدمی سے صفتِ بخل اسی طرح زائل ہو سکتی ہے کہ زبردستی اس کو مال خرچ کرنے کا عادی بنائے کہ جب کسی سے محبت تعلق چھڑانا مقصود ہوتا ہے تو اس کی صورت یہی ہوتی ہے کہ اپنے کو اس سے دور رکھنے پر مجبور کیا جائے تاکہ اس کی محبت جاتی رہے۔ اسی لحاظ سے زکوٰۃ کو پاکی کا ذریعہ کہا جاتا ہے کہ وہ آدمی کو بخل کی گندگی سے پاک کرتی ہے۔ اور جس قدر زیادہ مال خرچ کریگا اور جتنی زیادہ مسرت اور خوشی سے خرچ کرے گا اور جتنی بھی اللہ تعالٰے کے راستہ میں خرچ کرنے سے بشاشت ہوگی اتنی ہی بخل کی گندگی سے نظافت حاصل ہوگی (ج) اس وجہ سے بھی کہ یہ اللہ تعالیٰ شانہ کی نعمتِ مال کا شکرانہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے ہر شخص کے جان و مال میں اس قدر انعامات احسانات ہیں کہ حد نہیں پس طاعات بدنیہ بدنی انعامات کا شکرانہ ہیں۔ اور طاعاتِ مالیہ مالی انعامات کا شکرانہ ہیں۔ اور کس قدر کمینہ اور ذلیل ہے وہ شخص جو کسی فقیر کو دیکھے اس کی تنگدستی اور بدحالی کو اس پر رزق کی کمی کی مصیبت کو دیکھے پھر بھی اس کے دل میں اللہ تعالٰے کی اس نعمت کے شکرانہ کا خیال نہ آئے جو اللہ تعالٰے نے اس شخص پر کی کہ اس کو بھیک مانگنے سے مستغنی کیا اور اس فقیر کی طرح اپنی حاجت کو دوسرے کے سامنے لیجانے سے بے نیاز کیا بلکہ اس قابل کیا کہ دوسرا شخص اس کے سامنے اپنی ضرورت پیش کرے کیا اس کا شکرانہ یہ نہیں ہے کہ اپنے مال کا دسواں یا چالیسواں حصہ اللہ تعالٰے کے نام پر خرچ کردے (دسویں سے پیداوار کا عشر اور چالیسویں سے زکوٰۃ مراد ہے) ۲۔ دوسرا ادب زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت کے اعتبار سے ہے اور وہ یہ ہے کہ

اس کی ادائیگی میں بہت عجلت کرے کہ اس کے واجب ہونے کے وقت سے پہلے ہی ادا کر دے کہ اس میں حق تعالیٰ شانہٗ کے امتثالِ حکم میں رغبت کا اظہار ہے اور فقراء کے دلوں میں مسرت کا پیدا کرنا ہے اور دیر کرنے میں اپنے اوپر اور مال پر کسی قسم کی بیماری اور آفت آجانے کا بھی احتمال ہے اور جن کے نزدیک زکوٰۃ کا فوراً ادا کرنا ضروری ہے ان کے نزدیک تو تاخیر کا گناہ مستقل ہے۔ لہٰذا جس وقت بھی دل میں خرچ کرنے کا خیال پیدا ہو اس کو فرشتہ کی تحریک سمجھے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کے ساتھ ایک تحریک فرشتہ کی ہوتی ہے اور ایک شیطان کی۔ فرشتہ کی تحریک تو خیر کی طرف متوجہ کرنا اور حق کی تصدیق ہے۔ جب آدمی اس کو پاوے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ اور شیطان کی تحریک برائی کی طرف متوجہ کرنا اور حق بات کو جھٹلانا ہے۔ جب آدمی اس کو پاوے تو اعوذ باللہ پڑھے لہ ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں میں ہے جس طرح چاہے پلٹ دیتا ہے۔ اس لئے دل میں جو یہ خیال خرچ کرنے کا آیا ہے اس کے بدل جانے کا بھی خطرہ ہے۔ اس کے علاوہ شیطان آدمی کو اپنی احتیاج کا خیال دلاتا رہتا ہے۔ جیسا کہ دوسری فصل کی آیات میں ۲ے پر گذرا۔ اور فرشتہ کی تحریک کے بعد شیطان کی تحریک بھی ہوتی ہے اس لئے اس کی تحریک کے پیدا ہونے سے پہلے پہلے ادا کرلے اور اگر ساری زکوٰۃ ایک ہی وقت ادا کرنا مقصود ہو تو اس کی اچھی صورت یہ ہے کہ کوئی سا ایک مہینہ زکوٰۃ ادا کرنے کا معین کرلے اور بہتر یہ ہے کہ افضل مہینوں میں سے مقرر کرے تاکہ اس میں خرچ کرنے سے ثواب میں زیادتی ہو۔ جیسا کہ مثلاً محرم کا مہینہ ہے کہ وہ سال کا شروع مہینہ ہونے کے علاوہ اشہر حرم میں سے ہے اور اس میں ایک دن یعنی عاشوراء کا ایسا ہے کہ اس میں صدقہ کرنے کی اور اہل و عیال پر خرچ میں وسعت کی فضیلت آئی ہے۔ لہٰذا اس مہینہ میں اگر ادا کرے تو بہتر یہ ہے کہ دسویں تاریخ کو ادا کرے ۲ے یا مثلاً رمضان المبارک کا مہینہ ہے کہ احادیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جود و بخشش میں تمام آدمیوں سے بڑھ کر تھے اور ماہِ رمضان میں تو آپ کی بخشش اور جود ایسی تیزی سے چلتی تھی جیسا کہ تیز ہوا۔ نیز اس مہینہ میں لیلۃ القدر ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھی اس مہینہ میں اپنے بندوں پر روز افزوں ہوتی ہیں۔ اسی طرح ذوالحجہ کا مہینہ بھی بڑی فضیلت والے مہینوں میں ہے اس میں حج ہوتا ہے۔ اس میں ایامِ معلومات ہیں یعنی عشرہ ذی الحجہ اور ایامِ معدودات ہیں یعنی ایامِ تشریق۔ اور ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کی یاد کی ترغیب قرآن پاک میں آتی ہے۔ پس اگر کوئی رمضان

لہ سادۃ ۲ے ایضاً

کو متعین کرے تو اس کا عشرہ آخر مناسب ہے۔ اور ذی الحجہ کو مقرر کرے تو اس کا عشرہ اول بہتر ہے۔ بندۂ ناکارہ زکریا کا مشورہ یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنی زکوٰۃ کا تقریبی اندازہ تو ہوتا ہی ہے اس لئے سال کے شروع ہی سے ضرورت کے مواقع پر اس اندازہ کی رعایت رکھتے ہوئے تھوڑا تھوڑا دیتا رہے اور جب سال وجوب کا ختم ہو اس وقت اپنے مال کا اور اپنی زکوٰۃ کا پورا حساب لگالے۔ اگر کچھ کمی رہ گئی ہو تو اسوقت پوری کردے اور کچھ زیادہ ادا ہو گیا ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اسی کی توفیق تھی کہ واجب سے بھی زیادہ ادا ہو گیا۔ اس میں تین مصلحتیں ہیں۔ اول تو یہ کہ پوری رقم اگر مقدار میں زیادہ ہوئی تو بڑی رقم کا بیک وقت خرچ کرنا اکثر طبیعت پر بار ہو جاتا ہے اور زکوٰۃ کے ادا کرنے میں طیب نفس سے خرچ کرنیکو بہت زیادہ اہمیت ہے۔ دوسری مصلحت یہ ہے کہ ضرورت کے مواقع ہر وقت میسّر نہیں ہوتے۔ اس طرح ادا کرنے میں ضرورت کے مواقع پر خرچ ہوتا رہیگا۔ اور اگر سال کے ختم پر حساب کر کے اس خیال سے اس کو علیحدہ رکھے گا کہ وقتاً فوقتاً خرچ کرتا رہونگا تو اس میں ایک تو ہر دن تاخیر ہوتی رہیگی۔ دوسرے اس کا اطمینان نہیں کہ ادائیگی سے پہلے کوئی حادثہ جانی یا مالی پیش نہ آجائے اور زکوٰۃ واجب ہو جانے کے بعد ادا نہ ہونے میں سب کے نزدیک گناہ ہے۔ تیسری مصلحت یہ ہے کہ وقتاً فوقتاً ادا کرتے رہنے میں اگر آدمی کے بخل نے زیادہ زور نہ کیا تو امید یہ ہے کہ مقدار واجب سے کچھ زیادہ اکثر ادا ہو جایا کریگا جو مرغوب چیز ہے۔ اور بیک وقت حساب لگا کر اس پر اضافہ کرنا بہت سے لوگوں کو دشوار ہوگا۔ یہاں ایک بات اہتمام سے ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ زکوٰۃ کا مدار قمری سال پر ہے شمسی سال پر نہیں ہے۔ بعض لوگ انگریزی مہینہ سے زکوٰۃ کا حساب رکھتے ہیں۔ اس میں دس یوم کی تاخیر تو ہر سال ہو ہی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ چھتیس ۳۶ سال میں ایک سال کی زکوٰۃ کم ہو جائے گی جو اپنے ذمہ پر رہ گئی۔ ۳ تیسرا ادب زکوٰۃ کا مخفی طریقہ سے ادا کرنا ہے اس لئے کہ اس میں ریا اور شہرت سے امن ہے اور لینے والے کی پردہ پوشی ہے۔ اس کو ذلت سے بچانا ہے اور افضل یہی ہے کہ اگر کوئی مجبوری اظہار کی نہ ہو تو مخفی طور پر ادا کرے۔ اس لئے کہ صدقہ کی مصلحت بخل کی گندگی کو دور کرنا ہے اور مال کی محبت کو زائل کرنا ہے اور زیادہ شہرت میں حبِّ جاہ کو دخل ہوتا ہے اور یہ مرض یعنی حُبِّ جاہ کا حبِّ مال سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اور لوگوں پر حبِّ مال سے بھی زیادہ مسلط ہے اور صفتِ بخل قبر میں بچھو بنکر آدمی کو کاٹتی ہے اور صفت ریا و شہرت اژدہا بنکر ڈستی ہے تو صفت بخل کو زائل کر کے صفت ریا کو تقویت دینے کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی شخص بچھو کو مار کر سانپ کو کھلائے کہ اس میں بچھو تو یقیناً مر گیا اور اس کی مضرت جاتی رہی لیکن سانپ زیادہ قوی ہو گیا۔ اور مقصود دونوں کو مارنا ہے۔ اور سانپ کا مارنا زیادہ ضروری ہے ۴ چوتھا ادب یہ ہے کہ اگر کوئی دینی مصلحت اظہار

کی ہو مثلاً دوسروں کو ترغیب مقصود ہو یا دوسرے لوگ اسکے فعل کا اتباع کرتے ہوں یا اور کوئی دینی مصلحت ہو تو اس وقت اظہار افضل ہوگا۔ ان دونوں نمبروں کا بیان پہلی فصل کی آیات میں ۹ پر مفصل گذر چکا ہے۔ ۵ پانچواں ادب یہ ہے کہ اپنے صدقہ کو مَن واذیٰ سے برباد نہ کرے مَن کے معنی احسان رکھنے کے ہیں۔ یعنی جس پر صدقہ کیا ہے اس پر اپنے صدقہ کا احسان جتلائے اور اذیٰ کے معنی تکلیف کے ہیں یعنی اس کو کسی اور طرح کی اذیت اس گھمنڈ پر پہنچائے کہ یہ اپنا دستِ نگر ہے محتاج ہے۔ اس کی ضرورت اپنے سے وابستہ ہے۔ یا میں نے زکوٰۃ دیکر اس پر احسان کیا ہے یہ مضمون بھی پہلی فصل کی آیات میں ۸ پر تفصیل سے گذر چکا ہے۔ ۶ چھٹا ادب یہ ہے کہ اپنے صدقہ کو حقیر سمجھے اس کو بڑی چیز سمجھنے سے عُجب پیدا ہونے کا اندیشہ ہے جو بڑی ہلاکت کی چیز ہے اور نیک اعمال کو برباد کرنے والی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے بھی قرآن پاک میں طعن کے طور پر اس کو ذکر فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا (براءۃ ع ۴) اور حنین کے دن (بھی تم کو غلبہ دیا تھا) جبکہ (یہ قصہ پیش آیا تھا کہ) تم کو اپنے مجمع کی کثرت سے گھمنڈ پیدا ہو گیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور (کفار کے تیر برسانے سے تمہیں اس قدر پریشانی ہوئی کہ) زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی۔ پھر تم (میدانِ جنگ سے) منہ پھیر کر بھاگ گئے۔ اسکے بعد اللہ جل شانہٗ نے اپنے رسول اور مومنین پر تسلی نازل فرمائی اور ایسے لشکر (فرشتوں کے) تمہاری مدد کے لئے بھیجے جن کو تم نے نہیں دیکھا۔ اس کا قصہ کتبِ احادیث میں مشہور ہے۔ کثرت سے روایات اس قصہ کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ رمضان المبارک ۸ھ میں جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو فتح فرما لیا تو قبیلہ ہوازن اور ثقیف پر حملہ کیلئے رمضان ہی میں تشریف لے گئے چونکہ مسلمانوں کی جمعیت اس وقت پہلے غزوات کے لحاظ سے بہت زیادہ ہوگئی تھی تو ان میں اپنی کثرت پر عُجب پیدا ہوا کہ ہم اتنے زیادہ ہیں کہ مغلوب نہیں ہو سکتے۔ اسی بنا پر کہ حق تعالیٰ شانہٗ کو گھمنڈ اور عُجب بہت ناپسند ہے ابتداء میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ جس کی طرف آیت بالا میں اشارہ ہے کہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت پر گھمنڈ پیدا ہوا لیکن مجمع کی کثرت تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی۔ حضرت عُروہ رضؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے پاک رسول ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح کر لیا تو قبیلہ ہوازن اور ثقیف کے لوگ چڑھائی کر کے آئے اور موضع حنین میں وہ لوگ جمع ہوگئے۔ حضرت حسن رضؓ سے نقل کیا گیا کہ جب مکہ والے بھی فتح کے بعد مدینہ والوں کی ساتھ مجتمع ہو گئے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ واللہ اب ہم اکٹھے ہو کر حنین والوں سے مقابلہ کریں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی یہ

گھمنڈ کی بات گراں گذری اور ناپسند ہوئی[1] غرض عُجب کی وجہ سے یہ پریشانی پیش آئی۔ علماء نے لکھا ہے کہ نیکی جتنی بھی اپنی نگاہ میں کم سمجھی جائے گی اتنی ہی اللہ تعالےٰ کے یہاں بڑی سمجھی جائے گی۔ اور گناہ جتنا بھی اپنی نگاہ میں بڑا سمجھا جائے گا اتنا ہی اللہ تعالےٰ کے یہاں ہلکا اور کم سمجھا جائے گا یعنی ہلکے سے گناہ کو بھی یہی سمجھے کہ میں نے بہت بڑی حماقت کی ہرگز ہرگز نہ کرنا چاہیے تھا کسی گناہ کو بھی یہ نہ سمجھے کہ چلو اس میں کیا ہو گیا۔ بعض علماء سے نقل کیا گیا کہ نیکی تین چیزوں سے کامل ہوتی ہے ایک یہ کہ اس کو بہت کم سمجھے کہ کچھ بھی نہ کیا۔ دوسرے جب کرنیکا خیال آجائے تو اس کو کرنے میں جلدی کرے۔ مبادا یہ مبارک خیال یعنی نیکی کرنے کا نکل جائے یا کسی وجہ سے نہ ہو سکے۔ تیسرے یہ کہ اس کو مخفی طور سے کرے اور جو کچھ خرچ کیا ہے اس کو حقیر سمجھنے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ دیکھے کہ جو کچھ خرچ کیا ہے اس کا موازنہ اس سے کرے جو اپنے اوپر خرچ کیا جا چکا اور اپنے پاس باقی رہنے دیا۔ پھر سوچے کہ میں نے اللہ تعالےٰ کی راہ میں کتنا خرچ کیا اور اپنے لئے کتنا رکھا۔ مثلاً اگر جو کچھ اس کے پاس موجود تھا اس میں سے ایک تہائی خرچ کر دیا تو گویا مالک الملک آقا اور محبوب کی رضا میں تو ایک تہائی ہوا اور محبت کے دعویدار کے حصہ میں دو تہائی۔ اور اگر کوئی شخص اس کا عکس یا سارا بھی خرچ کر دے جس کی مثال اس زمانہ میں تو ملنا بھی مشکل ہے تب بھی یہ سوچنا چاہیئے کہ آخر مال تو اللہ ہی کا تھا اسی کی عطا فرمائی ہوئی چیز اپنے پاس تھی جس میں اس نے اپنے لطف و کرم احسان سے خرچ کی۔ اور اپنی ضرورت میں کام میں لانے کی اجازت دے رکھی تھی۔ اگر کسی ایسے شخص کی امانت اپنے پاس ہو جس نے امانت رکھواتے وقت یہ بھی کہہ دیا ہو کہ اگر آپ کو کوئی ضرورت پیش آوے تو اس کو اپنا ہی مال تصور کر کے خرچ کر لیں۔ پھر تم کسی وقت اس کی امانت کم و بیش واپس کر دو تو اس میں کونسا احسان تمہارا ہوا جس کو تم یہ سمجھو کہ ہم نے بڑا کارنامہ کیا۔ اور پھر مزید یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ شانہٗ کو اس کی عطا کی ہوئی چیز واپس کرنے میں یعنی اس کے نام پر خرچ کرنے میں اسکی طرف سے اجر و ثواب اور بدلے کا ایسا ایسا وعدہ ہے کہ اس کے لحاظ سے تو یہ کہا بھی نہیں جا سکتا کہ ہم نے اس کی امانت واپس کر دی بلکہ یوں کہا جائے گا کہ ایک شخص نے مثلاً سو روپے امانت رکھوائے تھے اور اس میں سے اس نے پچاس ساٹھ واپس لے لئے اس وعدہ پر کہ عنقریب ہی اتنی گنیاں اس کے بدلے میں تمہیں دیدونگا۔ یا یوں سمجھو کہ پچاس واپس لئے اور پانچسو کا چیک بنک کا ٹکٹ تمہارے حوالہ کر دیا تو ایسی حالت میں کیا گھمنڈ کا موقعہ ہے اس بات کا کہ میں نے امانت رکھنے والے کو کچھ واپس کیا۔ اسی وجہ سے اس ادب کے ماتحت یہ چیز بھی ہے کہ جب صدقہ کرے تو بجائے فخر اور گھمنڈ کے شرمندگی کی سی صورت سے خرچ کرے جیسا کہ کسی کی امانت کوئی شخص

[1] در منثور

اس طرح واپس کرے کہ اس میں سے کم یا زیادہ رکھ بھی لے۔ مثلاً کسی کے سو روپیہ امانت رکھے ہوں اور امانت کی واپسی کے وقت اس میں سے پچاس ہی واپس کرے اور یہ کہہ کر واپس کرے کہ تم نے چونکہ مجھے خرچ کی اجازت دیدی تھی اس لئے پچاس میں نے خرچ کر لئے یا اپنی کسی ضرورت کیلئے رکھ لئے۔ یہ کہتے وقت جیسا کہ آدمی پر ایک حجاب ایک شرم ایک غیرت ایک عاجزی ایک نئی لت ٹپکتی ہے اور اس کو یہ بات خود کو محسوس ہوتی ہے کہ میں نے اس کریم النفس آدمی کے مال میں تصرف کیا۔ اس کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے باقی کا مطالبہ نہیں کیا۔ یہی ہیئت بعینہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے وقت ہونی چاہیئے کہ اسی کی عطا کا کچھ حصہ اسی کو ایسی طرح واپس کیا جا رہا ہے کہ اس میں سے ہم نے کچھ کھا بھی لیا اور کچھ رکھ بھی لیا اور یہ اس وجہ سے کہ صدقہ جو کسی فقیر کو دیا جا رہا ہے یا ضرورت کے موقعہ پر خرچ کیا جا رہا ہے تو وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ شانہٗ ہی کو واپس کیا جا رہا ہے۔ فقیر تو محض ایک ایلچی ہے جو گویا اس نے اپنا آدمی اپنی امانت واپس لینے کے لئے بھیجا ہے ایسے مواقع میں آدمی ایلچی کی کیسی خوشامد کیا کرتا ہے کہ تو آقا سے حاکم سے ذرا سفارش کر دیجیو کہہ دیجیو کہ اس کے پاس سارا مطالبہ ادا کرنے کو اس وقت تھا نہیں۔ میری ضرورتوں اور احوال پر نظر کر کے اتنے ہی کو قبول کر لیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرض جتنی چاپلوسی قاصدوں کی اہلکاروں کی ایسے وقت میں ہوتی ہے جبکہ پورا حق ادا نہ کیا جا رہا ہو اس سے زیادہ عملی صورت سے فقراء اور صدقہ کا مال لینے والوں کی ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ یہ اللہ تعؐ کے ایلچی ہیں۔ مالک الملک کے قاصد ہیں۔ اس مالک الملک، قادرِ مطلق اور بے نیاز کے بھیجے ہوئے ہیں جس نے سب کچھ عطا کیا اور وہ جب چاہے آن کی آن میں سب کچھ چھین کر تمہیں بھی ایسا ہی محتاج کر دے جیسا کہ تمہارے سامنے ہے اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ مال سارا کا سارا اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اس کی راہ میں سارا خرچ کر دینا مرغوب اور پسندیدہ ہے۔ اس نے اپنے لطف و کرم سے سب کے خرچ کرنیکا ایجاب ہم پر نہیں فرمایا اس لئے کہ اگر وہ سب کچھ خرچ کرنا واجب فرما دیتا تو ہمیں اپنے طبعی بخل و کنجوسی سے بہت بار ہو جاتا۔ ۷۔ ساتواں ادب یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے کے لئے بالخصوص زکوٰۃ کے ادا کرنے میں جو اس کا ایک اہم حکم اور فریضہ ہے بہتر سے بہتر مال خرچ کرے۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ خود طیب ہیں ہر قسم کے عیب سے پاک ہیں۔ اس لئے طیب ہی مال قبول فرماتے ہیں۔ اگر آدمی یہ خیال کرے کہ یہ مال جو صدقہ کیا جا رہا ہے حق تعالیٰ شانہٗ کو دیا جا رہا ہے تو کس قدر گستاخی اور بے ادبی ہو کہ جس پاک ذات کا مال ہے جس کا عطا کیا ہوا ہے اس کی خدمت میں تو گھٹیا قسم کا مال پیش کرے اور خود اپنے لئے عمدہ اور بہتر رکھے اس کی مثال اس نوکر یا خانسامہ کی سی ہے جو آقا کے لئے تو باسی

روٹی اور دال بودار رکھے اور اپنے لئے قورمہ پکائے۔ خود ہی غور کر لو کہ ایسے نوکر کے ساتھ آقا کا کیا معاملہ ہونا چاہیئے۔ پھر دنیا کے آقاؤں کو تو ہر ہر چیز کی خبر بھی نہیں ہوتی اور اس علیم وخبیر کے سامنے ہر ہر بات رہتی ہے بلکہ دل کے خیالات بھی ہر وقت سامنے ہیں ایسی حالت میں اسی کے مال میں سے اسی کے لئے گھٹیا اور خراب چیز بھیجنا کس قدر نمک حرامی ہے اور اگر آدمی یہ خیال کرے کہ یہ جو کچھ خرچ کر رہا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے ہے۔ اس کا بدلہ نہایت سخت احتیاج کے وقت اپنے ہی کو ملتا ہے تو کس قدر حماقت کی بات ہے کہ آدمی اپنے لئے تو سڑیل گھٹیا چیزیں رکھے اور اچھا اچھا مال دوسروں کے واسطے چھوڑ جائے۔ حدیث میں آیا ہے آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ اس کا مال صرف وہ ہے جو صدقہ کر کے آگے بھیج دیا یا کھا کر ختم کر دیا۔ باقی جو رہ گیا وہ دوسروں کا مال ہے (یعنی وارثوں کا) ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک درم کبھی لاکھ درم سے بڑھ جاتا ہے اور وہ اسیطرح سے ہے کہ آدمی حلال کمائی سے عمدہ مال طیب خاطر اور سرور سے خرچ کرے بجائے اس کے کہ مکروہ مال سے ایک لاکھ درم خرچ کرے۔ ۸ آٹھواں ادب یہ ہے کہ اپنے صدقہ کو ایسے موقع میں خرچ کرے جس سے اس کا ثواب بڑھ جائے۔ اور چھ صفات ایسی ہیں کہ جس کے اندر ان میں سے ایک بھی صفت ہو اس کو دینے سے صدقہ کا ثواب بہت بڑھ جاتا ہے اور جس میں ان میں سے جتنی صفات زیادہ ہونگی اتنا ہی اجر بھی زیادہ ہوگا اور ثواب کے اعتبار سے اتنا ہی صدقہ بڑھ جائے گا۔ (الف) متقی پرہیز گار ہو۔ دنیا سے بے رغبت اور آخرت کے کاموں میں مشغول ہو حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ تیرا کھانا متقیوں کے سوا کوئی نہ کھاوے۔ یہ حدیث پہلی فصل کی احادیث میں ۲۳ پر گذر چکی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ متقی آدمی تیرے اس صدقہ سے اپنے تقویٰ اور طاعت میں اعانت حاصل کریگا اور تو گویا اس کے تقویٰ میں معین ہوا اور اس کی عبادت میں ثواب کا شریک ہوا (ب) اہل علم ہو اس لئے کہ اس سے تیری اعانت اس کے علوم حاصل کرنے میں اور پھیلانے میں شامل ہو جائے گی۔ اور علم تمام عبادتوں میں اشرف اور اعلیٰ عبادت ہے اور جتنی بھی علمی مشغلہ میں نیت اچھی ہوگی اتنی ہی یہ عبادت اعلیٰ سے اعلیٰ ہوتی جائے گی۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ مشہور محدث اور بزرگ ہیں۔ وہ اپنی عطاؤں کو علماء کے ساتھ مخصوص رکھتے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ اگر غیر عالموں پر بھی آپ کرم فرمائیں تو کیسا اچھا ہو انہوں نے فرمایا کہ میں نبوت کے درجے کے بعد علم کی برابر کسی کا درجہ بھی نہیں پاتا جب کوئی اہل علم میں سے کسی دوسری طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے علمی مشغلہ میں نقصان ہوتا ہے۔ اس لئے ان کو علمی مشاغل کیلئے فارغ رکھنا سب سے افضل ہے (ج) وہ شخص اپنے تقویٰ اور اپنے علم میں حقیقی موحد ہو۔ اور حقیقی موحد ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب اس پر کوئی احسان

کرے تو وہ اللہ تعالیٰ شانہ کا شکر کرے اور دل سے یہ بات سمجھے کہ حقیقی احسان اسی پاک ذات کا ہے وہی اصل عطا کرنے والا ہے اور جو دینے والا ظاہر میں دے رہا ہے وہ صرف واسطہ اور ایلچی ہے، حضرت لقمانؑ کی اپنے بیٹے کو وصیت ہے کہ اپنے اور حق تعالیٰ شانہ کے درمیان کسی دوسرے کو احسان کرنے والا مت بنا کسی دوسرے کے احسان کو اپنے اوپر تاوان سمجھ۔ جو شخص واسطہ کا حقیقی احسان سمجھتا ہے اس نے حقیقی احسان کرنے والے کو پہچانا ہی نہیں اس نے یہ نہ سمجھا کہ یہ واسطہ ہے اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے دل میں یہ بات ڈالی تھی کہ فلاں شخص پر احسان کیا جائے اس لئے وہ اپنے اس احسان کرنے میں مجبور تھا اور جب آدمی کے دل میں یہ بات جم جائے تو پھر اس کی نگاہ اسباب پر نہیں رہتی بلکہ مسبب الاسباب پر ہو جاتی ہے۔ اور ایسے شخص پر احسان کرنا احسان کرنے والے کے لئے زیادہ نافع ہوتا ہے۔ اور دوسروں کے بہت لمبے چوڑے ثنا و شکر کے الفاظ سے اس پر احسان کرنا کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے اس لئے کہ جو آج احسان پر لمبی چوڑی تعریف کر رہا ہے وہ کل کو اعانت روکنے پر اسی طرح برائیاں شروع کر دیگا۔ اور جو حقیقی موحد ہوگا وہ کل کو مذمت بھی نہ کریگا کہ وہ واسطہ کو واسطہ ہی سمجھتا ہے (د) جس پر صدقہ کیا جائے وہ اپنی حاجات اور ضرورتوں کا اخفا کرنے والا ہو۔ لوگوں سے اپنی قلتِ معاش کا اور آمدنی کی کمی کا اظہار نہ کرتا ہو۔ بالخصوص وہ شخص جو مروّت والوں میں سے ہو اور اس کی آمدنی پہلے سے کم رہ گئی ہو لیکن اس کی مروت کی عادت جو آمدنی کی زیادتی کے زمانہ میں تھی وہ بدستور باقی ہو وہ درحقیقت ایسا ضرورتمند ہے جو ظاہر میں غنی ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی تعریف میں اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ۔ یہ آیت شریفہ سورۂ بقرہ کے سینتیسویں رکوع کی ہے۔ پوری آیت شریفہ یہ ہے لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا ۗ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ۔ (صدقات) اصل حق ان حاجتمندوں کا ہے جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ (یعنی دین کی خدمت میں اور اسی خدمتِ دین میں مقید اور مشغول رہنے سے وہ لوگ) طلبِ معاش کے لئے (کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا) عادۃً امکان نہیں رکھتے اور ناواقف شخص ان کو تونگر خیال کرتا ہے ان کے سوال سے بچنے کے سبب سے) البتہ (تم ان لوگوں کو ان کے طرز سے پہچان سکتے ہو وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے) جس سے کوئی ان کو حاجتمند سمجھے یعنی مانگتے ہی نہیں۔ کیونکہ اکثر جو لوگ مانگنے کے عادی ہیں وہ لپٹ کر ہی مانگتے ہیں اور ان لوگوں کی خدمت کرنے کو) جو مال خرچ کروگے بیشک حق تعالیٰ شانہ کو

(سورۂ بقرہ ع ۳۷)

اس کی خوب اطلاع ہے) دوسرے لوگوں کو دینے سے ان کی خدمت کا فی نفسہٖ ثواب زیادہ دینگے
ف فی نفسہٖ کی قید اس لئے لگائی کہ اصل میں تو زیادہ ثواب اسی میں ہے لیکن کسی عارض کی وجہ
سے اس کے غیر میں بھی ثواب کا زیادہ ہونا ممکن ہے۔ مثلاً ان لوگوں کی حاجت سے زیادہ دوسروں
کو حاجت ہو یا یہ توقع ہو کہ ان کی خدمت تو کوئی اور بھی کردے گا۔ دوسرے بالکل محروم رہ جائیں
گے اور جہاں یہ عوارض نہ ہوں وہاں یہ لوگ خدمت کے لئے افضل ہیں۔ اور عارض کی وجہ سے
غیر متقی بلکہ غیر مومن کے ساتھ احسان کرنے میں بھی افضلیت ممکن ہے۔ اور جاننا چاہیئے کہ ہمارے
ملک میں اس آیت کے مصداق سب سے زیادہ وہ حضرات ہیں جو علوم دینیہ کی اشاعت میں مشغول
ہیں۔ پس اس بنا پر سب سے اچھا مصرف طالب علم ٹھہرے۔ اور ان پر جو بعض ناتجربہ کار یہ طعن کرتے
ہیں کہ ان سے کمایا نہیں جاتا اس کا جواب قرآن میں دیدیا گیا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص
ایسے دو کام نہیں کرسکتا جن میں سے ایک میں یا دونوں میں پوری مشغولی کی ضرورت ہو اور جس
کو علم دین کا کچھ مذاق ہو گا وہ مشاہدہ سے سمجھ سکتا ہے کہ اس میں غایت مشغولی اور انہماک کی حاجت
ہے اس کے ساتھ اکتسابِ مال کا شغل جمع نہیں ہوسکتا اور اس کے کرنے سے علمِ دین کی خدمت
ناتمام رہ جاتی ہے۔ چنانچہ ہزاروں نظائر پیشِ نظر ہیں [۱] حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ اس
آیتِ شریفہ میں فقراء سے اصحابِ صُفہ مراد ہیں۔ اصحابِ صفہ کی جماعت بھی حقیقت میں طلبہ
ہی کی جماعت تھی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ظاہری اور باطنی علوم حاصل
کرنے کے لئے پڑے ہوئے تھے۔ محمد بن کعب قرظی رحؒ کہتے ہیں کہ اس سے اصحابِ صُفہ مراد ہیں
جن کے نہ گھر تھے نہ کنبہ حق تعالےٰ شانہٗ نے ان پر صدقات کی ترغیب دی ہے۔ قتادہ رحؒ کہتے
ہیں وہ فقراء مراد ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کے راستہ میں جہاد میں روک رکھا ہے (یعنی
مشغول کر رکھا ہے) تجارت وغیرہ نہیں کرسکتے [۲] امام غزالی رحؒ فرماتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو سوال
میں نہیں لپٹتے ان کے دل اپنے یقین کی وجہ سے غنی ہیں مجاہدہ نفس پر غالب ہیں ایسے لوگوں
کو خاص طور سے تلاش کرکے دیا جائے اور دینداروں کے اندرونی احوال کی خاص طور سے
جستجو کی جائے کہ ان کے گذران کی کیا صورت ہے کہ ان پر خرچ کرنے کا ثواب بھیک مانگنے
والوں پر خرچ سے کہیں زیادہ ہے۔ لیکن ایسے لوگوں کی جستجو بھی مشکل ہے کہ یہ اپنا حال
دوسروں پر کم ظاہر کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے لوگ ان کو غنی سمجھتے ہیں۔ (۷) یہ کہ آدمی عیالدار
ہو یا کسی بیماری میں مبتلا ہو یا کسی اور ایسے سبب میں گرفتار ہو کہ کما نہیں سکتا تو وہ بھی

---

[۱] بیان القرآن بتغیر [۲] درمنثور

قرآن پاک کی آیتِ بالا اُحۡصِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ میں داخل ہے کہ وہ بھی گھِرا ہوا ہے. خواہ اپنے فقر میں گھِرا ہوا ہو یا معاش کی تنگی میں گھِرا ہوا ہو یا اپنی اصلاحِ قلب کے مشغلہ میں گھِرا ہوا ہو کہ یہ لوگ اپنی ان مجبوریوں کی وجہ سے بقدرِ ضرورت کمانے پر قادر نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ بعض گھر والوں کو دس دس بکریاں یا اس سے بھی زائد دیتے تھے اور حضورؐ کے پاس جب فَیٔ کا مال آتا تو بیوی والے کو دوہرا حصہ دیتے اور مجرد آدمی کو اکہرا حصہ مرحمت فرماتے۔ فَیٔ کا مال وہ مال کہلاتا ہے جو کفار سے بغیر لڑائی کے حاصل ہوا ہو (۹) یہ کہ رشتہ دار ہو کہ اس میں صدقہ کا ثواب علیحدہ ہے اور صلہ رحمی کا علیحدہ ہے. تیسری فصل کی احادیث میں نمبر ۶ پر یہ مضمون گذر چکا ہے۔ ان چھ اوصاف کو ذکر کرنے کے بعد امام غزالی رح فرماتے ہیں کہ یہ صفات اس شخص میں مطلوب ہیں جن پر خرچ کیا جائے اور ہر صفت میں کمی بیشی کے اعتبار سے درجات کا بہت تفاوت ہے. یعنی مثلاً تقویٰ کی اعلیٰ قسم اور ادنیٰ قسم میں زمین آسمان کا فرق ہے. قرابت ایک بہت قریب کی ہے اور ایک بہت دُور کی۔ اسی طرح دوسرے اوصاف بھی ہیں۔ لہٰذا ہر صفت میں اعلیٰ درجہ کی تلاش اہم ہے اور کسی شخص میں یہ ساری ہی صفات موجود ہوں تو وہ شخص بڑی غنیمت چیز ہے اور بہت بڑا ذخیرہ ہے اس پر اپنی کوئی چیز خرچ ہو جانے میں بڑی کوشش کرنا چاہیئے اور ان اوصاف کیساتھ متصف ہونیوالے کی کوشش اور تلاش کرنا چاہیئے۔ اگر اپنی کوشش کے بعد حقیقت میں ایسا شخص مل گیا تب تو نُورٌ علیٰ نور ہے اور دوہرا اجر ہے ایک کوشش کا دوسرا حقیقی مصرف کا اور اگر کوشش کے بعد اپنی تحقیق کے موافق تو ان اوصاف کے متصف ہی پر خرچ کیا تھا اور وہ در حقیقت ایسا نہ تھا بلکہ اسکو معلومات میں غلطی ہو گئی تب بھی اسکو اپنی کوشش کا ایک اجر تو مل ہی گیا کہ اس ایک اجر میں بھی ایک تو اسکے نفس کا بخل سے پاک ہونا ہے دوسرے اللہ تعالیٰ کی محبت کا اس کے دل میں زور سے جگہ پکڑنا ہے اور اسکی اطاعت میں اپنی کوشش کا ہونا ہے اور یہ تینوں صفات ایسی ہیں جو اسکے دل کو قوی کرتی ہیں اور دل میں اللہ تعالیٰ کے ملنے کا شوق پیدا کرتی ہیں لہٰذا یہ منافع تو بہر حال حاصل ہیں اور اگر دوسرا اجر بھی حاصل ہو گیا یعنی صحیح مصرف پر خرچ ہو گیا تو اس میں اور مزید فوائد حاصل ہوں گے کہ لینے والے کی دعا اور توجہ اس کو شامل ہو گی کہ اللہ کے نیک بندوں کے دلوں کی بڑی تاثیرات اور برکات، دنیا اور آخرت دونوں کے اعتبار سے حاصل ہوتی ہیں۔ انکی توجہ اور دعا میں اللہ تعالیٰ شانہٗ نے بڑی تاثیر رکھی ہے۔ اھ

محمد زکریا کاندھلوی، مقیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

؎ احیاء العلوم باختصار وزیادۃ

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ
تم لوگ اللہ کے راستے میں خرچ کیا کرو۔ اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو
فضائلِ صدقات عکسی
حصّہ دوم
مؤلفہ
حضرت مولانا الحافظ الحاج المحدّث
محمد زکریّا صاحب مدظلہٗ
شیخ الحدیث مظاہر العلوم
سہارنپور
ناشر
ادارہ اشاعتِ دینیات حضرت نظام الدین نئی دہلی ۱۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

چھٹی فصل

زہد وقناعت اور سوال نہ کرنے کی ترغیب میں

تالیف کے وقت یہ سب ایک ہی رسالہ تھا لیکن طباعت کے وقت ضخامت کے بڑھ جانے کی وجہ سے چھٹی ساتویں فصل کو علیحدہ کرکے حصہ دوم قرار دیدیا کہ پڑھنے والوں کو اس میں شاید سہولت رہے۔

قناعت کی فضیلت مصائب پر صبر کی ترغیب وتاکید اور سوال کرنے کی مذمت یہ تینوں چیزیں قرآن پاک اور احادیث میں اتنی کثرت سے مختلف عنوانات سے اور مختلف مضامین سے مثالوں سے اور تنبیہوں سے احکام سے اور قصوں سے ذکر کی گئی ہیں کہ ان کو اجمالاً اور مختصراً ذکر کرنا بھی بڑی تفصیل کو چاہتا ہے جن کا اس مختصر رسالہ میں اختصار سے لکھنا بھی رسالہ کے طویل ہوجانے کا سبب ہے تاہم مختصراً تو کرنا ہی ہے۔ یہ مضمون دوسری فصل کے ختم پر گذر چکا ہے کہ مال میں نفع بھی ہے نقصان بھی ہے یہ تریاق بھی ہے زہر بھی ہے حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ ہر امت کے لئے ایک فتنہ ہوتا ہے میری امت کا فتنہ مال ہے اس لئے اس فتنہ سے اور اس کے زہر سے اپنے کو محفوظ رکھنا بڑی اہم چیز ہے اور یہ سانپ کسی کے پاس ہو تو اوس سے اگر تریاق بنالیا جائے تو اپنے لئے بھی مفید ہے دوسروں کو بھی فائدہ ہے ورنہ اس کا زہر اپنے کو بھی ہلاک کرے گا دوسروں کو بھی نقصان پہونچائے گا اسی لئے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ یہ مال سرسبز شاداب اور میٹھی چیز ہے اگر اس کو حق کے موافق (یعنی شرعی ضابطہ اور طریقہ کے موافق) حاصل کرے اور حق کے موافق خرچ کرے تو کام آنے والی مددگار چیز ہے اور جو بغیر حق کے حاصل کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ آدمی کو جوع البقر ہوجائے کہ آدمی کھاتا رہے اور پیٹ نہ بھرے (مشکوٰۃ) امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ مال میں نفع بھی ہے اور نقصان بھی ہے اس کی مثال سانپ کی سی ہے کہ جو شخص اوس کا منتر جانتا ہے وہ سانپ کو پکڑ کر اوس کے دانت نکالدیتا ہے پھر اوس سے تریاق تیار کرتا ہے اور اوس کو دیکھ کر کوئی ناواقف شخص اوس کو پکڑلے تو وہ سانپ اوس کو کاٹ لے گا اور وہ ہلاک ہوگا اور اس کے زہر سے وہ شخص محفوظ رہ سکتا ہے جو پانچ چیزوں کا اہتمام کرے (۱) یہ غور کرے کہ مال کا مقصد کیا ہے کس غرض سے یہ پیدا کیا گیا تاکہ صرف وہی غرض اس سے وابستہ رکھی جائے (۲) مال کے آنے اور حاصل کرنے کے طریق کی سختی سے نگرانی کرے کہیں اوس میں ناجائز طریقہ شامل نہ ہوجائے مثلاً

ایسا ہدیہ جس میں رشوت کا شائبہ ہو، ایسا سوال جس میں ذلت کا اندیشہ ہو (۳) حاجت کی مقدار سے زیادہ اپنے پاس نہ رہنے دے جتنی مقدار کی واقعی ضرورت ہے وہ تو مجبوری ہے اوس سے زیادہ کو فوراً خرچ کر دے (۴) خرچ کے طریق کی نگرانی کرے کہیں بے محل خرچ نہ ہو جائے ناجائز موقعہ پر خرچ نہ ہو جائے (۵) مال کی آمد میں خرچ میں اور بقدر ضرورت روکنے میں ہر چیز میں نیت خالص رہے محض اللہ کی رضا مقصود ہو جو رکھے یا استعمال میں لاوے وہ محض اس نیت سے کہ اس سے اللہ کی اطاعت میں قوت ہو جو ضرورت سے زائد ہو اوس کو لغو بیکار سمجھ کر جلد خرچ کر دے اوس کو ذلیل سمجھ کر خرچ کرے وقیع نہ سمجھے ان شرائط کے ساتھ مال کا ہونا مضر نہیں ہے اسی لئے حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص ساری دنیا کا مال محض اللہ تعالیٰ کے واسطے لیتا ہے (اپنی غرض سے نہیں) تو وہ زاہد ہے اور اگر بالکل ذرا سا بھی نہیں لیتا اور یہ نہ لینا اللہ کے واسطے نہیں ہے (بلکہ کسی دنیوی غرض حبِ جاہ وغیرہ کی وجہ سے ہے) تو وہ دُنیادار ہے[۱]۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ یہ مال سر سبز اور میٹھی چیز ہے جو اس کو حق کے موافق حاصل کرتا ہے اوس کے لئے اس میں برکت دی جاتی ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ دنیا کیا ہی اچھا گھر ہے اوس شخص کے لئے جو اس کو آخرت کا توشہ بنائے اور حق تعالیٰ شانہٗ کو (اس کے ذریعہ) راضی کرے اور کتنا بُرا ہے اوس شخص کے لئے جس کو آخرت سے روکدے اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں کوتاہی پیدا کر دے[۲]۔ غرض بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ مال فی حد ذاتہٖ بری چیز نہیں ہے اچھی چیز ہے کارآمد ہے اور بہت سے دینی اور دنیوی فوائد اس کے ساتھ وابستہ ہیں اسی لئے روزی کے کمانے کی مال کے حاصل کرنے کی ترغیبات بھی احادیث میں وارد ہوئی ہیں لیکن چونکہ اس میں ایک زہریلا اور سمی مادہ ہے اور قلوب عام طور سے بیمار ہیں اس لئے کثرت سے قرآن پاک کی آیات اور احادیث شریفہ میں اس کی زیادتی اور کثرت سے بچنے کی ترغیبیں آئی ہیں اس کی کثرت کو خاص طور سے غیر پسندیدہ بلکہ مہلک بتایا گیا اسی لئے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ جس بندے سے محبت فرماتے ہیں دنیا سے اوس کی ایسی حفاظت فرماتے ہیں اور اس کو اہتمام سے بچاتے ہیں جیسا کہ تم لوگ اپنے بیمار کو پانی سے بچاتے ہو[۳]۔ حالانکہ پانی کیسی اہم اور ضروری چیز ہے کہ زندگی کا مدار ہی اس پر ہے بغیر اس کے زندگی رہ نہیں سکتی لیکن اس سب کے باوجود اگر حکیم کسی بیمار کے لئے پانی کو مضر بتا دے تو کتنی کتنی ترکیبیں اس کو پانی سے روکنے کی کی جاتی ہیں اور یہ کیوں اس لئے کہ مال کی کثرت سے عموماً نقصانات زیادہ پہونچتے ہیں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ہمارے قلوب ایسے صاف نہیں ہیں کہ وہ اس کے نشہ سے متاثر نہ ہوں اسی وجہ سے حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جو پانی پر چلے اور اوس کے پاؤں پانی میں تر نہ ہوں صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا تو کوئی بھی نہیں ہے حضورؐ نے فرمایا یہی حال دنیا دار کا ہے کہ اوس کا گناہوں سے

---

[۱] احیاء [۲] کنز [۳] مشکوٰۃ

بچنا مشکل ہے۔[1] اور مشاہدہ بھی یہی ہے کہ بخل حسد کبر عجب کینہ ریا تفاخر وغیرہ قلبی امراض اور گناہ جتنے ہیں وہ مال کی وجہ سے بہت جلد اور بہت کثرت سے پیدا ہوتے ہیں اور اسی طرح آوارگی شراب نوشی قماربازی سودخواری وغیرہ اور مختلف قسم کے شہوانی گناہ بھی اس کی وجہ سے بہت کثرت سے ہوتے ہیں اور پھر اسکی طبعی محبت قلوب میں اس درجہ جگہ پکڑے ہوئے ہے کہ آدمی کے پاس جتنا بھی زیادہ سے زیادہ ہو جائے اوس پر ہمیشہ زیادتی کا طالب اور اوس کا کوشاں رہتا ہے چنانچہ متعدد روایات میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اگر آدمی کے پاس دو جنگل سونے کے ہوں تو وہ تیسرے کا طالب ہوتا ہے اور دنیا کا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ کوئی شخص کسی مقدار پر بھی قناعت کرنے والا نہیں ہے الا ماشاء اللہ اسی وجہ سے قرآن پاک اور احادیث میں کثرت سے قناعت کی ترغیبات دی گئی ہیں کہ یہ جوع البقر کچھ کم ہو اسی وجہ سے دنیا کی حقیقت اور اوس کی گندگی اور ناپائیداری واضح کی گئی کہ اس سے محبت میں کمی ہو کہ جو چیز بہر حال بہت جلد زائل ہونے والی ہے اوس سے آدمی کیا دل لگائے دل لگانے کی چیز صرف وہی ہے جو ہمیشہ رہنے والی اور ہمیشہ کام آنیوالی ہو اور اسی وجہ سے صبر کی تاکید اور ترغیب کثرت سے وارد ہوئی کہ آدمی اس کی کمی کو مطلقاً مصیبت نہ سمجھے بلکہ اوس میں بھی بسا اوقات اللہ کی بڑی حکمتیں مضمر ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ الآية (شوریٰ ع ۳) اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں رزق کی زیادتی وسعت فرمادے تو وہ زمین میں سرکشی شروع کر دیں چنانچہ تجربہ بھی یہی ہے کہ جہاں اس کی کثرت ہے وہیں حد سے زیادہ فسادات ہیں اور چونکہ اس کی فراوانی مقصود نہیں اور لوگوں کے دل اس کی طرف طبعاً متوجہ ہوتے ہیں اسی وجہ سے سوال کرنے کی ممانعت اوس کی قباحت کثرت سے ذکر کی گئی کہ آدمی مال کی محبت اور کثرت کی فکر میں بلا مجبوری بھی سوال کرنے لگتا ہے کہ اس میں محنت تو کچھ کرنی نہیں پڑتی ذرا سی زبان ہلانے سے کچھ نہ کچھ مل ہی جاتا ہے جس سے مال میں اضافہ ہو جاتا ہے انہیں تین مضامین قناعت مصائب پر صبر اور سوال کی مذمت کے متعلق کچھ آیات اور کچھ احادیث اس جگہ لکھی جاتی ہیں۔

آیات

(۱) زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ○

آراستہ کر دی گئی لوگوں کے لئے خواہشات کی محبت (مثلاً) عورتیں ہوئیں۔ اور بیٹے ہوئے اور ڈھیر لگے ہوئے سونے اور چاندی کے اور نشان لگے ہوئے (یعنی عمدہ اور اعلیٰ) گھوڑے اور دوسرے مویشی اور زراعت (لیکن یہ سب چیزیں) دنیوی زندگی کی استعمالی چیزیں ہیں اور انجام کار

---

[1] مشکوٰۃ

قُلْ أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيْرٍ مِّن ذَٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ وَالْمُنفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ ۝

آل عمران

رکوع ۲

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم ان سے کہدو کیا میں تم کو ایسی چیز بتادوں جو (بدرجہا) بہتر ہو ان سب چیزوں سے (وہ کیا ہے غور سے سنو) ایسے لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں ان کے رب کے پاس ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے اور (ان کے لئے وہاں) ایسی بیبیاں ہیں جو ہر طرح پاک صاف ستھری ہیں اور (ان سب سے بڑھ کر چیز) اللہ کی خوشنودی ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں (کے احوال) کو خوب دیکھنے والے ہیں (یہ لوگ جن کے لئے یہ آخرت کی چیزیں ہیں ایسے لوگ ہیں) جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے ہیں پس آپ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے اور ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا دیجئے یہ لوگ (وہ ہیں جو مصیبتوں پر) صبر کرنیوالے ہیں سچ بولنے والے ہیں (اللہ تعالیٰ کے سامنے) عاجزی کرنیوالے ہیں اور (نیک کاموں میں مال) خرچ کرنیوالے ہیں اور پچھلی رات میں گناہوں کی معافی چاہنے والے ہیں۔

ف: حق تعالیٰ شانہٗ نے ان سب چیزوں کی محبت کو شہوتوں کی محبت سے تعبیر کیا ہے امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ شہوت کی افراط ہی کا نام عشق ہے جو بیماری ہے ایسے دل کی جو تفکرات سے خالی ہو اس کا علاج ابتدائ سے کرنا ضروری ہے کہ اوس کی طرف نظر کم کر دے اوس کی طرف التفات کم کر دے ورنہ جب التفات بڑھ جائے گا تو ہٹانا مشکل ہو جائے گا اور ابتدا میں بہت سہل ہے یہی حال ہے ہر چیز کے عشق کا مال ہو جاہ ہو جائداد ہو اولاد ہو حتی کہ پرندوں (کبوتر وغیرہ) سے کھیلنے کا اور شطرنج وغیرہ سے کھیلنے کا بھی یہی حال ہے کہ یہ سب چیزیں جب آدمی پر مسلط ہو جاتی ہیں تو اوس کی دین اور دنیا دونوں کو برباد کر دیتی ہیں اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص سواری پر سوار ہے اگر وہ جانور کی باگ اوسی وقت دوسری طرف پھیر دے جب وہ بے جگہ جانے کا رُخ کر رہا ہو تو اوس وقت بہت آسانی سے وہ جگہ پر پڑ سکتا ہے لیکن جب وہ جانور کسی دروازہ میں گھس جائے اور سوار پھر دُم پکڑ کر پیچھے کو کھینچنا چاہے تو پھر بڑی سخت دشواری ہو جاتی ہے اس لئے ان سب چیزوں کی

محبت کو ابتدا ہی سے نگاہ میں رکھے کہ اعتدال سے نہ بڑھنے دے[1]۔ علماء نے فرمایا ہے کہ دنیا کی جتنی بھی چیزیں ہیں وہ تین قسم میں داخل ہیں معدنیات، نباتات، حیوانات حق تعالیٰ شانہٗ نے ان آیات میں تینوں کی مثالیں ذکر فرماکر دنیا کی ساری ہی چیزوں پر متنبہ فرمادیا بیویوں اور بیٹوں کو ذکر فرماکر آل اولاد عزیز اقارب احباب غرض انسانی محبوبوں پر تنبیہ فرمادی اور سونے چاندی کو ذکر فرماکر ساری معدنیات پر اور گھوڑے مویشی کو ذکر فرماکر ہر قسم کے جانوروں پر اور کھیتی سے ہر قسم کی پیداوار پر اور یہی چیزیں ساری دنیا کی کائنات ہیں[2] اور ان سب کو گنواکر ان پر تنبیہ فرماکر ارشاد فرمادیا کہ یہ سب کی سب اس چند روزہ زندگی کے گزران کی چیزیں ہیں ان میں سے کوئی چیز بھی محبت کے قابل نہیں دل لگانے کے قابل نہیں دل لگانے کی چیزیں صرف وہی ہیں جو پائدار ہیں ہمیشہ رہنے والی ہیں ہمیشہ کام آنے والی ہیں اور ان میں سب سے بڑھ کر اللہ کی رضا ہے اوس کی خوشنودی ہے وہ دنیا اور آخرت کی ہر چیز پر فائق ہے۔ ہر چیز سے بڑھ کر ہے دوسری جگہ جنت کی نعمتوں کو ذکر فرماکر ارشاد ہے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (توبہ رکوع ۱۰) کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی ان سب چیزوں سے بڑھی ہوئی ہے اور وہی چیز ہے جو بڑی کامیابی ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی برابری نہ دنیا کی کوئی چیز کر سکتی ہے نہ آخرت کی کوئی نعمت اوس کے برابر ہے آیاتِ بالا میں دنیا کی ساری مرغوبات کو تفصیل سے ذکر فرماکر اس پر متنبہ کردیا کہ یہ سب محض دنیوی زندگی کے اسباب ہیں اور پھر بار بار قرآن پاک میں اس چیز پر تنبیہ فرمائی گئی مختلف عنوانات سے نصیحت کی گئی کہیں دنیا طلبی کی مذمت کی گئی کہیں دنیا کو ترجیح دینے والوں کی قباحت بیان کی گئی کہیں اوس کی بے ثباتی پر تنبیہ کی گئی کہیں اوس کو محض دھوکہ بتایا گیا تاکہ اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیا جائے کہ دنیا اور دنیا کی ہر چیز محض عارضی محض ضرورت پورا کرنے کی چیز ہے نہ یہ دائمی ہے نہ دل لگانے کی چیز ہے اسی سلسلہ کی چند آیات پر اس جگہ تنبیہ کرتا ہوں۔

(۱) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ (بقرہ ع ۱۰)

یہی لوگ ہیں جنھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلہ میں خرید لیا پس نہ تو ان کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی نہ ان کی کسی قسم کی مدد کی جائے گی۔

(۲) فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ

پس بعض آدمی تو ایسے ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں تو جو کچھ دینا ہے دنیا ہی میں دیدے (پس ان کو تو جو کچھ ملنا ہوگا دنیا ہی میں مل جائے گا) ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور بعض

---

[1] احیاء [2] ایضا

فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ (سورۂ بقرہ رکوع ۲۵)

لوگ یوں کہتے ہیں کہ اے اللہ ہم کو دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے یہی لوگ ہیں جن کے لئے حصّہ ہے اُس چیز سے جو انھوں نے (نیک اعمال سے) کمایا ہے۔

(۳) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ (بقرہ رکوع ۲۵)

اور بعض آدمی بیچ دیتے ہیں اپنی جان کو اللہ کی رضا کی چیزوں میں اللہ تعالیٰ ایسے بندوں پر مہربان ہیں۔

(۴) زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (بقرہ ع ۲۶)

دنیوی معاش کفار کے لئے آراستہ کر دی گئی اور وہ مسلمانوں کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں حالانکہ یہ مسلمان جو کفر و شرک سے بچتے ہیں قیامت کے دن ان کافروں سے (درجوں میں) بلند ہوں گے اور (آدمی کو محض فراغ معیشت پر غرور نہ کرنا چاہئے کیونکہ) روزی تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے حساب دے دیتے ہیں (اس لئے محض امیر ہونا کوئی فخر کی چیز نہیں ہے)

(۵) وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ (آل عمران رکوع ۱۴)

اور یہ (دُنیا کی زندگی کے) دن ان کو ہم لوگوں کے درمیان اولتے بدلتے رہتے ہیں (یعنی کبھی ایک قوم غالب ہوگئی کبھی دوسری غالب ہوگئی) اس لئے غالب یا مغلوب ہونے کی فکر سے زیادہ اہم اور زیادہ ضروری آخرت کی فکر ہے۔

(۶) قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ (سورۂ نساء رکوع ۱۱)

آپ کہہ دیجئے کہ دُنیا کا تمتع بہت تھوڑا (چند روزہ ہے) اور آخرت ہر طرح سے بہتر ہے اوس شخص کیلئے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور تم پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی موت آکر رہے گی اگرچہ تم قلعی چونہ کے قلعوں میں ہی کیوں نہ ہو (پھر جب مرنا بہر حال ہے تو اوس کی فکر ہر وقت رہنا چاہئے

(۷) وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ (سورۂ نساء رکوع ۱۳)

اور ایسے شخص کو جو تمہارے سامنے اطاعت (کی علامت) ڈالدے (مثلاً السّلام علیکم کرے یا کلمہ پڑھے) یوں مت کہدیا کرو کہ تو (دل سے) مسلمان نہیں تم دنیاوی زندگی کا سامان ڈھونڈتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت سے غنیمت کے مال ہیں۔

ف۔ یہ آیتیں اس پر تنبیہ ہیں کہ بعض مسلمانوں نے بعض کافروں کو جو اپنے کو مسلمان بناتے تھے مالِ غنیمت کے شوق میں قتل کر دیا تھا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ محض دنیا کمبخت کا مال کمانے کے لئے یہ ناپاک حرکت کی گئی بہت سی احادیث میں ان واقعات کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ ایک مسلمان نے ایک کافر پر حملہ کیا اوس نے جلدی سے کلمہ پڑھ لیا اس مسلمان نے پھر بھی اس کو قتل کر دیا، حضورؐ کو جب اوس کی اطلاع ہوئی تو حضورؐ نے اوس مسلمان سے مطالبہ کیا اوس نے یہ معذرت کی کہ اس شخص نے محض ڈر کی وجہ سے کلمہ پڑھا تھا حضورؐ نے فرمایا کہ تو نے اوس کے دل کو چیر کے دیکھ لیا تھا کہ اس نے ڈر کی وجہ سے پڑھا ہے اوس کے بعد اس مسلمان کی موت بہت بری طرح سے ہوئی (درمنثور) حق تعالیٰ شانہٗ نے حدود سے تجاوز کی اجازت کسی جگہ نہیں دی دوسرا مضمون شروع ہو جائے گا اس لئے اس کو نہیں لکھا لیکن محض دنیوی اغراض کی وجہ سے کفار پر زیادتی کی بھی شریعت ہرگز اجازت نہیں دیتی۔ بہت سی آیات بہت سی روایات اس مضمون میں وارد ہیں سورۂ مائدہ کے شروع میں حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ الآیۃ (مائدہ ع ۱) "یعنی کفارِ مکہ نے جو تم کو عمرہ حدیبیہ کے موقعہ پر مکہ میں داخل ہونے سے روکدیا اور بغیر عمرہ کے تم کو مکہ مکرمہ کے قریب سے بے نیل مُرام واپس ہونا پڑا اس کا غصہ تم کو حدود سے نہ نکلنے دے ایسا ہرگز نہ ہو کہ تم تعدّی کرنے لگو نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرو اور گناہ اور ظلم میں کسی کی اعانت نہ کرو" اسی سورت شریفہ کے دوسرے رکوع میں ارشاد ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ الآیۃ (مائدہ ع ۲) "اے مسلمانو! تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اوس کے احکام کی پوری پابندی کرنے والے بنو اور (کہیں نوبت آجائے تو) گواہی انصاف کے ساتھ دو کسی قوم کی ساتھ عداوت تم کو عدل وانصاف سے نہ ہٹاوے" غرض بہت سی جگہ ان امور پر تنبیہ کی گئی۔ دُنیا کی محبت آدمی کی عقل کو بھی بیکار کر دیتی ہے۔

(۸) وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○

اور دنیوی زندگانی کچھ بھی نہیں ہے بجز لعب ولہو کے اور آخرت کا گھر متقیوں کے لئے بہتر ہے کیا تمہیں عقل نہیں ہے (جو ایسی صاف واضح بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی کہ دنیا کے اس لہو ولعب کو آخرت کی عمدہ

(سورۂ انعام رکوع ۲؎) ـــــــــ زندگی سے کچھ بھی مناسبت نہیں ہے)۔
(۹) وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (انعام ع ۸)
ترجمہ:۔ ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کشی (یکسو اور علیحدہ) رہو جنھوں نے اپنے دین کو لہو ولعب بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے (۱۰) وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ج
(سورۂ انعام رکوع ۱۱) اور تم ہمارے پاس (مرنے کے بعد) تنہا تنہا ہو کر آگئے جس طرح ہم نے تم کو دنیا میں اول مرتبہ پیدا کیا تھا (کہ ہر شخص الگ الگ پیدا ہوتا تھا) اور جو کچھ ہم نے تم کو (دنیا میں مال ومتاع ساز وسامان) عطا کیا تھا اوس کو وہیں چھوڑ آئے۔ ف: یعنی جس طرح آدمی ماں کے پیٹ سے بغیر مال متاع پیدا ہوتا ہے اسی طرح قبر کی گود میں تن تنہا جاتا ہے یہ سب کچھ مال متاع یہاں کا یہاں ہی رہ جائے گا بجز اوس کے جو اللہ تعالیٰ کے یہاں اپنی زندگی میں جمع کرا دیا ہو کہ وہ سب جمع شدہ مال وہاں پورا کا پورا مل جائے گا بلکہ سرکاری خزانہ سے اوس میں اضافہ بھی ملے گا۔ (۱۱) وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (اعراف ع ۱۶)۔ اور دنیا کی زندگی نے اُن کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے (۱۲) فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا (اعراف رکوع ۲۱) پس ان نیک بندوں کے بعد) ایسے لوگ ان کے جانشین ہوئے کہ کتاب کو تو ان سے حاصل کیا (لیکن ایسے حرام خور ہیں کہ کتاب کے احکام کے بدلہ میں) اس دنیائے دنی کا مال ومتاع لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری ضرور مغفرت ہو جائے گی (کیونکہ ہم اللہ کے لاڈلے ہیں) (۱۳) وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ (اعراف ع ۲۱)
اور آخرت کا گھر بہتر ہے متقی لوگوں کے واسطے کیا تم بالکل عقل نہیں رکھتے (جو ایسی کھلی ہوئی صاف بات بھی نہیں سمجھتے)۔ (۱۴) وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ لا وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ (الانفال رکوع ۳) تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے (تاکہ ہم اس کا امتحان کریں کہ کون شخص ان کی محبت کو ترجیح دیتا ہے اور کون شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کو ترجیح دیتا ہے) اور اس بات کو بھی جان رکھو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کو ترجیح دیتا ہے دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی کے لئے کار آمد بناتا ہے اس کے لئے) اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔ (۱۵) تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ط
(سورۃ الانفال رکوع ۹) تم تو دنیا کا مال واسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ (شانہٗ) تم سے آخرت کو چاہتے ہیں یعنی یہ کہ تم آخرت کی فکر میں رہو اوس کی تیاری میں ہر وقت مشغول رہو۔

(۱۶) اَرَضِيتُم بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ج فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيلٌ ○ (توبہ رکوع ۶) - کیا تم لوگ آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں دُنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے دُنیا کی زندگی تو آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے (۱۷) اِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاۤءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُونَ ○ اُولٰۤئِكَ مَاْوٰهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ○ (سورۂ یونس رکوع نمبر۱) جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کی امید نہیں ہے اور وہ دنیاوی زندگی پر راضی ہو گئے اور اوس سے ان کو اطمینان حاصل ہو گیا اور جو لوگ ہماری تنبیہوں سے غافل ہو گئے ہیں ایسے لوگوں کا ٹھکانا ان کے اعمال کی وجہ سے جہنم ہے (۱۸) يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ○ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاۤءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاۤءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُونَ عَلَيْهَاۤ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ ○ وَاللّٰهُ يَدْعُوۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِي مَنْ يَّشَاۤءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ○ (سورۂ یونس رکوع نمبر۳)

اے لوگو سُن لو یہ تمہاری سرکشی تمہارے لئے وبال ہونے والی ہے دنیوی زندگی میں (چندروز اس سے) نفع اٹھا رہے ہو پھر ہمارے پاس تم کو آنا ہے پھر ہم سب تمہارا کیا ہوا تم کو جتلادیں گے۔ بس دنیاوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اوس پانی سے زمین کے نباتات (زمین سے اوگنے والی چیزیں) جن کو آدمی اور جانور کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر نکلے یہاں تک کہ جب زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور اوس کی خوب زیبائش ہو گئی (یعنی پیداوار سبزہ وغیرہ خوب شباب پر ہو گیا) اور اوس کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ ہم اس پیداوار پر بالکل قابض ہو چکے ہیں تو ایک دم اوس پیداوار پر ہماری طرف سے دن میں یا رات میں کوئی حادثہ پڑا (یا لاآندھی وغیرہ) پس ہم نے اوس کو ایسا صاف کر دیا کہ گویا وہ کل یہاں موجود ہی نہ تھی (یہی حالت بعینہٖ اس دنیا کی زندگی اور اوس کی رونق اور زیب وزینت کی ہے کہ وہ اپنے پورے شباب اور کامل زیب وزینت کے باوجود دم کے دم میں ایسی زائل جاتی ہے کہ گویا تھی ہی نہیں) اسی طرح ہم آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے جو سوچتے ہیں اور جو سوچنے کا ارادہ

نہیں کرتا وہ کیا سمجھے) اور (جب دنیا کی اور اوس کی زیب وزینت کی یہ حالت ہے کہ ناپائیدار اور خطرہ کی چیز ہے بس اسی لئے) حق تعالیٰ شانہٗ تم کو دار البقاء (جو گھر پائیدار ہے اور اوس کو کوئی خطرہ نہیں ہے) کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔ (۱۹) قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ (یونس رکوع ٦)

(پہلے سے قرآن پاک کی خوبیاں بیان فرمانے کے بعد ارشاد ہے) آپ کہدیجئے (کہ جب قرآن پاک ایسی چیز ہے) پس لوگوں کو خدا کے انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے (کہ اوس نے اتنی بڑی دولت ہم کو عطا فرمائی) وہ اس (دنیا سے بدرجہا) بہتر ہے جس کو یہ لوگ جمع کر رہے ہیں (اس لئے کہ دنیا کا نفع بہت تھوڑا اور بہت جلد زائل ہو جانے والا ہے اور قرآن پاک کا نفع بہت زیادہ اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ (۲۰) مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ڮ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (ھود رکوع ۲)

جو شخص (اپنے نیک اعمال سے) دنیاوی زندگی اور اوس کی رونق چاہتا ہے (جیسے مال ومتاع یا شہرت نیک نامی وغیرہ) ہم ان لوگوں کے اعمال (کا بدلہ) ان کو دنیا ہی میں پورے طور سے بھگتا دیتے ہیں اور انکے لئے دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی یہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ نہیں ہے اور انھوں نے جو کچھ کیا تھا وہ آخرت میں سب کا سب بے کار ثابت ہوگا۔ اور (حقیقت میں) یہ جو کچھ کر رہے ہیں سب باطل (بے کار) ہے۔ (۲۱) اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝ (سورۂ رعد ع ۳) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے (رحمت اور غضب کا یہ مدار نہیں ہے) یہ لوگ دنیاوی زندگی پر خوش ہوتے ہیں (اور اوس کے عیش وعشرت راحت وآرام پر اتراتے ہیں) حالانکہ آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی ایک متاع قلیل ہے (کچھ بھی نہیں ہے چند روزہ زندگی کے دن کاٹنے ہیں جس طرح بھی گذر جائیں)۔ (۲۲) لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (حجر رکوع ٦)

آپ اپنی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں اوس (زیب وزینت اور مال ومتاع راحت وآرام) کو جو ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو (اہل کتاب ہوں یا مشرکین) دے رکھا ہے برتنے کے لئے (کہ چند روز کے فوائد اس سے اٹھالیں اور پھر یہ سب کچھ فنا ہو جائے گا۔) (۲۳) مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (نحل رکوع ۱۳) ... جو کچھ تمہارے پاس (دنیا میں) ہے وہ (ایک دن) ختم

ہو جائے گا (خواہ وہ جاتا رہے یا تم مرجاؤ دونوں حال میں ختم ہو گا) اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے۔ (۲۴) ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ (نحل ع ۱۴) یہ (جو عذاب اوپر کی آیات میں ذکر کیا گیا) اس وجہ سے ہے کہ ان لوگوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں محبوب رکھا۔ (۲۵) مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ○ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ○ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ○ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ○ (سورۂ بنی اسرائیل رکوع نمبر ۲)

جو شخص دنیا کا ارادہ کرتا ہے (اور اپنی کوشش اور اعمال کا ثمرہ صرف دنیا ہی میں چاہتا ہے) ہم اوس کو دنیا میں جتنا چاہتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں (نہ یہ ضروری ہے کہ ہر شخص کو دیدیں جس کو ہمارا دل چاہتا ہے دیتے ہیں اور جس کو دیتے ہیں اس کو بھی یہ ضروری نہیں کہ جتنا وہ مانگے سب دیدیں جتنا ہمارا دل چاہتا ہے دیتے ہیں) پھر آخرت میں اوس کے لئے جہنم تجویز کر دیتے ہیں کہ وہ اوس میں بدحال راندہ ہو کر جلتا رہے گا اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرے اور اوس کے لئے جیسی کوشش کرنا چاہئے کرے بشرطیکہ وہ مومن ہو ایسے لوگوں کی کوشش اللہ کے یہاں مقبول ہے ہر فریق کی (دنیادار ہو یا دیندار) آپ کے رب کی عطا میں سے ہم مدد کرتے ہیں اور آپ کے رب کی (یہ دنیاوی عطا) کسی سے بھی بند نہیں کی گئی۔ آپ خود ہی دیکھ لیں کہ اس دنیاوی عطا میں ہم نے ایک کو دوسرے پر (خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر) کیسی فوقیت دے رکھی ہے (آپ اس سے خود ہی اندازہ کرلیں گے کہ عطا کسی اور کی طرف سے ہے کہ ایک شخص کو کوشش سے بھی بہت کم ملتا ہے اور دوسرا بغیر کوشش کے بھی بہت کچھ حاصل کرلیتا ہے) اور آخرت (جو مخصوص ہے ایمان کے ساتھ اس دنیا سے) درجوں کے اعتبار سے بہت بڑی ہے اور تفضیلت کے اعتبار سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ (۲۶) وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ○ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ○ [1]

---

[1] (سورۂ کہف رکوع ۶)

آپ ان لوگوں سے دنیوی زندگی کی مثال بیان کیجئے وہ ایسی ہے جیسا کہ ہم نے آسمان سے پانی برسایا ہو پھر اوس کی وجہ سے زمین کے نباتات (پیداوار) خوب گنجان ہو گئے ہوں پھر (خوب سرسبز و شاداب ہو کر ایک دم کسی حادثہ سے خشک ہو کر) ریزہ ریزہ ہو جائے کہ اوس کو ہوا اڑائے اڑائے پھرتی ہو) بالکل یہی حالت دنیاوی زندگی اوس کی عیش و عشرت اور مال و متاع کی ہے کہ آج سب کچھ ہے اور ایک دم کوئی مصیبت آئے تو کچھ بھی نہ رہا اور اب تو زمانہ اس کو اپنی آنکھوں سے خوب ہی دیکھ رہا ہے) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے (جب چاہے جس کو چاہے امیر بنادے جس کو چاہے لکھ پتی سے فقیر بنادے جس کو چاہے صاحب اولاد کر دے اور جس کو چاہے بڑی اولاد اور کنبہ والا ہونے پر دم کے دم میں اکیلا کر دے تو یہ سمجھ لو کہ) مال اور اولاد دنیوی زندگی کی صرف ایک رونق ہے اور جو نیک اعمال ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں وہ ثواب اور بدلہ کے اعتبار سے بھی (بدرجہا) بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں (کہ ان کی ہی امیدیں لگانی چاہئیں اور ان امیدوں کے پورا ہونے کی کوشش کرنا چاہئے)۔

(۲۷) يَتَخَافَتُونَ بَيْنَهُمْ إِنْ لَّبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ۝ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ إِذْ يَقُولُ أَمْثَلُهُمْ طَرِيقَةً إِنْ لَّبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا ۝

(طٰہٰ رکوع ۵) (اوپر کی آیات میں قیامت کے آنے کا اور صور پھونکے جانے کا ذکر ہے اوس دن یہ مجرم لوگ) چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے ہوں گے (اور ایک دوسرے سے کہتے ہوں گے) کہ تم لوگ (دنیا میں) صرف دس دن رہے ہو گے جس بات کو وہ کہیں گے ہم اوس کو خوب جانتے ہیں جبکہ ان میں کا زیادہ صائب الرائے کہے گا کہ نہیں تم تو ایک ہی دن رہے ہو (اس کو زیادہ صائب الرائے ان میں کا اس لئے کہا کہ اس کا قول ایک دن کا بمقابلہ دس دن کے زیادہ قریب ہے ویسے تو آخرت کے دنوں کے اعتبار سے دنیا کی ساری زندگی ایک دن کیا اوس کا دسواں حصہ بھی نہیں ہے یہ ہے حقیقت دنیا کے سارے قیام کی آخرت کے مقابلہ میں)۔

(۲۸) وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّأَبْقَىٰ ۝ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَوٰةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ۝

(طٰہٰ رکوع ۸) اور ہرگز آنکھ اٹھا کر بھی آپ ان چیزوں کی طرف نہ دیکھیں جن سے ہم نے ان (دنیا داروں) کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لئے متمتع کر رکھا ہے کہ وہ سب کچھ محض دنیوی زندگی کی رونق ہے (اور آزمائش اس کی ہے کہ کون اس مال متاع میں بندگی کا حق ادا کرتا ہے اور کون نہیں کرتا) اور آپ کے رب کا عطیہ (جو آخرت میں ملے گا وہ اس سے بدرجہا) بہتر اور پائدار ہے اور اپنے

متعلقین کو نماز کا حکم کرتے رہیں اور خود بھی اوس کے اوپر جمے رہیں ہم آپ سے روزی کمونا نہیں چاہتے روزی تو آپ کو ہم دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے ۔ (۲۹) اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ۝ (الانبیاء رکوع ۱) لوگوں کے لیے ان کے حساب (کتاب) کا دن آپہونچا اور وہ غفلت میں اعراض کیے ہوئے پڑے ہیں ۔ (۳۰) حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ۝ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ ۚ كَلَّا ۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا (مومنون ع ۶) حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کے سر پر موت آجاتی ہے (اور آخرت کے احوال کھلنے لگتے ہیں) تو کہتا ہے اے میرے رب مجھے (موت سے بچاکر) دنیا میں پھر بھیج دیجئے تاکہ جس (دنیا کو اور اوس کے مال ومتاع) کو چھوڑ آیا ہوں اوس میں (واپس جاکر) نیک کام کروں (حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں) ایسا ہرگز نہیں ہوگا (جس کا وقت آچکا ہے وہ ٹلتا نہیں) یہ (شخص جو کچھ کہہ رہا ہے وہ فضول) ایک بات ہے جس کو وہ کہہ رہا ہے ۔ (۳۱) قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ۝ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ ۝ قَالَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ۖ لَّوْ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۝

(مومنون ع ۶) (قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ان لوگوں کی حسرت وافسوس بڑھانے کے لئے) ارشاد ہوگا (اچھا یہ بتلاؤ) کہ تم دنیا میں کتنے برس رہے تھے وہ (وہاں کے زمانہ کے طول کے لحاظ سے) کہیں گے کہ ہم تو (دنیا میں) ایک دن یا اس سے بھی کم رہے ہوں گے (اور سچ تو یہ ہے کہ ہمیں خواب کی طرح سے یہ بھی اندازہ نہیں کہ کتنا وقت گذرا) پس گننے والوں سے (یعنی فرشتوں سے جو ہر چیز کا حساب لکھتے تھے) پوچھ لیں (کہ ہم کتنا تھوڑا ٹھیرے تھے) ارشاد ہوگا کہ جب تم اتنا کم ٹھیرے تھے تو کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم (یہ بات) جان لیتے (کہ یہ دُنیا محض چندروزہ ہے بہت ہی تھوڑے دن یہاں قیام ہے اچھا یہ تو بتاؤ) کیا تم یہ سمجھتے تھے کہ ہم نے تم کو یوں ہی بے کار پیدا کیا (کوئی غرض تمہارے پیدا کرنے سے نہیں تھی حالانکہ ہم نے قرآن پاک میں صاف صاف بتادیا تھا کہ جن وانس کی پیدائش ہم نے محض عبادت کے لئے کی ہے کیا تمہارا یہ خیال تھا کہ) تم ہمارے پاس نہیں لوٹائے جاؤ گے ۔ (۳۲) وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا ۖ فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَن مِّن بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا ۝ (قصص ع ۶) (یہ لوگ جو اپنی خوش عیشی پر نازاں ہیں ان کی حماقت ہے ان کو خبر نہیں کہ) ہم بہت سی ایسی بستیاں ہلاک کرچکے ہیں جو اپنے سامانِ عیش پر نازاں تھے پس (تم خود ہی دیکھ لو کہ) یہ ان کے گھر (خالی پڑے ہوئے ہیں جو) ان کے بعد آباد ہی نہیں ہوئے مگر تھوڑی

دیر کو۔ (۳۳) وَمَا أُوتِيتُم مِّن شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا ۚ وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ (قصص ع ۶) پس جو کچھ تم کو (دنیا میں عیش وعشرت اور راحت و آرام کا سامان) دیا گیا ہے وہ محض دنیوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے اور (اسی چند روزہ زندگی کی) زیب و زینت ہے (جو بہت جلد زائل ہو جانے والی ہے) اور اللہ (جل شانہٗ) کے یہاں جو اجر و ثواب ہے وہ بدرجہا اس سے بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے کیا تم اتنی بات نہیں سمجھتے۔ (۳۴) أَفَمَن وَعَدْنَاهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيهِ كَمَن مَّتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ۝ (سورۂ قصص ع ۷)۔ کیا وہ شخص جس سے ہم نے ایک پسندیدہ وعدہ (آخرت کا) کر رکھا ہے پھر وہ شخص اس موعود چیز کو پانے والا بھی ہے ایسے شخص کی برابر ہو سکتا ہے جس کو ہم نے دنیوی زندگی کا کچھ متاع (معمولی فائدہ) دے رکھا ہے پھر قیامت کے دن یہ شخص (اپنے جرموں کی پاداش میں) گرفتار کر لیا جائے گا (۳۵) قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ۝ (سورۂ قصص رکوع ۸) جو لوگ طالب دنیا تھے وہ (تو قارون کی زیب و زینت کو دیکھ کر) کہنے لگے کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہم کو بھی ایسا ہی ساز و سامان ملتا جیسا کہ قارون کو ملا ہے وہ تو بڑا صاحب نصیب ہے (قارون کا مفصل قصہ عبرتناک زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے بیان میں پانچویں فصل کی آیات کے سلسلہ میں ۳ پر گذر چکا ہے دولت اور ثروت کی کثرت کا اگر اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ نہ بنایا جائے تو یہی حشر ہے)۔ (۳۶) وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ ۚ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ (عنکبوت ع ۷) اور یہ دنیوی زندگی بجز لہو و لعب کے کچھ بھی نہیں ہے اور اصل زندگی (جو حقیقت میں زندگی کہلانے کے لائق ہے) وہ آخرت ہی کی زندگی ہے کاش یہ لوگ اس بات کو (اچھی طرح) جان لیتے (تو پھر آخرت کے لئے کیسی کوشش کرتے)۔ (۳۷) يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ ۝ (روم ع ۱) ترجمہ:۔ یہ لوگ دنیوی زندگی کی صرف ظاہری حالت کو جانتے ہیں (اسی کی کوشش کرتے ہیں اسی پر جان دیتے ہیں) اور یہ لوگ آخرت سے بالکل غافل ہیں (نہ وہاں کے ثواب کی تمنا نہ وہاں کے عذاب کا خوف)۔ (۳۸) يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ

شَیْـًٔا اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ ۝

(لقمٰن رکوع ۴) اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اوس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنی اولاد کی طرف سے کوئی مطالبہ پورا کرسکتا ہے، نہ کوئی اولاد اپنے باپ کی طرف سے ہی کوئی چیز ادا کرسکتی ہے بیشک اللہ کا وعدہ (جو آخرت کے متعلق ہے) سچا ہے پس تم کو دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے (کہ تم اسمیں لگ کر آخرت کے دن کو بھول جاؤ) اور نہ تم کو دھوکہ باز (شیطان) اللہ تعالیٰ سے دھوکہ میں ڈالدے (کہ تم اسکے بہکائے میں آکر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے فکر ہو جاؤ) اور یہ سمجھنے لگو کہ ہمیں عذاب نہ ہوگا۔ حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ تم کو شیطان اللہ تعالیٰ کی ساتھ دھوکہ میں نہ ڈالے کا مطلب یہ ہے کہ تم گناہ کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی آرزو کرتے رہو (درمنثور) یعنی حق تعالیٰ شانہٗ سے مغفرت طلب کرنے کا منہ جب ہے جب پختہ طور پر گناہوں سے توبہ کرو گناہ نہ کرنے کا پکا ارادہ کرو پھر اللہ تعالیٰ سے گذشتہ گناہوں کی مغفرت چاہو اور یہ حماقت ہے کہ دن بھر گناہوں سے منہ کالا کرتے رہو اور زبان سے کہتے رہو کہ یا اللہ تو معاف کر جیساکہ اسی فصل کے نمبر ۱۸ پر مفصل آرہا ہے اور اس مضمون کی آیت دوسری بھی آرہی ہے۔ (۳۹) یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ (احزاب ع ۴)

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اپنی بیبیوں سے (بھی دوٹوک صاف صاف بات) کہدو کہ اگر تم کو دنیوی زندگی اور اوس کی زیب وزینت چاہیے تو آؤ میں تم کو کچھ (دنیوی مال ومتاع (مہر نفقہ وغیرہ) دیدوں اور تم کو خوبی (اور خوش دلی کے ساتھ طلاق دے کر) رخصت کردوں اور اگر تم اللہ (تعالیٰ کی رضا) کو اور اوس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تنگی اور فقر وفاقہ کی ساتھ رہنے) کو اور آخرت (کے عالی درجوں) کو چاہتی ہو تو (یہ دل نشین کرلو کہ) تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا اجر وثواب تیار کر رکھا ہے (جو جتنی زیادہ نیکی کرے گی اتنا ہی زیادہ اجر وثواب پاوے گی) (۴۰) یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ (فاطر ع ۱)

اے لوگو اچھی طرح سمجھ لو خوب دل میں جمالو کہ) بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے ایسا نہ ہو کہ یہ دنیوی زندگی تم کو دھوکہ میں ڈالدے اور ایسا نہ ہو کہ دھوکہ باز (شیطان) تم کو اللہ تعالیٰ سے دھوکہ میں ڈالدے (کہ اوس کے دھوکہ میں آکر تم اللہ جل شانہٗ سے بے فکر ہو جاؤ) حضرت سعید بن جبیرؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ دنیا کا دھوکہ میں ڈالنا یہ ہے کہ اوس میں مشغول ہو کر آخرت کی تیاری سے غافل ہو جاؤ اور شیطان کا دھوکہ یہ ہے کہ گناہ کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی تمنا کرتے رہو (درمنثور) (۴۱) یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا۔

مَتَاعٌ زوَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ○ (سورۂ مؤمن رکوع ۵) (فرعون کے خاندان کے اوس مومن شخص نے جس نے اپنے ایمان کو مخفی کر رکھا تھا اپنی برادری کو نصیحت کرتے ہوئے کہا، اے قوم یہ دنیوی زندگی محض چند روزہ ہے اور اصل ٹھہرنے کی جگہ تو آخرت ہی ہے۔ (۴۲) مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ○ (سورۂ شوریٰ رکوع ۳) جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو (یعنی جیسا کھیتی کے لئے بیج بویا جاتا ہے پھر اوس کو پانی وغیرہ دیا جاتا ہے تاکہ پھل پیدا ہو اسی طرح وہ آخرت کی کھیتی کرنا چاہتا ہے اوس کے لئے بیج ڈال کر اوس کی پرورش کرتا ہے ایمان سے اور اعمال صالحہ سے) ہم اوس کے لئے اوس کی کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو (کہ ساری کوشش اسی زندگی پر خرچ کر دے) تو ہم اوس کو دنیا میں سے کچھ دیدیں گے اور ایسے شخص کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے۔ (۴۳) فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَاجۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ص وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ○ (سورۂ شوریٰ رکوع ۴) پس جو کچھ تم کو (اس دنیا میں) دیا گیا وہ محض چند روزہ زندگی کے برتنے کے لئے ہے (بہت جلد فنا ہو جانے والا ہے اور آخرت میں) جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بدرجہا بہتر اور پائدار ہے وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں اور جو کبیرہ گناہ سے اور بے حیائی کی باتوں سے احتراز کرتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں اور (یہ وہ لوگ ہیں) جنہوں نے اپنے رب کا کہنا مانا اور نماز کو قائم کیا اور ان کا (ہر مہتم بالشان) کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے اور (وہ لوگ ہیں کہ) ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اوس میں سے (خوب) خرچ کرتے ہیں اور جو ایسے (منصف مزاج ہیں) کہ اگر ان پر ظلم ہو اور ان کو بدلہ لینے کی ضرورت پڑے) تو برابر کا بدلہ لیتے ہیں (یہ نہیں کہ ایک کے بدلہ میں دو اور کسی کا بدلہ کسی سے لے لیں۔ علما نے لکھا ہے کہ ان آیات میں بعض اہم امور اور خصوصی اوصاف کی ساتھ اشارہ کرتے ہوئے چاروں خلفائے راشدین کی طرف ترتیب خلافت سے نمبر وار اشارہ ہے)۔ (۴۴) وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ (زخرف ع ۳) اور آپ کے رب کی رحمت اوس سے بدرجہا بہتر ہے جس (دنیا) کو یہ لوگ جمع کرتے ہیں اس کے بعد دنیوی زیب و زینت کی چند اشیاء ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہے وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا

مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (زخرف ع ۳) اور یہ سونے چاندی کی چھتوں اور دروازوں وغیرہ کے ذکر کے بعد ارشاد ہے) اور یہ سب کا سب صرف دنیوی زندگی کی چند روزہ کامرانی ہے (دو چار دن کی بہار ہے) اور آپ کے رب کے یہاں آخرت تو متقی لوگوں کے لئے ہے (۴۵) وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝ (سورۃ الذّٰریٰت ع ۳) اور میں نے جن اور انس کو صرف اسی لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کیا کریں میں ان سے رزق رسانی نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلایا کریں حق تعالیٰ شانہٗ تو خود ہی سب کو رزق پہونچانیوالا قوی نہایت قوت والا ہے۔ (۴۶) اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

(سورۂ حدید رکوع نمبر ۳) تم خوب جان لو کہ دنیوی زندگی (ہرگز ہرگز اس قابل نہیں کہ آدمی اسی میں لگ جائے یہ تو محض لہو و لعب اور ظاہری زیب و زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے اور اموال و اولاد میں ایک دوسرے پر بڑھوتری ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ مینہ برسا کہ اوس کی وجہ سے پیداوار (ایسی بڑھی کہ وہ) کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہونے لگی پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے کہ تو اوس کو زرد دیکھتا ہے پھر وہ چُورا چُورا ہو جاتی ہے (یہی حالت دنیا کی زیب زینت اور بہار کی ہے کہ آج زوروں پر ہے پھر اضمحلال ہے پھر زوال ہے) اور آخرت کی یہ حالت ہے کہ اوس میں سخت عذاب ہے (جس سے بچنے کی انتہائی کوشش ہونا چاہئے) اور خدا تعالیٰ کی طرف مغفرت اور رضا مندی ہے (جس کے حاصل کرنے کی کوشش اوس کی شان کے مناسب ہونا چاہئے اور یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ) دنیا کی زندگی دھوکہ کا سامان ہے (جب دنیا کی یہ حالت ہے اور آخرت کی یہ کیفیت تو سعادت کی بات یہ ہے کہ) تم اپنے پروردگار کی مغفرت کیطرف دوڑو (اور اس کی شان کے مناسب کوشش کرو اور نہایت اہتمام سے دوڑو) ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان زمین کی وسعت کے برابر ہے جو ایسے لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اوس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل و احسان ہے وہ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے

نواز دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ بہت زیادہ فضل والے ہیں (مگر کوئی اوس کے فضل سے حصہ لینا بھی چاہے)
امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بچہ جب اوس کو کچھ بھی سمجھ شروع ہوتی ہے تو وہ لہو ولعب کی طرف مشغول ہوتا ہے
اور اوس کی اندر اس کا ایسا جذبہ پیدا ہوتا ہے جس کے مقابلہ میں اوس کو کوئی چیز اچھی نہیں معلوم ہوتی پھر
اس کے بعد جب وہ ذرا بڑا ہوتا ہے۔ تو اوس میں زیب وزینت اچھے کپڑوں کا پہننا گھوڑے وغیرہ کی سواری
کا شوق پیدا ہوتا ہے جس کے سامنے لہو ولعب کی لذت بھی لغو ہو جاتی ہے اوس کے بعد اوس میں جوانی
کی لذتوں کا زور ہوتا ہے شہوت پوری کرنے کے مقابلہ میں اوس کی نگاہ میں کوئی چیز نہیں رہتی نہ مال و
متاع کی وقعت رہتی ہے نہ عزت آبرو کی اس کے بعد پھر اوس میں بڑائی اور تفاخر اور ریاست کا جذبہ پیدا
ہوتا ہے جو پہلے جذبوں پر غالب آجاتا ہے یہ سب دنیاوی لذات ہیں اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کی معرفت
کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جس کے مقابلہ میں ہر چیز لغو بن جاتی ہے یہی اصل جذبہ ہے جو سب سے زیادہ
قوی ہے پس ابتدائی زمانہ میں کھیل کود کی رغبت ہوتی ہے اور بلوغ کے شروع میں شہوت کا زور ہوتا ہے
بیس سال کی عمر کے بعد سے ریاست کا جذبہ شروع ہوتا ہے اور چالیس سال کی عمر کے قریب سے علوم
اور معرفت کا جذبہ شروع ہوتا ہے جیسا کہ بچپن میں بچہ کھیل کے مقابلہ میں عورتوں کے اختلاط اور ریاست
کو لغو سمجھتا ہے اسی طرح یہ دنیاداران لوگوں پر ہنستے ہیں جو اللہ کی معرفت میں مشغول ہوتے ہیں اور یہ
اللہ والے سمجھتے ہیں کہ یہ بچے ہیں بلوغ کے لطف کو جانتے ہی نہیں (احیاء) اس آیت شریفہ میں دنیوی
لذات کے سب انواع کو ذکر فرماکر اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ یہ ساری ہی لذتیں دھوکہ ہیں اور کام آنیوالی
صرف آخرت اور آخرت کی زندگی ہے دنیا کی ساری لذتیں اوس کھیتی کی طرح ہیں جو لہلہا کر خشک ہو جائے
پھر اس کو ہوا اڑا کر فنا کردے۔ (۴۷) اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ
وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ۝ (دھر ع ۲) یہ لوگ دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے آنیوالے
ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں (یعنی قیامت کے دن کی نہ تو کوئی فکر ہے نہ اوس کی کوئی تیاری ہے دنیا
کی محبت نے ایسا اندھا کر رکھا ہے کہ ذرا بھی تو اوس انتہائی مصیبت کے دن کی پرواہ نہیں ہے)۔ (۴۸)
فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۝ وَبُرِّزَتِ
الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ۝ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝
فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى
النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ (سورۂ والنازعات ع ۲)

پس جس دن وہ بہت بڑا ہنگامہ (مصیبت کا دن یعنی قیامت کا دن) آجائے گا جس دن آدمی یاد کرے گا
کہ دنیا میں کس کام کے لئے کوشش کی تھی اور دوزخ اوس دن آنکھوں کے سامنے ہوگی (اوس دن کا

قانون یہ ہے) کہ جس شخص نے (دنیا میں) سرکشی کی ہوگی اور دُنیاوی زندگی کو (آخرت پر) ترجیح دی ہوگی اوسکا ٹھکانا تو جہنم ہوگا اور جو شخص (دنیا میں) اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور نفس کو (حرام) خواہشات سے روکا ہوگا پس جنت اوس کا ٹھکانا ہوگا۔ (۴۹) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝ (سورۂ اعلیٰ) بیشک بامُراد ہوگیا وہ شخص جو (برائیوں سے) پاک ہوا اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا (مگر تم لوگ قرآن پاک کی نصیحتوں پر عمل ہی نہیں کرتے) بلکہ تم تو دنیوی زندگی کو (آخرت کی زندگی پر) ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت (دنیا سے کہیں زیادہ) بہتر ہے اور ہمیشہ رہنے والی ہے یہی مضمون اگلے صحیفوں میں ہے یعنی ابراہیم اور موسیٰ (علی نبیّنا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) کے صحیفوں میں۔

ف۔ ان صحیفوں کے مضامین بہت سے آثار اور روایات میں ذکر کیے گئے ہیں ایک حدیث میں ہے حضرت ابوذر رضؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ کل کتابیں کتنی نازل ہوئیں حضورؐ نے فرمایا سَو صحیفے اور چار کتابیں ان میں سے حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے نازل ہوئے اور حضرت ادریس علیہ السلام پر تیس اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے قبل دس صحیفے نازل ہوئے اور چار کتابیں تورات حضرت موسیٰؑ پر، انجیل حضرت عیسیٰؑ پر، زبور (حضرت داؤدؑ پر) اور قرآن (سید الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر) نازل ہوئیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا حضورؐ نے ارشاد فرمایا سب امثال (تنبیہات) تھیں (ایک مضمون اوس کا یہ ہے) او غلبہ کر کے حکومت لینے والے بادشاہ او مغرور میں نے تجھے اس لئے نہیں اُٹھایا تھا کہ تُو دنیا کو تو بتو جمع کرتا رہے میں نے تجھے اس لئے ابھارا تھا کہ تو مظلوم کی آواز کو مجھ تک نہ آنے دے (اوس کی دادرسی وہیں کر دے) اس لئے کہ میں اوس کی پکار کو رد نہیں کروں گا چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو عقل والے کے لئے ضروری ہے اگر اوس کی عقل مغلوب نہیں ہوگئی کہ اپنے اوقات کو تین حصوں پر تقسیم کر دے ایک حصہ میں اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز (اوس کی عبادت) کرے ایک حصہ اپنے اوپر محاسبہ میں خرچ کرے کہ میں نے کیا کیا (کتنے اوقات نیکیاں کمانے میں خرچ کئے کتنے برائیاں اور گناہ کمانے میں اور ان اوقات میں کیا کیا نیک کام کئے اور کیا کیا برے کام کئے نیکیاں کس درجہ کی کمائیں اور گناہ کس درجہ کے کئے اور کتنے اوقات محض بیکار ضائع کر دئے) اور ایک حصہ اپنی جائز ضروریات (کھانے کمانے) میں خرچ کرے تاکہ یہ حصہ اوقات کا پہلے دو حصوں کے لئے مددگار بنے اور دل جمعی کا اور پہلے دونوں کاموں کے لئے وقت کے فارغ کرنے کا سبب بنے اور عاقل کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اوقات کا محافظ ہو اپنے مشاغل میں متوجہ رہے اپنی زبان کی حفاظت کرے جو شخص اپنی بات کی

نگہبانی کرے گا بے کار باتوں میں گفتگو کم کرے گا اور عاقل کے ذمہ ضروری ہے کہ تین باتوں کا طالب رہے ایک اپنی گذر اوقات یعنی معاشی اصلاح کا دوسری آخرت کا توشہ تیسری جائز راحتیں دکھانا پینا سونا وغیرہ۔ ان تین کے علاوہ جس چیز میں بھی وقت ضائع کیا جائے محض بے کار اور لغو ہے جب آدمی کوئی بات یا کام شروع کرے تو یہ سوچ لے کہ ان تین میں سے کون سے میں داخل ہے۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا ارشاد فرمایا کہ سب کی سب عبرت کی باتیں تھیں (منجملہ ان کے یہ بھی تھا) مجھے تعجب ہے اوس شخص پر جس کو موت کا یقین ہو پھر وہ کسی بات پر کس طرح خوش ہوتا ہے (کہ موت ہر وقت سر پر سوار ہے نہ معلوم کس وقت آجائے) مجھے تعجب ہے اوس شخص پر جس کو موت کا یقین ہے پھر اوس کو کسی بات پر ہنسی آئے مجھے تعجب ہے اوس شخص پر جو دنیا کو اور اوس کے انقلابات کو دیکھے (کہ آج ایک شخص لکھ پتی ہے کل کو فقیر اور ٹکڑے ٹکڑے کا محتاج ہے آج ایک شخص جیل خانہ میں ہے اور کل کو حاکم بن رہا ہے) پھر اوس کی کسی بات پر اطمینان کرے اور (تعجب ہے) اوس شخص پر جو تقدیر پر یقین رکھتا ہو پھر وہ کسی بات پر رنج کرے اور (تعجب ہے) اوس شخص پر جس کو قیامت کے دن حساب کا یقین ہے پھر وہ عمل نہ کرے (کہ اوس دن ہر قسم کا جانی مالی مطالبہ نیک اعمال ہی سے پورا کیا جائے گا اور اپنے پاس نیک عمل نہ ہوں گے تو دوسرے کے گناہ حساب پورا کرنے کو لینے پڑیں گے) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر بھی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں سے کچھ نازل ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں یہی آیت قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى [1] حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے سورۂ نجم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف میں فرمایا وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى اور وہ ابراہیم جنھوں نے پورا پورا ادا کر دیا یعنی اسلام کے سارے سہاموں کو پورا کر دیا اسلام کے کل تیس۳۰ سہام ہیں جن میں سے دس تو سورہ برارۃ میں ذکر کئے گئے ان آیات میں اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔الخ اور دس سورہ احزاب میں ان آیات میں اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ (ع ۵) اور چھ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ کی شروع کی آیات میں اور چار سَاَلَ سَآئِلٌ میں وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ (معارج ع ۱) یہ سب تیس۳۰ ہوئے جو انمیں سے کسی ایک چیز کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں جائیگا وہ اسلام کے ایک سہام کے ساتھ جائے گا [2]

---

[1] در منثور [2] (توبہ ع ۱۴) [3] در منثور

(۵۰) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝

(دنیوی سامان پر) تفاخر نے تم کو (آخرت سے) غافل کر رکھا ہے حتّٰی کہ تم (مرکر) قبرستان میں پہنچ جاتے ہو ہرگز (یہ چیزیں قابلِ فخر اور توجہ) نہیں ہیں تم کو بہت جلد (قبر میں جاتے ہی) معلوم ہوجائیگا (کہ دنیا کیا تھی اور آخرت کیا ہے) پھر تم کو دوسری مرتبہ متنبہ کیا جاتا ہے کہ ہرگز (یہ چیزیں قابلِ فخر والتفات) نہیں تم کو بہت جلد (قبروں سے نکلتے ہی حشر میں) معلوم ہوجائے گا، اور تم کو تیسری دفعہ متنبہ کیا جاتا ہے کہ ہرگز (یہ چیزیں قابلِ فخر والتفات) نہیں اگر تم یقینی طور پر (قرآن حدیث سے اس بات کو) جان لیتے (کہ یہ چیزیں قابلِ تفاخر نہیں ہیں جیسا کہ تم کو مرنے کے بعد اس کا یقین ہوا تو کبھی بھی ان میں مشغول نہ ہوتے) واللہ تم جہنم کو ضرور دیکھوگے (وہ کوئی فرضی چیز نہیں ہے۔ دوبارہ تم سے تاکید سے، پھر (کہا جاتا ہے کہ) واللہ تم اس کو ایسا دیکھوگے جو خود یقین ہے (یعنی اُس کا دیکھنا بالکل یقینی اور قطعی ہے) پھر اُس دن تم سے ساری نعمتوں کی پوچھ ہوگی (کہ اللہ کی نعمتوں کا کیا حق ادا کیا)، **ف**۔ ان نعمتوں کے سوال کے متعلق بہت سی تفاصیل بہت سی احادیث میں آئی ہیں اور جتنی تفاصیل آئی ہیں وہ سب ہی مثال کے طور پر ہیں حق تعالےٰ شانہٗ کی نعمتوں کا جو ہر وقت ہر آن ہر آدمی پر بارش کی طرح سے برستی رہتی ہیں کون احاطہ یا شمار کرسکتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ کا پاک ارشاد بالکل حق ہے۔ وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (ابراھیم ع ۵) (سورۂ نحل رکوع ۲) اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو تو شمار بھی نہیں کرسکتے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے یہ سورت تلاوت فرمائی اور جب یہ پڑھا ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ پھر اس دن نعمتوں سے سوال کئے جاؤگے تو ارشاد فرمایا کہ تمہارے رب کے سامنے تم سے ٹھنڈے پانی کا سوال کیا جائے گا مکانوں کے سایہ کا سوال کیا جائے گا (کہ ہم نے دھوپ اور بارش سے بچنے کے لئے سایہ عطا کیا تھا) پیٹ بھرائی کھانے سے سوال کیا جائے گا، اعضاء کے صحیح سالم ہونے سے سوال کیا جائے گا (کہ ہم نے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک کان وغیرہ صحیح سالم عطا کئے تھے ان کا کیا حق ادا کیا) میٹھی نیند سے سوال کیا جائے گا حتّٰی کہ اگر تم نے کسی عورت سے منگنی چاہی اور کسی اور شخص نے بھی اُس عورت سے منگنی چاہی اور اللہ تعالےٰ نے تم سے اُس کا نکاح کرادیا تو اس سے بھی سوال ہوگا۔ کہ یہ حق تعالیٰ شانہٗ، کا تم پر احسان تھا کہ بیٹی والوں کے دل میں حق تعالےٰ شانہٗ، نے یہ بات ڈالی کہ وہ تم سے

اس کا نکاح کریں دوسرے سے نہ کریں۔ اور ان چیزوں کو جو اس حدیث شریف میں ذکر کی گئیں غور کرنے سے آدمی اندازہ کرسکتا ہے کہ اُس پر ہر وقت اللہ تعالیٰ شانہ، کے کس قدر احسانات ہیں اور ان چیزوں میں غریب امیر سب ہی شریک ہیں۔ کون شخص غریب سے غریب فقیر سے فقیر ایسا ہے جس پر ہر وقت اللہ تعالیٰ شانہ، کے بے انتہا انعامات نہ برستے ہوں۔ ایک صحت اور اعضاء کی تندرستی ہی ایسی چیز ہے اور اس سے بڑھ کر ہر وقت سانس کا آتے رہنا ہی ایک ایسی نعمت ہے جو ہر وقت ہر زندہ کو میسر ہے۔ ایک اَور حدیث میں ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سی نعمتوں میں ہم ہیں جَو کی روٹی وہ بھی آدھی بھوک ملتی ہے پیٹ بھر کر نہیں ملتی تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آپ ان سے فرمائیں کیا تم جوتہ نہیں پہنتے، ٹھنڈا پانی نہیں پیتے یہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہیں۔ ایک اَور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جن نعمتوں کا سوال ہوگا وہ بدن کی صحت اور ٹھنڈا پانی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جن نعمتوں کا سوال ہوگا وہ روٹی کا ٹکڑا ہے جس کو کھائے اور وہ پانی ہے جس سے پیاس بجھائے اور وہ کپڑے کا ٹکڑا ہے جس سے بدن چھپائے۔ ایک اَور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ سخت دھوپ میں دوپہر کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ مسجد نبوی میں تشریف لے گئے حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی وہ بھی اپنے گھر سے تشریف لائے اور حضرت ابوبکر رضؓ سے پوچھا کہ اس وقت کیسے آنا ہوا انھوں نے فرمایا کہ بھوک کی شدت نے مجبور کیا حضرت عمر رضؓ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اسی بے چینی نے مجھے بھی مجبور کیا یہ دونوں اسی حال میں تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت کدہ سے تشریف لائے اور اُن سے دریافت کیا کہ تم اس وقت کہاں آئے انھوں نے عرض کیا کہ حضورؐ بھوک کی شدت نے مجبور کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسی مجبوری سے مَیں بھی آیا ہوں۔ یہ تینوں حضرات اُٹھ کر حضرت ابوایوبؓ انصاری کے مکان پر تشریف لے گئے وہ خود تو موجود نہیں تھے اُن کی اہلیہ نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔ حضورؐ نے دریافت کیا کہ ابوایوب کہاں ہیں۔ بیوی نے عرض کیا کہ حضورؐ ابھی آتے ہیں اتنے میں ابوایوبؓ آگئے اور جلدی سے کھجور کا ایک خوشہ توڑ کر لائے حضورؐ نے فرمایا سارا خوشہ کیوں توڑ لیا اس میں سے پکّی پکّی کیوں نہ چھانٹ لیں۔ انھوں نے عرض کیا حضرت اس خیال سے توڑ لیا کہ پکّی اور ادھکچری اور خشک وتر ہر قسم کی سامنے ہوجائیں جس کی رغبت ہو۔ ان حضرات نے ہر قسم کی کھجوریں اُس خوشہ میں سے نوش فرمائیں۔ اتنی دیر میں حضرات ابوایوبؓ نے ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے جلدی سے کچھ حصہ آگ پر بھونا کچھ ہانڈی میں پکایا اور ان حضرات کے سامنے لاکر رکھا۔ حضورؐ نے ذرا سا گوشت ایک روٹی میں لپیٹ کر ابوایوبؓ کو دیا کہ یہ فاطمہؓ کو دے آؤ

اُس نے بھی کئی دن سے ایسی کوئی چیز نہیں کھائی وہ جلدی سے دے آئے۔ ان حضرات نے گوشت روٹی کھایا اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا (اللہ کی اتنی نعمتیں کھائیں) گوشت اور روٹی اور کچّی کھجوریں، پکّی کھجوریں یہ فرماتے ہوئے حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور ارشاد فرمایا کہ یہی وہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت میں سوال ہوگا۔ صحابہؓ کو یہ سُن کر بڑا شاق ہوا کہ ایسی سخت بھوک کی حالت میں یہ چیزیں بھی بازپرس کے قابل ہیں، حضورؐ نے فرمایا بیشک ہیں اور اس کی تلافی یہ ہے کہ جب شروع کرو تو بِسْمِ اللّٰہ کے ساتھ شروع کرو اور جب ختم کرو تو یہ دعا پڑھو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ هُوَ اَشْبَعَنَا وَاَنْعَمَ عَلَیْنَا وَاَفْضَلَ۔ (تمام تعریفیں صرف اللہ ہی کے لئے ہیں کہ اُسی نے ہم کو محض اپنے فضل سے، پیٹ بھر کر عطا کیا اور ہم پر انعام فرمایا اور بہت زیادہ عطا کیا)[1] اس مضمون کی بہت سی روایات کتب احادیث میں موجود ہیں اُن کا ذکر اس وقت مقصود نہیں ہے اس جگہ تو صرف یہ دکھانا مقصود تھا کہ دنیا کی ناپائیداری کو اُس کے ناقابل التفات ہونے کو آخرت کے مقابلہ میں اُس کے بالکل ہیچ ہونے کو اُس میں اشتغال کے باعث خسارہ ہونے اور انجام کار عذاب تک پہنچ جانے کو کس کثرت سے حق تعالیٰ شانہٗ نے کلام اللہ شریف میں فرمایا اور بار بار اس پر تنبیہ فرمائی جس میں سے نمونہ کے طور پر صرف پچاس آیتوں کا ذکر اس جگہ کیا گیا۔ ان کے علاوہ اور بھی بکثرت آیات میں اس مضمون پر تنبیہ فرمائی ہے۔ کس قدر سخت حیرت اور غیرت کی بات ہے کہ جتنی زیادہ حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے اس پر تنبیہ ہے اتنی ہی زیادہ ہماری طرف سے اس میں غفلت برتی جا رہی ہے۔ اس کے بعد اُس پاک بارگاہ میں حاضری کا کیا مُنہ رہ جاتا ہے (فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ)

(۲) وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝

(بقرہ ع ۱۹)

اور ہم تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے (جو مخالفین کی طرف سے یا حوادث سے پیش آئے) اور (کسی قدر) فقر و فاقہ سے اور (کسی قدر) مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے (پس تم لوگ اس قسم کی جو چیزیں پیش آویں ان پر صبر کرنا) اور آپ ان صبر کرنیوالوں کو بشارت سُنا دیجئے (جن کی یہ عادت ہے) کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ شانہٗ کی خاص خاص رحمتیں ہیں اور رحمۃ عامہ بھی ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ **ف** مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ کا زبان سے پڑھنا بھی مفید اور باعث اجر ہے

---

[1] در منثور

اور دل سے اس کے معنی سمجھ کر پڑھنا اور بھی زیادہ مؤثر اور باعثِ اجر اور باعثِ طمانینت ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم سب کے سب مع اپنی جانوں کے اور مالوں کے، اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں (اور مالک کو اپنی ملک میں ہر طرح تصرف کا حق ہے وہ جس طرح چاہے تصرف کرے)، اور ہم سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یعنی مرنے کے بعد سب کو وہیں جانا ہے یہاں کے نقصانات اور تکالیف کا بدلہ اور ثواب بہت زیادہ وہاں ملے گا جیسا کہ دنیا میں کسی شخص کا کچھ نقصان ہو جائے اور اُس کو کامل یقین ہو کہ اس نقصان کے بدلہ میں اُس سے بہت زیادہ بہت جلد مل جائے گا تو اُس کو اپنے نقصان کا ذرا سا بھی رنج نہیں ہوتا اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ شانہٗ کے یہاں زیادہ سے زیادہ بدلہ ملنے کا یقین ہو جائے تو پھر ذرا بھی کلفت نہ رہے۔ لیکن ہم لوگوں میں چونکہ ایمان اور یقین کی کمی ہے اس وجہ سے ذرا سی مشقت ذرا سی تکلیف ذرا سا نقصان بھی ہمارے لئے مصیبتِ عظمیٰ بن جاتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے پاک کلام میں اس کی طرف بھی مجملاً اور مفصلاً بہت جگہ تنبیہ فرمائی ہے کہ یہ دنیا سخت ابتلاء اور امتحان کی جگہ ہے اور کئی کئی مضمونوں میں امتحان ہوتا ہے کبھی مال کی افراط سے کہ اُس کو کس طرح کمایا اور کس طرح خرچ کیا جا رہا ہے اور کبھی فقر و فاقہ سے کہ اس کا کس طرح استقبال کیا جا رہا ہے جزع فزع سے یا صبر و صلوٰۃ سے اسی لئے بار بار صبر و صلوٰۃ اور اللہ کی طرف رجوع کی ترغیبیں دی جاتی ہیں اور اس پر تنبیہ کیجاتی ہے کہ تم آج کل زیرِ امتحان ہو ایسا نہ ہو کہ اس امتحان میں فیل ہو جاؤ۔ نمونہ کے طور پر چند آیات کی طرف اشارہ کرتا ہوں ۱؎ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (بقرہ ع ۵) اور مدد حاصل کرو صبر کی ساتھ اور نماز کی ساتھ۔ حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ یہ دونوں چیزیں اللہ کی طرف سے مدد ہیں ان سے مدد لو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضورؐ کی ساتھ سواری پر سوار تھا حضورؐ نے فرمایا لڑکے میں تجھے چند باتیں بتاتا ہوں تجھے حق تعالیٰ شانہٗ ان سے نفع دیں گے۔ میں نے عرض کیا ضرور بتائیں ارشاد فرمایا کہ اللہ کی حفاظت کر (یعنی اُس کے حقوق ادا کر)، اللہ تعالیٰ شانہٗ تیری حفاظت فرمائیں گے اللہ تعالیٰ (کے حقوق)، کی حفاظت کر تو اُس کو (ہر وقت اپنی مدد کے لئے)، سامنے پائے گا۔ ثروت کی حالت میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کو پہچان لے (یعنی یاد کرلے)، وہ تجھے مصیبت کے اوقات میں پہچانے گا (مدد کرے گا)، اور یہ اچھی طرح جان لے کہ جو کچھ بھی مصیبت تجھے پہنچی ہے وہ ہرگز تجھ سے چوکنے والی نہ تھی اور جو نہیں پہنچی وہ کبھی بھی پہنچنے والی نہ تھی اگر ساری مخلوق سب کی سب مل کر اس کی کوشش کریں کہ وہ تجھے کچھ دیں اور اللہ تعالیٰ شانہٗ اس کا ارادہ نہ کریں تو وہ سب کے سب ہرگز اس پر قادر نہیں ہو سکتے کہ تجھے کچھ دیدیں اور اگر وہ سب کے سب ملکر تجھ سے کسی مصیبت کو ہٹانا چاہیں اور اللہ تعالیٰ شانہٗ نہ چاہے تو وہ کبھی بھی اس مصیبت کو نہیں ہٹا سکتے تقدیر کا قلم ہر اُس چیز کو لکھ چکا ہے جو قیامت تک ہونے والی ہے جب تو کچھ مانگے تو صرف اللہ ہی سے مانگ

اور جب مدد چاہے تو صرف اللہ ہی سے مدد چاہ اور جب بھروسہ کرے تو صرف اللہ ہی پر بھروسہ کر ایمان و یقین میں شکر کی ساتھ اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کر اور یہ خوب جان لے کہ ناگوار چیزوں پر صبر بہت بہتر چیز ہے اور اللہ کی مدد صبر کی ساتھ ہے اور مصیبت کی ساتھ راحت ہے۔ اور تنگدستی کے ساتھ فراخ دستی ہے۔ یعنی جب کوئی تکلیف پہنچے تو سمجھ لو کہ اب کوئی راحت بھی ملنے والی ہے اور جب تنگی ہو تو سمجھو کہ اب فراخی بھی ہونے والی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص بھوکا ہو یا محتاج ہو اور اپنی حاجت کو لوگوں سے چھپائے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ اس کو ایک سال کی روزی حلال طریقہ سے عطا فرمائیں گے حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کو جب بھی کوئی اہم چیز پیش آتی نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ پہلے انبیاء کو جب بھی کوئی مشکل پیش آتی وہ نماز میں مشغول ہوتے۔ حضرت ابن عباسؓ ایک مرتبہ سفر میں جا رہے تھے راستہ میں اپنے بیٹے کے انتقال کی خبر سنی سواری سے اترے، دو رکعت نماز پڑھی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہی حکم دیا ہے۔ پھر یہ آیت وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ پڑھی۔ حضرت عبادہؓ کے جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو فرمایا کہ میں تم میں سے ہر شخص کو اس سے روکتا ہوں کہ کوئی مجھے روئے اور جب میری جان نکل جائے تو ہر شخص بہت اچھی طرح وضو کرے اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھے پھر میرے لئے اور اپنے لئے دعائے مغفرت کرے اور پھر جلدی ہی مجھے دفن کر دینا[1] (۲) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ[2] (اے ایمان والو مصیبتوں میں) صبر اور نماز کی ساتھ مدد حاصل کرو (۳) وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ (الآیۃ، بقرہ ع ۲۲) اور صبر کرنیوالے تنگدستی میں اور بیماری میں اور خوف و قتال کے وقت یہ آیت شریفہ پہلی فصل کے ملا پر پوری گذر چکی۔ (۴) وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ (بقرہ ع ۳۳) اور اللہ تعالیٰ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے۔ اس مضمون کی آیت قرآن پاک میں بہت جگہ نازل ہوئی۔ بار بار اللہ تعالیٰ شانہٗ یہ مژدہ اور تسلی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ (۵) اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ۔ (آل عمران ع ۲) یہ آیت شریفہ اسی فصل کے ملا پر پوری گذر چکی۔ (۶) وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْئًا (آل عمران ع ۱۲) اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو ان (کافروں) کا کوئی مکر تم کو ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (۷) اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ جَاھَدُوْا مِنْکُمْ وَیَعْلَمَ الصّٰبِرِیْنَ (آل عمران ع ۱۴) کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک نہیں جانا (یعنی ابھی تک امتحان نہیں لیا) ان لوگوں کو جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا اور نہیں جانا (اور جانچا) صبر کرنے والوں کو (اور یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ دین کے لئے ہر کوشش جہاد میں داخل ہے)

---

[1] در منثور [2] بقرہ ع ۱۹

(۸) وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (اٰل عمران ع ۱۹) اگر تم صبر کرو اور پرہیزگار بنے رہو تو بہتر ہے کیونکہ صبر اور تقویٰ، تاکیدی احکام میں سے ہیں (۹) وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا (انعام ع ۴) بہت سے رسول جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی (بے ایمانوں کی طرف سے تکذیب کی گئی (اور ان کو سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں، پس انھوں نے اس پر صبر ہی کیا جو ان کی تکذیب کی گئی اور ان کو تکلیفیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری مدد ان کو پہنچی (اسی طرح آپ بھی ان کی تکلیفوں پر صبر کرتے رہیں) (۱۰) قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ قَالُوْۤا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝ (اعراف ع ۱۵) حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد چاہتے رہو اور صبر کرتے رہو زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اس کا وارث (اور حاکم) بنا دیتا ہے (چنانچہ اس وقت فرعون کو دے رکھی ہے) اور آخر کامیابی انہیں کو ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوتے ہیں (اگر تم صبر اور تقویٰ اختیار کروگے تو انجام کار تمہاری ہو جائے گی حضرت موسیٰؑ کی) قوم نے کہا کہ ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے آپ کے تشریف لانے سے پہلے بھی (ہم پر مصیبتیں ڈالی جاتی تھیں اور ہماری اولاد کو قتل کیا جاتا تھا) اور آپ کے تشریف لانے کے بعد بھی (طرح طرح کی مصیبتیں ہم پر ڈالی جا رہی ہیں حضرت) موسیٰؑ نے کہا بہت جلد حق تعالیٰ شانہٗ، تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیں گے اور بجائے ان کے تم کو اس زمین کا مالک بنا دیں گے پھر تمہیں دیکھیں گے کہ تم کیسا عمل کرتے ہو (شکر اور اطاعت کرتے ہو یا ناقدری اور معصیت کرتے ہو، پھر جیسا تمہارا عمل ہوگا ویسا تمہاری ساتھ برتاؤ ہوگا) (۱۱) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (توبہ ع ۱۴) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا کہ ان کو جنت ملے گی۔ **ف** جب مسلمانوں کا جان و مال سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت ہو چکا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ ایسی چیزوں میں جو اُسی کی پیدا کی ہوئی ہیں اور پھر مزید یہ کہ ان کو خرید بھی لیا جو چاہے تصرف کرے بلکہ مسلمانوں کے بیچ دینے کا مقتضا تو یہ ہے کہ اب یہ خود مشتری تک اُس کا خریدا ہوا مال پہنچانے کی کوشش کریں اور خود اس پر پیش قدمی کریں چہ جائیکہ وہ خود اپنی خریدی ہوئی چیز لے تو اس میں بھی رنج و قلق کریں۔ (۱۲) وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ (سورۂ یونس ع ۱۱) آپ اسکا اتباع کرتے رہیں جو کچھ آپ کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے اور (ان کی ایذا پر) صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ

(خود ہی ان کا) فیصلہ کر دیں گے (چاہے دنیا میں ہلاکت سے کریں یا آخرت میں عذاب سے) اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں۔ (۱۳) وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ج اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ○ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّیْ ط اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ لا اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ○ (سورۂ ھود ع ۲) اور اگر ہم آدمی کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھا کر (راحت و دولت وغیرہ دے کر) اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ بہت ناامید ہو جاتا ہے اور ناشکری کرنے لگتا ہے اور اگر اس کو کسی تکلیف کے بعد جو اس پر واقع ہوئی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو (بے فکر ہو کر) کہنے لگتا ہے کہ میری برائیوں کا دور ختم ہو گیا (پھر وہ) اترانے لگتا ہے شیخی مارنے لگتا ہے (حالانکہ نہ پہلی چیز مایوسی اور ناشکری کی تھی نہ دوسری حالت اکڑنے اور اترانے کی) البتہ جو لوگ صابر ہیں اور نیک عمل کرنے والے ہیں (وہ نہ مصیبت میں اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں نہ راحت و ثروت میں شیخی مارتے ہیں) یہی لوگ ہیں جن کے لئے بڑی مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ (۱۴) اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (سورۂ یوسف ع ۱۰) بیشک جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اور (مصیبتوں پر) صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا (۱۵) اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ج وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ○ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ○ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ○ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ○ (رعد ع ۳)

اس کے سوا دوسری بات ہی نہیں کہ نصیحت تو سمجھدار ہی قبول کرتے ہیں یہ ایسے لوگ ہیں جو کہ اللہ سے جو کچھ انھوں نے عہد کیا اس کو پورا کرتے ہیں اور (اس عہد) کو توڑتے نہیں اور یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن تعلقات کو (رشتہ داری وغیرہ کے) قائم رکھنے کا اللہ نے حکم کیا ہے ان کو باقی رکھتے ہیں (ان کو توڑتے نہیں) اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور (قیامت کے دن کے) حساب کی سختی سے ڈرتے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو اپنے رب کی خوشنودی کی خاطر (مصیبتوں پر) صبر کرتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس سے مخفی طور پر بھی اور علانیہ بھی خرچ کرتے ہیں اور برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں (یعنی کوئی ان کی ساتھ بدسلوکی کرے تو یہ پھر بھی اس کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں)

یہی لوگ ہیں جن کے لئے پچھلا گھر ہے یعنی ہمیشہ رہنے والی جنتیں جس میں یہ لوگ داخل ہوں گے اور (ان کیساتھ) ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو (جنت میں داخل ہونے کے) لائق ہوں گے (یعنی مومن ہونگے اگرچہ وہ اعمال اور درجوں کے اعتبار سے ان کے برابر نہ ہوں داخل ہوں گے) اور فرشتے ان لوگوں کے پاس جنت کے ہر دروازہ سے حاضر ہوکر سلام کریں گے (یا سلامتی کی بشارت دیں گے کہ تم ہر آفت سے اب محفوظ رہو گے یہ سب کچھ) اس وجہ سے ہے کہ تم نے صبر کیا تھا (اور دین پر مضبوط قائم رہے تھے) پس کیا ہی اچھا ہے پچھلا گھر۔ **ف** ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنت میں سب سے ادنیٰ درجہ کا آدمی جو ہوگا اُسکو ایک محل صاف شفاف موتی کا ملے گا جس میں ستر ہزار کمرے ہوں گے اور ہر کمرہ میں ستر ہزار دروازے ہوں گے اور ہر دروازے سے ستر ہزار فرشتے سلام کرنے کے لئے آئیں گے (۱۶) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۞ (ابراهيم)

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال کر لاؤ اور ان کو اللہ تعالیٰ کے معاملات یاد دلاؤ (کہ جن پر انعام ہوا تو کیسا کیسا ہوا اور عذاب ہوا تو کیسا سخت ہوا) بے شک ان معاملات میں عبرتیں ہیں ہر صبر کرنے والے کے لئے اور ہر شکر کرنیوالے کے لئے (کہ اللہ کی نعمتوں پر شکر کرے اور مصیبتوں پر صبر کرے کہ صبر و شکر دونوں اس کے یہاں مطلوب اور مرغوب ہیں)۔ (۱۷) وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۞ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۞ (نحل ع ۶)

اور جن لوگوں نے اللہ کیواسطے اپنا وطن چھوڑ دیا (یعنی ہجرت کرکے دوسری جگہ چلے گئے) بعد اس کے کہ ان پر (کفار کی طرف سے) ظلم کیا گیا تھا ہم ان کو دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا ثواب (اس دُنیا کے ٹھکانے سے بھی) بہت بڑھا ہوا ہے کاش ان لوگوں کو (اُس کی خوبیوں کی اور بڑائی کی) خبر ہوتی یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے (اپنی مصیبتوں پر) صبر کیا اور یہ لوگ اپنے اللہ پر توکل کرتے ہیں (گھر چھوڑتے وقت یہ نہیں سوچتے کہ دار الاسلام میں جاکر کھانے پینے کی کیا صورت ہوگی)۔ (۱۸) وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۞ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۞ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۞ (نحل ع ۱۶) اور اگر تم (اپنے اوپر ظلم کرنے والوں سے) بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہاری ساتھ برتاؤ کیا گیا (اور اس وجہ سے کہ دوسرے نے ظلم کی ابتدا کی ہے تم بدلہ میں اُس سے کہیں زیادہ بدلہ لے لو اس کا حق ہرگز نہیں ہے یہ تو جب ہے جب تم بدلہ لینا ہی چاہو) اور اگر تم صبر کر جاؤ تو یہ بات تو صابر لوگوں کے لئے بہت اچھی چیز ہے (اس کے بعد خاص طور سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ آپ کی شان بدلہ لینے سے بلند ہے اس لئے)

آپ تو صبر کریں اور نہیں ہے آپ کا صبر کرنا مگر اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے اور ان لوگوں (کی مخالفت) پر رنج نہ کیجئے اور جو کچھ بھی (مخالفین آپ کی مخالفت میں) تدبیریں کرتے ہیں اس سے تنگدل نہ ہو جیے (کہ یہ آپ کا کچھ بھی نہیں کر سکتے، اسلئے کہ آپ صاحبِ تقویٰ اور صاحبِ احسان ہیں) اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی ہوں اور احسان کرنے والے ہوں۔ (۱۹) اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ (کہف ع۱) ہم نے زمین کے اوپر کی سب چیزوں کو زمین کے لئے زینت بنایا ہے تاکہ ہم اس کے ذریعہ سے لوگوں کا امتحان لیں کہ کون شخص زیادہ اچھے عمل کرتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی میں نے اس کا مطلب دریافت کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تاکہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کا امتحان لے کہ کون زیادہ عقلمند ہے (جو عقل کی بات کو اختیار کرے) اور کون حق تعالیٰ شانہٗ کی ناجائز کردہ چیزوں سے زیادہ احتیاط کرتا ہے اور کون اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جلدی کرتا ہے۔ حضرت حسنؓ کہتے ہیں کہ امتحان اس کا ہے کہ دنیا کو چھوڑنے میں زیادہ سخت کون ہے؟ اور سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ امتحان اس کا ہے کہ دنیا میں زیادہ زاہد کون ہے[۱] یعنی دنیا کی نعمتوں اور لذتوں سے صبر کرنے والا کون سب سے زیادہ ہے۔ (۲۰) فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۝ (طٰہٰ ع۸) پس آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کیا کیجئے (جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نماز سب داخل ہے) آفتاب نکلنے سے پہلے (جس میں صبح کی نماز بھی آگئی) اور آفتاب غروب ہونے سے پہلے (جس میں ظہر، عصر بھی آگئیں) اور رات کے حصّہ میں بھی تسبیح کیا کیجئے (جس میں مغرب، عشا بھی آگئیں) اور دن کے اول حصّہ میں اور آخر حصّہ میں (تسبیح کے لئے مکرر کہا جاتا ہے جس میں صبح اور عصر کی نماز کی زیادہ تاکید آگئی۔ چنانچہ بہت سی احادیث میں ان کی خاص تاکید آئی ہے اور صبح شام کی تسبیحیں بھی آگئیں) تاکہ (آپ کو ان سب چیزوں پر جو آخرت کا بہت زیادہ ثواب ملے اُس سے) آپ خوش ہو جائیں۔ (۲۱) وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (حج ع۵) اور آپ (اللہ کے حکم کے سامنے) گردن جھکا دینے والوں کو خوشخبری (اللہ کی رضا اور جنت کی) سنا دیجئے جو ایسے لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل (اس کی عظمت اور خوف سے) ڈر جاتے ہیں اور جو ان پر مصیبت پڑتی ہے اُس پر صبر کرتے ہیں اور جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور اُس چیز سے جو ہم نے ان کو دی ہے خرچ کرتے ہیں یہ آیت پہلی فصل کے ع۱۶ پر مفصل گذر چکی۔ (۲۲) الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

---

[۱] در منثور

صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ○ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○ (عنکبوت ع ۱) کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ محض اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم تو مسلمان ہیں اور انکو (مختلف انواع کی مصائب سے) آزمایا نہ جائے گا (ایسا نہیں ہو سکتا یہ دنیا امتحان کا گھر ہے) اور ہم تو ان لوگوں کا امتحان لے چکے ہیں جو ان سے پہلے گذرے (ان میں بھی بعض اپنے دعوؤں میں سچے نکلے اور بعض جھوٹے اسی طرح اب بھی) اللہ تعالیٰ (امتحانی قاعدہ سے) جان کر رہے گا ان لوگوں کو جنہوں نے (اپنے ایمان اور محبت کے دعوؤں میں) سچ کہا اور ان لوگوں کو جنہوں نے جھوٹ بولا (چنانچہ ایسے ہی امتحانات میں جو سچے مسلمان ہیں وہ ان حوادث سے اور زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں اور جو نالائق ہیں وہ اور زیادہ گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں حتی کہ بعض مرتد ہو کر اسلام ہی چھوڑ بیٹھتے ہیں یا مصائب کے ڈر سے بُرائیوں کی حمایت شروع کر دیتے ہیں) ہاں تو یہ لوگ جو بُرائیاں کر رہے ہیں کیا یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم سے کہیں نکل جائیں گے ان کی یہ تجویز نہایت بیہودہ ہے۔ (۲۳) نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (عنکبوت ع ۶)۔ نیک عمل کرنیوالوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے وہ لوگ جنہوں نے (مصیبتوں پر) صبر کیا اور وہ (ہر تنگی میں روزی کی طرف سے ہو یا کسی بات سے) اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں (اور اگر تمہیں یہ خیال ہو کہ آخر معاش کا ذریعہ کیا ہوگا تو آخر یہ تو سوچو کہ) بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی روزی اٹھا کر نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ ہی ان کو روزی دیتا ہے اور وہی تم کو بھی روزی دیتا ہے وہ (ہر مانگنے والے کی بات کو) سننے والا ہے اور (ہر شخص کے حال کو) جاننے والا ہے (اُسی سے مانگو وہ تمہاری حالت سے بخوبی واقف ہے جتنا مناسب سمجھے گا عطا کرے گا) (۲۴) اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (زمر ع ۲) اس کے سوا دوسری بات نہیں کہ صبر کرنے والوں کو ان کا بدلہ بے حساب (بیشمار) ملتا ہے۔ (۲۵) وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۗ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۖ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (سجدہ ع ۵)

اور بھلائی اور بُرائی کبھی برابر نہیں ہوتیں (بلکہ ہر ایک کے نتائج اور اثرات جدا جدا ہیں جب یہ بات ہے تو آپ (اور اسی طرح آپ کا اتباع کرنے والے بھی) بُرائی کو نیکی کے ساتھ ہٹایا کیجئے پھر ایک دم وہ شخص جس میں اور آپ میں عداوت ہے ایسا ہو جائے گا جیسا کہ دلی دوست ہوتا ہے (یعنی بُرائی کا بدلہ بُرائی سے کرنا عداوت کو کم نہیں کیا کرتا بلکہ بڑھایا کرتا ہے اور بُرائی کا بدلہ احسان سے کرنا اگر دوسرا

بالکل ہی کمینہ نہ ہو تو اُس کو ترک عداوت پر مجبور کر دیتا ہے حتیٰ کہ وہ احسان مند ہو کر دوست بن جاتا
ہے لیکن چونکہ بُرائی اور ایذا رسانی کا بدلہ احسان سے کرنا بہت دشوار ہے اس لئے ارشاد ہے کہ
اور یہ عادت انہی کو دی جاتی ہے جو صابر ہوں (کہ مصائب کا تحمل ان کی عادت ہو گئی ہو) اور یہ عادت
اُسی کو دی جاتی ہے جو بڑا صاحبِ نصیب ہو اور اگر ایسے وقت آپ کو شیطان کی طرف سے کچھ وسوسہ
آنے لگے (مثلاً یہی کہ اس کی ساتھ بھلائی کرنے سے اپنی توہین ہو گی یا اس کا حوصلہ بڑھ جائے گا وغیرہ
وغیرہ) تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے۔ (۲۶) لَا يَسْأَمُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِنْ
مَسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوسٌ قَنُوطٌ ○ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ
مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَذَا لِي (حم سجدہ ع ۶) آدمی کا دل ترقی کی خواہش سے کبھی نہیں بھرتا اور اگر
اُس کو کچھ تکلیف پہنچ جائے تو بالکل مایوس ناامید بن جاتا ہے (حالانکہ اللہ کی ذات سے ناامید کبھی بھی
نہ ہونا چاہیئے) اور اگر اس تکلیف کے بعد جو اُس کو پہنچی ہم اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں تو کہتا ہے کہ یہ تو
(آئینی طور پر) میرا حق ہے ہی (حالانکہ نہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ناامید ہونا چاہیے نہ اپنا کوئی استحقاق ہے
(۲۷) جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ○ وَ
لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ ○ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ
يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ وَ
لَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (شوریٰ ع ۴) اور برائی کا بدلہ اسی قسم کی بُرائی ہے (یعنی جس قسم
کی برائی کسی نے کی اُسی قسم کی بُرائی سے بدلہ لیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ فعل جائز ہو مثلاً سخت کلامی
کا بدلہ سخت کلامی، مار کا بدلہ مار ہے یہ نہیں کہ سخت کلامی کا بدلہ مارنے سے لیا جائے) پھر جو شخص (بدلہ
ہی نہ لے بلکہ) معاف کر دے اور اصلاح کرے (یعنی اُس کے ساتھ اچھائی کا برتاؤ کرے) تو اس کا
اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو محبوب نہیں رکھتے اور جو اپنے اوپر ظلم ہونے کے
بعد برابر کا بدلہ لے لے بس ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔ الزام صرف انھیں لوگوں پر ہے جو لوگوں پر
ظلم کرتے ہیں اور دنیا میں سرکشی کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور جو (دوسروں
کے ظلم پر) صبر کرے اور (اُس کو) معاف کر دے یہ البتہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے (یعنی مظالم
پر صبر کرنا اور معاف کرنا بڑی اولوالعزمی کی بات ہے)۔ (۲۸) تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (الملک ع ۱) وہ (پاک ذات)
بڑی عالی شان ہے جس کے قبضہ میں تمام ملک ہے (ساری دنیا کی سلطنتیں اُسی کے قبضہ میں ہیں) اور وہ
ہر چیز پر قادر ہے وہ (پاک) ذات ہے جس نے موت اور زندگی کو اس لئے پیدا کیا تاکہ تمہارا امتحان

کرے کہ کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے۔ حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ نے اس گھر کو زندگی اور موت کا گھر بنایا ہے اور آخرت کے گھر کو بدلہ اور بقار کا گھر بنایا ہے[1] اس گھر کی ساری تکالیف کا منتہا موت ہے اور وہ بہر حال آنے والی چیز ہے اور اس گھر کی تکلیف کی کوئی انتہا ہی نہیں، کہ وہاں موت بھی نہیں ہے۔ (۲۹) هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا ۝ إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ۝

بے شک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت آچکا ہے کہ وہ کچھ بھی قابلِ ذکر نہ تھا (کہ اس سے پہلے منی تھا اور اُس سے پہلے وہ بھی نہ تھا) ہم نے اُس کو نطفۂ مخلوط سے (یعنی ماں باپ کی منی کے ملنے سے) پیدا کیا کہ ہم اُس کو جانچیں پھر ہم نے اُس کو سنتا دیکھتا بنایا (یعنی آنکھ کان دیئے کہ حق بات خود دیکھے یا دوسروں سے سُنے پھر) ہم نے اُس کو (بھلائی کا) راستہ بتا دیا (پھر وہ آدمی دو طرح کے ہو گئے) یا تو شکر گذار (اور مؤمن بن گیا) یا ناشکری کرنیوالا (کافر) بن گیا۔ **ف**۔ جب یہ دارالامتحان ہے ایسی حالت میں کسی حالت پر بھی ناشکری کرتے ہوئے یہ سوچنا ضروری ہے کہ اللہ کے کتنے انعامات ایسے ہیں جن پر شکر اس تکلیف اور مصیبت سے زیادہ ضروری ہے۔ (۳۰) فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ۝ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۝ كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ۝ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝ كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝ وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ ۝ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ۝ (والفجر ع ۱) پس آدمی کا جب حق تعالیٰ شانہٗ امتحان لیتا ہے، (امتحان کے طور پر کبھی) اُس پر انعام و اکرام فرماتا ہے (مال کا جاہ کا اور اس قسم کی چیزوں کا تاکہ ان چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی شکر گذاری کا امتحان ہو اور یہ جانچا جائے کہ اللہ کی ان نعمتوں میں کیا کار گذاری کی یہ مال اور جاہ اُس کے راستہ میں خرچ ہوئے یا ناراضی میں) تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میرا اکرام کیا (یعنی اپنے مکرم اور معزز ہونے کا گھمنڈ شروع ہو جاتا ہے حالانکہ یہ گھمنڈ کی چیز نہیں ہے اور اگرچہ اللہ کا شکر اُس کی نعمتوں پر بہت ضروری ہے مگر اُس کے ساتھ ہی ان نعمتوں کے امتحانی پہلو کا خوف بھی ضروری ہے اور جب حق تعالیٰ شانہٗ کو آدمی کا دوسری طرح امتحان کرنا مقصود ہوتا ہے) اور اُسکو جانچنا اس طرح پر کہ اُس کی روزی اُس پر تنگ کر دیتا ہے (جس سے اُس کے صبر اور رضا کا امتحان مقصود ہوتا ہے) تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا (یعنی میرے استحقاقِ اکرام کے باوجود مجھے نظروں نے

---

[1] در منثور (دہر ع ۱)

گرار کھا ہے حالانکہ نہ مال ودولت اکرام کی دلیل ہے نہ فقر وفاقہ اہانت کی دلیل ہے)، ہرگز نہیں (یہ بات بالکل نہیں ہے کہ روزی کی تنگی اہانت کی بات ہو) بلکہ (موجب اہانت یہ چیزیں ہیں کہ) تم لوگ یتیم کا اکرام نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے اور میراث کا مال سارا کھا جاتے ہو (اور دوسروں کا حق بھی ہضم کر جاتے ہو بالخصوص یتیموں اور ضعیفوں کا جو تم سے لڑ بھی نہ سکتے ہوں) اور تم مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو (جو جڑ ہے ساری برائیوں کی سارے مظالم کی سارے عیوب کی اس لئے کہ دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے تم لوگ ان چیزوں کو ہلکا سمجھتے ہو) ہرگز نہیں (یہ معمولی چیزیں نہیں ہیں بلکہ) جس وقت زمین کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور آپ کا رب اور فرشتے جوق جوق (میدانِ حشر میں) آئیں گے اور اُس دن جہنم کو (سامنے) لایا جائے گا اُس دن آدمی کو سمجھ آوے گی اور اُس وقت سمجھ آنے کا وقت کہاں (رہے گا اُس دن کا سمجھ میں آنا کارآمد نہیں) اُس دن آدمی کہے گا کہ کاش میں آج کی زندگی کے واسطے کچھ ذخیرہ آگے بھیج دیتا۔ (۳۱) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (پوری سورت)

قسم ہے زمانہ کی (کہ جس کے تغیرات موجبِ عبرت ہیں کہیں رنج، کہیں خوشی، کہیں ثروت، کہیں غربت، کہیں صحت، کہیں بیماری) کہ انسان (اپنی عزیز عمر کو ضائع کر کے) بڑے خسارہ میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کئے اور ایک دوسرے کو حق (بات کہنے کی اور حق پر قائم رہنے) کی وصیت (اور تاکید) کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے رہے (جس میں طاعات پر اہتمام بھی داخل ہے اور شہوتوں اور ناجائز امور سے نفس کو روکنا بھی داخل ہے اور مصائب اور زمانہ کے حوادث پر صبر کرنا بھی داخل ہے)۔

یہ اکتیس ۳۱ آیات اشارہ کے طور پر ذکر کی گئی ہیں۔ ہر آیت شریفہ پر اگر فائدہ اور تنبیہ لکھی جائے تو بہت طول ہو جائے مشترک طریقہ سے یہ مضمون سب ہی میں مشترک ہے کہ یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے جس کی نہ دولت عزت باعثِ غرور افتخار، نہ فقر وفاقہ باعثِ اہانۃ اور حقارت ہے مال کا وجود بھی موجب شکر ہونے کے ساتھ امتحان کا ایک مضمون ہے جیساکہ فقر وفاقہ بھی موجب صبر ہونے کے علاوہ رضا کا امتحان ہے اور مال کا وجود امتحان کے اعتبار سے زیادہ سخت ہے اس لئے کہ اس امتحان میں آدمی بہت کم پاس ہوتے ہیں فیل زیادہ ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ مجھے تمہارے اوپر فقر وفاقہ کا اتنا خوف نہیں ہے جتنا اس بات کا خوف ہے کہ دنیا کی فتوحات اور اُس کی نعمتیں تم پر پھیل جائیں اور تم اُس میں ایسا دل لگا کر بیٹھو جیساکہ پہلے لوگ اُس کی ساتھ دل لگا بیٹھے۔

پس یہ آفت تمہیں بھی ہلاک کر دے جیسا کہ ان کو ہلاک کر چکی ہے۔ اس لئے اس کے فتنہ سے بہت زیادہ بچنا چاہیئے اور ناداری اور مصائب کو بھی امتحان کی حیثیت سے برداشت کرنا چاہیئے۔

(۳) إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ (الانفال ع ۱)

اس کے سوا دوسری بات ہی نہیں کہ ایمان والے تو ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے (تو اُس کی عظمت اور خوف سے) ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جائیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو مضبوط کر دیں اور وہ صرف اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں پس ایمان والے حقیقۃً یہی لوگ ہیں ان کے لئے بڑے بڑے درجے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور (ان کے لئے ان کے گناہوں سے) معافی ہے اور عزت کی روزی ہے۔

ف ۔ یہ آیت شریفہ پہلی فصل کے ۱۳ پر بھی گذر چکی ہے یہاں اس لئے دوبارہ لکھی ہے کہ حقیقی مؤمن کی شان صرف اللہ جل شانہٗ پر توکل کرنا اُسی پر اعتماد کرنا اُسی پر بھروسہ کرنا اُس کے غیر کی طرف التفات نہ کرنا اس آیت شریفہ میں وارد ہے اور اُس پر درجات کا بلند ہونا گناہوں کا معاف ہونا اور عزت کی روزی کا وعدہ مذکور ہے ان میں سے ہر چیز ایسی ہے کہ وہ تنہا بھی توکل پر انتہائی کوشش کا موجب ہوتی ہے چہ جائیکہ تین ایسے اونچے وعدے اس پر اللہ جل شانہٗ کی طرف سے ہوں۔ اس کے بعد جتنی بھی اس صفت کے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے کم ہے۔

حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ اللہ پر توکل کا مطلب یہ ہے کہ اُس کے غیر سے کوئی اُمید نہ رکھی جائے۔ حضرت سعید بن جبیر رضؓ فرماتے ہیں کہ اللہ پر توکل ایمان کا مجموعہ ہے[1]

اگر قرآن پاک میں صرف ایک ہی آیت اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کے متعلق نازل ہوتی تب بھی بہت کافی تھی لیکن قرآن پاک میں اس کثرت سے اللہ پر اعتماد اور صرف اُسی پاک ذات پر اعتماد کرنا اور مصائب اور حاجات میں صرف اُسی کو پکارنا اور اُسی سے مدد چاہنا، اُسی پر نظر رکھنا وارد ہوا ہے کہ بہت کم دوسرے مضامین اتنی کثرت سے وارد ہوئے ہوں گے۔ بار بار اسی کا حکم ہے اور نیک اور پسندیدہ لوگوں کے احوال میں اسی کا ذکر ہے اسی کی ترغیب ہے اور ہونا بھی چاہیئے کہ حقیقۃً میں توکل توحید کا ثمرہ ہے جو شخص توحید میں جتنا زیادہ پختہ ہوگا اتنا ہی اس کا توکل بڑھا ہوا ہوگا۔ اور چونکہ توحید ہی اسلام

---

[1] درمنثور

کی بنیاد ہے، ایمان کی جڑ ہے بغیر توحید کے کوئی چیز بھی معتبر نہیں سارے مذہب اور ساری شریعت کا مدار توحید ہی پر ہے اس لیے جتنا بھی اس کا اہتمام وارد ہو ظاہر ہے اور پھر اللہ جل شانہٗ نے قرآن پاک میں اتنا اونچا پروانۂ رضا توکل پر ارشاد فرمایا ہے کہ مر مٹنے کے قابل ہے اللہ کا پاک ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ صفتِ محبوبیت کی برابر کوئی صفت دنیا میں ہو سکتی ہے؟ کوئی شخص ملک الملک شہنشاہِ عالم کا محبوب بن جائے اس سے بڑھ کر کون سا عزت و افتخار دنیا یا آخرت میں ہو سکتا ہے پھر اُس کی ذمہ داری کا بھی اللہ پاک کا وعدہ ہے کہ جو شخص اللہ پر توکل کرے تو وہ اس کو کافی ہے۔ بھلا پھر ایسے شخص کی کسی ضرورت کے لئے کسی اَور کی کیا حاجت باقی رہے گی اسی لیے حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ اگر تم لوگ اللہ پر ایسا توکل کرو جیسا کہ اُس کا حق ہے تو تم کو ایسی طرح روزی عطا کرے جیسا کہ پرندوں کو عطا کرتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف بالکلیہ منقطع ہو جائے تو حق تعالیٰ شانہٗ اُس کی ہر مشقت کی کفایت فرماتا ہے اور ایسی طرح اُس کو روزی عطا کرتا ہے جس کا اُس کو گمان بھی نہ ہو[1] احادیث کے سلسلہ میں پہلی حدیث کے ذیل میں بھی متعدد روایات اس مضمون کے مناسب آرہی ہیں۔ اس جگہ بھی حسب معمول چند آیات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جن سے اللہ پر توکل اور اُسی کی طرف حاجات میں رجوع کا ارشاد وارد ہے۔ اور صرف نمونہ کے طور پر چند آیات ذکر کی جاتی ہیں۔ کہ اختصار کے خیال سے ہر جگہ اجمال اور اشارات ہی پر اکتفا کیا گیا اگر ہم لوگوں کو دین کا کچھ خیال ہو، آخرت کا اہتمام ہو دنیا کے بیکار مشغلوں سے ہم کو تھوڑا بہت وقت خالی مل جائے تو یہ آیات اور احادیث بہت اہتمام سے بہت غور و فکر سے سوچنے کی چیزیں ہیں۔

(۱) وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ (اٰل عمران ع ۱۳) مومنوں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنا چاہیے یعنی کسی دوسرے پر بھروسہ ذرا بھی نہ کرنا چاہیے۔ یہ مضمون ان ہی الفاظ کے ساتھ قرآن پاک میں کئی جگہ وارد ہوا ہے بار بار نازل ہوا ہے۔ (آل عمران ع ۱۷)، (مائدہ ع ۲)، (توبہ ع ۷)، (ابراہیم ع ۲)، (مجادلہ ع ۲)۔ (تغابن ع ۱) ان سب آیات میں یہی ارشاد ہے (۲) قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۙ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○ (سورۂ اٰل عمران ع ۸) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کہہ دیجئے کہ بیشک فضل (جس میں روزی بھی داخل ہے) تو خدا کے قبضہ میں ہے وہ اُس کو جسے چاہیں عطا کر دیں اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں (ان کے یہاں فضل کی کمی نہیں) خوب جاننے والے ہیں (کہ کس کو کس وقت کتنا دینا چاہیئے) خاص کر دیتے ہیں اپنی رحمت (اور فضل) کے ساتھ جس کو چاہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے

---

[1] احیاء العلوم

(۳) اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ ○ (آل عمرٰن ع ۱۷) حق تعالیٰ شانہٗ توکل کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں۔

ف۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ محبوب بنائے اُس کے عروج کا کیا کہنا۔

(۴) اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ○ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْھُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ ○ اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَہٗ ص فَلَا تَخَافُوْھُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ (آل عمرٰن ع ۱۸) حضورؐ کے زمانہ میں ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں ارشاد ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ ان لوگوں نے (یعنی دشمنوں نے) تمہارے (مقابلہ کے) لئے بڑا سامان جمع کر رکھا ہے سو تم کو ان سے اندیشہ کرنا چاہیئے۔ تو اس خبر نے ان کے ایمان کو اور زیادہ مضبوط کر دیا اور کہنے لگے کہ ہمیں حق تعالیٰ شانہٗ کافی ہے (ہر مصیبت میں وہی کفایت فرمانیوالا ہے) اور وہی بہترین کارساز ہے۔ پس یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل کے ساتھ (اُس موقعہ سے ایسی طرح) واپس ہوئے کہ ان کو کوئی مضرت نہ پہنچی اور وہ رضاءِ حق کے تابع رہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ (مسلمانو! ایسے حوادث میں ایک بات سمجھ لو کہ اس قسم کے وقعات میں) شیطان اپنے دوستوں سے ڈرایا کرتا ہے تم ان سے نہ ڈرا کرو اور صرف مجھی سے ڈرا کرو اگر تم مؤمن ہو"

مطلب یہ ہے کہ جس وقت دشمنوں کے مقابلہ اور حملہ کی خبریں سُنو تو اُس سے خوف زدہ اور متوحش ہونے کی بات نہیں ہے اللہ پر اعتماد کامل اور پورا بھروسہ رکھتے ہوئے اپنی امکانی تیاری کرو۔ اور خوف صرف اس بات کا رکھو کہ ہم سے کوئی بات مالک کی مرضی کے خلاف صادر نہ ہو کہ اصل ہلاکت یہی ہے جو دنیا کی بھی ہلاکت ہے اور آخرت کی ہلاکت تو ہے ہی۔ اُس کے علاوہ کسی سے خوف کی بات نہیں ہے اسلئے کہ دوسرے آدمی اس سے زیادہ تو کچھ نہیں کر سکتے کہ وہ ماردیں گے سو موت بہر حال آنے والی چیز ہے اور اپنے وقت سے پہلے آ نہیں سکتی۔

(۵) وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَلِیًّا ۙ وَّکَفٰی بِاللّٰہِ نَصِیْرًا ○ (نساء ع ۷) اللہ تعالیٰ شانہٗ تمہاری مدد (اعانت) کے لئے بھی کافی ہے اور تمہاری حمایت کے لئے بھی کافی ہے۔

(۶) وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا ○ (نساء ع ۱۱) آپ اللہ ہی پر توکل کیجئے وہ کارساز ہونے کے لئے کافی ہے۔

(۷) وَعَلَی اللّٰہِ فَتَوَکَّلُوْٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ (مائدہ ع ۴) صرف اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تم مؤمن ہو۔

(۸) قُلْ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ ؕ (انعام ع ۲) آپ کہدیجئے کیا اللہ کے سوا کسی اَور کو مددگار بناؤں وہ اللہ جو آسمان اور زمین کا پیدا کرنیوالا ہے وہ سب

روزی دیتا ہے اُس کو کوئی (بوجہ عدم احتیاج روزی نہیں دیتا۔

(۹) وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (انعام ع ۲) اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی مضرت پہنچائیں تو اُس کا دُور کرنے والا اُن کے سوا کوئی نہیں اور اگر وہ کوئی نفع پہنچائیں تو (کوئی روکنے والا نہیں) وہ ہر چیز پر قادر ہیں۔

(۱۰) وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (انفال ع ۷) اور جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے (تو وہ اکثر غالب رہتا ہے اس لئے کہ) اللہ تعالیٰ بلاشبہ زبردست ہے (وہ اپنے اوپر اعتماد رکھنے والے کو غالب کرتا ہے اور اگر کبھی ایسا نہ ہو تو اُس میں کوئی حکمت ہوتی ہے کیونکہ) وہ حکیم ہے۔

(۱۱) وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ (انفال ع ۸) آپ اللہ پر توکل کیجئے بیشک وہ سننے والا ہے جاننے والا ہے (لوگوں کی پکار کو بھی سُنتا ہے اور ان کے احوال سے بھی بخوبی واقف ہے)۔

(۱۲) وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ (یونس ع ۲) جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے لیٹے بھی بیٹھے بھی کھڑے بھی پھر جب ہم (اُس کی آہ وزاری سے) وہ تکلیف ہٹا دیتے ہیں تو پھر وہ (ہم سے ایسا بے تعلق) ہو جاتا ہے گویا ہم کو کسی تکلیف کے لئے پکارا ہی نہ تھا (یہ بڑی حماقت ہے)۔

(۱۳) قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ (یونس ع ۴) آپ ان سے پوچھیں وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے یا وہ کون ہے جو تمہارے کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے اور وہ کون ہے جو زندہ کو مُردہ سے اور مُردہ کو زندہ سے پیدا کرتا ہے اور وہ کون ہے جو سارے کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔ پس وہ لامحالہ یہی کہیں گے کہ یہ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ پھر آپ ان سے کہئے کہ تم پھر اُس سے کیوں نہیں ڈرتے (دوسروں سے کیوں ڈرتے ہو)۔

(۱۴) وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ (یونس ع ۹) اور موسیٰ (علیہ السلام نے اپنی قوم سے) فرمایا کہ اے میری قوم اگر تم (سچے دل سے) اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اُس پر توکل کرو اگر تم مسلمان ہو پس ان لوگوں نے (جواب میں) کہا کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا۔

(۱۵) وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (یونس ع ۱۱) اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اُس کے کوئی اُس کا دُور کرنے والا نہیں اور اگر وہ کوئی راحت پہنچانا چاہے تو

اُس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں وہ اپنا فضل جس کو چاہے پہنچا دے وہ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔

(۱۶) وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا (ہود ع ۱) اور کوئی جاندار زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو (پس اُسی سے روزی طلب کرنا چاہئے)

(۱۷) قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ ○ (رعد ع ۴) آپ کہدیجئے کہ وہی میرا رب ہے (میرا مربی ہے) اُس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں میں نے اُسی پر بھروسہ کرلیا ہے اور اُسی کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے۔

(۱۸) الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ○ (نحل ع ۶) یہی لوگ (جن کی اوپر مدح ہو رہی ہے) ایسے ہیں جو (مصائب میں) صبر کرتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں (یہ نہیں سوچتے کہ ہجرت کے بعد کھانے کا کیا انتظام ہوگا)۔

(۱۹) إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ○ (نحل ع ۱۳) اُس کا (یعنی شیطان کا) قابو ایسے لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر (دل سے) بھروسہ رکھتے ہیں۔

(۲۰) وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ أَلَّا تَتَّخِذُوا مِن دُونِي وَكِيلًا ○ (بنی اسرائیل ع ۱) اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (تورات) دی اور اُس کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت (کا ذریعہ) بنایا (اور اُس میں اور احکام کے ساتھ یہ بھی حکم دیا) کہ تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ بناؤ۔

(۲۱) وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ ۖ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ الْإِنسَانُ كَفُورًا ○ (بنی اسرائیل ع ۷) اور جب تم کو دریا میں (طوفان وغیرہ کی) مضرت پہنچتی ہے اُس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا اور جتنوں کو پکارا کرتے تھے (ان کی عبادت کرتے تھے ان سے مدد چاہتے تھے) سب کھوئے جاتے ہیں (دل میں بھی ان کا خیال نہیں آتا اُس وقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا جاتا ہے) اور جب اللہ تعالیٰ تم کو خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو اُس سے روگردانی کرنے لگتے ہو۔ واقعی انسان بڑا ناشکرا ہے۔

(۲۲) مَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا ○ (کہف ع ۴) نہ تو ان کے لئے اللہ کے سوا کوئی مدد کرنے والا ہے اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے (کہ پارلیمنٹ سے رائے لے)

(۲۳) يَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا يَنفَعُهُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ○ (حج ع ۲) اللہ تعالیٰ کے علاوہ ایسی چیز کو پکارتا ہے (اس کی عبادت کرتا ہے) جو نہ نقصان دے سکتی ہے نہ نفع یہ انتہائی گمراہی ہے۔

(۲۴) وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ ○ (فرقان ع ۵) اُس پاک ذات پر جو زندہ ہے

اور کبھی اُس پر موت طاری نہ ہوگی توکل کیجئے۔

(۲۵) وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ۝ (شعراء ع ۵) وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی شفا دیتا ہے۔

(۲۶) وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۝ (شعراء ع ۱۱) اور آپ اُس (پاک ذات) پر توکل کیجئے جو قادر ہے رحیم ہے۔

(۲۷) فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (عنکبوت ع ۲) پس تم لوگ رزق خدا سے مانگو (کہ وہی رزق کا مالک ہے) اُس کی عبادت کرو اُس کا شکر ادا کرو اُسی کی طرف (قیامت میں) لوٹ کر جانا ہے۔

(۲۸) وَكَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ یَرْزُقُهَا وَاِیَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ (عنکبوت ع ۶) کتنے جانور ایسے ہیں جو اپنی روزی اُٹھا کر نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ ہی ان کو روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی (اور وہی بھروسہ کے قابل ہے کیونکہ) وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

(۲۹) وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا (احزاب ع ۱) اور آپ اللہ پر توکل کیجئے وہی کارسازی کیلئے کافی ہے۔

(۳۰) قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ۝ (احزاب ع ۲) آپ ان سے یہ فرما دیجئے کہ وہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے تم کو بچا سکے۔ اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی برائی (کسی قسم کی مضرت نقصان) پہنچانا چاہے (تو کون روک سکتا ہے) یا وہ کون ہے جو خدا کی رحمت کو تم سے روک سکے۔ اگر وہ تم پر کسی قسم کا فضل کرنا چاہے (تو ساری دنیا مل کر نہیں روک سکتی اس کو خوب سمجھ لیں کہ) وہ خدا کے سوا نہ تو کوئی اپنا حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔

(۳۱) اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (زمر ع ۴) کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں؟

(۳۲) قُلْ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ (زمر ع ۴) آپ ان سے فرمائیں کہ اچھا تو یہ بتاؤ کہ خدا کے سوا تم جن لوگوں کو پکارتے ہو (ان کی بندگی کرتے ہو) اگر اللہ تعالیٰ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا یہ اُس کی دی ہوئی تکلیف کو دُور کر سکتے ہیں۔ یا اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر کوئی رحمت (عنایت) کرنا چاہے تو کیا یہ اُس کو روک سکتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ کافی ہے اور اسی پر توکل کرنے والے توکل کرتے ہیں۔

(۳۳) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّیْ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ ۝ (شوریٰ ع ۲) یہی اللہ میرا رب ہے اُسی پر توکل رکھتا ہوں اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

(۳۴) اَللّٰهُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِهٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ۝ (شوریٰ رکوع ۲) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے جس شخص کو (جتنی زیادہ) چاہتا ہے روزی دیتا ہے وہ قوت والا

اور زبردست ہے۔

(۳۵) وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○ (شوریٰ ع ۴) - اور تمہارے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی کارساز ہے نہ مددگار ہے۔

(۳۶) وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ (شوریٰ ع ۴) اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بدرجہا بہتر اور باقی رہنے والی ہے وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

(۳۷) وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ○ (ذاریات ع ۱) اور تمہارا رزق اور جن چیزوں کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ سب آسمان میں ہے (یعنی وہاں لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے یا وہاں سے بارش وغیرہ کے ذریعہ نازل ہوتا ہے)۔

(۳۸) رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (ممتحنہ ع ۱) حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی دعا ہے) اے ہمارے رب تیرے ہی اوپر ہم نے توکل کیا اور تیری ہی طرف (ہر ضرورت میں) ہم نے رجوع کیا اور تیری ہی طرف (قیامت میں) لوٹ کر جانا ہے۔

(۳۹) هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ○ (منافقون ع ۱) یہ منافق یوں کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہیں ان پر خرچ نہ کرو یہاں تک (کہ جب یہ بھوکے مرنے لگیں گے تو) آپ ہی حضور کے پاس سے منتشر ہوجائیں گے (حالانکہ یہ احمق یہ نہیں جانتے کہ) صرف اللہ ہی کے لئے ہیں سب خزانے آسمانوں کے اور زمین کے لیکن منافق لوگ سمجھتے نہیں ہیں (احمق ہیں یوں سمجھتے ہیں کہ روزی ان لوگوں کے عطایا پر موقوف ہے)۔

(۴۰) وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ○ (طلاق رکوع ۱)

اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے لئے نجات (اور سہولت کا) راستہ نکال دیتا ہے اور اُس کو ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جہاں سے اُس کو گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے کافی ہے بیشک اللہ تعالیٰ (جس کام کا ارادہ کرتا ہے) اپنے کام کو پورا کرکے رہتا ہے (البتہ یہ ضرور ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا ایک انداز (اور وقت) مقرر کر رکھا ہے۔ احادیث کے سلسلہ میں پہلی حدیث کے ذیل میں اس آیت شریفہ کے متعلق ایک قصہ بھی آرہا ہے۔

(۴۱) رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ○ (مزمل ع ۱) وہ مشرق اور مغرب کا

مالک ہے اُس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں ہے اُسی کو اپنا کام سپرد کرنے کے لئے قرار دیئے رہو (یعنی جبکہ مشرق و مغرب کا مالک وہی ہے تو اُس پر اعتماد اور بھروسہ ہونا چاہیئے)

یہ اکتالیسؔ آیتیں نمونہ کے طور پر ذکر کی گئیں ورنہ قرآن پاک کا تو ہر مضمون توحید ہی کی تعلیم ہے اور توحید ہی کا ثمرہ توکل ہے جس کو جتنا زیادہ توحید میں رسوخ اور کمال ہوگا اتنا ہی توکل اللہ پر اعتماد، اُس کے ماسوا سے بے نیازی ہوگی۔ چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب آگ میں ڈالا جا رہا تھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر درخواست کی کہ میرے قابل کوئی خدمت ہو تو حکم فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں تم سے میری کوئی حاجت وابستہ نہیں[1]

ایک مسجد میں ایک فقیر اعتکاف کی نیت سے جا کر بیٹھ گئے پاس کوئی سامان کھانے پینے کا کچھ نہ تھا مسجد کے امام صاحب نے ان کو نصیحت کی کہ یوں بے سر و سامانی سے مسجد میں بیٹھنے سے یہ اچھا تھا کہ کہیں مزدوری کرتے (پیٹ کا پالنا فرض ہے) فقیر نے ان کی بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ انھوں نے دوسری دفعہ پھر یہی کہا فقیر پھر چپ ہو گئے اُس نے تیسری دفعہ پھر کہا فقیر خاموش رہے اُس نے چوتھی دفعہ پھر کہا تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ مسجد کے قریب جو یہودی کی دُکان ہے اس نے میری دو روٹی روزانہ کی مقرر کرلی ہے۔ امام صاحب نے فرمایا اگر اُس نے کھانا مقرر کر دیا تو بہت اچھا ہے پھر اعتکاف ضرور کریں۔ فقیر نے کہا کاش آپ امام نہ ہوتے تو بہت اچھا تھا تم اپنی اس ناقص توحید کے ساتھ اللہ کے اور اُس کے بندوں کے درمیان واسطہ بن کر کھڑے ہوتے ہو۔ ایک کافر یہودی کے وعدہ کو تم نے اللہ تعالیٰ کے روزی کے وعدہ پر بڑھا دیا (افسوس ہے تم پر اور تمہارے حال پر)[1]

واقعی سچ کہا ہماری یہی حالت ہے کہ بندہ کے وعدہ پر تو ہمیں اطمینان ہے اللہ کے وعدہ پر نہیں ہے۔ ان آیات پر جو ذکر کی گئیں انتہائی غور ہونا چاہیئے اور زیادہ سے زیادہ اس کی کوشش ہونا چاہیئے کہ صرف حق تعالیٰ شانہٗ وتقدس پر ہی ہماری نگاہ ہو اُسی پر اعتماد ہو اُسی کی پاک ذات سے اپنا سوال ہو اُسی سے بھیک مانگی جائے اُس کے علاوہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلے بلکہ دل میں بھی کسی دوسرے کا خیال نہ آئے بلکہ وہی پاک ذات اور صرف وہی پاک ذات اپنا سہارا ہو۔ وہی نفع اور نقصان کا مالک دل سے سمجھا جائے۔ زبان سے کہتے رہنا تو ہماری عام عادت ہے لیکن اصل کار آمد یہ چیز ہے کہ ہمارے دل میں یہ بات اچھی طرح جم جائے کہ بغیر اُس کے ارادہ کے کوئی حاکم کوئی دولت مند نہ کسی قسم کی مضرت پہنچا سکتا ہے نہ کسی قسم کا نفع پہنچا سکتا ہے اور تھوڑا سا بھی غور کیا جائے تو بہت ہی کھلی ہوئی بات ہے کہ تمام دنیا کے قلوب صرف اُسی کے قبضہ میں ہیں ہم لاکھ کسی شخص کی منت سماجت کریں مگر جب اس کا اپنا

---

[1] احیاء العلوم ۲۱۵ ر وض

دل دوسرے کے قبضہ میں ہے تو جب تک دلوں کے مالک کا ارادہ نہ ہو ہماری منّت سماجت سے اُس کے دل پر کیا اثر ہو سکتا ہے اور جب دلوں کا مالک کسی کام کو کرنا چاہے تو وہ بات خود بخود دوسروں کے دلوں میں پڑے گی ہم لاکھ بے نیازی برتیں اُس کا دل اُس کو خود مجبور کرے گا بار بار اس کے دل میں خیال آئے گا بغیر تحریک کے خیال آئے گا۔ اس لئے اگر اپنی حاجات مانگنے کا محل ہے تو صرف وہی پاک ذات ہے۔ اگر عاجزی اور منّت سماجت کرنے کی جگہ ہے تو اُسی کا دربار ہے ساری دنیا کے دل اُس کے ارادہ کے تابع ہیں، ساری دنیا کے خزانے اُس کی مِلک ہیں۔

یا اللہ محض اپنے فضل سے بلا استحقاق بلکہ استحقاق کے خلاف اس ناپاک کو بھی اس جوہر کا کوئی شمّہ عطا فرما دے کہ تیری عطا کے واسطے استحقاق بھی شرط نہیں ؎

خدا کی دَین کا موسیٰؑ سے پوچھئے احوال ✦ کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

اس کے بعد چند احادیث ان ہی مضامین کے متعلق مختصراً پیش کرتا ہوں جن کے متعلق اوپر کی تین آیات مستقل طور پر ذکر کی گئیں۔

(۱) عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من نزلت بہ فاقۃ فانزلھا بالناس لم تسد فاقتہ ومن نزلت بہ فاقۃ فانزلھا باللّٰہ فیوشک اللّٰہ لہٗ برزق عاجل او اٰجل رواہ الترمذی وھکذا فی الدر المنثور بروایۃ ابی داؤد والترمذی والحاکم وقد صحّحہ ولفظ ابی داؤد بموت عاجل او غنی عاجل وفی المشکوٰۃ بموت عاجل او غنی اٰجل

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو فاقہ کی نوبت آجائے اور وہ اُس کو لوگوں کے سامنے پیش کرے اُس کا فاقہ بند نہ ہوگا اور جو شخص اپنے فاقہ کو اللہ تعالیٰ پر پیش کرے (اور اس سے درخواست کرے) تو حق تعالیٰ شانہٗ جلد اُس کو روزی عطا فرماتے ہیں۔ فوراً ہو جائے یا کچھ تاخیر سے ملجائے۔

ف - جو شخص لوگوں سے سوال کرتا پھرے اُسکا فاقہ بند نہ ہوگا کا مطلب یہ ہے کہ احتیاج پوری نہ ہوگی۔ آج اگر ایک ضرورت کے واسطے بھیک مانگی ہے اور وہ صورت کے اعتبار سے پوری ہوگئی تو کل اُس سے اہم کوئی ضرورت پیش آجائے گی اور احتیاج بدستور باقی رہے گی۔ اور اگر اللہ جل شانہٗ کی پاک بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے تو یہ ضرورت تو پوری ہو ہی گی دوسری ضرورت پیش نہ آئے گی اور اگر آئی تو اُس کا انتظام مالک ساتھ ہی کر دے گا۔

پہلی فصل کی احادیث میں ۸ کے ذیل میں حضرت کبشہ رضؓ کی حدیث گذر چکی ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر چند باتیں ارشاد فرمائیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ جو شخص لوگوں سے مانگنے کا دروازہ کھولے گا حق تعالیٰ شانہٗ اُس پر فقر کا دروازہ کھولتے ہیں۔ اُسی جگہ ایک اور حدیث میں حضور اکرم

کا قسم کھا کر یہی مضمون حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی روایت سے بھی گذر چکا یہی وجہ ہے کہ دربدر بھیک مانگنے والے ہمیشہ فقیر اور تنگ دست ہی رہتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں یہ مضمون اس طرح وارد ہوا ہے کہ جو شخص اپنے فاقہ اور احتیاج کو اللہ تعالیٰ شانہٗ کے سامنے پیش کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ بہت جلد اُس کے فقر کو دُور فرماتے ہیں جلدی کی موت سے یا جلدی کے غنا سے۔ جلدی کی موت کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ اُس کا وقت اگر خود قریب آگیا تو اُس کو فاقوں کی تکلیف میں مصیبت اٹھانے سے پہلے ہی حق تعالیٰ شانہٗ موت عطا فرمادیں گے۔ دوسرا مطلب ہے کہ کسی کی موت اس کے غنا کا سبب بن جائے گی۔ مثلاً کسی کی میراث کا وافر حصّہ مل جائے یا کوئی شخص مرتے وقت اس کی وصیت کر جائے کہ میرے مال میں سے اتنا فلاں شخص کو دیدینا۔

متعدد واقعات اس قسم کے دیکھنے اور سُننے میں آئے کہ مکہ میں بعض مرنے والوں نے یہ وصیت کی کہ ہندوستان کے فلاں شہر میں اس نام کا ایک شخص ہے اُس کو میرا مال فروخت کرکے روپیہ بھیجدیا جائے۔

کُرد ایک قبیلہ کا نام ہے اُس میں ایک شخص مشہور ڈاکو تھا وہ اپنا قصہ بیان کرتا ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ ڈاکہ کے لئے جارہا تھا راستہ میں ہم ایک جگہ بیٹھے تھے وہاں ہم نے دیکھا کہ کھجور کے تین درخت ہیں دو پر تو خوب پھل آرہا ہے اور ایک بالکل خشک ہے اور ایک چڑیا بار بار آتی ہے اور پھلدار درختوں پر سے تروتازہ کھجور اپنی چونچ میں لے کر اُس خشک درخت پر جاتی ہے۔ ہمیں یہ دیکھکر تعجب ہوا میں نے دس مرتبہ اُس چڑیا کو لیجاتے دیکھا تو مجھے یہ خیال ہوا کہ اس پر چڑھ کر دیکھوں کہ یہ چڑیا اُس کھجور کو کیا کرتی ہے میں نے اُس درخت کی چوٹی پر جاکر دیکھا کہ وہاں ایک اندھا سانپ مُنہ کھولے پڑا ہے اور یہ چڑیا وہ تروتازہ کھجور اس کے منہ میں ڈال دیتی ہے مجھے یہ دیکھکر اس قدر عبرت ہوئی کہ میں رونے لگا۔ میں نے کہا میرے مولا یہ سانپ جس کے مارنے کا حکم تیرے نبیؐ نے دیا تونے جب یہ اندھا ہوگیا تو اس کو روزی پہنچانے کے لئے چڑیا کو مقرر کردیا اور میں تیرا بندہ تیری توحید کا اقرار کرنے والا تونے مجھے لوگوں کے لُوٹنے پر لگادیا؟ اس کہنے پر میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ میرا دروازہ توبہ کے لئے کھلا ہوا ہے۔ میں نے اسی وقت اپنی تلوار توڑ ڈالی جو لوگوں کو لُوٹنے میں کام دیتی تھی اور اپنے سر پر خاک ڈالتا ہوا اقالۃً اقالۃً (درگذر درگذر) چلّانے لگا مجھے غیب سے آواز آئی کہ ہم نے درگذر کردیا درگذر کردیا میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا وہ کہنے لگے تجھے کیا ہوگیا۔ میں نے کہا کہ میں مہجور تھا اب میں نے صلح کرلی یہ کہکر میں نے سارا قصہ ان کو سُنایا وہ کہنے لگے کہ ہم بھی صلح کرتے ہیں یہ کہکر سب نے اپنی اپنی تلواریں توڑدیں اور سب لُوٹ کا سامان چھوڑ کر ہم احرام باندھکر مکّہ کے ارادہ سے چلدیئے تین دن چل کر ایک گاؤں میں پہنچے تو ایک اندھی بڑھیا ملی اس نے ہم سے میرا نام لیکر پوچھا کہ تم میں اس نام کا کوئی کُردی

ہے لوگوں نے کہا کہ ہے اُس نے کچھ کپڑے نکالے اور یہ کہا کہ تین دن ہوئے میرا لڑکا مرگیا اُس نے یہ کپڑے چھوڑے میں تین دن سے روزانہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ رہی ہوں حضورؐ فرماتے ہیں کہ اُس کے کپڑے فلاں کُردی کو دیدو وہ کُردی کہتے ہیں کہ وہ کپڑے میں نے لے لئے اور ہم سب نے ان کو پہنا۔[1]

اس قصہ میں دونوں چیزیں قابلِ عبرت ہیں۔ اندھے سانپ کی اللہ جل شانہٗ کی طرف سے روزی کا سامان اور حضورؐ کی طرف سے کپڑوں کا عطیہ۔

جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کی مدد کرنا چاہے تو اس کے لئے اسباب پیدا کرنا کیا مشکل ہے سارے اسباب غنا اور فقر کے وہی پیدا کرتا ہے اور سچی توبہ کی برکت سے حضورؐ کی طرف سے کپڑوں کا اعزاز خود ایک قابلِ فخر چیز ہے اور جلدی کی موت سے غنا کے حاصل ہونے کی ایک مثال ہے۔ اور بہت سے واقعات مرتے وقت وصیتوں کے تو اکثر سننے میں آئے کہ میرے سامان میں سے اتنا فلاں شخص کو دیدیں۔

ایک حدیث میں حضرت ابن عباسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص بھوکا ہو یا حاجت مند ہو اور وہ لوگوں سے اپنی حاجت کو پوشیدہ رکھے تو اللہ تعالیٰ شانہٗ پر (بوجہ اُس کے لطف وکرم کے) یہ حق ہے کہ اُس کو ایک سال کی روزی حلال مال سے عطا فرمائے۔[2]

ایک اَور حدیث میں ہے کہ جو شخص بھوکا ہو یا محتاج ہو اور لوگوں سے اُس کو چھپائے اور اللہ تعالےٰ شانہٗ سے مانگے تو اللہ تعالےٰ شانہٗ ایک سال کے لئے حلال روزی کا دروازہ اُس پر کھولدیتے ہیں۔[3]

ایک اَور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے غنا طلب کرتا ہے اللہ تعالےٰ اُس کو غنا عطا فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے عفت مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو عفت عطا فرماتے ہیں اور اوپر کا ہاتھ (یعنی عطا کرنے والا) بہتر ہے نیچے کے ہاتھ سے (یعنی مانگنے والے کے ہاتھ سے) اور کوئی شخص ایسا نہیں جو سوال کا دروازہ کھولے مگر حق تعالیٰ شانہٗ اُس پر فقر کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے ایک شخص کی آواز سُنی جو عرفات کے میدان میں لوگوں سے سوال کررہا تھا انھوں نے دُرّے سے اُس کی خبر لی کہ ایسے دن میں اور ایسی جگہ اللہ کے غیر سے سوال کرتا ہے۔

ایک اَور حدیث میں ہے کہ جو شخص سوال کا دروازہ کھولتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اُس پر دنیا اور آخرت میں فقر کا دروازہ کھولدیتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے عطا کا دروازہ کھولتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اُس پر دنیا اور آخرت کی خیر کا دروازہ کھولدیتے ہیں۔ ایک اَور حدیث میں ہے کہ

---

[1] روض [2] مشکوۃ [3] کنز

جو شخص سوال کا دروازہ کھولتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اُس پر فقر کا دروازہ کھولدیتے ہیں کوئی شخص رسّی لیکر لکڑیاں اکٹھی کرکے اپنی کمر پر لاکر فروخت کردے اور اُس سے اپنا گذر چلالے یہ اس سے بہتر ہے کہ بھیک مانگے چاہے وہ بھیک ملے یا نہ ملے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص عطار کا دروازہ کھولتا ہے صدقہ سے ہو یا صلہ رحمی سے حق تعالیٰ شانہٗ اُس پر کثرت فرماتے ہیں (یعنی اس کے مال میں اضافہ ہوتا ہے) اور جو شخص مال کی زیادتی کی نیت سے سوال کا دروازہ کھولتا ہے اُس کی وجہ سے اُس پر کمی بڑھتی جاتی ہے۔ یعنی حاجتیں بڑھتی جائیں گی اور آمدنی کے ناکافی ہونے میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

حضرت عمرانؓ بن حصین حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص کلیۃً اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجائے حق تعالیٰ شانہٗ اُس کی ہر ضرورت کا تکفل فرماتے ہیں اور اُس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتے ہیں جس کا اُس کو گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص ہمہ تن دنیا کی طرف لگ جاتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اُس کو دنیا کے حوالہ کردیتے ہیں (کہ تو جان اور تیرا کام یعنی محنت کر اور کمالے جتنی مشقت اُٹھائیگا اس کے مناسب ہم دیتے رہیں گے) حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں تنہائی میں بھی اور علانیہ بھی اور جب کوئی بُرا کام سرزد ہوجائے تو تلافی کے طور پر کوئی اچھا کام بھی کرو اور کسی سے سوال نہ کرو کسی کی امانت نہ رکھو دو آدمیوں کے درمیان قاضی نہ بنو (کہ یہ بہت اہم کام ہے ہر شخص کے بس کا نہیں ہے)۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو تھوڑے پر راضی ہوجائے اور قناعت کرے اور اللہ پر توکل کرے وہ کمانے کی محنت سے بے فکر ہوجاتا ہے۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ سب سے زیادہ قوی ہو وہ اللہ پر توکل کرے اور جو یہ چاہے کہ یہ سب سے زیادہ غنی ہو اُس کو یہ چاہیئے کہ جو چیز اللہ کے پاس ہے اُس پر اُس سے زیادہ اعتماد رکھے جتنا اپنے پاس کی چیز پر ہوتا ہے۔ اور جو یہ چاہے کہ سب سے زیادہ معزز ہوجائے وہ تقویٰ اختیار کرے (اور یہ تجربہ کی بات ہے کہ آدمی کے تقویٰ کا جتنا اثر لوگوں پر پڑتا ہے اتنا کسی چیز کا نہیں پڑتا جس شخص میں جتنا تقویٰ زیادہ بڑھا ہوا ہوگا اتنا ہی لوگوں کے دلوں میں اُس کا اعزاز اکرام زیادہ ہوگا)۔

حضرت وہبؒ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب بندہ مجھ پر بھروسہ کرلیتا ہے تو اگر آسمان زمین سب کے سب مل کر بھی اُس کی ساتھ مکر کریں تو میں اُس کے لئے راستہ نکالدونگا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی بھیجی کہ مجھ پر توکل کرو میں تمہاری ضروریات کا کفیل بنوں گا۔ میرے غیر کو اپنا ولی نہ بناؤ تاکہ میں تمہیں نہ چھوڑدوں۔ بہت سی احادیث میں یہ واقعہ ذکر کیا گیا کہ حضرت عوف بن مالکؓ کے صاحبزادہ کو کافروں نے قید کرلیا اور چمڑہ کے تسموں سے خوب مضبوط ان کو جکڑدیا۔ ان پر نہایت سختی کی جاتی تھی اور بھوکا بھی رکھا جاتا تھا۔ انھوں نے اپنے والد کے پاس

کسی طرح اپنے احوال کی اطلاع بھیجی کہ حضورؐ سے دعا کے لئے عرض کریں۔ حضورؐ کو جب اطلاع پہنچی تو حضورؐ نے فرمایا کہ ان کے پاس یہ کہلا بھیجو کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں۔ (تقویٰ اختیار کریں) اور اُسی پر توکل کریں اور صبح شام یہ آیت شریفہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ○ (توبہ ع ۱۶) پڑھا کریں ان کے پاس جب اطلاع پہنچی تو انھوں نے اس آیت شریفہ کو پڑھنا شروع کیا خود بخود ایک دن وہ تسمے ٹوٹ گئے یہ ان کی قید سے چھوٹ کر بھاگ آئے اور کچھ جانور وغیرہ بھی ان کے اپنی ساتھ پکڑ لائے

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو بادشاہ کے ظلم کا خوف ہو یا کسی درندہ کا یا دریا میں ڈوب جانے کا ڈر ہو اور اس آیت شریفہ کو تلاوت کرے تو انشاء اللہ کوئی مضرت اُس کو نہ پہنچے گی۔ ایک اور حدیث میں اس قصہ میں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ بھی کثرت سے پڑھنے کا حکم ہے۔ انہی صاحبزادہ کے قصہ میں یہ آیت شریفہ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ۔ (سورہ طلاق ع ۱) نازل ہوئی کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اُس کے لئے راستہ کھول دیتے ہیں اور ایسی جگہ سے اُس کو روزی پہنچاتے ہیں جہاں سے اُس کو گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے لئے کافی ہے"۔ ان صحابیؓ کو اس کا کیا گمان ہو سکتا تھا کہ یہی کافر جو اس قدر سخت ظلم پر اترے ہوئے ہیں انھیں کے مال سے ان کی روزی مقدر ہے۔

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں اور میرا ایک ساتھی ایک پہاڑ میں رہتے تھے ہر وقت عبادت ہی شغلہ تھا۔ میرے ساتھی کا گذر تو گھاس وغیرہ پر تھا اور میرے لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ انتظام فرما رکھا تھا کہ ایک ہرنی روزانہ آیا کرتی تھی اور میرے قریب آکر ٹانگیں چیر کر کھڑی ہو جاتی میں اس کا دودھ پی لیا کرتا وہ چلی جاتی بہت زمانہ اسی طرح گذر گیا کہ وہ ہرنی روز آجایا کرتی اور میں اُس کا دودھ پیتا تھا۔ میرے ساتھی کے قیام کی جگہ اُس پہاڑ میں مجھ سے دُور تھی۔ ایک دن وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ایک قافلہ یہاں قریب آکر ٹھہرا ہے چلو قافلہ والوں کے پاس چلیں وہاں شاید کچھ دودھ اور اس کے علاوہ کچھ کھانے کی چیزیں میسر آجائیں۔ میں نے اول تو بہت انکار کیا لیکن جب اُس نے بہت اصرار کیا تو میں بھی اُس کے ساتھ ہو لیا۔ ہم دونوں قافلے میں پہنچے ان لوگوں نے ہمیں کھانا کھلایا ہم کھانے سے فارغ ہو کر اپنی اپنی جگہ واپس آگئے۔ اس کے بعد میں ہمیشہ اس ہرنی کے وقت پر اُس کا انتظار کیا کرتا مگر اُس کا آنا بند ہو گیا۔ کئی دن انتظار کے بعد میں سمجھا کہ اس گناہ کی نحوست سے وہ روزی جس کی وجہ سے میں بے فکر تھا بند ہو گئی۔

صاحبِ روضؒ کہتے ہیں کہ بظاہر تین چیزیں اس میں گناہ کی تھیں ایک جس توکل کو اختیار کر رکھا تھا اُس کو چھوڑا۔ دوسرے طمع کی اور اُس روزی پر قناعت نہ کی جس کی وجہ سے بے فکری تھی۔ تیسرے ایسا کھانا

کھایا جو طیب نہ تھا جس کی وجہ سے طیب رزق سے محرومی ہو گئی۔

بڑی عبرت کا قصہ ہے ہم لوگ بسا اوقات اپنی حرص و طمع سے حق تعالیٰ شانہٗ کے انعامات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ صورت کے اعتبار سے سوال کرنے پر اُس وقت کچھ مل جاتا ہے مگر اس کی نحوست سے اللہ تعالیٰ شانہٗ کے اُس انعام سے محرومی ہو جاتی ہے جو بے طلب اور بے منت ملتا۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی دعا ہے اَللّٰهُمَّ كَمَا صُنْتَ وَجْهِيْ عَنْ سُجُوْدِ غَيْرِكَ فَصُنْ وَجْهِيْ عَنْ مَسْئَلَةِ غَيْرِكَ اے اللہ جیسا کہ تو نے میرے سر کو اپنے غیر کے سامنے سجدہ کرنے سے محفوظ رکھا اسی طرح میری زبان کو اپنے غیر سے سوال کرنے سے بھی محفوظ فرما اللّٰھم آمین۔

(۲) عن ابی ھریرۃ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تكثرا فانما يسأل جمرا فليستقل او ليستكثر (رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس لئے سوال کرتا ہے کہ اپنے مال میں زیادتی کرے وہ جہنم کے انگارے مانگ رہا ہے جس کا دل چاہے تھوڑے مانگ لے یا زیادہ مانگ لے۔

ف - پہلی حدیث شریف میں صرف اللہ جل شانہٗ کی طرف سے غیبی اعانت اور امداد کے بند ہونے کی وعید تھی اس لئے کہ اُس حدیث میں ضرورت کے موقعہ پر سوال کا ذکر تھا اور اس جگہ بلا ضرورت محض اپنی جمع بڑھانے کے لئے بھیک مانگنا مذکور ہے اس لئے اس میں زیادہ سخت وعید ہے کہ وہ جہنم کی آگ اکٹھی کر رہا ہے۔ اب آدمی کو اختیار ہے کہ جتنے انگارے دل چاہے اکٹھے کرلے۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ فلاں فلاں دو شخص آپ کی تعریف کر رہے تھے کہ آپ نے ان کو دو دو دینار دیئے۔ حضورؐ نے فرمایا لیکن فلاں شخص میں نے اُس کو دس سے لے کر سو تک اشرفیاں دیں مگر اُس نے ایسا نہیں کیا پھر فرمایا کہ بعض آدمی سوال کرتے ہیں اور میں ان کے سوال کی وجہ سے جو دیتا ہوں وہ بغل میں دبا کرلے جاتے ہیں لیکن وہ اپنی بغل میں آگ دبا کرلے جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر آپ دیتے کیوں ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا میں کیا کروں وہ بغیر مانگے رہتے نہیں اور اللہ تعالیٰ میرے لئے بخل کو گوارا نہیں فرماتے۔ ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ جب آپ کو معلوم ہے کہ وہ آگ ہے تو آپ کیوں مرحمت فرماتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں کیا کروں وہ بغیر سوال کے رہتے نہیں اور اللہ تعالیٰ میرے لئے بخل گوارا نہیں فرماتے۔

حضرت قبیصہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بوجھ (تاوان وغیرہ کا) اپنے ذمہ رکھ لیا یعنی کسی چیز کی ضمانت کرلی اس سلسلہ میں میں حضورؐ کی خدمت میں مدد چاہنے کے لئے حاضر ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا ٹھیر جاؤ کہیں سے صدقہ کا مال آجائے گا تو میں مدد کروں گا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ قبیصہ سوال صرف تین آدمیوں کے لئے جائز ہے

ایک وہ شخص جس نے کوئی بوجھ ضمان وغیرہ کا اپنے ذمہ رکھ لیا ہو اُس کو جائز ہے کہ اتنی مقدار کا سوال کرے اور پھر رُک جائے اُس سے زیادہ کے سوال کا حق نہیں۔ دوسرے وہ شخص جس کو کوئی حادثہ پہنچ جائے جس سے سارا مال ہلاک ہو جائے (مثلاً آگ لگ جائے یا کوئی اور ایسی آفت اچانک پہنچ جائے جس سے سب کچھ لٹ لٹا جائے) تو اس کو جائز ہے کہ اتنی مقدار کا سوال کرے جس سے زندگی کا سہارا ہو سکے۔ تیسرے وہ شخص جس کو فاقے گذرنے لگیں حتیٰ کہ تین آدمی اُس کی قوم کے کہنے لگیں کہ اس کو فاقہ ہونے لگا تو اُس کو بھی اتنی مقدار سوال کر لینا جائز ہے جس سے زندگی کا سہارا ہو جائے۔ ان تین کے علاوہ جو شخص سوال کرتا ہے وہ حرام مال کھاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ سوال کرنا دو شخصوں کے لئے جائز نہیں ایک غنی کیلئے دوسرے قوی تندرست کے لئے (جو کمانے پر قادر ہو) البتہ جس شخص کو خاک میں ملا دینے والا فقر یا پریشان کر دینے والا قرض لاحق ہو گیا ہو اُس کو سوال کرنا جائز ہے اور جو شخص مال کو بڑھانے کی غرض سے سوال کر رہا ہے اُس کے منہ پر قیامت کے دن زخم ہوں گے اور وہ جہنم کی آگ کھا رہا ہے جس کا دل چاہے زیادہ سوال کرے جس کا دل چاہے کم کرے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ سوال قیامت کے دن مُنھ پر زخم بن جائینگے جن سے اُس کا چہرہ زخمی ہو جائے گا جس کا دل چاہے اپنے چہرہ کی رونق کو باقی رکھے جس کا دل چاہے چھوڑ دے۔ البتہ اگر بادشاہ سے (یعنی بیت المال سے بشرطیکہ اُس میں سے لینے کا حق ہو) مانگے یا مجبوری کے درجہ میں مانگے تو مضائقہ نہیں ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی سوال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن اُس کے چہرہ پر ذرا سا بھی گوشت نہ رہے گا۔

حضرت مسعود بن عمرو رضؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کی خدمت میں ایک جنازہ نماز پڑھنے کے لئے لایا گیا حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا ترکہ چھوڑا لوگوں نے عرض کیا کہ دو تین اشرفیاں چھوڑی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جہنم کے دو تین داغ ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکرؓ کے مولیٰ عبداللہ بن قاسمؒ سے اس کے متعلق سوال کیا انھوں نے کہا کہ یہ مال کے بڑھانے کی نیت سے سوال کرتا تھا۔

کتب احادیث میں متعدد واقعات اس قسم کے وارد ہوئے ہیں جن میں حضورؐ نے معمولی معمولی رقوم چھوڑنے پر جہنم کے داغ اور اس قسم کی وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں۔ علماء نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب آدمی کے پاس پہلے سے کچھ موجود ہو اور وہ جھوٹ بول کر اپنے آپ کو بالکل فقیر اور محتاج ظاہر کر کے سوال کرے اور باوجود فقیر نہ ہونے کے فقراء کی جماعت میں اپنے آپ کو شامل کرے

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ سوال کرنے کے بارہ میں ممانعت کی بہت سی روایات وارد ہوئیں اور بڑی سخت سخت وعیدیں حدیث میں آئی ہیں لیکن ساتھ ہی بعض احادیث سے اجازت معلوم ہوتی ہے اس کا واضح بیان یہ ہے کہ فی نفسہٖ تو سوال کرنا حرام ہے لیکن مجبوری کے درجہ میں یا ایسی حاجت میں جو

مجبوری کے قریب ہو جائز ہے۔ اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو حرام ہے۔ اور حرمت کی وجہ یہ ہے کہ سوال کرنا تین باتوں سے خالی نہیں ہوتا اور وہ تینوں حرام ہیں۔ اوّل تو اس میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی شکایت کا اظہار ہے گویا اُس کی طرف سے انعام میں کمی ہے جیسا کہ کوئی غلام اگر کسی سے سوال کرے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ گویا سیّد کی طرف سے اُس پر تنگی ہے اور اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ بلا سخت مجبوری کے حلال نہ ہو جیسا کہ مردار کا کھانا سخت مجبوری میں حلال ہے۔ دوسرے اس میں مانگنے والے کا اپنے نفس کو غیر اللہ کے سامنے ذلیل کرنا ہے اور مؤمن کی شان یہ ہے کہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے ذلیل نہ کرے البتہ اس پاک مولا کے سامنے ذلیل کرنا اپنی عزت ہے اس لئے کہ محبوب کے سامنے ذلّت و انکسار لذت ہے اور آقا کے سامنے عجز کا اظہار سعادت ہے۔ تیسرے اس میں اُس شخص کی ایذار اکثر ہوتی ہی ہے جس سے سوال کیا جائے بسا اوقات دینے والے کا دل خوشی سے آمادہ نہیں ہوتا محض شرم وغیرہ کی وجہ سے خرچ کرتا ہے۔ پس اگر اُس نے شرم کی وجہ سے یا ریا کی وجہ سے دیا ہے تو وہ لینے والے پر بھی حرام ہے اور اگر وہ انکار بھی کر دے تب بھی بسا اوقات اُس کو اس بات سے رنج ہوگا کہ وہ صورۃً بخیل بنا اس لئے ہر حال میں ایذار کا احتمال ہے جس کا سبب یہ سائل بنا اور ایذار دینا بلا مجبوری کے حرام ہے اور جب یہ بات ذہن نشین ہو گئی تو یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضورؐ کی طرف سے سوال کرنے پر اس قدر سخت وعیدیں کیوں وارد ہوئیں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو ہم سے سوال کرے گا اُس کو ہم دیدیں گے (ہم کیوں انکار کریں اپنے سوال کے جواز کا وہ خود ذمہ دار ہے) اور جو مستغنی ہوتا ہے (یعنی سوال نہیں کرتا یا اللہ تعالیٰ سے غنٰی کا طالب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو غنی کر دیتے ہیں اور جو ہم سے سوال نہ کرے وہ ہمیں زیادہ محبوب ہے اُس شخص کے مقابلہ میں جو سوال کرے۔

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے مستغنی رہو اور سوال جتنا بھی کم ہو اتنا ہی اچھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک سائل کو دیکھا کہ مغرب کے بعد سوال کر رہا ہے آپ نے کسی سے فرمایا کہ اس کو کھانا کھلا دو انھوں نے فوراً تعمیل کی اور کھانا کھلا دیا۔ حضرت عمرؓ نے پھر اس کی آواز سوال کی سُنی تو ان صاحب سے مطالبہ کیا کہ میں نے تم سے اس کو کھانا کھلانے کو کہا تھا۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں نے کھلا دیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سائل کی طرف دیکھا تو اُس کی بغل میں ایک جھولی پڑی ہوئی تھی جس میں بہت سی روٹیاں تھیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تو سائل نہیں بلکہ تاجر ہے یعنی نقیر نہیں بلکہ تجارت کے لئے سوال کرتا ہے تاکہ ان روٹیوں کو جمع کر کے فروخت کرے۔ اُس کے بعد اس کی جھولی چھین کر صدقہ کے اونٹوں کے سامنے الٹ دی اور اس کے دُرّہ مار کر کہا کہ پھر کبھی ایسا نہ کیجیو۔

امام غزالیؒ کہتے ہیں کہ اگر سوال حرام نہ ہوتا تو حضرت عمرؓ نہ تو اس کو مارتے اور نہ اسکی روٹیاں

چھینئے بعض لوگوں کو اس پر اعتراض ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا مارنا تو تنبیہ اور تادیب ہو سکتی ہے لیکن اُس کے مال کا چھیننا ظلم ہے شریعت نے کسی کا مال چھین لینے کی سزا نہیں بتائی۔ لیکن یہ اعتراض حقیقت کی ناواقفیت سے پیدا ہوا۔ بھلا حضرت عمرؓ کی فقاہت تک دوسروں کی رسائی کہاں ہو سکتی ہے کیا حضرت عمرؓ کے متعلق یہ گمان ہو سکتا ہے کہ ان کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ دوسرے کا مال لینا جائز نہیں؟ یا یہ گمان ہو سکتا ہے کہ باوجود مسئلہ معلوم ہونے کے ان کو فعل حرام یعنی سوال پر غصہ آگیا اور نعوذ باللہ غصہ میں ایسا کر گئے یا سوال سے آئندہ روکنے کی مصلحت کی وجہ سے ایسا طریق اختیار کیا جو ناجائز تھا اگر ایسا تھا تو یہ فعل خود ناجائز تھا۔ بلکہ بات یہ تھی کہ جب اُس نے بے ضرورت سوال کیا اور دینے والوں نے اُس کو فقیر اور محتاج سمجھ کر دیا تو یہ دھوکہ سے حاصل کرنے کی وجہ سے اُس کی مِلک میں نہ آیا تھا اور اصل مالکوں کا پتہ چلنا اب دشوار تھا تو یہ بمنزلہ لُقطہ کے تھا جس کے مالک کا پتہ نہیں ہے اس لئے اس کا مصرف (بیت المال کے) مصالحِ عامہ ہیں اس لئے صدقہ کے اونٹوں کو کھلا دیا۔ اس فقیر کا سوال کرنا ویسا ہی ہے جیسا کہ کوئی گنہگار شخص اپنے کو صوفی ظاہر کر کے صدقات لے لے اگر دینے والے کو اس کا حال معلوم ہو جائے تو کبھی بھی نہ دے ایسے شخص کو لینا جائز نہیں اُس کو ضروری ہے کہ مالک کو واپس کرے۔

جب یہ بات محقق ہو گئی کہ سوال صرف ضرورت میں جائز ہے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ضرورت کے چار درجے ہیں۔ اوّل درجہ اضطرار کا ہے۔ دوسرا سخت حاجت کا لیکن اضطراب کی حد سے کم تیسرا معمولی حاجت کا چوتھا عدم حاجت کا۔ پہلا درجہ مثلاً کوئی شخص ایسا ہے کہ اُس کو بھوک کی وجہ سے یا مرض کی وجہ سے ... ... ہلاکت کا اور مر جانے کا اندیشہ ہے یا ایسا ننگا ہے کہ اُس کے پاس کوئی کپڑا بدن چھپانے کو نہیں ہے تو ایسے شخص کو سوال کرنا جائز ہے[ع] بشرطیکہ جواز کی باقی شرطیں پائی جاتی ہوں اور وہ یہ ہیں:۔ (الف) جو چیز مانگے وہ چیز جائز ہو (ب) جس سے مانگے وہ طیبِ خاطر سے راضی ہو (ج) مانگنے والا کمانے سے عاجز ہو اگر وہ کمانے پر قادر ہے تو وہ لغو آدمی ہے جو بجائے کمانے کے سوال کرتا ہے۔ البتہ اگر کوئی طالبِ علم ہو جو اپنے اوقات کو طلبِ علم میں مشغول رکھتا ہو تو اُس کو مضائقہ نہیں کہ سوال کرلے اور چوتھا درجہ اس کے بالمقابل کوئی شخص ایسی چیز کا سوال کرے جو چیز اُس کے پاس موجود ہے مثلاً کپڑے کا سوال کرے اور بقدر ضرورت کپڑا اس کے پاس موجود ہے تو اس شخص کو سوال حرام ہے۔ یہ دو درجہ تو مقابل ہوئے ان کے درمیان دو درجے رہے ایک سخت حاجت کا۔ مثلاً کوئی شخص بیمار ہے اور دوا کے لئے دام نہیں ہیں لیکن مرض ایسا نہیں ہے جو ہلاکت کے درجہ کا ہو۔ یا مثلاً کسی کے پاس کپڑا تو ہے مگر سردی کا پورا بچاؤ اُس سے نہیں ہوتا۔ یہ درجہ بھی ایسا ہے کہ اس میں سوال کے جائز ہونے کی گنجائش ہے لیکن اُس کا ترک اولیٰ ہے ایسا

ع بلکہ بعض احوال میں واجب ہے اور مضطر کے لئے بغیر اجازت کے لینا بھی بعض اوقات جائز ہے ۱۲ ز

شخص اگر سوال کرے تو اُس کو ناجائز یا مکروہ تو نہ کہیں گے لیکن خلافِ اولیٰ کہیں گے بشرطیکہ اپنے سوال کی نوعیت ظاہر کردے۔ مثلاً یوں کہے کہ میرے پاس کپڑا تو ہے مگر سردی کے لئے کافی نہیں۔ ضرورت کے درجہ سے زیادہ کا اظہار نہ کرے۔ دوسرا درجہ کم حاجت کا ہے۔ مثلاً اس کے پاس روٹی کے دام تو ہیں سالن کے لئے دام نہیں ہیں۔ یا پھٹے پُرانے کپڑے ہیں اور وہ ایک کرتہ ایسا بنانا چاہتا ہے جو ان پر باہر جانے کے وقت پہن لیا کرے تاکہ لوگوں پر بوسیدہ کپڑے ظاہر نہ ہوں تو ایسے شخص کے لئے سوال جائز تو ہے مگر کراہت کیساتھ بشرطیکہ جس درجہ کی ضرورت ہے اس کو ظاہر کردے اور ان تین چیزوں میں سے کوئی بات نہ پائی جائے جو پہلے گذر چکیں۔ یعنی ایک یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی شکایت نہ ہو یعنی ایسی طرح سوال کرے جس سے شکایت نہ ٹپکتی ہو۔ دوسرے اپنی ذلّت نہ ہو۔ تیسرے جس سے مانگے اُس کو اذیت نہ ہو اگر یہ کہا جائے کہ ان تینوں چیزوں سے خالی ہونے کی کیا صورت ہے؟

تو میں بتاتا ہوں کہ شکوے سے خالی ہونے کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ساتھ ہو اور اپنی عدم ضرورت کا اظہار بھی ہو فقیروں کی طرح سے سوال نہ کرے۔ مثلاً یوں کہے کہ ضرورت کا درجہ تو ہے نہیں، ضرورت کی مقدار اللہ کا شکر ہے میرے پاس موجود ہے لیکن یہ نفس ایک اچھے کپڑے کی خواہش کرتا ہے اور ذلّت سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ اپنے باپ بھائی یا کسی ایسے دوست سے سوال کرے جس کے متعلق یہ گمان ہو کہ اس سوال سے اُس کی نگاہ میں ذلّت نہ ہوگی۔ یا ایسے کریم سے سوال کرے جس کے یہاں صدقات کا زور ہو کہ اُس کے سوال کرنے سے اُس کو مسرّت ہو۔ اور ایذا سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً خصوصی سوال کسی سے نہ کرے بلکہ عمومی سوال کرے یا ایسے انداز سے کرے کہ اگر وہ شخص جس سے سوال کیا ہے ٹالنا چاہے تو ٹال سکے۔

اور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جو چیز دینے والے نے شرم کی وجہ سے یا زور دینے سے مجبور ہو کر بادلِ ناخواستہ دی ہے اُس کا لینا اجماعاً حرام ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کا مال مار کر زبردستی چھین لیا ہو۔ اسلئے کہ کسی شخص کے ظاہر بدن کو مارنا اور دل کو ملامت اور شرم کے کوڑے سے مارنا برابر ہے البتہ مضطر کیلئے یہ حق ہے کہ بغیر طیبِ خاطر کے بھی لے لے لیکن معاملہ احکم الحاکمین سے ہے اور حالات سب اس کے سامنے عیاں ہیں وہ ہر شخص کی حالت کو خوب جانتا ہے نیز ایسے دوستوں سے سوال میں بھی مضائقہ نہیں جن کے متعلق یہ اندازہ ہو کہ وہ سوال سے خوش ہوں گے۔[1]

علامہ زبیدیؒ فرماتے ہیں کہ ان وعیدات میں سوال سے مُراد اپنی ذات کے لئے سوال ہے جو سوال کسی دوسرے کے لئے ہو وہ اس میں داخل نہیں بلکہ وہ اُس کی اعانت ہے نیز وہ سوال میں داخل

---

[1] احیاء مختصراً

نہیں جو اپنے لئے ہو لیکن اپنے اعزہ اور دوستوں سے ہو اس لئے کہ وہ اس سے خوش ہوتے ہیں[1] لیکن یہ شرط ہے کہ یہ ایسی جگہ ہو گا جہاں اعزہ اس سے خوش ہوتے ہوں اور جہاں ایسا نہ ہو وہاں تو اہلِ قرابت کو اذیت دینا اور بھی زیادہ سخت ہے البتہ جو اعزہ کریم ہوتے ہیں وہ اس سوال سے خوش ہوتے ہیں مجھے خود اس کا ذاتی تجربہ ہے اور بہت کثرت سے واقعات اس کے شاہد ہیں۔ میری والدہ کی ایک حقیقی خالہ ہیں جو اب تک بھی حیات ہیں میرے بچپن سے اُن کا دستور مجھے کاندھلہ کے ہر سفر میں دو پیسے دینے کا تھا جب میں صاحبِ اولاد ہو گیا اور انھوں نے میرے بچوں کو بھی دو دو پیسے دینا شروع کر دیئے تو میں نے بہت اصرار سے اپنے دو پیسے کے بجائے چار پیسے کرائے اور یہ کہکر کرائے کہ تم مجھے اور میری اولاد کو ایک درجہ میں رکھتی ہو؟ مجھے ہمیشہ یاد رہے گا کہ میرے ان چار پیسوں کا مطالبہ ان کے لئے اس قدر مسرت کا سبب ہوتا ہے کہ مجھے بھی ان کی خوشی سے لطف آجاتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات اگر ان کے پاس اُس وقت کچھ نہ ہوا تو میں نے خود ان کی کچھ نذر کیا تاکہ اس میں سے وہ میرے پیسے مجھے مرحمت فرمادیں۔ اس لئے کہ ان کو ان میں سے دینے سے بھی اُتنی ہی خوشی ہوتی تھی اور اس کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا کہ یہ میں اسی کے پیسوں میں سے دے رہی ہوں۔

اسی طرح میرے والد صاحبؒ کے ایک حقیقی ماموں مولانا شمس الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے ہمیشہ سے ان کا معمول مجھے ہر سفر میں ایک روپیہ مرحمت فرمانے کا تھا جب میرے اولاد ہو گئی تو انھوں نے بجائے میرے ان کی طرف اُس کو منتقل کر دیا۔ میں نے زبردستی اپنے روپیہ کا اجرار کرایا میں نے ان سے کہا کہ بچوں کو آپ دیں یا نہ دیں میں ان کا ذمہ دار نہیں ہوں میرا روپیہ بند نہیں ہو گا مجھے ہمیشہ یاد رہے گا اور جب بھی یاد آجاتا ہے میں ہمیشہ ان کے لئے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کی مغفرت فرماکر اپنی عالی شان کے موافق اجرِ جزیل عطا فرمائے کہ ان کو میرے اس مطالبہ سے کس قدر مسرت ہوتی تھی اکثر قہقہہ سے ہنسا کرتے تھے اور بار بار میرے اس لفظ کو دُہراتے "ہاں جی میرا روپیہ بند نہیں ہو گا میں کہتا کہ ہرگز بند نہ ہو گا"

اور بھی مجھے اپنے اعزہ اور احباب سے اس نوع کے واقعات کا سابقہ پڑا ہے۔ یہ میں نے اسلئے لکھا کہ آج کل تعلقات بالخصوص آپس داری کے عام طور سے ایسے خراب ہوتے جاتے ہیں کہ یہ بات اب ذہنوں میں آنا بھی دشوار ہو جائے گی کہ عزیزوں کا سوال باعث مسرت بھی ہو سکتا ہے۔

دوسری چیز علامہ زبیدیؒ نے یہ لکھی ہے کہ اگر دوسرے کے واسطے کوئی شخص سوال کرے تو وہ اس میں داخل نہیں ہے۔ یہ ظاہر ہے اور پہلی فصل میں جتنی روایات کسی دوسرے کے لئے اعانت اور مدد کی

---

[1] انحاف ۔ طباعت کے وقت انتقال ہو گیا غفر اللہ لہا ناظرین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے ۱۲ ز

گذری ہیں وہ سب اس کے لئے دلیل ہیں۔ اسی طرح طلب علم کی مشغولی سوال کی ذلت سے اہم ہے۔ مُلّا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کمانے پر قادر ہے اور علمی اشتغال کی وجہ سے اُس کو نہیں کرتا تو اُس کو زکوٰۃ کا لینا بھی جائز ہے اور صدقاتِ تطوع کا لینا بھی۔ اور اگر باوجود قدرت کے کمانا نوافل اور عبادات میں مشغولی کی وجہ سے چھوڑا ہے تو اُس کو مالِ زکوٰۃ کا سوال جائز نہیں ہے صدقاتِ تطوع سے سوال میں مضائقہ نہیں گو کراہت ہو اور اگر کوئی جماعت اصلاحِ نفس اور تزکیۂ باطن کے لئے مجتمع ہے تو بہتر یہ ہے کہ کوئی ایک شخص ان سب کے لئے روٹی کپڑا جمع کر لیا کرے[1]

علمی اشتغال چاہے علومِ ظاہرہ ہوں یا علومِ باطنہ یقیناً بہت زیادہ اہم ہے اور ایسے لوگوں کیلئے یقیناً کسی دوسری چیز میں مشغول ہونا ہرگز نہ چاہئے اور محض نادانوں، احمقوں کے طعن تشنیع کے خوف سے اس اہم مشغلہ کے ساتھ کمائی وغیرہ کی طرف لگنا جاہلوں کے طعن کے خوف سے اپنی قیمتی مایہ کو ضائع کرنا ہے۔ نادانوں کے طعن تشنیع سے نہ اہلِ علم کبھی بچے نہ انبیائے کرامؑ بچے۔

آجکل یہ وبا بہت عام ہوتی جا رہی ہے کہ اہلِ علم کو اپنا گذر چلانے کے لئے کسی صنعت وحرفت کا سیکھنا ضروری ہے اور اہلِ علم بھی دنیاداروں کے طعن تشنیع سے بددل ہو کر اس کی اہمیت کو محسوس کر رہے ہیں اور مدارسِ عربیہ دینیہ میں یہ سلسلے بھی جاری ہو رہے ہیں لیکن یہ علم کو بہت زیادہ نقصان دینے والی چیز ہے اس میں اسلاف کے نمونے سامنے رکھے جاتے ہیں جنھوں نے اپنے معاش کے لئے تجارت وحرفت وغیرہ کے مشاغل اختیار کرتے ہوئے دین کی اور علم کی خدمت کی اور یقیناً اگر اللہ جل شانہٗ توفیق عطا فرمائے تو یہ طریقہ بہترین طریقہ ہے مگر ہم لوگوں کے قلوب اور ہمارے قویٰ اور ہمارے احوال نہ تو اس کے متحمل ہیں کہ ہم لوگ دو کام بیک وقت کر سکیں اور نہ ہماری طبعِ نفس اور حُبِّ دنیا اسکی گنجائش دیتی ہے کہ مال کی بڑھوتری کے اسباب پیدا ہونے کے باوجود اللہ کے کام کے واسطے دین کی خاطر علم کی خاطر ہم اپنے اوقات کو دنیا کمانے کے مشاغل سے زیادہ سے زیادہ فارغ کر سکیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ابتدا میں دونوں کام شروع کئے اور آخر میں علمی مشغلہ پر دنیا کی کمائی اور طلب غالب آگئی جس کے بارہا تجربے ہو چکے ہیں۔

امام غزالیؒ نے طلبِ علم کے جو دس آداب لکھے ہیں اُس میں لکھتے ہیں کہ چوتھا ادب یہ ہے کہ دنیا میں مشغولی کو بہت ہی کم کر دے اور اپنے اہل اور وطن سے دُور چلا جائے اس لئے کہ تعلقات کی کثرت مشغولی کا سبب ہوتی ہے اور مقصد سے ہٹانے والی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کے لئے دو دل نہیں بناتے کہ ایک دل علم میں مشغول رہے اور دوسرا دنیا کمانے میں یہ قرآن پاک کی آیت

---

[1] مرقاۃ

مَاجَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ کی طرف اشارہ ہے) اور جتنا زیادہ اپنے فکر و غور کو متفرق چیزوں میں مشغول کرو گے علوم کے حقائق سے دُور رہو گے اسی وجہ سے کہا گیا کہ علم تجھے اپنا تھوڑا سا حصہ جب دے گا جب تو اپنے آپ کو پورا کا پورا علم کی نذر کر دے گا۔ اور جو غور و فکر متفرق اُمور کی طرف منتشر رہتا ہے اُس کی مثال اُس نالی کی سی ہے جس کی ڈول ٹوٹ گئی ہو کہ اُس میں سے پانی اِدھر اُدھر نکلے گا اور بہت کم کھیت میں پہنچے گا۔[1]

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ واقعی علم حاصل کرنا مقصود ہو محض روٹی کھانے اور صدقات کا مال جو آدمیوں کا میل ہے جمع کرنا مقصود نہ ہو۔ امام غزالیؒ وہ وعیدات جو بُرے عالموں کے بارے میں وارد ہوئی ہیں ذکر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان سے معلوم ہوا کہ دنیادار عالم حالت کے اعتبار سے بہت زیادہ خسیس ہے اور عذاب کے اعتبار سے بہت زیادہ عذاب کا مستحق ہے بہ نسبت جاہل کے اور کامیاب صرف وہی علماء ہیں جو آخرت کے عالم ہیں اور آخرت کے عالم کے لئے چند علامات ہیں جن میں سے پہلی یہ ہے کہ اپنے علم سے دنیا کمانا مقصود نہ ہو۔ عالم کا سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ دنیا کی حقارت، دنیا کا کمینہ پن، دنیا کی گندگی، اُس کا فانی ہونا اُس کو مستحضر ہو وہ آخرت کی بڑائی اُس کی پائیداری اس کی عمدگی اُس کی نعمتوں کی پاکیزگی، اُس کی رفعتِ شان کو پانے والا ہو اور اس بات کو خوب سمجھتا ہو کہ دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں جب وہ ایک کو راضی کرے گا دوسری ناراض ہو گی (جیسا کہ حدیث میں یہی مضمون آیا ہے) اور یہ سمجھے کہ دنیا اور آخرت بمنزلہ ترازو کے دو پلڑوں کے ہیں جونسا ایک جھک جائے گا اور دوسرا اوپر چڑھ جائے گا جو شخص دنیا کی حقارت کو نہ سمجھتا ہو وہ فاسد العقل ہے وہ علماء میں سے کیسے ہو سکتا ہے؟

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا عذاب دل کی موت ہے اور دل کی موت آخرت کے عمل سے دنیا کی طلب ہے (یعنی دین کا کام اس غرض سے کرنا کہ اُس سے دنیا کی مال و دولت یا عزت وجاہت کمائی جائے) یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ علم و حکمت کی رونق جاتی رہتی ہے جب ان سے دنیا کمائی جائے۔ حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ جب عالم کو امراء کے دروازوں پر دیکھو تو وہ چور ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب کسی عالم کو دنیا سے محبت رکھنے والا سمجھو تو اُس کو اپنے دین کے بارے میں متہم سمجھنا اس لئے کہ ہر شخص اُسی میں گھسا کرتا ہے جس سے اُس کو محبت ہو۔[2]

لہٰذا یہ تو ضروری ہے کہ علماء کو اپنے نفس کو ہر وقت متہم سمجھتے ہوئے اُس کی سختی سے نگرانی کرتے رہنا چاہئے۔ ہر وقت اس فکر میں ضرور رہنا چاہیئے کہ کہیں دنیا کی محبت جو ہر خطا کی جڑ ہے غیر محسوس

---

[1] احیاء [2] احیاء مختصراً

طریقہ سے جڑ نہ پکڑے اور دنیا سے بے رغبتی بلکہ نفرت راسخ ہو جانے کے بعد نہ سوال میں مضائقہ ہے، نہ صدقات وزکوٰۃ کے لینے میں۔ بلکہ صدقات والوں کا اہم وظیفہ ہے کہ اہلِ علم کو مقدم کریں جیسا کہ پہلے صدقہ ادا کرنے کے آداب میں گذر چکا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس ناپاک دنیا کے کتے کو بھی اس مہلک مرض سے نجات عطا فرمائے کہ دنیا طلبی ایسا مہلک مرض ہے جو آہستہ آہستہ ترقی کرتا رہتا ہے اور وہ صرف مال ہی کے حاصل کرنے میں مضمر نہیں ہے بلکہ جاہ کے حاصل کرنے میں مال سے بھی زیادہ سُرعت کے ساتھ بڑھتا ہے اور دینی ماحول میں یہ مرض حُبِّ دنیا سے بھی زیادہ ترقی کرتا ہے۔

(۳) عن حکیم بن حزام قال سألت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاعطانی ثم سألتہ فاعطانی ثم قال یا حکیم ان ھٰذا المال خضر حلو فمن اخذہ بسخاوۃ نفس بورک لہ فیہ ومن اخذہ باشراف نفس لم یبارک لہ فیہ وکان کالذی یأکل ولا یشبع والید العلیا خیر من الید السفلٰی قال حکیم فقلت یا رسول اللّٰہ والذی بعثک بالحق لا ارزأ احدا بعدک شیئا حتی افارق الدنیا متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ

حکیم بن حزامؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سوال کیا حضورؐ نے عطا فرمایا۔ میں نے پھر مانگا حضورؐ نے پھر مرحمت فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے حکیم یہ مال سر سبز میٹھی چیز ہے یعنی خوشنما ہے دیکھنے میں لذیذ ہے دلوں میں پس جو شخص اس کو نفس کی سخاوت (یعنی استغنار) سے لیتا ہے اُس کے لئے تو اس میں برکت دی جاتی ہے اور جو اس کو اشرافِ نفس (یعنی حرص اور طمع جیسا کہ آئندہ حدیث کے ذیل میں آئے گا) کے ساتھ لیتا ہے اس کے لئے اس میں برکت نہیں ہوتی وہ ایسا ہے جیسا کوئی (بھوک کا مریض کہ) کھاتا رہے اور پیٹ نہ بھرے اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے (یعنی نہ مانگنے والا ہاتھ مانگنے والے سے اچھا ہے) حکیمؓ فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اب آپ کے بعد مرنے تک کبھی کسی کو نہیں تکلیف دونگا

ف ۔ یعنی اب ساری عمر کبھی کسی سے سوال نہیں کروں گا۔ بعض روایات میں اس حدیث کے بعد یہ مضمون بھی ہے کہ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضؓ اپنے خلافت کے زمانہ میں حضرت حکیمؓ کو بلاتے تاکہ ان کا جو حق بیت المال کے فئی میں ہے وہ ان کو مرحمت فرماویں وہ لینے سے انکار کر دیتے۔ پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی یہی معمول رہا کہ وہ حکیمؓ کو ان کا حصہ دینے کو بلاتے وہ لینے سے انکار کر دیتے۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو اس پر گواہ بنایا کہ وہ حکیمؓ کا حصہ دینے کو بلاتے ہیں وہ قبول نہیں کرتے۔ لیکن حضرت حکیمؓ نے اپنے انتقال تک کسی سے نہ لیا[۱] ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال آیا

---

[۱] ترغیب

اول حضورؐ نے حضرت عباسؓ کو اُس میں سے عطا فرمایا اُس کے بعد حضورؐ نے حکیمؓ کو بلایا اور لپ بھر کر عطا فرمایا انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کا لینا میرے لئے اچھا ہے یا بُرا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا بُرا ہے۔ انھوں نے واپس کر دیا اور قسم کھائی کہ میں کسی کی بھی عطا قبول نہیں کروں گا۔ پھر حکیمؓ نے درخواست کی یا رسول اللہ میرے لئے دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ میرے یہاں برکت عطا فرمائے حضورؐ نے دعا کی کہ حق تعالیٰ شانہٗ انکے ہاتھ کی کمائی میں برکت عطا فرمائے۔[1]

حضرت معاویہؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مانگنے میں اصرار نہ کیا کرو خدا کی قسم جو شخص مجھ سے کوئی چیز مانگے اور محض اس کے مانگنے کی وجہ سے اپنی طبیعت کے خلاف میں کوئی چیز اس کو دوں تو اس میں برکت نہ ہوگی۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جس شخص کو میں طیبِ نفس سے کوئی چیز دوں اُس میں تو برکت ہوگی اور جس شخص کو اُس کی طمع اور سوال کی وجہ سے بغیر طیبِ خاطر کے کوئی چیز دوں گا وہ ایسا ہوگا جیسا کہ آدمی کھاتا رہے اور پیٹ نہ بھرے۔ حضرت ابنِ عمرؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سوال میں اصرار نہ کیا کرو جو شخص اصرار کی ساتھ ہم سے کوئی چیز لے گا اُس میں برکت نہ ہوگی۔[2]

قرآن پاک میں بھی اس پر تنبیہ فرمائی گئی چنانچہ ارشاد ہے لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (بقرہ ع ۳۷)، "کہ لوگوں سے اصرار سے نہیں مانگتے"۔

حضرت عائشہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ یہ مال سرسبز اور میٹھی چیز ہے پس جس شخص کو ہم اس میں سے کوئی چیز اپنی طیبِ نفس سے دیں ایسی حالت میں کہ لینے والے کی طرف سے روزی لینے کی اچھی حالت ہو (یعنی استحقاق کے اعتبار سے بہترین مستحق ہو سوال کے اعتبار سے جائز طلب ہو مبالغہ نہ ہو) اور اُس کی طرف سے طمع نہ ہو تو اس مال میں اُس کے لئے برکت دی جاتی ہے۔ اور جس شخص کو ہم کوئی چیز ایسی طرح دیں کہ ہماری طیبِ خاطر نہ ہو اور اُس کی طرف سے لینے کی اچھی حالت نہ ہو اور اس کی طمع شامل ہو تو اُس میں برکت نہیں ہوتی۔[3]

برکت ایسی اہم اور قابلِ قدر چیز ہے کہ اُس میں تھوڑی سی چیز میں بہت سی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ پہلے اس نوع کے واقعات گذر چکے ہیں کہ ایک پیالہ دودھ بہت سے اصحابِ صُفّہ کو کافی ہوگیا یہ آخر برکت ہی تو تھی۔ اور اس زمانہ میں بھی بسا اوقات اس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے گو ویسا نہ ہو جیسا کہ حضورؐ کے لئے برکت کا نمونہ ظاہر ہوتا تھا اور ویسا ہو بھی نہیں سکتا لیکن اس زمانہ اور حالات کے اعتبار سے بہت مرتبہ اس کا تجربہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل سے کسی چیز میں ایسی برکت فرما دیتے ہیں کہ دیکھنے والے تعجب میں رہ جاتے ہیں۔ اور اس کے بالمقابل بے برکتی ایسی منحوس چیز ہے کہ جتنا بھی کماتے جاؤ کبھی کافی

---

[1] ترغیب [2] ایضاً [3] ایضاً

نہیں ہوتا جس کی مثال حضورؐ کے پاک کلام میں قریب ہی گذری ہے کہ کھائے جاؤ پیٹ نہ بھرے۔ اس بے برکتی میں ایک اپنا ہی تجربہ خود اپنے ہی اوپر اور اپنی حماقت کا اظہار کرتا ہوں مجھے بچپن میں بیت بازی کا بہت شوق تھا اور چونکہ والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی طرف سے باوجود ان کے تشدّد اور سختیوں کے اس فعل پر نکیر نہ تھی اس لئے یہ مرض ترقی پذیر تھا اور بلا مبالغہ ہر زبان کے ہزاروں شعر یاد تھے جو اَب نہیں رہے۔ میرا اہم ترین کھیل یہ تھا کہ اپنے مخصوص اعزہ جب کہیں ایک جگہ اتفاقیہ جمع ہو جاتے تو یہ مشغلہ شروع ہو جاتا۔ مجھے اپنے ابتدائی مدرسی کے زمانہ میں ایک شب کے لئے کیرانہ جانے کا اتفاق ہوا جہاں میرے پھوپھی زاد بھائی وکالت کرتے تھے وہ بھی اس مشغلہ کے شوقین یا مریض تھے میری وجہ سے اَور بھی بعض اعزہ جمع ہو گئے اور حسبِ معمول عشاء کی نماز کے بعد یہ بے کار مشغلہ شروع ہو گیا۔ سردی کا زمانہ تھا انھوں نے تین سیر دودھ اس خیال سے منگا رکھا تھا کہ رات کو دو تین مرتبہ تو چائے کا دَور آخر چلے ہی گا۔ مگر اس خیال سے کہ ابھی تھوڑا سا وقت گذر جائے تو چائے پکائی جائے گی چار پکانے کی نوبت بھی نہ آئی تھی میرے اندازہ کے موافق آدھ گھنٹہ پون گھنٹہ گذرا ہو گا کہ مجھے پیشاب کی ضرورت ہوئی اور باہر آیا تو آسمان پر مشرق کی جانب ایسی تیز سفیدی نظر آئی کہ حیرت ہو گئی کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ سفیدی کیا چیز ہے اُس کے دیکھنے کے واسطے میں نے دوسرے اعزہ کو آواز دی سب اُس کو دیکھ کر متحیّر تھے کہ یہ سفیدی کس چیز کی ہے مختلف قیاسات گھڑے جا رہے تھے کہ چاروں طرف سے اذانوں کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں جس سے معلوم ہوا کہ وہ صبح صادق ہے وہ دن بھی عجیب حیرت میں گذرا کہ رات کہاں نکل گئی اور اُس کے بعد سے اب تک بھی جب خیال آجاتا ہے ایک سناٹا سا گذر جاتا ہے کہ اُس رات میں اس قدر بے برکتی کیوں ہوئی اور اب تو جب کبھی اُس رات کا خیال آجاتا ہے تو حیرت کے علاوہ ایک عبرت اور افسوس بھی ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد ساری عمر ہی اُس رات جیسی ہو گی۔ اُسی دن میرے موصوف بھائی نے اپنے والد میرے پھوپا مولانا رضی الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جو ایک بزرگ ہستی حضرت قطب عالم گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے حدیث میں شاگرد تھے خواب میں دیکھا فرما رہے ہیں کہ میاں زکریا بھی کیسے بزرگ ہیں اس طرح رات کو ضائع کر دیتے ہیں۔ کچھ انھیں کی توجّہ کا اثر ہو گا کہ اُس کے بعد سے پھر کبھی اس مشغلہ کی نوبت نہ آئی۔ لیکن عمر بھر کی حیرت کے لئے یہ کیرانہ کی رات مجھے تعجب میں ڈالنے کیلئے کافی ہے۔ اور اس واقعہ سے دو چیزیں ایسی ذہن نشین ہو گئیں کہ ان میں ذرا بھی استبعاد نہیں رہا۔ ایک تو بزرگوں کے وہ واقعات اور حالات جن کے متعلق تواریخ میں اس قسم کی چیزیں ذکر کی جاتی ہیں کہ ساری رات نماز میں گذار دی عشاء کی وضو سے صبح کی نماز پڑھ لی رات رات بھر مناجات میں گذار دی کہ اس نوع کے جتنے واقعات ہیں وہ سب قرینِ قیاس ہیں لذّت اور انہماک یقیناً ایسی چیز ہے کہ اُس کے حاصل ہونے کے بعد نہ رات کا طُول رہ سکتا ہے، نہ نیند کا حملہ۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے لطف سے ان حضرات

کو ان عبادات میں لذت کا مرتبہ عطا فرمایا یہ اس کو وصول کرتے ہیں جن کو ان میں لذت نہیں ہے ان کو جتنا بھی دشوار اور پہاڑ معلوم ہو ظاہر ہے۔

اور دوسری چیز جو اپنے تجربہ سے ذہن میں آئی وہ ایک حدیث پاک کا مضمون ہے کہ قیامت کا سخت ترین دن جو پچاس ہزار برس کے برابر ہے بعض لوگوں پر ایسا گذر جائے گا جیسا کہ ایک نماز یا ایک نماز سے دوسری نماز تک کا وقت ہوتا ہے۔ یقیناً یہ حضرات جن کے پاس معاصی نہ ہونے سے خوف کا گذر نہ ہو اپنے نیک اعمال کی وجہ سے لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ الآیۃ کے مصداق ہیں کہ نہ انکو اس دن کوئی خوف ہو گا نہ وہ غمگین ہوں گے وہ عرش کے سایہ تلے اپنے کارناموں کی لذائذ میں مشغول اور منہمک ہوں گے۔ ان پر یہ طویل وقت جتنا بھی مختصر سے مختصر گذر جائے میرے لئے تو اپنا تجربہ اس کی تائید کرتا ہے۔

(۴) عن خالد بن علی الجہنی قال سمعتُ رسولَ اللّٰہِ صلّی اللّٰہُ علیہِ وسلم یقولُ من بلغہ عن اخیہ معروفٌ من غیرِ مسئلۃ ولا اشراف نفس فلیقبلہ ولا یردہ فانما ہو رزق ساقہ اللّٰہ عزّ وجلّ الیہ رواہ احمد باسناد صحیح وابن حبان فی صحیحہ والحاکم کذا فی الترغیب۔

حضرت خالد بن علیؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کو بغیر سوال کے اور بغیر اشرافِ نفس یعنی (طمع اور حرص) کے اپنے بھائی کی طرف سے کوئی چیز پہنچے اُس کو قبول کر لینا چاہئے اسکو رُد نہ کرنا چاہئے یہ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے روزی ہے جو اُس کو بھیجی گئی ہے۔

ف: متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ بلا طلب اور بلا طمع کے اگر کوئی ہدیہ ملے تو اُس کو قبول کرنا چاہئے اس لئے کہ اُس کے واپس کرنے میں اللہ کی نعمت کا کفران ہے اور ٹھکرانا ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر اکابر باوجود طبیعت نہ چاہنے کے بھی قبول کرتے ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطا کے طور پر کچھ مرحمت فرماتے میں عرض کر دیتا کہ حضورؐ کسی ایسے شخص کو مرحمت فرما دیں جو مجھ سے زیادہ حاجت مند ہو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں لے لو جب کوئی مال ایسی طرح آوے کہ نہ اُس کا سوال کیا جائے نہ اُس میں اشرافِ نفس ہو تو اس کو لے لیا کرو۔ پھر اگر دل چاہے اُس کو اپنے کام میں لاؤ اور دل نہ چاہے صدقہ کر دیا کرو اور جو مال خود نہ آئے اسکی طرف دھیان بھی نہ لگاؤ۔

حضرت ابن عمرؓ کے صاحبزادہ حضرت سالمؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی وجہ سے حضرت ابن عمرؓ کی یہ عادت تھی کہ کبھی کسی سے سوال نہ کرتے تھے اور کہیں سے کچھ آتا تو اُس کو رَد نہ فرماتے۔

اسی قسم کا قصہ حضرت عمرؓ کا بھی پیش آیا کہ حضورؐ نے ان کو کچھ مرحمت فرمایا حضرت عمرؓ نے اُس کو واپس کر دیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ واپس کیوں کر دیا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ آپ ہی نے تو یہ ارشاد فرمایا تھا

کہ ہمارے لئے یہی بہتر ہے کسی سے کوئی چیز نہ لیا کریں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس سے مانگ کر نہ لینا مراد ہے جب بغیر مانگے کوئی چیز ملے تو وہ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے روزی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ پھر حضورؐ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اب سے کبھی کسی سے کوئی چیز نہ مانگوں گا اور بلا طلب ملے گی اُس کو قبول کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن عامرؓ نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں کچھ دام اور کچھ کپڑا کسی قاصد کے ہاتھ بھیجا حضرت عائشہؓ نے یہ کہکر واپس کر دیا کہ میری عادت تو کسی سے لینے کی نہیں ہے۔ جب وہ قاصد واپس جانے لگا گھر سے نکلا ہی تھا حضرت عائشہؓ نے اس کو واپس بلایا اور اُس ہدیہ کو رکھ لیا اور یہ فرمایا کہ مجھے ایک بات یاد آگئی۔ حضورؐ نے مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ عائشہ بے مانگے کوئی چیز ملے تو اُس کو لے لینا وہ اللہ کی طرف سے روزی ہے جو تمہاری طرف بھیجی گئی۔ غالباً یہ ابتدائی قصہ ہوگا اس کے بعد حضرت عائشہؓ ہدایا قبول کرنے لگیں متعدد روایات میں متعدد صحابۂ کرامؓ سے بڑی بڑی رقمیں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں پیش ہونا اور حضرت عائشہؓ کا ان کو لے کر ہاتھ کے ہاتھ تقسیم کر دینا وارد ہوا ہے۔

واصل بن خطابؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ کسی سے کچھ مانگنا نہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں مانگنے کے متعلق میں نے کہا ہے لیکن بغیر مانگے اگر اللہ تعالیٰ کوئی چیز مرحمت فرمادیں تو اُس کو لے لینا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بھی حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ شانہٗ بے مانگے کوئی چیز دلوائیں تو اُس کو قبول کرنا چاہئے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کی روزی بھیجی گئی ہے۔

عابد بن عمرؓ بھی حضورؐ سے یہی نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کو کوئی روزی بغیر مانگے اور بغیر اشرافِ نفس کے پیش کی گئی ہو اُس سے اپنے خرچ میں وسعت پیدا کرنا چاہئے اور اگر خود کو اُس کی حاجت نہ ہو تو پھر کسی ایسے شخص کو دیدینا چاہئے جو اپنے سے زیادہ ضرورت مند ہو۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے عبداللہؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ اشرافِ نفس کیا چیز ہے؟ اُنھوں نے فرمایا کہ تو اپنے دل میں یہ خیال کرے کہ یہ شخص مجھے کچھ دے گا فلاں شخص مجھے کچھ بھیجے گا۔[1]

اشراف کے اصل معنی جھانکنے کے ہیں۔ اشرافِ نفس یہ ہے کہ نفس اُس کو جھانک رہا ہو اُسکی تاک میں لگا ہوا ہو جیسا کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ دل میں یہ خیال ہو کہ یہ مجھے کچھ عطا کرے گا۔ اسی وجہ سے اکثر علماء اس کو حرص و طمع سے تعبیر کرتے ہیں کہ اُس میں بھی نفس کی خواہش ہوتی ہے کہ مجھے مل جائے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اشرافِ نفس کے معنی بعض نے شدتِ حرص کے فرمائے ہیں اور بعض علماء نے

---

[1] ترغیب

کہا ہے کہ اشرافِ نفس یہ ہے کہ دینے والا گرانی کے ساتھ عطا کرے۔

امام غزالیؒ اس چیز کے قبول کرنے کے آداب میں جو بے طلب کہیں سے آئے لکھتے ہیں کہ اس میں تین چیزیں قابلِ غور وفکر ہوتی ہیں۔ ایک تو مال، دوسرے دینے والے کی غرض، تیسرے لینے والے کی غرض یعنی اوّل تو مال کو دیکھنا ہے کہ وہ کیسا ہے؟ اگر حرام مال ہے یا مشتبہ ہے تو اُس سے احتراز ضروری ہے اس کے بعد دوسری چیز دینے والے کی غرض کو دیکھنا ہے کہ وہ کس نیّت سے دیتا ہے۔ یعنی ہدیہ کی نیّت سے دے رہا ہے جس سے دوسرے کا دل خوش کرنا اور اُس کی محبّت کا بڑھانا مقصود ہو۔ یا صدقہ کی نیّت سے دے رہا ہے یا اپنی شہرت اور نمود کی غرض سے دے رہا ہے (یا کسی اور فاسد غرض سے دے رہا ہے جس کا بیان دوسری حدیث میں آرہا ہے)۔ پس اگر محض ہدیہ ہے تو اُس کا قبول کرنا سنّت ہے (بہت سی احادیث میں ہدیہ کے دینے کی اور قبول کرنے کی ترغیبات آئی ہیں) بشرطیکہ اُس میں لینے والے پر منت (احسان اور بوجھ نہ ہو) اگر منت ہو تو رُد کرنے میں مضائقہ نہیں اور اگر ہدیہ کی مقدار زیادہ ہونے پر منت ہو تو اُس میں سے کچھ مقدار لے لینے میں اور کچھ مقدار واپس کردینے میں مضائقہ نہیں حضورؐ کی خدمت میں ایک شخص نے گھی اور پنیر اور ایک مینڈھا پیش کیا حضورؐ نے گھی اور پنیر قبول فرمالیا مینڈھا واپس کردیا۔ اور حضورؐ کی یہ عادت شریفہ بھی تھی کہ بعض کا ہدیہ قبول فرمالیتے اور بعض کا رَدّ فرمادیتے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا میرا یہ ارادہ ہے کہ کسی شخص کا ہدیہ قبول نہ کروں بجز ان لوگوں کے جو قریشی ہوں یا انصاری یا ثقفی یا دوسی اور اس ارشاد کا مبنیٰ یہ تھا کہ ایک اعرابی نے حضورؐ کی خدمت میں ایک اُونٹنی پیش کی حضورؐ کی عادت شریفہ چونکہ ہدیہ کا بدلہ مرحمت فرمانے کی تھی اسلئے اُس کے بدلہ میں حضورؐ نے چھ اونٹ اُس کو دیئے جو اُس نے کم سمجھے کہ وہ ان سے بھی زائد کا امیدوار تھا اور اس پر اس نے ناگواری کا اظہار کیا جب حضورؐ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو حضورؐ نے وعظ میں اس واقعہ کو ذکر فرماکر اپنے اس ارادہ کا اظہار فرمایا اور جن لوگوں کو مستثنیٰ کیا ان کے اخلاص پر حضورؐ کو اعتماد تھا۔[1]

اور حضرات تابعین کا بھی یہ معمول کثرت سے نقل کیا گیا کہ بعض ہدیہ قبول فرمالیتے بعض کو رَدّ فرمادیتے فتح بن شخرفؒ موصلی کی خدمت میں کسی نے ایک تھیلی پچاس درم کی پیش کی۔ انھوں نے فرمایا مجھے حضورؐ کا یہ ارشاد پہنچا ہے کہ جس شخص کے پاس بلا طلب کوئی رزق آئے اور وہ اُس کو واپس کردے تو وہ اللہ کی روزی کو واپس کرتا ہے۔ اس کے بعد اُنھوں نے وہ تھیلی لی اور اُس میں سے ایک درم قبول کرکے باقی کو واپس کردیا۔ حسن بصریؒ بھی اس حدیث کو روایت کرتے ہیں لیکن ان کے پاس ایک شخص دراہم کی تھیلی اور ایک گٹھڑی خراسان کے باریک کپڑوں کی لایا۔ اُنھوں نے اُس کو واپس فرمادیا اور یہ فرمایا کہ جو

---

[1] بذل

شخص اس مرتبہ پر بیٹھے جہاں میں بیٹھا ہوں (یعنی وعظ نصیحت رشد وہدایت کے مرتبہ پر) پھر لوگوں سے اس قسم کی چیزیں قبول کرے وہ اللہ تعالیٰ شانہٗ سے ایسے حال میں ملے گا کہ اُس کا کوئی حصہ نہ ہوگا (یعنی آخرت میں کچھ نہ ملے گا اس لئے کہ اس میں شائبہ دینی کام میں بدلہ لینے کا ہے۔

حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں کہ میں اصحابِ صفہ کو قرآن شریف پڑھایا کرتا تھا۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھے ایک کمان ہدیہ میں دی۔ میں نے یہ سوچا کہ یہ کچھ ایسا مال بھی نہیں ہے اور اللہ کے راستہ جہاد میں اس سے کام لوں گا۔ پھر بھی مجھے خیال آیا کہ حضورؐ سے دریافت تو کرلوں۔ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تمہیں یہ پسند ہو کہ آگ کا ایک طوق تمہارے گلے میں ڈالدیا جائے تو لے لو۔[1]

حسن بصریؒ کے اس عمل (اور حضورؐ کے ارشاد) سے معلوم ہوا کہ قبولِ ہدیہ کے معاملہ میں عالم اور واعظ کا معاملہ زیادہ سخت ہے۔ اس کے باوجود حسن بصریؒ (اپنے مخصوص) احباب سے ہدیہ قبول کرتے تھے (جہاں معاوضہ کا شبہ نہ ہوتا تھا)۔ اور ابراہیم تیمیؒ اپنے احباب سے ایک ایک دو دو درم لے لیتے تھے اور بعض لوگ سیکڑوں پیش کرتے تھے اُس کو قبول نہ کرتے تھے اور بعض حضرات کا یہ معمول تھا کہ جب ان کو کوئی ہدیہ دیتا تو وہ فرماتے کہ ابھی اپنے ہی پاس رہنے دو اور مجھے غور کرکے یہ بتاؤ کہ اگر اس کے قبول کرنے سے میری وقعت (محبت) تمہارے دل میں اُس سے زیادہ بڑھ جائے جتنی قبول کرنے سے پہلے ہے تب تو مجھے خبر دینا میں لے لوں گا ورنہ نہیں۔ امام غزالیؒ کہتے ہیں کہ اس کی علامت یہ ہے کہ رد کرنے سے دینے والے کی دلشکنی ہو اور قبول کرنے سے اُس کو مسرت ہو اور اس کا قبول کرلینا وہ اپنے اوپر احسان سمجھتا ہو۔

بشرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سری سقطیؒ کے سوا کبھی کسی سے سوال نہیں کیا اُن سے البتہ اسلئے سوال کرتا ہوں کہ مجھے ان کے زہد کا حال معلوم ہے مجھے یہ بات محقق ہے کہ ان کی ملک سے کسی چیز کا نکل جانا ان کی مسرت کا سبب ہوتا ہے اور ان کے پاس رہنا گرانی کا سبب ہوتا ہے اس لئے میں ان سے لے کر ان کی خوشی میں مدد کرتا ہوں۔ ایک شخص خراسان کے رہنے والے حضرت جُنید بغدادیؒ کے پاس بہت سا مال ہدیہ میں لائے۔ حضرت نے فرمایا کہ بہت اچھا میں اس کو فقراء پر تقسیم کردوں گا۔ اُس نے عرض کیا میں اس لئے نہیں پیش کرتا میرا دل چاہتا ہے کہ اس کو آپ خود اپنے کھانے میں خرچ کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اس کے ختم ہونے تک کہاں زندہ رہوں گا (بہت بڑی مقدار ہے اس کے ختم ہونے کے واسطے زمانہ چاہئے) اُس نے عرض کیا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ اس کو سرکہ اور سبزی میں خرچ کریں (کہ برسوں میں ختم ہو) میرا دل چاہتا ہے کہ اس سے آپ حلوا وغیرہ اچھی چیزیں نوش فرماویں۔ حضرت نے قبول فرمالیا۔ خراسانی نے عرض کیا کہ بغداد میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس کا احسان مجھ پر آپ سے زیادہ ہو (اس وجہ

---

[1] ابوداؤد

کہ آپ نے میری درخواست پر میرا ہدیہ قبول فرمالیا) حضرت نے فرمایا تیرے جیسے شخص کا ہدیہ ضرور قبول کرنا چاہئے (یہ ساری بحث ہدیہ کی تھی)

دوسری قسم صدقات اور زکوٰۃ ہے۔ پس اگر وہ زکوٰۃ ہے تو لینے والے کو چاہئے کہ وہ یہ دیکھے کہ زکوٰۃ کا مستحق ہے یا نہیں۔ اگر مستحق ہے تو لے (زکوٰۃ کی فصل کے ختم پر اس کی کچھ تفصیل گذر چکی ہے) اور اگر بغیر زکوٰۃ کا صدقہ ہے تو لینے والے کو یہ غور کرنا چاہئے کہ وہ کیوں دے رہا ہے اگر وہ اس کی دینداری کی وجہ سے دے رہا ہے تو اپنے حال پر نظر کرنا چاہئے کہ وہ درپردہ کسی ایسے گناہ کا مرتکب تو نہیں ہے کہ اگر دینے والے کو اس گناہ کا علم ہوجائے تو کبھی بھی نہ دے اور اس کی طبیعت کو اس سے نفرت ہوجائے، اگر ایسا ہے تو اس کا لینا ناجائز ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی شخص کو عالم سمجھ کر کوئی شخص دے اور وہ محض جاہل ہو یا سید سمجھ کر کوئی شخص دے اور وہ سید نہ ہو تو اُن کو اس کا لینا بالکل جائز نہیں بے تردد حرام ہے اور اگر دینے والے کی غرض فخر و ریا اور شہرت ہے تو اُس کو ہرگز قبول نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ یہ معصیت ہے اور لینے والا گناہ میں مددگار ہوگا (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کا کھانا کھانے کی ممانعت فرمائی ہے جو تفاخر کے لئے کھلاتے ہوں)[1]

حضرت سفیان ثوریؒ بعض ہدایا کو یہ کہکر واپس کر دیتے تھے کہ اگر مجھے یہ یقین ہوجائے کہ دینے والا فخر کے طور پر اس کو ذکر نہیں کرے گا تو میں لے لوں۔ بعض بزرگوں پر جب ان کے ہدایا واپس کرنے پر اعتراض کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ دینے والوں پر ترس کھا کر واپس کر دیتا ہوں کہ وہ اس کا لوگوں سے تذکرہ کرتے ہیں جس سے ان کا ثواب جاتا رہتا ہے تو بغیر ثواب کے ان کا مال کیوں ضائع ہو۔

تیسری چیز لینے والے کی غرض ہے۔ اگر وہ محتاج ہے اور مال ان آفات سے محفوظ ہے جو پہلے دو نمبروں میں گذریں تو اُس کا لینا افضل ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ لینے والا اگر محتاج ہے تو وہ صدقہ کے لینے میں ثواب کے اعتبار سے دینے والے سے کم نہیں ہے اور حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ کوئی مال بغیر مانگے اور بغیر اشرافِ نفس کے دے تو وہ اللہ تعالیٰ کا رزق ہے جو اُس نے عطا فرمایا۔

اس مضمون کی متعدد روایات ابھی گذر چکی ہیں۔ علماء کا ارشاد ہے کہ جو شخص بغیر مانگے ملنے پر نہ لے اُس کو مانگنے پر بھی نہیں ملتا۔

حضرت سری سقطیؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے پاس ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے واپس کر دیا تو حضرت سریؒ نے فرمایا کہ احمد واپس کرنے کا وبال لینے کے وبال سے سخت ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ایک مرتبہ پھر اس بات کو فرمادیں (تاکہ میں اس پر غور کروں)۔ حضرت سریؒ نے پھر یہی بات

---

[1] ترغیب

فرمائی کہ واپس کرنے کا وبال لینے کے وبال سے زیادہ سخت ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے کہا میں نے اس لئے واپس کیا کہ میرے پاس ایک مہینے کے گذر کے قابل موجود ہے۔ آپ اسکو اپنے پاس رہنے دیجئے۔ ایک مہینہ کے بعد مجھے مرحمت فرمادیں۔

بعض علماء کا ارشاد ہے کہ جو شخص احتیاج کے باوجود واپس کردے وہ کسی سزا میں مبتلا ہوتا ہے طمع پیدا ہوجائے یا مشتبہ مال لینا پڑجائے یا کوئی اور آفت ایسی ہی آجائے اور اگر اُس کو احتیاج نہیں ہے تو پھر یہ دیکھے کہ وہ انفرادی زندگی گذارتا ہے یا اجتماعی۔ یعنی اگر وہ یکسو رہتا ہے دوسرے لوگوں سے اس کے تعلقات نہیں ہیں تو ایسے آدمی کو ضرورت سے زیادہ لے کر اپنے پاس روکنا نہیں چاہیئے کہ یہ محض اتباعِ خواہش ہے اور اُس کو فتنہ میں مبتلا کردینے کا سبب ہے اگر کسی وجہ سے لے لے تو اُس کو دوسروں پر تقسیم کردے۔ اور امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت ہرثمی کی عطا اس وجہ سے قبول نہیں کی کہ ان کو خود تو حاجت نہ تھی اور یہ گوارا نہ ہوا کہ اُس کو لیکر اُس کی تقسیم اور خرچ کرنے میں اپنے اوقات کو مشغول کریں اس لئے کہ اس میں بہت سی آفات اور بہت سی دقتیں تھیں اور احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ آفات کے محل سے دُور رہے۔ اس لئے کہ شیطان کے مکر سے کسی وقت میں اطمینان نہیں۔

ایک شخص مکہ کے رہنے والے کہتے ہیں کہ میرے پاس کچھ دراہم تھے جن کو میں نے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے لئے رکھا تھا میں نے ایک فقیر کی آواز سُنی جو طواف سے فارغ ہوکر بہت آہستہ سے کعبہ کا پردہ پکڑکر، کہہ رہے تھے اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں بھوکا ہوں، اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں ننگا ہوں، اے وہ ذات پاک جو دوسروں کو دیکھتی ہے اُس کو کوئی نہیں دیکھتا میں نے جوان فقیر صاحب کی طرف نگاہ کی تو ان کے بدن پر دو پرانی چادریں تھیں جن سے ان کا بدن ڈھکا بھی نہ جاتا تھا میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میرے دراہم کا مصرف ان سے بہتر نہیں ملے گا میں نے وہ سب ان کے سامنے پیش کردیئے۔ انھوں نے ان میں سے صرف پانچ درہم لے کر باقی مجھے واپس کردیئے اور یہ کہا کہ چار درہم دو لنگیوں کی قیمت ہے اور ایک درم تین دن کھانے میں خرچ ہوجائے گا (ایک درم تقریباً ساڑھے تین آنے کا ہوتا ہے)، میں نے دوسری رات کو ان کو دیکھا کہ دو نئی لنگیاں ان کے بدن پر تھیں میرے دل میں ان کی طرف سے کچھ خطرہ گذرا انھوں نے مجھے دیکھا اور میرا ہاتھ پکڑکر اپنے ساتھ طواف کرایا تو طواف کے ساتوں چکروں کے ہر پھیرے میں میرے پاؤں کے نیچے معدنیات بھرے پڑے تھے کہ پاؤں کے نیچے وہ حرکت کرتے تھے جس میں سونا، چاندی، یاقوت، موتی اور جواہرات تھے مجھے وہ نظر آرہے تھے اور لوگوں کو نظر نہیں آتے تھے۔ اس کے بعد ان صاحب نے کہا کہ اللہ جل شانہٗ نے یہ سب کچھ مجھے عطا فرما رکھا ہے لیکن میں اس میں سے لینا نہیں چاہتا لوگوں کے ہاتھ سے لیکر خرچ کرتا ہوں اس لئے کہ اس میں ان لوگوں کا

نفع ہے جن سے لوں اور ان پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔

غرض ان واقعات سے یہ ہے کہ ضرورت سے زائد لینا فتنہ کا سبب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے کہ اُس کو کس کام میں خرچ کیا۔ اور بقدر حاجت کا لینا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ پس آدمی کو رحمت اور امتحان میں فرق کرنا چاہئے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا۔ الآیۃ کہف ع۔۱ ہم نے جو کچھ زمین کے اوپر ہے اُس کو زمین کے لئے زینت بنا رکھا ہے تاکہ ان لوگوں کا امتحان کریں اور دیکھیں کہ ان میں کون شخص زیادہ اچھے عمل کرتا ہے (اور کون نہیں کرتا یعنی کون شخص اس زیب زینت میں پھنسکر اللہ تعالیٰ سے غافل ہوجاتا ہے اور کون اس سے اعراض کرکے خدا میں مشغول رہتا ہے) اور حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی کے لئے تین چیز کے علاوہ کوئی حق نہیں۔ ایک اتنی مقدار کھانا جس سے کمر سیدھی رہے۔ ایک اتنا کپڑا جس سے بدن ڈھکا رہے اور ایک گھر جس میں آدمی سما سکے۔ اس سے زیادہ جو کچھ ہے وہ حساب ہے۔ پس ان تینوں چیزوں میں سے صرف ضرورت کی مقدار تو باعث اجر ہے اس سے زیادہ میں اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی نہ کرے تب بھی حساب تو ہے ہی اور اگر نافرمانی بھی کی تو عذاب بھی ہے۔ پس ضرورت سے زائد اگر کچھ ہو بھی تو وہ محتاجوں پر صرف کردے۔ یہ سب تو انفرادی زندگی کا حال تھا اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ اُس کی اجتماعی زندگی ہے اس کی طبیعت میں جود و سخا کا مادہ ہے فقراء اور صلحاء کی جماعت اُس سے وابستہ ہے ان کی ضروریات بھی پوری کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو ایسے شخص کو اپنی حاجت سے زائد لینے میں مضائقہ نہیں لیکن لینے کے بعد بہت جلد اُس کو خرچ کر دینا چاہئے اہل ضرورت پر بانٹ دینا چاہئے ایک رات بھی اس کو اپنے پاس رکھنا فتنہ کی بات ہے ایسا نہ ہو کہ دل میں اس کا خیال پیدا ہونے لگے خرچ کرنے سے طبیعت رُکنے لگے بلکہ ایسے شخص کو اللہ پر اعتماد کرکے قرض لیکر خرچ کرنے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس کا قرض ادا فرمائیں گے۔[1]

(۵) عَنْ اَنَسٍ رضـ قال قال رسول الله صلّى الله عليه وسلم اذا اقرض احدكم قرضًا فاهدٰى اليه اوحمله على الدّابة فلا يركبه ولا يقبلها الا ان يكون جرٰى بينه وبينه قبل ذٰلك رواه ابن ماجة والبيهقى فى الشعب كذا فى المشكوٰة۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کو قرض دے پھر وہ قرض دار اُس کو کوئی ہدیہ دے یا اپنی سواری پر سوار کرائے تو نہ ہدیہ قبول کرے، نہ اُس کی سواری پر سوار ہو البتہ اگر اس قرض کے معاملہ سے پہلے اس قسم کا برتاؤ دونوں میں تھا تو مضائقہ نہیں۔

ف۔ یعنی اگر اس سے پہلے سے آپس میں اس قسم کے تعلقات ہدیہ وغیرہ کے یا اُس کی چیز مستعار لینے کے

[1] احیاء

تھے تب تو قرض کی حالت میں بھی اُس کے قبول کرنے میں مضائقہ نہیں۔ اور اگر پہلے سے ایسے تعلقات نہ تھے بلکہ اب قرض دار ہونے کی وجہ سے کر رہا ہے تو وہ سود ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ حضرت ابو بردہؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ نے فرمایا کہ تم ایسی جگہ کے رہنے والے ہو جہاں سود کا بہت رواج ہے۔ پس اگر تمہارا کسی شخص کے ذمہ کوئی حق ہو پھر وہ تمہارے یہاں بُھس کی گٹھڑی یا گھاس کی گٹھڑی ڈالدے تو اُس کو مت لینا وہ سود ہے۔[1]

پس ہدیہ قبول کرنے میں یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ دینے والے کی کوئی فاسد غرض تو نہیں ہے جیسا کہ قرض ہی کی صورت میں علاوہ سود ہونے کے اگر یہ بھی غرض ہے کہ قرض خواہ تقاضا نہ کرے تو یہ سود کے ساتھ رشوت بھی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث میں رشوت دینے والے پر رشوت لینے والے پر دونوں پر لعنت آئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے والے پر اور رشوت دینے والے پر لعنت کی ہے ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ رشوت دینے والے پر اور رشوت لینے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جس قوم میں سود کا رواج ہوگا ان پر قحط مسلط ہوگا۔ اور جس قوم میں رشوت کا ظہور ہوگا وہ مرعوب اور خوف زدہ ہونگے، متعدد احادیث میں ہے کہ حضورؐ نے رشوت لینے والے کو، رشوت دینے والے کو اور اُس شخص کو جو رشوت کے معاملہ میں درمیانی واسطہ بنے لعنت فرمائی ہے۔[2]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا وہ جب اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس آئے تو حضورؐ کی خدمت میں انھوں نے عرض کیا کہ یہ مال تو صدقہ میں ملا ہے اور یہ مجھے لوگوں نے ہدیہ کے طور پر دیا ہے۔ حضورؐ نے وعظ میں اس پر تنبیہ فرمائی کہ بعض لوگوں کو صدقہ کا مال وصول کرنے کے لئے بھیجا جاتا ہے وہ آکر یہ کہتے ہیں کہ یہ صدقہ کا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے اپنے باوا کے گھر یا اپنی میّا کے گھر بیٹھ کر دیکھتے کہ ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں۔[3]

جیسا کہ پہلی احادیث میں قرض کی صورت میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر بلا معاملہ قرض کے یہ صورت ہدیہ کی پہلے سے ہو تو مضائقہ نہیں اُسی کی طرف اس عتاب میں بھی اشارہ ہے کہ بغیر حاکم ہونے کی صورت میں اپنے گھر بیٹھے جس شخص کا ہدیہ ملتا ہو وہ تو ہدیہ ہے لیکن جو ہدیہ محض حاکم ہونے کی وجہ سے دیا جاتا ہو وہ ہدیہ نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جو شخص کسی کی سفارش کرے اور اس سفارش کی وجہ سے اُس کو ہدیہ میں کوئی چیز ملے اور وہ اُس کو قبول کرلے تو وہ سود کے دروازوں میں سے بہت

---

[1] مشکوۃ [2] ترغیب [3] مشکوۃ

بڑے دروازہ میں داخل ہو گیا۔[1]

حضرت معاذ رضہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو میرے پیچھے ایک آدمی بھیجا جو مجھے راستہ سے واپس بلا کر لایا۔ حضورؐ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے کیوں بلایا ہے کوئی چیز میری بغیر اجازت نہ لینا کہ یہ خیانت ہوگی وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (آل عمران ع) اور جو شخص خیانت کرے گا وہ اُس کو قیامت میں (اپنے اوپر لاد کر عدالت میں) لائے گا۔[2]

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت رفاعہؓ نے ایک غلام حضورؐ کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کیا وہ حضورؐ کی ساتھ غزوۂ خیبر میں گئے وہ ایک موقعہ پر حضورؐ کے اونٹ پر سامان باندھ رہے تھے کہ ایک تیر کہیں سے آ کر ان کے لگا جس سے وہ شہید ہو گئے لوگوں نے کہا کہ اُن کو شہادت مبارک مبارک (کہ حضورؐ کے غلام اور پھر اضافہ شہادت کا مبارکبادی کی بات ہے ہی) حضورؐ نے فرمایا نہیں اس نے ایک چادر کی خیانت کرلی تھی جو اس وقت آگ بن کر اس کو لپیٹ رہی ہے۔ حضرت زید بن خالدؓ فرماتے ہیں کہ حنین کی لڑائی میں ایک صاحب کا انتقال ہو گیا جب جنازہ تیار ہوا تو حضورؐ کی خدمت میں نماز پڑھانے کی درخواست کی گئی۔ حضورؐ نے فرمادیا کہ تم ہی اس کی نماز پڑھ لو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے (رنج کی وجہ سے) چہرے اُتر گئے۔ حضورؐ نے (جب ان کو افسردہ دیکھا تو) فرمایا کہ اس نے خیانت کر رکھی ہے۔ حضرت زیدؓ کہتے ہیں کہ ہم نے اُس مرحوم کے سامان کی تلاشی لی تو اُس میں یہود کے موتیوں میں سے کچھ چھوٹے چھوٹے موتی (جن کو پوتھ کہتے ہیں) ملے جو دو درم (یعنی تقریباً سات آنے) کے بھی نہ ہوں گے۔[3]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ خود طیب ہیں اس لئے طیب ہی مال قبول فرماتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ شانہٗ نے مسلمانوں کو اُسی چیز کا حکم فرمایا جس کا رسولوں کو حکم فرمایا چنانچہ ارشاد ہے يٰاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (سورۂ مومنون ع ۳)۔ اے رسولو! کھاؤ اچھی چیزیں (یعنی حلال مال) اور نیک عمل کرو۔ اور مؤمنوں کو فرمایا يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (بقرہ ع ۲۱) اے مؤمنو! کھاؤ طیب چیزیں ان میں سے جو ہم نے تم کو دی پھر حضورؐ نے ذکر فرمایا ایک آدمی کا کہ لمبے سفر میں جا رہا ہے (جو دعا ر قبول ہونے کا خاص محل ہے) پریشان حال، غبار میں بھرا ہوا (جس سے اس کی مسکنت بھی معلوم ہوتی ہے) پھر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر اے اللہ اے اللہ (کرکے دعائیں) کرتا ہے لیکن اُس کا کھانا حرام (مال سے) ہے، پینا حرام ہے، لباس حرام ہے اور حرام مال ہی سے پرورش ہوئی ہے بھلا اُس کی دعا ر کہاں قبول ہو سکتی ہے۔

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ عنقریب ایک زمانہ آنے والا ہے جس میں آدمی کو یہ بھی پروا

---

[1] مشکوۃ [2] ایضا [3] درمنثور

نہ ہوگی کہ حلال مال سے ملایا حرام مال سے[1]

ان کے علاوہ بہت سے مختلف مضامین کی روایات کتب احادیث میں بکثرت وارد ہوئی ہیں جن میں بہت زیادہ تنبیہ اس پر کی گئی ہے کہ آدمی کو آمدنی کے ذرائع پر کڑی نگاہ کرنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ پیسہ کے لالچ میں ناجائز آمدنی سے چشم پوشی کرے۔ اس سلسلہ میں اہلِ علم کی ذمہ داری عام لوگوں سے بڑھی ہوئی ہے کہ وہ جائز ناجائز کو خود سمجھتے ہیں۔ بالخصوص اہلِ مدارس اور دوسرے ایسے حضرات جن کا تعلق چندہ کے مال سے ہے ان کو زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

ہمارے حضرت بقیۃ السلف فخر الاماثل حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری قدس سرہٗ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں ان مدارس کے روپیہ سے جتنا ڈرتا ہوں لوگوں کے مملوک روپیہ سے اتنا نہیں ڈرتا اگر کسی کے ذاتی مال میں کچھ بے احتیاطی ہو جائے اُس سے آخر میں معاف کرالے تو وہ معاف ہو جاتا ہے لیکن مدارس کا روپیہ دنیا بھر کا چندہ ہے اور منتظمینِ مدارس امین ہیں اگر اس میں کوئی خیانت ہو یا ناحق تصرف ہو تو وہ منتظمین کے معاف کرنے سے معاف تو ہوتا نہیں البتہ وہ خود معاف کر کے اس جرم میں شریک ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے لطف و کرم سے حقوق العباد کے معاملہ سے محفوظ رکھے کہ یہ بڑی سخت چیز ہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے یہاں قیامت کے دن تین[3] کچہریاں ہیں۔ ایک کچہری میں تو معافی کا ذکر ہی نہیں یہ تو شرک و توحید کی کچہری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ الآیۃ (نساء ع ۸) حق تعالیٰ شانہٗ شرک کو تو معاف نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے معاف کر دیں گے۔ دوسری کچہری میں۔ (بغیر محاسبہ کے) اللہ تعالیٰ نہ چھوڑیگا یہاں تک کہ اس کا بدلہ نہ لے لے۔ اور یہ لوگوں کے ایک دوسرے پر ظلم کی ہے (چاہے جانی ہو جیسا کہ بُرا بھلا کہنا، آبروریزی کرنا، عیب لگانا وغیرہ وغیرہ۔ یا مالی ہو کہ کسی کا مال ناحق طریقہ سے لے لیا ہو) اور تیسری کچہری اللہ تعالیٰ کے اپنے حقوق کی ہے۔ اُس میں چاہے عذاب دیدے چاہے معاف کر دے (مشکوٰۃ)

ان احادیث کے ذکر کرنے سے یہی مقصد ہے کہ آدمی کو اپنی آمدنی کے ذرائع پر بہت گہری نگاہ رکھنا چاہئے کہ آمدنی اگر حرام ہو تو نہ اُس کی دعا قبول ہوتی ہے جیسا کہ ابھی گذرا، نہ اس کے صدقات قبول ہوں جیسا کہ زکوٰۃ کے بیان میں متعدد روایات اس کی گذر چکی ہیں بلکہ بعض روایات میں یہ مضمون بھی گذر چکا ہے کہ جو گوشت حرام مال سے پیدا ہوا ہو جہنم کی آگ اُس کے لئے زیادہ موزوں ہے اور آئندہ حدیث کے ذیل میں بھی اس قسم کے مضامین آ رہے ہیں۔ اللہ ہی اپنے فضل سے ہم لوگوں کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

---

[1] مشکوٰۃ

(۶) عن ابن مسعودؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لا تزول قدما ابن آدم یوم القیٰمۃ حتی یسأل عن خمس عن عمرہ فیما افناہ وعن شبابہ فیما ابلاہ وعن مالہ من این اکتسبہ وفیما انفقہ وماذا عمل فیما علم رواہ الترمذی وقال حدیث غریب کذا فی المشکوٰۃ ص۲۳۵ وقد روی ھذا الحدیث عن معاذ بن جبل و ابی برزۃ الاسلمی فی الترغیب ص۴۳

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن آدمی کے دونوں قدم اُس وقت تک (محاسبہ کی جگہ سے) نہیں ہٹ سکتے جب تک پانچ چیزوں کا مطالبہ نہ ہو جائے (اور ان کا معقول جواب نہ ملے) اپنی عمر کس کام میں خرچ کی، اپنی جوانی کس چیز میں خرچ کی، مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اپنے علم میں کیا عمل کیا۔

ف - یہ حدیث پاک کئی صحابہؓ سے نقل کی گئی ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر طریقہ سے قیامت کے محاسبوں کی فہرست شمار کر دی اور ان میں سے ہر ہر چیز کے متعلق دوسری احادیث میں مختلف عنوانات سے ان پر تنبیہ فرمائی گئی ہے۔ سب سے اول مطالبہ اور جواب طلب چیز یہ ہے کہ اپنی عمر جس کا ہر سانس انتہائی قیمتی سرمایہ ہے کس چیز میں خرچ کی ہم لوگ کیوں پیدا کئے گئے۔ ہماری زندگی کسی مصلحت کے لئے ہے کسی کام کے لئے ہے یا ایک بیکار چیز پیدا کی گئی۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے خود اس پر تنبیہ فرمائی ہےؔ۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (مؤمنون ع۶) ہاں تو کیا تم نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ہم نے تم کو یوں ہی بے کار (فضول) پیدا کیا ہے اور تم (نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ تم) ہماری طرف نہیں لائے جاؤ گے (اور تمہیں اپنی زندگی کا حساب دینا نہیں ہوگا) اور پھر اتنا ہی نہیں بلکہ دوسری جگہ حق تعالیٰ شانہٗ نے مقصد زندگی بھی خود ہی ارشاد فرما دیا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (ذٰریٰت ع۳) میں نے جن و انس کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ ایسی حالت میں ہر شخص کو اپنی زندگی کے پورے اوقات کا جائزہ لینا چاہئے کہ وہ اپنے قیمتی اوقات کا کس قدر حصہ تو اُس مقصد میں خرچ کرتا ہے جس کام کے لئے وہ پیدا کیا گیا اور کتنا حصہ اپنی ضروریات تفریحات اور غیر متعلق مشاغل میں خرچ کرتا ہے۔

آپ ایک معمار کو تعمیر کے کام کے واسطے نوکر رکھتے ہیں۔ وہ آپ کے اوقات میں کتنا وقت تعمیر میں خرچ کرتا ہے اور کتنا حقہ بازی اور اپنے کھانے میں۔ اس کا آپ خود اندازہ کرلیں کہ کتنا وقت آپ اسکی اپنی ضروریات میں برداشت کر سکتے ہیں۔ اور جتنا آپ اپنے ماتحتوں سے تسامح کر سکتے ہیں اتنا ہی

عہ اس آیت شریفہ کے متعلق ایک عجیب چیز حدیث میں آئی ہے۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ ہم کو حضورؐ نے ایک لڑائی پر بھیجا اور یہ ارشاد فرمایا کہ صبح شام اس آیت شریفہ کو پڑھتے رہا کرو۔ ہم پڑھتے رہے ہم کو اس لڑائی میں غنیمت بھی ملی اور ہم صحیح سالم بھی رہے (درمنثور)

تسامح اپنی ذات کے لئے بھی برداشت کریں۔

آپ ایک شخص کو دکان پر رہنے کے لئے ملازم رکھتے ہیں اسی کی اُس کو تنخواہ دیتے ہیں وہ دن بھر اپنی خانگی ضروریات میں لگا رہتا ہے۔ چند منٹ کو ایک پھیرا دکان پر بھی لگا جاتا ہے۔ کیا آپ گوارا کرلیں گے کہ اس کو پوری تنخواہ دیتے رہیں؟ اور اگر نہیں تو پھر اپنے متعلق آپ کا کیا عذر ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے محض عبادت کے لئے پیدا کیا اور وہ مالک وخالق ہر وقت آپ کو اپنی عطاؤں سے نوازتا ہے اور آپ اپنے فضول کاموں میں عمر گذار دیں اور اپنے آپ کو تسلی دیتے رہیں کہ پانچ وقت نماز میں حاضری تو دیدیتے ہیں۔ اور کیا ہوسکتا ہے غور کر لیجئے کہ یہ جواب آپ اپنے نوکروں سے بھی برداشت کرلیں گے؟

حق تعالیٰ شانہٗ کا محض انعام واحسان ہے کہ اُس نے تمام اوقات کی عبادت فرض نہیں فرمائی بلکہ اُس کا بہت تھوڑا سا حصّہ فرض کیا ہے اُس میں بھی اگر کوتاہی ہو تو کتنا ظلم ہے۔

مطالبہ کی دوسری چیز حدیث بالا میں یہ ارشاد فرمائی گئی کہ جوانی کی قوت کس چیز میں خرچ کی گئی کیا اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے کاموں میں، اُس کی عبادت میں مظلوموں کی حمایت میں ضعیفوں اور اپاہجوں کی اعانت میں یا فسق وفجور میں، عیاشی اور آوارگی میں، بے بسوں پر ظلم کرنے میں، ناحق کی مدد کرنے میں ناپاک دنیا کے کمانے میں اور دین ودنیا دونوں جگہ کام نہ آنے والے فضول مشغلوں میں۔

اس کا جواب ایسی عدالت میں دینا ہے جہاں نہ تو کوئی وکالت چل سکتی ہے، نہ جھوٹ فریب اور لسانی کام آسکتی ہے جہاں کی خفیہ پولیس ہر وقت، ہر آن آدمی کے ساتھ رہتی ہے اور یہی نہیں بلکہ خود آدمی کے وہ اعضاء جن سے یہ حرکات کی ہیں وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے اور جرائم کا اقرار کریں گے۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (یٰسٓ ع ۴) آج یعنی قیامت کے دن) ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے (تاکہ لغو اعذار نہ گھڑیں) اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور انکے پاؤں گواہی دیں گے اُس چیز کی جو کچھ یہ کیا کرتے تھے۔

یعنی ہاتھ خود بول اُٹھے گا مجھ سے کس کس پر ظلم کیا گیا، کیا کیا ناجائز حرکات مجھ سے صادر کرائی گئیں۔ پاؤں خود گواہی دے گا کہ مجھے کیسی کیسی ناجائز مجلسوں میں لیجایا گیا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ الاٰية (حٰم سجدۃ ع ۳) اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف جمع کئے جائیں گے پھر ان کو (ایک جگہ چلتے چلتے) روکدیا جائے گا (تاکہ سب ایک جگہ اکٹھے ہوجائیں) یہاں تک کہ جب سب دوزخ کے قریب آجائیں گے (اور حساب شروع ہوگا)، تو ان کے کان اور آنکھیں اور کھال ان کے اوپر (اُن کے اعمال کی گواہی دیں گے اور وہ لوگ اپنے ان اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی۔ وہ اعضاء کہیں گے ہم کو اُس (قادر) نے بولنے کی طاقت دی جس نے ہر چیز کو گویائی عطا فرمائی اور اسی نے تم کو

اوّل مرتبہ پیدا کیا تھا اور اُسی کے پاس اب دوبارہ زندہ کرکے لائے گئے ہو۔ (آگے حق تعالیٰ شانہٗ تنبیہ فرماتے ہیں) اور تم اس بات سے تو اپنے کو چھپا ہی نہ سکتے تھے کہ تم پر تمہارے کان اور آنکھیں اور کھالیں گواہی دیں گی (اور ظاہر ہے کہ آدمی جو جو حرکتیں کرتا ہے اُس کے آنکھ کان وغیرہ تو اُس کو دیکھتے ہی ہیں ان سے کیسے چھپاکر کوئی شخص کوئی کام کرسکتا ہے) لیکن تم اس گمان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بہت سے اعمال کی خبر بھی نہیں (جو چاہو کر گذرو کون پوچھ سکتا ہے) اور تمہارے اس گمان نے جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کر رکھا تھا (کہ اُس کو خبر بھی نہیں ہے) تم کو برباد کردیا پس تم خسارہ میں پڑ گئے۔

احادیث میں بہت سی روایات ان گواہیوں کے بارہ میں آئی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھے حضورؐ نے تبسم فرمایا جس سے دندانِ مبارک ظاہر ہوگئے پھر حضورؐ نے فرمایا جانتے ہو مَیں کیوں ہنسا؟ صحابہؓ نے لاعلمی ظاہر کی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بندہ اپنے مولا سے قیامت کے دن یوں کہے گا کہ یا اللہ تو نے مجھ پر ظلم سے تو امان دے رکھی ہے ارشاد ہوگا کہ بالکل۔ تو بندہ کہے گا یا اللہ میں اپنے خلاف کسی دوسرے کی گواہی معتبر نہیں مانتا۔ ارشاد ہوگا کہ اچھا ہم تجھی کو تیرے نفس پر گواہ بناتے ہیں۔ اُس کے مُنہ پر مہر لگادی جائے گی اور اس کے بدن کے اعضاء سے پوچھا جائے گا اور جب وہ اپنے سب اعمال گنوادیں گے تو منہ کی مہر ہٹادی جائے گی تو وہ اپنے اعضاء سے کہیگا کمبختو تمہارا ناس ہو تمہارے ہی لئے تو میں یہ چیزیں کرتا تھا (یعنی ان حرکتوں کی لذتیں تم کو ہی تو ملتی تھیں تم ہی اپنے خلاف گواہی دینے لگے مگر اعضاء بھی مجبور ہیں کہ اُس دن کوئی چیز خلافِ حق بات نہ کہہ سکیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی کے اعضاء میں سب سے پہلے بائیں ران بولے گی کہ اُس سے کیا کیا حرکتیں ہوئیں اور اس کے بعد دوسرے اعضاء بولیں گے غرض ہر عضو اپنے کئے ہوئے نیک اور بد اعمال گنوادیگا اسی وجہ سے ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وغیرہ کو انگلیوں پر گنا کرو اس لئے کہ قیامت کے دن ان اعضاء کو گویائی عطا ہوگی اور ان سے باز پُرس ہوگی۔

یعنی جہاں یہ اعضاء اپنے گناہ گنوائیں گے وہاں بہت سے نیک کام بھی تو گنوائیں گے جہاں ہاتھ بُری حرکات ظلم و ستم اور ناجائز افعال بتائے گا وہاں اللہ کا پاک کام اس سے گننا، صدقات کا دینا، نیک اعمال میں ہاتھوں کا مشغول رکھنا بھی تو بتائیں گے۔ غرض یہ مضمون اپنی تفصیل کے اعتبار سے بہت طویل ہے لیکن مختصر یہ ہے کہ ان اعضاء کو جوانی کے زور میں ظلم و ستم اور ناجائز حرکات سے بچانے کی بہت ضرورت ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے اَلشَّبَابُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ وَالنِّسَآءُ حِبَالَةُ الشَّيْطَانِ[1]۔ جوانی جنون کا ایک شعبہ ہے اور عورتیں شیطان کا جال ہیں"۔ یعنی آدمی اپنے جنون کی وجہ سے اس جال میں پھنس جاتا ہے۔ ہر جمعہ کو

---

[1] جامع صغیر

خطبہ میں یہ الفاظ سُنے جاتے ہیں۔ اس وقت جوانی کے نشہ میں ذرا بھی اس کا خیال ہم لوگوں کو نہیں ہوتا کہ اسکی جواب دہی کرنا پڑے گی۔ ہم اُس کی قوت کو گناہوں میں اور دنیا کمانے میں ضائع کر رہے ہیں حالانکہ جوانی اس لئے ہے کہ اُس کی قوت کو ایسے کام میں خرچ کیا جائے جو مرنے کے بعد کام آئے۔ خوش قسمت ہیں وہ نوجوان جو اللہ کے کام میں ہر وقت منہمک رہتے ہیں اور گناہوں سے دُور رہتے ہیں۔

تیسری چیز جو حدیث بالا میں ذکر کی گئی جس کے جواب بغیر قیامت میں حساب کی جگہ سے ٹلنا نہو سکے گا وہ یہ ہے کہ مال جو حاصل کیا کس ذریعہ سے کیا جائز تھا یا ناجائز تھا۔ اس سے پہلی حدیث میں کچھ ذکر اس کا آچکا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی ناجائز طریقہ سے جو مال حاصل کرتا ہے اگر اُس میں سے صدقہ کرے تو قبول نہ ہوگا، خرچ کرے تو برکت نہ ہوگی اور جو ترکہ چھوڑے گا وہ اس کے لئے جہنم کا ذخیرہ ہوگا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو گوشت (یعنی آدمی کے بدن کا ٹکڑا) حرام مال سے نشو و نما پائے جہنم اُس کے لئے بہتر ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو آدمی دس درم کا کپڑا خریدے اور ان میں ایک درم ناجائز آمدنی کا ہو تو جب تک وہ کپڑا بدن پر رہے گا اُس کی نماز قبول نہ ہوگی۔[1]

حضورؐ کا ارشاد متعدد احادیث میں آیا ہے کہ روزی کو دُور نہ سمجھو کوئی آدمی اُس وقت تک مر ہی نہیں سکتا جب تک کہ جو اُس کے مقدر میں روزی لکھدی گئی ہے وہ اس کو نہ مل جائے۔ لہٰذا روزی کے حاصل کرنے میں بہتر طریقہ اختیار کرو، حلال روزی کماؤ، حرام کو چھوڑ و۔ کئی حدیثوں میں ہے کہ رزق آدمی کو اسی طرح تلاش کرتا ہے جس طرح موت آدمی کو تلاش کرتی ہے۔ یعنی جس طرح آدمی کو اُس کی موت آئے بغیر چارہ نہیں اسی طرح اُس کو اُس کی روزی جو اس کے مقدر میں لکھدی گئی ہے بغیر ملے چارۂ کار نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر آدمی اپنی روزی سے بھاگنا بھی چاہے تو وہ اُس کو پا کر رہے گی جیسا کہ موت اُس کو لامحالہ پاکر رہیگی ایک حدیث میں ہے کہ روزی آدمی کے لئے متعین ہے اگر ساری دنیا کے جن و انس مل کر اُس کو اُس سے ہٹانا چاہیں تو نہیں ہٹا سکتے۔[2]

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اگر تجھ میں چار چیزیں ہوں تو دنیا کی کسی چیز کے نہ ہونے کا قلق نہیں ہے۔ امانت کی حفاظت، بات میں سچائی، اچھی عادت، روزی میں پاکیزگی۔ ایک حدیث میں ہے مبارک ہے وہ شخص جس کی کمائی اچھی ہو، (یعنی پاکیزہ ہو) اُس کا باطن نیک ہو، اُس کا ظاہر شریفانہ ہو، لوگ اُس کی برائی سے محفوظ ہوں، مبارک ہے وہ شخص جو اپنے علم پر عمل کرے اور ضرورت سے زائد مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کردے اور ضرورت سے زائد بات کو روک لے یعنی بے ضرورت بات نہ کیا کرے۔ حضرت سعدؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ سے درخواست کی کہ میرے لئے اس بات کی دعا کردیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ مجھے مستجاب

---

[1] مشکوۃ [2] ترغیب

الدعار (جو دعا کرے وہ قبول ہو جائے) بنا دے۔ حضورؐ نے فرمایا اپنی روزی کو پاکیزہ بنالو (مشتبہ مال نہ کھاؤ) مستجاب الدعا بن جاؤ گے قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ آدمی ایک حرام کا لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے جس سے اُس کی چالیس دن کی عبادت نامقبول بن جاتی ہے اور جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو جہنم اُس کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ اور بھی بہت سی روایات اسی مضمون کی احادیث میں آئی ہیں (ترغیب) اس لیے اپنی آمدنی کے ذرائع میں بڑی احتیاط کرنا چاہیے ظاہر کے اعتبار سے اگر اس احتیاط میں کوئی نقصان نظر میں آتا ہو تب بھی برکت اور مآل کے اعتبار سے وہ کمی بہت زیادہ فائدہ مند اور نقصان سے بچانے والی ہے۔

چوتھا مطالبہ حدیث بالا میں یہ ہے کہ مال کو کہاں خرچ کیا۔ یہ رسالہ سارا ہی اس مضمون میں ہے کہ آدمی کے مال میں اُس کے کام آنے والا صرف وہی ہے جس کو اللہ کے راستہ میں آدمی خرچ کر دے اس کے موجود رہنے میں اس کے علاوہ کہ وہ اپنے کام نہ آسکا بے کار محض رہا متعدد نقصانات بھی دوسری فصل کے ختم پر گذر چکے ہیں اور جتنی زیادہ مال کی کثرت ہوگی اتنا ہی زیادہ حساب میں دیر لگنا تو ایک کھلی ہوئی بات ہے۔ قیامت کا وہ سخت ترین ہوش رُبا دن جس میں گرمی کی شدت سے ہر شخص پسینہ پسینہ ہو رہا ہوگا، ہر شخص خوف کی شدت سے ایسا معلوم ہوگا جیسا کہ نشہ میں ہو مگر حقیقۃً نشہ نہ ہوگا جس کے متعلق حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ۝ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰی وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰی وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ ۝ (حج رکوع نمبر ۱) اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بے شک قیامت کا زلزلہ (جو عنقریب آنے والا ہے) بہت سخت چیز ہے جس دن تم اُس کو دیکھو گے تمام دودھ پلانے والی عورتیں (خوف کی وجہ سے) اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائیں گی اور تمام حاملہ عورتیں (دہشت کی وجہ سے) اپنے حمل (وقت سے پہلے ہی ادھورے) گرا دیں گی اور تو لوگوں کو نشہ کی سی حالت میں دیکھے گا اور حقیقۃً نشہ نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی سخت ہے (جس کے خوف سے ان سب کی یہ حالت ہوگی)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (انبیاء ع ۱) لوگوں کے حساب کا دن تو قریب آگیا (کہ قیامت تیزی سے قریب آرہی ہے) اور یہ لوگ (ابھی تک) غفلت میں پڑے ہیں (اور اُس کے لئے تیاری سے) روگرداں ہیں۔

اس کے چند رکوع بعد ارشاد ہے۔ وَ نَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْـًٔا ؕ وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَا ؕ وَ كَفٰی بِنَا

حَاسِبِیْنَ ○ (سورۂ انبیاء رکوع ۴) اور قیامت کے دن ہم میزانِ عدل قائم کریں گے اور کسی پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کا کوئی عمل (نیک یا بد) ہوگا تو ہم اس کو وہاں سامنے لائیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ○ (رعد ع ۲) جن لوگوں نے اپنے رب کا کہنا مان لیا (اور اُس کے ارشادات کی تعمیل کی) ان کیلئے اچھا بدلہ ہے (جو جنت میں ان کو ملے گا) اور جن لوگوں نے اُس کا کہنا نہ مانا ان کے پاس (قیامت کے دن) اگر تمام دنیا کی ساری چیزیں موجود ہوں بلکہ اس کے ساتھ اسی کے برابر اور بھی ہوں (یعنی ساری دنیا کی تمام چیزوں سے دوگنی ہوں) تو وہ سب چیزیں اپنی (خلاصی کے لئے) فدیہ میں دیدیں ان لوگوں کا سخت حساب ہوگا۔

اور بھی بہت سی آیات میں اس دن کے حساب پر اُس کی سختی اور اہمیت پر تنبیہ کی گئی ہے حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ قیامت میں جس شخص سے حساب کیا جائے گا وہ ہلاک ہوجائے گا (اس لئے کہ حساب میں پورا اترنا سخت مشکل ہوگا) حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ حق تعالیٰ شانہٗ نے تو (سورۂ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۔میں) یہ ارشاد فرمایا کہ سہل حساب ہوگا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ حساب (جس کا اس سورۃ میں ذکر ہے یہ) تو محض اعمال کا پیش ہونا ہے جس کا محاسبہ شروع ہوجائے گا وہ ہلاک ہوجائے گا۔ ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ یہ دعا کیا کرتے تھے یا اللہ مجھ سے حساب یسیر (سہل حساب) کیجئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حساب یسیر کیا چیز ہے؟ حضورؐ نے فرمایا اس کا اعمال نامہ دیکھ کر یہ فرما دیا جائے کہ اُس کو معاف کر دیا۔ لیکن جس سے محاسبہ ہونے لگے وہ ہلاک ہوگیا۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں جس شخص میں یہ تینوں موجود ہوں اُس کا حساب سہل ہوگا اور حق تعالیٰ شانہٗ اُس کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے گا۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں۔ کہ جو شخص تجھے اپنی عنایت سے محروم رکھے تو اُس پر احسان کر، جو تجھ پر ظلم کرے اس کو معاف کر، جو تجھ سے قطع رحمی کرے تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کر۔[1]

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا جس سے حق تعالیٰ شانہٗ ایسی طرح بات نہ کریں کہ اُس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان میں نہ کوئی پردہ ہوگا نہ کوئی واسطہ ہوگا اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو وہ اعمال ہوں گے جو دنیا میں کئے، بائیں طرف دیکھے گا تو وہ اعمال ہوں گے جو کئے

---

[1] درمنثور

تھے (نیک اعمال ہوں یا بُرے دہکتی ہوئی) جہنم آنکھ کے سامنے ہوگی اُس سے اپنے بچنے کی بہترین چیز صدقہ ہے پس صدقہ کے ذریعہ سے اُس سے بچو) چاہے آدھی کھجور ہی صدقہ کیوں نہ ہو[1]

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مجھے جنت دکھائی گئی اُس کے اعلیٰ درجوں میں فقراء مہاجرین تھے اور غنی لوگ اور عورتیں بہت کم مقدار میں اُس جگہ تھیں مجھے یہ بتایا گیا کہ غنی لوگ تو ابھی جنت کے دروازہ پر حساب میں مبتلا ہیں۔ اور عورتوں کو سونے چاندی کی محبت نے مشغول کر رکھا ہے۔ ایک اَور حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا کہ میں جنت کے دروازوں پر کھڑا تھا اکثر مساکین اُس میں داخل ہو رہے تھے اور غنی لوگ (حساب میں) مقید تھے۔ اور میں نے دوزخ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر دیکھا کہ عورتیں اُس میں کثرت سے داخل ہو رہی ہیں۔ ایک اَور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی دو چیزوں سے گھبراتا ہے اور دونوں اُس کے لئے خیر ہیں۔ ایک موت سے گھبراتا ہے حالانکہ موت فتنوں سے بچاؤ ہے۔ دوسرے مال کی کمی سے گھبراتا ہے حالانکہ جتنا مال کم ہوگا اتنا ہی حساب کم ہوگا[2]

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مجمع میں تشریف فرما تھے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آج رات جنت کو اور اُس میں تم لوگوں کے مرتبوں کو دیکھا ہے اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جنت کے جس دروازہ پر بھی جاتا تھا وہاں سے مرحبا مرحبا (تشریف لائیے تشریف لائیے) کی آوازیں آتی تھیں (ہر نیک عمل کیلئے جنت میں ایک خاص دروازہ ہے ہر دروازہ سے درخواست کا مطلب یہ ہے کہ ہر نیک عمل میں اس کا پایہ بہت بڑھا ہوا ہے) حضرت سلمان رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ جس شخص کا یہ مرتبہ ہے وہ تو کوئی بہت ہی بلند پایہ شخص ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ شخص ابوبکر رضؓ ہیں۔ پھر حضورؐ نے حضرت عمر رضؓ کی طرف توجہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں نے جنت میں سفید موتی کا ایک گھر دیکھا جس میں یاقوت جڑے ہوئے تھے میں نے پوچھا یہ مکان کس کا ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ قریش کے ایک نوجوان کا ہے (اس مکان کی نہایت عمدگی، چمک، رونق اور اپنے سید المرسلینؐ ہونے کی وجہ سے) مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ مکان میرا ہی ہے میں اُس میں داخل ہونے لگا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ عمر رضؓ کا ہے۔ پھر حضورؐ نے حضرت عثمان رضؓ، حضرت علی رضؓ وغیرہ متعدد حضرات کے مراتب ارشاد فرمائے۔ اُس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضؓ کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھیوں میں سے تم بہت دیر میں میرے پاس پہنچے مجھے تو تمہارے متعلق یہ ڈر ہو گیا تھا کہ کہیں ہلاک تو نہیں ہو گئے اور تم پسینہ پسینہ ہو رہے تھے میں نے تم سے پوچھا کہ اتنی دیر آنے میں تمہیں کہاں لگ گئی تھی تو تم نے جواب دیا کہ میں اپنے مال کی کثرت کی وجہ سے حساب میں مبتلا رہا مجھ سے اس کا حساب ہوا کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ

---

[1] مشکوٰۃ [2] ترغیب

کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اپنے متعلق یہ سن کر رونے لگے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! رات ہی میرے پاس مصر کی تجارت سے سو اونٹ آئے ہیں یہ مدینہ منورہ کے فقراء اور یتامیٰ پر صدقہ ہیں شاید اللہ جل شانہٗ اسی کی وجہ سے اس دن کے حساب میں مجھ پر تخفیف فرما دیں[1]

ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عبدالرحمٰن تم میری اُمت کے غنی لوگوں میں ہو۔ اور جنت میں گھسٹ کر جاؤ گے (پاؤں پر کھڑے ہو کر نہ جاؤ گے) تم اللہ تعالیٰ شانہٗ کو قرض دو تاکہ تمہارے پاؤں کھل جائیں۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے پوچھا یارسول اللہ کیا چیز قرض دوں؟ حضورؐ نے فرمایا اپنا سارا مال۔ یہ سن کر فوراً اُٹھے تاکہ اپنا سب مال لاکر حاضر کریں حضورؐ نے ان کے پیچھے قاصد بھیجکر ان کو بلایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرئیلؑ ابھی آئے اور یہ پیام دے گئے کہ عبدالرحمٰن سے کہدیجئے کہ مہمان نوازی کیا کریں، غریبوں کو کھانا کھلایا کریں، سوال کرنے والوں کا سوال پورا کیا کریں اور جوان کے عیال ہیں ان سے صدقہ میں ابتدا کیا کریں۔ یہ چیزیں اُن کے تزکیہ (درست ہونے) کے لئے کافی ہیں[2]

یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بڑے جلیل القدر صحابی، بڑے فضائل اور مفاخر کے مالک ہیں عشرۂ مبشرہ میں ان کا شمار ہے۔ یعنی ان دس صحابۂ کرامؓ میں جن کو دنیا ہی میں حضورؐ جنت کی خوشخبری دے گئے۔ نیز ان چھ حضرات میں ہیں جن پر حضرت عمرؓ نے اپنی شہادت کے وقت خلیفہ بنانیکا دارمدار رکھا تھا اور یہ کہا تھا کہ ان حضرات سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم راضی ہو کر دنیا سے تشریف لے گئے ہیں اور پھر ان چھ حضرات میں سے بقیہ پانچ حضرات نے بالآخر ان ہی کی رائے پر خلیفہ کے چننے کا مدار رکھا تھا اور ان کی تجویز سے حضرت عثمانؓ خلیفۂ ثالث مقرر ہوئے تھے۔ سابقین اوّلین میں ان کا شمار ہے جن کے متعلق اللہ پاک نے فرمایا

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الاٰية (توبہ رکوع ۱۳)

ترجمہ: ”اور جو مہاجرین اور انصار ایمان لانے میں اُمت سے سابق اور مقدم ہیں اور جو لوگ اخلاص سے ان کے پیرو ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہوا اور یہ سب اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں یہ ہمیشہ رہیں گے“

اس کے علاوہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے دونوں ہجرتیں کیں۔ غزوۂ بدر اور سب غزوں کے شریک ہیں۔ حضورؐ کے زمانہ ہی میں اہلِ علم اور اہلِ فتویٰ میں ان کا شمار ہے۔ محض ان کی رائے پر حضرت عمرؓ نے بعض امور کو اختیار کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں صبح کی نماز ان کا مقتدی بن کر ادا فرمائی کہ حضورؐ ضرورت کے لئے تشریف لے گئے۔ صحابہؓ نے مل کر ان کو امام چنا تھا جب حضورؐ واپس تشریف لائے تو نماز ہو رہی تھی ایک رکعت ہو چکی تھی حضورؐ نے ان کے اقتدار میں نماز پڑھی۔ جب حضرت عمرؓ خلیفہ

---

[1] ترغیب [2] حاکم

نے تو پہلے سال میں اپنا قائم مقام امیر الحج بنا کر ان کو بھیجا[1]

غرض بے انتہا فضائل کے باوجود اس مال کی کثرت نے ان کو اپنے مرتبہ کے لوگوں میں پیچھے کر دیا۔ اور مال بھی محض حق تعالیٰ شانہٗ کے فضل اور اس کی عطا اور اُس کے انعام ہی سے ملا تھا ورنہ بہت غریب تھے۔ ہجرت کی ابتدا میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مہاجرین اور انصار کا آپس میں بھائی چارہ کیا تھا کہ فقراء مہاجرین کی اعانت اور مدد خصوصی تعلق پر انصار کرتے رہیں تو ان کو حضرت سعد بن الربیع انصاریؓ کا بھائی بنایا تھا۔ حضرت سعدؓ نے ان سے کہا تھا کہ مدینہ میں سب سے زیادہ مال اور دولت اللہ جل شانہٗ نے مجھے عطا فرما رکھا ہے۔ میں سب مال میں سے آدھا آدھا تمہیں دیتا ہوں اور میری دو بیبیاں ہیں ان میں سے جونسی تمہیں پسند ہو میں اس کو طلاق دیدوں گا عدت کے بعد تم اُس سے نکاح کر لینا۔ ان کی سیر چشمی کہ انھوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں برکت عطا فرمائے مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے مجھے تو تم یہاں کے بازار کا راستہ بتا دو۔ بازار گئے اور خرید و فروخت شروع کی۔ اور شام کو نفع میں تھوڑا سا گھی اور پنیر بچا کر لائے اسی طرح روزانہ جاتے اور کچھ ہی دن گذرے تھے کہ بچت اتنی ہو گئی کہ نکاح کر لیا[2]

پھر وہ وقت بھی آیا کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ صدقہ کی ترغیب دی تو اپنے سارے مال کا آدھا حصہ صدقہ کیا اور مال کی کثرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے جو ابھی گذرا کہ صرف مصر کی تجارت سے سو اونٹ سامان کے لدے ہوئے آئے تھے جو صدقہ کر دیئے۔ اور اس کے بعد ایک مرتبہ چالیس ہزار دینار (اشرفیاں) صدقہ کیں ایک موقعہ پر پانسو گھوڑے، پانچسو اونٹ جہاد کے لئے دیئے۔ اور تیس ہزار غلام آزاد کئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تیس ہزار گھرانے آزاد کئے[3] ہر گھرانہ میں نہ معلوم کتنے مرد عورت بڑے اور بچے ہوں گے۔ ایک مرتبہ ایک زمین چالیس ہزار اشرفیوں میں فروخت کی اور سب کی سب فقراء مہاجرین اور اپنے رشتہ داروں اور ازواج مطہرات پر تقسیم کر دیں[4] اور اپنے انتقال کے وقت جو وصیت کی اسمیں ہر اُس شخص کو جو بدر کی لڑائی میں شریک تھا فی آدمی چارسو دینار (اشرفیاں) کی وصیت کی تھی۔ اُس وقت اہلِ بدر میں سے سو آدمی زندہ تھے[5] اور ایک باغ کی وصیت ازواج مطہرات کے لئے کی جو چالیس ہزار اشرفیوں میں فروخت ہوا[6] اور خود اپنا حال یہ تھا کہ ایک مرتبہ غسل کر کے کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو ایک پیالہ میں روٹی اور گوشت (ثرید) سامنے رکھا گیا اُس کو دیکھ کر رونے لگے۔ کسی نے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ حضورؐ کا ایسی حالت میں وصال ہوا کہ جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ ملتی تھی۔ ہمیں یہ حالت جو اپنے سامنے ہیں کچھ اپنے لئے خیر نہیں معلوم ہوتے[7] یعنی اگر یہ وسعت کچھ خیر کی چیز ہوتی تو حضورؐ کے لئے بھی ہوتی۔ جب حضورؐ کے لئے یہ چیزیں نہ تھیں تو کچھ خیر کی چیزیں نہیں معلوم ہوتیں۔ ان کمالات پر وہ محاسبہ

---

[1] اصابہ [2] بخاری [3] مستدرک [4] ایضاً [5] اصابہ [6] مستدرک [7] اصابہ

ہے جو اوپر ذکر کیا گیا۔

پانچواں مطالبہ حدیث بالا میں جس کا قیامت کے میدان میں جواب دینا ہوگا یہ ہے کہ جو علم حق تعالیٰ شانہٗ نے تمہیں عطا کیا تھا اُس پر کس حد تک عمل کیا۔ کسی جرم کا معلوم نہ ہونا کوئی عذر نہیں قانون سے ناواقفیت کسی کسی عدالت میں بھی معتبر نہیں۔ کیونکہ اُس کا معلوم کرنا اپنا فریضہ ہے۔ اور یہ بات کہ اللہ کا حکم معلوم نہیں تھا۔ مستقل جرم اور مستقل گناہ ہے۔ اس لئے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ہر مسلمان پر (مذہبی) علم سیکھنا فرض ہے لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ علم کے بعد کسی جرم کا کرنا زیادہ سخت ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اپنے علم سے ایک دوسرے کو نصیحت کرتے رہا کرو علم میں خیانت مال میں خیانت سے زیادہ سخت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کے یہاں اس کا مطالبہ ہوگا۔ اور یہ مضمون تو بہت سی احادیث میں ہے کہ جس شخص سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ اس کو چھپائے تو قیامت کے دن اُس کے مُنہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا جس میں بعض قوموں کی تعریف فرمائی اور پھر یہ ارشاد فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ بعض قومیں اپنی پڑوسی قوموں کو تعلیم نہیں دیتیں نہ ان کو نصیحت کرتی ہیں، نہ ان کو سمجھدار بناتی ہیں، نہ ان کو اچھی باتوں کا حکم کرتی ہیں، نہ بُری باتوں سے روکتی ہیں۔ اور یہ کیا بات ہے کہ بعض قومیں اپنے پڑوسیوں سے نہ علم سیکھتی ہیں، نہ سمجھ سیکھتی ہیں، نہ نصیحت حاصل کرتی ہیں یا تو یہ لوگ اپنے پڑوسیوں کو علم سکھائیں اور ان کو نصیحت کریں اور ان کو سمجھدار بنائیں اور دوسرے لوگ ان علم والوں سے ان چیزوں کو حاصل کریں اور اگر ایسا نہ ہوا تو خدا کی قسم میں ان سب کو دنیا ہی میں سخت سزا دوں گا۔ (آخرت کا قصہ الگ ہے) اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ممبر سے اتر آئے لوگوں میں اس کا چرچا ہوا کہ اس سے کون سی قومیں مراد ہیں، حضورؐ نے فرمایا کہ اشعری قوم کے لوگ مراد ہیں کہ وہ اہلِ علم ہیں اہلِ فقہ ہیں اور ان کے آس پاس کی رہنے والی قومیں جاہل ہیں۔

یہ خبر اشعری لوگوں کو پہنچی وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے بعض قوموں کی تو تعریف فرمائی اور ہم لوگوں کے متعلق یہ ارشاد فرمایا۔ حضورؐ نے اپنا پاک ارشاد ان کے سامنے فرمایا کہ یا تو یہ لوگ اپنے پڑوسیوں کو علم سکھائیں اور ان کو نصیحت کریں، ان کو سمجھدار بنائیں، اُن کو اچھی باتوں کا حکم کریں، بُری باتوں سے منع کریں اور دوسرے لوگ ان سے ان چیزوں کو حاصل کریں ورنہ میں دنیا ہی میں سخت سزا دوں گا۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم دوسروں کو کس طرح سمجھدار بنائیں۔ حضورؐ نے پھر اپنا وہی حکم ارشاد فرمایا۔ انھوں نے تیسری دفعہ پھر یہی عرض کیا۔ اور حضورؐ نے پھر بھی اپنا وہی حکم ارشاد فرمایا تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اچھا ایک سال کی مہلت ہم کو دیدیں۔ حضورؐ نے ان کو ان پڑوسیوں کی تعلیم کے لئے ایک سال کی مہلت عطا فرمادی۔ (ترغیب و مجمع الزوائد)

اس حدیث پاک اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سخت عتاب سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ جو لوگ خود اہلِ علم ہیں، سمجھدار ہیں انکی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے آس پاس کے رہنے والے جاہلوں کی تعلیم کی کوشش کریں انکا یہ خیال کہ جسکو غرض ہوگی خود سیکھے گا کافی نہیں۔ نہ سیکھنے کا مستقل مطالبہ اور مستقل گناہ انکے ذمہ ہے لیکن انکو سکھانے کی ذمہ داری ان عالموں کی بھی ہے کہ یہ خود اسکی کوشش کریں، اسکی تدبیریں کریں کہ وہ علم سیکھیں۔ یہ بھی اپنے علم پر عمل کرنے میں داخل ہے کہ علم کے عمل میں اُسکا سکھانا بھی داخل ہے۔[1] حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دعائیں کثرت سے نقل کی گئی ہیں ان میں یہ دعا بھی بکثرت وارد ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص (یعنی ایک نوع آدمیوں کی چاہے اس نوع کے کتنے ہی آدمی ہوں) لایا جائیگا اور اُسکو جہنم میں پھینکدیا جائے گا جس سے اُسکی انتڑیاں نکل پڑیں گی اور وہ انکے گرد اسطرح گھومے گا جیسا کہ چکی کا گدھا چکی کے گرد پھرتا ہے (یعنی جیسا کہ جانور گدھا بیل وغیرہ آٹا پیسنے کی چکی کے چاروں طرف گھومتا ہے)، جہنم کے لوگ اُسکے چاروں طرف جمع ہوجائیں گے اور اُس سے دریافت کرینگے تجھے کیا ہوا تو تو ہم کو بھی اچھی باتوں کا حکم کرتا تھا، بُری باتوں سے روکتا تھا، وہ جواب دیگا کہ میں تم کو اسکا حکم کرتا تھا لیکن خود اُسپر عمل نہیں کرتا تھا۔ ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میں نے شبِ معراج میں ایک جماعت کو دیکھا کہ انکے ہونٹ جہنم کی آگ کی قینچیوں سے کترے جارہے ہیں میں نے حضرت جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ یہ آپکی اُمت کے وہ واعظ ہیں جو دوسروں کو نصیحت کرتے تھے اور خود اُسپر عمل نہیں کرتے تھے۔ ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ زبانیہ ایسے پڑھے لکھوں کو جو فسق میں مبتلا ہوں کافروں سے بھی پہلے پکڑیں گے وہ کہیں گے یہ کیا ہوا کہ ہماری پکڑ کافروں سے بھی پہلے ہورہی ہے انکو جوابدیا جائے گا کہ عالم اور جاہل برابر نہیں ہوتے[2] یعنی تم نے باوجود جاننے کے یہ حرکتیں کیں۔ زبانیہ فرشتوں کی وہ سخت ترین جماعت ہے جو لوگوں کو جہنم میں پھینکنے پر مامور ہے۔ سورۂ اقرأ میں بھی ان کا ذکر ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ بعض جنتی بعض جہنمی لوگوں کے پاس جاکر کہیں گے کہ تمہیں کیا ہوا تم یہاں پڑے ہو ہم تو تمھاری ہی وجہ سے جنت میں گئے ہیں کہ تم ہی سے ہم نے علم سیکھا تھا؟ وہ جوابدیں گے کہ ہم دوسروں کو تو بتلاتے تھے خود اُسپر عمل نہیں کرتے تھے۔ حضرت مالک بن دینارؒ حضرت حسن بصری کے ذریعہ سے حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص بھی وعظ کہتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اُس سے قیامت کے دن مطالبہ فرمائیں گے کہ اسکا کیا مقصد تھا (یعنی اس سے کوئی دنیوی غرض تھی مال و منفعت یا جاہ و شہرت یا خالص اللہ تعالیٰ کیواسطے کہا تھا)۔ حضرت مالکؒ کے شاگرد کہتے ہیں کہ مالکؒ جب اس حدیث کو بیان کرتے تو اتنا روتے کہ آواز نہ نکلتی پھر یوں فرماتے کہ تم یوں سمجھتے ہو کہ وعظ سے میری آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے (یعنی میرا دل خوش ہوتا ہے)، حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ مجھ سے قیامت کے دن اسکا سوال ہوگا کہ اس وعظ کا کیا مقصد تھا؟[3] اسکے باوجود جو کہنے کی مجبوری ہے وہ ابھی گذر چکی ہے یعنی لوگوں کو علم سے روشناس

---

[1] ترغیب [2] ایضاً [3] ترغیب

کرنیکی ذمہ داری بھی ہے جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہوا اور اشعری لوگوں کا قصہ ابھی گذرا۔ حضرت ابو الدرداءؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اسکا خوف اور ڈر ہے کہ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے مجھے آواز دیجائے' میں عرض کروں "لبیک ربی" میرے رب میں حاضر ہوں وہاں سے مطالبہ ہو کہ اپنے علم میں کیا عمل کیا تھا؟ ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سخت ترین عذاب اس عالم پر ہے جسکے علم سے اسکو نفع نہ ہو حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ قیس کی تعلیم کیلئے بھیجا میں نے جاکر دیکھا کہ وہ وحشی اونٹوں کیطرح سے ہیں انکا ہر وقت دھیان اپنے اونٹ اور بکری میں لگا رہتا ہے انکے سوا کوئی دوسرا فکر ہی انکو نہیں (ہر وقت بس دنیا کے دھندوں میں لگے رہتے ہیں) میں وہاں سے واپس آگیا حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا کر کے آئے؟ میں نے حضورؐ سے انکا حال بیان کر دیا اور (دین سے) انکی غفلت کی خبر سنائی حضورؐ نے ارشاد فرمایا عمار اس سے زیادہ تعجب کی بات اس قوم کی حالت ہے جو عالم ہونیکے باوجود (دین سے) ایسے ہی غافل ہو جیسا کہ یہ غافل ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ بعض آدمی جہنم میں ڈالے جائینگے جنکی بدبو اور تعفن سے جہنمی لوگ بھی پریشان ہو جائینگے۔ وہ لوگ انسے کہیں گے تمہارا کیا عمل ایسا تھا جسکی یہ نحوست ہے۔ ہمیں اپنی ہی مصیبت جسمیں ہم مبتلا تھے کیا کم تھی تمہاری اس بدبو نے اور بھی پریشان کر دیا۔ یہ لوگ کہیں گے کہ ہم اپنے علم سے نفع نہیں اٹھاتے تھے۔ (ترغیب) حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ مجھے اس امت پر زیادہ خوف منافق عالم کا ہے کسی نے پوچھا کہ منافق عالم کون ہوتا ہے؟ آپنے فرمایا کہ زبان کا عالم، دل اور عمل کا جاہل۔ یعنی تقریر تو بڑی لچھے دار کرے مگر عمل کے نام صفر۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ تو ایسا نہ بن کہ علماء کے علم کا جمع کرنیوالا ہو حکیموں کے نادر کلام کا حامل ہو مگر عمل میں احمق بیوقوفوں کیطرح ہو۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ علم عمل کیلئے آواز دیتا ہے اگر کوئی شخص اسپر عمل کرے تو وہ علم باقی رہتا ہے ورنہ وہ بھی چلا جاتا ہے یعنی علم ضائع ہو جاتا ہے۔ حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ مجھے تین شخصوں پر بڑا رحم آتا ہے۔ ایک قوم کا سردار جو ذلیل ہو گیا ہو۔ دوسرا وہ غنی جو غنا کے بعد فقیر ہو گیا ہو۔ تیسرا وہ عالم جس سے دنیا کھیلتی ہو (یعنی دنیا کا طالب ہو اور جو اسکا طالب ہو گا یہ اس سے کھیلے گی) حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا عذاب دل کی موت ہے اور دل کی موت آخرت کے عمل سے دنیا طلب کرنا ہے کسی شاعر کا شعر ہے ؎

عجبت لمبتاع الضّللة بالهدٰی ÷ ومن یشتری دنیاه بالدّین اعجبا
واعجب من هٰذین من باع دینه ÷ بدنیا سواه فهو من ذین اعجبُ

ترجمہ: "مجھے اس شخص پر تعجب آتا ہے جو ہدایت کے بدلہ گمراہی خریدے اور اس سے زیادہ تعجب اس شخص پر ہے جو دین کے بدلہ دنیا خریدے اور ان دونوں سے زیادہ تعجب اس شخص پر ہے جو اپنے دین کو دوسرں کی دنیا کے بدلے فروخت کر دے (یعنی دنیا کا فائدہ تو دوسرے کو ہو اور دین انکا ضائع اور برباد ہو"۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جو عالم دنیا دار ہو وہ احوال کے اعتبار سے جاہل سے زیادہ کمینہ ہے اور عذاب کے اعتبار سے زیادہ سختی میں مبتلا ہو گا اور کامیاب اور اللہ تعالیٰ کے یہاں مقرب علمائے آخرت ہیں جنکی چند علامتیں ہیں۔

(۱) اپنے علم سے دُنیا نہ کماتا ہو۔ عالم کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ دُنیا کی حقارت کا، اُسکے کمینہ پن کا، اُسکے مکدّر ہونے کا، اُسکے جلد ختم ہوجانیکا اُسکو احساس ہو، آخرت کی عظمت، اُسکا ہمیشہ رہنا اُسکی نعمتوں کی عمدگی کا احساس ہو، اور یہ بات اچھی طرح جانتا ہو کہ دُنیا اور آخرت دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں دو سوکنوں کیطرح ہیں جونسی ایک کو راضی کریگا دوسری خفا ہوجائیگی یہ دونوں ترازو کے دو پلڑوں کیطرح سے ہیں جونسا ایک پلڑا جھکے گا دوسرا ہلکا ہوجائیگا۔ دونوں میں مشرق مغرب کا فرق ہے جونسے ایک سے تُو قریب ہوگا دوسرے سے دُور ہوجائیگا جو شخص دُنیا کی حقارت کا اُسکے گدلے پن کا اور اس بات کا احساس نہیں کرتا کہ دُنیا کی لذتیں دونوں جہان کی تکلیفوں کی ساتھ منضم ہیں وہ فاسد العقل ہے مشاہدہ اور تجربہ ان باتوں کا شاہد ہے کہ دُنیا کی لذتوں میں دُنیا کی بھی تکلیف ہے اور آخرت کی تکلیف تو ہے ہی۔ پس جس شخص کو عقل ہی نہیں وہ عالم کیسے ہوسکتا ہے۔ بلکہ جو شخص آخرت کی بڑائی اور اُسکے ہمیشہ رہنے کو بھی نہیں جانتا ہے وہ تو کافر ہے ایسا شخص کیسے عالم ہوسکتا ہے جس کو ایمان بھی نصیب نہ ہو، اور جو شخص دُنیا اور آخرت کا ایک دوسرے کی ضد ہونے کو نہیں جانتا اور دونوں کے درمیان جمع کرنیکی طمع میں ہے وہ ایسی چیز میں طمع کر رہا ہے جو طمع کرنیکی چیز نہیں ہے۔ وہ شخص تمام انبیاء کی شریعت سے ناواقف ہے اور جو شخص ان سب چیزوں کو جاننے کے باوجود دُنیا کو ترجیح دیتا ہے وہ شیطان کا قیدی ہے جسکو شہوتوں نے ہلاک کر رکھا ہے اور بدبختی اُسپر غالب ہے۔ جسکی یہ حالت ہو وہ علماء میں کیسے شمار ہوگا؟
حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو عالِم دُنیا کی خواہش کو میری محبت پر ترجیح دیتا ہے اُسکی ساتھ ادنیٰ سے ادنیٰ معاملہ میں یہ کرتا ہوں کہ اپنی مناجات کی لذت سے اس کو محروم کر دیتا ہوں (کہ میری یاد میں میری دُعا میں اسکو لذت نہیں آتی) اے داؤد ایسے عالم کا حال نہ پوچھ جسکو دُنیا کا نشہ سوار ہو کہ میری محبت سے تجھ کو دُور کردے ایسے لوگ ڈاکو ہیں۔ اے داؤد جب تُو کسی کو میرا طالب دیکھے تو اُسکا خادم بنجا۔ اے داؤد جو شخص بھاگ کر میری طرف آتا ہے میں اُسکو جہبذ (حاذق سمجھدار) لکھدیتا ہوں اور جسکو جہبذ لکھدیتا ہوں اُسکو عذاب نہیں کرتا۔ یحییٰ بن معاذ رحؒ کہتے ہیں کہ علم و حکمت سے جب دُنیا طلب کیجائے تو اُنکی رونق جاتی رہتی ہے۔ سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ جب کسی عالِم کو دیکھو کہ اُمراء کے یہاں پڑا رہتا ہے تو اُسکو چور سمجھو۔ اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس عالم کو دُنیا سے محبت رکھنے والا دیکھو اپنے دِین کے بارے میں اُسکو متہم سمجھو۔ اسلئے کہ جس شخص کو جس سے محبت ہوتی ہے اُسی میں گھسا کرتا ہے۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ جسکو گناہ میں لذت آتی ہو وہ اللہ کا عارف ہوسکتا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ مجھے اسمیں ذرا تردد نہیں کہ جو شخص دُنیا کو آخرت پر ترجیح دے وہ عارف نہیں ہوسکتا اور گناہ کرنیکا درجہ تو اس سے بہت زیادہ ہے۔ اور یہ بات بھی ذہن میں

رکھنا چاہئے کہ صرف مال کی محبت نہ ہونے سے آخرت کا عالم نہیں ہوتا جاہ کا درجہ اور اُسکا نقصان مال سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

یعنی جتنی وعیدیں اوپر دُنیا کے ترجیح دینے کی اور اُسکی طلب کی گذری ہیں ان میں صرف مال کمانا ہی داخل نہیں بلکہ جاہ کی طلب مال کی طلب کی بہ نسبت زیادہ داخل ہے اسلئے کہ جاہ طلبی کا نقصان اور اسکی مضرت مال طلبی سے بھی زیادہ سخت ہے۔

(۲) دوسری علامت یہ ہے کہ اُسکے قول و فعل میں تعارض نہ ہو دوسروں کو خیر کا حکم کرے اور خود اُسپر عمل نہ کرے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ (بقرہ ع ۵) کیا غضب ہے کہ دوسروں کو نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ (صف ع ۱) اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

حاتم اصمؒ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اُس عالم سے زیادہ حسرت والا کوئی نہ ہوگا جس کیوجہ سے دوسروں نے علم سیکھا اور اُسپر عمل کیا وہ تو کامیاب ہوگئے اور وہ خود عمل نہ کرنے کیوجہ سے ناکام رہا۔ ابن سماکؒ کہتے ہیں کتنے شخص ایسے ہیں جو دوسرونکو اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتے ہیں، خود اللہ تعالیٰ کو بھولتے ہیں، دوسرونکو اللہ تعالیٰ سے ڈراتے ہیں، خود اللہ تعالیٰ پر جرأت کرتے ہیں، دوسرونکو اللہ تعالیٰ کا مقرب بناتے ہیں، خود اللہ تعالیٰ سے دُور ہیں، دوسرونکو اللہ تعالیٰ کیطرف بُلاتے ہیں، خود اللہ تعالیٰ سے بھاگتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے دس صحابہ کرامؓ نے یہ مضمون بیان کیا کہ ہم لوگ قبا کی مسجد میں بیٹھے ہوئے علم حاصل کر رہے تھے حضورؐ تشریف لائے اور فرمایا کہ جتنا چاہے علم حاصل کرلو اللہ تعالیٰ کے یہاں سے اجر بغیر عمل کے نہیں ملتا۔

(۳) تیسری علامت یہ ہے کہ ایسے علوم میں مشغول ہو جو آخرت میں کام آنیوالے ہوں نیک کاموں میں رغبت پیدا کرنیوالے ہوں، ایسے علوم سے احتراز کرے جنکا آخرت میں کوئی نفع نہیں ہے یا نفع کم ہے۔ ہم لوگ اپنی نادانی سے انکو بھی علم کہتے ہیں جن سے صرف دنیا کمانا مقصود ہو۔ حالانکہ وہ جہل مرکب ہے، کہ ایسا شخص اپنے کو پڑھا لکھا سمجھنے لگتا ہے پھر اُسکو دین کے علوم سیکھنے کا اہتمام بھی نہیں رہتا۔ جو شخص کچھ بھی پڑھا ہوا نہ ہو وہ کم سے کم اپنے آپکو جاہل تو سمجھتا ہے دین کی باتیں معلوم کرنیکی کوشش تو کرتا ہے مگر جو اپنی جہالت کے باوجود اپنے کو عالم سمجھنے لگے وہ بڑے نقصان میں ہے۔

حاتم اصمؒ جو مشہور بزرگ اور حضرت شقیق بلخیؒ کے خاص شاگرد ہیں اُن سے ایکمرتبہ حضرت شیخ نے دریافت کیا کہ حاتم کتنے دن سے تم میرے ساتھ ہو؟ انھوں نے عرض کیا تینتیس ۳۳ برس سے۔ فرمانے لگے

کہ اتنے دنوں میں تم نے مجھ سے کیا سیکھا؟ حاتمؒ نے عرض کیا آٹھ مسئلے سیکھے ہیں۔ حضرت شقیقؒ نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون اتنی طویل مدت میں صرف آٹھ مسئلے سیکھے میری تو عمر ہی تمہاری ساتھ ضائع ہو گئی۔ حاتمؒ نے عرض کیا حضور صرف آٹھ ہی سیکھے ہیں جھوٹ تو بول نہیں سکتا۔ حضرت شقیقؒ نے فرمایا کہ اچھا بتاؤ وہ آٹھ مسئلے کیا ہیں؟ حاتمؒ نے عرض کیا:۔

(الف) میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق کو کسی نہ کسی سے محبت ہے (بیوی سے، اولاد سے، مال سے، احباب سے وغیرہ وغیرہ) لیکن میں نے دیکھا کہ جب وہ قبر میں جاتا ہے تو اُسکا محبوب اُس سے جُدا ہو جاتا ہے۔ اسلئے میں نے نیکیوں سے محبت کر لی تاکہ جب مَیں قبر میں جاؤں تو میرا محبوب بھی ساتھ ہی جائے اور مرنیکے بعد بھی مجھ سے جُدا نہ ہو۔ حضرت شقیقؒ نے فرمایا بہت اچھا کیا۔

(ب) میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد قرآن پاک میں دیکھا وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ الآیۃ (والنازعات ع ۲) اور جو شخص (دُنیا میں) اپنے رب کے سامنے (آخرت میں) کھڑا ہونے سے ڈرا ہو گا اور نفس کو (حرام) خواہش سے روکا ہو گا تو جنّت اُسکا ٹھکانا ہو گا۔ میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد حق ہے میں نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا یہانتک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر جم گیا۔

(ج) میں نے دُنیا کو دیکھا کہ ہر شخص کے نزدیک جو چیز بہت قیمتی ہوتی ہے بہت محبوب ہوتی ہے وہ اُسکو اُٹھا کر بڑی احتیاط سے رکھتا ہے، اُسکی حفاظت کرتا ہے۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھا مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (نحل ع ۱۳) جو کچھ تمہارے پاس دُنیا میں ہے وہ ختم ہو جائیگا (خواہ وہ جاتا رہے یا تم مرجاؤ ہر حال میں وہ ختم ہو گا) اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے۔ اس آیت شریفہ کیوجہ سے جو چیز بھی میرے پاس ایسی کبھی ہوئی جسکی مجھے وقعت زیادہ ہوئی وہ پسند زیادہ آئی وہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجدی تاکہ ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو جائے۔

(د) میں نے ساری دُنیا کو دیکھا کوئی شخص مال کیطرف (اپنی عزّت اور بڑائی میں) لوٹتا ہے، کوئی حسب کی شرافت کیطرف کوئی اور فخر کی چیزوں کیطرف یعنی ان چیزوں کے ذریعہ سے اپنے اندر بڑائی پیدا کرتا ہے اور اپنی بڑائی ظاہر کرتا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (حجرات ع ۲) "اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو" اس بناء پر میں نے تقویٰ اختیار کر لیا تاکہ اللہ جل شانہٗ کے نزدیک شریف بنجاؤں۔

(ھ) میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے پر طعن کرتے ہیں، عیب جوئی کرتے ہیں، بُرا بھلا کہتے ہیں اور یہ سب کا سب حسد کیوجہ سے ہوتا ہے کہ ایک کو دوسرے پر حسد آتا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد دیکھا نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ الآیۃ (زخرف ع ۳) دنیوی زندگی میں انکی روزی ہم نے ہی تقسیم

کر رکھی ہے اور راس تقسیم میں) ہم نے ایک کو دوسرے پر فوقیت دے رکھی ہے تاکہ (اسکی وجہ سے) ایک دوسرے سے کام لیتا رہے (سب کے سب برابر ایک ہی نمونہ کے بنجائیں تو پھر کوئی کسی کا کام کیوں کرے کیوں نوکری کرے اور اس سے دُنیا کا نظام خراب ہو ہی جائیگا) میں نے اس آیت شریفہ کیوجہ سے حسد کرنا چھوڑ دیا ساری مخلوق سے بے تعلق ہو گیا اور میں نے جان لیا کہ روزی کا بانٹنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے وہ جسکے حصہ میں جتنا چاہے لگائے اسلئے لوگوں کی عداوت چھوڑ دی۔ اور یہ سمجھ لیا کہ کسی کے پاس مال کے زیادہ یا کم ہونے میں انکے فعل کو زیادہ دخل نہیں ہے۔ یہ تو مالک الملک کیطرف سے ہے۔ اسلئے اب کسی پر غصہ ہی نہیں آتا۔

(و) میں نے دُنیا میں دیکھا کہ تقریباً ہر شخص کی کسی نہ کسی سے لڑائی ہے، کسی نہ کسی سے دُشمنی ہے میں نے غور کیا تو دیکھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا (فاطر ع ۱) شیطان بے شبہ تمہارا دشمن ہے پس اسکے ساتھ دشمنی ہی رکھو (اسکو دوست نہ بناؤ) پس میں نے اپنی دشمنی کیلئے اُسی کو چُن لیا اور اُس سے دُور رہنے کی انتہائی کوشش کرتا ہوں۔ اسلئے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے اُسکے دُشمن ہونے کو فرما دیا تو میں نے اُسکے علاوہ سے اپنی دشمنی ہٹالی۔

(ز) میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق روٹی کی طلب میں لگ رہی ہے اسی کیوجہ سے اپنے آپکو دوسروں کے سامنے ذلیل کرتی ہے اور ناجائز چیزیں اختیار کرتی ہے۔ پھر میں نے دیکھا تو اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا (هود ع ۱) "اور کوئی جاندار زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے جسکی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو" میں نے دیکھا کہ میں بھی انھیں زمین پر چلنے والوں میں سے ایک ہوں جنکی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ پس میں نے اپنے اوقات ان چیزوں میں مشغول کر لئے جو مجھ پر اللہ تعالیٰ کیطرف سے لازم ہیں اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے ذمہ تھی اُس سے اپنے اوقات کو فارغ کر لیا۔

(ح) میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق کا اعتماد اور بھروسہ کسی خاص ایسی چیز پر ہے جو خود مخلوق ہے کوئی اپنی جائداد پر بھروسہ کرتا ہے، کوئی اپنی تجارت پر اعتماد کرتا ہے، کوئی اپنی دستکاری پر نگاہ جمائے ہوئے ہے، کوئی اپنے بدن کی صحت اور قوت پر کہ جب چاہے جسطرح چاہے کمالونگا، اور ساری مخلوق ایسی چیزوں پر اعتماد کئے ہوئے ہے جو انکی طرح خود مخلوق ہیں۔ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (طلاق ع ۱) "جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل (اور اعتماد) کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ اُس کیلئے کافی ہے" اسلئے میں نے بس اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کر لیا۔ حضرت شقیق نے فرمایا کہ حاتم تمہیں حق تعالیٰ شانہٗ توفیق عطا فرمائے میں نے توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن عظیم کے علوم کو دیکھا میں نے سارے خیر کے کام ان ہی آٹھ مسائل کے اندر پائے پس جو ان آٹھوں پر عمل کرے اُسنے اللہ تعالیٰ شانہٗ کی چاروں کتابوں کے مضامین پر عمل کر لیا۔ اس قسم کے علوم کو علمائے آخرت ہی پا سکتے ہیں اور دُنیا دار عالم

تو مال اور جاہ کے ہی حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں۔
(۴) چوتھی علامت آخرت کے علماء کی یہ ہے کہ کھانے پینے کی اور لباس کی عمدگیوں اور بہتر ائیوں کی طرف متوجہ نہ ہو۔ بلکہ ان چیزوں میں درمیانی رفتار اختیار کرے اور بزرگوں کے طرز کو اختیار کرے ان چیزوں میں جتنا کمی کیطرف اُسکا میلان بڑھیگا اللہ تعالیٰ شانہٗ سے اتنا ہی اُسکا قرب بڑھتا جائیگا اور علمائے آخرت میں اتنا ہی اُسکا درجہ بلند ہوتا جائیگا۔ انھیں شیخ ابو حاتمؒ کا ایک عجیب قصہ جسکو شیخ ابو عبداللہ خواصؒ جو شیخ ابو حاتمؒ کے شاگردوں میں ہیں نقل کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایکمرتبہ حضرت شیخ حاتمؒ کے ساتھ موضع رَیؔ میں جو ایک جگہ کا نام ہے گیا تین سو بیس آدمی ہمارے ساتھ تھے ہم حج کے ارادہ سے جا رہے تھے سب متوکلین کی جماعت تھی ان لوگوں کے پاس توشہ سامان وغیرہ کچھ نہ تھا۔ رَیؔ میں ایک معمولی خشک مزاج تاجر پر ہمارا گذر ہوا اُسنے سارے قافلہ کی دعوت کر دی اور ہماری ایک رات کی مہمانی کی۔ دوسرے دن صبح کو وہ میزبان حضرت حاتمؒ سے کہنے لگا کہ یہاں ایک عالم بیمار ہیں مجھا انکی عیادت کو اسوقت جانا ہے اگر آپ کی رغبت ہو تو آپ بھی چلیں حضرت حاتمؒ نے فرمایا کہ بیمار کی عیادت تو ثواب ہے، اور عالم کی تو زیارت بھی عبادت ہے میں ضرور تمھاری ساتھ چلونگا۔ یہ بیمار عالم اس موضع کے قاضی شیخ محمد بن مقاتلؒ تھے جب انکے مکان پر پہنچے تو حضرت حاتمؒ سوچ میں پڑ گئے کہ اللہ اکبر ایک عالم کا مکان اور ایسا اونچا محل۔ غرض ہم نے حاضری کی اجازت منگائی اور جب اندر داخل ہوئے تو وہ اندر سے بھی نہایت خوشنما، نہایت وسیع پاکیزہ جگہ جگہ پردے لٹک رہے۔ حضرت حاتمؒ ان سب چیزوں کو دیکھ رہے تھے اور سوچ میں پڑے ہوئے تھے۔ اتنے میں ہم قاضی صاحب کے قریب پہنچے تو وہ ایک نہایت نرم بستر پر آرام کر رہے تھے۔ ایک غلام انکے سرہانے پنکھا جھل رہے تھے وہ تاجر تو سلام کر کے انکے پاس بیٹھ گئے اور مزاج پرسی کی۔ حاتمؒ کھڑے رہے۔ قاضی صاحبؒ نے انکو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ انھوں نے بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ قاضی صاحبؒ نے پوچھا آپکو کچھ کہنا ہے؟ انھوں نے فرمایا ہاں ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ قاضی صاحبؒ نے فرمایا کہو۔ انھوں نے کہا کہ آپ بیٹھ جائیں (غلاموں نے قاضی صاحبؒ کو سہارا دیکر اُٹھایا کہ خود اُٹھنا مشکل تھا) وہ بیٹھ گئے۔ حضرت حاتمؒ نے پوچھا کہ آپنے علم کس سے حاصل کیا؟ انھوں نے فرمایا معتبر علماء سے۔ انھوں نے پوچھا کہ ان علماء نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحبؒ نے فرمایا کہ انھوں نے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے۔ حضرت حاتمؒ نے پوچھا کہ صحابۂ کرامؓ نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحبؒ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حضرت حاتمؒ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحب: حضرت جبرئیلؑ سے۔ حضرت حاتمؒ: حضرت جبرئیلؑ نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحبؒ: اللہ تعالیٰ شانہٗ سے۔ حضرت حاتمؒ نے فرمایا کہ جو علم حضرت جبرئیلؑ نے حق تعالیٰ شانہٗ سے لیکر حضورؐ تک پہنچایا اور حضورؐ نے صحابہؓ کو عطا فرمایا اور صحابہؓ نے معتبر علماء کو اور ان کے ذریعے سے آپ تک پہنچا اُسمیں کہیں یہ بھی وارد ہے کہ جس شخص کا جسقدر مکان اونچا اور بڑا ہوگا اُسکا اتنا ہی

درجہ اللہ جل شانہ کے یہاں بھی زیادہ ہوگا۔ قاضی صاحبؒ نے فرمایا کہ نہیں یہ اُس علم میں نہیں آیا حضرت حاتمؒ نے فرمایا اگر یہ نہیں آیا تو پھر اُس علم میں کیا آیا ہے؟ قاضی صاحبؒ نے فرمایا کہ اُسمیں یہ آیا ہے کہ جو شخص دُنیا سے بے رغبت ہو آخرت میں رغبت رکھتا ہو فقرار کو محبوب رکھتا ہو اپنی آخرت کیلئے اللہ کے یہاں ذخیرہ بھیجتا رہتا ہو وہ شخص حق تعالیٰ شانہ کے یہاں صاحب مرتبہ ہے۔ حضرت حاتمؒ نے فرمایا کہ پھر آپنے کس کا اتباع اور پیروی کی حضورؐ کی حضورؐ کے صحابہؓ کی متقی علمار کی یا فرعون اور نمرود کی ہائے بُرے عالمو! تم جیسوں کو جاہل دُنیادار جو دُنیا کے اوپر اوندھے گرنیوالے ہیں دیکھکر یہ کہتے ہیں کہ جب عالموں کا یہ حال ہے تو ہم تو ان سے زیادہ بُرے ہوں ہی گے۔

یہ کہکر حضرت حاتمؒ تو واپس چلے گئے اور قاضی صاحبؒ کے مرض میں اس گفتگو اور نصیحت کیوجہ سے اور بھی زیادہ اضافہ ہو گیا۔ لوگوں میں اسکا چرچا ہوا تو کسی نے حضرت حاتمؒ سے کہا کہ طنافسیؒ جو قزوین میں رہتے ہیں (قزوین رَی سے ستائیس فرسخ یعنی اکیاسی میل ہے) وہ ان سے بھی زیادہ رئیسانہ شان سے رہتے ہیں حضرت حاتمؒ (انکو نصیحت کرنیکے ارادہ سے چلدیئے) جب انکے پاس پہنچے تو کہا کہ ایک عجمی آدمی ہے (جو عرب کا رہنے والا نہیں ہے) آپسے یہ چاہتا ہے کہ آپ اُسکو دین کی بالکل ابتدار سے یعنی نماز کی کنجی وضوء سے تعلیم دیں طنافسیؒ نے کہا بڑے شوق سے۔ یہ کہکر طنافسیؒ نے وضو کا پانی منگایا اور طنافسیؒ نے وضو کرکے بتایا کہ اس طرح وضو کیجاتی ہے۔ حضرت حاتمؒ نے انکی وضو کے بعد کہا کہ میں آپکے سامنے وضو کر لوں تاکہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے طنافسیؒ وضو کیجگہ سے اُٹھ گئے اور حضرت حاتمؒ نے بیٹھکر وضو کرنا شروع کیا اور دونوں ہاتھوں کو چار چار مرتبہ دھویا طنافسیؒ نے کہا کہ یہ اسراف ہے، تین تین مرتبہ دھونا چاہیئے۔ حضرت حاتمؒ نے کہا سبحان اللہ العظیم میرے ایک چلّو پانی میں تو اسراف ہو گیا اور یہ سب کچھ جو ساز و سامان میں تمھارے پاس دیکھ رہا ہوں اسمیں اسراف نہ ہوا جب طنافسیؒ کو خیال ہوا کہ انکا مقصد سیکھنا نہیں تھا بلکہ یہ غرض تھی۔ اُسکے بعد جب بغداد پہنچے اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو انکے احوال کا علم ہوا تو وہ ان سے ملنے کیلئے تشریف لائے اور ان سے دریافت فرمایا کہ دُنیا سے سلامتی کی کیا تدبیر ہے؟ حاتمؒ نے فرمایا کہ دُنیا سے اُسوقت تک محفوظ نہیں رہ سکتے جبتک تم میں چار چیزیں نہ ہوں۔ لوگونکی جہالت سے درگذر کرتے رہو۔ خود انکی ساتھ کوئی حرکت جہالت کی نہ کرو۔ تمھارے پاس جو چیز ہو ان پر خرچ کردو۔ انکے پاس جو چیز ہو اُسکی اُمید نہ رکھو۔

اُسکے بعد جب حضرت حاتمؒ مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں کے لوگ خبر سُنکر انکے پاس ملنے کیلئے جمع ہو گئے انھوں نے دریافت فرمایا کہ یہ کونسا شہر ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر ہے۔ کہنے لگے کہ اس میں حضورؐ کا محل کونسا تھا میں بھی وہاں جاکر دوگانہ ادا کروں؟ لوگوں نے کہا کہ حضورؐ کے تو محل نہیں تھا بہت مختصر مکان تھا جو بہت نیچا تھا۔ کہنے لگے کہ صحابۂ کرامؓ کے محل کہاں کہاں ہیں مجھے وہی دکھادو۔ لوگوں نے

کہا کہ صحابہؓ کے بھی محل نہیں تھے انکے بھی چھوٹے چھوٹے مکانات زمین سے لگے ہوئے تھے، حاتمؒ نے کہا پھر یہ تو شہر فرعون کا شہر ہے۔ لوگوں نے انکو پکڑ لیا کہ یہ شخص مدینہ منورہ کی توہین کرتا ہے اور حضورؐ کے شہر کو فرعون کا شہر بتاتا ہے، اور پکڑ کر امیرِ مدینہ کے پاس لے گئے کہ یہ عجمی شخص مدینہ طیبہ کو فرعون کا شہر بتاتا ہے۔ امیر نے ان سے مطالبہ کیا کہ یہ کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا آپ جلدی نہ کریں پوری بات سن لیں میں ایک عجمی آدمی ہوں میں جب اس شہر میں داخل ہوا تو میں نے پوچھا کہ یہ کس کا شہر ہے؟ پھر پورا قصہ اپنے سوال و جواب کا سُنا کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن شریف میں یہ فرمایا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ الآیۃ (احزاب ع ۳)

ترجمہ:۔ تم لوگوں کے واسطے یعنی ایسے شخص کیلئے جو اللہ سے اور آخرت کے دن سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو (یعنی کامل مؤمن ہو غرض ایسے شخص کیلئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے (یعنی ہر بات میں یہ دیکھنا چاہیئے کہ حضورؐ کا کیا معمول تھا اور اُسکا اتباع کرنا چاہیئے)۔

پس اب تم ہی بتاؤ کہ تم نے یہ حضورؐ کا اتباع کر رکھا ہے یا فرعون کا؟ اس پر لوگوں نے انکو چھوڑ دیا۔

یہاں ایک بات یہ قابلِ لحاظ ہے کہ مباح چیزوں کی ساتھ لذت حاصل کرنا یا اُنکی وسعت حرام یا ناجائز نہیں ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ انکی کثرت سے ان چیزوں کے ساتھ اُنس پیدا ہوتا ہے ان چیزوں کی محبت دل میں ہو جاتی ہے اور پھر اُسکا چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے اور اُنکے فراہم کرنے کیلئے اسباب تلاش کرنا پڑتے ہیں، پیداوار اور آمدنی کے بڑھانے کی فکر ہوتی ہے اور جو شخص روپیہ بڑھانے کی فکر میں لگ جاتا ہے اُس کو دین کے بارہ میں مداہنت بھی کرنی پڑتی ہے۔ اسمیں بسا اوقات گناہوں کے مرتکب ہونے کی نوبت بھی آجاتی ہے اگر دُنیا میں گھسنے کے بعد اُس سے محفوظ رہنا آسان ہوتا تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اتنے اہتمام سے دُنیا سے بے رغبتی پر تنبیہ نہ فرماتے اور اتنی شدت سے اُس سے خود نہ بچتے کہ نقشین کُرتا بھی بدنِ مبارک پر سے اُتار دیا۔

یحیٰی بن یزید نوفلیؒ نے حضرت امام مالکؒ کو ایک خط لکھا جسمیں حمد و صلوٰۃ کے بعد لکھا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ باریک کپڑا پہنتے ہیں اور پتلی روٹی استعمال کرتے ہیں اور نرم بستر پر آرام کرتے ہیں، دربان بھی آپنے مقرر کر رکھا ہے۔ حالانکہ آپ اونچے علماء میں ہیں، دُور دُور سے لوگ سفر کر کے آپکے پاس علم سیکھنے کیلئے آتے ہیں آپ امام ہیں، مقتدا ہیں، لوگ آپکا اتباع کرتے ہیں۔ آپکو بہت احتیاط کرنی چاہیئے محض مخلصانہ یہ خط لکھ رہا ہوں۔ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اس خط کی خبر نہیں۔ فقط والسلام۔

حضرت امام مالکؒ نے اُسکا جواب تحریر فرمایا کہ تمہارا خط پہنچا جو میرے لئے نصیحت نامہ، شفقت نامہ اور تنبیہ تھی۔ حق تعالیٰ شانہٗ تقویٰ کیساتھ تمہیں منتفع فرمائے اور اس نصیحت کی جزائے خیر عطا فرمائے اور مجھے حق تعالیٰ شانہٗ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ خوبیوں پر عمل اور بُرائیوں سے بچنا اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے

ہو سکتا ہے۔ جو امور تم نے ذکر کئے یہ صحیح ہیں ایسا ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے (لیکن یہ سب چیزیں جائز ہیں) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الآیۃ (اعراف ع ۴) آپ یہ کہہ دیجئے کہ (یہ بتلاؤ) کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی زینت (کپڑوں وغیرہ) کو جن کو اُس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کیا اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس نے حرام کیا ہے" اسکے بعد تحریر فرمایا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ ان امور کا اختیار نہ کرنا اختیار کرنے سے اَولیٰ اور بہتر ہے۔ آئندہ بھی اپنے گرامی ناموں سے مجھے مشرف کرتے رہیں میں بھی خط لکھتا رہونگا۔ فقط والسلام

کتنی لطیف بات امام مالکؒ نے اختیار فرمائی کہ جواز کا فتویٰ بھی تحریر فرمادیا اور اسکا اقرار بھی فرمالیا کہ واقعی زیادہ بہتر ان امور کا ترک ہی تھا۔

(۵) پانچویں علامت علمائے آخرت کی یہ ہے کہ سلاطین اور حکام سے دُور رہیں (بلا ضرورت کے) انکے پاس ہرگز نہ جائیں بلکہ وہ خود بھی آئیں تو ملاقات کم رکھیں۔ اسلئے کہ انکی ساتھ میل جول ان کی خوشنودی اور رضا جوئی میں تکلف برتنے سے خالی نہ ہوگا۔ وہ لوگ اکثر ظالم اور ناجائز امور کا ارتکاب کرنے والے ہوتے ہیں جسپر انکار کرنا ضروری ہے انکے ظلم کا اظہار انکے ناجائز فعل پر تنبیہ کرنا ضروری ہے اور اسپر سکوت دین میں مداہنت ہے اور اگر انکی خوشنودی کیلئے انکی تعریف کرنا پڑے تو یہ صریح جھوٹ ہے اور انکے مال کیطرف اگر طبیعت کو میلان ہوا اور طمع ہوئی تو نا جائز ہے۔ بہرحال انکا اختلاط بہت سے مفاسد کی کنجی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص جنگل میں رہتا ہے وہ سخت مزاج ہو جاتا ہے اور جو شکار کے پیچھے لگ جاتا ہے وہ (سب چیزوں سے) غافل ہو جاتا ہے اور جو بادشاہ کے پاس آمد و رفت شروع کردے وہ فتنہ میں پڑجاتا ہے۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ اپنے آپکو فتنوں کی جگہ کھڑے ہونے سے بچاؤ کسی نے پوچھا کہ فتنوں کی جگہ کونسی ہیں فرمایا امراء کے دروازے کہ انکے پاس جا کر انکی غلط کاریوں کی تصدیق کرنی پڑتی ہے اور (انکی تعریف میں) ایسی باتیں کہنی پڑتی ہیں جو ان میں نہیں ہیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بدترین علماء وہ ہیں جو حکام کے یہاں حاضری دیں اور بہترین حاکم وہ ہیں جو علماء کے یہاں حاضر ہوں۔ حضرت سمنونؒ (جو حضرت سری سقطیؒ کے اصحاب میں ہیں) کہتے ہیں کہ میں نے یہ سُنا تھا کہ جب تم کسی عالم کو یہ سنو کہ وہ دُنیا کی محبت رکھتا ہے تو اس شخص کو اپنے دین کے بارہ میں متہم سمجھو۔ میں نے اُسکا خود تجربہ کیا جب بھی میں بادشاہ کے یہاں گیا تو واپسی پر میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو اُسپر میں نے ایک وبال پایا حالانکہ تم دیکھتے ہو کہ میں وہاں سخت گفتگو کرتا ہوں اور انکی رائے کا سختی سے خلاف کرتا ہوں، وہاں کی کسی چیز سے منتفع نہیں ہوتا حتیٰ کہ وہاں کا پانی بھی نہیں پیتا ہمارے علماء بنو اسرائیل کے علماء سے بھی بُرے ہیں کہ وہ حکام کے پاس جا کر ان کو گنجائشیں بتاتے ہیں، انکی خوشنودی کی فکر کرتے ہیں۔ اگر وہ ان سے انکی ذمہ داریاں صاف صاف

بتائیں تو وہ لوگ انکا جانا بھی گراں سمجھنے لگیں۔ اور صاف صاف کہنا ان علماء کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں نجات کا سبب بنجائے۔ علماء کا سلاطین کے یہاں جانا ایک بہت بڑا فتنہ ہے اور شیطان کے اغوا کرنیکا ذریعہ ہے بالخصوص جسکو بولنا اچھا آتا ہو اُسکو شیطان یہ سمجھاتا ہے کہ تیرے جانیسے انکی اصلاح ہوگی وہ اسکی وجہ سے ظلم سے بچیں گے اور دین کے شعائر کی حفاظت ہوگی حتیٰ کہ آدمی یہ سمجھنے لگتا ہے کہ انکے پاس جانا بھی کوئی دینی چیز ہے حالانکہ انکے پاس جانیسے انکی دلداری میں مداہنت کی باتیں کرنا اور انکی بیجا تعریفیں کرنا پڑتی ہیں جسمیں دین کی ہلاکت ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے حضرت حسن بصریؒ کو لکھا کہ مجھے ایسے مناسب لوگوں کا پتہ بتاؤ جن سے میں اپنی اس (خلافت کے) کام میں مدد لوں۔ حضرت حسنؒ نے (جواب میں) لکھا کہ اہلِ دین تو تم تک نہ آئیں گے اور دُنیاداروں کو تم اختیار نہ کروگے (اور نہ کرنا چاہئے یعنی حریص طماع لوگوں کو کہ وہ اپنے لالچ میں کام خراب کردینگے) اسلئے شریف النسب لوگوں سے کام لو اسلئے کہ انکی قومی شرافت انکو اس بات سے روکے گی کہ وہ اپنی نسبی شرافت کو خیانت سے گندہ کریں"۔ یہ جواب حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو لکھا جنکا زہد وتقویٰ عدل وانصاف ضرب المثل ہے حتیٰ کہ وہ عمر ثانی کہلاتے ہیں۔ یہ امام غزالیؒ کا ارشاد ہے لیکن اس ناکارہ کے خیال میں اگر کوئی دینی مجبوری ہو تو اپنے نفس کی حفاظت اور نگرانی کرتے ہوئے جانے میں مضائقہ نہیں بلکہ بسا اوقات دینی مصالح اور ضرورتوں کا تقاضا جانا ہی ہوتا ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اپنی ذاتی غرض، ذاتی نفع، مال وجاہ کمانا مقصود نہ ہو بلکہ صرف مسلمانوں کی ضرورت ہو۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ (بقرہ ع ۲۷) "اور اللہ تعالیٰ مصلحت کے ضائع کرنیوالے کو اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو (الگ الگ) جانتے ہیں"۔ (۶) چھٹی علامت علمائے آخرت کی یہ ہے کہ فتویٰ صادر کردینے میں جلدی نہ کرے مسئلہ بتانے میں بہت احتیاط کرے حتی الوسع اگر کوئی دوسرا اہل ہو تو اُسکا حوالہ کردے۔ ابو حفص نیساپوریؒ کہتے ہیں کہ عالم وہ ہے کہ جو مسئلہ کیوقت اس سے خوف کرتا ہو کہ کل کو قیامت میں یہ جواب دہی کرنا پڑیگی کہ کہاں سے بتایا تھا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ صحابہ کرامؓ چار چیزوں سے بہت احتراز کرتے تھے۔ امامت کرنیسے وصی بننے سے (یعنی کسی کی وصیت میں مال وغیرہ تقسیم کرنیسے) امانت رکھنے سے فتویٰ دینے سے۔ اور انکا خصوصی مشغلہ پانچ چیزیں تھیں۔ قرآن پاک کی تلاوت، مساجد کا آباد کرنا اللہ تعالیٰ کا ذکر، اچھی باتوں کی نصیحت کرنا، بُری باتوں سے روکنا۔ ابن حصینؒ کہتے ہیں کہ بعض آدمی ایسے جلدی فتویٰ صادر کرتے ہیں کہ وہ مسئلہ اگر حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوتا تو سارے بدر والوں کو اکٹھا کرکے مشورہ کرتے۔ حضرت انسؓ اتنے جلیل القدر صحابی ہیں کہ دس برس حضورؐ کی خدمت کی۔ جب انسے مسئلہ دریافت کیا جاتا تو فرماتے کہ مولانا الحسنؒ سے دریافت کرو (یہ حضرت حسن بصریؒ مشہور فقہاء اور مشہور صوفیہ میں ہیں اور تابعی ہیں حضرت انسؓ باوجود صحابی ہونیکے ان تابعی کا نام بتاتے) اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے جب مسئلہ دریافت

کیا جاتا (حالانکہ وہ مشہور صحابی اور رئیس المفسرین ہیں) تو فرماتے کہ جابر بن زیدؓ جو اہل فتویٰ تابعی ہیں ان سے دریافت کرو۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ خود بڑے مشہور فقیہ صحابی ہیں حضرت سعید بن المسیبؒ (تابعی) پر حوالہ فرما دیتے۔

(۷) ساتویں علامت علمائے آخرت کی یہ ہے کہ اسکو باطنی علم یعنی سلوک کا اہتمام بہت زیادہ ہو۔ اپنی اصلاحِ باطن اور اصلاحِ قلب میں بہت زیادہ کوشش کرنیوالا ہو کہ یہ علوم ظاہریہ میں بھی ترقی کا ذریعہ ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اپنے علم پر عمل کرے حق تعالیٰ شانہٗ اسکو ایسی چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جو اسنے نہیں پڑھیں پہلے انبیاء کی کتابوں میں ہے کہ اے بنی اسرائیل تم یہ مت کہو کہ علوم آسمان پر ہیں انکو کون اتارے یا وہ زمین کی جڑوں میں ہیں انکو کون اوپر لائے یا وہ سمندروں کے پار ہیں کون اُن پر گذرے تاکہ انکو لائے۔ علوم تمہارے دلوں کے اندر ہیں تم میرے سامنے روحانی ہستیوں کے آداب کی ساتھ رہو صدیقین کے اخلاق اختیار کرو میں تمہارے دلوں میں سے علوم کو ظاہر کردونگا یہانتک کہ وہ علوم تمکو گھیر لیں گے اور تم کو ڈھانک لیں گے۔ اور تجربہ بھی اسکا شاہد ہے کہ اہل اللہ کو حق تعالیٰ شانہٗ وہ علوم اور معارف عطا فرماتا ہے کہ کتابوں میں تلاش سے بھی نہیں ملتے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد جسکو حق تعالیٰ شانہٗ سے نقل فرماتے ہیں کہ میرا بندہ کسی ایسی چیز کیساتھ مجھ سے تقرب حاصل نہیں کرسکتا جو مجھے زیادہ محبوب ہو ان چیزوں سے جو میں نے اُسپر فرض کیں (جیسا کہ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ یعنی جتنا تقرب فرائض کے اچھی طرح ادا کرنیسے حاصل ہوتا ہے ایسا تقرب دوسری چیزوں سے نہیں ہوتا) اور بندہ نوافل کے ساتھ بھی میری ساتھ تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہانتک کہ میں اُسکو محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں اُسکو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اُسکا کان بنجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اُس کی آنکھ بنجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اُسکا ہاتھ بنجاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے اور اُسکا پاؤں بنجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اُسکو پورا کرتا ہوں اور وہ کسی چیز سے پناہ چاہتا ہے تو اُسکو پناہ دیتا ہوں۔

یعنی اُسکا چلنا پھرنا دیکھنا سننا سب کام میری رضا کے مطابق ہوجاتے ہیں۔ اور بعض حدیثوں میں اس کے ساتھ یہ مضمون بھی آیا ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے وہ مجھ سے اعلانِ جنگ کرتا ہے۔ اور چونکہ اولیاء اللہ کا غور و فکر سب ہی حق تعالیٰ شانہٗ کی ساتھ وابستہ ہوجاتا ہے اسی وجہ سے قرآن پاک کے دقیق علوم انکے قلوب پر منکشف ہوجاتے ہیں اُسکے اسرار ان پر واضح ہوجاتے ہیں بالخصوص ایسے لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر کی ساتھ ہر وقت مشغول رہتے ہیں اور ہر شخص کو اسمیں سے حسب توفیق اتنا حصہ ملتا ہے جتنا کہ عمل میں اُسکا اہتمام اور اُسکی کوشش ہوتی ہے حضرت علیؓ نے ایک بڑی طویل حدیث میں علمائے آخرت کا حال بیان فرمایا ہے جسکو ابن قیمؒ نے مفتاح دار السعادۃ میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں ذکر فرمایا ہے اُسمیں فرماتے ہیں

کہ قلوب بمنزلہ برتن کے ہیں اور بہترین قلوب وہ ہیں جو خیر کو زیادہ سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہیں۔ علم کا جمع کرنا مال کے جمع کرنیسے بہتر ہے کہ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور مال کی تجھ کو حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ علم خرچ کرنیسے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنیسے کم ہوتا ہے۔ مال کا نفع اُسکے زائل ہونے (خرچ کرنے) سے ختم ہوجاتا ہے لیکن علم کا نفع ہمیشہ ہمیشہ باقی رہتا ہے (عالم کے انتقال سے بھی ختم نہیں ہوتا کہ اُسکے ارشادات باقی رہتے ہیں) پھر حضرت علی رضؓ نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ میرے سینے میں علوم ہیں کاش اُسکے اہل ملتے مگر میں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو دین کے اسباب کو دنیا طلبی میں خرچ کرتے ہیں۔ یا ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو لذتوں میں منہمک ہیں، شہوتوں کی طلب کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں، یا مال کے جمع کرنیکے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ غرض یہ طویل مضمون ہے جسکے چند فقرے یہاں نقل کئے ہیں۔

(۸) آٹھویں علامت یہ ہے کہ اُسکا یقین اور ایمان اللہ تعالیٰ شانہٗ کی ساتھ بڑھا ہوا ہو اور اس کا بہت زیادہ اہتمام اُسکو ہو یقین ہی اصل رأس المال ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ یقین ہی پورا ایمان ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ یقین کو سیکھو۔ اور اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یقین والوں کے پاس اہتمام سے بیٹھو اُن کا اتباع کرو تاکہ اُسکی برکت سے تم میں یقین کی پختگی پیدا ہو اُسکو حق تعالیٰ شانہٗ کی قدرتِ کاملہ اور صفات کا ایسا ہی یقین ہو جیسا کہ چاند سورج کے وجود کا۔ وہ اسکا کامل یقین رکھتا ہو کہ ہر چیز کا کرنیوالا صرف وہی ایک پاک ذات ہے اور یہ دنیا کے سارے اسباب اُسکے ارادہ کے ساتھ مسخر ہیں جیسا کہ مارنیوالے کے ہاتھ میں لکڑی کہ اسمیں لکڑی کو کوئی شخص بھی دخیل نہیں سمجھتا اور جب یہ پختہ ہوجائیگا تو اُسکو توکل رضا اور تسلیم سہل ہوجائیگی۔ نیز اُسکو اسکا پختہ یقین ہو کہ روزی کا ذمہ صرف اللہ جل شانہٗ کا ہے اور اُسنے ہر شخص کی روزی کا ذمہ لے رکھا ہے جو اُسکے مقدر میں ہے وہ اُسکو بہرحال ملکر رہے گا اور جو مقدر میں نہیں ہے وہ کسی حال بھی نہ مل سکے گا اور جب اسکا یقین پختہ ہوجائیگا تو روزی کی طلب میں اعتدال پیدا ہوجائیگا۔ حرص اور طمع جاتی رہے گی جو چیز میسر نہ ہوگی اُسپر رنج نہ ہوگا۔ نیز اُسکو اسکا یقین ہو کہ اللہ جل شانہٗ ہر بھلائی اور برائی کا ہر وقت دیکھنے والا ہے ایک ذرہ کی برابر کوئی نیکی یا برائی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اُسکا بدلہ نیک یا بد ضرور ملے گا وہ نیک کام کے کرنے پر ثواب کا ایسا ہی یقین رکھتا ہو جیسا کہ روٹی کھانیسے پیٹ بھرنا اور برے کام پر عذاب کو ایسا ہی یقین سمجھتا ہو جیسا کہ سانپ کے کاٹنے سے زہر کا چڑھنا (وہ نیکی کیطرف ایسا ہی مائل ہو جیسا کہ کھانے پینے کیطرف۔ اور گناہ سے ایسا ہی ڈرتا ہو جیسا کہ سانپ بچھو سے) اور جب یہ پختہ ہوجائیگا تو ہر نیکی کے کمانے کی اُسکو پوری رغبت ہوگی اور ہر برائی سے بچنے کا پورا اہتمام ہوگا۔

(۹) نویں علامت یہ ہے کہ اُسکی ہر حرکت و سکون سے اللہ جل شانہٗ کا خوف ٹپکتا ہو اُسکی عظمت و جلال اور ہیبت کا اثر اس شخص کی ہر ادا سے ظاہر ہوتا ہو، اُسکے لباس سے، اُسکی عادات سے، اُسکے بولنے سے، اُسکے

چُپ رہنے سے حتیٰ کہ ہر حرکت اور سکون سے یہ بات ظاہر ہوتی ہو اسکی صورت دیکھنے سے اللہ تعالیٰ شانہٗ کی یاد تازہ ہوتی ہو سکون وقار مسکنت تواضع اُسکی طبیعت بن گیا ہو بیہودہ گوئی لغو کلامی تکلف سے باتیں کرنیسے گریز کرتا ہو کہ یہ چیزیں فخر اور اکڑ کی علامات ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ سے بےخوفی کی دلیل ہیں حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ علم سیکھو اور علم کیلئے سکون اور وقار سیکھو جس سے علم حاصل کرو اسکے سامنے نہایت تواضع سے رہو جابر علماء میں سے نہ بنو۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میری اُمت کے بہترین افراد وہ ہیں جو مجمع میں اللہ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت سے خوش رہتے ہوں اور تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے روتے ہوں ان کے بدن زمین پر رہتے ہوں اور ان کے دل آسمان کیطرف لگے رہتے ہوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ناجائز امور سے بچنا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ذکر سے تیری زبان تر و تازہ رہے۔ کسی نے پوچھا کہ بہترین ساتھی کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ شخص ہے کہ اگر تُو نیک کام سے غفلت کرے تو وہ تجھے متنبہ کردے اور اگر تجھے خود یاد ہو تو اُسمیں تیری اعانت کرے۔ کسی نے پوچھا کہ بُرا ساتھی کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا وہ شخص ہے کہ اگر تجھے نیک کام سے غفلت ہو تو وہ متنبہ نہ کرے اور تو خود کرنا چاہے تو اُسمیں تیری اعانت نہ کرے۔ کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا جو شخص سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ شانہٗ سے ڈرنے والا ہو کسی نے پوچھا کہ ہم کن لوگوں کے پاس زیادہ تر اپنی نشست رکھیں؟ حضورؐ نے فرمایا جنکی صورت سے اللہ کی یاد تازہ ہوتی ہو۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آخرت میں زیادہ بےفکر وہ شخص ہوگا جو دُنیا میں فکرمند رہا ہو اور آخرت میں زیادہ ہنسنے والا وہ ہوگا جو دُنیا میں زیادہ رونے والا ہو۔

(۱۰) دسویں علامت یہ ہے کہ اُسکا زیادہ اہتمام ان مسائل سے ہو جو اعمال سے تعلق رکھتے ہیں جائز ناجائز سے تعلق رکھتے ہیں فلاں عمل کرنا ضروری فلاں عمل سے بچنا ضروری ہے اس چیز سے فلاں عمل ضائع ہو جاتا ہے مثلاً فلاں چیز سے نماز ٹوٹ جاتی ہے مسواک کرنیسے یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ) ایسے علوم سے زیادہ بحث نہ کرتا ہو جو محض دماغی تفریحات اور تفریعات ہوں تاکہ لوگ اُسکو محقق سمجھیں حکیم اور فلاسفر سمجھیں۔

(۱۱) گیارہویں علامت یہ ہے کہ اپنے علوم میں بصیرت کے ساتھ نظر کرنے والا محض لوگوں کی تقلید میں اور اتباع میں اُنکا قائل نہ، بجائے اصل اتباع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات کا ہے اور اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اتباع ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو دیکھنے والے ہیں اور جب اصل اتباع حضورؐ ہی کا ہے تو حضورؐ کے اقوال و افعال کے جمع کرنے میں اُن پر غور و فکر میں بہت زیادہ اہتمام کرے۔

(۱۲) بارہویں علامت بدعات سے بہت شدت اور اہتمام سے بچنا ہے کسی کام پر آدمیوں کی کثرت

کا جمع ہو جانا کوئی معتبر چیز نہیں ہے بلکہ اصل اتباع حضورؐ کا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا کیا معمول رہا ہے اور اس کیلئے ان حضرات کے معمولات اور احوال کا تتبع اور تلاش کرنا اور اُسمیں منہمک رہنا ضروری ہے حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ دو شخص بدعتی ہیں جنہوں نے اسلام میں دو بدعتیں جاری کیں۔ ایک وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ دین وہ ہے جو اُسنے سمجھا ہے اور جو اُسکی رائے کی موافقت کرتا ہے وہی ناجی ہے دوسرا وہ شخص جو دُنیا کی پرستش کرتا ہے، اُسی کا طالب ہے، دُنیا کمانے والوں سے خوش ہوتا ہے اور جو دُنیا نہ کماوے اُس سے خفا ہوتا ہے۔ ان دونوں آدمیوں کو جہنم کیلئے چھوڑ دو اور جس شخص کو حق تعالیٰ شانہ، نے ان دونوں سے محفوظ رکھا ہو وہ پہلے اکابر کا اتباع کرنیوالا ہے ان کے احوال اور طریقہ کی پیروی کرنے والا ہے اُس کیلئے انشاءاللہ بہت بڑا اجر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو کہ اسوقت خواہشات علم کے تابع ہیں لیکن عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ علم خواہشات کے تابع ہوگا یعنی جن چیزوں کو اپنا دل چاہے گا وہی علوم سے ثابت کیجائیں گی۔ بعض بزرگوں کا ارشاد ہے کہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں شیطان نے اپنے لشکروں کو چاروں طرف بھیجا وہ سب کے سب پھر پھرا کر نہایت پریشان حال تھکے ہوئے واپس ہوئے اُسنے پوچھا کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگے کہ ان لوگوں نے تو ہم کو پریشان کر دیا ہمارا کچھ بھی اثر ان پر نہیں ہوتا ہم ان کی وجہ سے بڑی مشقت میں پڑ گئے۔ اُسنے کہا کہ گھبراؤ نہیں یہ لوگ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحبت یافتہ ہیں ان پر تمہارا اثر مشکل ہے عنقریب ایسے لوگ آنیوالے ہیں جن سے تمہارے مقاصد پورے ہوں گے، اُسکے بعد تابعین کے زمانہ میں اس نے اپنے لشکروں کو سب طرف پھیلایا وہ سب کے سب اُسوقت بھی پریشان حال واپس ہوئے۔ اُسنے پوچھا کیا حال ہے کہنے لگے کہ ان لوگوں نے تو ہمیں دِق کر دیا۔ یہ عجیب قسم کے لوگ ہیں کہ ہماری اغراض ان سے کچھ پوری ہو جاتی ہیں مگر جب شام ہوتی ہے تو اپنے گناہوں سے ایسی توبہ کرتے ہیں کہ ہمارا سارا کیا کرایا برباد ہو جاتا ہے شیطان نے کہا کہ گھبراؤ نہیں عنقریب ایسے لوگ آنیوالے ہیں جن سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی وہ اپنی خواہشات میں دین سمجھ کر ایسے گرفتار ہوں گے کہ ان کو توبہ کی بھی توفیق نہ ہوگی، وہ بد دینی کو دین سمجھیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بعد میں شیطان نے ان لوگوں کیلئے ایسی بدعات نکالدیں جن کو وہ دین سمجھنے لگے اُس سے ان کو توبہ کیسے نصیب ہو۔ یہ بارہ علامات مختصر طریقہ سے ذکر کی گئی ہیں جن کو علامہ غزالیؒ نے تفصیل سے ذکر کیا ہے اسلئے علماء کو اپنے محاسبہ کے دن سے خاص طور سے ڈرنے کی ضرورت ہے کہ ان کا محاسبہ بھی سخت ہے ان کی ذمہ داری بھی بڑھی ہوئی ہے اور قیامت کا دن جسمیں یہ محاسبہ ہوگا بڑا سخت دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ شانہ، محض اپنے فضل و کرم سے اُس دن کی سختی سے محفوظ رکھے۔

(۷) عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ یقول ابن ادم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ و عم نوالہٗ کا فرمان ہے کہ اے آدم کی اولاد تو میری

تفرغ لعبادتی املأ صدرك غنی واسد فقرك وان لا تفعل ملأت یدك شغلا ولم اسد فقرك رواه احمد وابن ماجة كذا فی المشكوٰة وزاد فی الترغیب الترمذی وابن حبان والحاكم صححه وفی الباب عن عمران وغیره فی الترغیب

عبادت کیلئے فارغ ہوجا میں تیرے سینے کو غنا سے پُر کردونگا اور تیرے فقر کو زائل کردوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کریگا تو میں تجھے مشاغل میں پھانس دُوں گا اور تیرا فقر زائل نہیں کروں گا۔

ف - متعدد احادیث میں مختلف الفاظ سے یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ حضرت عمران بن حصینؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ہمہ تن اللہ جل شانہٗ کیطرف متوجہ ہوجائے اُسی کا بنجائے تو حق تعالیٰ شانہٗ اُسکی ہر ضرورت کو خود پورا فرماتے ہیں اور ایسی جگہ سے اُسکو روزی عطا فرماتے ہیں کہ اُسکو گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو شخص دُنیا کے پیچھے پڑجاتا ہے اُسی کے فکر میں ہر وقت رہتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اُسکو دُنیا کے حوالے کردیتے ہیں کہ تُو دنیا سے نبٹ لے۔

حضرت انسؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کی پوری توجہ اور آخری مقصد دُنیا کمانا ہو اُسی کیلئے سفر کرتا ہے، اُسی کا خیال دلمیں رہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فقر وفاقہ (کا خوف) اُسکی آنکھ کے سامنے کردیتے ہیں (ہر وقت اس سے ڈرتا رہتا ہے کہ آمدنی تو بہت کم ہے کیا ہوگا کیونکر گذر چلے گا) اور اُسکے اوقات کو (اسی فکر و تردد میں) پریشان کردیتے ہیں اور ملتا اتنا ہی ہے جتنا کہ مقدر ہوتا ہے اور جس شخص کی توجہ اور حقیقی مقصد آخرت ہوتی ہے اُسی کے کاموں کیلئے سفر کرتا ہے، اُسی کا خیال دلمیں رہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ (دُنیا سے بے نیازی اور بے فکری اور) استغنا اُسکے سامنے کردیتے ہیں اور اُسکے احوال کو مجتمع کردیتے ہیں اور دُنیا خود بخود ذلیل ہوکر اُسکے پاس آتی ہے۔ ؎۱

خود بخود ذلیل ہوکر آنے کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز مقدر ہے وہ تو آکر رہے گی اسلئے کہ بہت سی احادیث میں یہ مضمون گذر چکا ہے کہ روزی خود آدمی کو ایسا تلاش کرتی ہے جیسا کہ موت آدمی کو تلاش کرتی ہے۔ جب وہ خود اُسکی تلاش میں ہے، اسکے پاس آنے پر مجبور ہے اور اسکی طرف سے استغنا ہے تو وہ بہر حال اسکے پاس آکر رہے گی اس سے زیادہ ذلت کیا ہوگی کہ وہ خود اسکے پاس آئے اور یہ لاپروائی برتے۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ جو شخص اُس چیز کی طلب میں لگ جائے جو اللہ تعالیٰ شانہٗ کے پاس ہے، آسمان اُسکا سایہ ہو، زمین اُسکا بستر ہو، دُنیا کی کسی چیز کا اُسکو فکر نہ ہو تو ایسا شخص بغیر کھیتی کئے روٹی کھائے گا، بغیر باغ لگائے پھل کھائے گا۔ اللہ پر اُسکا توکل ہو اور اسکی رضا کی جستجو میں لگا رہتا ہو اللہ جل شانہٗ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کو اُسکی روزی کا ذمہ دار بنادیتے ہیں وہ سب کے سب اُسکو روزی پہنچانیکی کوشاں رہتے ہیں اُسکو حلال روزی پہنچانے میں کوتاہی نہیں کرتے اور وہ بغیر حساب کے اپنی روزی پوری کرلیتا ہے۔ ؎۲

؎۱ ترغیب ؎۲ درمنثور

ایک اور حدیث میں ہے حضرت ابن عباسؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد خیف (منیٰ کی مسجد) میں وعظ فرمایا اسمیں حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا مقصد دُنیا بنجائے حق تعالیٰ شانہٗ اُسکے احوال کو پریشان اور منتشر کر دیتے ہیں اور فقر (کا خوف) ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتا ہے اور دُنیا تو جتنی مقدر ہے اُس سے زیادہ ملتی نہیں۔

حضرت ابوذرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص دُنیا کے پیچھے پڑ جائے اُسکا حق تعالیٰ شانہٗ سے کوئی واسطہ نہیں اور جسکو مسلمانوں کا دائمی بھلائی کا، خیر خواہی کا، فکر نہ ہو اُسکو مسلمانوں سے کوئی واسطہ نہیں اور جو دنیوی اغراض کیلئے) اپنے آپ کو خوشی سے ذلیل کرے اُسکا ہم سے کوئی تعلق نہیں (محض چار پیسے کے واسطے یا کسی اور دینوی غرض کیلئے اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے ذلیل کرنا یقیناً اپنی قدر و قیمت کا نہ پہچاننا ہے اور اپنے ان بزرگوں کے نام کو دھبہ لگانا ہے جنکی طرف اپنی نسبت ہے اور سب سے اونچی نسبت فخر الرسلؐ کی اُمت میں ہونا ہے)۔

حضرت انسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ چار چیزیں بدبختی کی علامت ہیں آنکھوں کا خشک ہونا (کہ اللہ کے خوف سے کسی وقت بھی آنسو نہ ٹپکے) دل کا سخت ہونا (کہ اپنی آخرت کیلئے یا کسی دوسرے کیلئے کسی وقت بھی نرم نہ پڑے) آرزوؤں کا لمبا ہونا اور دُنیا کی حرص۔[1]

حضرت ابودرداءؓ نے ایکمرتبہ تنبیہ فرمائی لوگو تمھیں کیا ہو رہا ہے میں دیکھتا ہوں کہ تمھارے علماء دن بدن (موت کی وجہ سے) کم ہوتے جا رہے ہیں اور تمھارے جاہل لوگ علم سیکھتے نہیں اس سے پہلے پہلے علم سیکھ لو کہ علماء انتقال کر جائیں اور انکے انتقال سے علم جاتا رہے (پھر کوئی پڑھانے والا بھی صحیح نہ ملے گا) میں تم کو دیکھتا ہوں کہ اُس چیز کے جمع کرنے پر تو بڑا لالچ کرتے ہو جسکو اللہ جل شانہٗ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے (یعنی روزی) اور اُس چیز کو ضائع کر رہے ہو جس کے تم خود ذمہ دار ہو (یعنی علم و عمل) میں تمھارے بدترین آدمیوں کو دیکھ رہا ہوں یہ وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کو تاوان سمجھتے ہیں اور نماز کو ٹال کر پڑھتے ہیں اور قرآن پاک کے پڑھنے میں بھی بے التفاتی کرتے ہیں۔[2]

(۸) عن ابی موسیٰ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب دنیاہ اضر باٰخرتہ ومن احب اٰخرتہ اضر بدنیاہ فاثروا مایبقی علی مایفنی رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوٰۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص دُنیا سے محبت رکھتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو اپنی آخرت سے محبت رکھتا ہے وہ (صورت کے اعتبار سے) دُنیا کو نقصان پہنچاتا ہے پس (جب یہ ضابطہ ہے تو) جو چیز ہمیشہ رہنے والی ہے (یعنی آخرت) اُسکو ترجیح دو اُس چیز پر جو بہرحال فنا ہو جانیوالی ہے۔

[1] ترغیب [2] تنبیہ الغافلین

ف۔ دُنیا کی زندگی چاہے کتنی ہی زیادہ ہوجائے بہرحال ختم ہونے والی ہے اور اُسکا مال و متاع چاہے کتنا ہی زیادہ سے زیادہ ہوجائے ایک دن چھوٹنے والا ہے، موت سے چھوٹ جائے چاہے ضائع ہوجانیسے چھوٹ جائے اور آخرت کی زندگی کبھی بھی ختم ہونیوالی نہیں ہے اُسکی نعمتیں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہیں ایسی حالت میں کُھلی ہوئی بات ہے کہ آدمی میں اگر ذرا سی بھی عقل ہو تو ایسی چیز کو اختیار کرنا چاہئے جو ہمیشہ اپنے پاس رہے گی ایسی چیز کے پیچھے پڑنا جو کسی طرح بھی اپنے پاس ہمیشہ نہیں رہ سکتی بے وقوفی کی انتہا ہے مگر ہم لوگوں کی عقل پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے اس اسٹیشن کے ویٹنگ روم کی زیب و زینت پر دل لگائے بیٹھے ہیں اور قیام صرف اتنا ہے کہ جب ریل گاڑی آجائے اُسپر سوار ہوجانا ہے۔ اتنے ذرا سے وقت میں اگر آدمی اپنے سفر کی تیاری میں مشغول رہے، اپنے سامانِ سفر کو تیار کرے جو چیزیں وطن میں پہنچکر کام آنے والی ہیں انکو فراہم کرے تو یقیناً اُس کیلئے کارآمد ہیں وہ اپنا یہ قیمتی وقت اور تھوڑی سی فرصت وہاں کے سیر سپاٹے میں خرچ کردے اپنا سامان بکھرا پڑا رہے اور خود ویٹنگ روم کی صفائی اور اُسکے فرنیچر کو قرینہ سے رکھنے میں لگ جاوے۔ یا اس سے بڑھکر حماقت یہ کرے کہ اُسمیں لٹکانیکے واسطے آئینے اور نقشے خریدنے میں لگجائے تو اپنا سامان بھی کھوئیگا اور اپنی متاع بھی ضائع کریگا

اس حدیث پاک میں دُنیا سے محبت نہ کرنے پر تنبیہ ہے کہ محبت ایسی سخت چیز ہے کہ جسکے ساتھ بھی لگ جائے رفتہ رفتہ آدمی کو اُسی کا بنا دیتی ہے اسی لئے آخرت کی ساتھ محبت پیدا کرنے کی ترغیب فرمائی ہے اور دُنیا سے ترکِ محبت پر تنبیہ ہے کہ دُنیا سے محبت رکھنے والا اگرچہ آخرت کے اعمال اسوقت کرتا ہو لیکن اس ناپاک دُنیا کی محبت رنگ لائے بغیر نہ رہے گی اور آہستہ آہستہ آخرت کے کاموں میں تساہل و حرج اور نقصان پیدا کردے گی۔ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ جو شخص دُنیا کو محبوب رکھتا ہے سارے پیر و مرشد ملکر بھی اُسکو ہدایت نہیں کر سکتے اور جو شخص دُنیا کو ترک کردیتا ہے (اُس سے نفرت کرتا ہے) اُسکو سارے مفسد ملکر بھی گمراہ نہیں کر سکتے۔ [۱]

حضرت براءؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص دُنیا میں اپنی شہوتوں کو پورا کرتا ہے وہ آخرت میں اپنی خواہشات کے پورا کرنیسے محروم ہوتا ہے اور جو شخص دُنیا میں نازپروردہ (رئیس) لوگوں کی زیب و زینت کی طرف (للچائی ہوئی) آنکھوں سے دیکھتا ہے وہ آسمانوں کی بادشاہت میں ذلیل سمجھا جاتا ہے اور جو شخص کم سے کم روزی پر صبر و تحمل کرتا ہے وہ جنت میں فردوسِ اعلیٰ میں ٹھکانا پکڑتا ہے [۲] حضرت لقمانؑ مشہور حکیم ہیں قرآن پاک میں بھی انکی نصائح کا ذکر فرمایا گیا ہے یہ ایک حبشی غلام سیاہ فام تھے اللہ جل شانہٗ نے نوازا کہ حکیم لقمانؑ بن گئے۔ بعض روایات میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے انکو اختیار دیا تھا کہ حکمت اور بادشاہت میں سے جسکو چاہیں پسند کرلیں تو انھوں نے حکمت کو پسند فرمایا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ان سے ارشاد فرمایا کیا تم اسکو پسند کرتے ہو کہ تم کو بادشاہ بنادیا جائے اور تم حق

---

[۱] مظاہر حق [۲] در منثور

کے موافق حکومت کرو انہوں نے عرض کیا کہ اگر میرے رب کی طرف سے یہ حکم ہے تو مجھے عذر نہیں اسلئے کہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے میری اعانت ہوگی اور اگر مجھے اسکا اختیار ہے کہ میں قبول کروں یا نہ کروں تو میں معافی کا خواستگار رہوں میں اپنے ذمہ مصیبت رکھنا نہیں چاہتا۔ فرشتوں نے پوچھا کہ لقمانؑ یہ کیا بات ہے؛ انہوں نے جواب دیا کہ حاکم بڑی سخت جگہ میں ہوتا ہے ناگوار چیزیں اور ظلم ہر طرف سے اُسکو گھیر لیتا ہے اس میں اسکی مدد ہو سکے یا نہ ہو سکے اگر حق کے موافق فیصلہ کرے تب تو نجات ہو سکتی ہے ورنہ جنت کے راستہ سے بھٹک جائیگا۔ اور کوئی شخص دُنیا میں ذلیل بنکر دن گذار دے یہ اس سے بہتر ہے کہ دُنیا میں شریفانہ زندگی گذار کر (آخرت کے اعتبار سے) ضائع ہو جائے۔ اور جو شخص دُنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے دُنیا تو اُس سے چھوٹ جاتی ہے اور آخرت کے کام کا رہتا نہیں۔ فرشتوں کو انکے جواب سے بڑی حیرت ہوئی۔ اسکے بعد وہ سو گئے تو حق تعالیٰ شانہٗ نے ان پر حکمت کو ڈھانک دیا۔ [1]

ان سے جو حکمتیں اور اپنے صاحبزادہ کو نصیحتیں نقل کی گئیں بڑی عجیب ہیں وہ بہت کثرت سے روایات میں آئی ہیں منجملہ انکے یہ بھی ہے کہ بیٹا علماء کی مجلس میں کثرت سے بیٹھا کرو اور حکماء کی بات اہتمام سے سُنا کرو۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ حکمت کے نور سے مُردہ دل کو ایسا زندہ فرماتے ہیں جیسا کہ مُردہ زمین زوردار بارش سے زندہ ہوتی ہے۔ ایک شخص انکے پاس کو گذرا انکے پاس اُسوقت مجمع بیٹھا ہوا تھا وہ کہنے لگا کیا تو فلاں قوم کا غلام نہیں ہے؛ انھوں نے فرمایا کہ ہاں میں ان کا غلام تھا۔ اُسنے پوچھا کیا تو وہی نہیں ہے جو فلاں پہاڑ کے قریب بکریاں چرایا کرتا تھا؛ انھوں نے فرمایا کہ ہاں میں وہی شخص ہوں۔ اُسنے پوچھا کہ پھر تو اس مرتبہ تک کیسے پہنچ گیا؛ انھوں نے فرمایا چند چیزوں کی پابندی اور اہتمام کرنیسے۔ وہ چیزیں یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ کا خوف اور بات میں سچائی اور امانت کا پورا پورا ادا کرنا اور بے کار گفتگو سے احتراز۔ انکا ارشاد ہے کہ بیٹا اللہ تعالیٰ شانہٗ سے ایسی طرح اُمید رکھو کہ اُسکے عذاب سے بیخوف نہ ہو جاؤ اور ایسی طرح اُسکے عذاب سے خوف کرو کہ اُسکی رحمت سے نا اُمید نہ ہو جاؤ۔ صاحبزادہ نے عرض کیا کہ دل تو ایک ہی ہے اسمیں خوف و اُمید دونوں کس طرح جمع ہوں؛ انھوں نے فرمایا کہ مؤمن ایسا ہی ہوتا ہے کہ اُس کیلئے گویا دو دل ہوتے ہیں ایک میں پوری اُمید اور ایک میں پورا خوف انکا یہ بھی ارشاد ہے کہ بیٹا رَبِّ اغْفِرْ لِیْ بہت کثرت سے پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے الطاف میں بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں جو کچھ آدمی مانگتا ہے وہ ملجاتا ہے انکا ارشاد ہے کہ بیٹا نیک عمل اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ یقین بغیر نہیں ہو سکتا جسکا یقین ضعیف ہوگا اُسکا عمل بھی سُست ہوگا بیٹا جب شیطان تجھے کسی شک میں مُبتلا کرے تو اُسکو یقین کے ساتھ مغلوب کر اور جب وہ تجھے عمل میں سُستی کرنے کی طرف لے جائے تو قبر اور قیامت کی یاد سے اُسپر غلبہ حاصل کر اور جب دُنیا میں رغبت یا یہاں کی

---

[1] درمنثور

تکلیف کے، خوف کے راستہ سے وہ تیرے پاس آئے تو اُس سے کہدے کہ دُنیا ہر حال میں چھوٹنے والی چیز ہے۔ (نہ یہاں کی راحت کو دوام ہے نہ یہاں کی تکلیف ہمیشہ رہنے والی ہے) انکا ارشاد ہے کہ بیٹا جو شخص جھوٹ بولتا ہے اُسکے مُنہ کی رونق جاتی رہتی ہے، اور جس شخص کی عادتیں خراب ہونگی اُسپر غم سوار ہوگا اور پہاڑ کی چٹانوں کا ایک جگہ سے دُوسری جگہ منتقل کرنا احمقوں کے سمجھانے سے زیادہ آسان ہے۔ انکا ارشاد ہے کہ بیٹا جھوٹ سے اپنے کو بہت محفوظ رکھو جھوٹ بولنا چڑیا (پرند) کے گوشت کی طرح سے لذیذ تو معلوم ہوتا ہے لیکن بہت جلد جھوٹ بولنے والے شخص کی ساتھ دُشمنی کا ذریعہ بنجاتا ہے۔ بیٹا جنازہ میں اہتمام سے شرکت کیا کرو اور تقریبات میں شرکت سے گریز کیا کرو اسلئے کہ جنازہ آخرت کی یاد کو تازہ کرتا ہے اور شادیاں تقریبات دُنیا کی طرف مشغول کرتی ہیں۔ بیٹا جب پیٹ بھرا ہوا ہو اُسوقت نہ کھاؤ پیٹ بھرے پر کھانیسے کتے کو ڈالدینا بہتر ہے؟ بیٹا نہ تو تم اتنا میٹھا بنو کہ لوگ تمھیں نگلجائیں نہ اتنا کڑوا بنو کہ لوگ تھوک دیں۔ بیٹا تم مُرغے سے زیادہ عاجز نہ بنو کہ وہ تو سحر کے وقت جاگ کر چلّانا شروع کر دے اور تم اپنے بستر پر پڑے سوتے رہو۔ بیٹا توبہ میں دیر نہ کرو کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں وہ دفعۃً آجاتی ہے۔ بیٹا جاہل سے دوستی نہ کرو ایسا نہ ہو کہ اُسکی جہالت کی باتیں تمھیں اچھی معلوم ہونے لگیں اور حکیم سے دُشمنی مول نہ لو ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے اعراض کرنے لگے (اور پھر اُسکی حکمتوں سے تم محروم ہو جاؤ) بیٹا اپنا کھانا متّقی لوگوں کے سوا کِسی کو نہ کھلاؤ اور اپنے کاموں میں علماء سے مشورہ لیا کرو کِسی نے ان سے پوچھا کہ بدترین شخص کون ہے؟ انھوں نے فرمایا جو اسکی پروا نہ کرتا ہو کہ کوئی شخص اُسکی بُرائی کرتے ہوئے دیکھ لے۔ انکا ارشاد ہے کہ بیٹا نیک لوگونکے پاس اپنی نشست کثرت سے رکھا کرو کہ انکے پاس بیٹھنے سے نیکی حاصل کرسکوگے اور اگر ان پر کِسی وقت اللہ کی رحمتِ خاصہ نازل ہوئی تو اسمیں سے تم کو بھی کچھ نہ کچھ ضرور ملے گا (کہ جب بارش اُترتی ہے تو اُس مکان کے سب حصوں میں پہنچتی ہے) اور اپنے آپ کو بُرے لوگونکی صحبت سے دُور رکھو۔ کہ انکے پاس بیٹھنے سے کسی خیر کی تو اُمید نہیں اور ان پر کسی وقت عذاب ہوا تو اُسکا اثر تم تک پہنچ جائیگا انکا ارشاد ہے کہ باپ کی مار اولاد کیلئے ایسی مفید ہے جیسا کہ پانی کھیتی کیلئے۔ انکا ارشاد ہے کہ بیٹا تم جس دن سے دُنیا میں آئے ہو ہر دن آخرت کے قریب ہوتے جارہے ہو (اور دُنیا سے ہر دن پشت پھیرتے جارہے ہو پس وہ گھر جسکی طرف تم روزانہ چل رہے ہو وہ بہت قریب ہے اُس گھر سے جس سے ہر دن دُور ہوتے جارہے ہو) بیٹا قرض سے اپنے کو محفوظ رکھو کہ یہ دن کی ذلّت اور رات کا غم ہے (یعنی قرضخواہ کے تقاضے سے دن میں ذلّت اُٹھانا پڑتی ہے اور رات بھر قرض کے فکر میں گذرتی ہے)۔ بیٹا اللہ کی رحمت کی ایسی اُمید رکھو جس سے گناہوں پر جرأت نہ ہونے پائے اور اسکے خوف سے ایسا ڈرو کہ اُسکی رحمت سے نا اُمیدی نہ ہوجائے۔ بیٹا جب تم سے کوئی شخص آکر کسی کی شکایت کرے کہ فلاں نے میری دونوں آنکھیں نکالدیں اور واقعہ میں بھی اُسکی دونوں آنکھیں نکلی ہوئی ہوں تو اسوقت تک اُسکے متعلق کوئی رائے قائم نہ کرو جبتک دوسرے کی بات نہ سُن لو کیا خبر ہے کہ

اسنے خود پہل کی ہو اور اسنے اُس سے پہلے چار آنکھیں نکالدی ہوں۔ ؎۱

فقیہ ابو اللیث ؒ نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت لقمان کا انتقال ہونے لگا تو انھوں نے اپنے صاحبزادہ سے فرمایا کہ بیٹا میں نے تم کو اس مدتِ زندگی میں بہت سی نصیحتیں کیں اسوقت (آخری وقت ہے) چھ نصیحتیں تم کو کرتا ہوں۔ (۱) دُنیا میں اپنے آپکو فقط اتنا ہی مشغول رکھنا جتنی زندگی باقی ہے (اور وہ آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں)۔ (۲) حق تعالیٰ شانہٗ کیطرف جتنی تمھیں احتیاج ہے اتنی ہی اُسکی عبادت کرنا (اور ظاہر ہے کہ آدمی ہر چیز میں اُسکا محتاج ہے)۔ (۳) آخرت کیلئے اُس مقدار کے موافق تیاری کرنا جتنی مقدار وہاں قیام کا ارادہ ہو (اور ظاہر ہے کہ مرنیکے بعد تو وہاں کے علاوہ کوئی مقام ہی نہیں)۔ (۴) جبتک تمھیں جہنم سے خلاصی کا یقین نہ ہو جائے اُسوقت تک اُس سے خلاصی کی کوشش کرتے رہنا (ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی سنگین مقدمہ میں ماخوذ ہو تو جبتک اُسکو مقدمہ کے خارج ہو جانے کا یقین نہ ہو ہر وقت کوشش میں لگا رہتا ہے)۔ (۵) گناہوں پر اتنی جرأت کرنا جتنا جہنم کی آگ میں جلنے کا حوصلہ اور ہمت ہو (کہ گناہوں کی سزا ضابطہ کی چیز ہے اور مراحم خسروانہ کی خبر نہیں)۔ (۶) جب کوئی گناہ کرنا چاہو ایسی جگہ تلاش کر لینا جہاں حق تعالیٰ شانہٗ اور اُسکے فرشتے نہ دیکھیں (کہ خود حاکم کے سامنے سی آئی ڈی کے عملہ کے سامنے بغاوت کا انجام معلوم ہے)۔ ؎۲ یہ چند نصائح حضرت لقمان کی تبعاً ذکر کر دی گئیں۔ مقصود انکی نصائح میں سے بھی وہی مضمون ہے جو پہلے سے میں لکھ رہا تھا کہ جو شخص دُنیا سے محبت رکھتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے۔

عرفجہ ثقفی ؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے سَبِّحِ اسْمَ پڑھنے کی درخواست کی انھوں نے پڑھنا شروع کیا اور جب بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی پر پہنچے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم دُنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت زیادہ بہتر اور ہمیشہ رہنے والی چیز ہے۔ تو حضرت ابنِ مسعودؓ نے تلاوت کو بند کر کے فرمایا کہ بیشک ہم نے دُنیا کو آخرت پر ترجیح دیدی۔ سب حاضرین خاموش تھے۔ پھر دوبارہ فرمایا کہ ہم نے دُنیا کو ترجیح دیدی اسلئے کہ ہم نے اُسکی زیب و زینت کو دیکھا اُس کی عورتوں کو دیکھا اُسکے کھانے پینے کو دیکھا اور آخرت کی یہ سب چیزیں ہم سے مخفی تھیں اسلئے دُنیا کو ترجیح دے بیٹھے اور آخرت کو چھوڑ دیا۔

حضرت انسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا کلمہ اللہ کی ناراضی سے بندوں کو محفوظ رکھتا ہے جبتک کہ دُنیا کی تجارت کو آخرت کی تجارت پر ترجیح نہ دیں اور جب دُنیا کی تجارت کو آخرت کی تجارت پر ترجیح دینے لگیں پھر لا الٰہ الا اللہ کہیں تو وہ کلمہ ان پر یہ کہکر لوٹا دیا جاتا ہے کہ تم جھوٹ بولتے ہو (یعنی تمہارا اقرار جھوٹا ہے محض زبانی جمع خرچ ہے)۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کی گواہی

؎۱ درمنثور ؎۲ تنبیہ الغافلین

کے ساتھ اللہ جل شانہ، سے ملتا ہے وہ سیدھا جنّت میں داخل ہوتا ہے جبتک کہ اُسکی ساتھ دوسری چیز کو خلط نہ کردے تین مرتبہ حضورؐ نے اپنایہ ارشاد فرمایا مجمع میں سے ایک شخص نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان دوسری چیز خلط کرنے کا کیا مطلب ہے؟ حضورؐ نے فرمایا دُنیا کی محبّت اور اُسکی ترجیح، اُس کیلئے مال کا جمع کرنا اور دُنیا کی چیزوں سے خوش ہونا اور متکبر لوگوں کا سا عمل۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ دُنیا اُس شخص کا گھر ہے جسکا (آخرت میں) گھر نہیں اور دُنیا اُس شخص کا مال ہے جسکا (آخرت میں) مال نہیں۔ اور دُنیا کیلئے وہ شخص مال جمع کرتا ہے جسکو بالکل عقل نہیں ہے۔[1] حضورؐ کا ارشاد ہے کہ دُنیا خود ملعون ہے اور جو کچھ اسمیں ہے وہ سب ملعون ہے بجز اسکے جو حق تعالےٰ شانہ، کے لئے ہو۔[2]

امام غزالیؒ "مذمتِ دُنیا" کی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ تمام تعریفیں اور حمد اُسی پاک ذات کیلئے ہیں جسنے اپنے دوستوں کو دُنیا کے مہلکات اور اُسکی آفات سے واقف کردیا اور دُنیا کے عیوب اور اُسکے رازوں کو اپنے دوستوں پر روشن کردیا یہانتک کہ ان حضرات نے دُنیا کے احوال کو پہچان لیا اور اُسکی بھلائی اور بُرائی کا موازنہ کرکے یہ جان لیا کہ اسکی بُرائیاں اسکی بھلائی پر غالب ہیں اور جو اُمیدیں دُنیا سے وابستہ ہیں وہ ان اندیشہ ناک چیزوں کا مقابلہ نہیں کرسکتیں جو اسپر مرتب ہیں دُنیا ایک چٹ پٹی عورت کی طرح سے لوگوں کو اپنے حُسن وجمال سے گرفتار کرتی ہے اور اپنی بدکرداری سے اپنے وصال کے خواہشمندوں کو ہلاک کرتی ہے یہ اپنے چاہنے والوں سے بھاگتی ہے انکی طرف توجہ کرنے میں بڑی بخیل ہے اور اگر متوجہ بھی ہوتی ہے تو اسکی توجہ میں بھی آفت اور مصیبت سے امن نہیں ہے اگر ایکدفعہ احسان کرتی ہے تو ایک سال تک بُرائیاں کرتی رہتی ہے جو اسکے دھوکہ میں آجاتا ہے اُسکا انجام ذلّت ہے اور جو اسکی وجہ سے تکبّر کرتا ہے وہ آخرکار حسرت وافسوس کیطرف چلتا ہے اسکی عادت اپنے عُشاق سے بھاگنا ہے اور جو اس سے بھاگے اُس کے پیچھے پڑنا ہے جو اسکی خدمت کرے اُس سے علیحدہ رہتی ہے اور جو اس سے اعراض کرے اسکی ملاقات کی کوشش کرتی ہے، اسکی صفائی میں بھی تکدّر ہے اسکی خوشی میں بھی رنج وغم لازم ہیں اسکی نعمتوں کا پھل حسرت وندامت کے سوا کچھ نہیں یہ بڑی دھوکہ دینے والی مکار عورت ہے بڑی بھگوڑی اور ایکدم اُڑ جانے والی ہے، یہ اپنے چاہنے والوں کیلئے نہایت زیب وزینت اختیار کرتی ہے اور جب وہ اچھی طرح اسمیں پھنس جاتے ہیں تو دانت دکھانے لگتی ہے اور انکے منظّم احوال کو پریشان کردیتی ہے اور اپنی نیرنگیاں انکو دکھاتی ہے پھر اپنا زہرِ قاتل انکو چکھاتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دُشمن ہے، اُسکے دوستوں کی دُشمن ہے، اُسکے دُشمنوں کی دُشمن ہے اللہ تعالیٰ کی دُشمنی اس طرح سے کہ اُسکی طرف چلنے والوں کی رہزنی کرتی ہے اُسکے دوستوں کی ساتھ دُشمنی اس طرح

---

[1] در منثور [2] جامع الصغیر

کرتی ہے کہ انکے دل لبھانے کیلئے طرح طرح کی زینتیں اپنے اوپر لادتی ہے جس سے وہ اس طرف ملتفت ہو کر اس سے قطع تعلق پر صبر کا کڑوا گھونٹ پیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دشمنی اس طرح کرتی ہے کہ اپنے مکر وفریب سے انکو شکار کرتی ہے اور جب وہ اسکی دوستی پر بھروسہ کرنے لگتے ہیں تو ایسے وقت ان کو ایک دم ادھر میں چھوڑ دیتی ہے جس وقت کہ وہ اسکے سخت محتاج ہوں جس سے وہ دائمی حسرت اور دائمی عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

قرآنِ پاک کی آیاتِ کریمہ اور احادیثِ شریفہ میں کثرت سے اسکی مذمت وارد ہوئی ہے بلکہ تمام انبیائے کرام علیٰ نبیناؤ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اسی پر تنبیہ کیلئے ہوئی ہے کہ اس سے دل نہ لگایا جائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایکمرتبہ ایک مُردہ بکری کے پاس سے گذرے حضورؐ نے صحابہؓ سے خطاب فرما کر ارشاد فرمایا کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ اس مری ہوئی بکری کی کوئی وقعت اسکے مالک کے یہاں ہوگی صحابہؓ نے عرض کیا کہ اسکی بے وقعتی اسی سے معلوم ہوتی ہے کہ اسکو پھینک دیا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل اور بے وقعت ہے جتنی یہ مُردہ بکری اپنے مالک کے نزدیک ہے، اگر اللہ تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک دنیا کی وقعت ایک مچھر کے پر کی برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو اسمیں سے ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ ملتا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ دنیا کی محبت ہر خطا کی اساس اور بنیاد ہے۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایکمرتبہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر تھے آپنے کچھ پینے کو مانگا تو شہد کا شربت خدمت میں پیش کیا گیا۔ اُسکو مُنہ کے قریب فرما کر حضرت ابو بکر صدیقؓ رونے لگے اور اتنا روئے کہ پاس بیٹھنے والے بھی متاثر ہو کر رونے لگے اور خوب روئے۔ اسکے بعد پھر دوبارہ مُنہ کے قریب کیا پھر رونے لگے۔ اسکے بعد اپنی آنکھوں کے آنسو پونچھے اور ارشاد فرمایا کہ میں ایک مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھا میں نے دیکھا کہ حضورؐ اپنے دونوں ہاتھوں سے کسی چیز کو دفع فرما رہے ہیں اور کوئی چیز حضورؐ کے سامنے مجھے نظر نہ آئی تو میں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ حضور کس چیز کو اپنے سے ہٹا رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ دنیا میرے سامنے حاضر ہوئی تھی میں نے اُسکو اپنے سے ہٹا دیا۔ اسکے بعد پھر دوبارہ دنیا میرے (یعنی حضورؐ کے) پاس آئی اور کہنے لگی کہ اگر آپ مجھ سے بچ گئے تو دو کچھ قلق نہیں اسلئے (کہ) آپکے بعد آنے والے مجھ سے نہیں بچ سکتے۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ بہت زیادہ تعجب اُس شخص پر ہے جو اسپر ایمان رکھتا ہے کہ آخرت دائمی اور ہمیشہ رہنے والی ہے اور اسکے بعد بھی وہ اس دھوکہ کے گھر دنیا کیلئے کوشش کرتا ہے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک کوڑی پر کو گذرے جہاں کچھ بوسیدہ ہڈیاں، پاخانہ اور پرانے پھٹے ہوئے چیتھڑے پڑے ہوئے تھے حضورؐ وہاں کھڑے ہو گئے اور ارشاد فرمایا کہ آؤ لو دیکھو یہ ہے دنیا کا منتہیٰ، اور اسکی ساری زیب و زینت۔ ایک اور حدیث میں اس مجمل ارشاد کی تفصیل بھی آئی ہے لیکن علامہ عراقیؒ

وغیرہ حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ ہمیں وہ روایت نہیں ملی کہ کہاں ہے تاہم امام غزالی رحؒ نے اُسکو نقل کیا ہے۔ اور صاحب قوت نے اسکو حضرت حسن بصری رحؒ سے مرسلاً نقل کیا ہے وہ یہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ سے حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمھیں دُنیا کی حقیقت دکھاؤں میں نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیں حضورؐ مجھے ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے باہر ایک کوڑی پر تشریف لے گئے جہاں آدمیوں کی کھوپریاں پاخانے اور پھٹے ہوئے چیتھڑے اور ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ابو ہریرہ یہ آدمیوں کی کھوپریاں ہیں یہ دماغ اسی طرح دُنیا کی حرص کرتے تھے جسطرح تم سب زندہ آجکل کر رہے ہو یہ بھی اسی طرح اُمیدیں باندھا کرتے تھے جس طرح تم لوگ اُمیدیں لگائے ہوئے ہو۔ آج یہ بغیر کھال کے پڑی ہوئی ہیں اور چند روز اور گذر جانیکے بعد مٹی ہو جائیں گی۔ یہ پاخانے وہ رنگ برنگ کے کھانے ہیں جنکو بڑی محنت سے کمایا حاصل کیا پھر انکو تیار کیا اور کھایا اب یہ اسحال میں پڑے ہیں کہ لوگ اس سے (نفرت کر کے) بھاگتے ہیں (وہ لذیذ کھانا جسکی خوشبو دُور سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی تھی آج اُسکا منتہا یہ ہے کہ اُسکی بدبو دُور سے لوگوں کو اپنے سے متنفر کرتی ہے) یہ چیتھڑے وہ زینت کا لباس تھا جسکو پہنکر آدمی اکڑتا تھا آج یہ اسحال میں) ہے کہ ہوائیں اسکو ادھر سے اُدھر پھینکتی ہیں، یہ ہڈیاں ان جانوروں کی ہڈیاں ہیں جن پر لوگ سواریاں کیا کرتے تھے (گھوڑوں پر بیٹھکر مٹکتے تھے) اور دُنیا میں گھومتے تھے۔ پس جسے ان احوال پر (اور انکے عبرت ناک انجام پر) رونا ہو وہ انکو دیکھکر روئے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم سب بہت روئے۔ ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ دُنیا (ظاہر کے اعتبار سے) میٹھی اور سرسبز ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ نے تم کو اسمیں اپنے اسلاف کا جانشین اسلئے بنایا ہے تاکہ وہ یہ دیکھے کہ تم اسمیں کیا عمل کرتے ہو۔ بنی اسرائیل پر جب دُنیا کی فتوحات ہونے لگیں تو وہ اُسکی زیب و زینت اور عورتوں اور زیوروں کے چکر میں پڑ گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ دُنیا کو اپنا سردار نہ بناؤ وہ تمھیں اپنا غلام بنالے گی اپنا خزانہ ایسی پاک ذات کے پاس محفوظ کر دو جہاں ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں ہے۔ دُنیا کے خزانوں میں اضاعت کا اندیشہ ہر وقت ہے، اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کے خزانہ پر کوئی آفت نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ دُنیا کی خباثت کے آثار میں سے یہ بات بھی ہے کہ اُسمیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کیجاتی ہے اور اُسکی خباثت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ آخرت اُسکو چھوڑے بغیر نہیں ملتی یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ دُنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے اور تھوڑی دیر کی خواہش بہت طویل زمانہ کے رنج و عذاب کا ذریعہ بنجاتی ہے۔ انکا یہ بھی ارشاد ہے کہ دُنیا بعضوں کی طالب ہوتی ہے، بعضوں کی مطلوب ہوتی ہے۔ جو آخرت کے طالب ہیں انکی تو یہ خود طالب ہوتی ہے کہ جھک مار کر انکی روزی انکو پہنچاتی ہے اور جو اسکی طلب میں لگ جاتے ہیں آخرت انکو خود طلب نہیں کرتی حتّٰی کہ موت آکر انکی گردن دبا لیتی ہے۔ حضرت سلیمان علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مرتبہ اپنے

لشکر کے ساتھ تشریف لیجا رہے تھے پرندان پر سایہ کئے ہوئے تھے اور جن و انس دائیں بائیں تھے ایک عابد پر گذر رے اُسنے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے بہت بڑی سلطنت آپ کو عطا فرما رکھی ہے (کہ جن و انس چرند پرند سب پر آپ کی حکومت ہے) حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مسلمان کے اعمال نامہ میں ایک مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ سلیمان کے سارے ملک سے زیادہ افضل ہے اسلئے کہ یہ ساری سلطنت بہت جلد ختم ہو جائے گی اور سُبْحَانَ اللّٰہِ کا ثواب ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کا منتہائے مقصد دُنیا ہو جائے اُسکو اللہ تعالیٰ شانہٗ سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور اُسکو حق تعالیٰ شانہٗ چار چیزوں میں مُبتلا فرما دیتے ہیں ایک ایسا غم جو کبھی بھی ختم نہ ہو (کہ ہر وقت آمدنی کے بڑھانے کی فکر میں لگا رہے گا) ایک ایسا شغل جس سے کسی وقت بھی فراغت نہ ہو۔ ایک ایسا فقر جو کبھی بھی مستغنی نہ بنائے (کہ جتنی آمدنی بڑھتی جائے اتنا ہی خرچ زیادہ ہو کر آمدنی کم ہی معلوم ہو) اور ایسی لمبی لمبی اُمیدیں جو کبھی بھی پوری نہ ہوں۔

حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیفے میں ہے کہ اے دُنیا تو کس قدر ذلیل ہے؟ ان نیک بندوں کی نگاہ میں جن کیلئے تو اپنے کو آراستہ کرتی ہے میں نے انکے دلوں میں تیری عداوت ڈالدی ہے اور تیرے سے اعراض ان میں پیدا کر دیا ہے میں نے کوئی مخلوق تجھ سے زیادہ ذلیل پیدا نہیں کی تیری ساری رفعت نہایت ناچیز ہے اور ختم ہو جانے والی ہے میں نے تیرے متعلق تیری پیدائش کے دن یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ نہ تو ہمیشہ کسی کے پاس رہے گی اور نہ تیری ساتھ ہمیشہ کوئی رہے گا۔ چاہے تیرا مالک کتنا ہی تیرے ساتھ بخل کرے۔ مبارک ہیں وہ نیک بندے جو دل سے راضی برضا رہنے کی مجھے اطلاع دیتے ہیں اور اپنے ضمیر سے سچائی اور پختگی کی مجھے خبر دیتے ہیں ان کیلئے سرسبزی ہے جب وہ اپنی قبروں سے اُٹھکر میرے پاس آئیں گے تو میرے پاس ان کیلئے ایک نور ہے جو اُسوقت انکے سامنے ہوگا اور فرشتے دائیں بائیں جانب ہونگے حتیٰ کہ میں انکی ان سب اُمیدوں کو پورا کر دوں جو انھوں نے میری ساتھ باندھ رکھی ہیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بعض لوگ قیامت کے دن اتنے زیادہ اعمال لے کر آئیں گے جیسا کہ ملک عرب کے پہاڑ لیکن وہ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ کیا یہ لوگ نمازی ہونگے، حضورؐ نے فرمایا نمازی بھی ہونگے روزہ دار بھی ہونگے بلکہ تہجد گذار ہونگے لیکن جب دُنیا کی کوئی چیز (دولت عزت وغیرہ) انکے سامنے آجائے تو ایک دم اسپر کُود پڑتے ہیں (جائز ناجائز کی بھی پروا نہیں کرتے) حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ دُنیا اور آخرت کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی جیسا کہ آگ اور پانی ایک برتن میں جمع نہیں ہو سکتے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ دُنیا سے بچتے رہو یہ ہاروت ماروت سے بھی زیادہ جادو کرنے والی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کون شخص ایسا ہے جو

یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ اُسکے (دل کے) اندھے پن کو دُور کردے اور اُسکی (عبرت کی) آنکھیں کھول دے (جو یہ چاہتا ہو وہ غور سے سُن لے کہ) جو شخص دُنیا میں جتنی رغبت کرتا ہے اور جیسی لمبی لمبی اُمیدیں باندھتا ہے اُسی کی بقدر حق تعالیٰ شانہٗ اُسکے دل کو اندھا کر دیتے ہیں اور جو شخص دُنیا سے بے رغبتی کرتا ہے اپنی آرزوؤں کو مختصر کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اُسکو بغیر سیکھے علم عطا فرماتے ہیں اور بغیر کسی کے دکھائے راستہ بتاتے ہیں۔ عنقریب ایسے لوگ آنے والے ہیں جن کیلئے سلطنت قتل اور جبر سے قائم ہوگی بخل و فخر سے اُنکو غنا حاصل ہوگا۔ خواہشات کے اتباع سے لوگوں کے دلوں میں انکی محبت ہوگی تم میں سے جو شخص ایسے زمانہ کو پائے اور اُس وقت فقر پر صبر کرے حالانکہ وہ غنی ہوسکتا ہے وہ لوگوں کی دُشمنی کو برداشت کرے حالانکہ وہ (انکی خواہشات کے تابع ہو کر انکے دلوں میں محبت پیدا کر سکتا ہے) وہ ذلّت پر قناعت کرے حالانکہ وہ (لوگوں کی موافقت کرکے) عزّت پا سکتا ہے لیکن وہ شخص ان چیزوں کو صرف اللہ تعالیٰ شانہٗ کیلئے برداشت کرتا ہے تو اُس کو پچاس صدیقین کا ثواب ہوگا۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بحرین کا بہت سا مال آیا (اہلِ ضرورت) انصاری صحابہؓ نے جب یہ خبر سُنی تو کثرت سے صبح کی نماز میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے نماز کے بعد مجمع کو دیکھکر تبسم فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ میرے خیال میں اس مال کی خبر سُنکر تم آئے ہو انھوں نے عرض کیا بیشک یا رسول اللہ اسی لئے حاضر ہوئے ہیں حضورؐ نے فرمایا میں تمھیں (کثرت مال کی) خوشخبری دیتا ہوں کہ عنقریب مال بہت زیادہ ہونے والا ہے اور جس چیز سے تم خوش ہوتے ہو (یعنی مال) اُسکی اُمید رکھو کہ وہ تمھارے پاس بہت زیادہ آنے والا ہے میں تمھارے فقر و فاقہ سے خائف نہیں ہوں لیکن مجھے اس کا ڈر ہے کہ تمھارے اوپر دُنیا پھیل پڑے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر پھیل چکی ہے اور پھر تم اُسمیں دل لگا بیٹھو جسکی وجہ سے وہ تم کو بھی اسی طرح ہلاک کردے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کرچکی ہے۔

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مجھے تم لوگوں پر زیادہ خوف اس بات کا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ تم پر زمین کی برکات نکالدے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ زمین کی برکات کیا چیزیں ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ دُنیا کی رونق۔ حضرت ابو الدرداءؓ نے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا کہ جو کچھ مجھے معلوم ہے اگر تم کو معلوم ہو جائے تو ہنسنا کم کردو اور بہت کثرت سے رونے لگو اور دُنیا تمھارے نزدیک بہت ذلیل بنجائے اور آخرت کو اس پر ترجیح دینے لگو۔ اسکے بعد ابو الدرداءؓ نے اپنی طرف سے فرمایا کہ جو کچھ مجھے معلوم ہے اگر تم کو معلوم ہو جائے تو تم جنگلوں کو روتے ہوئے اور چلاتے ہوئے نکل جاؤ اور اپنے مالوں کو بغیر محافظ کے چھوڑ جاؤ لیکن تمھارے دلوں سے آخرت کا ذکر غائب ہے اور دُنیا کی اُمیدیں تمھارے سامنے ہیں اسلئے دُنیا تمھارے اعمال کی مالک بن رہی ہے اور تم ایسے بن گئے گویا کچھ جانتے ہی نہیں اسلئے تم میں سے بعض تو ان جانوروں سے بھی بدتر ہو گئے جو انجام کے خوف سے اپنی شہوتوں کو نہیں چھوڑتے تمھیں کیا ہو گیا کہ تم آپسمیں محبتیں نہیں رکھتے ایک دوسرے کو

نصیحت نہیں کرتے حالانکہ تم آپسمیں دینی بھائی ہو تمہاری خواہشات میں صرف تمہارے باطنی خبث نے تفریق کر رکھی ہے اگر تم سب دین پرور دینی امور پر مجتمع ہوجاؤ تو آپسمیں تعلقات بھی زیادہ ہوجائیں۔ آخر تمھیں یہ کیا ہوگیا کہ دُنیا کے کاموں میں تو ایک دوسرے کو نصیحت کرتے ہو لیکن آخرت کے کاموں میں ایک دُوسرے کو نصیحت نہیں کرتے تم جس سے محبت کرتے ہو اُسکو آخرت کے امور پر نصیحت کی قدرت تمھیں نہیں ہے آخرت کے امور پر اُسکو نصیحت نہیں کر سکتے۔ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ تمہارے دلوں میں ایمان کی کمی ہے اگر تم آخرت کی بھلائی اور بُرائی پر ایسا یقین رکھتے جیسا کہ دُنیا کی بھلائی اور بُرائی پر یقین رکھتے ہو تو ضرور آخرت کو دُنیا پر ترجیح دیتے اسلئے کہ آخرت تمہارے کاموں کی دُنیا سے زیادہ مالک ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ دُنیا کی ضرورت فوری ہے اسوقت درپیش ہے آخرت کی ضرورت بعد میں ہوگی تو تم خود سوچو کہ دُنیا میں بعد میں آنیوالے اور حاصل ہونیوالے کاموں کیلئے تم کتنی مشقت اُٹھاتے ہو۔ (کھیتی کی مشقت برداشت کرتے ہو کہ بعد میں پیداوار ہوگی باغ لگانے میں کتنی جانفشانی کرتے ہو کہ کئی سال بعد پھل آئے گا وغیرہ وغیرہ) تم کس قدر بُری قوم ہو کہ اپنے ایمان کی جانچ ان چیزوں کے ساتھ نہیں کرتے جس سے تمہارے ایمان کی مقدار تمھیں معلوم ہوجائے کہ ایمان کس درجہ تک تم میں موجود ہے اگر تم لوگوں کو اُس چیز میں شک ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تو آؤ ہمارے پاس آؤ ہم تمھیں واضح طریق سے بتائیں اور وہ نور دکھائیں جس سے تمھیں اطمینان ہوجائے کہ حضورؐ نے جو فرمایا وہ حق ہے۔ تم کم عقل بیوقوف نہیں ہو جسکی وجہ سے ہم تمکو معذور سمجھ لیں دُنیا کے کاموں میں تو تم بڑی اچھی رائے رکھتے ہو اور اسمیں بڑی احتیاط پر عمل کرتے ہو (پھر کیا مصیبت ہے کہ آخرت کے کاموں میں نہ تم سمجھ سے کام لیتے ہو نہ احتیاط پر عمل کرتے ہو) آخر یہ کیا بات ہے تمھیں یہ کیا ہوگیا کہ دُنیا کے ذرا سے فائدہ سے بڑے خوش ہوتے ہو، ذرا سے نقصان سے رنجیدہ ہوجاتے ہو جسکا اثر تمہارے چہروں تک پر معلوم ہونے لگتا ہے (کہ خوشی میں پھول جاتا ہے، رنج میں ذرا سا منہ نکل آتا ہے) مصیبتیں زبان پر آنے لگتی ہیں ذرا سی بات کو مصائب کہنے لگتے ہو، ماتم کی مجلسیں قائم کرتے ہو لیکن دین کی بڑی سے بڑی بات بھی چھوٹ جائے تو نہ اسکا رنج و غم ہے نہ چہرہ پر کوئی تغیر ہے میں تمہاری بد دینی کی حالت دیکھکر یہ خیال کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہٗ ہی تم سے بیزار ہوگئے ہیں تم لوگ آپس میں ایک دوسرے سے خوشی خوشی ملتے ہو اور ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ دوسرے کے سامنے کوئی ایسی (حق) بات نہ کہے جو اُسکو ناگوار ہو تاکہ وہ بھی اسکے متعلق کوئی ناپسند بات نہ کہدے بس دلوں کے اندر ہی اندر ایسی باتیں رکھتے ہوئے ایک دوسرے کیساتھ رہتے ہو اور باطن کی گندگیوں پر تمہارے ظاہر کے چمن کھِل رہے ہیں اور موت کی یاد کے چھوڑ دینے پر سب جمع ہوگئے ہو کاش حق تعالیٰ شانہٗ مجھے موت دیکر تم لوگوں سے راحت عطا کرتا اور مجھے ان حضرات (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ) کی ساتھ ملا دیتا جنکے دیکھنے کا میں

مشتاق ہوں اگر یہ حضرات زندہ ہوتے تو تمھاری ساتھ رہنا ذرا بھی پسند نہ کرتے۔ پس اگر تم میں کوئی شمہ خیر کا باقی ہے تو میں تمہیں صاف صاف کہہ چکا ہوں اور حق کی بات سُنا چکا ہوں اگر تم اُس چیز کو (یعنی آخرت کو) جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے طلب کرنا چاہو تو وہ بہت آسان ہے اور میں صرف اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں تمھارے حق میں بھی اور اپنے حق میں بھی (فقط حضرت ابو الدرداءؓ کا ارشاد ختم ہوگیا)۔

حضرت ابو الدرداءؓ کی یہ ڈانٹ بڑے غور سے پڑھنے کی ہے یہ ان حضرات پر خفا ہو رہے ہیں جن کے متعلق ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان جیسے دیندار بن بھی نہیں سکتے انکے احوال؛ انکے کارنامے ہمارے سامنے ہیں اگر یہ حضرت ابو الدرداءؓ ہم لوگوں کو دیکھتے تو یقیناً رنج سے ہلاک ہو جاتے۔ یقیناً یہ حضرات ہمارے احوال کو دیکھ بھی نہ سکتے، اُنکا کسی طرح تحمل نہ کر سکتے۔

حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اُن لوگوں پر رحم کرے جنکے پاس دنیا امانت تھی وہ اس امانت کو دوسروں کے حوالے کر گئے اور خود بے فکر چل دیئے۔ آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص دین کے بارہ میں تیری مزاحمت کرے اُس سے مزاحمت کر اور جو دُنیا کے بارے میں تیری مزاحمت کرے اس دنیا کو اس کے منہ پر مار اور بے فکر ہو جا۔ حضرت ابو حازمؒ کا ارشاد ہے کہ دُنیا سے بچتے رہو قیامت کے دن آدمی کو میدانِ حشر میں کھڑا کر کے کہا جائے گا یہ وہ شخص ہے جنے ایسی چیز کو بڑا سمجھا جس کو اللہ تعالیٰ شانہٗ نے حقیر بتایا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ ہر شخص اپنے گھر میں چند روزہ مہمان ہے اور اُس کا مال و متاع مانگی ہوئی چیز ہے مہمان کو بہر حال چند دن میں اپنے گھر (یعنی آخرت کو) چلا جانا ہے اور مانگی ہوئی چیز بہر حال واپس ہونے والی ہے۔ حضرت رابعہ بصریہؒ ایک مجمع میں تشریف رکھتی تھیں لوگ کچھ دُنیا کی بُرائی کر رہے تھے وہ کہنے لگیں کہ اُسکا ذکر بُرائی سے بھی نہ کرو اُسکے ذکر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی تمھارے دلوں میں وقعت ہے اگر یہ نہ ہوتی تو اُسکا بار بار ذکر بھی زبان پر نہ آتا (پاخانہ کی گندگی اور بُرائی کا بار بار کون ذکر کرتا ہے)۔ حضرت لقمانؑ کی اپنے بیٹے کو وصیت ہے کہ اپنی دُنیا کو دین کے بدلے میں بیچ دو دونوں جہان میں نفع ملے گا اور دین کو دُنیا کے بدلے میں نہ بیچو دونوں جہان میں خسارہ رہے گا۔ حضرت مطرف بن شخیرؒ کا ارشاد ہے کہ بادشاہوں کے عیش و عشرت اور ان کے عمدہ لباس پر نظر نہ کرو بلکہ یہ سوچو کہ اُنکا انجام کیا ہوگا۔ حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو شیطان نے اپنے لشکروں کو حالات کی تحقیق کیلئے بھیجا انھوں نے بتایا کہ ایک نبی کی بعثت ہوئی ہے اور اُنکی بہت بڑی اُمت ہے تو اُسنے تحقیق کیا کہ ان لوگوں میں دُنیا کی محبت بھی ہے انھوں نے کہا کہ ہاں ہاں ہے شیطان نے کہا کہ پھر مجھے اسکا رنج نہیں ہے کہ وہ بُت پرستی نہ کریں میں تین چیزیں اُن پر مسلط کر دونگا۔ ناجائز طریقہ سے کمانا، ناجائز طریقہ پر خرچ کرنا اور جہاں خرچ کا واقعی محل ہو اُسمیں خرچ نہ کرنا۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ دُنیا کے حلال مال کا حساب ہے اور اسکے حرام میں عذاب ہے۔

حضرت مالک بن دینارؒ کا ارشاد ہے کہ اس جادوگر سے بچتے رہو یہ علماء کے دلوں پر بھی جادو کر دیتی ہے۔

حضرت ابو سلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں کہ جس دل میں آخرت ہوتی ہے دُنیا اُس سے جھگڑا کرتی رہتی ہے اور اُس دل پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ اور جس دل میں دنیا ہوتی ہے آخرت اُس سے مزاحمت نہیں کرتی اسلئے کہ آخرت کریم ہے وہ دوسرے کے گھر پر قبضہ کرنا نہیں چاہتی۔ اور دُنیا کمینہ ہے وہ ہر ایک کے گھر پر زبردستی قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ تُو جس قدر دُنیا کا غم کرے گا اتنا ہی آخرت کا غم تیرے دل سے نکل جائے گا۔ اور جتنا تُو آخرت کا غم کرے گا اتنا ہی دُنیا کا غم تیرے دل سے نکل جائے گا۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے آدمیوں کو پایا ہے جنکے نزدیک دنیا اُس مٹی سے زیادہ ذلیل تھی جس پر تم چلتے ہو انکو اسکی پرواہ نہ تھی کہ دُنیا ہے یا جاتی رہی۔ اسکے پاس چلی گئی یا اُسکے پاس چلی گئی۔ ایک آدمی نے حضرت حسن بصریؒ سے دریافت کیا آپ اُس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جسکو حق تعالیٰ شانہٗ نے مال و دولت عطا کیا ہو وہ اُس میں سے صدقات بھی کرتا ہے صلہ رحمی بھی کرتا ہے کیا اس کیلئے یہ موزوں اور مناسب ہے کہ خود بھی اچھے اچھے کھانے کھائے اور نعمتوں میں زندگی گذارے۔ انھوں نے فرمایا نہیں اگر ساری دُنیا بھی اُسکو ملجائے تو اُسکو اپنے اوپر بقدر ضرورت ہی خرچ کرنا چاہئے اور اس سے زیادہ کو اُس دن (یعنی آخرت کے دن) کے لئے بھیج دینا چاہیے جو دن اُسکی سخت احتیاج کا ہوگا۔

حضرت فضیلؒ کا ارشاد ہے کہ اگر دُنیا ساری کی ساری مجھے ملجائے اور مجھ سے اُسکا حساب بھی نہ لیا جائے تب بھی میں اُس سے ایسی گھن اور کراہت کروں جیسی کہ تم لوگ مُردار جانور سے کرتے ہو کہ کہیں کپڑے کو نہ لگ جائے۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ بنو اسرائیل کو حق تعالیٰ شانہٗ کی بندگی کرنے کے باوجود صرف دُنیا کی محبت نے بُت پرستی تک پہنچا دیا تھا۔ انکا یہ بھی ارشاد ہے کہ آدمی اپنے مال کو تو ہمیشہ کم سمجھتا ہے مگر اپنے عمل کو کبھی کم نہیں سمجھتا دین میں کوئی مصیبت آجائے تو خوش رہتا ہے، دنیا میں کوئی مصیبت پیش آجائے تو گھبرا جاتا ہے۔ حضرت فضیلؒ کا ارشاد ہے کہ دُنیا میں داخل ہونا تو بہت آسان ہے لیکن اس سے نکلنا بہت مشکل ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں تعجب ہے اُس شخص پر جسکو موت کا یقین ہو کہ وہ بہر حال آنیوالی ہو نہ معلوم کب آجائے پھر بھی کسی بات سے کیونکر خوش ہوتا ہے، تعجب ہے اُس شخص پر جس کو اسکا یقین ہے کہ جہنم حق ہے۔ (اور اپنا حشر معلوم نہیں) پھر کس طرح وہ کسی بات پر ہنستا ہے؟ تعجب ہے اُس شخص پر جو دُنیا کے ہر وقت کے انقلابات دیکھتا ہے پھر کیسے دُنیا کی کسی بات پر مطمئن ہوتا ہے۔ تعجب ہے اُس شخص پر جس کو یقین ہے کہ تقدیر برحق ہے (جو کچھ مقدر میں ہے وہ ملکر رہے گا) پھر کیوں مصیبتیں اُٹھاتا ہے؟

حضرت امیر معاویہؓ کے پاس شہر نجران کے ایک بزرگ آئے جنکی عمر دوسو برس تھی۔ امیر معاویہؓ

نے ان سے پوچھا دُنیا کو تم نے بہت دیکھا کیسا پایا؟ کہنے لگے چند ایک سال راحت کے چند ایک سال تکلیف کے ہر دن رات میں کوئی نہ کوئی پیدا ہوتا ہے کوئی نہ کوئی مرجاتا ہے۔ اگر پیدا ہونا بند ہوجائے تو دنیا ایک دن ختم ہوجائے (کہ مرنے کا سلسلہ بھی ہے) اگر مرنا بند ہوجائے تو دنیا میں رہنے کو جگہ بھی نہ ملے (اسلئے معتدل نظام یہی ہے کہ پیدا بھی ہوتے رہیں، مرتے بھی رہیں) حضرت معاویہؓ نے فرمایا مجھ سے کوئی چیز مطلوب ہو میرے قابل کوئی خدمت ہو تو بتاؤ میں اُسکو پورا کردوں وہ کہنے لگے کہ جو عمر میری ختم ہوچکی ہے وہ مجھے واپس ملجائے (یا آئندہ کو موت نہ آئے) امیر معاویہؓ نے کہا کہ یہ تو میں نہیں کرسکتا۔ کہنے لگے پھر مجھے آپ سے کچھ مانگنا بھی نہیں ہے۔ ابو سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ دُنیا کی شہوتوں سے وہی شخص صبر کرسکتا ہے جسکے دلمیں آخرت کی چیزوں کے ساتھ کوئی مشغولی ہو۔ مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ ہم سبنے دُنیا کی ساتھ محبت کرلینے پر صلح کرلی ہے جسکی وجہ سے کوئی شخص کسی کو نہ اچھی باتوں کا حکم کرتا ہے، نہ بُری باتوں سے روکتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس حال پر ہمیں ہمیشہ چھوڑے رکھیں یہ ہرگز نہیں ہوسکتا نہ معلوم کس وقت کیا عذاب ہم پر نازل ہوجائے حضرت حسنؓ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جس بندہ کی ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اُسکو تھوڑی سی دُنیا مرحمت فرماکر روک لیتے ہیں جب وہ مال اُسکے پاس ختم ہوجاتا ہے تو پھر تھوڑا سا اور دیدیتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہوتا ہے اُسپر دُنیا کو پھیلا دیتے ہیں۔ ایک بزرگ کی دُعا کے الفاظ ہیں اے وہ پاک ذات جو اس پر قادر ہے کہ آسمان کو زمین پر گرنیسے روک دے دُنیا کو میرے پاس آنیسے روکدے۔ محمد بن منکدرؒ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ہمیشہ روزے رکھے کبھی افطار نہ کرے رات بھر تہجد پڑھے بالکل نہ سوئے اپنے مال کو خوب خیرات کرتا ہو اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہو اور گناہوں سے بچتا ہو لیکن قیامت کے دن اُسکو کھڑا کرکے یہ مطالبہ کیاجائے گا کہ اسکی نگاہ میں وہ چیز وقیع تھی جسکو اللہ تعالیٰ نے ذلیل بتایا (یعنی دُنیا) اور وہ چیز غیر وقیع تھی جسکو اللہ تعالیٰ نے وقیع بتایا (یعنی آخرت) تم ہی بتاؤ کہ اُسپر کیا گذرے گی۔ پھر ہم لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اس مرض میں یعنی دُنیا کی وقعت میں مبتلا ہیں اور اسکے ساتھ ساتھ گناہوں میں بھی مبتلا ہیں۔ عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ دُنیا کی محبت نے اور گناہوں نے دلوں کو وحشی بنا رکھا ہے اسلئے خیر کی بات دلوں تک پہنچتی نہیں یعنی اثر نہیں کرتی۔ وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ جو شخص دُنیا کی کسی چیز سے خوش ہوتا ہے وہ حکمت کے خلاف کرتا ہے اور جو شخص شہوتوں کو اپنے قدم کے نیچے دبالیتا ہے کہ انکو سر بھی نہیں اُٹھانے دیتا شیطان ایسے شخص کے سایہ سے ڈرتا ہے۔ حضرت امام شافعیؒ نے اپنے ایک دینی بھائی کو نصیحت فرمائی کہ دُنیا ایسا کیچڑ ہے جسمیں پاؤں پھسل جاتے ہیں (لہٰذا بچ بچکر قدم رکھنا چاہیے اور پاؤں کی لغزش سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے) دُنیا ذلّت کا گھر ہے اسکی آبادی کا منتہا بربادی ہے اسمیں رہنے والوں کو تنہا قبروں تک جانا ہے اسکا اجتماع افتراق پر موقوف ہے اسکی وسعت فقر کی طرف لوٹادی گئی اسکی کثرت مشقت میں پڑنا اور

اسکی تنگی سہولت میں پہنچنا ہے۔ پس ہمہ تن اللہ تعالیٰ شانہٗ کیطرف متوجہ رہو اور اللہ جل شانہٗ نے جتنا رزق عطا فرمادیا اُسپر راضی رہو۔ اپنی آخرت میں سے دُنیا کیلئے قرض نہ لو یعنی ایسی چیزیں اختیار نہ کرو جنکا بدلہ آخرت میں ادا کرنا پڑجائے اور وہاں ضرورت کے موقع پر کمی پڑجائے) اسلئے کہ یہاں کی زندگی بمنزلہ ایک سایہ کے ہے جو عنقریب ختم ہونے والا ہے اور بمنزلہ ایک دیوار کے ہے جو جُھک گئی عنقریب گرنے والی ہے۔ نیک عمل کثرت سے کرتے رہو اور اُمیدیں بہت کم باندھو۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحؒ نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ تمھیں اگر خواب میں کوئی شخص ایک درہم (ساڑھے تین آنے) دے وہ تمھیں زیادہ پسند ہے یا کوئی شخص تمھیں جاگنے کی حالت میں ایک دینار (اشرفی) دے وہ زیادہ پسند ہے؟ اُسنے عرض کیا کہ یہ تو کُھلی بات ہے جاگتے ہوئے دینار زیادہ محبوب ہے۔ حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا کہ تم جھوٹ کہتے ہو اسلئے کہ جس چیز کو تم دُنیا میں محبوب رکھتے ہو اس کو تم گویا خواب میں پسند کر رہے ہو اور جس چیز کو آخرت کی پسند نہیں کر رہے ہو اُس سے گویا جاگنے میں اعراض کر رہے ہو۔ یحییٰ بن معاذ رحؒ کہتے ہیں کہ تین آدمی عقلمند ہیں ایک وہ شخص جو دُنیا کو اس سے پہلے خود چھوڑ دے کہ دُنیا اسکو چھوڑے۔ دوسرا وہ شخص جو اپنی قبر کی تیاری اس سے پہلے کرلے کہ اُسمیں داخل ہونے کا وقت آجائے۔ تیسرے وہ شخص جو اپنے مولا کو اس سے پہلے پہلے راضی کرلے کہ اُس سے مُلاقات کرے۔ انکا یہ بھی ارشاد ہے کہ دُنیا کی بدبختی اس درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ اسکی تمنا تجھے حق تعالیٰ شانہٗ کی اطاعت سے اپنے اندر مشغول کردیتی ہے جب اُسکی تمنا کا یہ حال ہے تو اگر تو دُنیا میں پھنس جائے گا تو کیا حال ہوگا۔ بکر بن عبداللہ رضؓ کہتے ہیں کہ جو شخص دُنیا کو حاصل کرکے اُس سے بےفکر ہونا چاہتا ہے وہ ایسا ہے جیسا کوئی شخص آگ کو بُجھانے کیلئے اسپر خشک گھاس ڈالے۔ بندار رحؒ کہتے ہیں کہ جب دُنیا دار زہد کی باتیں کرتے ہیں تو سمجھ لے کہ شیطان انکی ساتھ مذاق کررہا ہے۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ لوگو فرصت کے ان ایام میں نیک عمل کرلو اور حق تعالیٰ شانہٗ سے ڈرتے رہو اور اپنی لمبی لمبی اُمیدوں سے اور موت کو بھول جانے سے دھوکہ میں نہ پڑو اور دُنیا کیطرف ذرا بھی متوجہ نہ ہو یہ کمبخت بڑی بےوفا بڑی دھوکہ باز ہے اپنے دھوکہ سے تمھارے لئے بنتی اور سنورتی ہے اور اپنی آرزوؤں کی ساتھ تم کو فتنہ میں ڈالتی ہے وہ اپنے خاوندوں کیلئے زینت اختیار کرتی ہے اور بالکل نئی دُلہن کیطرح سے بنجاتی ہے جیسا کہ وہ شادی کے دن ہوتی ہے کہ آنکھیں اسکی طرف لگ جاتی ہیں اور دل اسپر جم جاتے ہیں اور آدمی اسکے عاشق بنجاتے ہیں لیکن اس کمبخت نے اپنے کتنے عاشقوں کو قتل کرڈالا اور کتنے آدمیوں کو جو اس پر اطمینان کئے ہوئے بیٹھے تھے بے یار و مددگار چھوڑ دیا اسکو حقیقت کی نگاہ سے غور سے دیکھو یہ ایسا گھر ہے جسمیں مہلکات بہت زیادہ ہیں اور خود اسکے پیدا کرنیوالے نے اسکی بُرائی بتائی ہے۔ ایک حکیم کوئی دوائی تیار کرتا ہے اور وہ خود کہتا ہے کہ اسمیں زہر ہے صرف ایک رتی اسکی احتیاج کے وقت

استعمال کیجا سکتی ہے اگر کوئی بے وقوف ایک تولہ دو تولہ اسمیں سے کھالے گا تو لامحالہ مرے گا اور بنانیوالے حکیم کے خبر کر دینے کے بعد ایسا کرنا حماقت کی انتہا ہے، اسکی ہر نئی چیز پرانی ہوجائے گی اسکا ملک خود ہی فنا ہو جائے گا اسکا عزیز آخر کار ذلیل ہوگا۔ اسکی کثرت بالآخر قلت کیطرف پہنچتی ہے اسکی دوستی فنا ہونے والی ہے اس کی بھلائی ختم ہوجانے والی ہے، تم لوگوں پر اللہ تعالیٰ شانہٗ رحم کرے اپنی غفلت سے ہوشیار ہو جاؤ۔ اپنی نیند سے جاگ جاؤ اس سے پہلے پہلے کہ یہ شور ہو جائے فلاں شخص بیمار ہوگیا ہے مایوسی کی حالت ہے کوئی اچھا حکیم بتاؤ کسی اچھے ڈاکٹر کو لاؤ پھر تمہارے لئے حکیم اور ڈاکٹر بار بار بلائے جائیں اور زندگی کی کوئی بھی اُمید نہ دلائے پھر یہ آواز آنے لگے کہ اُسنے وصیتیں شروع کر دیں اے لو اسکی تو زبان بھی بھاری ہوگئی اب تو آواز بھی اچھی طرح نہیں نکلتی اب تو وہ کسی کو پہچانتا بھی نہیں لمبے لمبے سانس بھی آنے لگے کراہ بھی بڑھ گئی پلکیں بھی جھکنے لگیں اسوقت تجھے آخرت کے احوال محسوس ہونے لگیں گے لیکن زبان تُتلاگئی اب کوئی بات کہہ بھی نہیں سکتا، بھائی بند، رشتہ دار کھڑے رورہے ہیں کہیں بیٹا سامنے آتا ہے بھائی سامنے آتا ہے، بیوی سامنے آتی ہے مگر زبان کچھ نہیں بولتی اتنے میں بدن کے اجزار سے روح نکلنا شروع ہوجاتی ہے اور آخر وہ تو نکل کر آسمان پر چلی جاتی ہے، عزیز اقارب جلدی جلدی دفنانے کی تیاری شروع کر دیتے ہیں، عیادت کرنیوالے رودھو کر چُپ ہوجاتے ہیں، دُشمن خوشیاں مناتے ہیں، عزیز، رشتہ دار مال بانٹنے میں لگ جاتے ہیں، اور مرنے والا اپنے اعمال میں پھنس جاتا ہے۔ (یہ حقیقت ہے اس زندگی کی)

حضرت حسن بصریؒ نے حضرت امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیزؒ کو ایک خط لکھا جسمیں حمد وصلوٰۃ کے بعد تحریر فرمایا کہ دُنیا کوچ کا گھر ہے یہ رہنے کا گھر نہیں ہے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسمیں سزا کے طور پر بھیجا گیا تھا کہ جنت میں ان سے ایک لغزش ہوگئی تھی (تو بطور جیل خانہ کے یہاں بھیجا گیا تھا) اسلئے اس سے ڈرتے رہیں اسکا توشہ اسکو چھوڑ دینا ہے اسکا غنیٰ اسکا فقر ہے (یعنی اسمیں غنی وہی شخص ہے جو ظاہر میں فقیر ہے) یہ ہر وقت کسی نہ کسی کو ہلاک کرتی رہتی ہے جو اسکو عزیز سمجھے اُسکو یہ ذلیل کرتی ہے جو اسکو جمع کرنے کا ارادہ کرے اسکو یہ (دوسروں کا) محتاج بناتی ہے۔ یہ ایک زہر ہے جسکو انجان لوگ کھاتے ہیں پھر وہ مرجاتے ہیں اسمیں ایسی طرح زندگی گذار دیں جیساکہ زخمی بیمار ہر چیز سے احتیاط کرتا ہے تاکہ صحت نصیب ہوجائے اور کڑوی دوا اسلئے استعمال کرتا ہے تاکہ مرض طول نہ پکڑے۔ آپ اس مکار، دغاباز فریبی سے احتیاط رکھیں جو محض دھوکہ دینے کی وجہ سے بنتی سنورتی ہے اور دھوکہ سے لوگوں کو مصیبت میں پھنساتی ہے اور اپنی اُمیدوں کی ساتھ لوگوں کے یہاں آتی ہے اور اپنے منگنی کرنے والوں کو آج کل پر ٹالتی رہتی ہے۔ پس یہ ان کیلئے ایسی بنی ٹھنی نئی دُلہن بن جاتی ہے کہ آنکھیں اسپر ٹکٹکی لگا لیتی ہیں اور دل اسکے فریفتہ ہوجاتے ہیں اور آدمی اسکے جاں نثار بنجاتے ہیں لیکن یہ کمبخت سبکی ساتھ دُشمنی کرتی ہے۔

حیرت ہے کہ نہ تو پہلے جانے والوں سے عبرت پکڑتے ہیں نہ بعد کے آنیوالے پہلوں کا حال سُنکر اس سے احتراز کرتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کو جاننے والے اُسکے ارشادات سے نصیحت پکڑتے ہیں۔ اسکے عاشق اپنی حاجت پوری ہوتی دیکھکر دھوکہ میں پڑجاتے ہیں اور سرکشی میں مبتلا ہو کر آخرت کو بھول جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ انکا دل اسمیں مشغول ہوجاتا ہے اور قدم آخرت کے راستہ سے پھسل جاتا ہے پھر ندامت اور حسرت کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ موت کی اور نزع کی کرب اور بے چینی انکو گھیر لیتی ہے اور اس سب کے چھوٹ جانے کی حسرتیں اُسپر مسلط ہوجاتی ہیں اسمیں رغبت کرنے والا اپنے مقاصد کو کبھی بھی پورا نہیں کر سکتا اور مشقت سے کبھی بھی راحت نہیں پاتا یہانتک کہ بغیر توشہ لئے اس عالم سے چلا جاتا ہے اور بغیر تیاری کے آخرت میں پہنچ جاتا ہے۔ امیرالمومنین اس سے بہت بچتے رہیں اور اسکی نہایت خوشی کے اوقات میں بھی بہت زیادہ ڈرتے رہیں۔ اسپر اعتماد کرنے والا جب بھی کچھ خوش ہوتا ہے تو یہ کسی نہ کسی مصیبت میں اُسکو مبتلا کر دیتی ہے اسمیں خوش رہنے والا دھوکہ میں پڑا ہوا ہے اور اسمیں (ضرورت سے زیادہ) نفع اُٹھانے والا نقصان میں پڑا ہوا ہے۔ اسکی راحت تکلیفوں کے ساتھ وابستہ ہے اور اسمیں رہنے کا منتہا فنا ہے اسکی خوشی رنج کے ساتھ مخلوط ہے جو کچھ گذر چکا ہے وہ واپس آنے والا نہیں ہے اور جو آنے والا ہے اُسکا حال معلوم نہیں کہ کیا ہو؟ اسکی آرزوئیں جھوٹی، اسکی اُمیدیں سب باطل اسکی صفائیں گدلا پن ہے، اسکے عیش میں مشقت ہے اور آدمی اسمیں ہروقت خطرہ کی حالت میں ہے، اگر اُسکو عقل ہو اور وہ غور کرے تو اسکی نعمتیں خطرناک ہیں اور اسکی بلاؤں کا ہروقت خوف ہے۔ اگر حق تعالیٰ شانہٗ جو اسکے خالق ہیں وہ اسکی بُرائیوں کی اطلاع نہ فرماتے تب بھی اس مکار کی اپنی حالت ہی سوتوں کو جگانے کے واسطے اور غافلوں کو ہوشیار کرنیکے واسطے کافی تھی۔ چہ جائیکہ حق تعالیٰ شانہٗ نے خود اس پر تنبیہیں فرمائیں اور اسکے بارہ میں نصیحتیں فرمائیں کہ اللہ جل شانہٗ کے یہاں اسکی کوئی قدر نہیں اور اسکو پیدا فرما کر کبھی بھی اسکی طرف نظر التفات نہیں فرمائی۔ یہ اپنے سارے خزانوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں حاضر ہوئی حضورؐ نے اسکو قبول نہیں فرمایا مُنھ نہیں لگایا اسلئے کہ حضورؐ نے حق تعالیٰ شانہٗ کی منشاء کے خلاف کو پسند نہیں کیا اور جس چیز سے اسکے خالق نے بغض رکھا اُس سے آپنے محبت نہیں کی اور جس چیز کی اللہ نے قیمت گرادی آپنے اُسکو پسند کرکے اُسکا درجہ بلند نہیں کیا۔ اسی لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے نیک بندوں سے اُسکو قصداً ہٹا دیا اور اپنے دُشمنوں پر اسکی وسعت کردی۔ بعض دھوکہ میں پڑے ہوئے لوگ جو اسکو وقعت سے دیکھتے ہیں وہ اسکی وسعت کو دیکھکر سمجھنے لگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ان پر اکرام کیا اور وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ (سیدالرسل فخر الاولین والآخرین) سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اس بارہ میں کیا معاملہ رکھا کہ پیٹ پر پتھر باندھنے پڑے۔

ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد حضرت موسیٰ ؑ سے ہے کہ جب تم وسعت کو آتے دیکھو تو سمجھو کہ کسی گناہ کی سزا میں یہ آرہی ہے اور جب فقر و فاقہ کو آتا دیکھو تو کہو کہ صالحین کا شعار آرہا ہے۔ اور اگر کوئی حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع کرنا چاہتا ہے تو انکا ارشاد یہ ہے کہ میرا سالن بھوک ہے (یعنی بھوک میں فقط روٹی بھی ایسی لذیذ معلوم ہوتی ہے جیسی سالن سے) اور میرا شعار اللہ تعالیٰ شانہٗ کا خوف ہے اور میرا لباس صوف ہے (بھیڑ بکری کے بال) اور میرا سردی میں سینکنا دھوپ ہے اور میرا چراغ چاند کی روشنی ہے اور میری سواری میرے پاؤں ہیں اور میرا کھانا اور میوے زمین کا گھاس ہے، میں صبح اس حال میں کرتا ہوں کہ میرے پاس کچھ نہیں ہوتا، شام اس حال میں کرتا ہوں کہ میرے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ اور ساری دُنیا میں مجھ سے زیادہ غنی (بے پروا جو کسی کا محتاج نہ ہو) کوئی بھی نہیں ہے۔

اس قسم کے ارشادات ان حضرات کرام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام اور اولیاء عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بہت کثرت سے کتابوں میں موجود ہیں۔ یہاں غور سے ایک بات سمجھ لینا چاہئے وہ یہ کہ اصل زندگی اور محمود و مرغوب زندگی یہی ہے جو ان حضرات کے ارشادات اور حالات سے معلوم ہوتی ہے لیکن اسکے ساتھ ہی اپنے اعضاء اور اپنے قویٰ کے تحمل کی رعایت بھی ضروری ہے جہانتک اپنے قویٰ تحمل کریں وہاں تک اتباع کی سعی ہونا چاہئے اور جہاں اپنا ضعف متحمل نہ ہو وہاں مجبوراً اپنے ضعف کی رعایت ضروری ہے۔ ان احوال کے نقل سے مقصود یہ ہے کہ کم از کم اتنا ذہن نشین ہو جائے کہ دُنیا کی اصل زندگی یہ ہے اور اس سے زائد جہانتک ہم اپنے امراض اور اعذار سے مجبور ہیں وہاں مجبوری کے درجہ میں اپنے ضعف اور عذروں کی رعایت کرنی ضروری ہے اسکی مثال بیمار کا روزہ کھولنا ہے کہ اصل تو یہی ہے کہ ماہِ مبارک میں روزہ رکھا جائے لیکن اگر کوئی بیماری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا یا طبیب روزہ کو صحت کیلئے مضر بتاتا ہے تو مجبوراً روزہ کھولنا پڑے گا مگر یہ ظاہر ہے کہ اصل ماہِ مبارک میں روزہ ہی تھا وہی اصل مقصود ہے وہی مرغوب ہے مگر بیمار غریب مجبور ہے کہ نہیں رکھ سکتا البتہ اسکی رغبت اُسکی سعی ہر سچا مسلمان کرتا ہے۔ اسی طرح ہم لوگ اپنی ہمتوں اور قویٰ کے ضعف کی وجہ سے اس طرزِ زندگی کے متحمل نہیں ہیں اسلئے بدرجۂ مجبوری جسقدر حاجت ہے اُس قدر دُنیا سے تلبس ضروری ہے مگر اپنے ضعف کی مجبوری کا احساس بھی رہے اور اصل زندگی دل سے اُسی کو سمجھتا رہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام اور اُن اولیائے عظام کی تھی جن میں سے چند کے اقوال گذرے اور اسکے ساتھ ہی ساتھ دُنیا کا بے حقیقت ہونا، اُسکا دل نہ لگانے کے قابل ہونا اُسکا فانی اور محض دھوکہ ہونا یہ امور ایسے ضروری ہیں کہ اپنے ضعف اور مجبوری کی حالت میں بھی دلمیں جتنے زیادہ سے زیادہ جمائے جاسکتے ہوں انکو جمائے زبان سے نہیں دل سے دُنیا کو حقیقۃً ایسا ہی سمجھے اسکے سمجھنے میں کوئی چیز مانع نہیں۔ ہمارے پاس کوئی عذر

ایسا نہیں جو کسی درجہ میں بھی اس بدبخت کو دلوں میں وقیع بنادے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ دُنیا بہت جلد فنا ہوجانے والی ہے جلدی ہی ختم ہونے والی ہے یا اپنے باقی رہنے کے وعدے تو کرتی ہے مگر ان وعدوں کو پورا نہیں کرتی تو جب اسکو دیکھے تو یہ تجھے ایک جگہ ٹھیری ہوئی معلوم ہوگی لیکن واقعہ میں یہ بہت سُرعت سے چل رہی ہے مگر دیکھنے والے کو اسکی حرکت محسوس نہیں ہوتی اُسکو جب ہی پتہ چلتا ہے جب یہ ختم ہوجاتی ہے۔ اسکی مثال سایہ کی سی ہے کہ وہ ہر وقت چلتا رہتا ہے لیکن اُسکی حرکت معلوم نہیں ہوتی۔

حضرت حسن بصریؒ کے سامنے ایک مرتبہ دُنیا کا ذکر آیا تو انھوں نے فرمایا ؎

احلام نوم او کظل زائل ؛ ان اللبیب بمثلها لایخدع

اسکی مثال سونے والوں کے خواب کی ہے یا چلنے والے سایہ کی ہے عقلمند آدمی کو اس جیسی چیز کے ساتھ دھوکہ نہیں دیا جاسکتا۔ حضرت امام حسنؓ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

یا اھل لذات دنیا لا بقاء لها ؛ ان اغترارا بظل زائل حمق

اے دُنیا کی لذت والو اسکو دوام بالکل نہیں ہے ایسے سایہ کی ساتھ دھوکہ کھانا جو چل رہا ہو حماقت ہے۔ یونس بن عبیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل کو دُنیا کی یہ مثال سمجھائی کہ ایک آدمی مثلاً سو رہا ہے وہ خواب میں بہت سی اچھی اور بُری باتیں دیکھتا ہے ایک دم اسکی آنکھ کھُل گئی اور وہ سارا خواب ختم ہوگیا۔ اسی طرح آدمی سب سو رہے ہیں اور یہ سب کچھ خواب میں دیکھ رہے ہیں جب موت سے ایک دم آنکھ کھُل جائے گی تو یہاں کی نہ خوشی رہے گی، نہ غم رہے گا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دُنیا کی حقیقت کا کشف ہوا دیکھا کہ وہ ایک نہایت بوڑھی عورت ہے جسکے بڑھاپے کی وجہ سے دانت بھی ٹوٹ گئے اور نہایت زرق برق کا فاخرہ لباس پہن رہی ہے ہر قسم کی زینت کا سامان اُسپر ہے بالکل دُلھن بن رہی ہے؛ حضرت عیسیٰؑ نے اُس سے پوچھا کہ تو اب تک کتنے نکاح کر چکی ہے (کہ اب پھر نکاح کے شوق میں دُلھن بن رہی ہے) اُسنے جواب دیا کہ انکی کوئی شمار نہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے دریافت فرمایا کہ وہ سب مر گئے یا انھوں نے تجھ کو طلاق دیدی اُسنے جواب دیا کہ میں نے سب کو قتل کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں تیرے باقی خاوندوں کا ناس ہو وہ تیرے گذشتہ خاوندوں سے عبرت حاصل نہیں کرتے کہ تو نے کس طرح ایک ایک کر کے سب کو ہلاک کر دیا۔ حقیقی بات یہی ہے کہ یہ بالکل ایک بڑی عمر کی بڑھیا ہے جسنے اپنے اوپر زینت کا لباس پہن رکھا ہے لوگ اسکی ظاہری زینت کو دیکھ کر دھوکہ کھا جاتے ہیں جب اسکی حقیقت پر مطلع ہوتے ہیں اور اسکے چہرہ سے پردہ ہٹاتے ہیں تو اسکی اصلی صورت نظر آتی ہے۔

علاء بن زیادؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک بڑھیا کو دیکھا جو بہت بوڑھی تھی اور بہت

عمدہ لباس، زیور وغیرہ پہن رہی تھی دُنیا کی ہر قسم کی زیب و زینت اُس پر موجود تھی اور لوگ بہت کثرت سے اُسکے گرد جمع ہیں بڑے شوق سے اُسکو دیکھ رہے ہیں میں اسکے قریب گیا اور اُسکو دیکھکر مجھے ان سب دیکھنے والوں پر بڑا تعجب ہوا میں نے خواب میں اُس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہنے لگی تو مجھے نہیں جانتا؟ میں نے کہا نہیں میں تو نہیں جانتا۔ اُسنے کہا میں دُنیا ہوں۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ شانہٗ تجھ سے مجھے اپنی پناہ میں رکھے۔ کہنے لگی اگر تو مجھ سے پناہ میں رہنا پسند کرتا ہے تو درہم (روپیہ) سے بغض پیدا کرلے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قیامت میں دُنیا ایسی حالت میں لائی جائے گی کہ بہت بوڑھی عورت بدصورت، کیری آنکھیں، دانت آگے کو نکلے ہوئے لوگوں کے سامنے لاکر کھڑی کی جائے گی اور ان سے پوچھا جائے گا کہ اس کو پہنچانتے ہو وہ کہیں گے خدا کی پناہ یہ کیا بلا ہے؟ ان سے کہا جائے گا یہ وہی دُنیا ہے جسکی بدولت ایک نے دوسرے کو قتل کیا آپسمیں قطع رحمی کی، اسی کی وجہ سے تم آپسمیں ایکدوسرے سے حسد رکھتے تھے، بغض رکھتے تھے اور اسکے دھوکہ میں پڑے رہے۔ اسکے بعد اُس بُڑھیا کو جہنّم میں پھینک دیا جائے گا۔ وہ چلائے گی کہ میرے ساتھ انکو بھی تو لاؤ میرے پیچھے لگنے والوں کو بھی تو میری ساتھ کرو۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہوگا کہ اسکے پیچھے چلنے والوں کو بھی اسکی ساتھ کرو۔

در حقیقت آدمی کے غور کرنے کی بات ہے کہ اُسکے تین زمانے ہیں ایک عالَم کی ابتدار سے اسکی پیدائش تک کا زمانہ ہے۔ دوسرا آدمی کے مرنیکے بعد سے ہمیشہ ہمیشہ کا زمانہ۔ ان دونوں کے درمیان میں تیسرا زمانہ یہ ہے جو اُسکی پیدائش سے لیکر اُسکی موت تک کا وقت ہے اس مدت کو اگر ابتدار اور انتہا دونوں کے مجموعہ کی ساتھ مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہو کہ کتنا قلیل وقت ہے! اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ مجھے دُنیا سے کیا لینا ہے میری مثال تو اُس سوار کی سی ہے جو سخت گرمی میں سفر کر رہا ہو گرمی کی شدت میں کوئی سایہ دار درخت نظر پڑجائے تو اُسکے سایہ میں تھوڑی دیر آرام کرنے کیلئے دوپہر میں ٹھیر جائے پھر اُس درخت کو وہیں چھوڑکر آگے چلا جائے۔ اور واقعی بات یہ ہے کہ جو شخص دُنیا کو اس نگاہ سے دیکھے جو حضورؐ نے فرمایا تو کبھی بھی اسکی طرف نہ جھکے اور ذرا بھی اسکی پرواہ نہ کرے کہ یہ تھوڑا سا وقت راحت اور خوشی میں گذر گیا یا رنج و تکلیف میں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو دیکھا کہ چُونے سے مکان کی تعمیر کر رہے ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ موت اس سے زیادہ قریب ہے۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد آیا ہے کہ دُنیا دار کی مثال اُس شخص کی ہے جو پانی میں چل رہا ہو۔ کیا کوئی شخص اسکی طاقت رکھتا ہے کہ پانی میں چلے اور اُسکے پاؤں نہ بھیگیں حضورؐ کے اس ارشاد سے تمھیں ان لوگوں کی جہالت کا اندازہ ہو گیا ہوگا جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے بدن تو دُنیاوی لذتوں سے منتفع ہو رہے ہیں لیکن ہمارے دل دُنیا سے پاک ہیں اور ہمارے قلبی تعلقات دُنیا سے ٹوٹے ہوئے ہیں یہ

تخیل شیطان کا ان لوگوں کے ساتھ ایک مکر ہے۔ بلکہ ان لوگوں کے پاس سے اگر دُنیا کر چھین لیا جائے تو اُسکے فراق میں ایک دم بے چین ہو جائیں۔ پس جس طرح پانی میں چلنے سے پاؤں لامحالہ بھیگتے ہیں اسی طرح دُنیا کی ساتھ تعلق اور اختلاط دلمیں ظلمت ضرور پیدا کرتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ایک حقیقی بات تم سے کہتا ہوں کہ جیسے بیمار آدمی کو تکلیف کی شدت کی وجہ سے کھانے میں لذت نہیں آتی اسی طرح دُنیا دار کو عبادت میں لذت نہیں آتی۔ اور جس طرح جانور پر اگر سواری کرنا چھوڑ دیا جائے تو اس سے اسکا مزاج سخت ہو جاتا ہے اور سواری کی عادت اُسکو نہیں رہتی۔ اسی طرح اگر موت کے ذکر اور عبادت کی مشقت کے ساتھ دلوں کو نرم نہ کیا جائے تو وہ سخت ہو جاتے ہیں ان میں قساوت پیدا ہو جاتی ہے اور ایک حق بات کہتا ہوں کہ مشکیزہ جبتک پھٹے نہیں وہ شہد (یا پانی وغیرہ) کا برتن بنتا ہے لیکن جب وہ پھٹ جاتا ہے تو پھر شہد اسمیں نہیں رکھا جاتا۔ اسی طرح دلوں کو جبتک شہوتوں سے پھاڑا نہ جائے یا طمع سے اسکو خراب نہ کیا جائے یا نعمتوں سے اُسکو سخت نہ کیا جائے تو وہ حکمت کا برتن بنتا ہے۔ اسکے علاوہ یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ دُنیا کی شہوتیں اسوقت بڑی لذیذ معلوم ہوتی ہیں لیکن منتہا کے اعتبار سے موت کے وقت اتنی ہی مکروہ اور ناگوار ہونگی۔ علماء نے لکھا ہے کہ ان لذات سے دُنیا کی زندگی میں جتنا زیادہ شغف در محبت ہوگی موت کے وقت اتنی ہی زیادہ کراہت ان سے ہوگی۔ اسکی مثال کھانیکے ساتھ دیجاتی ہے کہ جو کھانا جتنا زیادہ لذیذ اور زیادہ چکنائی اور گھی والا ہوتا ہے اُسکا پاخانہ اتنا ہی زیادہ گندہ اور بدبودار ہوتا ہے اور جتنا زیادہ سادہ کھانا ہوتا ہے اتنی ہی اسکے پاخانہ میں بدبو بھی کم ہوتی ہے۔ اس سب کے بعد یہ بات ضرور قابلِ لحاظ ہے کہ دُنیا کیا چیز ہے جس کی اتنی مذمتیں قرآن پاک اور احادیث وغیرہ میں آئی ہیں اسکو غور سے سمجھ لینا چاہئے کہ آدمی کی موت سے پہلے پہلے (یعنی زندگی میں) جو کچھ احوال پیش آتے ہیں جو امور اُسکو لاحق ہوتے ہیں وہ سب دُنیا کہلاتے ہیں اور موت کے بعد جو کچھ ہوتا ہے وہ سب آخرت کہلاتا ہے موت سے پہلے امور تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ چیزیں ہیں جو آدمی کے ساتھ اُس عالَم میں چلی جاتی ہیں وہ علمِ دین اور نیک عمل ہے جو خالص حق تعالیٰ شانہٗ کے واسطے کیا گیا ہو۔ یہ دونوں چیزیں خالص آخرت اور دین ہیں دُنیا نہیں ہیں۔ اگرچہ آدمی کو ان میں لذت آتی ہو اور جن لوگوں کو ان میں لذتیں آجاتی ہیں وہ انکی وجہ سے کھانا پینا سونا شادی وغیرہ تک چھوڑ دیتے ہیں لیکن اس سب کے باوجود یہ دونوں چیزیں آخرت ہی کی چیزیں ہیں دوسری قسم انکے بالمقابل گناہوں کی لذتیں اور جائز چیزوں کی وہ مقداریں جو محض فضول اور زائد ہیں جیسا کہ سونے چاندی کے ڈھیر اور فاخرہ لباس خوشنما جانوروں کا شوق اونچے اونچے محل لذیذ لذیذ کھانے یہ سب دُنیا ہے۔ جنکی مذمت پہلے گذری ہے۔ تیسری قسم ان دونوں کے درمیان وہ ضروری چیزیں جو آخرت کے کاموں کیلئے معین اور مددگار

ہوں جیساکہ بقدر ضرورت کھانا، سونا اور ضرورت کے موافق معمولی لباس گرمی کا، سردی کا اور ہر وہ چیز جسکی آدمی کو اپنی صحت اور بقا کیلئے ضرورت ہے اور انکی وجہ سے پہلی قسم میں اعانت حاصل ہوتی ہے۔ یہ چیزیں بھی دُنیا نہیں ہیں یہ آخرت ہی ہیں دین ہی ہیں بشرطیکہ واقعی ضرورت کے درجہ میں ہوں ان سے مقصد دینی اُمور پر تقویت ہو۔ اور اگر انکا مقصد محض حظِ نفس اور دل کی خواہش کا پورا کرنا ہوگا تو یہی چیزیں دنیا ہو جائیں گی۔[1]

میں نے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے ایک قصہ اکثر سُنا وہ فرماتے تھے کہ ایک شخص کو پانی پت ایک ضرورت سے جانا تھا راستہ میں جمنا پڑتی تھی جسمیں اتفاق سے طغیانی کی صورت تھی کہ کشتی بھی اُسوقت نہ چل سکتی تھی۔ یہ شخص بہت پریشان تھا۔ لوگوں نے اُس سے کہا کہ فلاں جنگل میں ایک بزرگ رہتے ہیں ان سے جاکر اپنی ضرورت کا اظہار کرو اگر وہ کوئی صورت تجویز کردیں تو شاید کام چل جائے ویسے کوئی صورت نہیں ہے لیکن وہ بزرگ اول اول بہت خفا ہونگے انکار کریں گے اس سے مایوس نہ ہونا چاہیئے چنانچہ یہ شخص وہاں گیا اُس جنگل میں ایک جھونپڑی پڑی ہوئی تھی اُسی میں انکے اہل وعیال بھی رہتے تھے اس شخص نے بہت روکر اپنی ضرورت کا اظہار کیا کہ مقدمہ کی کل کو تاریخ ہے جانے کی کوئی صورت نہیں۔ اول تو انھوں نے حسب عادت خوب ڈانٹا کہ میں کیا کرسکتا ہوں میرے قبضہ میں کیا ہے ؟ اسکے بعد جب اسنے بہت زیادہ عاجزی کی تو انھوں نے فرمایا کہ جمنا سے جاکر کہدو کہ ایسے شخص نے مجھے بھیجا ہے جسنے عمر بھر نہ کبھی کچھ کھایا نہ بیوی سے صحبت کی۔ یہ شخص واپس ہوا اور انکے کہنے کے موافق عمل کیا جمنا کا پانی ایک دم رک گیا اور یہ شخص پار ہوگیا۔ جمنا پھر حسب معمول چلنے لگی۔ لیکن اس شخص کے واپس ہونیکے بعد ان بزرگ کی بیوی نے رونا شروع کردیا کہ تُونے مجھے ذلیل اور رُسوا کیا بغیر کھائے تُو خود دھول کر ہاتھی بن گیا اسکا تو تجھے اختیار ہے اپنے متعلق جو چاہے جھوٹ بول دے لیکن یہ بات کہ تو کبھی بیوی کے پاس نہیں گیا اس بات نے مجھے رسوا کردیا اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ اولاد جو پھر رہی ہے یہ سب حرام کی اولاد ہوئی۔ ان بزرگ نے اوّل تو عورت سے یہ کہا کہ تجھ سے اسکا کوئی تعلق نہیں جب میں اولاد کو اپنی اولاد بتاتا ہوں پھر کیا اعتراض ہے۔ مگر وہ بے تحاشا روتی رہی کہ تُونے مجھے زنا کرنے والی بنادیا۔ اسپر ان بزرگ نے کہا کہ غور سے سُن میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے کبھی اپنی خواہش نفس کیلئے کوئی چیز نہیں کھائی ہمیشہ جو کھایا محض اس ارادہ اور نیت سے کھایا کہ اُس سے اللہ کی اطاعت کیلئے بدن کو قوت پہنچے اور جب بھی تیرے پاس گیا ہمیشہ تیرا حق ادا کرنے کا ارادہ رہا کبھی اپنی خواہش کے تقاضہ سے صحبت نہیں کی۔ قصہ تو ختم ہوا۔ اب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پاک ارشاد میں غور کرلیجیے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی کے اندر

---

[1] احیاء

تین سو ساٹھ ۳۶۰ جوڑ ہیں اُسکے ذمہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے (اسکی سلامتی کے شکرانہ میں) روزانہ ایک صدقہ ادا کرے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اتنے صدقات (یعنی تین سو ساٹھ ۳۶۰) روزانہ ادا کرنے کی کس کو طاقت ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں تھوک وغیرہ پڑا ہو اُس پر مٹی ڈالدینا صدقہ (کا ثواب رکھتا) ہے۔ راستہ سے کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔ اور چاشت کی نماز ان سب صدقوں کے برابر ہو سکتی ہے۔[1] چونکہ نماز میں بدن کا ہر جوڑ عبادت میں مشغول رہتا ہے اسلئے ہر جوڑ کیطرف سے گویا صدقہ ہو گیا دوسری حدیث میں ان چیزوں کی اور بھی مثالیں ذکر فرمائی ہیں جسمیں ارشاد ہے کہ کسی کو سلام کرنا بھی صدقہ ہے۔ اچھے کام کا حکم کرنا بُرے کام سے منع کرنا بھی صدقہ ہے اور بیوی سے صحبت کرنا بھی صدقہ ہے اور ان سب کے قائم مقام دو رکعت چاشت کی نماز ہے کہ وہ سارے جوڑوں کیطرف سے صدقہ ہو جاتا ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک شخص اپنی شہوت پوری کرتا ہے یہ بھی صدقہ ہو جائے گا؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اگر وہ اس کو ناجائز جگہ پوری کرتا تو کیا گناہ نہ ہوتا۔[2] یعنی جب حرام کاری گناہ ہے تو اُس سے بچنے کی نیت سے بیوی سے صحبت یقیناً ثواب کی چیز ہے۔ اسی طرح کھانا پینا سونا پہننا سب چیزیں عبادت میں ہیں بشرطیکہ واقعی اللہ کی اطاعت کے ارادہ سے ہوں امام غزالیؒ ایک جگہ تحریر کرتے ہیں کہ دُنیا فی نفسہٖ ممنوع اور ناجائز نہیں ہے بلکہ اسوجہ سے ممنوع ہے کہ وہ حق تعالیٰ شانہٗ تک پہنچنے میں مانع بنتی ہے۔ اسی طرح فقر فی نفسہٖ مطلوب نہیں ہے بلکہ وہ اسلئے مطلوب ہے کہ اُسمیں حق تعالیٰ شانہٗ سے ہٹانے والی کوئی چیز نہیں (بلکہ وہ حق تعالیٰ شانہٗ تک پہنچانے میں معین ہے) لیکن بہت سے غنی ایسے بھی ہیں کہ غنا انکو حق تعالیٰ شانہٗ تک پہنچنے میں مانع نہیں ہوا جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ وغیرہ حضرات اور بعض فقیر ایسے ہوتے ہیں کہ انکا فقر بھی اللہ تعالیٰ شانہٗ تک پہنچنے سے مانع بنجاتا ہے کہ ناداری کے ساتھ مال کی محبت اسکو راستہ سے ہٹا دیتی ہے۔ لہٰذا اصل ممنوع اور ناجائز مال کی محبت ہے چاہے اُسکے وصال سے ہو جیسا غنی یا فراق سے ہو جیسا کہ دُنیا دار فقیر۔ دُنیا حقیقت میں اللہ تعالیٰ شانہٗ سے غافل لوگوں کی معشوقہ ہے جو اسکا عاشق یعنی دُنیا دار فقیر اس سے محروم ہے وہ اسکی طلب میں مر رہا ہے اور جس عاشق کو اسکا وصال حاصل ہے جیسا کہ غنی وہ اس کی حفاظت اور اس سے لذتیں حاصل کرنے میں اللہ تعالیٰ شانہٗ سے غافل ہے لیکن اکثر قاعدہ یہ ہے کہ جو اس سے محروم ہے وہ اس کے فتنوں سے بہت زیادہ محفوظ ہے اور جو اس میں پھنسا ہوا ہے وہ فتنوں میں مبتلا ہے اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ارشاد ہے کہ ہم ناداری کے فتنہ (امتحان) میں مبتلا کئے گئے تو ہم نے صبر کیا (یعنی کامیاب رہے) پھر ہم ثروت اور دولت کے فتنہ (اور امتحان) میں مبتلا ہوئے تو ہم صبر نہ کر سکے

---

[1] مشکوٰۃ [2] ابو داؤد

(یعنی اس حال میں بھی اُس مال سے بالکل علیحدہ رہتے یہ نہ ہوسکا) اور اکثر لوگوں کا یہی حال ہے کہ مال کے ہونے کی صورت میں اُس کی مضرتوں سے کوئی برسہابرس میں ہی ایسا نکلتا ہے جو اس سے محفوظ رہ سکے۔ اسی وجہ سے قرآن پاک اور احادیث میں کثرت سے اس سے بچنے کی ترغیب اور اس میں پھنس جانے کی مضرتوں پر تنبیہ کی ہے۔ اس لئے کہ اس سے بچنا تو ہر شخص کیلئے مفید ہی ہے اسی وجہ سے علماء کا ارشاد ہے کہ (ہاتھ سے روپیہ پیسہ وغیرہ) مال کا الٹنا پلٹنا بھی ایمان کی حلاوت کو چوس لیتا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ہر اُمت کیلئے کوئی بچھڑا (گئو ماتا وغیرہ) ہے جس کی وہ پرستش کرتے ہیں میری اُمت کا بچھڑا روپیہ اور اشرفی ہے (کہ اُس کی ساتھ بھی ایسا ہی برتاؤ کرتے ہیں جیسا کہ پرستش کا ہوتا ہے) اور حضرت موسیٰؑ کی قوم کا بچھڑا بھی تو سونے چاندی کا زیور ہی تھا۔ (احیاء)

اور یہ بات انبیاء کرامؑ اور اولیاء عظامؒ ہی کے لئے ہوتی ہے کہ ان کی نگاہ میں سونا چاندی پانی پتھر ایک ہی درجہ رکھتے ہیں۔ پھر اس کے بعد مجاہدات کی کثرت ان حضرات کے لئے اور بھی زیادہ اس چیز کو پوری کر دیتی ہے۔ اسی وجہ سے جب دُنیا اپنی زیب وزینت کے ساتھ حضورؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تو حضورؐ نے اس سے فرمادیا کہ مجھ سے دُور ہی رہ۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ اے زرد و سفید (سونے چاندی) میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ میں ڈال (میں تیرے دھوکہ میں نہیں آؤں گا) اور یہی اصل غنا ہے کہ دل کو اس کے ساتھ تعلق نہ رہے۔ اسی وجہ سے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ غنا مال کی کثرت سے نہیں ہوتا بلکہ اصل غنا دل کا غنی ہونا ہے اور یہ بات ہر شخص کو نصیب ہونا مشکل ہے اس لئے اسلم طریقہ اس سے دُور ہی رہنا ہے اس لئے کہ مال پر قدرت اور قبضہ کی صورت میں چاہے صدقہ خیرات بھی کرتا ہو لیکن دل میں اُس کی ساتھ اُنس پیدا ہو ہی جاتا ہے اور اور یہی مہلک چیز ہے کہ جس درجہ میں اس سے اُنس ہوگا اتنا ہی حق تعالیٰ شانہٗ سے بُعد ہوگا اور وحشت ہوگی۔ اور جب تنگ دستی کی وجہ سے اس سے اُنس کم ہوگا تو مسلمان ہونے کی صورت میں لامحالہ حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ وابستہ ہوگا اس لئے کہ دل فارغ نہیں رہتا کسی نہ کسی سے اُس کو لگاؤ ضرور ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے غیر سے منقطع ہوجائے گا تو اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ ہی لگے گا۔ مال دار آدمی کو اکثر یہ دھوکہ لگتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو یہ سمجھنے لگتا ہے کہ مجھے مال سے محبت نہیں ہے لیکن یہ بڑی لغزش اور محض دھوکہ ہے درحقیقت اُس کے دل میں محبت مرکوز ہوتی ہے جو اُس کو محسوس نہیں ہوتی اور اس کا احساس اُسوقت ہوتا ہے جب وہ مال ضائع ہوجائے یا چوری ہوجائے۔ اور جو شخص اس کا تجربہ کرنا چاہے وہ اپنے مال کو تقسیم کرکے تجربہ کرے اگر دل کو اس کے بعد سے اُس کی طرف التفات ہو تو

معلوم ہوگا کہ محبت تھی اور دل کو اس کا خیال بھی نہ آئے تو معلوم ہوگا کہ محبت نہ تھی۔ اور جتنی بھی دُنیا سے محبت کم ہوگی اتنا ہی اُس شخص کی عبادت میں ثواب زیادہ ہوگا۔ اس لئے کہ عبادات اور تسبیحات میں زبان کی محض حرکت اصل مقصود نہیں بلکہ ان کا مقصود دل پر اثر ہے اور دِل جتنا فارغ ہوگا اتنا ہی اُس پر اثر قوی ہوگا۔

ضحاکؒ کہتے ہیں کہ جو شخص بازار جائے اور کسی چیز کو دیکھ کر اُس کے خریدنے کی رغبت ہو اور ناداری کی وجہ سے اُس پر صبر کرے وہ ایک ہزار اشرفیاں اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے افضل ہے۔ ایک شخص نے حضرت بشر بن حارثؒ سے کہا میرے لئے دُعا کیجئے کنبہ زیادہ ہے جس کی وجہ سے خرچ میں تنگی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ جب گھر والے کہیں کہ آٹا نہیں ہے اور تُو اس سے پریشان ہو، اُس وقت تُو اللہ سے دُعا کر تیری اُس وقت کی دُعا میری دُعا سے افضل ہوگی۔ اسکے علاوہ مال کی کثرت میں قیامت کے دن کے حساب کا طویل ہونا تو بہر حال ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو جنت کے داخلہ میں دیر ہوئی جیسا کہ حضورؐ کا ارشاد پہلے گذر چکا۔

اسی وجہ سے حضرت ابو الدرداءؓ کا ارشاد ہے کہ مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ میری کوئی دُکان مسجد کے دروازہ پر ہو جس کی وجہ سے ہر وقت کی جماعت مجھے مِلتی رہے اور ذکر و شغل میں مشغول رہوں اور دُکان سے پچاس اشرفیاں روزانہ میں کماتا رہوں اور صدقہ کرتا رہوں کسی نے پوچھا اس میں کیا بُرائی ہوگئی؟ فرمانے لگے کہ حساب تو لمبا ہو ہی جائے گا۔

حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ فقراء نے تین چیزیں پسند کیں اور مال داروں نے تین چیزیں پسند کیں۔ فقراء نے تو نفسؔ کی راحت، دلؔ کا فارغ ہونا اور حسابؔ کی تخفیف پسند کی اور مال داروں نے نفسؔ کی مشقت، دلؔ کی مشغولی اور حسابؔ کا لمبا ہونا پسند کیا۔ [1]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے کہ آدمی اُسی کے ساتھ (قیامت میں) ہوگا جس سے اُسکو محبت ہوگی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اسلام کے بعد کسی دوسری چیز کی اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی کہ اس حدیث کی ہوئی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان حضرات کی محبت ضرب المثل اور آفتاب سے

---

[1] احیاء

زیادہ روشن تھی پھر ان کو خوشی کیوں نہ ہوتی؟

اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنی محبت کا ذرا سا ذائقہ بھی چکھا دیتے ہیں وہ دُنیا کی طلب سے فارغ ہو جاتا ہے اور لوگوں سے اُس کو وحشت ہونے لگتی ہے۔

ابو سلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی ایسی بھی مخلوق ہے جن کو جنّت اپنی ساری نعمتوں اور دائمی راحتوں کے باوجود اپنی طرف نہیں کھینچ سکتی وہ صرف حق سُبحانہٗ و تقدّس ہی سے وابستہ ہیں۔ ایسے لوگوں کو دُنیا اپنی طرف کیا کھینچ سکتی ہے؟

حضرت عیسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام ایک جماعت پر گذرے جن کے بدن دُبلے تھے، چہرے زرد تھے۔ حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا تمھیں یہ کیا ہو گیا؟ انھوں نے کہا جہنّم کے خوف نے یہ حال کر دیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے (فضل سے اُس کے) ذمّہ ہے کہ جس شخص کو جہنّم کا خوف ہو اُس کو جہنّم سے محفوظ رکھے، آگے چلے تو چند آدمی اور ملے ان کا حال ان پہلے لوگوں سے بھی زیادہ سخت تھا۔ بہت دُبلے چہروں پر بہت زیادہ پریشانی۔ حضرت عیسیٰؑ نے ان سے پوچھا یہ تمھیں کیا ہو گیا؟ انھوں نے عرض کیا جنّت کے شوق (وعشق) نے یہ حال کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ السّلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ذمّہ ہے کہ تم جس چیز کی اُمید اُس سے لگائے ہوئے ہو وہ تم کو عطا کرے۔

آگے چلے تو ایک اَور جماعت ملی جوان دُوسروں سے بھی زیادہ ضعیف، منحنی مگر ان کے چہرے نُور سے آئینہ کی طرح چمک رہے تھے ان سے بھی حضرت عیسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ السّلام نے یہی سوال کیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے عشق نے یہ حال کر دیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا تم ہی لوگ اصل مقرّب ہو تم ہی مقرّب ہو، تم ہی مقرب ہو، تین مرتبہ فرمایا۔

یحییٰ بن معاذؒ کہتے ہیں کہ ایک رائی کے دانہ کی برابر اللہ تعالیٰ شانہٗ کی محبت مجھے بغیر محبت کی ستّر برس کی عبادت سے زیادہ محبوب ہے۔[1]

---

[1] احیاء

(۹) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ عن النبی صَلی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ قَالَ لَایَزَالُ قَلْبُ الکبیرِ شَابًّا فِی اثنین فی حُبِّ الدُّنیا وطولِ الامل (متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بُوڑھے آدمی کا دِل ہمیشہ دو چیزوں میں جوان رہتا ہے ایک دُنیا کی محبت میں دوسرے آرزوؤں اور اُمیدوں کے طویل ہونے میں۔

ف پہلی حدیث شریف کے ذیل میں یہ مضمون تفصیل سے گذر چکا ہے کہ اصل دُنیا جسکی بُرائی قرآن پاک اور احادیث وغیرہ میں بہت کثرت سے آئی ہے وہ مال کی محبت ہے۔ اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سلسلہ کی ایک خاص چیز پر تنبیہ فرمائی ہے جو تجربہ میں بھی بہت صحیح ثابت ہوئی کہ بڑھاپے میں دُنیا کی محبت اور لمبی لمبی اُمیدیں بہت بڑھ جاتی ہیں اور جتنا بھی مرنیکا زمانہ بڑھاپے کے لحاظ سے قریب آتا جاتا ہے اتنی ہی اولاد کی شادیوں کی اُمنگیں، اچھے اچھے مکانات تعمیر کرنیکا ولولہ، جائداد کے بڑھانیکا جذبہ وغیرہ وغیرہ زیادہ ہوتے چلے جاتے ہیں، اسلئے ایسی حالت میں آدمی کو اپنے نفس کی خاص طور سے نگہداشت کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک اور حدیث میں حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ آدمی بوڑھا ہوتا رہتا ہے اور دو چیزیں اُس میں جوان ہوتی رہتی ہیں، ایک مال کی حرص دُوسری زیادہ عُمر ہونیکی حرص۔[1] زیادہ عُمر ہونیکی حرص بھی وہی اُمیدوں کا طویل ہونا ہے کہ وہ مرنیکے قریب ہوتا جارہا ہے لیکن مرنیکی تیاری کے بجائے دُنیا میں ہمیشہ رہنے کی تیاری میں مشغول رہتا ہے۔ ایکمرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال دیکر سمجھانے کے طور پر ایک مُربع (چار لکیروں والی) شکل کھینچی اور اُسکے درمیان میں ایک دُوسری لکیر کھینچی جو اس مربع شکل سے آگے نکلی چلی گئی پھر اُس مربع شکل کے اندر چھوٹی چھوٹی لکیریں بنائیں جسکی صورت عُلمار نے مختلف لکھی ہے، منجملہ انکے یہ صورت [شکل] واضح ہے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ یہ درمیانی لکیر تو آدمی ہے اور جو لکیر (مربع) اس کو چاروں طرف سے گھیر رہی ہے وہ اس کی موت ہے کہ آدمی اس سے نکل ہی نہیں سکتا اور جو لکیر باہر نکل رہی ہے وہ اس کی اُمیدیں ہیں کہ اپنی زندگی سے بھی آگے کی لگائے بیٹھا ہے اور یہ چھوٹی چھوٹی لکیریں جو اس کے دونوں طرف ہیں وہ اس کی بیماریاں حوادث وغیرہ ہیں جو اس کی طرف متوجہ ہیں ہر ایک چھوٹی لکیر ایک آفت ہے اگر ایک سے بچ جائے تو دوسری مُسلّط ہے اور موت کے اندر تو گھرا ہوا ہے کہ وہ تو چاروں طرف سے اسکو گھیرے ہوئے ہے لیکن اُمید کی لکیر موت سے بھی آگے نکلی ہوئی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کے پچھلے حصہ پر اپنا دستِ مُبارک رکھ کر فرمایا کہ یہ تو آدمی کی موت ہے جو اُس کے سر پر ہر وقت سوار ہے، اور دُوسرے ہاتھ کو دُور تک پھیلا کر ارشاد فرمایا کہ یہ دُور تک اس کی اُمیدیں جارہی ہیں۔ ایک حدیث

[1] مشکوٰۃ

میں حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ اس اُمت کی بھلائی کی ابتدا آخرت کے یقین اور دُنیا سے بے رغبتی کے ساتھ ہوئی ہے اور اس کے فساد کی ابتدا مال کے بُخل اور اُمیدوں کی لمبائی سے ہوگی[1]۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ اس اُمت کے ابتدائی حصہ نے اللہ کے ساتھ یقین اور دُنیا سے بے رغبتی کے ساتھ نجات پائی اور اس کے آخری حصہ کی ہلاکت بُخل اور اُمیدوں کی وجہ سے ہے[2]۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ تمہارے (مسلمانوں کے) کھا جانے کے واسطے ایک دُوسرے کو اس طرح دعوت دیں گے جیسا کہ دستر خوان پر بیٹھنے والا دوسروں کی تواضع کرتا ہے (کہ ہر قوم دُوسروں کو اس کی ترغیب اور دعوت دے گی کہ ان مسلمانوں کو کسی طرح پہلے ہلاک کر دو) صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اُس وقت ہماری تعداد بہت ہی کم ہوگی؟ (جس کی وجہ سے کافروں کے یہ حوصلے ہوں گے)، حضورؐ نے فرمایا نہیں، تمہاری تعداد اُس زمانہ میں بہت زیادہ ہوگی لیکن تم لوگ اُس زمانہ میں سیلاب کے جھاگ کی طرح سے (بالکل بے جان)، ہو گے اور تمہارے دُشمنوں کے دِل سے تمہارا خوف جاتا رہے گا اور تمہارے اپنے دِلوں میں وھن پیدا ہو جائیگی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وھن کیا چیز ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دُنیا کی محبت اور موت سے ڈرنا[3]۔

اُمِ ولید حضرت عمرؓ کی صاحبزادی فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت اندر سے باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا تم لوگوں کو شرم نہیں آتی؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا بات ہوئی؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اتنی مقدار جمع کرتے ہو جتنا کھاتے نہیں ہو اور اتنے مکانات بنا لیتے ہو جن میں رہتے بھی نہیں ہو اور ایسی اُمیدیں باندھ لیتے ہو جن کو پُوری بھی نہیں کر سکتے، کیا ان باتوں سے تم شرماتے نہیں ہو؟[4] یعنی ضرورت سے زائد مکان بنا لیتے ہو، مکان اتنا ہی بنانا چاہیئے جتنے کی ضرورت ہو، اسی طرح خزانہ جمع کرتے جاتے ہو، جو اپنی حاجت سے زائد ہے وہ جمع کرنے کے لئے نہیں ہے وہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے لئے ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ منبر پر تشریف رکھتے تھے اور مجمع سامنے حلقہ بنائے ہوئے تھا، حضورؐ نے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ شانہٗ سے ایسی شرم کرو جیسا کہ اُس سے شرم کرنے کا حق ہے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ حق تعالیٰ شانہٗ سے تو ہم حیا کرتے ہی ہیں، حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے حق تعالیٰ شانہٗ سے حیا کرے اُس کیلئے ضروری ہے کہ کوئی رات اُس پر ایسی نہ گذرے کہ اُس کی موت اُس کی آنکھوں کے سامنے نہ ہو، اور اُس کے لئے ضروری ہے کہ حفاظت کرے پیٹ کی اور اُس چیز کی جس کو پیٹ نے گھیر رکھا ہے اور حفاظت کرے سر کی اور اُس چیز کی جس کو سر نے گھیر رکھا ہے اور اُس کے لئے ضروری ہے کہ موت کو یاد رکھے اور اپنی بوسیدگی کو ذکر

---

[1] مشکوٰۃ [2] ترغیب [3] مشکوٰۃ [4] ترغیب

مرنیکے بعد یہ بدن سارا کا سارا شکستہ ہوکر خاک ہوجائیگا) اور ضروری ہے کہ دُنیا کی زینت کو چھوڑ دے۔[1]

علماء نے لکھا ہے کہ سر کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے علاوہ کسی کے سامنے نہ جُھکے، نہ عبادت کے لئے نہ تعظیم کیلئے حتیٰ کہ جُھک کر سلام بھی نہ کرے اور جن چیزوں کو سر نے گھیر رکھا ہے کا مطلب یہ ہے کہ آنکھ، کان، زبان یہ سب چیزیں سر کے تحت میں داخل ہیں ان سب کی حفاظت کرے، اسی طرح پیٹ کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ مشتبہ مال سے حفاظت کرے اور جس چیز کو پیٹ نے گھیر رکھا ہے سے مُراد وہ چیزیں ہیں جو پیٹ کے قریب ہیں جیسے شرمگاہ، ہاتھ، پاؤں اور دِل کہ ان سب چیزوں کی حفاظت کرے۔

امام نوویؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو کثرت سے پڑھنا مستحب ہے۔[2] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ لوگو! اللہ تعالیٰ شانہٗ سے ایسی حیا کرو جیسا کہ اُس کا حق ہے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم لوگ حق تعالیٰ شانہٗ سے سب کے سب حیا کرتے ہیں، حضورؐ نے ارشاد فرمایا یہ معمولی حیا نہیں بلکہ حق تعالیٰ شانہٗ سے حیا کا حق یہ ہے کہ آدمی سر کی حفاظت کرے اور اُس چیز کی جس کو سر نے گھیر رکھا ہے اور پیٹ کی حفاظت کرے اور ان چیزوں کی حفاظت کرے جن پر پیٹ حاوی ہو رہا ہے (شرمگاہ وغیرہ) اور ضروری ہے کہ موت کو کثرت سے یاد رکھا کرے اور شکستگی (مرنیکے بعد سب ٹوٹ پھوٹ کر خاک ہو جانے) کو یاد رکھا کرے اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے وہ دُنیا کی زینت کو چھوڑ دیتا ہے۔[3]

چونکہ موت کو کثرت سے یاد کرنے کو دُنیا سے بے رغبتی میں اور اُمیدوں کے اختصار میں بہت زیادہ دخل ہے اسی وجہ سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کو کثرت سے یاد کرنیکا حکم فرمایا ہے۔

ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! سب سے بڑا زاہد کون شخص ہے؟ حضورؐ نے فرمایا جو موت کو اور اپنے مر گل کر پُرانا ہو جانے کو نہ بھولے اور دُنیا کی زینتوں کو چھوڑ دے اور آخرت کو دُنیا پر ترجیح دے اور آنے والی کل کو اپنی زندگی یقینی نہ سمجھے اور اپنے آپ کو مُردوں میں سمجھا رہے،[4] کہ عنقریب مر کر ان میں شامل ہو جاؤنگا حضرت ابوہریرہؓ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اس لذتوں کے توڑنے والی چیز یعنی موت کو بہت کثرت سے یاد کیا کرو، جو شخص تنگی کی حالت میں اس کو یاد کرتا ہے تو یہ اُس پر وسعت اور سہولت کا سبب ہوتی ہے (یہ اطمینان ہوتا ہے کہ موت بہر حال آنیوالی ہے اُس سے ساری تکلیفوں کا خاتمہ ہے) اور جو شخص فراخ دستی میں اسکو یاد کرتا ہے، اُس کے لئے اخراجات میں تنگی کا سبب ہوتا ہے (کہ موت کے فکر سے زیادہ عیش و عشرت کو دِل نہیں چاہتا۔)

---

[1] ترغیب [2] مظاہر حق [3] ترغیب [4] ایضاً

حضرت ابن عمرؓ بھی حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ لذتوں کی توڑنے والی چیز یعنی موت کا تذکرہ کثرت سے رکھا کرو، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ تشریف لائے تو صحابۂ کرامؓ ہنس رہے تھے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ لذتوں کی توڑ دینے والی چیز کو کثرت سے یاد رکھا کرو اس کو جو شخص فراخی میں یاد کرتا ہے اُس پر یہ تنگی کرتی ہے اور جو تنگی میں اس کو یاد کرتا ہے اُس پر فراخی کرتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ مسجد میں تشریف لائے تو بعض لوگوں کے ہنسی کی وجہ سے دانت کھل رہے تھے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم لذتوں کی توڑنے والی موت کو کثرت سے یاد کرتے تو وہ ان چیزوں میں مشغول ہونے سے روک دیتی جن سے ہنسی آئی ہر شخص کی قبر روزانہ اعلان کرتی ہے کہ میں بالکل تنہائی کا گھر ہوں، میں سب سے علیحدہ رہنے کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں، جب نیک مومن دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے کہ تیرا آنا بڑا مبارک ہے، تیرے آنے سے بڑی خوشی ہوئی، جتنے لوگ میری پُشت پر چلتے تھے اُن میں تُو مجھے بہت پسند تھا، آج تو میری ماتحتی میں آیا ہے تو میں اپنا طرزِ عمل تجھے دکھاؤں گی، اس کے بعد وہ اتنی وسیع ہو جاتی ہے کہ جہاں تک مُردہ کی نظر جائے وہاں تک زمین کھل جاتی ہے اور ایک کھڑکی جنت میں کھل جاتی ہے (جس سے وہاں کی خوشبوئیں، ہوائیں وغیرہ آتی رہتی ہیں)، اور جب کوئی بدکار یا کافر دفن ہوتا ہے تو زمین اُس سے کہتی ہے کہ تیرا آنا بڑا نامبارک ہے تیرے آنے سے بہت جی بُرا ہوا، جتنے لوگ میری پُشت پر چلتے تھے تو ان میں مجھے بہت ہی بُرا لگتا تھا آج تو میری ماتحتی میں آیا ہے تو میں اپنا طرزِ عمل تجھے دکھاؤں گی یہ کہہ کر وہ ایسی ملتی ہے (یعنی اُس کو بھینچتی ہے) کہ مُردہ کی ہڈیاں پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی اُنگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈال کر بتایا کہ اس طرح ہڈیاں پسلیاں ایک جانب کی دوسری جانب میں گھس جاتی ہیں اور ستر اژدھا اُس کو ڈسنا شروع کر دیتے ہیں اور وہ ایسے زہریلے ہوتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی زمین کے اوپر پھونک مار دے تو قیامت تک زمین پر گھاس اُگنا بند ہو جائے، یہ سب کے سب قیامت تک اسکو کاٹتے رہیں گے، اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ حضرت ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! سب سے زیادہ سمجھ دار اور سب سے زیادہ محتاط آدمی کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص موت کو کثرت سے یاد رکھتا ہو اور موت کیلئے ہر وقت تیاری میں مشغول رہتا ہو، یہی لوگ ہیں جو دُنیا کی شرافت اور آخرت کا اکرام حاصل کرنیوالے ہیں[1]۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک مرتبہ ایک جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور قبرستان میں پہنچکر علیحدہ ایک جگہ بیٹھ کر کچھ سوچنے لگے کسی نے عرض کیا امیر المومنین!

[1] ترغیب

آپ اس جنازہ کے ولی تھے آپ ہی علیحدہ بیٹھ گئے، فرمایا ہاں، مجھے ایک قبر نے آواز دی اور مجھ سے یُوں کہا کہ اے عمر بن عبدالعزیزؒ تُو مجھ سے یہ نہیں پوچھتا کہ میں ان آنیوالوں کی ساتھ کیا کیا کرتی ہُوں، میں نے کہا تُو ضرور بتا، اُسنے کہا انکے کفن پھاڑ دیتی ہُوں، بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہُوں، خون سارا چُوس لیتی ہُوں، گوشت کھا لیتی ہُوں اور بتاؤں کہ آدمی کے جوڑوں کی ساتھ کیا کرتی ہُوں، مونڈھوں کو باہوں سے جُدا کر دیتی ہُوں اور باہوں کو پہنچوں سے جُدا کر دیتی ہُوں اور سُرینوں کو بدن سے جُدا کر دیتی ہُوں اور سُرینوں سے رانوں کو جُدا کر دیتی ہُوں اور رانوں کو گھٹنوں سے اور گھٹنوں کو پنڈلیوں سے اور پنڈلیوں کو پاؤں سے جُدا جُدا کر دیتی ہُوں، یہ فرما کر عمر بن عبدالعزیزؒ رونے لگے، اور فرمایا کہ دُنیا کا قیام بہت ہی تھوڑا ہے اور اس کا دھوکا بہت زیادہ ہے، اس میں جو عزیز ہے وہ آخرت میں ذلیل ہے، اسمیں جو دولت والا ہے وہ آخرت میں فقیر ہے، اس کا جوان بہت جلد بُوڑھا ہو جائیگا اس کا زندہ بہت جلد مر جائیگا، اسکا تمھاری طرف مُتوجہ ہونا تم کو دھوکہ میں نہ ڈالدے حالانکہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ کتنی جلدی مُنھ پھیر لیتی ہے اور بیوقوف وہ ہے جو اسکے دھوکہ میں پھنس جائے، کہاں گئے اسکے وہ دلدادہ جنھوں نے بڑے بڑے شہر آباد کئے، بڑی بڑی نہریں نکالیں، بڑے بڑے باغ لگائے اور بہت تھوڑے دِن رہ کر سب کو چھوڑ کر چلدیئے وہ اپنی صحت و تندرستی سے دھوکہ میں پڑے کہ صحت کے بہتر ہونے سے ان میں نشاط پیدا ہوا اور اس سے گناہوں میں مُبتلا ہوئے وہ لوگ خدا کی قسم! دُنیا میں مال کی کثرت کی وجہ سے قابلِ رشک تھے باوجودیکہ مال کے کمانے میں اُنکو رکاوٹیں پیش آتی تھیں مگر پھر بھی خوب کماتے تھے ان پر لوگ حسد کرتے تھے لیکن وہ بے فکر مال کو جمع کرتے رہتے تھے اور اُسکے جمع کرنے میں ہر قسم کی تکلیف کو خوشی سے برداشت کرتے تھے لیکن اب دیکھ لو کہ مٹّی نے اُنکے بدنوں کا کیا حال کر دیا اور خاک نے اُنکے بدنوں کو کیا بنا دیا، کیڑوں نے اُنکے جوڑوں اور اُنکی ہڈیوں کا کیا حال بنایا وہ لوگ دُنیا میں اُونچی اُونچی مسہریوں پر اُونچے اُونچے فرش اور نرم نرم گدّوں پر نوکروں اور خادموں کے درمیان آرام کرتے تھے، عزیز و اقارب رشتہ دار اور پڑوسی ہر وقت دِلداری کو تیار رہتے تھے لیکن اب کیا ہو رہا ہے آواز دیکر اُن سے پوچھ کہ کیا گذر رہی ہے، غریب، امیر سب ایک میدان میں پڑے ہوئے ہیں، انکے مالدار سے پوچھ کہ اُسکے مال نے کیا کام دیا، ان کے فقیر سے پوچھ کہ اُسکے فقر نے کیا نقصان دیا، ان کی زبان کا حال پوچھ جو بہت چہکتی تھی، انکی آنکھوں کو دیکھ جو ہر طرف دیکھتی تھیں، انکی نرم نرم کھالوں کا حال دریافت کر، انکے خوبصورت اور دلرُبا چہروں کا حال پوچھ کیا ہوا انکے نازک بدن کو معلوم کر کہاں گیا، اور کیڑوں نے ان سب کا کیا حشر بنایا، انکے رنگ کالے کر دیئے، انکا گوشت کھا لیا، انکے مُنھ پر مٹّی ڈالدی، اعضاء کو الگ الگ کر دیا، جوڑوں کو توڑ دیا، آہ کہاں

ہیں انکے وہ خُدام جو ہر وقت حاضر ہوں. جی کہتے تھے، کہاں ہیں انکے وہ خیمے اور رکرے جن میں آرام کرتے تھے، کہاں ہیں انکے وہ مال اور خزانے جنکو جوڑ جوڑ کر رکھتے تھے، ان خشم خدم نے اُس کو قبر میں کھانیکے لئے کوئی توشہ بھی نہ دیا اور اُسکی قبر میں کوئی بستر بھی نہ بچھادیا، کوئی تکیہ بھی نہ رکھ دیا، زمین ہی پر ڈالدیا، کوئی درخت، پھول، پھلواری بھی نہ لگادی، آہ اب وہ بالکل اکیلے پڑے ہیں، اندھیرے میں پڑے ہیں، ان کیلئے اب رات دِن برابر ہے، دوستوں سے مِل نہیں سکتے، کسی کو اپنے پاس بُلا نہیں سکتے، کتنے نازک بدن مَرد، نازک بدن عورتیں، آج انکے بدن بوسیدہ ہیں، انکے اعضا ایک دوسرے سے جُدا ہیں، آنکھیں نکل کر مُنہ پر گر گئیں، گردن جُدا ہوئی پڑی ہے، مُنہ میں پانی پیپ وغیرہ بھرا ہوا ہے اور سارے بدن میں کیڑے چل رہے ہیں، وہ اس حال میں پڑے ہیں اور انکی جورُوں نے دُوسرے نکاح کرلئے، وہ مزے اُڑا رہی ہیں، بیٹوں نے مکانوں پر قبضہ کرلیا، وارثوں نے مال تقسیم کرلیا مگر بعض خوش نصیب ایسے بھی ہیں جو اپنی قبروں میں بھی لذتیں اُڑا رہے ہیں، تر و تازہ چہروں کے ساتھ راحت و آرام میں ہیں، (لیکن یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے اس دھوکہ کے گھر میں اُس گھر کو یاد رکھا اِسکی اُمیدوں سے اُسکی اُمیدوں کو مُقدم کیا اور اپنے لئے توشہ جمع کر دیا اور اپنے پہنچنے سے پہلے اپنے جانیکا سامان کر دیا) اے وہ شخص جو کل کو قبر میں ضرور جائیگا تجھے اس دُنیا کیساتھ آخر کس چیز نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے کیا تجھے یہ اُمید ہے کہ یہ کمبخت دُنیا تیرے ساتھ رہیگی، کیا تجھے یہ اُمید ہے کہ تو اس کوچ کے گھر میں ہمیشہ رہیگا، تیرے یہ وسیع مکان، تیرے باغوں کے پکے ہوئے پھل تیرے نرم بسترے، تیرے گرمی سردی کے جوڑے یہ سب کے سب ایکدم رکھے رہ جائینگے، جب ملک الموت آکر مُسلط ہوجائیگا کوئی چیز اُسکو نہ ہٹا سکے گی، پسینوں پر پسینے آنے لگیں گے، پیاس کی شدّت بڑھ جائیگی اور جاں کنی کی سختی میں کروٹیں بدلتا رہ جائیگا، افسوس صد افسوس اے وہ شخص جو آج مرتے وقت اپنے بھائی کی آنکھ بند کر رہا ہے اپنے بیٹے کی آنکھ بند کر رہا ہے، اپنے باپ کی آنکھ بند کر رہا ہے ان میں سے کسی کو نہلا رہا ہے، کسی کو کفن دے رہا ہے، کسی کے جنازے کے ساتھ جا رہا ہے، کسی کو قبر کے گڑھے میں ڈال رہا ہے کل کو تجھے بھی یہ سب کچھ پیش آنا ہے۔

اور بھی اس قسم کی باتیں فرمائیں پھر دو شعر پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہے کہ آدمی ایسی چیز کیساتھ خوش ہوتا ہے جو عنقریب فنا ہونیوالی ہے اور لمبی لمبی آرزوؤں اور دُنیا کی اُمیدوں میں مشغول رہتا ہے، اے بیوقوف خواب کی لذّتوں سے دھوکہ میں نہیں پڑا کرتے، تیرا دِن سارا غفلت میں گذرتا ہے اور تیری رات سونے میں گذرتی ہے اور موت تیرے اُوپر سوار ہے، آج تو وہ کام کر رہا ہے کہ کل کو ان پر رنج کریگا، دُنیا میں چوپائے اسی طرح زندگی گذارتے ہیں جسطرح تو گذار رہا ہے" کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ایک

ہفتہ بھی نہ گذرا تھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا وصال ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ (مسامرات)

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ چار چیزیں بدبختی کی علامت ہیں۔ آنکھ کا خشک ہونا (کہ اپنے گناہ اور آخرت کی کسی بات پر رونا ہی نہ آئے) دل کا سخت ہونا اور اُمیدوں کا طویل ہونا اور دنیا کی حرص۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضرت اُسامہؓ نے ایک باندی قرض خریدی اور ایک مہینہ کا وعدہ قیمت اَدا کرنیکا کر لیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اسکا علم ہوا تو ارشاد فرمایا کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اُسامہؓ نے ایک مہینے کے وعدے پر قرض خریدا، اُسامہؓ کو بھی (اپنی زندگی کی) بڑی لمبی اُمید ہے، (گویا اس کو یہ یقین ہو گیا کہ ایک مہینہ تو وہ زندہ ہی رہیگا) اُس ذات کی قسم! جسکے قبضہ میں میری جان ہے مجھے آنکھ کی پل جھپکنے تک کی بھی اپنی زندگی کا یقین نہیں ہوتا اور پانی پینے کا پیالہ جب میں اُٹھاتا ہوں تو اُسکے رکھنے تک بھی مجھے اپنی زندگی کا یقین نہیں ہوتا اور جب کوئی لقمہ کھاتا ہوں تو اُسکے نگلنے کا بھی موت سے پہلے پہلے یقین نہیں ہوتا قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے جن چیزوں کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے (موت، قیامت، حساب وغیرہ) سب چیزیں ضرور آنیوالی ہیں اور تم لوگ حق تعالیٰ شانہ کو عاجز نہیں کر سکتے (کہ وہ کسی کام کا ارادہ فرمائے اور کوئی اُس میں رُکاوٹ ڈال دے۔)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے میرا مونڈھا پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ دُنیا میں اسطرح زندگی گذارو جیسا کہ کوئی مُسافر، کوئی راستہ چلنے والا ہے اور ہر وقت اپنے آپکو قبرستان والوں میں سمجھا کرو، اس کے بعد حضورؐ نے مجھ سے فرمایا اے ابن عمر! (اور بعض روایات میں ہے کہ یہ مقولہ ابن عمرؓ کا ہے) جب صُبح ہو جائے تو شام تک کی زندگی کا یقین نہ کرو اور جب شام ہو جائے تو صُبح تک کی زندگی کی اُمید نہ باندھو، اپنی صحت کی حالت میں بیماری کے زمانہ کیلئے نیک عمل کر رکھو (کہ بیماری کے زمانہ میں جو کوتاہی ہو اُس کا جبر پہلے سے ہو جائے یا صحت میں جن اعمال کا عادی ہو گا بیماری کی وجہ سے انکے نہ ہو سکنے پر بھی ان کا ثواب ملتا رہیگا) اور اپنی موت کیلئے اپنی زندگی ہی میں تیاری کر لو کل کو معلوم نہیں کہ تمھارا نام کیا ہو جائے (یعنی کن لوگوں میں شمار ہو جائے نیک لوگوں میں یا بد لوگوں میں فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ) حضرت معاذؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کچھ نصیحت فرما دیجئے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شانہ کی عبادت اس طرح کیا کرو گویا تم اُسکو دیکھ رہے ہو وہ تمھارے سامنے ہے اور اپنے آپکو ہر وقت مُردوں کی فہرست میں شمار کیا کرو اور ہر پتھر اور درخت کے قریب اللہ تعالیٰ شانہ کا ذکر کیا کرو (تاکہ قیامت میں اس کی گواہی دینے والے بہت کثرت سے ہو جائیں) اور جب کوئی بُری حرکت ہو جائے تو اُسکی تلافی کیلئے کوئی نیک عمل کرو، اگر بُرائی چُھپکر کی ہے تو اُسکی تلافی میں نیک عمل بھی چھپکر کرو اور بُرائی علانیہ ہوئی ہے تو اُس کی توبہ اور تلافی بھی علانیہ کیجائے۔ حضرت ابنِ مسعودؓ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ

قیامت تو قریب آتی جارہی ہے اور لوگ دُنیا کی حرص میں اور حق تعالیٰ شانہٗ سے بعید ہونے میں بڑھتے چلے جارہے ہیں[1] حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص تم میں سے یہ چاہتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اُسکو بغیر سیکھے علم عطا فرمائیں اور بغیر کسی کے راستہ بتائے ہدایت عطا فرمائیں کوئی تم میں سے ایسا ہے جو یہ چاہتا ہو کہ حق تعالیٰ شانہٗ اُسکے اندھے پن کو دُور فرما کر اُسکے دل کی نگاہ کو کھولدیں، اگر ایسا چاہتے ہو تو سمجھ لو کہ جو شخص دُنیا سے بے رغبتی کرے اور اپنی اُمیدوں کو مختصر رکھے، حق تعالیٰ شانہٗ اُسکو بغیر سیکھے علم عطا فرماتے ہیں اور بغیر کسی کے راستہ دکھائے خود ہدایت فرماتے ہیں[2] پہلے بھی یہ روایت مفصل گذر چکی ہے۔ حضرت جابرؓ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مجھے اپنی اُمت پر سب سے زیادہ خوف، خواہشات کی کثرت اور اُمیدوں کے بڑھ جانیکا ہے، خواہشات حق سے ہٹا دیتی ہیں اور اُمیدوں کا طویل ہونا آخرت کو بھلا دیتا ہے، یہ دُنیا بھی چل رہی ہے اور ہر دن دُور ہوتی جارہی ہے اور آخرت بھی چل رہی ہے اور ہر دن قریب ہوتی جارہی ہے (یعنی ہر وقت ہر آن زندگی کم ہوتی جارہی ہے اور موت قریب آتی جارہی ہے ؎

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی   گردوں نے گھڑی عمر کی ایک اور گھٹادی

اگر گھنٹہ کی آواز کو غور سے سُنا جائے تو واقعی "گھٹا دی گھٹا دی" کا نعرہ پیدا ہوتا ہے اسکے بعد حضورؐ کا ارشاد ہے کہ) دُنیا اور آخرت ہر ایک کے اس دُنیا میں کچھ سپوت ہیں اگر تم سے ہو سکے تو اسکی کوشش کرو کہ دُنیا کے سپوت نہ بنو (آخرت کے سپوت بنو) آج عمل کا (اور کھیتی بونیکا) دن ہے، حساب آج نہیں ہے کل کو تم آخرت کے گھر میں ہوگے جہاں عمل نہیں ہے[3] (بلکہ کھیتی کے کاٹنے کا اور بدلہ کا دن ہے۔)

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں تین آدمی ایسے ہیں کہ جب مجھے انکا خیال آتا ہے تو اس قدر تعجب ہوتا ہے کہ مجھے ہنسی آنے لگتی ہے ایک وہ شخص جو دُنیا میں اُمیدیں لگائے بیٹھا ہے اور موت اسکی فکر میں ہے دُوسرا وہ شخص جو (اللہ تعالیٰ سے) غافل ہے اور (اللہ تعالیٰ شانہٗ) اُس سے غافل نہیں تیسرے وہ شخص جو مُنہ بھر کر (کھِل کھِلا کر) ہنستا ہے اور اُس کو اسکی خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ اُس سے خوش ہیں یا ناراض ہیں (حالانکہ یہ فکر ایسی چیز ہے کہ کسی وقت بھی ہنسی نہ آنا چاہئے)، اور تین چیزیں ایسی ہیں جو مجھے ہر وقت غمگین رکھتی ہیں یہانتک کہ میں رونے لگتا ہوں، ایک دوستوں کا فراق یعنی حضورؐ کا اور صحابہ کرامؓ کا، دُوسرے موت کا فکر، تیسرے حشر میں حق تعالیٰ شانہٗ کے سامنے پیش ہونا ہے، پھر معلوم نہیں کہ میرے لئے جنت کا حکم ہو یا دوزخ کا، ایک شخص کہتے ہیں کہ میں نے زرارۃ بن اوفیؒ کو اُنکے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا کہ سب سے بڑھا ہوا عمل کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا توکل اور اُمیدوں کا مختصر رکھنا حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ زہد اُمیدوں کے مختصر کرنیکا نام ہے موٹا کھانے اور جُبّہ پہننے کا نام نہیں ہے۔

[1] ترغیب [2] در منثور [3] مشکوٰۃ

حضرت داؤد طائیؒ فرماتے ہیں کہ اگر میں یہ اُمید رکھوں کہ میں ایک مہینہ زندہ رہوں گا تو میں اپنے کو بڑا مُجرم سمجھوں اور اس کی کس طرح اُمید کر سکتا ہُوں ایسی حالت میں کہ میں دیکھتا ہُوں کہ آئے دِن لوگوں کو حوادث کبھی رات میں پکڑ لیتے ہیں، کبھی دِن میں پکڑ لیتے ہیں۔

حضرت شقیق بلخیؒ اپنے ایک اُستاد ابو ہاشم رمانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انکی چادر کے کونہ میں کچھ بندھا رہا تھا، ابو ہاشمؒ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ میرے ایک دوست نے چند لوز دیئے تھے میرا دِل چاہتا ہے کہ آج شام کو آپ ان سے افطار کرلیں، ابو ہاشمؒ نے کہا شقیق تمہیں یہ اُمید ہے کہ تم رات تک زندہ رہو گے (میں تم کو ایسا نہیں سمجھتا تھا اب) میں تم سے کبھی نہ بولونگا یہ کہہ کر اندر چلے گئے اور کواڑ بند کرلئے۔ قعقاع بن حکیمؒ کہتے ہیں کہ میں تیس۳۰ برس سے ہر وقت موت کیلئے تیار ہُوں اگر وہ آجائے تو مجھے ذرا بھی اُسکی تاخیر کی خواہش نہ ہو سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ میں نے کوفہ کی مسجد میں ایک بُزرگ کو دیکھا وہ فرماتے تھے کہ میں تیس۳۰ برس سے اس مسجد میں ہر وقت موت کا انتظار کرتا ہُوں اگر وہ آجائے تو مجھے نہ کسی سے کچھ کہنا نہ سُننا نہ میرا کسی کے پاس کچھ چاہیئے نہ کسی کا میرے پاس۔ ابو محمدؒ زاہد کہتے ہیں کہ میں ایک جنازہ کے ساتھ چلا حضرت داؤد طائیؒ بھی ساتھ تھے، قبرستان پہنچکر وہ ایک جگہ علیحدہ کو بیٹھ گئے میں بھی انکے پاس بیٹھ گیا وہ فرمانے لگے جو شخص اللہ تعالیٰ کی وعید سے ڈرتا ہو اُس کیلئے دُور کا سفر (یعنی آخرت کا) آسان ہے اور جس شخص کی اُمیدیں لمبی ہوتی ہیں اُسکا عمل سُست ہو جاتا ہے اور جو چیز آنیوالی ہے (یعنی موت) وہ قریب ہے۔ بھائی ایک بات سمجھ لے کہ جو چیز بھی تجھے تیرے رب سے اپنی طرف مشغول کرلے وہ منحوس ہے۔ ایک بات سُنو جتنے آدمی دُنیا میں ہیں سب ہی کو قبر میں جانا ہے اُس وقت انکو اس چیز کی ندامت ہو گی جو یہاں چھوڑ دی اور اس چیز کی خوشی ہو گی جو آگے بھیجدی اور جس چیز پر مرنیوالے کو ندامت ہے اُس پر یہ رہنے والے (وارث) لڑتے جھگڑتے ہیں، مُقدمہ بازی کرتے ہیں۔[1]

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص اُمیدوں کو مختصر رکھے حق تعالیٰ شانہٗ چار قِسم کے اکرام اُس پر کرتے ہیں (۱) اپنی طاعت پر اُس کو قوت عطا فرماتے ہیں اور جب اُس کو عنقریب موت کا یقین ہوتا ہے تو عمل میں خوب کوشش کرتا ہے اور ناگوار چیزوں سے مُتاثر نہیں ہوتا، (۲) اُس کو غم کم ہوتا ہے، (۳) روزی کی تھوڑی مقدار پر راضی ہو جاتا ہے (۴) اُسکے دِل کو مُنوّر کر دیتے ہیں، عُلماء نے کہا ہے کہ دِل کا نُور چار چیزوں سے پیدا ہوتا ہے (۱) خالی پیٹ رہنے سے (۲) نیک آدمی کے پاس رہنے سے، (۳) گذرے ہوئے گناہوں کو یاد کرنے (اور ان پر ندامت سے، (۴) اور اُمیدوں کے مختصر کرنے سے۔ اور جس شخص کی اُمیدیں لمبی لمبی ہوتی ہیں اُسکو حق تعالیٰ شانہٗ چار قِسم کے عذابوں میں مُبتلا کر دیتے ہیں (۱) عبادت میں کاہلی پیدا ہو جاتی ہے، (۲) دُنیا کا غم زیادہ سوار ہو جاتا ہے، (۳) مال کے جمع کرنے اور بڑھانے کا فکر ہر وقت

[1] احیاء

مُسلط رہتا ہے، (۴) دِل سخت ہوجاتا ہے۔ اور عُلماء نے لکھا ہے کہ دِل کی سختی چار چیزوں سے پیدا ہوتی ہے (زیادہ شکم سیری سے۔ بُری صحبت سے۔ گناہوں کو یاد نہ کرنے سے۔ اُمیدوں کے لمبی ہونے سے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آدمی لمبی لمبی اُمیدیں ہرگز نہ باندھے۔ ہر وقت یہ فکر رہنا چاہئے کہ نہ معلوم کونسا سانس زندگی کا آخری سانس ہو (کس وقت قلب کی حرکت بند ہوجائے۔)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے ارشاد فرمایا کہ اگر تُو (قیامت میں) میری ساتھ رہنا چاہتی ہے تو دُنیا میں ایسے گذار دینا جیسا کہ مُسافر سواری پر جاتا جاتا کہیں ذرا ٹھیر جائے اور مالداروں کے پاس بیٹھنے سے احتراز کرنا اور کپڑے کو اُس وقت تک بیکار کر کے نہ چھوڑنا جب تک کہ اُس میں پیوند نہ لگ جائیں۔ ابو عثمان نہدیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو منبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا اور ان کے کُرتے میں بارہ پیوند لگ رہے تھے۔ (تنبیہ الغافلین)

(۱۰) عَنْ سَہل بن سَعد قال جاء رجل الی النبی صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم فقال دُلّنی علیٰ عمل اذا عملتہ احبنی اللّٰہ واحبنی الناس قال ازھد فی الدنیا یحبک اللّٰہ وازھد فیما عند الناس یحبک الناس (رواہ الترمذی وابن ماجۃ کذا فی المشکوٰۃ ۴۳۳)

ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس سے اللہ جل شانہٗ بھی مجھ سے محبت فرمادیں اور آدمی بھی مجھ سے محبت کرنے لگیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا سے بے رغبتی پیدا کرلو حق تعالیٰ شانہٗ تم کو محبوب رکھینگے اور لوگوں کے پاس جو چیزیں ہیں (مال وغیرہ) انسے بے رغبتی پیدا کرلو وہ بھی تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

ف دُنیا سے بے رغبتی پر حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت، آخرت کا اعزاز واکرام وغیرہ امور تو پہلی روایات میں بہت کثرت سے گذر ہی چکے ہیں۔ دُوسرا مضمون کہ لوگوں کے اموال پر نگاہ نہ رکھی جائے اسی سے انکے دِلوں میں بھی محبت پیدا ہوتی ہے بڑے تجربہ کی بات ہے ہر شخص کو ہر وقت اس کا تجربہ ہوتا رہتا ہے کہ جتنے بھی آپس میں بہترین تعلقات ہوں لیکن جہاں کسی چیز کے سوال کا ذکر آجاتا ہے سارے ہی تعلقات اور عقیدتیں ختم ہوجاتی ہیں۔

حضرت جبرئیل ایکمرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ جتنے دِن بھی زندہ رہیں موت بہرحال ایکدن آنیوالی چیز ہے اور جو عمل بھی آپ کریں گے (بھلا یا بُرا) اُس کا بدلہ ملیگا اور جس سے بھی آپ (دُنیا میں) تعلقات پیدا کریں اُس سے ایکدن جُدا ہونا پڑیگا (اُسکی موت سے ہو یا اپنی موت سے ہو) یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ آدمی کا شرف (بزرگی) تہجد کی نماز ہے اور آدمی کی عزت لوگوں سے استغناء ہے[1] یعنی آدمی کی عزت اُسی وقت تک ہے جبتک لوگوں کی اشیاء پر نگاہ نہ ہو اور جہاں کہیں دُوسروں کے مال پر نگاہ پڑی ساری عزت خاک میں مل جاتی ہے۔

[1] ترغیب

حضرت عروہؒ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص دُنیا کی زینت اور اُسکی رونق کو دیکھے (اور وہ اچھی لگے) تو اُسکو چاہئے کہ اپنے گھر جاکر گھر والوں کو نماز میں مشغول کردے اسلئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا ہے لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ الآیۃ (طٰہٰ ع ۸) اور ہرگز آپ اپنی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں اُن چیزوں کی طرف جو ہم نے ان دُنیا داروں کو دے رکھی ہیں تاکہ ان چیزوں سے انکا امتحان لیں، یہ محض دینوی زندگی کی رونق ہے اور آپکے رب کا عطیہ جو آخرت میں ملیگا اس سے بدرجہا بہتر ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے اور اپنے متعلقین کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے۔ (در منثور)

دُوسری جگہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ (الآیۃ حجر ع ۶) آپ آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں اُس (زیب و زینت) کو جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھا ہے۔ اس آیتِ شریفہ کی تفسیر میں حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآنِ پاک کی دولت سے نوازا ہو پھر وہ دُنیا کی کسی چیز کیطرف بھی نگاہ اُٹھا کر دیکھے اُسنے قرآن پاک کو بہت کم سمجھا (یعنی اُسکی قدر نہ کی)۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ فقر بہت محمود چیز ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ شخص قناعت کرنیوالا ہو لوگوں کے پاس جو اموال ہیں ان میں طمع نہ رکھتا ہو، اُنکی طرف ذرا بھی التفات نہ کرتا ہو اور نہ مال کے کمانے کی اُسمیں حرص ہو اور یہ سب چیزیں جب ہی ہو سکتی ہیں جبکہ آدمی اپنے اخراجات میں نہایت کمی کرنیوالا ہو، کھانے میں، لباس میں، مکان میں کم سے کم اور مجبوری کے درجہ پر کفایت کرنیوالا ہو اور گھٹیا سے گھٹیا چیز پر قناعت کرنیوالا ہو، اگر کسی چیز کی ضرورت محسوس ہو تو ایک مہینہ کے اندر اندر کی ضرورت کا تو خیال ہو اس سے آگے کی کسی چیز کیطرف اپنے خیال اور دھیان کو نہ لگائے اگر اس سے آگے کی سوچ میں پڑ جائیگا تو قناعت کی عزت سے محروم ہو کر حرص و طمع کی ذلت میں پھنس جائیگا اور اسکی وجہ سے بُری عادتیں پیدا ہو جائینگی، مکروہ چیزیں اختیار کرنا پڑ جائینگی۔ اس لئے کہ آدمی بالطبع حریص ہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اگر آدمی کیلئے دو جنگل سونے کے ہو جائیں تب بھی وہ تیسرے کی فکر میں لگ جائیگا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ایک سورۃ اتنی بڑی جتنی یہ سورۃ براءۃ ہے نازل ہوئی تھی پھر وہ منسوخ ہو گئی اُس میں سے یہ مضمون یاد ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ اس دین کی مدد ایسے (فاسق اور کافر) لوگوں سے بھی کر دیتے ہیں جنکا کوئی حصہ دین میں نہ ہو اور اگر آدمی کیلئے دو جنگل مال کے ہو جائیں تو وہ تیسرے کی تمنا کرتا ہے آدمی کا پیٹ (قبر کی) مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص توبہ کرے تو حق تعالیٰ شانہٗ توبہ کو قبول کرتے ہیں۔ اور حضورؐ کا ارشاد ہے کہ دو حریص آدمیوں کا کبھی پیٹ نہیں بھرتا ایک وہ شخص جو علم کا حریص ہو (اُسکو علمی چسکہ لگ گیا ہو کسی وقت اُسکا دل نہیں بھرتا۔) دُوسرا وہ شخص جو مال کا حریص ہو اور چونکہ آدمی کی جبلت میں یہ مہلک چیز ہے اسی بنا پر حق تعالیٰ شانہٗ نے اور حضورِ اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم نے قناعت کی بڑی تعریف فرمائی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مُبارک ہے وہ شخص جسکو حق تعالیٰ شانہٗ نے اسلام کی دولت سے نوازا ہو اور صرف ضرورت کے بقدر اُسکی روزی ہو اور وہ اُس پر قانع ہو۔ حضورؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ قیامت کے دن کوئی شخص غریب ہو یا امیر ایسا نہ ہوگا جو اسکی تمنا نہ کرتا ہو کہ کاش دُنیا میں اُسکو صرف ضرورت کے درجہ کی روزی ملتی اس سے زیادہ نہ ملتی۔ اسی وجہ سے حضورؐ نے طمع سے اور مال کمانے میں زیادہ کوشش کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ لوگو مال کے حاصل کرنے میں اچھا طریقہ اختیار کیا کرو (بُرے طریقوں سے نہ کماؤ) اسلئے کہ آدمی کو مقدر سے زیادہ تو ملتا نہیں اور جو مقدر ہے وہ بہرحال مِلکر رہیگا۔ آدمی اُسوقت تک مَر ہی نہیں سکتا جبتک اس کا جو مقدر حصّہ ہے وہ ذلیل اور مجبور ہو کر اُس تک نہ پہنچ جائے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تُو متقی بنجا سب سے بڑا عبادت کرنیوالا ہو جائیگا اور (کم سے کم مقدار پر) قناعت کرنیوالا بنجا تُو سب سے زیادہ شکر گذار ہو جائیگا۔ اور اپنے بھائی کے لئے بھی اُس چیز کو پسند کر جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہے تو کامل مؤمن بنجائیگا۔ حضرت ابو ایوبؓ فرماتے ہیں، ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے مختصر سی نصیحت کر دیجئے (تاکہ میں اُسکو مضبوط پکڑ لوں) حضورؐ نے فرمایا جب نماز پڑھو تو ایسی پڑھو جیسا کہ عمر کی آخری نماز یہی ہو (جب آدمی کو یہ خیال ہو جائے کہ یہ بالکل آخری نماز ہے تو پھر جس قدر زیادہ اہتمام اور خشوع خضوع سے پڑھے گا وہ ظاہر ہے)، اور کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالو جسکی معذرت کرنا اور معافی چاہنا پڑے، اور اپنے دل کو پکے طور سے اس چیز سے مایوس کر لو جو دوسرے کے پاس ہو (کہ اُسکی طرف ذرا سا بھی تمھیں التفات نہ ہو)۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ طمع کرنا فقر (اور محتاجگی) ہے اور نا اُمیدی غنا ہے جو شخص ایسی چیزوں سے نا اُمید ہو جائے جو دُوسروں کے قبضہ میں ہیں وہ اُنسے مستغنی رہتا ہے، ایک حکیم سے کسی نے پُوچھا کہ غنا کیا چیز ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ تمناؤں کا کم کرنا اور جو اپنے لئے کافی ہو جائے اُسپر خوش رہنا، محمد بن واسعؒ سُوکھی روٹی کو پانی میں بھگو کر کھا لیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو اسپر قناعت کرلے وہ کسی کا بھی محتاج نہ ہو۔ ایک حکیم سے کسی نے پوچھا تمھاری مالیت کیا ہے؟ فرمانے لگے ظاہر میں خوشحال رہنا، باطن میں اختصار اور میانہ روی اختیار کرنا اور دُوسروں کے پاس جو چیزیں ہیں انسے اُمید نہ رکھنا۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا (حدیث میں) ارشاد ہے کہ آدم کے بیٹے اگر ساری دُنیا تجھ کو مل جائے تب بھی تو تُو اسمیں سے اپنی حاجت کے بقدر ہی کھائیگا۔ اگر میں اتنی مقدار تجھے دیدوں اور اس سے زائد نہ دُوں جسکا تجھے حساب دینا پڑے تو یہ تو میں نے تجھ پر احسان کیا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب کسی سے کوئی حاجت طلب کرے تو معمولی طریقہ سے طلب کرے ایسا نہ کہے کہ آپ تو ایسے ہیں آپ تو ایسے ہیں چناں ہیں چنیں ہیں

کر اس سے اُس کی تو کمر توڑ دوگے (کہ وہ عُجب اور تکبر میں ہلاک ہو جائیگا) اور تمھیں مقدر سے زیادہ نہ ملیگا کہتے ہیں کہ بنو اُمیہ کے ایک بادشاہ (سلیمان بن عبد الملک) نے حضرت ابو حازمؒ کو بڑے اصرار سے لکھا کہ آپکو کچھ ضرورت ہوا کرے تو مجھ سے منگالیا کریں۔ انھوں نے جواب میں لکھا کہ میں نے اپنی ضرورتیں اپنے آقا کی خدمت میں پیش کردیں۔ اُسنے ان پر جو کچھ مجھے عطا فرمادیا میں نے اُسپر قناعت کرلی۔ ایک حکیم کا ارشاد ہے کہ میں نے سب سے زیادہ غم میں مبتلا رہنے والا حسد کرنیوالے کو پایا اور سب سے بہترین زندگی گذارنے والا قناعت کرنیوالے کو پایا اور سب سے زیادہ صبر کرنیوالا حریص کو پایا (کہ ہر چیز کی حرص کرتا ہے پھر وہ ملتی نہیں تو صبر کرتا ہے) اور سب سے زیادہ لطیف زندگی گذارنیوالا دُنیا کے چھوڑ دینے والے کو پایا اور سب سے زیادہ ندامت والا اُس عالِم کو پایا جو حد سے بڑھنے والا ہو۔ حضرت عبد اللہ بن سلامؓ نے حضرت کعب احبارؓ سے دریافت کیا کہ عُلماء کے قلوب سے علم کو کیا چیز ضائع کر دیتی ہے؟ حالانکہ پڑھتے وقت اُنھوں نے سمجھکر پڑھا تھا اُس کو یاد رکھا تھا۔ حضرت کعبؓ نے فرمایا طمع اور حرص اور لوگوں سے اپنی حاجتوں کا مانگنا۔ کسی شخص نے حضرت فضیل بن عیاضؒ سے حضرت کعبؓ کے کلام کی شرح پوچھی تو انھوں نے فرمایا کہ جب عالِم کسی چیز کی طمع کرنے لگتا ہے تو اُسکی طلب میں لگ جاتا ہے جس سے اُسکا دِین برباد ہو جاتا ہے (کہ اُسکی طلب کی مشغولی دِین کی مشغولی کو کھو دیتی ہے) اور حرص اُسکو ہر چیز کی طرف کھینچتی ہے حتّٰی کہ اُس کا ہر چیز کو یہ دِل چاہتا ہے کہ یہ بھی مجھے مِل جائے یہ بھی مِلجائے پھر لوگوں سے اُس کے پورا کرنیکا طالب ہوتا ہے۔ جو شخص اُسکی طلب کو پورا کر دیتا ہے اُس کے سامنے جھکنا پڑتا ہے، اُسکا مطیع ہونا پڑتا ہے وہ جدھر چاہے کھینچ کرلے جائے تمھیں جھک مار کر اُسکا کہنا ماننا پڑتا ہے، جب وہ گذرے تو اُس کو سلام کرنا پڑتا ہے، بیمار ہو جائے تو عیادت کرنا پڑتا ہے اور یہ سلام اور عیادت اللہ کے واسطے نہیں ہوتی بلکہ دُنیا کی محبت کی وجہ سے ہوتی ہے (اور جب دُنیا کی وجہ سے ہوئی تو اُسکا ثواب معلوم ہے۔) اس کے بعد حضرت فضیلؒ نے فرمایا یہ حدیث (عمل کیلئے اور کارآمد ہونیکے لئے) سو حدیثوں سے بڑھ کر ہے۔[1]

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں۔ ایک شخص حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے مختصر سی نصیحت فرما دیجئے (تاکہ میں اُسکو مضبوط پکڑلوں) حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو چیز دوسروں کے پاس ہے اُس سے اپنے کو بالکل مایوس بنالو (ذرا بھی اُسکی طرف التفات نہ کرو) اور طمع سے اپنے کو بالکل محفوظ رکھو۔ اسلئے کہ طمع فوری فقر ہے (یعنی اُس چیز کی ضرورت تو جب ہوگی جب ہوگی اُسکی طرف احتیاج ابھی سے ہوگئی) اور اپنے آپ کو ایسی چیز سے بچاؤ جسکی معذرت کرنا پڑے۔[2] حضرت ابو ایوبؓ کی روایت سے اس قسم کا ایک سوال وجواب اَور بھی قریب ہی گذر چکا ہے ان دونوں حدیثوں میں اور نصیحتیں مشترک

---

[1] احیاء [2] ترغیب

ہیں ایک ایک نصیحت ہر شخص کے مناسب حال علیحدہ ہے۔ اور بعض روایات میں حضرت سعدؓ کی حدیث میں چار باتیں مذکور ہیں۔ تین وہ جو حضرت ابو ایوبؓ کی روایت میں گذریں اور چوتھی طمع کی اس میں زائد ہے[1]۔ اور یہ بات کہ دوسرونکے پاس جو چیز ہو اس سے اپنے آپکو بالکل مایوس رکھو۔ دونوں میں مشترک اور بڑی اہم چیز ہے کہ اسکی وجہ سے نہ تو خود کو پریشان ہونا پڑتا ہے نہ دوسرے کے سامنے جھکنا پڑتا ہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے۔ جو شخص اپنے گھر میں امن سے ہو اور اللہ تعالیٰ شانہٗ نے بدن کی صحت عطا فرما رکھی ہو اور ایکدن کا کھانا اسکے پاس موجود ہو تو گویا دنیا ساری کی ساری اسکے پاس موجود ہے[2]۔ پھر اسکو کسی دوسرے کی کسی چیز کی طرف کیا نگاہ لگانا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی اس قسم کا واقعہ نقل کیا گیا کہ ایک شخص نے حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی مختصر بات بتا دیجئے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ نماز ایسی پڑھو گویا یہ آخری نماز ہے (اور تم حق تعالیٰ شانہٗ کے سامنے حاضر ہو، اس لئے کہ اگر تم اس کو نہیں دیکھ سکتے تو وہ تو تمھیں بہر حال دیکھ رہا ہے)۔ اور جو چیز دوسروں کے قبضہ میں ہے اس سے مایوس بنے رہو تم سب سے زیادہ غنی ہو گے۔ اور اپنے آپکو ایسی چیز سے (قول ہو یا فعل) بچاؤ جسکی پھر معذرت کرنا پڑے[3]۔ حضرت سعدؓ سے بھی ایک شخص نے یہ درخواست کی کہ آپ مجھے کوئی نصیحت کریں۔ انھوں نے فرمایا جب نماز پڑھو تو بہت اچھی طرح وضو کرو اس لئے کہ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی اور بغیر نماز کے ایمان نہیں، پھر جب نماز شروع کرو تو ایسی پڑھو جیسا کہ آخری نماز ہو اور بہت سی حاجتیں طلب نہ کیا کرو اس لئے کہ یہ بھی فوری فقر ہے۔ اور جو چیز دوسروں کے قبضہ میں ہو اس سے اپنے آپکو بالکل مایوس رکھو یہی اصل غنا ہے اور کوئی کلام یا کوئی فعل ایسا نہ کرو جس سے پھر معذرت کرنا اور معافی چاہنا پڑے[4]۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بعض آدمی یہ سمجھتے ہیں کہ مال کا چھوڑ دینے والا زاہد ہے یہ صحیح نہیں اسلئے کہ مال کا چھوڑ دینا اور موٹے کپڑے پہن لینا ہر ایسے شخص کیلئے آسان ہے جو لوگوں میں اپنی وقعت چاہتا ہو انکے یہاں اپنی تعریف کا طالب ہو۔ کتنے ہی دنیا سے بے تعلقی کا اظہار کرنیوالے جو تھوڑے سے کھانے پر قناعت کرتے ہیں اور اپنا دروازہ ہر وقت بند رکھتے ہیں بلکہ ایسے بند مکان میں رہتے ہیں جسکے دروازہ ہی نہ ہو اُن کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگوں کے یہاں انکی شہرت ہو اور کتنے ہی عمدہ لباس پہننے والے زہد کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اچھا لباس اتباعِ سنّت میں پہنتے ہیں اور یہ کہ وہ خود ان کپڑوں وغیرہ کی طرف اپنی خواہش سے متوجہ نہیں ہوتے بلکہ لوگونکے اصرار اور خواہش سے پہنتے ہیں اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس قسم کے کپڑے ہدایا میں پیش کیا کریں۔ یہ دونوں فریق دنیا کو دین کے ذریعہ سے حاصل کرنیوالے ہیں کہ دنیا صرف مال ہی کا نام نہیں۔ جاہ کی طلب بھی دنیا ہے۔ زاہد کی تین علامتیں ہیں جن کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

---

[1] ترغیب [2] ترغیب [3] ترغیب [4] اتحاف الصلوٰۃ

(۱) جو اُسکے پاس موجود ہے اُس سے خوش نہ ہو اور جو چیز نہیں ہے اُس پر رنجیدہ نہ ہو بلکہ اولی تو یہ ہے کہ موجود سے رنجیدہ ہو اور جو نہیں ہے اُس سے خوش ہو۔ (۲) اُسکی نگاہ میں اُسکی تعریف کرنیوالا مذمت کرنیوالا برابر ہو کہ یہ جاہ کے زہد کی علامت ہے اور پہلی چیز مال کے زہد کی علامت ہے (۳) حق تعالی شانہٗ سے اُنس اور محبت ہو اور طاعات میں حلاوت ہو۔ [1]

اس جگہ دو واقعے اپنے اکابر کے نمونہ کیلئے لکھنے کو دل چاہتا ہے۔ ایک تو وہ مکتوب گرامی جو شیخ المشائخ قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے اپنے مرشد شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اعلی اللہ مراتبہٗ کی خدمت میں لکھا جو مکاتیب رشیدیہ میں طبع بھی ہو چکا ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں "حضور نے جو بندۂ نالائق کے حالات سے استفسار فرمایا ہے میرے ماوائے دارین اس ناکس کے کیا حالات اور کس درجہ کی کوئی خوبی ہے جو آفتاب کمالات کے روبرو عرض کروں بخدا سخت شرمندہ ہوں کچھ نہیں ہوں مگر جو ارشادِ حضرت ہے تو کیا کروں بناچاری کچھ لکھنا پڑتا ہے۔ حضرت مرشدِ من علمِ ظاہری کا تو یہ حال ہے کہ آپ کی خدمت سے دُور ہوئے غالباً عرصہ سات سال سے کچھ زیادہ ہوا ہے اس سال تک دو سو سے چند عدد زیادہ آدمی سندِ حدیث حاصل کر کے گئے اور اکثر ان میں وہ ہیں کہ انھوں نے درس جاری کیا اور سنّت کے احیاء میں سرگرم ہوئے اور اشاعتِ دین ان سے ہوئی اور اس شرف سے زیادہ کوئی شرف نہیں اگر قبول ہو جائے اور حضرت کے اقدام نعلین کی حاضری کے ثمرہ کا یہ خلاصہ ہے کہ جذرِ قلب میں غیر حق تعالیٰ سے نفع وضرر کا التفات نہیں واللہ بعض اوقات اپنے مشائخ کیطرف سے علیحدگی ہو جاتی ہے لہذا کسی کے مدح وذم کی پروا نہیں رہی اور ذام و مادح کو دُور جانتا ہوں اور معصیت کی طبعاً نفرت اور اطاعت کی طبعاً رغبت پیدا ہو گئی ہے اور یہ اثر اُسی نسبت یادداشت بیرنگ کا ہے جو مشکوٰۃ انوارِ حضرت سے پہنچی ہے پس زیادہ عرض کرنا گستاخی اور شوخ چشمی ہے یا اللہ معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے جھوٹا ہوں کچھ نہیں ہوں تیرا ہی ظل ہے تیرا ہی وجود ہے میں کیا ہوں کچھ نہیں ہوں اور وہ جو میں ہوں وہ تو ہے اور میں اور تُو خود شرک در شرک ہے اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

اب عرض سے معذور فرما کر قبول فرماویں۔ والسلام ۱۳۰۶ھ

یہ گرامی قدر مکتوب وصال سے سترہ سال قبل کا ہے۔ ان سترہ سال میں مدح وذم کی برابری میں اور غیرِ حق سے نفع وضرر کی طرف عدم التفات میں جو ترقیات ہوئی ہونگی ان کا ادراک بھی کون کر سکتا ہے؟

دُوسرا واقعہ جس کو امیر شاہ خاں صاحب نے امیر الروایات میں لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ تحصیل سکندر آباد میں ایک گاؤں ہے حسن پور میں نے بھی دیکھا ہے بہت بڑا گاؤں ہے۔ یہ ایک وقت میں مولوی

---

[1] احیاء

محمد اسحٰق صاحب دہلوی جو مشہور اساتذہ حدیث میں ہیں) اور مولوی محمد یعقوب صاحبؒ کا تھا مولوی منظفر حسین صاحبؒ (کاندھلوی) فرماتے تھے کہ مولوی محمد اسحٰق صاحبؒ اور مولوی محمد یعقوب صاحبؒ نہایت سخی تھے اور اکثر تنگی کی وجہ سے کچھ ملول سے رہتے تھے لیکن ایکروز میں نے دیکھا کہ دونوں بھائی نہایت ہشاش بشاش ہیں اور خوشی میں ادھر سے ادھر آتے جاتے ہیں اور کتابیں یہاں سے وہاں اور وہاں سے یہاں رکھتے اور خوشی کے لہجہ میں آپسمیں باتیں کر رہے ہیں۔ میں یہ دیکھکر یہ سمجھا کہ شاید آج کوئی بڑی رقم ہندوستان سے آگئی (دونوں حضرات مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے) جس سے یہ اسقدر خوش ہیں۔ یہ سمجھ کر میں نے چاہا کہ واقعہ دریافت کروں مگر بڑے میاں سے تو پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی چھوٹے میاں سے پوچھا کہ حضرت آپ آج بہت خوش نظر آتے ہیں اسکی کیا وجہ ہے؟ انھوں نے تعجب کے لہجہ میں فرمایا کہ تم نے نہیں سُنا؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ ہمارا گاؤں حسن پور ضبط ہو گیا یہ خوشی اُسکی ہے کیوں کہ جب تک وہ تھا ہم کو خدا پر پُورا توکل نہ تھا اور اب صرف خدا پر بھروسہ رہ گیا۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ اس واقعہ پر لکھتے ہیں کہ مجھے حضرت غوث پاکؒ کی خوشی یاد آگئی کہ جس وقت خادم نے ایک قیمتی آئینہ کے ٹوٹ جانیکی ڈرتے ڈرتے اس مصرعہ سے اطلاع دی کہ ع از قضا آئینۂ چینی شکست۔ آپنے فی البدیہہ فرمایا ع خوب شُد اسباب خود بینی شکست[1]

پہلے مصرعہ کا ترجمہ ہے کہ تقدیر سے چینی کا آئینہ ٹوٹ گیا۔ دُوسرے کا ترجمہ ہے۔ بہت اچھا ہوا کہ خود بینی کے اسباب جاتے رہے۔ فقط

(۱) عن عائشۃ رضؓ قالت ما شبع رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم من خبز شعیر یومین مُتتابعین حتی قبض (رواہ الترمذی فی الشمائل)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر میں اپنی وفات تک کبھی جَو کی روٹی بھی دُو دِن لگاتار پیٹ بھر کر نوش نہیں فرمائی۔

ف یہی حضورؐ کی زندگی تھی۔ دو چار حدیثوں میں نہیں سیکڑوں احادیث میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہی نقشہ موجود ہے۔ آج مسلمانوں کے فقر و فاقہ کا اس قدر شور ہے کہ حد نہیں۔ مگر کتنے آدمی ایسے ہونگے جن کو عمر بھر میں دُو دن بھی پیٹ بھر کر معمولی روٹی نہ ملی ہو۔ شمائل ہی کی ایک اور حدیث میں حضرت عائشہؓ حضورؐ کے سارے گھرانے کا یہی عمل نقل کرتی ہیں کہ حضورؐ کے گھر والوں نے حضورؐ کی وفات تک کبھی بھی دُو دِن لگاتار جَو کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا۔

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ پر کئی کئی راتیں مسلسل ایسی گذر جاتی تھیں کہ حضورؐ کو اور حضورؐ کے گھر والوں کو شام کو کھانا میسّر نہیں ہوتا تھا رات بھر سب کے سب فاقہ سے گذار دیتے تھے اور

---

[1] امیر الروایات

جَو کی روٹی پر حضورؐ کا گذارہ تھا حضرت سہلؓ سے کسی نے پُوچھا کہ حضورؐ کا معمول چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھانیکا تھا حضرت سہلؓ نے فرمایا کہ حضورؐ نے وصال تک چھنے ہوئے آٹے کو دیکھا بھی نہ ہوگا۔ پھر اُس نے پُوچھا کیا حضورؐ کے زمانہ میں آپ حضرات کے یہاں چھلنیاں نہیں تھیں۔ حضرت سہلؓ نے فرمایا کہ چھلنیوں کا دستور نہیں تھا۔ انھوں نے (تعجب سے) پُوچھا کہ بغیر چھنے جَو کے آٹے کو کیوں کر کھاتے تھے؟ حضرت سہلؓ نے فرمایا کہ آٹے (کو حرکت دیکر اُس) میں پھونک مار دیا کرتے تھے جس سے (موٹے موٹے) تنکے اُڑ جاتے تھے باقی کو پکا لیا کرتے تھے[1]۔ ف۔ آج گیہوں کی روٹی بغیر چھنے آٹے کی کھانا مشکل سمجھا جاتا ہے۔ یہ حضرات جَو کے آٹے کی روٹی بغیر چھنے نوش فرماتے تھے وہ بھی پیٹ بھر کر نہ ملتی تھی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب میں پیٹ بھر کر کھانا کھاتی ہُوں تو میرا رونے کو (بے اختیار) دِل چاہتا ہے۔ پس رونے لگتی ہُوں کسی نے عرض کیا یہ کیا بات ہے؟ فرمانے لگیں مجھے حضورؐ کا زمانہ یاد آجاتا ہے کہ گوشت سے یا روٹی سے کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال تک دن میں دو مرتبہ پیٹ بھر کر تناول فرمانے کی نوبت نہیں آئی[2]۔ سعید مقبریؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا ایک جماعت پر گذر ہوا وہ لوگ کھانا کھا رہے تھے اور مُرغی بھُنی ہوئی انکے سامنے رکھی تھی انھوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کی تواضع کی حضرت ابو ہریرہؓ نے انکار فرما دیا اور یہ فرمایا کہ حضورؐ اس حالت میں دُنیا سے تشریف لیگئے کہ جَو کی روٹی سے پیٹ بھرنے کی بھی نوبت نہیں آئی[3]۔ میرا کسطرح دِل چاہے کہ مُرغ کھاؤں حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ ارشاد عام حالت کے اعتبار سے ہے ورنہ مُرغی کا کھانا حضورؐ سے بھی ثابت ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر بھوکے رہتے تھے بغیر ناداری کے یعنی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کھانا موجود ہو پھر بھی حضورؐ کم تناول فرماتے تھے اس لئے کہ بھوکے رہنے سے انوار کی کثرت ہوتی ہے

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص دُنیا میں کھانے پینے کی مقدار کم رکھتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس پر فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھو میں نے اسکو کھانے پینے کی کمی میں مُبتلا کیا اس نے صبر کیا تم گواہ رہو کہ جو لقمہ اُس نے کم کیا ہے اُسکے بدلہ میں جنّت کے درجے اس کیلئے تجویز کرتا ہُوں[4]۔

یہ بات ہر جگہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ اپنے اختیار سے اتنی کمی ہرگز نہ کرے جو صحت کو مُضر ہو کر دوسرے دینی کاموں میں نقصان کا سبب ہو اسی وجہ سے روزہ میں سحری کو سُنّت قرار دیا گیا کہ روزہ میں ضعف نہ پیدا ہو اسی وجہ سے دوپہر کا سونا سُنّت قرار دیا گیا کہ رات کے جاگنے میں معین ہو۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ کوئی برتن بھرنیکے اعتبار سے پیٹ سے بُرا نہیں ہے (یعنی جتنا پیٹ کا بھرنا بُرا ہے اتنا کسی برتن کا بھرنا بُرا نہیں ہے)، اور چونکہ مجبوری ہے کھانا پڑتا ہی ہے اس لئے ایک تہائی پیٹ کھانے کیلئے، ایک تہائی پینے کیلئے اور ایک تہائی سانس کیلئے رکھنا چاہئے۔ ایک مرتبہ

---

[1] شمائل ترمذی [2] شمائل [3] مشکوٰۃ [4] احیاء

حضرت فاطمہؓ ایک روٹی کا ٹکڑا حضورؐ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئیں حضورؐ نے فرمایا یہ کیا چیز ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آج روٹی پکائی تھی میرے دل نے بغیر آپکے نوش فرمائے کھانا گوارا نہ کیا حضورؐ نے فرمایا کہ تین دن کے اندر یہ پہلی چیز ہے جو تمہارے باپ کے مُنہ میں جارہی ہے (یعنی تین دن سے کوئی چیز کھانیکی نوبت نہیں آئی)۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ دُنیا میں جو لوگ بھوکے رہنے والے ہیں آخرت میں وہی لوگ پیٹ بھرنیوالے ہیں اور حق تعالیٰ شانہٗ کو وہ شخص بہت ناپسند ہے جو اتنا کھائے کہ بدہضمی ہوجائے جو شخص کسی ایسی چیز کے کھانیکو ترک کرے جس کو دل چاہتا ہے اُس کیلئے جنت میں درجے ہیں۔

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ پیٹ بھر کر کھانیسے احتیاط رکھو یہ زندگی میں بھاری پن کا سبب ہے اور مرنیکے وقت گندگی اور عفونت ہے۔ حضرت شقیق بلخیؒ کا ارشاد ہے کہ عبادت ایک پیشہ ہے جسکی دُکان تنہائی ہے اور اُسکا آلہ (جس سے پیشہ کیا جائے) بھوکا رہنا ہے۔ حضرت فضیلؒ اپنے دل سے فرمایا کرتے تھے کہ تُو بھوکا رہنے سے ڈرتا ہے یہ ڈرنے کی چیز نہیں ہے تیری کیا حقیقت ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ بھوکے رہ چکے ہیں۔ حضرت فضیلؒ یہ بھی کہا کرتے یا اللہ تُو نے مجھے اور میرے اہل وعیال کو بھوکا رکھا اندھیری راتوں میں بغیر روشنی کے رکھا یہ تو تُو اپنے نیک بندوں کیساتھ کیا کرتا ہے، یا اللہ تُو نے مجھے یہ دولت کس عمل پر عطا فرمائی۔ یعنی اس پر تعجب کیا کرتے تھے کہ میں (اپنے خیال کے موافق) نیک تو ہُوں نہیں پھر نیک لوگوں کا سا برتاؤ میرے ساتھ کس عمل کے صلہ میں ہے۔ حضرت کہمسؒ فرمایا کرتے تھے یا اللہ تُو نے مجھے بھوکا رکھا، ننگا رکھا، اندھیری راتوں میں بغیر چراغ کے رکھا (میں تو ان احسانات کے قابل نہ تھا یہ درجہ) کن چیزوں کی وجہ سے مجھے ملے۔ حضرت فتح موصلیؒ کو جب کوئی سخت بیماری لاحق ہوتی یا بھوک کی شدت ہوتی تو کہتے یا اللہ تُو نے مجھے بھوک اور مرض میں مبتلا کیا اور تُو یہ ابتلا اپنے نیک بندوں کو دیا کرتا ہے۔ میں کس نیک عمل سے تیرے اس احسان کا شکر ادا کروں۔ مالک بن دینارؒ نے محمد بن واسعؒ سے کہا بڑا مبارک ہے وہ شخص جس کیلئے معمولی سی پیداوار ایسی ہو جس سے وہ زندہ رہ سکے اور لوگوں سے مانگنے کا محتاج نہ ہو۔ محمد بن واسعؒ نے فرمایا مُبارک وہ شخص ہے جو صُبح کو بھی بھوکا ہے، شام کو بھی بھوکا ہے اور اسپر بھی اپنے رَب سے راضی ہے تورات میں لکھا ہے کہ جب تُو پیٹ بھر کر کھانا کھایا کرے تو بھوکے آدمیوں کا بھی دل میں خیال لے آیا کر۔ ابو سلیمانؒ کہتے ہیں کہ میں رات کے کھانے میں سے ایک لقمہ کم کھاؤں یہ مجھے ساری رات کے جاگنے سے زیادہ پسند ہے اُن کا یہ بھی ارشاد ہے کہ بھوک اللہ کا ایسا خزانہ ہے جو اپنے دوستوں ہی کو دیتا ہے۔ حضرت سہل بن عبد اللہ تستریؒ مسلسل بیس بیس دن سے زیادہ بھوکے گذار دیتے تھے اور ان کی سال بھر کی غذا کی میزان ایک درم یعنی ۰ء۳ عــہ ہوتی تھی۔ یہ بھوکے رہنے کی بڑی ترغیب دیا کرتے یہاں تک کہا کرتے تھے کہ ضرورت سے زائد کھانا

عــہ یعنی بائیس نئے پیسے

چھوڑنے کی برابر کوئی بھی نیک عمل نہیں اسلئے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی اتباع ہے۔ انکا یہ بھی ارشاد ہے کہ حکمت اور علم بھوکے رہنے میں ہے اور جہل اور گناہ پیٹ بھر کر کھانے میں مرکوز ہے۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ آدمی ابدال میں سے نہیں ہو سکتا جبتک بھوکا رہنے اور چپ رہنے اور راتوں کو جاگنے کا عادی نہ ہو اور تنہائی کو پسند نہ کرتا ہو۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص بھوکا رہتا ہے اُس کو وسوسے کم آیا کرتے ہیں عبدالواحد بن زیدؒ قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کسی شخص کی صفائی بغیر بھوکا رہنے کے نہیں کرتے اور اسی کی وجہ سے بزرگ پانی پر چلا کرتے ہیں، اسی کی وجہ سے ان کو طی الارض حاصل ہوتا ہے[1]۔ طی الارض بزرگوں کی ایک خاص رفتار کا نام ہے جسکی وجہ سے چند قدم میں ہزاروں میل طے کر لیتے ہیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بھوکے رہنے میں دس فائدے حاصل ہوتے ہیں (۱) دِل کی صفائی اس سے حاصل ہوتی ہے، طبیعت تیز ہوتی ہے، بصیرت بڑھ جاتی ہے اسلئے کہ پیٹ بھر کر کھانیسے طبیعت میں بلادت آتی ہے اور دِل کا نور جاتا رہتا ہے معدے کے بخارات دماغ کو گھیر لیتے ہیں جسکا اثر دِل پر بھی پڑتا ہے کہ وہ فکر میں دوڑنے سے عاجز ہو جاتا ہے بلکہ کم عمر بچہ اگر زیادہ کھانے لگے تو اُسکا حافظہ بھی خراب ہو جاتا ہے، ذہن بھی کُند ہو جاتا ہے۔ ابو سلیمان ؒ دارانی فرماتے ہیں کہ بھوکا رہنے کی عادت پیدا کرو یہ نفس کو مطیع کرتا ہے دِل کو نرم کرتا ہے اور آسمانی علوم اس سے حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کیلئے جس دِن بھوکا رہا میں نے اپنے اندر عبرت اور حکمت کا ایک دروازہ کھلا ہوا پایا۔ اسی وجہ سے حضرت لقمانؑ کی اپنے بیٹے کو نصیحت ہے کہ بیٹا جب معدہ بھر جاتا ہے تو فکر سو جاتا ہے اور حکمت گونگی ہو جاتی ہے اور اعضاء عبادت سے سُست پڑ جاتے ہیں۔ ابو یزیدؒ بسطامی فرماتے ہیں کہ بھوک ایک اَبر ہے جب آدمی بھوکا ہوتا ہے تو وہ اَبر دِل پر حکمت کی بارش کرتا ہے۔

(۲) دُوسرا فائدہ دِل کا نرم ہونا ہے جس سے ذکر وغیرہ کا اثر دِل پر ہوتا ہے۔ بسا اوقات آدمی بڑی توجہ سے ذکر کرتا ہے لیکن دِل اُس سے لذّت حاصل نہیں کرتا اور نہ اس سے متاثر ہوتا ہے اور جس وقت دِل نرم ہوتا ہے تو ذِکر میں بھی لذت آتی ہے، دُعاء اور مناجات میں بھی مزہ آتا ہے۔

ابو سلیمان دارانیؒ کہتے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ عبادت میں مزہ جب آتا ہے جب میرا پیٹ بھوک کی وجہ سے کمر کو لگ جائے۔ حضرت جنیدؒ بغدادی فرماتے ہیں کہ آدمی حق تعالیٰ شانہٗ کے اور اپنے سینے کے درمیان ایک جھولی کھانے کی کر لیتا ہے۔ پھر یہ بھی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مناجات کی حلاوت بھی نصیب ہو (پیٹ بھرنے کو فقیر کی جھولی بھرنے سے تشبیہ دی ہے)

(۳) تیسرا فائدہ یہ ہے کہ آدمی میں عاجزی مسکنت پیدا ہوتی ہے اور اکڑ مکڑ جاتی رہتی ہے جو سرکشی اور اللہ تعالیٰ شانہٗ سے غفلت کا سرچشمہ ہے نفس کسی چیز سے بھی اتنا زیر نہیں ہوتا جتنا بھوکا رہنے سے ہوتا

---

[1] احیاء

ہے اور آدمی جبتک اپنے نفس کی ذلت اور عاجزی نہیں دیکھتا اُس وقت تک اپنے مولا کی عزت اور اُس کا غلبہ نہیں دیکھ سکتا۔ آدمی کو چاہئے کہ کثرت سے بھوکا رہے تاکہ ذوق سے اپنے مولیٰ کیطرف متوجہ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے حضورؐ پر یہ پیش فرمایا کہ مکہ مکرمہ کی ساری زمین سونے کی کر دی جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا یا اللہ یہ نہیں بلکہ میں تو یہ چاہتا ہُوں کہ ایکدن بھوکا رہوں اور ایکدن کھاؤں تاکہ جس دن بھوکا رہوں تو صبر کروں اور تیری طرف عاجزی کروں (تجھ سے مانگوں) اور جس دِن کھاؤں اُس دِن تیرا شکر ادا کروں۔

(۴) چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اہلِ مُصیبت اور فاقہ زدوں سے غفلت پیدا نہیں ہوتی۔ پیٹ بھرے آدمی کو بالکل اندازہ نہیں ہوتا کہ بھوکوں اور محتاجوں پر کیا گُذر رہی ہے۔

حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ السلام سے کسی نے عرض کیا کہ زمین کے خزانے تو آپکے قبضہ میں (ہیں) پھر بھی آپ بھوکے رہتے ہیں فرمایا کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ خود پیٹ بھر لینے سے کہیں بھوکوں کو نہ بھول جاؤں۔ اور بھوکے پیاسے رہنے سے قیامت کے دِن کی بھوک اور پیاس کی یاد بھی تازہ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ شانہٗ کے عذاب کا خوف بھی پیدا ہوتا ہے یہ بھی یاد آجاتا ہے کہ بھوک اور پیاس کی شدت میں جہنم میں کھانا کیا ملیگا وہ جو حلق میں اٹکجائے اور پینے کو کیا ملیگا جہنمیوں کے زخموں نکلا ہوا پیپ۔

(۵) پانچواں فائدہ جو اصل اور اہم ہے گُناہوں سے بچنا ہے کہ پیٹ بھرنا ہی ساری شہوتوں کی جڑ ہے اور بھوکا رہنا ہر قسم کی شہوت کو توڑتا ہے اور آدمی کیلئے بڑی سعادت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس پر قابو رکھے۔ اور بڑی بدبختی یہ ہے کہ اُسکا نفس اُسپر قابو پاجائے اور جیسا کہ سرکش گھوڑے کو بھوکا رکھکر قابو میں رکھا جاسکتا ہے اور جب وہ خوب کھاتا پیتا رہتا ہے تو سرکش ہوجاتا ہے اسی طرح نفس کا بھی حال ہے۔ ایک بزرگ سے کسی نے پُوچھا کہ آپ بڑھاپے میں بھی اپنے بدن کی خبرگیری نہیں کرتے (کچھ طاقت اور قوت کی چیزیں کھانیکی ضرورت ہے) وہ فرمانے لگے کہ یہ نفس نشاط کی طرف بڑی تیزی سے چلنے والا ہے مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں مجھے کسی گناہ کی مُصیبت میں نہ پھانس دے اسلئے میں اُسکو مشقت میں ڈالے رکھوں یہ مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ وہ مجھے کسی گناہ کی ہلاکت میں ڈالدے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سب سے پہلی بدعت جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوئی وہ پیٹ بھر کر کھانیکی ہے۔ جب آدمیوں کے پیٹ بھر جاتے ہیں تو انکے نفوس دُنیا کی طرف جھکنے لگتے ہیں۔ اور یہ فائدہ جو ذکر کیا جارہا ہے ایک ہی فائدہ نہیں بلکہ فوائد کا خزانہ ہے اور اسمیں کم سے کم جو فائدہ ہے وہ شرمگاہ کی شہوت اور فضول بات کی خواہش کا چھوڑنا ہے۔ اسلئے کہ بھوکے آدمی کا دِل فضول باتیں کرنے کو نہیں چاہا کرتا اور اسی ایک بات کی وجہ سے آدمی غیبت سے، جھوٹ سے فحش بات کرنیسے چُغلی وغیرہ بہت سی چیزوں سے آدمی محفوظ رہتا ہے۔ اور پیٹ بھرنے پر آدمی کا دِل تفریحی باتوں کو چاہا کرتا

ہے اور عام طور سے ہم لوگوں کی تفریحیں آدمیوں کی آبروؤں سے ہی ہوتی ہیں۔ اور حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ زبان کی کھیتیاں ہی آدمی کو اکثر، جہنّم میں ڈالتی ہیں۔ اور شرمگاہ کی شہوت کی ہلاکت تو کسی سے بھی مخفی نہیں ہے اور آدمی کا جب پیٹ بھرا ہوتا ہے تو پھر شرمگاہ پر قدرت دُشوار ہوجاتی ہے۔ اگر اللہ کے خوف سے آدمی اسپر قدرت پا بھی لے تب بھی آنکھ کا گناہ (ناجائز طریقہ سے کسی عورت یا مرد کو دیکھنا) تو ہو ہی جاتا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آنکھ بھی زنا کرتی ہے جیساکہ شرمگاہ زنا کرتی ہے اور اگر آدمی آنکھ بند کر کے اسپر بھی قدرت پالے تب بھی جسکو دیکھ چکا ہے اُس کا خیال تو دل میں آتا ہی رہے گا۔ اور شہوت کے خیالات حق تعالیٰ شانہٗ سے مناجات کی لذّت کو کھو دیتے ہیں اور بسا اوقات یہ فاسد خیالات نماز میں بھی آجاتے ہیں زبان اور شرمگاہ مثال کے طور پر ذکر کردیئے ورنہ ساتوں اعضاء کے سارے گناہ اُسی قوّت سے پیدا ہوتے ہیں جو پیٹ بھرنے سے حاصل ہوئی ہے۔

(۶) چھٹا فائدہ یہ ہے کہ کم کھانیسے نیند کم آتی ہے، کثرت سے جاگنے کی دولت نصیب ہوتی ہے اس لئے کہ پیٹ بھر کر کھانیسے پیاس خوب لگتی ہے اور (پانی پینے سے نیند خوب آتی ہے۔ مشائخ کا مقولہ ہے کہ زیادہ نہ کھاؤ ورنہ زیادہ پانی پیوگے پھر زیادہ سوؤگے جسکی وجہ سے زیادہ خسارہ میں رہوگے۔ کہتے ہیں کہ ستر حکیموں کا اسپر اتفاق ہے کہ زیادہ پانی پینے سے زیادہ نیند آتی ہے اور زیادہ سونے میں عمر کا بہت بڑا حصہ ضائع ہوجاتا ہے۔ اور تہجد کا فوت ہوجانا علیحدہ رہا۔ نیز زیادہ سونے سے طبیعت کی بلادت اور دل کی قساوت بھی پیدا ہوتی ہے اور بیوی پاس نہ ہو تو احتلام کا سبب بھی ہوتا ہے پھر غسل کے اسباب مہیا نہ ہونے میں اکثر تہجد بھی فوت ہوجاتا ہے۔

(۷) ساتواں فائدہ عبادت پر سہولت سے قادر ہونا ہے کہ پیٹ بھر کر کھانیسے اکثر کاہلی پیدا ہوتی ہے جو عبادت کو مانع ہوتی ہے اور خود کھانے ہی میں بہت سا وقت ضائع ہوجاتا ہے اور اگر اُسکو تیار بھی کرنا پڑے تو اَور بھی زیادہ اضاعتِ وقت ہے۔ پھر کھانیکے بعد ہاتھ دھونا، خلال کرنا، پھر بار بار اُٹھ کر پانی پینا۔ ان سب اوقات کا حساب لگایا جائے تو کتنا وقت ہوا۔ اگر یہ سارا وقت اللہ کی یاد میں اور دُوسری عبادتوں میں خرچ ہوتا تو کتنا نفع کماتا۔ حضرت سَری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے علی جرجانیؒ کے ساتھ ستو دیکھا جس کو وہ پھانک رہے تھے میں نے پوچھا کہ ستو کی عادت کیسے پڑگئی؟ فرمانے لگے کہ میں نے جو حساب لگایا تو لقمہ مُنہ میں رکھنے سے اُسکے نگلنے تک ستر مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنے کا وقت ملتا ہے اس وجہ سے میں نے چالیس سال سے روٹی نہیں کھائی کہ اُسکے چبانے میں بہت دیر لگتی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ آدمی کا ہر سانس بہت بڑا قیمتی جوہر ہے۔ جس کو آخرت کے خزانے میں محفوظ کرنیکی سخت ضرورت ہے تاکہ وہ کبھی ضائع نہ ہو اور اسکی صُورت صرف یہی ہے کہ اُس سانس کو اللہ کے ذکر یا کسی اور عبادت میں صَرف کردے اسکے علاوہ کھانا زیادہ کھانے سے

وضو کم ٹھیرتی ہے، استنجے کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے اور ان امور کی وجہ سے علاوہ اس کے کہ ان میں وقت ضائع ہوتا ہے مسجد میں زیادہ اوقات نہیں گذار سکتا کہ بار بار ان ضروریات کی وجہ سے نکلنا پڑیگا اسکے علاوہ روزہ بھی اسکو بہت سہل ہوتا ہے جو بھوکا رہنے کا عادی ہوجائے غرض روزہ، اعتکاف اور کثرت سے باوضو رہنا اور کھانے پینے کے اوقات کو عبادت میں خرچ کرنا اتنے کثیر فائدے ہیں جنکا شمار نہیں ہے۔ اسکی قدر وہ غافل لوگ کیا جانیں جنکو دین کی قدر ہی نہیں ہے۔ وہ دُنیا کی چند روزہ زندگی پر راضی ہوکر مطمئن ہوگئے پس دُنیا ہی کے حالات کو جانتے ہیں انکو آخرت کی خبر ہی نہیں کیا چیز ہے؟

(۸) آٹھواں فائدہ کم کھانے میں بدن کی صحت ہے کہ بہت سے امراض زیادہ کھانے ہی سے پیدا ہوتے ہیں کہ اسکی وجہ سے معدہ میں اور رگوں میں اخلاط ردیہ جمع ہوجاتے ہیں جن سے طرح طرح کے امراض پیدا ہوتے ہیں اور امراض قطع نظر اس کے کہ صحت کے منافی ہیں عبادات سے بھی مانع ہوتے ہیں دِل کو تشویش میں ڈالتے ہیں۔ ذکر و فکر سے مانع ہونیکے علاوہ دوا پرہیز حکیم ڈاکٹر فصد کھولنے والا جونکیں لگانیوالا غرض ایک لمبا چوڑا جھگڑا آدمی کیساتھ کھڑا ہوجاتا ہے۔ پھر ان سب چیزوں میں مشقت علیحدہ ہے، خرچ علیحدہ ہے اور بھوکے رہنے میں ان سب آفات سے امن ہے۔ کہتے ہیں ہارون رشید نے ایک مرتبہ چار ماہر حکیموں کو جمع کیا ایک ہندی ماہر، دوسرا رومی (انگریزی)، تیسرا عراقی، چوتھا سوادی (سواد کا رہنے والا) اور چاروں سے دریافت کیا کوئی ایسی دوا بتاؤ جو کسی چیز کو نقصان نہ کرتی ہو۔ ہندی نے کہا میرے خیال میں ایسی دوا جو کسی چیز کو نقصان نہیں کرتی اہلیج اسود (ہلیلہ سیاہ) ہے۔ عراقی نے کہا میرے خیال میں حب الرشاد الابیض (جس کو فارسی میں تخم سپندان اور ہندی میں ہالون کہتے ہیں) ہے۔ رومی نے کہا کہ میرے نزدیک گرم پانی ہے یعنی وہ کسی چیز کو مُضر نہیں ہے۔ سوادی نے کہا کہ یہ سب غلط ہے ہلیلہ معدہ کو روندتا ہے (پاؤں سے کسی چیز کو مسلنا) اور یہ بیماری ہے (اس کے علاوہ جگر کیلئے بھی مضر ہے زکریا) اور حب الرشاد معدہ میں پھسلن پیدا کرتا ہے۔ اور گرم پانی معدہ کو ڈھیلا کردیتا ہے۔ ان سب طبیبوں نے کہا پھر تم بتاؤ ایسی کیا دوا ہے جو کسی کو نقصان نہیں کرتی۔ سوادی نے کہا کہ کھانا اُس وقت تک نہ کھایا جائے جب تک خوب رغبت پیدا نہ ہو اور ایسی حالت میں ختم کیا جائے کہ زیادہ کی رغبت باقی ہو۔ بقیہ تینوں طبیبوں نے اسکی رائے سے اتفاق کیا۔ ایک فلسفی حکیم کے سامنے حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ تہائی پیٹ کھانیکے تہائی پانی کیلئے اور تہائی سانس لینے کیلئے۔ اُس نے سُنکر بڑا ہی تعجب کیا اور کہا کہ کھانا کم کھانے میں اس سے بہتر اور مضبوط بات میں نے آج تک نہیں سُنی بے شک یہ حکیم کا کلام ہے۔

(۹) نواں فائدہ اخراجات کی کمی ہے جو شخص کم کھانیکا عادی ہوگا اُس کا خرچ بھی کم ہوگا اور زیادہ کھانے میں اخراجات بھی بڑھیں گے جنکے حاصل کرنے کیلئے یا تو ناجائز طریقے اختیار کرنے پر مجبور ہوگا یا لوگوں

سے مانگنے کی ذلت اختیار کریگا حضرت سہل تستریؒ کا حال قریب ہی گذر چکا ہے کہ ان کے کھانے کی میزان سال بھر کی ساڑھے تین آنے ہوتی تھی۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ میں اپنی اکثر ضرورتیں ترک کر دینے سے پوری کرتا ہوں جس سے مجھے بڑی یکسوئی اور راحت رہتی ہے۔ ایک اور حکیم کا قول ہے کہ جب مجھے اپنی کسی ضرورت کے پورا کرنے کیلئے کسی سے قرض کی ضرورت ہوتی ہے تو میں اپنے نفس ہی سے قرض مانگ لیتا ہوں اس کو سمجھا دیتا ہوں کہ اس کو پھر کسی وقت ادا کر دونگا یعنی تیری خواہش اس وقت میرے ذمہ قرض ہے اس کو کسی دوسرے وقت پوری کر دوں گا۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ جب کسی چیز کا نرخ معلوم کرتے کہ وہ بہت گراں ہے تو اپنے دوستوں سے فرماتے کہ اس کو چھوڑ کر ارزاں کر دو جس چیز کا خریدنا آدمی چھوڑ دے اپنی طرف سے تو وہ ٹکہ سیر ہو ہی گئی اپنی بلا سے جتنے میں چاہے بکے، آدمی کی ہلاکت کا بڑا سبب دنیا کی حرص ہے اور یہ حرص پیٹ اور شرمگاہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور شرمگاہ کی قوت بھی پیٹ کی قوت سے ہوتی ہے اور کھانا کم کھانے میں ان سب آفتوں سے امن ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ جس کو بھی نصیب فرمادے۔

(۱۰) دسواں فائدہ ایثار ہمدردی اور صدقات کی کثرت کا سبب ہے، کم کھانے کی وجہ سے جتنا کھانا بچے گا وہ یتامیٰ، مساکین، غرباء پر صدقہ ہو کر قیامت میں اسکے لئے سایہ بنے گا کہ حضورؐ کا پاک ارشاد پہلے گذر چکا ہے کہ آدمی قیامت کے دن اپنے صدقے کے سایہ کے نیچے ہوگا اور جتنا زیادہ کھائیگا وہ پاخانہ بن کر کوڑی پر جمع ہوتا رہیگا اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کے خزانہ میں جو جمع ہو گیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کام آتا رہیگا اور جو پاخانہ ہو گیا وہ ضائع گیا۔ اسی لئے حضورؐ کا ارشاد ہے جو پہلے بھی گذر چکا کہ آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال، اُس کیلئے اُس کے مال میں سے بجز تین چیز کے کچھ نہیں ہے۔ ایک وہ جو صدقہ کر دیا اور ہمیشہ کیلئے اُس کو محفوظ کر لیا، دوسرا وہ جو کھا لیا اور کھا کر ختم کر دیا، تیسرا وہ جو پہن کر پُرانا کر دیا۔ اس کے علاوہ جو ہے وہ دوسروں کا مال ہے وارثوں کا حصہ ہے اس کا اُس میں کچھ بھی نہیں ہے۔

اس کے علاوہ صدقات کے فضائل کثرت سے گذر ہی چکے ہیں۔ یہ دسں فوائد کم کھانے کے نہایت اختصار سے ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے ہر ایک فائدہ اپنے اندر بے شمار فائدے رکھتا ہے۔ [1]

یہ بات قابلِ لحاظ ہے جو پہلے بھی متعدد بار لکھی جا چکی ہے کہ ان فضائل کے حق ہونے میں تردد نہیں یقیناً یہ وہ کمالات ہیں کہ جس خوش نصیب کو حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے عطا فرمادے اُس کیلئے دین اور دنیا دونوں کی راحت ہے اور آخرت کیلئے بے شمار درجات اور ترقیات کا زینہ یہی چیزیں ہیں لیکن اپنے تحمل کی رعایت ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ کوا چلا تھا ہنس کی چال وہ اپنی بھی بھول گیا۔ زیادہ کے شوق میں آدمی تھوڑے سے بھی جاتا رہے۔ اس لئے ان سب چیزوں کی طرف دل کو رغبت دیتے رہنے کیساتھ ان چیزوں کے اور اس

---

[1] احیاء

طرزِ زندگی کے اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کیساتھ اور ان اُمور کو نہایت وقعت سے دیکھنے کیساتھ عمل اتنا ہی کرنا چاہئے جتنا اپنے اندر تحمل ہو۔ بیمار آدمی طاقت سے زیادہ بوجھ اُٹھائیگا تو جلدی مرے گا۔ ہم لوگ نفس کی بیماریوں کے بیمار ہیں، اعضاء اور قویٰ کے ضعف کے مارے ہوئے ہیں اسلئے صحت کی تمنا اور کوشش سعی اور رغبت کیساتھ ایسی کوئی چیز عملی طور سے اختیار نہ کرنا چاہئے جو اس حالت سے بھی گرا دے جس پر اب موجود ہیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ کم کھانے کی عادت آہستہ آہستہ پیدا کرنا چاہئے جو شخص زیادہ کھانے کا عادی ہو وہ دفعتًا کم کریگا تو اُسکا تحمل بھی نہ ہوگا ضعف بھی ہو جائیگا مشقت بھی بڑھ جائیگی اسلئے بہت آہستگی اور سہولت کیساتھ اس کو اختیار کرنا چاہئے۔ مثلاً اگر کوئی شخص دو نان کھاتا ہو تو اُسکو ایک نان کا اٹھائیسواں حصہ روزانہ کم کرنا چاہئے اس سے ایک مہینہ کے اندر آدھی خوراک رہ جائیگی اور اگر اس کا بھی تحمل دشوار ہو تو چالیسواں حصہ کم کرنا چاہئے۔

حضرت سہل تستریؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپکے مجاہدوں کی ابتدا کس طرح ہوئی۔ انھوں نے فرمایا کہ میرا سالانہ خرچ ابتدا میں تین درم تھا (یعنی ساڑھے دس آنے) ابتدا میں اسکی صورت یہ تھی کہ میں ایک درم کا تو دبس (انگور یا کھجور کا شیرہ یا رس) لے لیتا تھا اور ایک درم کا چاول کا آٹا اور ایک درم کا گھی اور ان تینوں کو ملا کر تین سَو ساٹھ لڈو بنا لیتا تھا ایک روزانہ روزہ افطار کرنیکے وقت کھا لیتا تھا۔ کسی نے پوچھا کہ اب کیا معمول ہے۔ فرمایا اب تو کوئی متعین چیز نہیں جب موقع ہو کچھ کھا لیتا ہوں (یہ قریب ہی گذر چکا کہ یہ حضرت بیس بیس دن بغیر کھائے گذار دیتے تھے۔) حضرت ابو ذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ میرا گذران حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صاع جَو (تقریبًا ساڑھے تین سیر) فی ہفتہ تھا خدا کی قسم میں اس سے زیادہ مرنے تک کبھی بھی نہ بڑھاؤں گا اسلئے کہ میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا کہ تم میں سے مجھے زیادہ محبوب اور قیامت میں مجھ سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مرنے تک اُسی حال پر رہے جس پر اب ہے۔ اسی وجہ سے یہ بعض حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراض کیا کرتے تھے کہ تم نے وہ طرز چھوڑ دیا جو حضورؐ کے زمانہ میں تھا تم نے جَو کا آٹا چھاننا شروع کر دیا حالانکہ اُس زمانہ میں نہیں چھانا جاتا تھا تم نے پتلی روٹیاں کھانا شروع کر دیں کئی کئی سالن دستر خوان پر آنے لگے تم حضورؐ کے زمانہ میں ایسے نہیں تھے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مُسلمان کی مثال بکری کے بچہ کی سی ہے جسے ایک مُٹھی پُرانی کھجور ایک مُٹھی ستو ایک گھونٹ پانی کافی ہے۔ اور منافق کی مثال درندہ کی سی ہے ہپ ہپ غٹ غٹ جو ہو سب کھا پی لے نہ اپنے پڑوسی کا خیال کرے نہ دوسرے کو اپنے اُوپر ترجیح دے۔ ضرورت سے زائد چیزیں (خیرات کرکے) آگے بھیجدو تمھارے کام آئینگی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ چھ یوم کا مسلسل فاقہ کرلیتے تھے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سات دن کا فاقہ کرلیتے تھے۔ کہتے ہیں ایک بزرگ کی ایک راہب سے ملاقات ہوئی اُس سے باتیں کرتے رہے اسی میں اُس کو

اسلام کی دعوت بھی دیدی اُسنے گفتگو کے دوران میں کہا کہ حضرت مسیح (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) چالیس۴۰
دن کا فاقہ کرلیا کرتے تھے یہ بات معجزہ ہی کے طور پر ہوسکتی ہے نبی کے علاوہ کسی سے نہیں ہوسکتی۔ ان بزرگ نے
فرمایا کہ اگر میں پچاس۵۰ دن کا فاقہ کردوں تب بھی تم مسلمان ہوجاؤ گے۔ اُس راہب نے کہا ضرور۔ یہ وہیں
اُسکے پاس ہی ٹھیر گئے اُسی کے پاس رہتے جب پچاس۵۰ دن پورے ہوگئے تو کہنے لگے کہ یہ تو وعدے کے تھے۔
دس۱۰ دن اور زائد لو یہ کہکر دس دن کا فاقہ اور بھی کردیا۔ پورے ساٹھ دن بعد کھایا۔ وہ راہب بڑی ہی
حیرت میں رہ گیا اور مسلمان ہوگیا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضورؐ جب صبح کو کھانا تناول فرمالیتے تھے تو شام کو تناول نہ فرماتے تھے اور
جب شام کو تناول فرمالیتے تھے تو صبح کو تناول نہ فرماتے تھے۔[۱] (یعنی کبھی ایسا بھی معمول تھا)، اور بھی پہلے بزرگوں
سے ایک وقت کھانیکا معمول نقل کیا گیا ہے۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص ایک وقت کھانیکا عادی ہو
اُس کے لئے بہتر یہ ہے کہ سحری کے وقت کھائے تاکہ دن میں روزہ کی فضیلت حاصل ہو اور رات کو نوافل اور
ذکر وغیرہ معدہ کے خالی ہونیکی حالت میں ہوں حضرت مالکؒ بن دینار کا چالیس سال تک دودھ کو دل
چاہتا رہا مگر استعمال نہیں کیا۔ ایک مرتبہ کہیں سے انکی خدمت میں تر و تازہ کھجوریں آئیں اپنے دوستوں
سے فرمایا کہ ان کو کھالو۔ میں نے تو ان کو چالیس سال سے نہیں چکھا۔[۲]

امام غزالیؒ نے بہت کثرت سے اس قسم کے واقعات ان حضرات کے ذکر فرمائے ہیں۔ انہیں مجاہدوں کی
برکات سے ان حضرات سے کرامتوں کا ظہور ہوتا تھا۔ اب ان حضرات کی سی کرامتوں کا تو ہر شخص خواہشمند ہے
مگر اُس کیلئے ان جیسے مجاہدے بھی تو کئے جائیں۔ ہملوگوں کو غذائیں تو عمدہ سے عمدہ بہتر سے بہتر چاہئیں پھر
مجاہدے کیسے ہوں۔ ایک بزرگ نے اپنے کسی ملنے والے کی دعوت کی اور ان کیلئے دسترخوان پر روٹیاں رکھیں۔
وہ ان میں سے الٹ پلٹ کر اچھی روٹی تلاش کرنے لگے میزبان بزرگ نے فرمایا یہ کیا کررہے ہو جس روٹی کو
تم بُری سمجھ کر چھوڑ رہے ہو اُسمیں اتنے اتنے فوائد ہیں اور اتنی اتنی مشقت اُٹھانے والوں کی اس میں محنت
ہوئی ہے کہ بہت سے کام کرنیوالوں کے عمل کے بعد ابر میں پانی آیا پھر وہ برسا پھر ہواؤں کی زمین کی
چوپاؤں کی آدمیوں کی محنت اسمیں لگی جب تو یہ روٹی تمہارے سامنے آئی۔ اسکے بعد تم اس میں اچھی بُری
چھانٹنے لگے۔ کہتے ہیں کہ ایک روٹی پک کر تمہارے سامنے اُس وقت تک نہیں آتی جبتک اُسمیں تین سو ساٹھ۳۶۰
کام کرنیوالوں کا عمل نہیں ہوتا سب سے اول حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے
خزانہ سے ناپ کر چیز نکالتے ہیں پھر وہ فرشتے جو ابر پر مامور ہیں اور بادلوں کو چلاتے ہیں پھر چاند سورج
آسمان پھر وہ فرشتے جو ہواؤں پر مامور ہیں پھر چوپائے سب سے آخر میں روٹی پکانے والے۔ سچ ہے

---

[۱] جامع الصغیر [۲] احیاء

پاک ارشاد میرے رب سبحانہٗ وتقدس کا وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ابراھیم ع ۵ "اگر تم اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت (اور اسکی تفصیلات) کو شمار کرنے لگو تو کبھی بھی پوری نہیں گن سکتے۔"

اس کے بعد نہایت اہم اور قابلِ لحاظ چیز یہ بھی ہے کہ کم کھانیکی اگر صورت اختیار کرے تو اُسمیں ریا اور حُبِّ جاہ سے بچنے کا بھی بہت اہتمام رکھے ایسا نہ ہو کہ بھوکا بھی مَرے اور نفس بجائے صحیح بننے کے اور زیادہ فاسد بن جائے۔ علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص کھانیکی خواہش سے بھاگ کر ریا کی خواہش میں پھنس جائے وہ ایسا ہے جیسا کہ بچھو سے بھاگ کر سانپ کے مُنہ میں چلا جائے [1]

الغرض کم کھانا محمود ہے دین اور دُنیا دونوں کے کثیر فائدے اسمیں ہیں بشرطیکہ ضعف یا ریا وغیرہ کسی دُوسرے خطرہ میں نہ پڑ جائے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو حضورؐ کی معیشت اور معاشرت، حضورؐ کے فقر اور فاقہ کو ذہن میں رکھے دِل سے اُس کو پسند کرتا رہے کہ اصل چیز وہی ہے حضورؐ نے جو طرز اختیار فرمایا تھا وہ ناداری اور مجبوری سے نہیں تھا اس وجہ سے نہیں تھا کہ میسّر نہیں آسکتا تھا بلکہ خوشی اور رغبت سے اسی طرز کو پسند فرمایا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ حق تعالیٰ شانہٗ سے روزی کی وُسعت نہیں مانگ لیتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں یہ کہکر اور حضورؐ کی بھوک کی شدّت کو دیکھ کر رو پڑی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ عائشہ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں اپنے ربّ سے یہ مانگوں کہ سونے کے پہاڑ میرے ساتھ ساتھ چلا کریں تو حق تعالیٰ شانہٗ ان کو بھی میرے ساتھ چلا دیں لیکن میں نے دُنیا میں بھوکا رہنے کو پیٹ بھرنے پر ترجیح دے رکھی ہے، میں نے دُنیا کے فقر کو اُسکی ثروت پر ترجیح دی ہے میں نے دُنیا کے غم کو اُسکی خوشی پر ترجیح دی ہے۔ عائشہ دُنیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُسکی آل کیلئے مناسب نہیں ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اولوالعزم (یعنی ہمّت والے اور اُونچے درجہ کے) رسولوں کیلئے اسی کو پسند فرمایا ہے کہ دُنیا کی تکلیفوں پر صبر کریں۔ دُنیا کی راحتوں سے بچے رہیں اور جو چیز اُن کیلئے پسند فرمائی تھی اُسی کا مجھے حکم ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ احقاف ع ۴ آپ بھی اسی طرح صبر کیجئے جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا۔ میرے لئے اللہ کے حکم کی تعمیل کے سوا چارہ نہیں ہے میں خدا کی قسم جہانتک میری طاقت ہے ایسا ہی صبر کرونگا جیسا کہ انھوں نے کیا۔ اور طاقت تو اللہ تعالیٰ ہی کے دینے سے آتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتوحات کی کثرت بہت ہوگئی تو ان کی صاحبزادی اُمّ المومنین حضرت حفصہؓ نے عرض کیا کہ اب تو آپ بھی جب دُوسرے مُلکوں کے قاصد آئیں تو باریک کپڑا پہن لیا کریں اور کسی کو کھانا پکانے کا حکم فرما دیا کریں تاکہ آپ ان لوگوں کو کھلائیں اور آپ بھی ان کیساتھ

---

[1] احیاء

کھالیا کریں۔ حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا یہ تو تمہیں بھی معلوم ہے کہ آدمی کے حالات سے اُس کے گھر والے ہی اچھی طرح واقف ہوا کرتے ہیں۔ حضرت حفصہؓ نے عرض کیا بیشک۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تم کو قسم دیکر پُوچھتا ہُوں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد اتنے سال زندہ رہے اس زمانہ میں حضورؐ اور حضورؐ کے گھر والے اگر رات کو کھانا نوش فرمالیتے تھے تو دِن میں بھوکے رہتے تھے اور دِن میں کھالیتے تھے تو رات کو بھوکے رہتے تھے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ نبوت کے بعد اتنے سال تک حضورؐ زندہ رہے لیکن حضورؐ نے اور انکے گھر والوں نے خیبر کے فتح ہونے تک کبھی پیٹ بھر کر کھجوریں بھی نہیں کھائیں۔ میں تم سے قسم دیکر پُوچھتا ہُوں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ایک مرتبہ تم نے اُونچے خوان پر (میز کی طرح) کھانا رکھدیا تھا تو حضورؐ کے چہرۂ انور پر تغیر آگیا تھا یہاں تک کہ اُس کو ہٹا کر زمین پر کھانا رکھا گیا (جب حضورؐ نے نوش فرمایا)۔ میں تم سے قسم دیکر پُوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضورؐ اپنی عبا کو (چادر کی ایک قسم) دوہرا کرکے اُس پر آرام فرمایا کرتے تھے تم نے ایک مرتبہ اُس کو چوہرا (چار طے) کرکے بچھادیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تم نے مجھے رات کے اُٹھنے سے روکا (کہ چار طے ہوجانے سے بستر ہ نرم ہوگیا جس سے نیند اچھی طرح آگئی)، اس کو دوہرا ہی کردو جیسا کہ روزانہ ہوا کرتا تھا۔ میں تم سے قسم دیکر پُوچھتا ہُوں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضورؐ اپنا کپڑا دھونے کیلئے بدنِ مبارک سے اُتارتے اور اُس کو دھوتے ایسی حالت میں اگر بلال نماز کیلئے بُلانے آجاتے تھے تو حضورؐ کے پاس دُوسرا کپڑا نہ تھا جس کو پہن کر نماز پڑھادیں حضورؐ اُسی کو خشک کرکے پہن کر نماز پڑھایا کرتے تھے۔ میں تم سے قسم دیکر پوچھتا ہُوں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ بنوظفر کی ایک عورت نے حضورؐ کیلئے دو کپڑے تیار کئے ایک لنگی ایک چادر ان میں سے اُس نے ایک پہلے بھیجدیا دُوسرے کے بھیجنے میں دیر لگی تو حضورؐ اسی کو بدن پر اس طرح لپیٹ کر کہ دونوں کونوں میں گردن پر گرہ لگائی تھی (کہ بدن کھل نہ جائے) پہن کر نماز کیلئے تشریف لے گئے حضورؐ کے پاس دُوسرا کپڑا نہ تھا جسکو پہن کر نماز کیلئے تشریف لیجاتے۔ اسی طرح اَور واقعات گنواتے رہے یہاں تک کہ ان واقعات کو یاد دِلا کر حضرت حفصہؓ کو بھی رُلایا اور خود بھی اتنے روئے کہ چیخیں مارنے لگے۔ ہمیں یہ اندیشہ ہوا کہ اس غم میں کہیں انکی جان نہ نِکل جائے۔ ایک اَور حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے دو رفیق تھے (حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ) وہ دونوں ایک ہی راستہ پر چلے اگر میں انکا راستہ چھوڑ کر دُوسرا راستہ اختیار کروں تو میرے ساتھ بھی وہ معاملہ نہیں کیا جائیگا جو ان کے ساتھ کیا گیا میں خدائے پاک کی قسم ان کی (دُنیا کی) سخت زندگی پر اپنے آپکو مجبور کرونگا تاکہ (آخرت کی) انکی شادآب زندگی کو پاسکوں۔ [1]

فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھا ہے کہ کھانیکے چند مراتب ہیں پہلا درجہ فرض ہے اور وہ اتنی مقدار ہے

---

[1] احیاء

جس سے آدمی ہلاکت سے بچے۔ اگر کوئی شخص اتنا کم کھائے یا کھانا پینا چھوڑ دے جس سے ہلاک ہو جائے تو گنہگار ہوگا اور دُوسرا درجہ ثواب کا ہے کہ اتنی مقدار کھائے جس سے کھڑے ہو کر نماز پڑھی جا سکے اور روزہ سہولت سے رکھ سکے۔ تیسرا درجہ جائز کا ہے اور وہ ۲ کی مقدار پر پیٹ بھرنے کی مقدار تک اضافہ ہے تاکہ بدن میں قوت پیدا ہو۔ اس درجہ میں نہ تو ثواب ہے نہ گناہ ہے معمولی حساب اسمیں ہے بشرطیکہ مال حلال طریقہ سے حاصل ہوا ہو چوتھا درجہ حرام ہے وہ پیٹ بھرنے سے زائد مقدار ہے۔ البتہ اس درجہ میں اگر مقصود روزہ پر قوت ہو کہ کل کو روزہ رکھنا ہے یا یہ غرض ہو کہ مہمان بھوکا نہ رہے تو اس مقدار میں بھی مضائقہ نہیں اور کم کھانیکا ایسا مجاہدہ جس سے فرائض میں نقصان آوے جائز نہیں البتہ اگر اسمیں نقصان نہ آوے تو کم کھانیکا مجاہدہ کرنے میں مضائقہ نہیں کہ اسمیں نفس کی اصلاح بھی ہے اور کھانا بھی رغبت سے کھایا جاتا ہے۔ اسی طرح سے کسی جوان کو کم کھانیکا مجاہدہ تاکہ اُسکی شہوت کا زور ٹوٹ جائے جائز ہے[1]

اس تقسیم میں ۲ پر صاحب دُرمختار وغیرہ نے کلام کیا ہے اور اتنی مقدار کو فرض میں داخل کیا ہے جس سے کھڑے ہو کر نماز پڑھی جا سکے۔ عالمگیری کی اخیر عبارت سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے۔

(۲) عن علی رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رضی من اللہ بالیسیر من الرزق رضی اللہ منہ بالقلیل من العمل (رواہ البیہقی فی الشعب کذا فی المشکوٰۃ)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص حق تعالیٰ شانہٗ سے تھوڑی روزی پر راضی رہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ بھی اُس کی طرف سے تھوڑے عمل پر راضی ہو جاتے ہیں۔

ف اس حدیثِ پاک میں آمدنی کی کمی میں حق تعالیٰ شانہٗ کے ایک خاص احسان پر تنبیہ کی گئی ہے کہ اس صورت میں آدمی کی طرف سے اگر نیکیوں میں کمی ہوتی ہے تو وہ مالک الملک بھی اس کمی کو بخوشی قبول فرمالیتے ہیں اسکے بالمقابل جب اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے عطایا میں افراط ہو اور آدمی کسی چیز میں کمی کو بھی گوارا نہ کرے تو اُس مالک کی طرف سے بھی یہی مُطالبہ ہے کہ پھر اُس کے حقوق کی ادائیگی میں تمہاری طرف سے بھی افراط ہونا چاہئے اور ظاہر ہے کہ جس مُلازم کو تنخواہ مُنہ مانگی دیجائے پھر وہ اپنی منصبی خدمت میں کوتاہی کرے تو اسکی نمک حرامی میں کیا تردد ہے۔ لیکن ہمارا معاملہ اسکے برعکس ہے کہ غرباء کو تو اللہ کی طرف رجوع کرنیکی توفیق بھی ہو جاتی ہے ذکر اور نوافل کیلئے وقت بھی مل جاتا ہے۔ لیکن جہاں چار پیسے ہاتھ میں آئے یا ان کے آنیکے اسباب پیدا ہوئے پھر فرض نماز کے واسطے بھی وقت نہیں ملتا۔ اور قلیل روزی پر قناعت جب حاصل ہو سکتی ہے جب آدمی پانچ باتوں کا اہتمام کرے۔

(۱) اپنے اخراجات میں کمی کرے ضرورت کی مقدار سے زیادہ خرچ نہ کرے عُلماء نے لکھا ہے کہ تنہا آدمی ہو

---

[1] عالمگیریہ

تو اُس کو ایک جوڑا کافی ہے کئی کئی جوڑے بنانیکی ضرورت نہیں ہے ایسے ہی معمولی روٹی سالن پر گذر ہو سکتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو خرچ میں میانہ روی اختیار کرے وہ فقیر نہیں ہوتا۔

(۲) اگر بقدر ضرورت میسر ہو تو آئندہ کی فکر میں نہ پڑے اور حق تعالیٰ شانہٗ کے وعدہ پر اعتماد کرے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے روزی کا ذمہ لے رکھا ہے شیطان آدمی کو ہمیشہ آئندہ کی سوچ میں ڈالے رکھا کرتا ہے کہ کچھ ذخیرہ فنڈ کے طور پر جمع رکھنا چاہئے آدمی کیساتھ حرج بھی لگا ہوا ہے۔ بیماری بھی لگی ہوئی ہے وقتی اخراجات بھی پیش آتے رہتے ہیں پھر تجھے دقت اور مشقت ہوگی اور ان خیالات کی وجہ سے اُس کو مشقت اور آئندہ کے فکر اور سوچ میں پریشان رکھا کرتا ہے اور پھر آدمی کا مذاق اُڑایا کرتا ہے کہ یہ بیوقوف آئندہ کی تکلیف کے ڈر سے جو موہوم ہے اس وقت کی یقینی مشقت اور تکلیف اُٹھا رہا ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ارشاد فرمایا کہ اپنے اُوپر زیادہ غم سوار نہ کرو جو مقدر ہے وہ ہو کر رہیگا اور جتنی روزی تمھاری ہے وہ آکر رہیگی۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے مؤمن بندہ کو روزی اُسجگہ سے عطا فرماتا ہے جہاں سے اُسکا گمان بھی نہ ہو اور قرآنِ پاک میں بھی یہ مضمون وارد ہے۔

(۳) اس امر کو غور کیا کرے کہ تھوڑے پر قناعت میں لوگوں سے استغنار کی کتنی بڑی عزت حاصل ہے اور حرص وطمع میں لوگوں کے سامنے کتنا ذلیل ہونا پڑتا ہے اس کو بہت اہتمام سے غور کیا کرے کہ اُس کو ایک تکلیف ضرور برداشت کرنی ہے یا لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت کی یا اپنے نفس کو لذیذ چیزوں سے روکنے کی۔ اور یہ دُوسری تکلیف جو ہے اس پر اللہ کے یہاں ثواب کا وعدہ بھی ہے اور پہلی میں آخرت کا وبال ہے اسکے علاوہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے میں آدمی انکو حق بات کہنے سے رُک جاتا ہے۔ اکثر دین کے بارے میں مداہنت کرنی پڑتی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی کی عزت اُسکا لوگوں سے استغنار ہے۔ اسی وجہ سے مشہور مقولہ ہے کہ جس سے تُو استغنار کرے تو اُس کا ہمسر ہے (یعنی اُس سے دینے پر مجبور نہیں ہے) اور جس کی طرف احتیاج پیش کرے اُسکا قیدی ہے اور جس پر احسان کرے اُس کا حاکم ہے۔

(۴) دُنیادار مالداروں کے انجام کو سوچا کرے یہود نصاریٰ اور بے دِین ثروت والوں کا انجام سوچے اور انبیار اور اولیار کا انجام سوچے ان کے حالات کو غور سے پڑھے اور تحقیق کرے پھر اپنے نفس سے پوچھے کہ اللہ کے مقرب لوگوں کی جماعت میں شریک ہونا پسند کرتا ہے یا احمقوں اور بے دِین لوگوں کی مشابہت پسند کرتا ہے۔

(۵) مال کے زیادہ ہونے میں جو خطرات پہلے بیان ہو چکے ہیں انکو غور کیا کرے کہ کتنے مصائب اسکی ساتھ ہیں جب آدمی ان پانچوں چیزوں کو غور کرتا رہیگا تو تھوڑے پر قناعت آسان ہو جائیگی۔ [1] حضرت عبداللہ بن عمروؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ وہ شخص فلاح کو پہنچ گیا جو مسلمان ہو اور تھوڑی روزی دیا گیا

[1] احیار

ہو اور حق تعالیٰ شانہ نے اُسکو اسی پر قناعت عطا فرما رکھی ہو حضرت فضالہ بن عبیدؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مُبارک ہے وہ شخص جسکو اسلام لانیکی توفیق ہوگئی ہو اور اُسکی آمدنی بقدرِ ضرورت ہو اور اسپر وہ قانع ہو۔[1]

حضرت ابو الدرداءؓ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب بھی سُورج نکلتا ہے اُسکے دونوں جانب دو فرشتے روزانہ یہ اعلان کرتے ہیں اے لوگو اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ جو مال تھوڑا ہو اور وہ کفایت کرجائے وہ بہتر ہے اُس کثیر مال سے جو اللہ تعالیٰ شانہ کے علاوہ دُوسری طرف مشغول کرے۔

(۱۳) عن معاذ بن جبلؓ انّ رسُول اللہِ صلّی اللہُ علیہ وسلّم لمّا بعث بہ الی الیمن قال ایاک والتنعم فان عباد اللہ لیسوا بالمتنعمین رواہ احمد کذا فی المشکوٰۃ

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو یمن کا حاکم بناکر بھیجا تو یہ ارشاد فرمایا کہ اپنے آپکو ناز و نعمت میں پرورش کرنیسے بچاتے رہنا اسلئے کہ اللہ کے نیک بندے ناز و نعمت میں لگنے والے نہیں ہوتے۔

ف حاکم اور گورنر ہو جانیکے بعد راحت و آرام کے اسباب کثرت سے مہیا ہو ہی جاتے ہیں ہر قسم کی نعمتیں بھی آسانی سے میسر ہو جاتی ہیں۔ اسلئے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ یہ حاکم بنا کر بھیجے جا رہے تھے اس چیز سے بچنے کی خصوصی تنبیہ فرمائی۔ حضورؐ کی وصایا میں اسی طرح حضرات خلفائے راشدین کی وصایا اور احکام میں اس چیز پر خاص طور سے تنبیہیں بڑی کثرت سے کی گئی ہیں۔

حضرت فضالہ بن عبیدؓ امیر معاویہؓ کی طرف سے مصر کے قاضی تھے انکی خدمت میں ایک صحابیؓ کسی حدیث کی تحقیق کیلئے تشریف لے گئے انھوں نے جاکر دیکھا کہ قاضی صاحب کے بال بھی پریشان سے ہیں۔ اور پاؤں بھی ننگے ہیں۔ انھوں نے دریافت کیا کہ تم اس زمین کے حاکم ہو میں تمہارے بالوں کو بکھرا ہوا دیکھ رہا ہُوں۔ حضرت فضالہؓ نے فرمایا کہ حضورؐ نے ہمیں زیب و زینت کی کثرت سے منع فرمایا تھا۔ پھر انھوں نے پُوچھا کہ میں تمھیں ننگے پاؤں دیکھ رہا ہُوں۔ حضرت فضالہؓ نے فرمایا کہ ہمیں حضورؐ کا یہ بھی ارشاد تھا کہ کبھی ننگے پاؤں بھی چلا کریں۔ عبد اللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے بالوں میں روزانہ کنگھا کرنیسے منع فرمایا ہے۔[2]

(۱۴) عن جبیر بن نفیرؓ مرسلاً قال قالَ رسول اللہ صلّی اللہُ علیہ وسلم ما اوحی الی ان اجمع المال واکون من التاجرین ولکن اوحی الی ان سبح بحمد ربّک وکن مِن السّٰجِدین واعبد ربّک حتّٰی یاتیک الیقین ○

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے حق تعالیٰ شانہ نے یہ وحی نہیں بھیجی کہ میں تاجر بنوں اور مال جمع کروں بلکہ یہ وحی بھیجی ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم اپنے پروردگار کی تسبیح اور تحمید کرتے رہو اور نمازیں پڑھنے والوں میں رہو اور اپنے رب کی عبادت

[1] ترغیب [2] ابو داؤد

رواہ فی شرح السنۃ وابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی مسلم کذا فی المشکوٰۃ | کرتے رہو یہاں تک کہ (اسی حالت میں) تم کو موت آجائے۔

ف یہ وحی جسکی طرف اشارہ فرمایا ہے سورۂ حجر کی آخری آیت ہے اور حدیثِ پاک کا یہ مضمون متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے نقل کیا گیا۔ چنانچہ سیوطیؒ نے درمنثور میں حضرت عبداللہ بن مسعود، ابو مسلم خولانی، ابو الدرداء رضی اللہ عنہم اجمعین سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا۔

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ بہترین آدمی دو شخص ہیں ایک وہ جو اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے اللہ کے راستہ میں جان دیدینے کو تلاش کرتا پھرتا ہو۔ دوسرا وہ شخص جسکے پاس چند بکریاں ہوں اور کسی جنگل یا پہاڑی میں (یعنی غیر معروف جگہ جہاں یکسوئی ہو) نماز پڑھتا ہو، زکوٰۃ دیتا ہو اور اپنے مولیٰ کی عبادت میں مشغول رہے یہاں تک کہ اُس کو اسی حال میں موت آجائے آدمیوں کو اُس سے خیر کے سوا کوئی (شر) نہ پہنچے۔ [1]

حق تعالیٰ شانہٗ کے اس پاک ارشاد کی تعمیل جس طرح حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال تک کرکے دکھادی وہ حضورؐ کی سیرت پر نظر رکھنے والوں سے مخفی نہیں اور پھر جتنے جتنے حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے انعامات زیادہ ہوتے تھے اتنا ہی حضورؐ کی طرف سے عبادت میں انہماک زیادہ ہوتا تھا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب سُورۂ فتح نازل ہوئی تو حضورؐ نے عبادت میں اور بھی زیادہ کوشش شروع کردی کسی نے پوچھا یا رسول اللہ اس آیتِ شریفہ میں تو آپکی اگلی پچھلی لغزشیں سب ہی معاف کردی گئیں پھر اتنی مشقت حضورؐ برداشت کرتے ہیں حضورؐ نے فرمایا کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب سُورۂ فتح نازل ہوئی تو حضورؐ نے اتنی طویل نماز کردی کہ پاؤں پر ورم آگیا اور عبادت میں اتنی کثرت کردی کہ سُوکھ کر پُرانی مشک کی طرح سے ہوگئے اور جب وہ عرض کیا گیا جو اُوپر گذرا تو حضورؐ نے وہی جواب ارشاد فرمایا کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں، حضرت حسنؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ عبادت میں اتنی زیادہ کوشش فرماتے تھے کہ پُرانی مشک کی طرح سے بالکل سُوکھ گئے تھے۔ اسکے بعد پھر وہی سوال وجواب ذکر فرمایا حضرت ابوجحیفہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ اتنی لمبی نماز پڑھتے تھے کہ پاؤں مُبارک پھٹ گئے تھے، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر تک نماز میں کھڑے رہتے کہ پاؤں پر ورم آگیا تھا۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث میں کثرت سے اس قسم کے مضمون نقل کئے گئے اور ان میں سے اکثر میں لوگوں کی طرف سے یہی درخواست کہ حضورؐ کیلئے تو معافی کا قطعی ارشاد قرآنِ پاک میں آچکا ہے اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی جواب کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں؟ [2]

---

[1] درمنثور [2] ایضاً

کیا ہم لوگ بھی کبھی اس چیز کو سوچ لیتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کا فلاں خصوصی انعام ہوا ہے اُس کے شکرانہ میں دو رکعت مختصر ہی پڑھ لیں متعدد احادیث میں آیا ہے کہ جب حضورؐ کے پاس کہیں سے فتح کی خبر آتی یا کوئی خوشی کی بات سُننے میں آتی حضورؐ شکر کیلئے سجدہ میں گر جاتے اور ان سب احوال کے باوجود اللہ تعالیٰ شانہ سے خوف کا یہ حال تھا کہ بخاری شریف میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا خدا کی قسم خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ قیامت میں میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائیگا۔ [1] معلوم نہیں کا مطلب یہ ہے کہ تفصیلی احوال کا علم نہیں۔ باافتیار بادشاہ کو حق ہے کہ جو چاہے کرے۔

حضرت اُم درداءؓ نے اپنے خاوند حضرت ابو درداءؓ سے عرض کیا کہ آپ اس طرح مال کی تلاش اور جستجو کیوں نہیں کرتے جس طرح فلاں شخص کرتے ہیں (آخر وہ بھی تو مال کماتے ہیں تم کو اسکی فکر ہی نہیں) حضرت ابو الدرداءؓ نے فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سُنا ہے کہ تمہارے آگے ایک بڑی دُشوار گذار گھاٹی (میدانِ حشر) آنیوالی ہے اُسمیں سے بھاری بوجھ والے (جن کے ذمہ حساب کتاب کا بوجھ ہو سہولت سے) نہیں گذر سکتے اس لئے میرا دِل چاہتا ہے کہ میں اس گھاٹی میں ہلکا رہوں [2] یعنی میرے ذمہ حساب کا زیادہ بوجھ نہ ہو تاکہ میں ہلکا پھلکا اُس میں سے گذر جاؤں۔

اِن حضرات کو بہت ہی خوف اس کا رہتا تھا کہ قیامت میں کیا گُذریگی؟ اسلئے ہر وقت وہاں کی فکر اور تیاری میں مشغول رہتے تھے اور ہم کو ہر وقت دُنیا کا فکر سوار رہتا ہے اور اُس گھاٹی کا خیال بھی نہیں آتا۔ حسّان بن سنانؒ ایک جگہ جارہے تھے راستہ میں ایک مکان نظر پڑ گیا جو پہلے سے وہاں نہ تھا کہنے لگے یہ مکان کب بنا ہے پھر اپنے نفس کو خطاب کر کے کہا تُونے فضول بات کیوں پوچھی، تجھے کس سے کیا غرض تھی کہ یہ کب بنا۔ تجھے ایک سال روزے رکھنے کی سزا دُوں گا۔ ایک سال تک روزے رکھے کہ فضول بات کیوں کی، مالک بن ضیغمؒ کہتے ہیں کہ حضرت رباح قیسیؒ ہمارے گھر عصر کے بعد آئے اور میرے والد کو پُوچھنے لگے کہ کہاں ہیں؟ میں نے کہا سو رہے ہیں۔ کہنے لگے کہ یہ وقت کیا سونیکا ہے۔ یہ کہکر واپس چلے گئے۔ میں نے انکے پیچھے آدمی بھیجا کہ اگر آپ فرماویں تو جگادیں وہ آدمی انکے پیچھے گیا تو وہ اتنے ایک قبرستان میں داخل ہو چکے تھے اور وہاں اپنے آپکو ملامت کر رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے ہاں یہ کیا وقت سونیکا ہے۔ تجھے اس سے کیا مطلب تھا آدمی جس وقت چاہے سووے۔ تجھے کیا خبر تھی کہ یہ سونیکا وقت ہے یا نہیں ہے۔ مجھے بھی اللہ کی قسم کہ تجھے سال بھر تک زمین پر سونے کیلئے نہیں لٹاؤنگا۔ مگر یہ کہ تو بیمار ہو جائے یا تیری عقل جاتی رہے تو مجبوری ہے۔ تیرا ناس ہو تُو کب تک لوگوں پر طعن کرتا رہیگا۔ تو اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئیگا۔ یہ کہتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ وہ قاصد یہ دیکھ کر واپس آگیا اور اُس کی ہمت نہ پڑی کہ ان سے کوئی بات کرے۔

---

[1] مشکوٰۃ [2] ایضاً

حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ ایک صحابیؓ ایک دن اپنے کپڑے اُتار کر سخت گرم ریت میں لوٹ رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ مزہ چکھ لے اور جہنّم کی گرمی اس سے بہت زیادہ سخت ہوگی رات کو مُردار بنا سوتا رہتا ہے دِن کو بیکار پھرتا ہے۔ وہ اسی حال میں تھے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ لیا انکے پاس تشریف لے گئے۔ وہ عرض کرنے لگے حضورؐ میری طبیعت پر ایسا غلبہ اس کا ہوا کیا عرض کروں حضورؐ نے فرمایا تمہیں اسکی ضرورت نہ تھی تمہارے لئے آسمان کے سب دروازے کھول دیئے گئے اور اللہ جل شانہٗ تمہارے ساتھ اپنے فرشتوں سے فخر کر رہے ہیں۔ پھر حضورؐ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اپنے لئے ان سے توشہ لو سبنے ان سے دُعا کی درخواست کی۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ سب کیلئے دُعا کرو۔

حضرت حذیفہ بن قتادہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ جب تمہارا نفس کسی چیز کو چاہے تو تم اسکی کیا صورت اختیار کرتے ہو؟ وہ کہنے لگے کہ مجھے اپنے نفس سے جتنا بغض ہے اتنا ساری دُنیا میں کسی سے بھی نہیں بھلا میں اُسکی خواہش کو کیسے پُورا کرسکتا ہُوں جس سے مجھے اس قدر نفرت ہو۔

حضرت مجمع رحؒ نے ایک مرتبہ کوٹھے کی طرف مُنہ اُٹھایا تو ایک نامحرم عورت پر نگاہ پڑگئی انھوں نے عہد کر لیا کہ اتنے زندہ رہوں گا کبھی سر اُوپر نہیں اُٹھاؤں گا۔

اس کے علاوہ بہت سے واقعات ان حضرات کے امام غزالیؒ نے نقل کئے ہیں جن میں ذراسی معمولی بات بھی اگر ان سے صادر ہوجاتی تھی تو اپنے نفس کو سخت سزا دیتے تھے۔ اور یہ سب کیوں تھا صرف اسی گھاٹی کے ڈر کی وجہ سے جسکا ابو الدرداءؓ نے اپنی بیوی سے ذکر کیا اور ہم سب اُس سے ایسے مطمئن ہیں جیسا کہ وہ گھاٹی ان حضراتِ صحابہ کرامؓ ہی کے راستہ میں آئیگی ہم تو ہوائی جہاز میں سوار ہوکر اُس پر سے گذر جائیں گے ہم لوگ کس قدر اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں کہ بُھول کر بھی اُس گھاٹی کا خیال نہیں آتا۔ اس کے بعد امام غزالیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ تُو اپنے غلام کو (اپنے نوکر کو) اپنی اولاد کو جب ان سے کوئی کوتاہی ہوجاتی ہے سزا دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اگر تنبیہ نہ کی گئی تو وہ بے قابو ہو جائیں گے سرکش ہوجائینگے لیکن اپنے نفس کی کبھی پروا نہیں کرتا کہ یہ سرکش ہوتا جارہا ہے دُوسروں کی سرکشی سے تجھے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا تیرے نفس کی سرکشی سے تجھے نقصان پہنچتا ہے اس لئے کہ دوسروں کی سرکشی سے اگر نقصان پہنچتا ہے تو وہ تیری دُنیا کا نقصان ہے اور تیرے نفس کی سرکشی سے تیری آخرت کو نقصان پہنچ رہا ہے جو کبھی فنا ہونیوالی نہیں ہے اُسکی نعمتیں ختم ہونیوالی نہیں ہیں انکا نقصان کتنا سخت نقصان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلاف میں سے اگر کسی سے آخرت کے کاموں میں کچھ کوتاہی ہوجاتی تھی تو وہ اُسکی تلافی کا انتہائی فکر کرتا تھا۔

حضرت عمرؓ کی ایک مرتبہ عصر کی نماز جماعت سے فوت ہوگئی تو انھوں نے اس کی تلافی میں ایک باغ

جسکی قیمت دو لاکھ درہم تھی صدقہ کر دیا حضرت ابن عمرؓ کی جس دن کسی نماز کی جماعت فوت ہو جاتی تو اُس دن شام کو ساری رات جاگا کرتے تھے۔ ایکدن مغرب کی نماز کو دیر ہو گئی تھی تو دو غلام اُسکی تلافی میں آزاد کئے۔ جب کسی شخص کو عبادات میں سُستی پیدا ہو تو مناسب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے کسی ایسے بندے کی صحبت میں رہے جو عبادت میں زیادہ انہماک سے مشغول ہو اور اگر کسی ایسے کی صحبت میسر نہ آوے تو پھر ایسے لوگوں کے احوال کو عبرت اور غور کی نگاہ سے پڑھا کرے (جن میں سے بہت سے واقعات روض الریاحین میں لکھے ہیں جسکا مختصر اُردو ترجمہ نزہۃ البساتین بھی ہے۔)

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ جب مجھے عبادات میں سُستی ہونے لگتی ہے تو میں حضرت محمد بن واسعؒ کے حالات دیکھتا ہوں اور ایک ہفتہ مسلسل اس عمل کو جاری رکھتا ہوں (اسی طرح دوسرے اولیاء اللہ کی سوانح عمریاں ہیں بشرطیکہ معتبر حضرات کی لکھی ہوئی ہوں) کہ ان لوگوں کے احوال کا دیکھنا اس شوق کے پیدا کرنے کیلئے بہت زیادہ مفید ہے اور یہ چیز بھی سوچنے کی ہے کہ انکی ساری مشقتیں اور محنتیں آخر ختم ہو گئیں لیکن اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انکی نعمتیں انکی راحتیں باقی رہ گئیں جو کبھی بھی ختم ہونیوالی نہیں ہیں۔ کس قدر حسرت ہے ہم جیسوں پر جو ان احوال کو جانتے اور دیکھتے ہوئے بھی دُنیا کمانے میں اور دُنیا کی لذتوں میں مشغول رہتے ہیں اور ان ہمیشہ کے مزے اُڑانیوالوں کے حالات سے بھی نصیحت نہیں پکڑتے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا ارشاد ہے اور بعض لوگوں نے اس کو حضورؐ کا ارشاد بتایا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ایسے لوگوں پر رحم فرمائے جن کو لوگ بیمار سمجھیں اور وہ واقع میں بیمار نہ ہوں۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ انکو عبادت کی کثرت نے مشقت میں ڈال رکھا ہے جس سے لوگ ان کو بیمار سمجھتے ہیں۔ انکا یہ بھی ارشاد ہے کہ میں نے ایسے حضرات کو دیکھا ہے اور انکی صحبتوں میں رہا ہوں جنکو دُنیا کی کسی چیز کے آنے سے خوشی نہ ہوتی تھی، جانے سے رنج نہ ہوتا تھا انکی نگاہ میں دُنیا کے مال و متاع کی حقیقت اُس مٹی سے زیادہ ذلیل تھی جو جُوتوں میں لگی رہتی ہے۔ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ عمر بھر میں کبھی نہ انکا کوئی کپڑا اٹے ہو کر رکھا گیا، نہ کبھی کسی کھانیکی چیز کے پکانیکی فرمائش کی، نہ کبھی سونے کیلئے ان کو بسترہ کی ضرورت ہوئی زمین پر لیٹے سو گئے۔ زمین کے اور انکے درمیان میں کوئی چیز بھی آڑ نہ ہوتی تھی۔ وہ لوگ اللہ کی کتاب پر عمل کرنیوالے تھے اُس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کا اتباع کرنیوالے تھے جب رات ہو جاتی تو ساری رات یا پاؤں پر (نماز میں) کھڑے رہتے یا زمین پر اپنے مُنہ کو (سجدہ میں) بچھا دیتے اور انکی آنکھوں سے انکے رخساروں پر آنسوؤں کی لڑی بندھی رہتی رات بھر اپنے رب سے باتیں کرتے رہتے (صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نمازی آدمی اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتا ہے) عذاب سے نجات کو اپنے مولیٰ سے مانگتے رہتے جب کوئی نیک کام ان سے ہو جاتا اُس پر اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ادا کرتے اس سے خوش ہوتے اور اُسکے قبول کی دُعا کرتے، جب کوئی بُری بات ہو جاتی اس سے بہت رنجیدہ ہوتے، اللہ سے توبہ کرتے، معافی کی دُعا اور استغفار کرتے اسی حال میں انھوں نے اپنی عمریں گذار دیں

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب بیمار ہوئے تو ایک مجمع انکی عیادت کیلئے گیا ان میں ایک نوجوان نہایت کمزور زرد رنگ دُبلا پتلا بھی تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے دریافت فرمایا تمھارا یہ کیا حال ہو رہا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ اعذار اور بیماریاں لاحق ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ نہیں صحیح بات بتاؤ۔ وہ کہنے لگے کہ میں نے دُنیا کا مزہ چکھا وہ بہت ہی کڑوا نکلا، اُسکی رونق، اُسکی حلاوت اُس کا لُطف، اُسکی راحت میری نگاہ میں بہت ہی ذلیل ہوگئی، اُسکا سونا اور اُس کا پتھر میری نگاہ میں بالکل برابر ہے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کا عرش گویا ہر وقت میرے سامنے رہتا ہے اور میدانِ حشر میں ایک جماعت کا جنت کی طرف جانا دُوسری جماعت کا جہنم میں پھینکا جانا میری نگاہ کے گویا سامنے رہتا ہے جسکی وجہ سے میں سارے دِن اپنے کو (روزہ میں) پیاسا رکھتا ہُوں اور ساری رات (اللہ کی یاد میں) جاگتا رہتا ہُوں اور یہ دونوں چیزیں بھی اللہ تعالیٰ کے ثواب اور عذاب کے مُقابلہ میں کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتیں۔ حضرت داؤد طائیؒ روٹی کے ٹکڑے پانی میں بھیگے ہوئے پی لیا کرتے تھے، روٹی نہ کھاتے تھے کسی نے ان سے اسکی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ اسکے پینے میں اور روٹی چبا کر کھانے میں قرآنِ پاک کی پچاس آیتوں کا حرج ہوتا ہے۔ ایک دن انکے گھر میں کوئی شخص آیا وہ کہنے لگا کہ آپکے حُجرہ کی کڑی ٹوٹ گئی وہ فرمانے لگے کہ میں نے بیس برس سے اس کی چھت نہیں دیکھی۔

یہ حضرات جیسے فضول بات کرنے سے احتراز کرتے تھے ایسے ہی اِدھر اُدھر فضول دیکھنے سے بھی بچتے تھے۔

محمد بن عبدالعزیزؒ کہتے ہیں کہ میں احمد بن رزینؒ کے پاس صُبح سے عصر تک رہا میں نے انکو اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے نہیں دیکھا کسی نے ان سے اسکے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آنکھیں اسلئے دی ہیں کہ ان سے اُسکی عظمت اور بڑائی کی چیزوں کو عبرت کی نگاہ سے دیکھے جب یہ نہ ہو تو وہ دیکھنا خطا ہے۔ حضرت مسروقؒ کی بیوی کہتی ہیں کہ مسروقؒ کی پنڈلیوں پر رات بھر نماز میں کھڑے رہنے سے ورم آجاتا تھا جب وہ نماز میں منہمک ہوتے تو میں ان کے پیچھے بیٹھی ہوئی ان کی حالت پر ترس کھا کر روتی رہتی تھی۔

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ اگر دُنیا میں تین لذت کی چیزیں نہ ہوتیں تو میرے لئے اس دُنیا میں ایک دن جینا بھی گوارہ نہ تھا۔ ایک سخت گرمی کے دِن دوپہر کے وقت (روزہ میں) پیاسے رہنے کی لذت۔ دُوسرے آخری شب میں سجدہ کرنے میں جو لُطف آتا ہے اُسکی لذت۔ تیسری ایسے بزرگوں کی صحبت جن کو باتوں میں سے عمدہ میوے ایسے چُنے جاتے ہیں جیسے باغ میں سے عمدہ عمدہ پھل چھانٹ کر چُنے جاتے ہیں۔ اسود بن یزیدؒ عبادت میں اتنی مشقت اُٹھاتے اور گرمیوں کی شدت میں روزے رکھتے کہ ان کا بدن کالا پڑ گیا تھا۔ علقمہ بن قیسؒ نے ان سے پُوچھا کہ آپ اپنے بدن کو اس قدر عذاب کیوں دیتے ہیں؟ فرمانے لگے (قیامت میں) اُسکے اعزاز کیلئے۔ یعنی یہ مشقت اس لئے اُٹھاتا ہُوں کہ قیامت کے دِن اس بدن کو اعزاز نصیب ہو جائے۔ ایک بُزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ وُہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز کھڑے ہو کر پڑھتے جب پاؤں رہ جاتے یعنی کھڑے ہونے سے عاجز

ہوجاتے تو ایک ہزار رکعت بیٹھکر پڑھتے اور عصر کے بعد عاجزی سے بیٹھکر کہتے یا اللہ اس مخلوق پر بڑی حیرت ہے کہ کس طرح انھوں نے تیرا بدل دُوسری چیزوں کو بنالیا کیسی تعجب کی بات ہے انکا دِل تیرے سوا کسی چیز سے کِس طرح مانوس ہوتا ہے۔ بلکہ تعجب کی بات یہ ہے کہ تیرے ذکر کے سوا کوئی دُوسری چیز انکے دِل میں کس طرح چمکتی ہے

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سری سقطیؒ سے زیادہ عبادت کرنیوالا کسی کو نہیں دیکھا اٹھانوے۹۸ برس تک کسی نے ان کو مرض الموت کے علاوہ لیٹے ہوئے نہیں دیکھا۔

حضرت ابو محمد جریریؒ نے مکہ مکرمہ میں ایک سال کا اعتکاف کیا جس میں نہ تو بالکل سوئے نہ بات کی، نہ کسی لکڑی یا دیوار پر سہارا لیا یا ٹیک لگائی حضرت ابو بکر کتانیؒ نے ان سے پُوچھا کہ اس مجاہدہ پر تمھیں کس چیز سے قدرت حاصِل ہوئی؟ وہ فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے میرے باطن کی پختگی کو دیکھا اُس نے میرے ظاہر کو اس پر قدرت عطا فرمادی حضرت ابو بکر کتانیؒ نے یہ سُنکر سوچ اور فکر میں گردن جُھکالی اور تھوڑی دیر کچھ سوچتے رہے پھر اسی سوچ و فکر میں چلے گئے۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں حضرت فتح بن سعید موصلیؒ کے پاس سے گذرا وہ دونوں ہاتھ پھیلائے رو رہے تھے اور ان کے آنسو انگلیوں کے بیچ میں کو نیچے گر رہے تھے اور وہ زرد تھے (یعنی آنسوؤں میں خون کی آمیزش تھی)، میں نے ان سے قسم دیکر پُوچھا کہ یہ خون کے آنسو کس صدمہ سے گر رہے ہو (خیر تو ہے کیا آفت آگئی)، وہ فرمانے لگے کہ اگر تم قسم نہ دیتے تو میں نہ بتاتا۔ ہاں میں اس پر رو رہا ہوں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہٗ کا جو حق مجھ پر تھا اُسکو ادا نہیں کیا۔ میں نے کہا کہ خون کیوں آگیا۔ کہنے لگے اس خوف سے کہ میرا یہ رونا کہیں غیر معتبر اور جھوٹا (نفاق سے) نہ ہو وہ شخص کہتے ہیں کہ جب انکا انتقال ہوگیا تو میں نے انکو خواب میں دیکھا میں نے ان سے پُوچھا کہ آپکے ساتھ کیا معاملہ ہوا فرمایا کہ میری مغفرت ہوگئی۔ میں نے پُوچھا کہ تمھارے آنسوؤں کا کیا حشر ہوا فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے مجھے اپنے قریب فرماکر ارشاد فرمایا کہ یہ آنسو کیسے تھے؛ میں نے عرض کیا اسپر رنج تھا کہ آپکا جو حق مجھ پر واجب ہے وہ میں ادا نہ کرسکا ارشاد ہوا کہ خون کیوں تھا۔ میں نے عرض کیا اس خوف سے کہ یہ رونا جھوٹا نہ ہو غیر معتبر نہ ہوجائے۔ ارشاد ہوا کہ آخر تُو اس سب سے کیا چاہتا تھا۔ میری عزت کی قسم تیرے کراماً کاتبین چالیس سال سے تیرے اعمال کا صحیفہ ایسا لارہے ہیں کہ ان میں کوئی خطا لکھی ہوئی نہیں ہوتی۔

عبدالواحد بن زیدؒ کہتے ہیں کہ میرا گذر ایک گرجا پر ہوا وہاں ایک راہب (دُنیا سے منقطع) رہتا تھا میں نے اُس کو راہب کہکر آواز دی وہ نہ بولا، پھر دُوسری دفعہ پُکارا پھر بھی نہ بولا، پھر تیسری دفعہ جب میں نے پکارا تو وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں راہب نہیں ہوں۔ راہب وہ شخص ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ شانہٗ سے ڈرتا ہو اُسکی کبریائی میں اُسکی تعظیم کرتا ہو اُسکی بلاؤں پر صبر کرتا ہو پھر اُسکے تقدیری فیصلوں پر راضی ہو اُسکی نعمتوں پر شکر کرتا ہو اُسکی عظمت کے سامنے تواضع سے رہتا ہو۔ اُسکی عزت کے مقابلہ میں اپنے کو ذلیل

رکھتا ہو، اُسکی قدرتِ کاملہ کا اطاعت کرنیوالا ہو، اُسکی ہیبت سے عاجزی کرتا ہو، اُس کے حساب اور اُس کے عذاب کی ہر وقت فکر میں رہتا ہو، دِن میں روزہ رکھتا ہو، رات کو بیدار رہتا ہو، جہنّم کے خوف نے اور میدانِ حشر کے سوال نے اُسکی نیند اُڑادی ہو جس میں یہ باتیں ہوں وہ راہب ہے۔ میں تو ایک ہڑکایا کتا ہوں، اس وجہ سے یہاں بیٹھ گیا ہوں کہ کہیں کسی کو کاٹ نہ کھاؤ۔ میں نے اُس سے پُوچھا کیا بات ہے کہ لوگ حق تعالیٰ شانہٗ کی بڑائی کو جانتے ہیں پھر بھی اُس سے اُن کا رشتہ ٹوٹا ہوا ہے۔ اُس نے کہا کہ صرف دُنیا کی محبّت نے اور اُسکی زیب و زینت نے ان کا رشتہ توڑ رکھا ہے۔ دُنیا گناہوں کا گھر ہے سمجھ دار اور عاقل وہ شخص ہے جو اس کو اپنے دِل سے پھینکدے اور اللہ جل شانہٗ کی طرف متوجہ ہو جائے اور ایسے کام اختیار کرے جو اللہ تعالیٰ شانہٗ کے قریب کر دیں۔

حضرت اویس قرنیؒ جو مشہور بُزرگ ہیں کسی دِن فرماتے کہ آج کی رات رکوع کرنےکی ہے پس تمام رات رکوع میں گذار دیتے۔ پھر کہتے کہ آج کی رات سجدہ کی ہے تو تمام رات ایک سجدہ میں گذار دیتے۔ جب عُتبہ غلام تائب ہوئے تو کھانے پینے کی ذرا بھی پروانہ کرتے تھے۔ انکی ماں نے ایک مرتبہ ان سے کہا اپنے نفس پر رحم کھا کچھ راحت بھی لے لیا کر۔ کہنے لگے کہ اُس پر رحم کھانے ہی کیلئے یہ سب کچھ کر رہا ہُوں تھوڑے دِن کی مشقت ہے پھر ہمیشہ ہمیشہ راحت ہی لینا ہے۔ عبداللہ بن داؤدؒ کہتے ہیں کہ یہ (بُزرگ حضرات) جب کوئی ان میں چالیسؔ سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو وہ بستر اُٹھا کر لپیٹ دیتا ہے یعنی پھر سونیکا نمبر ختم ہو جاتا ہے حضرت کہمس بن حسنؒ ہر رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے اور اپنے نفس کو خطاب کر کے کہتے کہ اے ہر بُرائی کی جڑ (نماز کیلئے) کھڑا ہو جا۔ جب ضعف بہت زیادہ ہو گیا تو روزانہ پانچسو رکعتیں کر دی تھیں اور اس پر رویا کرتے تھے کہ میرا آدھا عمل جاتا رہا۔ حضرت ربیعؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت اویس قرنیؒ کے پاس آیا وہ صبح کی نماز پڑھ کر تسبیح پڑھنے میں مشغول ہو گئے تھے مجھے خیال ہوا کہ اس وقت ان کا حرج ہو گا میں فراغت کے انتظار میں بیٹھ گیا وہ اسی حال میں بیٹھے پڑھتے رہے یہانتک کہ ظہر کا وقت ہو گیا وہ ظہر کی نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے اور عصر تک نماز پڑھتے رہے پھر عصر کی نماز سے فارغ ہو کر اُسی جگہ مغرب تک بیٹھے رہے۔ پھر مغرب کی نماز پڑھی، عشاء کی نماز پڑھی، پھر صُبح تک وہیں جمے رہے دُوسرے دِن صُبح کی نماز کے بعد بیٹھے تھے اسی حال میں کچھ غنودگی سی آگئی چونک کر کہنے لگے یا اللہ ایسی آنکھ سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں جو بار بار سوتی ہو اور ایسے پیٹ سے پناہ مانگتا ہوں جو بھرتا ہی نہ ہو۔ میں یہ سب حالت دیکھکر وہاں سے یہ کہہ کر چلا آیا کہ مجھے تو عبرت کے واسطے یہی کافی ہے جو میں نے دیکھ لیا۔

احمد بن حربؒ کہتے ہیں تعجب تو اُس شخص پر ہے جس کو یہ معلوم ہے کہ آسمانوں پر اُس کیلئے جنّت کو آراستہ کیا جا رہا ہے اور اُس کے نیچے جہنّم بھڑکائی جا رہی ہے ان دونوں کے درمیان اُسکو کیسے

نیند آتی ہے۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے پاس گیا وہ عشاء کی نماز کے بعد اپنی عبا میں لپٹ کر ایک کروٹ لیٹے اور صبح تک اُسی طرح لیٹے رہے نہ تو حرکت کی نہ کروٹ بدلی صبح کو اُٹھکر بغیر وضو کئے نماز پڑھ لی میں نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر رحم کرے ساری رات لیٹے سوتے رہے اور بغیر وضو ہی نماز پڑھ لی۔ فرمانے لگے کہ میں ساری رات کبھی جنت کے باغوں میں دوڑتا تھا کبھی جہنم کی گھاٹیوں میں، ایسی حالت میں نیند کہاں آسکتی تھی؟

کہتے ہیں کہ ابوبکر بن عیاشؒ چالیس ۴۰ برس تک بستر پر نہیں لیٹے اور اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اس کھڑکی (کوٹھری) میں گناہ نہ کرنا میں نے اس میں بارہ ہزار قرآن پاک ختم کئے ہیں۔ جب اُنکا انتقال ہونے لگا تو مکان کے ایک کونہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس کونہ میں میں نے چوبیس ہزار قرآن ختم کئے ہیں۔

حضرت سمنونؒ پانچسو رکعت نفل روزانہ پڑھتے تھے۔ انہیں کا ایک قصہ علامہ زبیدیؒ نے لکھا ہے کہ بغداد میں ایک شخص نے چالیس ہزار درم فقراء پر تقسیم کئے سمنونؒ فرمانے لگے کہ درم تو ہمارے پاس ہیں نہیں چلو ہم ہر درم کے بدلہ ایک رکعت نماز پڑھ لیں یہ کہکر مدائن گئے اور وہاں چالیس ہزار رکعتیں پڑھیں۔ ابوبکر مطوعیؒ کہتے ہیں کہ میرا معمول اپنی جوانی میں اکتیس ۳۱ ہزار یا چالیس ہزار مرتبہ راوی کو شک ہے روزانہ قل ہو اللہ شریف پڑھنے کا تھا۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں عامر بن عبد القیسؒ کے ساتھ چار مہینے رہا میں نے انکو دن میں یا رات میں سوتے نہیں دیکھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ صبح کی نماز پڑھا کر دائیں جانب مُنہ کرکے بیٹھے آپ پر رنج کا اثر بہت تھا طلوعِ آفتاب تک آپ بیٹھے رہے اسکے بعد ہاتھ کو (افسوس کیساتھ) پلٹ کر فرمایا خدا کی قسم میں نے حضورؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو دیکھا آج کوئی بات بھی انکی مشابہت کی نہیں دیکھتا۔

وہ حضرات اس حالت میں صبح کرتے تھے کہ انکے بال بکھرے ہوئے ہوتے، چہرے غبار آلود اور زرد ہوتے تھے وہ ساری رات اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں پڑے رہتے تھے یا اُسکے سامنے کھڑے قرآن پاک پڑھتے رہتے تھے کھڑے کھڑے کبھی ایک پاؤں پر سہارا دے لیتے تھے، کبھی دوسرے پاؤں پر جب وہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کا ذکر کرتے تھے تو ایسے (مزے میں) جھومتے تھے جیسے کہ ہواؤں میں درخت حرکت کرتے ہیں اور (اللہ تعالیٰ شانہٗ کے شوق اور خوف سے) انکی آنکھوں سے اتنے آنسو بہتے کہ ان کے کپڑے تر ہوجاتے تھے۔ اب لوگ بالکل ہی غفلت میں رات گذار دیتے ہیں۔

حضرت ابو مسلم خولانیؒ نے ایک کوڑا اپنے گھر کی مسجد میں لٹکا رکھا تھا اور اپنے نفس کو خطاب کرکے کہا کرتے کہ اُٹھ کھڑا ہو میں تجھے (عبادت میں) اچھی طرح گھسیٹوں گا یہانتک کہ تو تھک جائیگا میں نہیں تھکوں گا اور جب ان پر کچھ سُستی ہوتی تو اُس کوڑے کو اپنی پنڈلیوں پر مارتے اور فرماتے

کہ یہ پنڈلیاں پٹنے کیلئے میرے گھوڑے کی بہ نسبت زیادہ مستحق ہیں۔ یہ بھی کہا کرتے کہ صحابہ کرامؓ یوں سمجھتے ہیں (کہ جنت کے سارے درجے) وہی اُڑا کر لیجائیں گے نہیں ہم ان سے (ان درجوں میں) اچھی طرح مزاحمت کریں گے تاکہ انکو بھی معلوم ہوجائے کہ وہ بھی اپنے پیچھے مردوں کو چھوڑ کر آئے ہیں۔

حضرت قاسمؒ بن محمد بن ابی بکر فرماتے ہیں کہ میں ایک دِن صُبح کو اپنی پھوپی حضرت عائشہؓ کی خدمت میں سلام کیلئے حاضر ہوا۔ وہ چاشت کی نماز پڑھ رہی تھیں اور یہ آیۃ شریفہ پڑھ رہی تھیں فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ (طور ع ۱) ترجمہ:"پس احسان کیا حق تعالیٰ شانہٗ نے ہم پر پس ہم کو جہنم کے عذاب سے بچالیا"۔ حضرت عائشہؓ اس آیہ شریفہ کو بار بار پڑھتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں۔ قاسمؒ کہتے ہیں کہ میں بہت دیر تک تو انتظار کرتا رہا پھر مجھے خیال آیا کہ میں اتنے بازار ہو آؤں ضروریات سے فارغ ہو کر واپسی میں سلام کرتا جاؤنگا۔ میں بازار چلا گیا اور وہاں سے فراغت کے بعد جب میں واپس آیا تو وہ اُسی طرح کھڑی ہوئی اسی آیت کو پڑھ رہی تھیں اور رو رہی تھیں۔

محمد بن اسحٰقؒ کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن الاسودؒ حج کیلئے جب آئے تو انکے ایک پاؤں میں تکلیف تھی وہ عشاء کے بعد صرف ایک پاؤں کے سہارے کھڑے ہوئے اور صبح تک ایک ہی پاؤں پر کھڑے نفل پڑھتے رہے۔ حتّٰی کہ اسی وضو سے صُبح کی نماز پڑھ لی۔ ایک بُزرگ کہتے ہیں کہ مجھے موت سے صرف اس لئے ڈر لگتا ہے کہ پھر تہجد کی نماز جاتی رہے گی۔ اور وہ لُطف جو اس نماز میں آتا ہے وہ ختم ہو جائے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا ارشاد ہے کہ صلحاء کی علامت رات کے جاگنے سے چہروں کا زرد ہو جانا اور راتوں کو رونے کی وجہ سے آنکھوں کا چوندھا ہو جانا اور روزوں کی کثرت سے ہونٹوں کا خشک ہو جانا ہے۔ ان کے چہرے خوف زدہ رہتے ہوں۔ حضرت حسن بصریؒ سے کسی نے پوچھا کہ عبادت کی کثرت کرنیوالوں کے چہرے ایسے خوبصورت کس طرح ہو جاتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ جب وہ تنہائی میں رحمان کیساتھ مشغول ہوتے ہیں تو وہ رحمت والا اپنے نور کا سایہ ان پر ڈالدیتا ہے۔ حضرت قاسم بن راشدؒ کہتے ہیں کہ زمعہؒ ہمارے قریب محصّب میں (جو مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ ہے) ٹھیرے ہوئے تھے انکے ساتھ ان کی بیوی اور بیٹیاں بھی تھیں وہ راتکو بہت لمبی نماز پڑھتے رہتے جب پچھلا پہر ہو جاتا تو وہ زور سے آواز دیتے اے مُسافرو! کیا رات بھر سوتے ہی رہو گے اُٹھو چلو۔ اس آواز پر سب کے سب جاگ جاتے کوئی وضو کر رہا ہے، کوئی نماز پڑھ رہا ہے، کوئی کسی کونے میں بیٹھا رو رہا ہے، کوئی قرآنِ پاک پڑھ رہا ہے جب صُبح ہو جاتی تو وہ فرماتے کہ رات کے چلنے والے صُبح کو ٹھیرا یا کرتے ہیں۔

ایک بُزرگ کہتے ہیں کہ میں بیت المقدس کے پہاڑوں میں جا رہا تھا۔ ایک جگہ پہنچکر میں نے ایک آواز سُنی میں اُس آواز کی طرف چلدیا دیکھا کہ ایک سبزہ ہے وہاں ایک درخت ہے اُسکے نیچے ایک

شخص کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ آیۃ بار بار پڑھتے ہیں۔ یَوْمَ تَجِدُ کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَھَا وَبَیْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِیْدًا ۚ وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ (آل عمران ع ۳) جس دن ہر شخص اپنے اچھے کاموں کو جو اُسنے دُنیا میں کئے ہوں گے، سامنے لایا ہوا پائیگا اور اپنے بُرے کاموں کو بھی سامنے لایا ہوا پائیگا) اور اس بات کی تمنا کرتا ہوگا۔ کاش اس دن کے درمیان اور اُس آدمی کے (یعنی میرے) درمیان بہت بڑی دُور دراز کی مسافت حائل ہوجاتی (کہ یہ بُرے اعمال اُسکے سامنے نہ آتے) اور تم کو اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنے سے ڈراتا ہے۔ (اُس کے مطالبہ اور حساب اور عذاب سے بہت اہتمام سے ڈرتے رہو) یہ بُزرگ کہتے ہیں کہ میں چُپکے سے ان کے پیچھے بیٹھ گیا وہ بار بار اسی آیۃ شریفہ کو پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے اتنے میں انھوں نے زور سے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوکر گر گئے مجھے بہت قلق ہوا کہ یہ میری نحوست سے بیہوش ہوکر گر گئے بہت دیر میں انکو ہوش آیا تو وہ کہنے لگے اے اللہ میں تجھ ہی سے پناہ مانگتا ہُوں جھوٹے طور پر کھڑے ہوکر رونیوالوں سے (گویا انھوں نے اپنے اس پڑھنے اور رونے کو نفاق کا رونا قرار دیا) اور اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہُوں بیہودہ لوگوں کے اعمال سے (کہ میرا یہ پڑھنا اور رونا لغو آدمیوں کا پڑھنا ہے کہ میری برابر دُوسرا کون بیہودہ ہوگا) اے اللہ میں تجھ سے غافل لوگوں کے اعراض سے پناہ مانگتا ہُوں (کہ یہ میرا فعل بھی غفلت کیساتھ ہو رہا ہے) پھر کہنے لگے یا اللہ ڈرنے والوں کے دِل تیری ہی طرف عاجزی کرتے ہیں اور نیک عمل میں کوتاہی کرنیوالے تیری ہی (رحمت کی) طرف اُمّیدیں لگاتے ہیں عارف لوگوں کے دِل تیری ہی بڑائی کے سامنے ذلیل ہوتے ہیں۔ اسکے بعد انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ جھاڑے (جیسا کہ مٹّی وغیرہ ہاتھ کو لگ جائے جھاڑے جاتے ہیں) اور فرمایا مجھے دُنیا سے کیا کام اور دُنیا کو مجھ سے کیا کام۔ اے دُنیا تو اپنے بیٹوں کے پاس چلی جا، تو اپنی نعمتوں کے قدر دانوں کے پاس چلی جا تو اپنے عاشقوں کے پاس چلی جا اُنھیں کو دھوکہ میں ڈال (مجھے دِق نہ کر) پھر کہنے لگے پہلے زمانوں والے کہاں چلے گئے؟ سب کے سب مٹّی میں مل گئے بوسیدہ ہوکر خاک میں رَل گئے اور جو جو زمانہ گذر رہا ہے لوگ فنا ہوتے جارہے ہیں۔ میں نے ان بُزرگ سے کہا کہ میں بڑی دیر سے آپکے فارغ ہونیکے انتظار میں بیٹھا ہُوں فرمانے لگے ایسے شخص کو فراغت کہاں ہوسکتی ہے جس کو وقت ختم ہونیکا فکر ہو رہا ہے وہ جلدی کرتا ہے کہ وقت ختم ہونیسے پہلے پہلے کچھ کرلوں اور وقت جلدی کر رہا ہے کہ میں کسی طرح جلدی ختم ہوجاؤں وہ کیسے فارغ ہوسکتا ہے جس کو وقت گذر جانیسے موت کے جلدی آجانیکا فکر سوار ہو وہ کیسے فارغ ہوسکتا ہے جس کے اوقات تو گذرتے جارہے ہوں اور ان گذرے ہوئے اوقات میں جو گُناہ کئے ہیں وہ اسکے حساب میں جمع ہوں پھر وہ حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگے تُو ہی میری اس مُصیبت کیلئے (یعنی جو گناہ میرے حساب میں جمع ہوگئے) اور ہر آنیوالی مُصیبت کیلئے پناہ کی جگہ ہے (تیری ہی رحمت سے بیڑا پار ہوسکے گا) پھر

تھوڑی دیر اسمیں مشغول رہے پھر قرآن پاک کی دوسری آیۃ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ○ (زمر ع ۵) ترجمہ:۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کیساتھ وہ معاملہ پیش آئیگا جس کا انکو گمان بھی نہ تھا یہ ایک آیۃ شریفہ کا ٹکڑا ہے پوری آیۃ شریفہ یہ ہے وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ○ (زمر رکوع ۵) اور اس آیۃ شریفہ کا ترجمہ یہ ہے کہ "جن لوگوں نے (دنیا میں) ظلم کیا تھا (یعنی کفر و شرک وغیرہ کیا تھا جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ شرک کرنا ظلم عظیم ہے) اگر انکے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں اور ان سب کیساتھ اتنی ہی چیزیں اور بھی ہوں تو وہ لوگ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھوٹ جانے کیلئے (بے تردد) ان سبکو فدیہ میں دیدیں (لیکن فدیہ اس دن قبول نہیں ہے جیسا کہ سورہ بقرہ میں کئی جگہ اور سورہ مائدہ میں گذرا) اور (ان لوگوں کیساتھ) خدا تعالیٰ کی طرف سے وہ معاملہ پیش آئیگا جس کا انکو وہم اور گمان بھی نہ تھا" (کہ اتنی سختی ہو بھی سکتی ہے اسجگہ کئی آیتیں اس مضمون کے مناسب ہیں) غرض ان بزرگ نے یہ آیۃ شریفہ پڑھی اور پہلے سے بہت زیادہ زور سے چلائے اور بیہوش ہو کر اس طرح گرے کہ میں نے یہ سمجھ لیا کہ جان نکل گئی۔ میں انکے قریب پہنچا تو وہ تڑپ رہے تھے بہت دیر کے بعد افاقہ ہوا تو وہ یہ کہہ رہے تھے یا اللہ میں جب (قیامت میں) آپکے سامنے کھڑا ہوں تو محض اپنے فضل سے میری برائیاں معاف کر دیجیو اور (اپنی ستاری کے) پردہ میں مجھے چھپا لیجیو اور صرف اپنے کرم سے میرے گناہ معاف کر دیجیو۔ میں نے ان سے کہا کہ جس (پاک ذات) کی رحمت کی تم امید کر رہے ہو اسی کے واسطے سے میری یہ درخواست ہے کہ ذرا مجھ سے بات کر لیجئے وہ فرمانے لگے کہ تجھے ایسے شخص سے بات کرنا چاہئے جس کے کلام سے تجھے نفع پہنچے اور جس شخص کو اسکے گناہوں نے ہلاک کر رکھا ہو (یعنی میں) ایسے شخص سے بات کرنا چھوڑ دے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں اسجگہ اللہ جانے کتنے عرصہ سے شیطان سے لڑ رہا ہوں۔ میں اس سے لڑائی میں مشغول ہوں اور وہ مجھ سے لڑنے میں مشغول ہے (کہ وہ مجھکو اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف توجہ سے ہٹانے کی ہر وقت کوشش میں لگا رہتا ہے) اس کو ابتک تیرے سوا کوئی صورت ایسی نہ ملی جس سے وہ مجھے اس چیز سے ہٹا دیتا جس میں میں مشغول ہوں (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ سے) پس تو مجھ سے دور ہو جا تو (شیطان کے) دھوکہ میں پڑا ہوا ہے۔ تو نے میری زبان کو مناجات سے معطل کر دیا اور میرے دل کو (حق تعالیٰ شانہٗ سے ہٹا کر) اپنی بات کی طرف متوجہ کر لیا میں اللہ تعالیٰ شانہٗ سے تیرے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور اس پاک ذات سے اسکی بھی امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے غصہ سے مجھے پناہ عطا فرمائے گا۔ یہ صاحب جو بات کرنا چاہتے تھے کہتے ہیں مجھے یہ ڈر ہوا کہ میں نے انکی حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے توجہ کو ہٹا دیا ہے ایسا نہ ہو کہ مجھ پر اس بات کی وجہ سے کوئی عذاب نازل ہو جائے اسلئے میں انکو اسی جگہ چھوڑ کر چلا آیا۔ حضرت کرز بن وبرہؒ ہر روز تین قرآن شریف

ختم کیا کرتے تھے اور اس کے علاوہ عبادات میں ہر وقت منہمک رہتے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ آپنے اپنے نفس کو بڑی محنت میں ڈالدیا۔ فرمانے لگے کہ ساری دُنیا کی عمر کتنی ہے۔ اُسنے عرض کیا سات ہزار برس۔ فرمایا قیامت کا دِن کتنا ہے۔ عرض کیا پچاس ہزار برس۔ فرمانے لگے کیونکر تم میں سے کوئی شخص اس سے عاجز رہ سکتا ہے کہ دِن کے ساتویں حصّہ میں محنت کرے تاکہ سارے دِن راحت سے رہے (یعنی اگر کسی شخص کو صرف ۳½ گھنٹہ محنت کرکے سارا دِن راحت کا ملے تو کون چھوڑ سکتا ہے)، پس اگر قیامت کے دِن کی راحت کیلئے کوئی دُنیا کی پُوری زندگی سات ہزار برس محنت کرے تب بھی بڑے نفع کا سودا ہے چہ جائیکہ آدمی کی عمر دُنیا کی تمام عمر میں سے بھی بہت تھوڑا سا حصّہ ہے اور آخرت کی زندگی قیامت کے دِن کے بعد بھی بے انتہا ہے۔

یہ چند قصّے نمونہ کے طور پر ذکر کئے گئے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تھی پہلے زمانہ کے بزرگوں کی عادت اور خصلت اگر تیرا متمرد نفس عبادت خود نہیں کر سکتا تو ان مرِٹنے والوں کے احوال میں غور کر اور یہ غور کر کہ ان اکابر کا اقتدار اور ان بزرگوں کی جماعت میں شامل ہونا بہتر ہے جو دِین کے حکیم اور آخرت میں بصیرت رکھنے والے عقلمند تھے۔ یا اپنے زمانہ کے ان جاہل بیوقوفوں کا اقتدار بہتر ہے جو دِین سے غافل ہیں ایسا ہرگز نہ کرکہ عقلمندوں کا اتباع چھوڑ کر احمقوں کا اتباع کرے اگر تجھے یہ وہم ہو کہ یہ قوی لوگ تھے انکا اقتدار مشکل ہے تو پھر چند عورتوں کے حالات بھی سُن لے اور تو مرد ہو کر اس سے تو عاجز نہ بن کہ عورتوں جیسا بھی نہ ہو تو ہی غور کر وہ مرد کتنا خسیس ہے جو دِین میں عورتوں کا بھی ساتھ نہ دے سکے۔ اب غور سے سُن۔

حضرت حبیبہؒ عدویہ جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو جاتیں تو اپنے کپڑوں کو اپنے اُوپر اچھی طرح لپیٹ کر چھت پر کھڑی ہو جاتیں اور دُعا میں مشغول ہو جاتیں اور کہتیں یا اللہ ستارے چھٹک گئے اور لوگ سو گئے بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر دیئے اور ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ تخلیہ میں چلا گیا اور میں تیرے سامنے کھڑی ہوں یہ کہکر نماز شروع کر دیتیں اور ساری رات نماز پڑھتیں جب صُبح صادق ہو جاتی تو کہتیں یا اللہ رات چلی گئی اور دِن کا چاندنا ہو گیا کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ میری یہ رات تُو نے قبول فرمالی تاکہ میں اپنے کو مُبارکباد دُوں یا تو نے رَد فرمادی تاکہ میں اپنی تعزیت کروں۔ تیری عزّت کی قسم میں تو ہمیشہ اسی طرح کرتی رہونگی۔ تیری عزّت کی قسم اگر تُو نے مجھے اپنے دروازہ سے دھکیل دیا تب بھی تیرے کرم اور تیری بخشش کا جو حال مجھے معلوم ہے اُسکی وجہ سے میں تیرے دَر سے ہٹونگی نہیں۔ حضرت عجرہؒ نابینا تھیں ساری رات جاگتیں اور جب سحر کا وقت ہوتا تو بہت غمگین آواز سے کہتیں یا اللہ عابدوں کی جماعت نے تیری طرف چلکر رات کے اندھیرے کو قطع کیا وہ تیری رحمت اور تیری مغفرت کی طرف ایک دُوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہے۔ یا اللہ میں صرف تجھی سے سَوال کرتی ہُوں تیرے سوا کسی دُوسرے سے میرا سوال نہیں کہ تُو مجھے سابقین کے گروہ میں شامل کرے اور اعلیٰ علیین تک پہنچا دے اور مقرب لوگوں کے درجہ

میں داخل کردے اور اپنے نیک بندوں میں شامل کردے تو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے ہر اونچے درجہ والے سے بلند ہے سارے کریموں سے زیادہ کریم ہے۔ اے کریم (مجھ پر کرم کر) یہ کہکر سجدہ میں گرجاتیں کہ انکے رونے کی آواز سنائی دیتی اور صبح تک روتی رہتیں اور دعائیں کرتی رہتیں۔

یحییٰ بن بسطامؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت شعوانہؒ کی مجلس میں حاضر ہوتے اور ان کے رونے چلانے کو سنتے۔ میں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ کسی وقت تنہائی میں انکے پاس جاکر سمجھائیں کہ اس رونے میں کچھ کمی کردیں۔ میرے ساتھی نے کہا کہ اچھا جیسے تمھاری رائے ہو ہم انکے پاس تنہائی میں گئے اور ان سے جاکر کہا اگر تم اس رونے کو کچھ کم کردو اور اپنی جان پر ترس کھاؤ تو یہ زیادہ بہتر ہے کہ بدن میں کچھ طاقت رہیگی دیر تک اس سے کام لے سکوگی۔ وہ یہ سنکر رونے لگیں اور کہنے لگیں کہ میری تو یہ تمنا ہے کہ میں اتنا روؤں کہ آنکھ میں آنسو نہ رہے۔ پھر خون کے آنسوؤں سے رونا شروع کردوں یہانتک کہ میرے بدن کا سارا خون آنکھوں سے نکلے ایک بھی قطرہ خون کا نہ رہے اور کہنے لگیں کہ مجھے رونا کہاں آتا ہے۔ مجھے رونا کہاں آتا ہے بار بار اسی لفظ کو کہتی رہیں کہ مجھے رونا کہاں آتا ہے یہانتک کہ بیہوش ہوگئیں۔

محمد بن معاذؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک عبادت گذار عورت نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہونیکو جارہی ہوں وہاں دیکھا کہ سارے آدمی جنت کے دروازہ پر کھڑے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا بات ہے یہ سب کے سب دروازہ پر کیوں جمع ہوگئے؟ کسی نے بتایا کہ ایک عورت آرہی ہیں جنکے آنیکی وجہ سے جنت کو سجایا گیا ہے۔ یہ سب انکے استقبال کے واسطے باہر آگئے ہیں۔ میں نے پوچھا وہ عورت کون ہیں؟ کہنے لگے کہ ایلہ کی رہنے والی ایک سیاہ باندی ہیں جنکا نام شعوانہؒ ہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم وہ تو میری بہن ہے اتنے میں دیکھا کہ شعوانہؒ ایک نہایت عمدہ خوشنما اصیل اونٹنی پر بیٹھی ہوا میں اڑتی آرہی ہیں۔ میں نے انکو آواز دی کہ میری بہن تمھیں اپنا اور میرا تعلق معلوم ہے اپنے رب سے دعا کردو کہ مجھے بھی تمھارے ساتھ کردے۔ وہ یہ سنکر ہنسیں اور کہنے لگیں ابھی تمھارے آنیکا وقت نہیں آیا لیکن میری دو باتیں یاد رکھنا آخرت کے غم کو اپنے ساتھ چمٹالو اور اللہ تعالیٰ کی محبت اپنی ہر خواہش پر غالب کردو اور اسکی پرواہ نہ کرو کہ موت کب آئیگی یعنی ہر وقت اس کیلئے تیار رہو۔

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں ایکدن بازار جارہا تھا میرے ساتھ میری حبشی باندی تھی میں اس کو ایک جگہ بٹھا کر آگے چلا گیا اور اس سے کہہ گیا کہ یہیں بیٹھی رہنا میں ابھی آتا ہوں جب میں واپس آیا تو وہ اس جگہ نہ ملی مجھے بہت غصہ آیا اور غصہ کی حالت میں گھر واپس آگیا جب اس نے مجھے دیکھا تو میرے چہرہ سے غصہ کو محسوس کیا کہنے لگی میرے آقا عتاب میں جلدی نہ کرو ذرا میری بات سن لو۔ آپ مجھے ایسی جگہ بٹھا کر گئے جہاں کوئی اللہ کا نام لینے والا نہیں تھا مجھے یہ ڈر ہوا کہ کہیں یہ جگہ زمین

میں نہ دھنس جائے (جسجگہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ ہو اُسجگہ جتنی جلدی عذاب آجائے قرینِ قیاس ہے)، اُسکی اس بات سے مجھے بڑا تعجب ہوا میں نے اُس سے کہا کہ تو آزاد ہے کہنے لگی آقا تم نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا میں نے کہا کیوں؟ کہنے لگی کہ پہلے جب میں باندی تھی تو مجھے دوہرا ثواب مِلتا تھا (جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو غلام اللہ کی اطاعت کرے اور اپنے مولیٰ کی خدمت کرے اُس کو دوہرا اجر ہے) اب آپنے آزاد کرکے میرا ایک اجر ضائع کردیا۔

حضرت خواصؒ جو مشہور بزرگ ہیں کہتے ہیں کہ ہم حضرت رحلہ عابدہؒ کے پاس گئے وہ روزے رکھتے رکھتے کالی پڑ گئی تھیں اور نماز پڑھتے پڑھتے دیاؤں شل ہو گئے تھے جسکی وجہ سے اپاہج ہو گئی تھیں بیٹھکر نماز پڑھتی تھیں اور روتے روتے نابینا ہو گئی تھیں۔ ہم نے جاکر حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت اور معافی کا ذکر کیا کہ شاید اس سے انکے مجاہدہ کی شدت میں کچھ کمی آئے۔ انھوں نے میری بات سُنکر بے تحاشا ایک چیخ ماری پھر کہنے لگیں کہ مجھے جو اپنی حالت معلوم ہے اُسنے میرے دِل کو زخمی کر رکھا ہے اور میرے جگر کو چھیلدیا کاش میں تو پیدا ہی نہ ہوئی ہوتی یہ کہکر انھوں نے اپنی نماز کی نیّت باندھ لی۔

نمونہ کے طور پر دو ایک واقعات ذکر کئے ہیں۔ امام غزالیؒ نے اَور بھی اس قسم کے واقعات عورتونکے نقل کئے ہیں۔ اسکے بعد کہتے ہیں کہ اگر تُو اپنے نفس کی نگہداشت کرنیوالا ہے تو تیرے لئے ضروری ہے کہ ان محنت کرنیوالے مَردوں اور عورتونکے احوال کو غور و فکر کی نگاہ سے دیکھے تاکہ تیری طبیعت میں نشاط بڑھے اور محنت کی تجھے حرص پیدا ہو اور اپنے زمانہ کے آدمیونکے احوال دیکھنے سے احتراز کر کہ ان میں سے اکثر ایسے ملیں گے کہ اگر تو انکا اتباع کریگا تو وہ تجھے اللہ کے راستہ سے گمراہ کر دیں گے۔ ان محنت کرنیوالوں کے واقعات کی کوئی تعداد نہیں ہے ہم نے نمونہ کے طور پر چند لکھے ہیں جو عبرت کیلئے کافی ہیں اگر تُو زیادہ حالات دیکھنا چاہے تو حلیۃ الاولیاء کا مطالعہ کیا کر کہ اُسمیں صحابہؓ اور تابعینؒ اور ان کے بعد والونکے احوال تفصیل سے لکھے ہیں (اور کچھ واقعات شارح احیا نے بھی ذکر کئے ہیں) اور انکے احوال کے دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ تو اور تیرے زمانہ کے لوگ دِین سے کتنے دُور ہیں۔ اور اگر تیرے دِل میں اپنے زمانہ کے لوگوں کو دیکھکر یہ خیال آئے کہ پہلے زمانہ میں چونکہ خیر کی کثرت تھی اس لئے اُس زمانہ میں یہ سہل تھا۔ اب اگر ان حالات پر عمل کیا جائے تو لوگ پاگل کہیں گے اسلئے جو حشر اس زمانہ کے سب آدمیوں کا ہوگا وہ میرا بھی ہو جائیگا مُصیبت جب عام آتی ہے تو اُسمیں سب ہی کو شامل ہونا پڑتا ہے۔ تو یہ تیرے نفس کا دھوکہ ہے تُو ہی بتا کہ اگر کہیں سے پانی کا سیلاب آگیا ہو جسمیں سب ہی بہتے جارہے ہوں تو اگر کوئی شخص تیرنا جانتا ہو یا کسی اور ذریعہ سے بچ سکتا ہے تو کیا وہ یہ سمجھکر چُپ ہو جائے کہ اس مُصیبت میں تو سب ہی گرفتار ہیں حالانکہ سیلاب کی مُصیبت بہت تھوڑی دیر کی ہے

زیادہ سے زیادہ یہ کہ موت آجائیگی اس سے زیادہ تو کچھ نہ ہوگا۔ اور آخرت کا عذاب نہایت سخت ہے کبھی ختم ہونیوالا نہیں ہے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے اور ہمیشہ غور کرتے رہنا چاہیئے۔[1]

حضرت ابراہیم ادہمؒ سے کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ کسی وقت تشریف رکھا کریں تو ہم آپکی خدمت میں حاضر ہوجایا کریں کہ کچھ ارشادات سُنیں انھوں نے فرمایا مجھے چار کام اسوقت درپیش ہیں ان میں مشغول ہُوں ان سے فراغت پر یہ ہوسکتا ہے (۱) جب ازل میں عہد لیا گیا تھا تو حق تعالیٰ شانہٗ نے ایک فریق کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ جنتی ہیں اور دُوسروں کو فرمایا تھا کہ یہ دوزخی ہیں۔ مجھے ہر وقت یہ فکر رہتا ہے کہ نہ معلوم مَیں کن میں ہُوں۔ (۲) جب بچہ ماں کے پیٹ میں شروع ہوتا ہے تو اُس وقت ایک فرشتہ جو اُس نطفہ پر مقرر ہوتا ہے وہ حق تعالیٰ شانہٗ سے پُوچھتا ہے کہ اُس کو سعید لکھوں یا بدبخت، مجھے ہر وقت یہ فکر رہتا ہے کہ نہ معلوم مجھے کیا لکھا گیا۔ (۳) جب فرشتہ آدمی کی رُوح قبض کرتا ہے تو یہ پُوچھتا ہے کہ اس رُوح کو مُسلمانوں کی روحوں میں رکھوں یا کافروں کی۔ نہ معلوم میرے متعلق اُس فرشتہ کو کیا جواب ملے گا؟ (۴) قیامت میں حُکم ہوگا وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (سورۂ یٰس)۔ آج مجرم لوگ فرمانبرداروں سے علیحدہ ہوجائیں مجھے یہ فکر رہتا ہے کہ نہ معلوم میرا شمار کس فریق میں ہوگا۔[2] یعنی جب ان چاروں فکروں سے امن نصیب ہوجائے اُسوقت دوستوں سے بے فکری سے باتیں کرنیکا وقت مل سکتا ہے۔ اب تو مَیں ہر وقت ان فکروں میں رہتا ہُوں کہاں اطمینان سے بیٹھ سکتا ہُوں۔

(۱۵) عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس الغنیٰ عن کثرۃِ العرض ولکن الغنےٰ غنی النفس متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی کا غنی ہونا مال کی کثرت سے نہیں ہوتا بلکہ حقیقی غنا تو دِل کا غنی ہونا ہے۔

ف مطلب حدیث پاک کا بالکل ظاہر ہے کہ اگر آدمی کا دِل غنی نہیں ہے تو جتنا مال بھی اُس کے پاس زیادہ ہو وہ مال کے خرچ کرنے میں فقیروں سے زیادہ کم خرچ ہوگا اور جتنا بھی مال اس کے پاس ہو وہ ہر وقت اُس کے بڑھانیکے فکر میں محتاجوں سے زیادہ پریشان ہوگا۔ اور اگر اُسکا دِل غنی ہے تو تھوڑا سا مال بھی اُسکو بے فکر رکھیگا اور جتنا ہوگا اُس کے ہر وقت بڑھانیکے فکر سے آزاد ہوگا! امام راغبؒ کہتے ہیں کہ غنا کئی معنےٰ میں بولا جاتا ہے۔ ایک تو غنا کے معنیٰ کسی قسم کی حاجت نہ ہونیکے ہیں اس معنی کے اعتبار سے تو صرف حق تعالیٰ شانہٗ غنی ہے کہ اُسکو کسی چیز کی احتیاج نہیں ہے اسی معنی کے اعتبار سے حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ تم سب کے سب اللہ تعالیٰ شانہٗ کے محتاج ہو وہ پاک ذات بے احتیاج ہے ہر قسم کی تعریف والا ہے۔ دُوسرے معنیٰ حاجات کی کمی کے ہیں اس معنٰی کے اعتبار سے حق تعالیٰ شانہٗ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سورۂ والضحیٰ

[1] احیاء [2] تنبیہ الغافلین

میں ارشاد فرمایا وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنٰى ۝ "اور حق تعالیٰ شانہٗ نے آپکو فقیر پایا پھر آپکو غنی بنادیا" اور اسی معنی کے اعتبار سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد حدیثِ بالا میں ہے کہ اصل غنا دِل کا غنی ہونا ہے تیسرے معنی مال کی کثرت اور سامان کی فراوانی کے ہیں جسکو قرآنِ پاک میں يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (بقرہ ع ۷) میں ذکر فرمایا اس آیتِ شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ صدقات اصل حق ایسے لوگوں کا ہے جو اللہ کے راستہ میں گھر گئے ہوں اور ناواقف آدمی انکے سوال نہ کرنیکی وجہ سے ان کو مالدار سمجھتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا ابوذر کیا تمھارا خیال ہے کہ مال کی کثرت غنا ہے۔ میں نے عرض کیا بیشک پھر حضورؐ نے فرمایا کیا تمھارا خیال ہے کہ مال کی قلت فقر ہے۔ میں نے عرض کیا بیشک۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ غنا، صرف دِل کا غنا ہے اور فقر صرف دِل کا فقر ہے۔[1] حقیقت یہی ہے کہ اصل غنا دِل کا غنا ہے جس خوش قسمت کو حق تعالیٰ شانہٗ نصیب فرمادے اور یہی حقیقت زہد ہے جس دِل کے اندر مال کی محبت بالکل نہ ہو وہی غنی ہے وہی زاہد ہے چاہے ظاہر میں اسکے پاس مال نہ ہو اور جس دِل میں دُنیا کی محبت ہو وہ فقیر ہے وہ دُنیادار ہے چاہے کتنا ہی مال اُسکے پاس ہو۔

فقیہ ابو اللیثؒ ایک حکیم کا مقولہ نقل کرتے ہیں کہ ہم نے چار چیزیں تلاش کیں اور انکی تلاش کا غلط راستہ اختیار کیا۔ ہم نے غنا کو مال میں تلاش کیا حالانکہ وہ مال میں نہیں تھا بلکہ قناعت میں تھا (ہم اُسکو مال میں تلاش کرتے رہے وہ جب وہاں تھا ہی نہیں تو کیسے ملتا) ہم نے راحت کو (جان و مال کی) کثرت میں تلاش کیا حالانکہ راحت انکی کمی میں تھی۔ ہم نے اعزاز کو مخلوق میں تلاش کیا (کہ انکی خوشی کے اسباب اختیار کریں تاکہ انکے یہاں اعزاز ہو) مگر وہ تقویٰ میں ملا (اور بالکل صحیح ہے جس قدر آدمی میں تقویٰ زیادہ ہوگا اتنا ہی اُسکا اعزاز زیادہ ہوگا) ہم نے اللہ کی نعمت کو کھانے اور پہننے میں تلاش کیا (اور یہ سمجھا کہ یہ اللہ کے بڑے انعامات ہیں) حالانکہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کا بڑا انعام اسلام کی دولت اور گناہوں کی ستاری ہے (جس کو یہ دو نعمتیں حاصل ہیں اُس پر اللہ کا بڑا انعام ہے)

حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جس شخص کا دُنیا مقصد بجائے حق تعالیٰ شانہٗ اُس کے دِل پر تین[2] چیزیں مُسلط کر دیتے ہیں۔ ایک ایسا غم جو کبھی ختم ہونیوالا نہ ہو اور ایسا مشغلہ جس سے فراغت نصیب نہ ہو اور ایسا فقر جس کا کبھی خاتمہ نہ ہو۔[2]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے دُنیا سے بے رغبتی اور کم بولنا عطا فرمایا ہو تو اُس کے پاس رہا کرو اُس کو حکمت دی گئی ہے۔[3]

---

[1] ترغیب [2] تنبیہ الغافلین [3] مشکوٰۃ

(۱۶) عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انظر احدکم الیٰ من فضل علیہ فی المال والخلق فلینظر الیٰ من ھو اسفل منہ متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جب آدمی کسی ایسے شخص کیطرف دیکھے جو مال میں یا صورت میں اپنے سے اعلیٰ ہو تو ایسے شخص کی طرف بھی غور کرلے جو اُن چیزوں میں اپنے سے کم ہو۔

ف یعنی آدمی جب کسی لکھ پتی کو دیکھے اور اُس کو دیکھکر للچائے اور افسوس کرے کہ یہ تو ایسا مالدار ہے مَیں نہیں ہُوں تو کسی ایسے آدمی کو بھی غور کرے جس کو ناداری کی وجہ سے فاقے کرنے پڑرہے ہَوں تاکہ پہلے افسوس کیساتھ حق تعالیٰ شانہٗ کا اُس پر شکر ادا ہو سکے کہ اُس نے ایسا نہیں کر رکھا۔

ایک اَور حدیث میں ہے کہ اپنے سے زیادہ مالداروں کی طرف نگاہیں نہ بیجا یا کرو اپنے سے کم درجے والوں کو سوچا کرو اس سے اُس نعمت کی حقارت تمھارے دِلوں میں نہیں ہوگی جو اللہ جلّ شانہٗ نے تمھیں عطا کر رکھی ہے۔[1]

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سات نصیحتیں کی ہیں (۱) مجھے اس کا حُکم فرمایا ہے کہ مسکینوں سے محبت کیا کروں اور انکے قریب رہا کروں۔ (۲) مجھے اس کا حکم فرمایا ہے کہ میں اپنے سے اُونچے لوگوں (زیادہ مالداروں) پر نگاہ نہ رکھا کروں اپنے سے کم درجہ والوں پر نگاہ رکھوں (ان پر غور کیا کروں) (۳) مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں صلہ رحمی کیا کروں اگرچہ وہ مجھ سے مُنہ پھیرے (یعنی جسکے ساتھ صلہ رحمی کروں وہ مجھ سے غائب ہو دُور ہو یا یہ کہ وہ میرے ساتھ توجہ سے پیش نہ آئے بلکہ مجھ سے رُوگردانی کرے ترغیب ترہیب کے الفاظ یہ ہیں کہ اگرچہ وہ مجھ پر ظلم کرے، اس سے دُوسرے معنی کی تائید ہوتی ہے) (۴) مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں کسی شخص سے کوئی چیز نہ مانگوں؛ (۵) مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں حق بات کہوں چاہے کسی کو کڑوی ہی لگے۔ (۶) مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی رضا کے مقابلہ میں کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کی پروانہ کروں (یعنی جس چیز سے حق تعالیٰ شانہٗ راضی ہوں اُسکو اختیار کروں اسکے کرنے پر احمق لوگ ملامت کریں تو کیا کریں) (۷) مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھا کروں اسلئے کہ یہ کلمات ایسے خزانہ سے اُترے ہیں جو خاص عرش کے نیچے ہے[1] لاحول کو کثرت سے پڑھنے کی ترغیب بہت کثرت سے روایات میں آئی ہے ایک اَور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ دو[2] خصلتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں یہ ہوں حق تعالیٰ شانہٗ اُسکو صابرین اور شاکرین کی جماعت میں شمار کرتے ہیں۔ جو شخص دِین کے بارہ میں اپنے سے اُونچے لوگوں کے احوال کو دیکھے اور انکے اتباع کی کوشش کرے اور دُنیا کے بارے میں اپنے سے کم درجہ کے لوگوں کو

---

[1] مشکوٰۃ [2] ایضاً

دیکھے اور اس پر اللہ تعالیٰ شانہ کا شکر ادا کرے کہ اُس نے محض اپنے فضل سے، اس کو اُس سے بہتر حالت میں کر رکھا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اُسکو صابر اور شکر کرنیوالوں میں شمار فرمائیں گے۔ اور جو شخص دین کے بارہ میں اپنے سے کمتر لوگوں کو دیکھے (کہ فلاں تو اتنا بھی نہیں کرتا جتنا میں کرتا ہوں)، اور دُنیا کے بارہ میں اپنے سے اُونچے لوگوں کو دیکھے اور اس پر افسوس کرے کہ میرے پاس اتنا نہیں ہے جتنا فلاں کے پاس ہے وہ نہ صبر کرنیوالوں میں شمار ہے نہ شکر گذاروں میں ہے[1]

عونؒ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں اکثر مالداروں کے پاس بیٹھا کرتا تھا تو میری طبیعت غمگین رہتی۔ کسی کا کپڑا اپنے کپڑے سے بہتر دیکھتا (تو اپنے کپڑے کے ادنیٰ ہونے پر اپنی ذلت محسوس کرتا جس سے رنج ہوتا) کسی کا گھوڑا اپنے گھوڑے سے اعلیٰ دیکھتا۔ پھر میں نے فقراء کے پاس اپنی نشست شروع کردی تو مجھے اُس رنج سے راحت مل گئی (کہ ان لوگوں سے اپنی چیزوں کو افضل دیکھتا ہوں)[2] علماء نے لکھا ہے کہ نکاح بھی کسی غریب سے کرے مالدار عورت سے نہ کرے اس لئے کہ جو شخص مالدار عورت سے نکاح کرتا ہے پانچ آفتوں میں گرفتار ہوگا۔ (۱) مہر زیادہ دینا پڑیگا (۲) رخصتی میں دیر اور ٹال مٹول ہوگی (کہ اُس کے جہیز کی تیاری ہی نہ ختم ہوگی)، (۳) اُس سے خدمت لینا مشکل ہوگا (۴) خرچ زیادہ مانگے گی۔ (۵) طلاق دینا چاہیگا تو اُسکا مال کا لالچ طلاق نہیں دینے دیگا۔ کہتے ہیں کہ عورت چار چیزوں میں خاوند سے کمتر ہونی چاہئے ورنہ خاوند اُسکی نگاہ میں ذلیل ہوگا۔ عمر میں، قد کی لمبائی میں، مال میں، شرافت میں اور چار چیزوں میں خاوند سے بڑھی ہوئی ہونی چاہئے۔ خوبصورتی میں، ادب میں، تقویٰ میں، عادتوں میں[3] اور مال سے زیادہ اہم خلقت اور صحت کے اعتبار سے اپنے سے کمتر لوگوں کو دیکھنا ہے۔ ایک بزرگ کی خدمت میں کسی شخص نے حاضر ہو کر اپنے فقر کی شکایت کی اور بڑی سخت پریشانی کا اظہار کیا کہ اسکے غم میں مرنے کی تمنا ظاہر کی۔ ان بزرگ نے دریافت کیا کہ تم اسپر راضی ہو کہ تمھاری آنکھیں ہمیشہ کیلئے لے لی جائیں اور تمھیں دس ہزار درم ملجائیں وہ اسپر راضی نہ ہوا۔ پھر فرمایا اچھا اسپر راضی ہو کہ تمھیں دسہزار درم دیکر تمھاری زبان لے لی جائے وہ اسپر بھی راضی نہ ہوا پھر انھوں نے فرمایا کہ اسپر راضی ہو کہ تمھارے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور تم کو بیس ہزار درم دیدیئے جائیں وہ اسپر بھی راضی نہ ہوا پھر فرمایا کہ اچھا اس پر راضی ہو کہ تمھیں مجنون بنادیا جائے اور دس ہزار درم دیدیئے جائیں وہ اسپر بھی راضی نہ ہوا تو فرمانے لگے کہ تمھیں شرم نہیں آتی کہ تمھارے اقرار کے موافق پچاس ہزار سے زیادہ مالیت کا سامان تو حق تعالیٰ شانہٗ نے تمھیں عطا فرما رکھا ہے (اور یہ مثال کے طور پر چند چیزیں گنوائی ہیں)، پھر بھی تم شکوہ کر رہے ہو۔ ابن سماکؒ ایک

[1] مشکوٰۃ [2] احیاء [3] ایضا

بادشاہ کے پاس گئے بادشاہ کے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا بادشاہ نے ان سے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ ابن سماکؒ نے کہا کہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ گلاس پانی کا اسی ساری سلطنت کے بدلہ میں مل سکتا ہے جو تمہارے پاس ہے اور نہ خریدا جائے تو پانی ملنے کی کوئی صورت نہیں پیاسے ہی رہنا ہوگا کیا تم راضی ہو جاؤ گے کہ ساری سلطنت دیکر پانی خریدو ورنہ پیاسے مرجاؤ۔ بادشاہ نے کہا یقیناً راضی ہو جاؤنگا۔ ابن سماکؒ نے کہا کہ ایسی بادشاہت پر کیا خوش ہونا جسکی ساری کی قیمت ایک گلاس پانی ہو۔ ان مثالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی ایک ایک نعمت ہر شخص کے پاس ایسی ہے کہ لاکھوں کروڑوں اسکی قیمت نہیں ہوسکتی۔

یہ تو عام نعمتیں ہیں جن میں ہر شخص کی شرکت ہے۔ اگر گہری نگاہ سے غور کیا جائے تو ہر شخص کیساتھ خصوصی نعمتیں حق تعالیٰ شانہ کی ایسی ہیں جن میں کوئی دوسرا شریک نہیں اور تین چیزیں تو ایسی ہیں کہ ان میں ہر شخص کو اعتراف ہے کہ وہ اس نعمت میں ممتاز ہے کوئی دوسرا اسکا شریک نہیں ان میں سے ایک تو عقل ہے کہ ہر شخص چاہے کتنا ہی بیوقوف ہو وہ یہ سمجھا کرتا ہے کہ میں سب سے زیادہ عقلمند ہوں دوسرے اس بات کو نہیں سمجھتے جسکو میں سمجھتا ہوں۔ ایسی حالت میں چاہے واقعہ کے اعتبار سے صحیح ہو یا غلط لیکن اسکے اپنے اعتقاد اور اقرار کے اعتبار سے اسپر حق تعالیٰ شانہ کا ایک ایسا انعام ہے کہ یہ انعام کسی دوسرے پر نہیں ہے ایسی حالت میں کیا یہ ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ شانہ کی اس نعمت میں سب سے زیادہ شکر گذار بنے اور اگر کسی معمولی چیز روپیہ پیسہ وغیرہ میں کسی دوسرے سے کم ہو تو یہ سوچے کہ سب سے اشرف چیز عقل میں سب سے زیادہ بڑھا ہوا ہوں۔ دوسری چیز عادات ہیں کہ ہر شخص اپنے سوا دوسرے ہر شخص میں کوئی نہ کوئی ایسی عادت سمجھا اور پایا کرتا ہے جو اس کے نزدیک عیب ہوتی ہے اور گویا اس کے نزدیک اسکے سوا ہر شخص کے اندر کوئی نہ کوئی اخلاقی عیب ضرور ہے اور اپنی کسی عادت کو بھی (لفظوں میں چاہے مان لے مگر دل میں) عیب دار نہیں سمجھا کرتا نہ اسکے چھوڑنے کے درپے ہوتا ہے ایسی حالت میں کیا یہ ضروری نہیں کہ آدمی یہ سوچے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اگر کسی ایک آدھ چیز میں دوسرے سے کم دے رکھا ہے تو عادات کی نعمتوں میں اسکو خاص طور سے سب سے بڑھا رکھا ہے۔

تیسری چیز علم ہے کہ ہر شخص اپنے ذاتی حالات اور اندرونی احوال سے اتنا زیادہ واقف اور ان کا جاننے والا ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص اسکے احوال سے اتنا واقف نہیں ہوتا اور ان میں ایسی بہت سی چیزیں ہوتی ہیں کہ آدمی ہرگز یہ گوارا نہیں کرتا کہ اسکے ان عیوب پر کوئی دوسرا مطلع ہو تو حق تعالیٰ شانہ کا یہ احسان کہ اسکو اپنے احوال کا علم عطا فرمانیکے باوجود دوسروں سے اسکی ستاری فرما رکھی ہے اور اسکی یہ تمنا کہ میرے اس علم کی کسی کو خبر نہ ہو پوری کر رکھی ہے کہ ان میں دوسرا کوئی بھی اسکا شریک نہیں کیا ایسی چیز نہیں ہے جسمیں یہ سب سے ممتاز ہے اور اس کا شکر اسکے ذمہ ضروری ہے۔ انکے علاوہ ہزاروں چیزیں ہر شخص میں ایسی ہیں جنکے متعلق وہ کبھی اسکو گوارا نہیں کرسکتا کہ وہ چیز اس سے لیکر اسکے بدلہ میں اسکی ضد یا کوئی

دُوسری چیز دیدی جائے مثلاً انسان ہونا ہے کوئی نہیں گوارا کرتا کہ اسکو آدمی سے بندر بنادیا جائے. مرد ہونا ہے کوئی نہیں پسند کرتا کہ اُس کو مرد سے عورت بنادیا جائے. اسی طرح مؤمن ہونا ہے، حافظِ قرآن ہونا ہے، عالِم ہونا ہے، خوبصورت ہونا ہے، صاحبِ اولاد ہونا ہے غرض اخلاق میں، صورت میں، سیرت میں، عزیز و اقارب میں، اہل و عیال میں، عزت مرتبہ میں ہر شخص کے پاس اپنے خصوصی امور ملیں گے جنکے تبادلہ پر وہ کبھی بھی راضی نہ ہوگا. تو کیا پھر یہ بات صحیح نہیں کہ ہر شخص پر حق تعالیٰ شانہ کے ہزاروں ایسے خصوصی انعامات ہیں جو دُوسرے کو نصیب نہیں ایسی حالت میں ان سب سے آنکھ بند کر کے اگر کوئی ایک دو چیزیں دُوسرے کے پاس ہیں جو اسکے پاس نہیں ہیں ان میں للچائے اور ناشکری کرے یہ انتہائی کمینہ پن نہیں ہے اور اگر کسی کے پاس مال ہی زیادہ دیکھتا ہے تو ان امور میں جو اُوپر ذکر کئے گئے غور کرے کہ اُن میں سے کتنی چیزیں ایسی ہیں جن میں یہ اُس شخص سے بڑھا ہوا ہے جس پر رشک یا حسد کر رہا ہے دراں حالیکہ مجموعۂ احسانات میں یہ خود اس سے بڑھا ہوا ہے۔ [1]

اور اس سب کے بعد جو مال اسکے پاس ہے اُسکا حشر معلوم نہیں کیا ہونیوالا ہے وہ اُس کیلئے راحت کا سبب ہے یا وبالِ جان ہے. اسی لئے حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ کسی فاجر شخص کے پاس کوئی نعمت دیکھکر رشک نہ کرو تمھیں خبر نہیں کہ مرنیکے بعد وہ کس مصیبت میں گرفتار ہونیوالا ہے اس لئے کہ فاجر شخص کیلئے اللہ کے یہاں ایسی ہلاکت ہے یعنی جہنم جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے [2] آئندہ حدیث میں یہ مضمون تفصیل سے آرہا ہے۔

(۱۷) عن عقبة بن عامر عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال اذا رأیت اللہ عزّ و جلّ یعطی العبد من الدنیا علی معاصیه ما یحب فانما هو استدراج ثم تلا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فلما نسوا ما ذکروا به فتحنا علیهم ابواب کل شیء حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذنٰهم بغتة فاذا هم مبلسون ○ رواہ احمد کذا فی المشکوة

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جب تو یہ دیکھے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کسی گنہگار پر اس کے گناہ ہونیکے باوجود دُنیا کی وسعت فرما رہا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کیطرف سے ڈھیل ہے. پھر حضورؐ نے یہ آیۃ شریفہ فلما نسوا سے مبلسون تک تلاوت فرمائی جسکا ترجمہ یہ ہے کہ پس جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جنکی انکو نصیحت کیجاتی تھی تو ہم نے انپر ہر راحت کے، ہر قسم کے دروازے کھولدیئے یہانتک کہ جب وہ ان چیزوں پر جو انکو ملی تھیں اترا گئے تو ہمنے انکو دفعۃً پکڑ لیا پھر تو وہ حیرت میں رہ گئے۔

ف ۔ یہ آیۃ شریفہ سورۂ انعام کے پانچویں رکوع کی ہے اُوپر سے حق تعالیٰ شانہٗ نے جو معاملہ پہلی اُمتوں کیساتھ فرمایا ہے اُسکا اجمالی بیان ہے جسکا مختصر ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے اور اُمتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے زمانہ

---

[1] احیاء [2] مشکوٰة

میں (تمہیں پیغمبر بھیجے تھے)، مگر انھوں نے ان پیغمبروں کو نہ مانا، سو ہم نے انکو تنگدستی اور بیماری (وغیرہ مصائب) میں مُبتلا کیا اور ان سختیوں کے (ساتھ پکڑا) تاکہ وہ لوگ ڈھیلے پڑجائیں، (کہ آفتیں آنے پر اللہ تعالیٰ شانہٗ کو یاد کیا جاتا ہے مگر وہ اسپر بھی اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے) پس جب ان کو ہماری طرف سے سزا پہنچی تھی تو انھوں نے عاجزی کیوں نہ کی، تاکہ انکی آہ وزاری اور عاجزی اور توبہ سے ان کا قصور معاف کردیا جاتا، لیکن انکے دِل تو ویسے ہی سخت رہے اور شیطان انکے اعمال، بدکو جن میں وہ مُبتلا تھے اور ان کی حرکتوں (کو انکی نگاہ میں آراستہ کرکے دکھاتا رہا پس جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جنکی انکو، (پیغمبروں کی طرف سے نصیحت کیجاتی تھی تو ہم نے ان پر، راحت وآرام اور عیش وعشرت کی (ہر چیز کے دروازے کھولدیے، جس سے وہ عیش پرستی میں خوب مست ہوگئے (یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں کی ساتھ جو انکو دی گئی تھیں خوب اترانے) اور اکڑنے (لگے تو ہم نے ان کو دفعۃً پکڑ لیا) اور ایسا فوری عذاب ایکدم ان پر مسلط کردیا کہ ان کو اسکا وہم وگمان بھی نہ تھا) پھر تو وہ حیرت میں رہ گئے) کہ یہ کیا ہوگیا یہ مُصیبت کہاں سے نازل ہوگئی (پھر)، تو ہمارے فوری عذاب سے (ظالموں کی بالکل جڑ کٹ گئی اور اللہ کا شکر ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے)، کہ ایسے ظالموں کی جڑ کٹ گئی۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت شریفہ کی تلاوت سے حق تعالیٰ شانہٗ کی عادتِ شریفہ کیطرف اشارہ کرکے تنبیہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور گناہوں کے باوجود عیش وعشرت اور راحت کے اسباب کا ہونا بسا اوقات حق تعالیٰ شانہٗ کیطرف سے ڈھیل ہوتی ہے جسکو استدراج کہتے ہیں جسکا قرآن پاک کی اس آیت میں ذکر ہے اور اسکے علاوہ بھی متعدد آیات میں اسپر تنبیہ فرمائی ہے یہ بڑی خطرہ کی چیز ہے اس لئے کہ اسمیں اکثر فوری عذاب آدمی پر ایسا مسلط ہوجاتا ہے کہ وہ حیران کھڑا رہ جاتا ہے اور کوئی راستہ اُسکو اس آفت سے بچنے کا نہیں ملتا اسلئے اس سے بہت زیادہ ڈرتے رہنا چاہئے حضرت عبادہؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں، کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ کسی قوم کو بڑھانا چاہتے ہیں تو ان میں میانہ روی اور عفت پیدا فرماتے ہیں اور جب کسی قوم کو ختم کرنا مقصود ہوتا ہے تو اُسمیں خیانت کا دروازہ کھل جاتا ہے پھر جب وہ اپنی اس حرکت پر خوب خوش ہونے لگتے ہیں تو ایکدم ان پر عذاب مسلط ہوجاتا ہے اور یہ آیت پڑھی۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ جس پر وسعت کی جائے اور وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ میری ہلاکت کا پیش خیمہ ہے وہ سمجھدار نہیں ہے اور جس پر تنگی ہو اور وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ میرے لئے حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف رجوع کرنے کیلئے مہلت ہے وہ سمجھ دار نہیں۔ [1]

ایک حدیث میں ہے کہ خود حضورؐ نے بھی یہ دُعا کی یا اللہ جو مجھ پر ایمان لائے اور ان احکامات کو سچا

---

[1] درمنثور

جانے جو میں لایا ہوں تو اسکو مال کم عطا کر اور اولاد کم عطا کر اور اپنی ملاقات کا شوق اسکو زیادہ دے اور جو مجھ پر ایمان نہ لائے اور ان احکامات کو سچا نہ جانے اسکو مال بھی زیادہ دے اولاد بھی زیادہ دے اور اس کی عمر بھی زیادہ کر دے بہر حال معاصی کی کثرت کیساتھ نعمتوں کا ہونا زیادہ خطرناک ہے اور ایسے وقت میں بہت زیادہ توبہ استغفار اور حق تعالیٰ شانہٗ کیطرف رجوع کرنیکی ضرورت ہے اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے جو قریب ہی اس سے پہلی حدیث کے آخر میں گذرا کہ کسی فاجر کے پاس کوئی نعمت دیکھکر رشک نہ کرو تمھیں خبر نہیں کہ وہ مرنے کے بعد کس مصیبت میں گرفتار ہونے والا ہے۔

(۱۸) عن شداد بن اوس قال قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسہ ھواھا وتمنی علی اللہ رواہ الترمذی وابن ماجۃ کذا فی المشکوٰۃ وزاد السیوطی فی الجامع الصغیر احمد والحاکم ورقم لہ بالصحۃ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سمجھدار شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے کاموں کا مطیع بنائے اور مرنے کے بعد کام آنے والے اعمال کرے اور عاجز (بیوقوف) ہے وہ شخص جو نفس کی خواہشوں کا اتباع کرے اور اللہ تعالیٰ سے امیدیں باندھے۔

ف۔ یعنی حالت تو یہ ہے کہ نفس کی خواہشات کے مقابلہ میں حرام حلال کی بھی پروا نہیں اور اللہ تعالیٰ شانہٗ سے بڑی بڑی امیدیں لگائے رکھتا ہے کہ وہ رحیم ہے کریم ہے اور ان امیدوں پر گناہ کی پروا نہ کرے۔

ایک اور حدیث میں ہے سمجھدار وہ ہے جو موت کے بعد کیلئے عمل کرے اور ننگا وہ ہے جو دین سے خالی ہو۔ یا اللہ زندگی صرف آخرت ہی کی زندگی ہے[۱] یعنی وہی پائدار زندگی ہے جو اسمیں خالی ہاتھ گیا تو اس نے عمر بھی کھودی۔ یہاں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت اور مغفرت کا امیدوار ہونا اور اسکی تمنا کرنا اور اسکو اللہ تعالیٰ شانہٗ سے مانگنا دوسری چیز ہے اور اسکی رحمت اور مغفرت کے گھمنڈ پر غرور اور یہ گمان کہ میں جو چاہے کرتا رہوں میری مغفرت تو ہو ہی جائیگی دوسری چیز ہے۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۝ اور دوسرا ارشاد۔ وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ یہ دونوں آیتیں غرور کی مذمت کیلئے بہت کافی ہیں[۲] پہلی آیت شریفہ سورۂ لقمان کے آخر میں ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ تم لوگوں کو دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالدے (کہ تم اسمیں لگ کر آخرت کو بھول جاؤ) اور نہ تم کو دھوکہ باز (شیطان) دھوکہ میں ڈالدے۔ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دھوکہ میں ڈال دینے کا مطلب یہ ہے کہ تو گناہ کرتا رہے اور مغفرت کی تمنائیں کرتا رہے۔

---

[۱] کنز [۲] جامع الصغیر [۳] احیاء

دُوسری آیتِ شریفہ سورۂ حدید کے دُوسرے رکوع کی ہے جسمیں اُوپر سے قیامت کے دِن کے ایک منظر کا ذکر ہے کہ اُس دِن مسلمانوں کے سامنے ایک نور دوڑتا ہوا ہوگا جوان کے آگے آگے چل رہا ہوگا دیہ پلصراط پر سے گذرنے کیلئے ہوگا) اس کے بعد ارشاد ہے يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۗ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۗ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۚ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۗ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ذرا ہمارا انتظار کرلو تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں توانکو جوابدیا جائیگا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ وہاں روشنی تلاش کرو پھر قائم کردی جائیگی انکے درمیان ایک دیوار جس کا ایک دروازہ ہوگا کہ اُسکے اندرونی جانب رحمت ہے اور اُسکے باہر کی طرف عذاب۔ (پھر وہ منافق) آواز دیں گے کیا دُنیا میں ہم تمھاری ساتھ نہ تھے (وہ مسلمان) کہیں گے کہ ہاں ساتھ تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور تم (مسلمانوں پر مصائب کے متمنّی اور) منتظر رہا کرتے اور (اسلام کے حق ہونے میں) تم شک کیا کرتے تھے اور تم کو تمھاری بیہودہ تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا یہاں تک کہ خدا کا حکم (موت کے متعلق) آپہنچا اور تم کو دھوکہ دینے والے (شیطان) نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔

ابوسفیان رح سے اس آیتِ شریفہ کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ۔ یعنی تم نے گناہوں کے ساتھ اپنے آپکو گمراہی میں ڈال رکھا تھا اور تم کو تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا کہ تم یہ کہتے تھے کہ ہماری مغفرت ہوجائیگی[1] صاحبِ مظاہر رح لکھتے ہیں کہ شیخ ابن عباد شاذلی رح نے شرح حکم کے کہتے ہیں کہ علماء باللہ نے کہا ہے کہ رجاء کاذب کہ مغرور ہو صاحب اسکا اُس پر اور باز رہے عمل سے اور دلیر کرے اُس کو گناہوں پر حقیقت میں رجاء نہیں ہے بلکہ وہ آرزو اور فریب شیطان کا ہے۔

اور حضرت معروف کرخی رح فرماتے کہ طلب کرنا بہشت کا بے عمل کے ایک گناہ ہے گناہوں سے اور اُمیدِ شفاعت بے سبب و بے علاقہ ایک قسم ہے فریب ہے اور اُمید رکھنا رحمت کا اُس سے کہ فرمانبرداری نہ کرے اُسکی حمق اور جہالت ہے۔ اور حسن بصری رح کہتے ہیں کہ ایک قوم کو باز رکھا بخشش کی آرزوؤں نے یہانتک کہ باہر نکلی دُنیا سے اور حال یہ ہے کہ نہیں ہے ان کیلئے نیکی۔ کہتا ہے ایک ان میں سے کہ اچھا رکھتا ہوں میں گمان اپنے پروردگار سے کہ بخشنے والا ہے۔ جھوٹ کہتا ہے اگر اچھا ہوتا گمان اُسکا ساتھ پروردگار کے تو اچھے عمل کرتا اور حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ دُور رہو اے بندگانِ خدا ان آرزوؤں باطل سے کہ یہ وادی احمقوں کی ہیں کہ پڑے

---

[1] درمنثور

ہیں لوگ ان میں قسم ہے خدا تعالیٰ کی نہ دی خدا تعالیٰ نے کسی بندے کو اُسکی آرزوؤں سے خیر دُنیا میں اور نہ آخرت میں[1]
امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ہر سعادت کی کُنجی چوکنّا رہنا اور سمجھ سے کام کرنا ہے اور ہر قسم کی بدبختی کا چشمہ غرور اور غفلت ہے حق تعالیٰ شانہٗ کا کوئی احسان ایمان اور معرفت سے بڑھکر نہیں ہے اور انکے لئے کوئی ذریعہ اسکے سوا نہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ بصیرت کے نور کی ساتھ دِل میں انشراح پیدا کردے اور حق تعالیٰ شانہٗ کا کوئی عذاب کفر اور معصیتہ سے بڑھکر نہیں ہے اور اس کا محرک صرف یہ ہے کہ جہالت کی ظلمت سے دِل کی آنکھ اندھی ہوجائے۔ پس سمجھدار اور بصیرت والے لوگوں کے دِل ایسے ہیں جیسا کہ کسی طاق میں نہایت روشن چراغ (بجلی کا قمقمہ) رکھا ہوا ہو جسکی مثال قرآن پاک کی آیت كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ الآیۃ (نور ع ۵) ہے اور غرور میں پڑے ہوئے لوگوں کے دِل ایسے ہیں جیسا کہ بہت سی تاریکیوں میں کوئی شخص ہو کہ کوئی چیز اُسکو نظر نہ آتی ہو كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ الآیۃ (نور ع ۵) اور جب یہ معلوم ہوگیا کہ غرور ہی اصل سرچشمہ ہر ہلاکت کا ہے تو اُسکی تھوڑی سی تفصیل معلوم ہونیکی ضرورت ہے تاکہ اُس سے اہتمام سے بچا سکے۔ غرور کی مذمت قرآن پاک اور احادیث میں کثرت سے وارد ہوئی ہے اور حضورؐ کا ارشاد ہے کہ سمجھدار شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور مرنے کے بعد کیلئے عمل کرتا ہے اور احمق وہ شخص ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کا اتباع کرے۔ اور اللہ جل شانہٗ پر تمنائیں کرے۔ اور احادیث میں جہل کے متعلق جتنی مذمتیں اور وعیدیں آئی ہیں وہ ساری غرور پر بھی صادق آتی ہیں اسلئے کہ غرور جہل سے پیدا ہوتا ہے بلکہ جہل ہی کا جزو ہے اگرچہ ہر جہل غرور نہیں لیکن ہر غرور جہل ضرور ہے اور ان میں سب سے بڑھا ہوا جہل و غرور کفار اور فاسق فاجر لوگوں کا ہے جو کہتے ہیں کہ دُنیا نقد ہے اس وقت موجود ہے اور آخرت اُدھار ہے بعد کو آنیوالی ہے اور نقد را بنسیہ گذاشتن کارِ خردمنداں نیست نقد کو اُدھار پر چھوڑنا سمجھداروں کا کام نہیں ہے یہ خیال انتہائی بیوقوفی اور جہالت ہے۔ یہ قاعدہ وہاں ہے جہاں نقد اور اُدھار برابر ہوں لیکن جہاں کوئی چیز نقد ایک روپیہ میں فروخت ہوتی ہو اور اُدھار سَو روپیہ میں جاتی ہو وہاں کوئی احمق بھی یہ نہ کہیگا کہ نقد کو اُدھار پر نہ چھوڑنا چاہئے۔ حالانکہ دُنیا کی نقد لذتوں کو آخرت کے مقابلہ میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ دُنیا کی زندگی کسی شخص کی اگر ہو سکتی ہے تو سو ڈیڑھ سو برس۔ اس مدت کو آخرت کی کبھی ختم نہ ہونیوالی مدت کی ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح کوئی طبیب کسی بیمار کو ایک پھل کو منع کرتا ہے اور مہلک بتاتا ہے لیکن بیمار کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس پھل کے کھانے کی لذت نقد ہے اور صحت اُدھار ہے لہذا نقد کو اُدھار پر نہ چھوڑنا چاہئے اسی طرح بعض بیوقوف کہتے ہیں کہ دُنیا کی مضرت اور تکلیف یقینی ہے اور آخرت میں شک ہے یقین کو شک کیوجہ سے نہیں چھوڑنا چاہئے یہ بھی جہالت کی بات ہے آدمی تجارت میں مشقتیں برداشت کرتا ہے جو یقینی ہیں محض نفع کی اُمید پر جسمیں شک ہے کہ تجارت میں نفع ہوگا یا نہیں۔ بیمار کڑوی سے کڑوی دوا پیتا ہے، فصد کراتا ہے جونکیں لگواتا ہے شگاف دِلواتا ہے جنکی تکلیف یقینی ہے اور یہ سب کچھ

---

[1] مظاہر حق

صحت کی اُمید پر ہے جسکا ہونا یقینی نہیں۔ اسی طرح سے یہ خیال بھی دھوکہ ہے کہ آخرت کو ہم نے دیکھا نہیں ہے تجربہ نہیں کیا، معلوم نہیں کیا حقیقت ہے۔ یہ خیال بھی انتہائی جہالت ہے۔ ناواقف آدمی کیلئے اگر ذاتی علم نہ ہو تو تجربہ کار واقف لوگوں کا قول ہی معتبر ہوتا ہے کوئی بیمار کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں دوا میں یہ تاثیر مجھے معلوم نہیں کہ ہے یا نہیں وہ ہمیشہ علاج میں واقف طبیب اور ڈاکٹروں کے قول پر اعتماد کرتا ہے کبھی کسی ڈاکٹر سے یہ نہیں پوچھتا کہ اس دوا کا فلاں اثر ہونا مجھے دلیل سے سمجھاؤ۔ اور اگر کوئی ایسا کہے گا تو وہ بیوقوف سمجھا جائیگا اسی طرح آخرت کے بارہ میں انبیاء اولیاء حکماء اور علماء کے اقوال جن پر ساری دُنیا نے ہمیشہ اعتماد کیا ہے معتبر ہونگے اور چند جہلاء کے یہ کہہ دینے سے کہ ہمیں معلوم نہیں یا ہمیں یقین نہیں کچھ اثر نہیں پڑتا اس قسم کے اوہام آخرت کے بارے میں کافروں کو پیش آتے ہیں اور مُسلمان اپنی زبان سے مسلمان ہونیکا اقرار کرنیکی وجہ سے زبان سے تو ایسی باتیں نہیں کہتے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو پسِ پشت ڈال کر اُسکے گناہوں کا ارتکاب کرکے شہوتوں اور دُنیا کی لذتوں میں منہمک ہو کر عملی طور پر اور زبانِ حال سے گویا وہ بھی یہی کہتے ہیں ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ وہ دُنیا کو آخرت پر ترجیح دیں۔ یہ لوگ زبانی طور پر دُوسرے دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کریم ہیں غفور ہیں رحیم ہیں اُسکی معافی کے ہم اُمیدوار ہیں ہم کو اُسکی مغفرت پر اعتماد ہے اور اسکا اُمیدوار رہنا مطلوب ہے محمود ہے پسندیدہ ہے اُسکی رحمت بڑی وسیع ہے اُسکی مغفرت کے دریاؤں کے مقابلہ میں ہمارے گناہ کیا چیز ہیں۔ خود حق تعالیٰ شانہٗ کا پاک ارشاد ہے جو حدیث قدسی میں آیا ہے کہ میں بندے کے گمان کی ساتھ ہوں اُسکو چاہئے کہ میری ساتھ نیک گمان کرے۔

یہ ارشاد یقیناً صحیح ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ کا یہی پاک ارشاد ہے لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ شیطان آدمی کو کسی صحیح کلام کے غلط معنی سے گمراہ کرسکتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو شیطان کو دھوکہ دینے میں مشکل پیش آتی۔ اسی چیز کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں واضح فرمایا ہے کہ سمجھدار وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو مطیع کرے اور مرنیکے بعد کیلئے اعمال کرے اور احمق وہ شخص ہے جو نفس کی خواہشات کا اتباع کرے اور اللہ تعالیٰ پر اُمیدیں باندھے۔ یہی وہ اُمیدیں ہیں حق تعالیٰ شانہٗ پر جس کو شیطان نے اللہ تعالیٰ شانہٗ کی ساتھ نیک اُمید کا غلاف پہنایا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے سے اُمیدیں رکھنے کی خود شرح فرمادی۔ چنانچہ ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ (بقرۃ ع ۲۷) حقیقت میں جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن چھوڑ دیا ہے اور جن لوگوں نے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا ہے (جس میں دین کیلئے ہر کوشش داخل ہے)، یہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ شانہٗ کی رحمت کے اُمیدوار ہیں۔

قرآن پاک میں جگہ جگہ جنت کو اور اُسکی نعمتوں کو اعمال کا بدلہ بتایا گیا ہے۔ ایسی حالت میں غور

کی نیکی چیز ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو برتن بنانے پر مزدور رکھے اور بہت بڑی اُجرت اسکی مقرر کرے جسکی کوئی حد نہیں اور وہ شخص نہایت کریم ہو مزدوری دینے میں بہت سخی اور اُجرت مقررہ پر بہت زیادہ انعام دینے والا ہو، جو برتن خراب بنجائیں ان پر بھی اُجرت دیدیتا ہو جن میں معمولی نقص رہ جائے ان پر بھی تسامح کرلیتا ہو اور مزدور بجائے برتن بنانیکے ان اوزاروں کو بھی توڑدے جن سے برتن بنایا جاتا ہے اور یہ کہے کہ برتن بنوانے والا بڑا کریم ہے اُجرت بہت زیادہ دیتا ہے اسلئے ان سب کو توڑ پھوڑ کر بہت زیادہ اُجرت ملنے کے انتظار میں بیٹھا ہے کیا کوئی احمق بھی اسکو عقل والا کہے گا اور یہ حماقت اسوجہ سے ہوتی ہے کہ اُمید اور تمنا میں فرق نہیں سمجھا جاتا۔ حضرت حسن بصریؒ سے کسی نے پوچھا کہ بعض لوگ نیک عمل تو کرتے نہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ شانہٗ سے نیک اُمید رکھتے ہیں۔ وہ فرمانے لگے (اُمید تم سے) بہت دُور ہے بہت دُور ہے یہ اُنکی آرزوئیں ہیں جن میں وہ جُھکے جارہے ہیں جو شخص کسی چیز کی اُمید رکھتا ہے وہ اُس کو طلب کیا کرتا ہے اور جو شخص کسی چیز سے (مثلاً عذابِ الٰہی سے) ڈرا کرتا ہے وہ اُس سے بھاگا کرتا ہے (اُس سے بچنے کی کوشش کیا کرتا ہے) مسلم بن یسارؒ نے ایکدن اتنا لمبا سجدہ کیا کہ دو دانتوں میں خون اُتر آیا اور دو دانت گر گئے۔ ایک شخص کہنے لگے (کہ مجھ سے عمل تو ہوتا نہیں لیکن) اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی اُمید ضرور رکھتا ہوں مسلم کہنے لگے بہت بعید ہے اور بہت ہی بعید ہے جو شخص کسی چیز کی اُمید کیا کرتا ہے اُس کو طلب کیا کرتا ہے اور جو شخص کسی چیز سے ڈرا کرتا ہے اُس سے بھاگا کرتا ہے۔ پس جب کوئی شخص لڑکا ہونیکی اُمید کرے اور نکاح نہ کرے یا نکاح کرے اور صحبت نہ کرے اور لڑکا ہونیکی اُمید باندھے بیٹھے وہ بیوقوف کہلائیگا۔ اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کی اُمید کرے اور ایمان بھی نہ لائے یا ایمان لائے اور نیک عمل ہی نہ کرے اور گناہوں کو نہ چھوڑے وہ بیوقوف ہے البتہ جو شخص نکاح کرے اور صحبت کرے پھر وہ متردد ہے کہ بچہ ہوتا ہے یا نہیں ہوتا اور اللہ کے فضل سے اُمید رکھے کہ بچہ ہوگا اور اس سے ڈرتا رہے کہ رحم پر کوئی آفت نہ آئے بچہ ضائع نہ ہوجائے اُسکی حفاظت کرتا رہے یہاں تک کہ بچہ پیدا ہوجائے تو وہ عقلمند ہے! اسی طرح جو شخص ایمان لائے، نیک عمل کرے بُرے اعمال سے بچتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی اُمید کرے کہ وہ قبول فرمائے گا اور قبول نہ ہونے سے ڈرتا رہے حتّٰی کہ اسی حال پر اُسکی موت آجائے تو وہ سمجھدار ہے اس کے علاوہ سب بیوقوف ہیں یہی لوگ ہیں جنکے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہے:۔

وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ الآیۃ (سجدہ ع ۲) اور اگر آپ ان لوگوں کا حال دیکھیں تو عجب حال دیکھیں جبکہ یہ مجرم لوگ اپنے رب کے سامنے سر جُھکائے کھڑے ہونگے اور کہتے ہونگے اے ہمارے پروردگار بس ہماری آنکھیں اور کان کُھل گئے پس ہم کو دُنیا میں پھر بھیجدیجئے تاکہ ہم اب نیک کام کریں اب ہمکو پورا یقین آگیا یعنی اب ہمکو اسکا پورا یقین آگیا کہ جیسا بغیر نکاح کے اور صحبت کے بچہ پیدا نہیں ہوتا اور بغیر زمین کو دُرست کرنے اور بیج ڈالنے کے کھیتی نہیں ہوتی اسی طرح بغیر نیک عمل کے

آخرت کا ثواب نہیں ملتا البتہ ایسے موقعہ پر اللہ تعالیٰ شانہٗ کی مغفرت کی اُمید بہت پسندیدہ ہے جبکہ کوئی شخص گناہوں میں منہمک ہو اور توبہ کرنا چاہتا ہو اور شیطان اُسکو دھوکہ میں ڈالے کہ تجھ جیسے گنہگار کی توبہ کہاں قبول ہو سکتی ہے تُونے اتنے گناہ کئے ہیں کہ انکی بخشش تو ممکن ہی نہیں تو اُس کیلئے اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے: قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ۚ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَی الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ (زمر ع ۶) آپ کہدیجئے اے میرے بندو جنھوں نے اپنے اوپر زیادتیاں (اور کفر و شرک اور گناہوں کے ظلم) کئے ہیں تم خدا کی رحمت سے نا اُمید مت ہو بالیقین اللہ تعالیٰ شانہٗ تمام گناہوں کو معاف کرے گا واقعی وہ بڑا بخشنے والا ہے، بڑی رحمت کرنیوالا ہے۔ تم اپنے رب کی طرف رجوع کرلو اور اُسکی فرمانبرداری کرو قبل اسکے کہ تم پر عذاب ہونے لگے پھر اُسوقت تمھاری کوئی مدد نہ کی جائیگی۔ اور تم اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے اچھے اچھے حکموں پر چلو قبل اسکے کہ تم پر اچانک عذاب آپڑے اور تم کو خیال بھی نہ ہو اور تمھیں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنیکا حکم اس لئے دیاجاتا ہے کہ کل کو قیامت کے دن کبھی کوئی شخص کہنے لگے افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے خدا تعالیٰ کی جناب میں کی (یعنی اُسکی اطاعت میں مجھ سے کوتاہی ہوئی)، اور میں (خدا تعالیٰ کے احکام پر) ہنستا ہی رہا یا کوئی یوں کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ مجھکو ہدایت کرتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا یا کوئی عذاب کو دیکھکر یوں کہنے لگے کہ کاش میرا (دُنیا میں) پھر جانا ہوجائے تو میں نیک بندوں میں سے ہوجاؤں۔

ان آیتوں میں حق تعالیٰ شانہٗ نے سارے گناہونکی بخشش کے وعدے کے ساتھ اُسکی طرف رجوع کرنیکا حکم بھی فرمایا ہے اور دُوسری جگہ وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی (طٰہٰ ع ۴) ارشاد فرمایا ہے کہ میں بڑی مغفرت کرنے والا ہوں اُس شخص کے لئے جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے عمل کرے۔ پھر اسی راہ پر قائم رہے۔

اس آیت شریفہ میں مغفرت کو ان چیزوں پر مرتب فرمایا ہے پس جو شخص توبہ کی ساتھ مغفرت کا اُمیدوار ہے وہ تو حقیقت میں اُمیدوار ہے اور جو گناہوں پر اصرار کیساتھ مغفرت کی اُمید باندھے ہوئے ہو وہ احمق ہے دھوکہ میں پڑا ہوا ہے۔ پہلے لوگ عبادات پر مرمٹتے تھے گناہوں سے نہایت اہتمام سے بچتے تھے، تقویٰ میں مبالغہ کرتے تھے شبہ کی چیزوں سے بھی دُور رہتے تھے، رات دِن عبادت میں مشغول رہ کر ہر وقت

اللہ کے خوف سے روتے تھے۔ اور اس زمانہ میں ہر شخص خوش ہے، اللہ کے عذاب سے ہر وقت مطمئن ہے اُسکو کسی وقت بھی عذاب کا ڈر نہیں، دِن رات شہوتوں اور دُنیا کی لذتوں میں منہمک ہے، دُنیا کے کمانے کا ہر وقت فکر ہے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کیطرف ذرا بھی توجہ نہیں ہے اور گمان یہ ہے کہ ہم لوگوں کو اللہ کے کرم پر بھروسہ ہے اُسکی مغفرت کی اُمید ہے اُسکی معافی کا یقین ہے گویا انبیاء کرام صحابۂ عظام اور اولیاء مخلصین میں سے تو کسی کو اُسکی رحمت کی اُمید ہی نہ تھی جو اس قدر مشقتیں برداشت کرتے رہے۔ (احیاء)

(۱۹) عن ابن عمرؓ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عاشر عشرۃ فقام رجل من الانصار فقال یا نبی اللہ من اکیس الناس واحزم الناس قال اکثرھم ذکرا للموت واکثرھم استعدادا للموت اولئک الاکیاس ذھبوا بشرف الدنیا وکرامۃ الاخرۃ رواہ ابن ابی الدنیا والطبرانی فی الصغیر باسناد حسن ورواہ ابن ماجۃ مختصرا باسناد جید کذا فی الترغیب وذکرلہ الزبیدی طرقا عدیدۃ

حضرت ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم دس آدمی جن میں ایک مَیں بھی تھا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے ایک انصاری نے حضورؐ سے سوال کیا کہ سب سے زیادہ سمجھدار اور سب سے زیادہ محتاط آدمی کون ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا جو لوگ موت کو سب سے زیادہ یاد کرنیوالے ہوں اور موت کیلئے سب سے زیادہ تیاری کرنیوالے ہوں یہی لوگ ہیں جو دُنیا کی شرافت اور آخرت کا اعزاز لے اُڑے۔

ف: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے موت کو کثرت سے یاد کرنے اور یاد رکھنے کے بارہ میں مختلف عنوانات سے بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض روایات اس رسالہ میں قریب ہی اُمیدوں کے مختصر کرنے کی حدیث کے ذیل میں گذر چکی ہیں۔ ان میں حضورؐ کا حکم بھی مختلف روایات میں گذر چکا ہے کہ لذتوں کی توڑ دینے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو حضورؐ کے اس اہتمام ہی کیوجہ سے اس مضمون کو مستقل بھی ذکر کر رہا ہوں اسلئے کہ موت کو کثرت سے یاد رکھنا اُمیدوں کے مختصر ہونیکا بھی ذریعہ ہے موت کی تیاری کا بھی سبب ہے دُنیا سے بے رغبتی پیدا ہونیکا بھی سبب ہے جو اصل مقصود ہے۔ مال کو جمع کرکے بیکار چھوڑ جانے سے بھی روکنے والا ہے آخرت کیلئے ذخیرہ جمع کر لینے میں بھی معین ہے اور گناہوں سے توبہ کرتے رہنے پر بھی اُبھارنے والا ہے۔ دُوسروں پر ظلم وستم اور دُوسرے کے حقوق کو ضائع کر دینے سے بھی روکنے والا ہے، غرض یہ عمل بہت سے فوائد اپنے اندر رکھتا ہے، اسی وجہ سے مشائخ سلوک کا بھی معمول ہے کہ اپنے مُریدین میں سے اکثروں کو جن کے مناسب حال ہو اس کا مراقبہ خاص طور سے تلقین کرتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک جوان مجلس میں کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مؤمنین میں سب سے زیادہ سمجھدار کون ہے حضورؐ نے فرمایا کہ موت کا کثرت سے ذکر کرنے والا اور اُس کے آنے سے پہلے پہلے اُس کے لئے بہترین تیاری کرنیوالا۔ (اتحاف)

ایکمرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی آیت فَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنۡ یَّہۡدِیَہٗ یَشۡرَحۡ صَدۡرَہٗ الآیۃ (زمر ع ۳) - تلاوت فرمائی جسکا ترجمہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جس کو ہدایت فرمانیکا ارادہ فرماتے ہیں اسلام کیلئے اُس کے سینہ کو کھولدیتے ہیں (کہ اسلام کے متعلق اُسکو شرحِ صدر ہوجاتا ہے)، اسکے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ (اسلام کا) نور جب سینہ میں داخل ہوتا ہے تو سینہ اُس کیلئے کُھل جاتا ہے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اسکی (کہ اسلام کا نور سینہ میں داخل ہوگیا) کوئی علامت ہے حضورؐ نے فرمایا کہ دھوکہ کے گھر (دُنیا سے) بُعد پیدا ہونا ہمیشہ رہنے والے گھر (آخرت) کیطرف رجوع اور موت آنے سے پہلے اُس کیلئے تیاری[۱]۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارۃ کرنیکی اجازت مانگی تھی مجھے اُسکی زیارۃ کی اجازت مل گئی تم لوگ قبرستان جایا کرو اس لئے کہ یہ چیز موت کو یاد دِلاتی ہے۔ ایک اَور حدیث میں ہے کہ اس سے عبرت ہوتی ہے۔ ایک اَور حدیث میں ہے کہ قبرستان جانے سے دُنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور آخرت یاد آتی ہے۔ حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ قبرستان جایا کرو اس سے تم کو آخرت یاد آئیگی اور مُردوں کو غسل دیا کرو کہ یہ (نیکیوں سے) خالی بدن کا علاج ہے اور اس سے بہت بڑی نصیحت حاصل ہوتی ہے اور جنازہ کی نماز میں شرکت کیا کرو شاید اس سے کچھ رنج وغم تم میں پیدا ہوجائے کہ غمگین آدمی (جس کو آخرت کا غم ہو) اللہ تعالیٰ کے سایہ میں رہتا ہے اور ہر خیر کا طالب رہتا ہے[۲]۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بیماروں کی عیادت کیا کرو اور جنازوں کیساتھ جایا کرو کہ یہ آخرت کو یاد دلاتا ہے۔ ایک حکیم کسی جنازہ کیساتھ جارہے تھے راستہ میں لوگ اُس میت پر افسوس اور رنج کر رہے تھے وہ صاحب فرمانے لگے کہ تم اپنے اُوپر رنج اور افسوس کرو تو زیادہ مفید ہے یہ تو چلا گیا اور تین آفتوں سے نجات پا گیا آئندہ ملک الموت کے دیکھنے کا خوف اسکو نہیں رہا موت کی سختی جھیلنے کی اب اسکو نوبت نہیں آئیگی بُرے خاتمہ کا خوف ختم ہوگیا (اپنی فکر کرو کہ یہ تینوں مرحلے تمہارے لئے باقی ہیں)

حضرت ابو الدرداءؓ ایک جنازہ کی ساتھ جارہے تھے کسی راستہ چلنے والے نے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے فرمانے لگے کہ یہ تیرا جنازہ ہے اور اگر تجھے یہ بات گراں گذرے تو میرا جنازہ ہے (مطلب یہ ہے کہ یہ وقت اپنی موت کے یاد کرنے کا ہے اس وقت فضول بات کی طرف متوجہ ہونا بالکل نا مناسب ہے)

حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ تعجب اور بہت زیادہ تعجب ان لوگوں پر ہے جن کو (آخرت کے) سفر کیلئے توشہ تیار کرلینے کا حکم ملا ہوا ہے اور روانگی عنقریب ہونیکا اعلان ہو چکا ہے پھر بھی یہ لوگ (دُنیا کے) کھیل میں مشغول ہیں انکے متعلق مشہور ہے کہ جب یہ کسی جنازہ کو دیکھتے تو اُنکا ایسا حال رنج وغم سے ہوتا جیسا کہ ابھی اپنی ماں کو دفن کرکے آئے ہوں[۳]۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک یہودی عورت انکے پاس آئی اور (کسی احسان کے بدلہ میں) کہنے لگی

---

[۱] مشکوٰۃ [۲] ترغیب [۳] تنبیہ الغافلین

کہ اللہ تعالیٰ شانہ تمہیں قبر کے عذاب سے بچائے حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے پوچھا کیا قبروں میں بھی عذاب ہوتا ہے، حضورؐ نے فرمایا بیشک قبروں میں بھی عذاب ہوتا ہے اور اس کے بعد سے (لوگوں کی تعلیم کیلئے) ہمیشہ حضورؐ ہر نماز کے بعد قبر کے عذاب سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مُردوں پر قبر میں ایسا سخت عذاب ہوتا ہے کہ اُسکی آواز چوپائے تک سُنتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ تم (خوف کی وجہ سے) مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے ورنہ میں اللہ تعالیٰ سے اسکی دُعا کرتا کہ تمہیں قبر کے عذاب کی آواز سُنا دے حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی کسی نے پوچھا کہ آپ اتنا زیادہ جنّت اور جہنّم کے ذکر سے بھی نہیں روتے جتنا قبر کے تذکرہ سے روتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ہے جو اس سے سہولت سے چھوٹ گیا اُس کیلئے اسکے بعد کی منزلیں سب آسان ہیں اور جو اسمیں (عذاب میں) پھنس گیا اُس کیلئے اسکے بعد کی منزلیں اَور بھی زیادہ سخت ہیں۔ اور میں نے حضورؐ سے یہ بھی سُنا ہے کہ میں نے کوئی منظر ایسا نہیں دیکھا کہ قبر کا منظر اُس سے زیادہ سخت نہ ہو۔ ایک اَور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ قبر میں روزانہ صبح اور شام دو وقت میت کو اُس کا وہ گھر دکھایا جاتا ہے جسمیں وہ قیامت کے بعد جائیگا اگر وہ جنّت والوں میں ہے تو جنّت کا مکان دکھایا جاتا ہے (جس سے اُسکو قبر ہی میں فرحت اور سرور حاصل رہتا ہے) اور اگر وہ جہنّم والوں میں ہوتا ہے تو جہنّم کا مکان دِکھایا جاتا ہے۔ (جس سے اُس کے رنج وغم فکر وخوف میں اضافہ ہوتا رہتا ہے)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک یہودی عورت میرے دروازہ پر آئی اور بھیک مانگنے لگی کہ مجھے کچھ کھانے کو دیدو اللہ تعالیٰ تمہیں دجّال کے فتنے سے اور قبر کے عذاب سے بچائے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اُس عورت کو ٹھیرا لیا۔ اتنے میں حضورؐ تشریف لے آئے۔ میں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ اس یہودی عورت نے یہ دو باتیں کہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دجّال کا فتنہ ایسا ہے کہ کوئی نبی پہلے انبیاء میں سے ایسے نہیں گذرے جنھوں نے اپنی اُمت کو اُس کے فتنے سے نہ ڈرایا ہو لیکن میں اُسکے متعلق ایک بات کہتا ہوں جو ابتک کسی نبی نے نہیں کہی۔ وہ یہ ہے کہ وہ کانا ہے اور اُسکی پیشانی پر کافر کا لفظ لکھا ہوا ہوگا جسکو ہر مومن پڑھ لے گا۔ اور قبر کے فتنہ کی بات یہ ہے کہ جب کوئی نیک بندہ مرتا ہے تو فرشتے اُسکو قبر میں بٹھاتے ہیں وہ ایسی حالت میں بیٹھتا ہے کہ نہ اُسکو کوئی گھبراہٹ ہوتی ہے نہ اُسپر کوئی غم مسلط ہوتا ہے۔ پھر اُس سے اوّل تو اسلام کے متعلق سوال کیا جاتا ہے کہ تُو اسلام کے بارہ میں کیا کہتا تھا؟ اسکے بعد پھر اُس سے پوچھا جاتا ہے کہ تُو اس شخص کے (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے) بارہ میں کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اللہ تعالیٰ شانہ کے پاس سے ہمارے پاس واضح دلیلیں لیکر آئے ہم نے ان سب کو سچا مانا جو حضورؐ لیکر آئے تھے۔ اسکے بعد اُسکو اوّل دوزخ کا

ایک مقام دِکھایا جاتا ہے جہاں وہ دیکھتا ہے کہ آدمی ایک دُوسرے پر ٹوٹے پڑتے ہیں پھر اُس سے کہا جاتا ہے کہ اس جگہ کو دیکھ حق تعالیٰ شانہٗ نے تجھے اس آفت سے نجات عطا فرمادی۔ اسکے بعد اُسکو جنّت کا ایک مقام دِکھایا جاتا ہے جہاں وہ نہایت زیب و زینت دیکھتا ہے اور اُس کے لُطف کے مناظر دیکھتا ہے پھر اُس سے کہا جاتا ہے کہ اسمیں یہ جگہ تیرے رہنے کی ہے (قیامت کے بعد تُو یہاں لایا جائیگا) تُو دُنیا میں آخرت کا یقین کرنیوالا تھا اور اسی پر تیری موت ہوئی اور اسی پر قیامت میں تُو قبر سے اُٹھایا جائیگا۔ اور جب کوئی بُرا آدمی مرتا ہے تو اُسکو قبر میں بٹھایا جاتا ہے وہ نہایت گھبراہٹ اور خوفزدہ ہوکر بیٹھتا ہے اور اُس سے بھی وہی سوال ہوتا ہے جو پہلے گذرا وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے تو کچھ خبر نہیں لوگوں کو میں نے جو کہتے سُنا تھا وہی میں بھی کہدیتا تھا اُس کیلئے اوّل جنّت کا دروازہ کھول کر اُسکو وہاں کی زیب و زینت اور جو نعمتیں وہاں ہیں دِکھائی جاتی ہیں پھر اُس سے کہا جاتا ہے کہ یہاں تیرا اصل مقام تھا مگر تجھے یہاں سے ہٹا دیا گیا پھر اُسکو جہنّم دِکھائی جاتی ہے جہاں ایک پر دُوسرا ٹوٹا پڑا ہے اور اُس سے کہا جاتا ہے کہ اب تیرا ٹھکانا یہ ہے تُو دُنیا میں شک ہی میں رہا اُسی پر مرا اُسی پر قیامت میں اُٹھایا جائیگا۔[۱]

حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے پاس کو ایک جنازہ گذرا حضورؐ نے اُس کو دیکھکر فرمایا کہ یہ شخص یا تو راحت پانیوالا ہے یا اس سے راحت ہوگئی۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ مومن بندہ تو مرکر دُنیا کی مشقتوں اور تکلیفوں سے راحت پالیتا ہے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کی رحمت کے اندر چلا جاتا ہے (یہ تو راحت پانیوالا ہوا) اور فاجر آدمی جب مرتا ہے تو دُوسرے آدمی اور آبادیاں اور درخت اور جانور سب کے سب اُسکی موت سے راحت پاتے ہیں۔[۲] اسلئے کہ اُسکے گناہوں کی نحوست سے دُنیا میں آفات نازل ہوتی ہیں بارش بند ہوجاتی ہے جسکی وجہ سے شہروں میں فساد ہوتا ہے اور درخت خشک ہونے لگتے ہیں جانوروں کو چارہ ملنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اس وجہ سے اسکی موت سے سب کو راحت ملتی ہے کہ اسکی نحوست سے سب کو تکلیف پہنچ رہی تھی۔

حضرت ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ایکمرتبہ میرا مونڈھا پکڑ کر فرمایا کہ دُنیا میں ایسے رہو جیسا کوئی اجنبی بلکہ راستہ چلتا مُسافر ہوتا ہے حضرت ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب تُو صُبح کرے تو شام کا انتظار نہ کر اور جب شام کرے تو صُبح کا انتظار نہ کر اور اپنی صحت کے زمانہ میں مرض کے زمانہ کیلئے توشہ لے لے (کہ جو اعمال صحت میں کرتا ہو گا مرض میں انکا ثواب ملتا رہے گا) اور اپنی زندگی میں موت کیلئے توشہ لے لے۔[۳]

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایکمرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک جنازہ کی ساتھ چلے قبرستان میں پہنچکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر کے پاس تشریف رکھی اور ارشاد فرمایا کہ قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گذرتا جسمیں وہ نہایت فصیح اور صاف آواز کیساتھ یہ اعلان نہیں کرتی کہ اے آدم کے بیٹے تو مجھے بھول گیا میں تنہائی کا گھر ہوں میں اجنبیت کا گھر ہوں میں وحشت کا گھر ہوں میں کیڑوں کا گھر ہوں میں نہایت تنگی کا

---

[۱] ترغیب [۲] مشکوٰۃ [۳] ایضاً

گھر ہوں مگر اُس شخص کیلئے جسپر اللہ تعالیٰ شانہٗ مجھے وسیع بنا دے۔ اسکے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین انکی تعریف کرنے لگے اور انکی کثرت سے عبادت کا حال بیان کرنے لگے۔ حضورؐ سکوت کیساتھ سنتے رہے جب وہ حضرات چُپ ہوئے تو حضورؐ نے دریافت کیا کہ یہ موت کو کبھی یاد کیا کرتے تھے صحابہؓ نے عرض کیا اسکا ذکر تو نہیں کرتے تھے۔ پھر حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ اپنے جی چاہنے کی چیزوں کو چھوڑ دیتے تھے (کہ کسی چیز کے کھانے کو مثلاً دل چاہتا ہو اور نہ کھاتے ہوں، صحابہؓ نے عرض کیا ایسا تو نہیں ہوتا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ صحابیؓ ان درجوں کو نہ پہنچیں گے جن کو تم لوگ (جو ان دونوں چیزوں کو کرتے ہوں) پہنچ جاؤ گے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ کی مجلس میں ایک صحابیؓ کی عبادت اور مجاہدہ کی کثرت کا ذکر ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ موت کو کتنا یاد کرتے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اسکا تذکرہ تو ہم نے نہیں سُنا۔ حضورؐ نے فرمایا تو پھر وہ اس درجہ کے نہیں ہیں (جیسا تم سمجھ رہے ہو)۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتھ ایک جنازہ کے دفن میں شریک ہوئے۔ حضورؐ نے وہاں جا کر ایک قبر کے قریب تشریف رکھی اور اتنا روئے کہ زمین تر ہوگئی اور ارشاد فرمایا کہ بھائیو! اس چیز کیلئے (یعنی قبر میں جانے کیلئے) تیاری کرلو۔[1] حضرت شقیق بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ آدمی چار چیزوں میں زبان سے تو میری موافقت کرتے ہیں اور عمل سے مخالفت کرتے ہیں (۱) وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کے بندے (اور غلام) ہیں اور کام آزاد لوگوں کے سے کرتے ہیں (۲) یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ شانہٗ ہماری روزی کا ذمہ دار ہے لیکن انکے دِلوں کو اُسکی ذمہ داری پر، اُسوقت تک اطمینان نہیں ہوتا جبتک دُنیا کی کوئی چیز اُنکے پاس نہ ہو۔ (۳) یہ کہتے ہیں کہ آخرت دُنیا سے افضل ہے لیکن دُنیا کیلئے مال جمع کرنیکی فکر میں ہر وقت لگے رہتے ہیں (آخرت کا کچھ بھی فکر نہیں)۔ (۴) کہتے ہیں کہ موت یقینی چیز ہے آکر رہیگی لیکن اعمال ایسے لوگوں کے سے کرتے ہیں جنکو کبھی مرنا ہی نہ ہو۔ ابو حامد لفافؒ کہتے ہیں کہ جو شخص موت کو کثرت سے یاد کرے اُسکے اوپر تین چیزوں کا اکرام ہوتا ہے۔ توبہ جلدی نصیب ہوتی ہے۔ مال میں قناعت میسر ہوتی ہے اور عبادت میں نشاط اور دلبستگی پیدا ہوتی ہے۔ اور جو شخص موت سے غافل رہتا ہے اُسپر تین عذاب مسلط کئے جاتے ہیں۔ گناہ سے توبہ میں تاخیر ہوتی رہتی ہے۔ آمدنی پر راضی نہیں ہوتا (اسکو کم ہی سمجھتا رہتا ہے چاہے کتنی ہی ہو جائے) اور عبادات میں سستی پیدا ہوتی ہے۔[2]

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ تمام تعریفیں صرف اسی پاک ذات کیلئے ہیں جسنے بڑے بڑے ظالم اور جابر لوگوں کی گردنیں موت سے مروڑ دیں اور اُونچے اُونچے بادشاہوں کی کمریں موت سے توڑ دیں اور بڑے بڑے خزانوں کے مالکوں کی اُمیدیں موت سے ختم کر دیں۔ یہ سب لوگ ایسے تھے جو موت کے ذکر سے بھی نفرت کرتے تھے لیکن اللہ کا جب

---

[1] ترغیب [2] تنبیہ الغافلین

وعدہ (موت کا وقت) آیا تو انکو گڑھے میں ڈالدیا اور اُونچے محلوں سے زمین کے نیچے پہنچا دیا اور بجلی اور قمقموں کی روشنی میں، نرم بستروں سے قبر کے اندھیرے میں پہنچا دیا، غلاموں اور باندیوں سے کھیلنے کے بجائے زمین کے کیڑوں میں پھنس گئے اور اچھے اچھے کھانے اور پینے میں لُطف اُڑانے کے بجائے خاک میں لوٹنے لگے اور دوستوں کی مجلسوں کے بجائے تنہائی کی وحشت میں گرفتار ہو گئے پس کیا ان لوگوں نے کِسی مضبوط قلعے کے ذریعہ موت سے اپنی حفاظت کرلی یا اُس سے بچنے کیلئے کوئی دُوسرا ذریعہ اختیار کرلیا. پس وہ ذات پاک ہے، جس کے قہر اور غلبہ میں کوئی دُوسرا شریک نہیں اور ہمیشہ رہنے کیلئے صرف اُسی کی تنہا ذات ہے کوئی اُسکا مثل نہیں۔ پس جب موت ہر شخص کو پیش آنیوالی ہے اور مٹی میں جاکر ملنا ہے اور قبر کے کیڑوں کا ساتھی بننا ہے اور منکر نکیر سے سابقہ پڑنا ہے اور زمین کے نیچے مدتوں رہنا ہے اور وہی بہت طویل زمانہ تک ٹھکانا ہے اور پھر قیامت کا سخت منظر دیکھنا ہے اور اُسکے بعد معلوم نہیں کہ جنت میں جانا ہے یا دوزخ ٹھکانا ہے۔ تو نہایت ضروری ہے کہ موت کا فکر ہر وقت آدمی پر مسلط رہے اُسی کے ذکر تذکرہ کا مشغلہ رہے اُسی کی تیاری میں ہر وقت مشغول رہے، اُسی کا اہتمام ہر چیز پر غالب رہے اور اُسکی آمد کا ہر وقت انتظار رہے کہ اُس کے آنیکا کوئی وقت مقرر نہیں نہ معلوم کب آجائے اسی لئے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ سمجھدار شخص وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھے اور موت کے بعد کام آنیوالی چیزوں میں مشغول رہے، اور کسی کام کیلئے تیاری اسکے بغیر نہیں ہوتی کہ ہر وقت اُسکا اہتمام رہے اُس کا ذکر تذکرہ رہے اسلئے کہ جو شخص دُنیا میں منہمک ہے اور اُسکے دھوکہ کی چیزوں میں پھنسا ہوا ہے اُسکی شہوتوں پر فریفتہ ہے اُسکا دِل موت سے بالکل غافل ہوتا ہے اور اگر موت کا ذکر بھی کیا جائے تو اُسکی طبیعت کو اُس سے تکدر اور کراہیت ہوتی ہے اسی کو حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں۔ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (جمعہ رکوع ۱)۔ آپ ان سے کہدیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تمکو آپکڑیگی پھر تم اُس پاک ذات کی طرف لیجائے جاؤ گے جو ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جاننے والی ہے پھر وہ تمکو تمہارے سب کئے ہوئے کام جتادیگی۔ (اور انکا بدلہ دیگی) علماء نے لکھا ہے کہ موت کے بارہ میں آدمی چار طریقے کے ہوتے ہیں ایک تو وہ لوگ ہیں جو دُنیا میں منہمک ہیں جنکو موت کا ذکر بھی اسوجہ سے اچھا نہیں لگتا کہ اُس سے دُنیا کی لذتیں چھوٹ جائینگی۔ ایسا شخص موت کو کبھی یاد نہیں کرتا اور اگر کبھی کرتا بھی ہے تو بُرائی کیساتھ اسلئے کہ دُنیا کے چھوٹنے کا اُسکو قلق اور افسوس ہوتا ہے۔ دُوسرا وہ شخص ہے جو اللہ کیطرف رجوع کرنیوالا تو ہے مگر ابتدائی حالت میں ہے موت کے ذکر سے اُسکو اللہ تعالیٰ کا خوف بھی ہوتا ہے اور اُس سے توبہ میں پختگی بھی ہوتی ہے یہ شخص بھی موت سے ڈرتا ہے مگر نہ اس وجہ سے کہ دُنیا چھوٹ جائیگی بلکہ اسوجہ سے کہ اسکی توبہ تام نہیں ہے یہ بھی ابھی مرنا نہیں چاہتا تاکہ اپنے حال کی اصلاح کرے اور اُسکے فکر میں لگا ہوا ہے تو یہ شخص موت کے

ناپسند کرنے میں معذور ہے اور یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں داخل نہ ہوگا جسمیں حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ملنے کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ شانہٗ بھی اُسکے ملنے کو ناپسند فرماتے ہیں اسلئے کہ یہ شخص حقیقت میں حق تعالیٰ شانہٗ کی ملاقات سے کراہت نہیں کرتا بلکہ اپنی تقصیر اور کوتاہی سے ڈرتا ہے اسکی مثال اُس شخص کی سی ہے جو محبوب کی ملاقات کیلئے اُس سے پہلے کچھ تیاری کرنا چاہتا ہو تاکہ محبوب کا دل خوش ہو البتہ یہ ضروری ہے کہ یہ شخص اسکی تیاری میں ہر وقت مشغول رہتا ہو اسکے سوا کوئی دوسرا مشغلہ اُس کو نہ ہو اور اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر یہ بھی پہلے ہی جیسا ہے یہ بھی دنیا میں منہمک ہی ہے۔ تیسرا وہ شخص ہے جو عارف ہے، اُسکی توبہ کامل ہے یہ لوگ موت کو محبوب رکھتے ہیں اُسکی تمنائیں کرتے ہیں اسلئے کہ عاشق کیلئے محبوب کی ملاقات سے زیادہ بہتر وقت کون سا ہوگا موت کا وقت ملاقات کا وقت ہے۔ عاشق کو وصل کے وعدہ کا وقت ہر وقت خود ہی یاد رہا کرتا ہے وہ کسی وقت بھی اُسکو نہیں بھولتا یہی لوگ ہیں جنکو موت کے جلدی آنیکی تمنائیں رہتی ہیں وہ اسی قلق میں رہتے ہیں کہ موت آہی نہیں چکتی کہ اس معاصی کے گھر سے جلد خلاصی ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت جب قریب ہوا تو فرمانے لگے محبوب (موت) احتیاج کے وقت آیا جو نادم ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ ہمیشہ مجھے فقر غنا سے زیادہ محبوب رہا اور بیماری صحت سے زیادہ پسندیدہ رہی اور موت زندگی سے زیادہ مرغوب رہی مجھے جلدی سے موت عطا کر دے کہ تجھ سے ملوں۔

چوتھی قسم جو سب سے اُونچا درجہ ہے ان لوگوں کا ہے جو حق تعالیٰ شانہٗ کی رضا کے مقابلہ میں تمنا بھی نہیں رکھتے وہ اپنی خواہش سے اپنے لئے نہ موت کو پسند کرتے ہیں نہ زندگی کو۔ یہ عشق کی انتہا میں رضا اور تسلیم کے درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں بہر حال موت کا ذکر ہر حالت میں موجب اجر و ثواب ہے کہ جو شخص دنیا میں منہمک ہے اسکو بھی موت کے ذکر سے اُسکی لذتوں میں کمی آئیگی اور کچھ نہ کچھ تو دنیا سے بُعد پیدا ہو ہی گا اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لذتوں کی توڑنیوالی چیز (موت) کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ یعنی اسکے ذکر سے اپنی لذتوں میں کمی کیا کرو تاکہ اللہ جل شانہٗ کیطرف رجوع ہو سکے۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اگر جانوروں کو موت کے متعلق اتنی معلومات ہوں جتنی تم لوگوں کو ہیں تو کبھی کوئی موٹا جانور تم کو کھانے کو نہ ملے (موت کے خوف سے سب دبلے ہو جائیں) حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ کوئی شخص (بغیر شہادت کے بھی) شہیدوں کیساتھ ہو سکتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص دن رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرے وہ ہو سکتا ہے (ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص پچیس مرتبہ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِي فِي الْمَوْتِ وَفِي مَا بَعْدَ الْمَوْتِ پڑھے وہ شہیدوں کے درجہ میں ہو سکتا ہے) اور ان سب فضیلتوں کا سبب یہی ہے کہ موت کا کثرت سے ذکر کرنا اس دھوکہ کے گھر سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے اور آخرت کیلئے تیاری پر آمادہ کرتا

ہے اور موت سے غفلت دُنیا کی شہوتوں اور لذتوں میں انہماک پیدا کرتی ہے عطار خراسانیؒ کہتے ہیں کہ ایکمرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مجلس پر گذر ہوا جہاں زور سے ہنسنے کی آواز آرہی تھی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی مجالس میں لذتوں کو مکدّر کرنیوالی چیز کا تذکرہ شامل کر لیا کرو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! لذتوں کو مکدّر کرنیوالی چیز کیا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ موت۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد آیا ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو یہ گناہوں کو زائل کرتی ہے اور دُنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے[۱] ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اگر تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ مرنیکے بعد تم پر کیا کیا گذرے گی تو کبھی رغبت سے کھانا نہ کھاؤ کبھی لذت سے پانی نہ پیو۔

ایک صحابیؓ کو حضورؐ نے وصیت فرمائی کہ موت کا ذکر کثرت سے کیا کرو یہ تمھیں دُوسری چیزوں میں رغبت سے ہٹا دیگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو جو شخص موت کا کثرت سے ذکر کرتا ہے اُسکا دِل زندہ ہو جاتا ہے اور موت اُسپر آسان ہو جاتی ہے۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے موت سے محبت نہیں ہے کیا علاج کروں؟ حضورؐ نے فرمایا تمھارے پاس کچھ مال ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہے حضورؐ نے فرمایا اُس کو آگے چلتا کر دو آدمی کا دِل مال سے لگا رہتا ہے جب اُس کو آگے بھیجدیتا ہے تو خود بھی اُس کے پاس جانیکو دِل چاہتا ہے اور جب پیچھے چھوڑ جاتا ہے تو خود بھی اُسکے پاس رہنے کو دِل چاہتا ہے[۲] ایک حدیث میں ہے کہ جب دو تہائی رات گذر جاتی تو حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے لوگو! اللہ کو یاد کرو اللہ کو یاد کرو عنقریب قیامت کا زلزلہ پھر صور پھونکنے کا وقت آرہا ہے اور (ہر شخص کی) موت اپنی ساری سختیوں سمیت آرہی ہے[۳]۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا معمول تھا کہ روزانہ رات کو عُلماء کے مجمع کو بُلاتے جو موت کا اور قیامت کا اور آخرت کا ذکر کرتے اور ایسا روتے جیسا کہ جنازہ سامنے رکھا ہو۔ ابراہیم تیمیؒ کہتے ہیں کہ دو چیزوں نے مجھ سے دُنیا کی ہر لذّت کو منقطع کر دیا۔ ایک موت نے دُوسرے قیامت میں حق تعالیٰ شانہٗ کے سامنے کھڑا ہونیکے فکر نے۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص موت کو پہچان لے اُسپر دُنیا کی ساری مصیبتیں آسان ہیں اشعثؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسن بصریؒ کے پاس جب بھی حاضر ہوتے جہنّم کا اور آخرت کا ذکر ہوتا۔ ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے اپنے دِل کی قساوت کی شکایت کی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ موت کا تذکرہ کثرت سے کیا کرو دل نرم ہو جائیگا۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اُسکے بعد حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں اور انکا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔[۴]

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ موت کا معاملہ نہایت خطرناک ہے اور لوگ اُس سے بہت غافل ہیں۔ اوّل تو اپنے مشاغل کیوجہ سے اُسکا ذکر ہی نہیں کرتے اور اگر کرتے ہیں تب بھی چونکہ دِل دُوسری طرف مشغول

---

۱ احیاء۔ ۲ اتحاف ۳ مشکوٰۃ ۴ احیاء۔

ہوتا ہے اسلئے محض زبانی تذکرہ مفید نہیں ہے بلکہ ضرورت اسکی ہے کہ دل کو سب طرف سے بالکل فارغ کرکے اسکو اس طرح سوچے کہ گویا وہ سامنے ہی ہے جسکی صورت یہ ہے کہ اپنے عزیز اقارب اور جانیوالے احباب کا حال سوچے کہ کیونکر انکو چارپائی پر لیجاکر مٹی کے نیچے داب دیا انکی صورتونکا، انکے اعلیٰ منصبونکا خیال کرے اور یہ غور کرے کہ اب مٹی نے کسطرح انکی اچھی صورتونکو بلیٹ دیا ہوگا انکے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے الگ الگ ہوگئے ہونگے کس طرح بچونکو یتیم، بیوی کو بیوہ اور عزیز واقارب کو روتا چھوڑ کر چلدیئے، انکے سامان، انکے مال، ان کے کپڑے پڑے رہ گئے۔ یہی حشر ایکدن میرا بھی ہوگا کس طرح وہ مجلسوں میں بیٹھکر قہقہے لگاتے تھے آج خاموش پڑے ہیں کس طرح دُنیا کی لذتوں میں مشغول تھے، آج مٹی میں ملے پڑے ہیں، کیسا موت کو بُھلا رکھا تھا آج اُسکے شکار ہوگئے، کس طرح جوانی کے نشہ میں تھے، آج کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ہے، کیسے دُنیا کے دھندوں میں ہر وقت مشغول رہتے تھے، آج ہاتھ الگ پڑا ہے پاؤں الگ ہے زبان کو کیڑے چمٹ رہے ہیں، بدن میں کیڑے پڑ گئے ہونگے، کیسا کِھل کِھلا کر ہنستے تھے، آج دانت گرے پڑے ہونگے، کیسی کیسی تدبیریں سوچتے تھے، برسوں کے انتظام سوچتے تھے، حالانکہ موت سر پر تھی مرنیکا دِن قریب تھا مگر انھیں معلوم نہیں تھا کہ آج رات کو میں نہیں ہونگا۔ یہی حال میرا ہے آج میں اتنے انتظامات کر رہا ہوں کل کی خبر نہیں کیا ہوگا[1]

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں ۔۔۔ سامان سو برس کا ہے کل کی خبر نہیں

آسمانوں پر جو فرشتے مختلف کاموں پر متعین ہیں انکو سال بھر کے احکامات ایک رات میں ملجاتے ہیں کہ اس سال فلاں فلاں کام کرنے ہیں اور فلاں فلاں شخص کے متعلق یہ عملدرآمد ہوگا اسمیں روایات مختلف ہیں کہ یہ احکام لیلۃ القدر میں ملتے ہیں یا شب برأت میں جونسی بھی رات ہو کثرت سے روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ اس رات میں ان سب کی فہرست فرشتونکے حوالہ کردیجاتی ہے جو اس سال میں مرنیوالے ہیں۔ دُنیا میں آدمی نہایت غفلت سے اپنے لہو ولعب میں مشغول ہوتا ہے اور آسمانوں پر اُسکی گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوگیا ہے اُسکی موت کا حکم صادر ہوچکا ہے جسمیں نہ کسی سفارش کی گنجائش ہے نہ اس حکم کا اپیل ہے، نہ جو وقت اسکی موت کا تجویز ہوا ہے اُسمیں ایک منٹ کی تاخیر ہوسکتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سورۂ دخان کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر میں لوحِ محفوظ سے ان سب چیزونکو نقل کیا جاتا ہے جو اس سال میں ہونیوالی ہیں کہ اتنا اتنا رزق دیا جائیگا، فلاں فلاں مریگا، فلاں فلاں پیدا ہوگا، اتنی بارش ہوگی حتیٰ کہ یہ بھی نقل کیا جاتا ہے کہ اس سال فلاں فلاں شخص حج کو جائیگا۔ ایک حدیث میں ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ تو آدمی کو دیکھے گا کہ وہ بازاروں میں چل پھر رہا ہے لیکن اُسکا نام اس سال کے مُردوں میں لکھا جاچکا ہے۔ ابونضرہؒ کہتے ہیں کہ اس رات میں سال بھر کے سارے کام فرشتوں پر منقسم کردیئے جاتے ہیں۔ تمام سال کی بھلائی بُرائی، روزی اور موت تکلیفیں

---

[1] احیاء

اور نرخونکی ارزانی اور گرانی تمام سال کی دیدی جاتی ہے۔

حضرت عکرمہؓ کہتے ہیں کہ شب براۃ میں سال بھر کے احکام طے کر کے حوالہ کر دیئے جاتے ہیں اس سال کے مُردوں کی فہرست اور حج کرنیوالوں کی فہرست دیدی جاتی ہے نہ ان میں کمی ہو سکتی ہے نہ زیادتی۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہے کہ ایک شعبان سے دُوسرے شعبان تک جتنے مرنیوالے ہیں ان سب کے اوقات لکھکر دیدیئے جاتے ہیں حتیٰ کہ آدمی دُنیا میں نکاح کرتا ہے اُسکے بچہ پیدا ہوتا ہے لیکن آسمان میں اُسکا نام مُردوں کی فہرست میں آچکا ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں بہت سے کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے اسلئے کہ اسمیں تمام سال میں مرنیوالوں کی فہرست مرتب ہوتی ہے حتیٰ کہ ایک آدمی نکاح کرنے میں مشغول ہے اور وہاں اسکا نام مُردوں میں لکھا گیا۔ ایک آدمی حج کو جا رہا ہے اور اُسکا نام مُردوں میں ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے اسکی وجہ دریافت کی کہ حضورؐ شعبان میں روزے بہت کثرت سے رکھتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسمیں سال بھر کے مُردوں کی فہرست بنتی ہے میرا دل چاہتا ہے کہ میرا نام جب مُردوں کی فہرست میں آئے تو میں روزہ دار ہوں۔

ایک حدیث میں ہے کہ نصف شعبان کی رات کو حق تعالیٰ شانہٗ ملک الموت کو اُس سال میں مرنیوالوں کی اطلاع فرما دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ روزانہ ہمیشہ جب آفتاب نکلتا ہے تو وہ اعلان کرتا ہے کہ جو نیک کام کرنا ہے کرلے آج کا دِن تیری عمر میں پھر کبھی نہیں آئیگا۔ اسلئے اس دِن میں تیری جو نیکیاں لکھی جا سکتی ہوں لکھوالے، اور دو فرشتے آسمان سے اعلان کرتے ہیں ایک ان میں سے کہتا ہے اے نیکی کے طلب کرنیوالے خوشخبری لے اور آگے بڑھ، اور دُوسرا کہتا ہے اے بُرائی کے کرنیوالے بس کر اور رُک جا اور اپنی ہلاکت کا سامان اکٹھا نہ کر، اور دو فرشتے اعلان کرتے ہیں جن میں سے ایک کہتا ہے یا اللہ خرچ کرنیوالے کو اُسکا بدل دے۔ اور دُوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ مال کو روک کے رکھنے والے کے مال کو برباد کر۔ عطاء بن یسارؒ کہتے ہیں کہ جب نصف شعبان کی رات ہوتی ہے تو ملک الموت کو ایک فہرست دیدی جاتی ہے کہ اسمیں جنکے نام ہیں ان سب کی اس سال میں روح قبض کرلی جائے۔ یہاں ایک آدمی فرش فروش میں لگا ہوا ہے، نکاح کرنے میں مشغول ہے، مکان کی تعمیر کرا رہا ہے اور وہاں مُردوں کی فہرست میں آگیا۔[1]

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ آدمی مسکین پر اگر کوئی آفت، کوئی مُصیبت، کوئی حادثہ، کوئی رنج، کوئی تکلیف، کوئی مشقت، کوئی خوف کبھی بھی نہ آئے تب بھی موت کی سختی، نزع کی حالت اور اسکا اندیشہ ایسی چیز ہے جو اُسکی ساری لذتوں کو مکدر کر دینے کیلئے کافی ہے اُسکے سارے راحت و آرام کو کھو دینے والی چیز ہے اُسکی غفلت کو زائل کر دینے کیلئے اسی کا فکر بہت کافی ہے یہی چیز خود اتنی سخت ہے کہ اُسکے فکر اور اُسکی تیاری میں آدمی

---

[1] در منثور

کو ہر وقت مشغول رہنا چاہئیے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ اُسکا وقت معلوم نہیں کہ کب آکر مسلط ہو جائے۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ رسّی دُوسرے کے ہاتھ میں ہے نہ معلوم کب کھینچ لے حضرت لقمانؑ کا ارشاد اپنے بیٹے سے ہے کہ موت ایسی چیز ہے جسکا حال معلوم نہیں کہ کب آپہنچے اُس کیلئے اس سے پہلے پہلے تیاری کرے کہ وہ دفعۃً آجائے اور واقعی بڑے تعجب کی بات ہے کہ اگر آدمی انتہائی لذّتوں میں مشغول ہو، لہو ولعب کی اُونچی مجلس میں شریک ہو اور اُسکو یہ معلوم ہو جائے کہ ایک سپاہی اسکی تلاش میں ہے جو دکسی جُرم کی سزا میں، اس کے پانچ کوڑے ماریگا تو ساری لذّت سارا عیش و آرام مکدّر ہو جائیگا دبلکہ اگر صرف اتنا ہی معلوم ہو جائے کہ اُسکے پاس اُسکی گرفتاری کا وارنٹ ہے وہ آجکل میں اسکو گرفتار کریگا تب بھی ساری لذّتیں ختم ہو جائیں گی راتکو نیند اُڑ جائیگی، حالانکہ اسکو معلوم ہے کہ ملک الموت ہر وقت اسپر مسلط ہے اور موت کی سختیاں دجو ہزاروں کوڑوں سے بڑھکر ہیں) اسپر مسلط کرنیوالا ہے پھر بھی ہر وقت اُس سے غافل رہتا ہے۔ یہ جہالت اور غرور کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ موت کی سختی کا حال وہی جانتا ہے جسپر گذر چکی ہے دُوسرے کو اُسکی سختی کا حال معلوم نہیں ہوتا وہ صرف قیاس کر سکتا ہے یا مرنیوالوں کی حالت دیکھکر کچھ اندازہ لگا سکتا ہے اور قیاس اس طرح پر ہو سکتا ہے کہ یہ تو ظاہر چیز ہے کہ بدن کے جس حصّہ میں رُوح نہیں ہوتی اُسکو کاٹنے سے تکلیف نہیں ہوتی دبدن کی جو کھال مُردہ ہو جاتی ہے اُسکو کاٹنے سے تکلیف نہیں ہوتی، لیکن جس عضو میں اور جس حصّہ میں جان ہوتی ہے اسمیں سُوئی چبھونے سے یا اُسکے کاٹنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے پس بدن کے جس عضو پر کوئی زخم ہوتا ہے یا اُسکو کاٹا جاتا ہے یا وہ جل جاتا ہے تو اُس سے تکلیف اسوجہ سے پہنچتی ہے کہ رُوح کو اور زندگی کو اُس حصّہ بدن سے تعلق ہے اُس تعلق کیوجہ سے اُس عضو کے ذریعے سے رُوح پر اثر پہنچتا ہے اور رُوح سارے بدن میں پھیلی ہوئی ہے تو ہر عضو میں اُسکا بہت تھوڑا سا حصّہ اثر کئے ہوئے ہے اور جتنا حصّہ اس عضو میں ہے اُسی کے بقدر رُوح کو تکلیف پہنچتی ہے جو بہت تھوڑا سا حصّہ ہے لیکن جو تکلیف اعضا کے بجائے براہِ راست ساری رُوح کو پہنچے جو موت کے وقت ہوتی ہے اُسکا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ کتنی ہوگی اسلئے کہ موت براہِ راست ساری رُوح کو کھینچتی ہے جو بدن کے سارے اعضا میں پھیلی ہوئی ہے اسلئے بدن کا کوئی حصّہ بھی ایسا نہیں ہوتا جسمیں اتنی ہی تکلیف نہ ہو جتنی کہ اُسکے کاٹنے میں ہوتی ہے اسلئے کہ کسی عضو کے کاٹنے سے اسوجہ سے تکلیف ہوتی ہے کہ رُوح اُس سے جُدا ہوتی ہے اور اگر وہ مُردہ ہو اُسمیں رُوح نہ ہو تو اُس کے کاٹنے سے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی پس جب رُوح کے ذرا سے حصّے کے جُدا ہونیسے اتنی تکلیف ہوتی ہے تو جب ساری رُوح کو بدن کے تمام حصّوں سے کھینچا جائیگا تو ظاہر ہے کہ کتنی تکلیف ہوگی لیکن بدن کا اگر ایک حصّہ کاٹا جاتا ہے تو رُوح کا بقیہ حصہ سارے بدن میں موجود ہوتا ہے وہ اُسوقت قوی ہوتا ہے اسلئے آدمی چلّاتا ہے تڑپتا ہے مگر جب ساری رُوح کھینچی جاتی ہے تو اُسمیں ضعف کی وجہ سے اتنی قوت نہیں رہتی کہ وہ

کراہنے سے کچھ آرام پالے البتہ اگر بدن قوی ہوتا ہے تو اسکی بقدر سانس کے اکھڑنے کیوقت اسمیں آواز پیدا ہوتی ہے جو سُنائی دیجاتی ہے قوت نہیں ہوتی تو یہ بھی پیدا نہیں ہوتی اسکے نکلنے کے بعد ہر عضو آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہونا شروع ہو جاتا ہے سب سے پہلے پاؤں ٹھنڈے ہوتے ہیں اسلئے کہ روح پاؤنکی طرف سب سے پہلے کھنچتی ہے اور وہاں سے نکلکر مُنھ کے ذریعہ سے جاتی ہے پھر پنڈلیاں ٹھنڈی ہوتی ہیں پھر رانیں، اسی طرح ہر ہر عضو ٹھنڈا ہوتا رہتا ہے اور ہر ایک عضو کو اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی اسکے کاٹنے سے ہوتی ہے یہانتک کہ جب روح حلق تک پہنچتی ہے تو آنکھونسے نور جاتا رہتا ہے۔ اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں یہ بھی دُعا ہے کہ یا اللہ مجھ پر موت کی اور نزع کی سختی آسان فرما لوگ بھی حضورؐ کے اتباع میں اس دُعا کو مانگتے ہیں مگر اُسکی تکلیف سے ناواقف ہونیکی وجہ سے سرسری طور پر مانگ لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام موت سے بہت زیادہ ڈرتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد اپنے حواریین سے ہے کہ میرے لئے حق تعالیٰ شانہٗ سے اسکی دُعا کرو کہ نزع کی تکلیف مجھ پر آسان ہو جائے کہ موت کے ڈر نے مجھے موت کے قریب پہنچا دیا۔ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے عابد لوگونکی ایک جماعت ایک قبرستان میں پہنچی اور انھوں نے آپسمیں مشورہ کیا کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے اسکی دُعا کیجائے کہ ان میں سے کوئی مُردہ ظاہر ہو جس سے ہم پوچھیں کہ کیا گذری، ان لوگوں نے دُعا کی ایک مُردہ ان پر ظاہر ہوا جسکی پیشانی پر کثرت سے سجدہ کرنیکا نشان بھی پڑا ہوا تھا وہ کہنے لگا کہ تم مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو مجھے مرے ہوئے پچاس سال ہو گئے لیکن موت کے وقت کی تکلیف اب تک میرے بدن سے نہیں گئی۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ یا اللہ تو روح کو پٹھوں سے ہڈیوں سے اور انگلیوں میں سے نکالتا ہے مجھ پر موت کی سختی آسان کر دے۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ایکمرتبہ موت کی سختی کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی کہ تین سو جگہ تلوار کی کاٹ سے ہوتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ جہاد پر جب ترغیب دیتے تو فرماتے کہ اگر تم قتل نہ کئے گئے تو بستروں پر مروگے قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ ہزار جگہ تلوار کی کاٹ سے مرنیکی تکلیف زیادہ سخت ہے۔ اوزاعیؒ کہتے ہیں، ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ مُردونکو قیامت میں اُٹھنے تک موت کی تکلیف کا اثر محسوس ہوتا رہتا ہے۔ حضرت شداد بن اوسؓ کہتے ہیں کہ موت دُنیا اور آخرت کی سب تکلیفونسے زیادہ سخت ہے وہ آرہ چلادینے سے زیادہ سخت ہے وہ قینچیوں سے کتر دینے سے زیادہ سخت ہے وہ دیگ میں پکا دینے سے زیادہ سخت ہے۔ اگر مُردے قبر سے اُٹھکر مرنیکی تکلیف بتائیں تو کوئی شخص بھی دُنیا میں لذت سے وقت نہیں گذار سکتا، میٹھی نیند اسکو نہیں آسکتی۔

کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب وصال ہوا تو حق تعالیٰ شانہٗ نے دریافت فرمایا کہ موت کو کیسا پایا۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں اپنی جان کو ایسا دیکھ رہا تھا جیسے زندہ چڑیا کو اس طرح آگ پر بھونا جا رہا ہو کہ نہ اُسکی جان نکلتی ہو نہ اُڑنیکی کوئی صورت ہو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایسی حالت تھی جیسا کہ زندہ بکری کی کھال اُتاری جا رہی ہو۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو رہا تھا تو پانی سے بھرا ہوا پیالہ حضورؐ کے قریب کھا ہوا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اپنے مُبارک ہاتھ کو پیالہ میں ڈالتے اور پھر مُنہ پر مَلتے تھے اور فرماتے تھے یا اللہ نزع کی سختی پر میری مدد فرما۔ حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ سے دریافت کیا کہ موت کی کیفیت بیان کرو۔ انھوں نے عرض کیا کہ امیر المومنین جس طرح ایک کانٹے دار ٹہنی کو آدمی کے اندر داخل کر دیا جائے جسکی ساتھ بدن کا ہر جز ولپٹ جائے پھر ایکدم اُسکو کھینچ لیا جائے۔ اسی طرح جان کھینچی جاتی ہے۔

یہ سب تو نزع کی مختصر کیفیت تھی ان سب کے علاوہ ملک الموت اور اُسکے مددگار فرشتوں کی صورتوں کا خوف ایک مستقل مرحلہ ہے جس صورت پر وہ گناہ گاروں کی جان نکالتے ہیں وہ ایسی ڈراؤنی صورت ہوتی ہے کہ قوی سے قوی آدمی بھی اُسکے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ تم جس صورت پر فاجر لوگوں کی جان نکالتے ہو وہ مجھے دکھاؤ۔ انھوں نے عرض کیا کہ آپ اُسکا تحمل نہ فرما سکیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں میں تحمل کرونگا۔ حضرت عزرائیلؑ نے عرض کیا کہ اچھا دُوسری طرف مُنہ کر لیجئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے مُنہ پھیر لیا اسکے بعد حضرت عزرائیلؑ نے عرض کیا کہ اب دیکھ لیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اُوپر دیکھا تو ایک نہایت کالا آدمی دیو کی شکل، بال بہت بڑے بڑے کھڑے ہوئے، نہایت سخت بدبو کالے کپڑے اُسکے مُنہ سے، ناک سے آگ کی لپٹیں نکل رہی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو یہ حالت دیکھکر غش آگیا بڑی دیر میں افاقہ ہوا تو ملک الموت اپنی پہلی صورت پر تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اگر فاجر شخص کیلئے کوئی دُوسری آفت نہ ہو تب بھی یہ صورت ہی اسکی آفت کیلئے کافی ہے یہ فاجروں کا حال ہے لیکن اللہ کے مطیع بندوں کی روح نکالنے کیوقت وہ نہایت ہی بہترین صورت میں ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی سے یہ نقل کیا گیا کہ انھوں نے ملک الموت سے فرمایا کہ مجھے اس ہیئت کو بھی دکھاؤ تو انھوں نے دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت جوان نہایت نفیس لباس پہنے ہوئے خوشبوئیں مہکتی ہوئی سامنے ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مومن کیلئے اگر مرتے وقت اس صورت کے علاوہ کوئی بھی فرحت کی چیز نہ ہو تو یہ بھی کافی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جب کسی بندے سے خوش ہوتے ہیں تو ملک الموت سے فرماتے ہیں کہ فلاں بندے کی روح لے آؤ میں اسکو راحت پہنچاؤں اُسکا امتحان ہو چکا ہے میں جیسا چاہتا تھا ویسا

ہی کامیاب نکلا ملک الموت اُس کے پاس آتے ہیں اور پانچسو فرشتے انکی ساتھ ہوتے ہیں اُن میں سے ہر فرشتہ اُس شخص کو ایک ایسی خوشخبری اور بشارت دیتا ہے جو دُوسروں نے نہ دی ہو انکے پاس ریحان کی ٹہنیاں اور زعفران کی جڑیں ہوتی ہیں وہ سب فرشتے دو قطاروں میں لائن لگا کر کھڑے ہوتے ہیں جب ابلیس یہ منظر دیکھتا ہے تو اپنا سر پکڑ کر رونا چلانا شروع کر دیتا ہے۔ اُسکے حشم خدم دوڑے ہوئے آکر پوچھتے ہیں آقا کیا بات ہوگئی وہ کہتا ہے کم بختو دیکھتے نہیں ہو یہ کیا ہو رہا ہے تم کہاں مر گئے تھے وہ یہ کہتے ہیں ہمارے سردار ہم نے تو بہت کوشش کی مگر یہ گناہوں سے محفوظ رہا۔

حضرت جابر بن زیادؒ کے جب انتقال کا وقت قریب تھا کسی نے پوچھا کسی چیز کی رغبت ہے فرمایا کہ حسنؓ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں حضرت حسن بصریؒ تشریف لائے تو لوگوں نے کہا کہ حسنؓ آگئے ہیں تو حضرت جابرؓ فرمانے لگے بھائی یہ رخصت کا وقت ہے اب جا رہے ہیں یہ خبر نہیں کہ جنت کیطرف یا جہنم کیطرف[1]

حضرت تمیم داریؓ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ ملک الموت سے فرماتے ہیں کہ میرے فلاں ولی کے پاس جاؤ اور اُسکی روح لے آؤ میں نے اُسکا خوشی میں اور غم میں دونوں میں امتحان لے لیا وہ ایسا ہی نکلا جیسا کہ میں چاہتا تھا اُسکو لے آؤ تاکہ دُنیا کی مشقتوں سے اُسکو راحت ملجائے۔ ملک الموت پانچسو فرشتوں کی جماعت کیساتھ اُسکے پاس آتے ہیں ان سب کے پاس جنت کے کفن ہوتے ہیں اِنکے ہاتھوں میں ریحان کے گلدستے ہوتے ہیں جن میں ہر ایک میں بیس رنگ ہوتے ہیں اور ہر رنگ میں نئی خوشبو ہوتی ہے اور ایک سفید ریشمی رومال میں مہکتا ہوا مشک ہوتا ہے ملک الموت اسکے سرہانے بیٹھتے ہیں اور فرشتے اُسکو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور اُسکے ہر عضو پر اپنا ہاتھ رکھتے ہیں اور یہ مشک والا رومال اُسکی ٹھوڑی کے نیچے رکھتے ہیں اور جنت کا دروازہ اُسکی نگاہ کے سامنے کھولدیتے ہیں اُسکے دِل کو جنت کی نئی نئی چیزوں سے بہلایا جاتا ہے جیسا کہ بچے کے رونیکے وقت اُسکے گھر والے مختلف چیزوں سے اُسکا دِل بہلاتے ہیں کبھی اُسکی حوریں سامنے کر دیجاتی ہیں کبھی وہاں کے پھل کبھی عمدہ عمدہ لباس غرض مختلف چیزیں اُسکے سامنے کیجاتی ہیں اُسکی حوریں (بیویاں) خوشی میں کودنے لگتی ہیں ان سب منظروں کو دیکھکر اُسکی روح بدن میں پھڑکنے لگتی ہے (جیسا کہ پنجرہ میں جانور نکلنے کو پھڑکتا ہے) اور ملک الموت اُس سے کہتا ہے اے مبارک روح چل ایسی بیریوں کی طرف جسمیں کانٹا نہیں ہے اور ایسے کیلوں کی طرف جو تو بتو لگے ہوئے ہیں اور ایسے سایہ کیطرف جو نہایت گہرا وسیع ہے اور پانی بہہ رہے ہیں (یہ چند منظروں کی طرف اشارہ ہے جو قرآن پاک میں سورۂ واقعہ کی اس آیت شریفہ میں ذکر کی گئی فِیۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ وَّطَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ وَّظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ الآیۃ ع ۱) اور ملک الموت ایسی نرمی سے بات کرتا ہے جیسا کہ ماں اپنے بچے سے کرتی ہے اسوجہ سے

---

[1] احیاء

کہ اُسکو یہ بات معلوم ہے کہ یہ روح حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں مقرب ہے وہ اس روح کیساتھ لُطف سے پیش آتا ہے تاکہ حق تعالیٰ شانہٗ اس فرشتے سے خوش ہوں وہ روح بدن میں سے ایسی طرح سہولت سے نکلتی ہے جیسا کہ آٹے میں سے بال نکلجاتا ہے جب روح نکلتی ہے تو سب فرشتے اُسکو سلام کرتے ہیں اور جنت میں داخل ہونیکی بشارت دیتے ہیں جسکو قرآن پاک اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَیِّبِیْنَ الآیۃ (نحل ع ۴) میں ذکر فرمایا ہے اور اگر وہ مقرب بندوں میں ہوتا ہے تو سورۂ واقعہ میں اُسکے متعلق ارشاد ہے فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ ۝ (ع ۳) پس جس وقت روح بدن سے جُدا ہوتی ہے تو وہ بدن سے کہتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ تجھکو جزائے خیر دے تو اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت میں جلدی کرنیوالا تھا، اُسکی نافرمانی میں سُستی کرنیوالا تھا، تجھے آج کا دن مُبارک ہو تُونے خود بھی عذاب سے نجات پائی اور مجھے بھی نجات دی، اور یہی مضمون بدن رخصت کیوقت روح سے کہتا ہے اُسکی جُدائی پر زمین کے وہ حصے روتے ہیں جن پر وہ اکثر عبادت کیا کرتا تھا۔ آسمان کے وہ دروازے روتے ہیں جن سے اُسکے اعمال اُوپر جایا کرتے تھے اور جن سے اُسکا رزق اُترا کرتا تھا۔ اسکے بعد وہ پانچسو فرشتے میت کے پاس جمع ہوجاتے ہیں اور جب نہلانیوالے اُسکو کروٹ دیتے ہیں تو وہ فرشتے فوراً اُسکو کروٹ دینے لگتے ہیں اور جب وہ کفن پہناتے ہیں تو اس سے پہلے وہ فوراً اپنا لایا ہوا کفن پہنا دیتے ہیں، جب وہ خوشبو ملتے ہیں تو وہ فرشتے اس سے پہلے اپنی لائی ہوئی خوشبو مل دیتے ہیں۔ اسکے بعد وہ اسکے دروازہ سے قبر تک دونوں جانب قطار لگا کر کھڑے ہوجاتے ہیں اور اسکے جنازہ کا دُعا اور استغفار کیساتھ استقبال کرتے ہیں۔

یہ سارے منظر شیطان دیکھکر اس قدر زور سے روتا ہے کہ اُسکی ہڈیاں ٹوٹنے لگتی ہیں اور اپنے لشکروں سے کہتا ہے تمھارا ناس ہوجائے یہ تم سے کس طرح چھوٹ گیا وہ کہتے ہیں کہ یہ معصوم تھا۔

اسکے بعد جب حضرت ملک الموت اُسکی روح لیکر اُوپر جاتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کیساتھ اُسکا استقبال کرتے ہیں یہ فرشتے اُسکو حق تعالیٰ شانہٗ کیطرف سے بشارتیں دیتے ہیں اسکے بعد جب ملک الموت علیہ السلام اُسکو عرش تک لیجاتے ہیں تو وہاں پہنچکر وہ روح سجدہ میں گرجاتی ہے حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بندے کی روح کو سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ الآیۃ (واقعہ ع ۱) میں پہنچادو جب اُسکی نعش قبر میں رکھی جاتی ہے تو اُسکی نماز اُسکے دائیں طرف آکر کھڑی ہوجاتی ہے روزہ بائیں طرف کھڑا ہوجاتا ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت اور اللہ کا ذکر سر کیطرف کھڑا ہوجاتا ہے اور جماعت کی نماز کو جو قدم چلے ہیں وہ پاؤں کیطرف کھڑے ہوجاتے ہیں اور (مصائب پر اور گناہوں سے) صبر قبر کے ایک جانب کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اسکے بعد عذاب اُس قبر میں اپنی گردن نکالتا ہے اور مُردہ تک پہنچنا چاہتا ہے لیکن وہ اگر دائیں جانب سے آتا ہے تو نماز اُسکو کہتی ہے کہ پرے ہٹ یہ شخص خدا کی قسم دُنیا میں ہمیشہ مشقت اُٹھاتا رہا ابھی ذرا راحت سے سویا ہے۔ پھر وہ بائیں جانب سے آتا ہے تو روزہ اسی طرح اُسکو ہٹا دیتا ہے۔ پھر وہ سر کیطرف سے آتا ہے

تو تلاوت اور ذکر اُسکو روکدیتے ہیں کہ ادھر کو تیرا راستہ نہیں ہے غرض وہ جس جانب سے جانا چاہتا ہے اُس کو راستہ نہیں ملتا اسلئے کہ اللہ کے ولی کو ہر جانب سے عبادتوں نے گھیر رکھا ہے۔ وہ عذاب عاجز ہو کر واپس چلا جاتا ہے۔ اسکے بعد صبر جو ایک کونہ میں کھڑا تھا ان عبادتوں سے کہتا ہے کہ میں اس انتظار میں تھا کہ اگر کسی جانب (عبادت کی کسی قسم کی کمزوری سے) کچھ ضعف ہو تو میں اُس جانب مزاحمت کرونگا مگر الحمد للہ کہ تم نے ملکر اُس کو دفع کر دیا اب میں (اعمال تُلنے کی) ترازو کے وقت اسکے کام آؤں گا۔

اسکے بعد دو فرشتے اُس مُردہ کے پاس آتے ہیں جنکی آنکھیں بجلی کیطرح چمکتی ہیں اور آواز بادلوں کی زوردار گرج کیطرح ہوتی ہے انکے دانتوں کی کچلیاں گائے کے سینگوں کی طرح ہوتی ہیں انکے مُنہ سے سانس کی ساتھ آگ کی لپٹیں نکلتی ہیں، بال اتنے بڑے کہ پاؤں تک لٹکے ہوئے انکے ایک مونڈھے سے دُوسرے مونڈھے تک اتنا فاصلہ کہ کئی دِن میں چلکر پُورا ہو مہربانی اور نرمی گویا انکے پاس کو بھی نہیں گذری (البتہ سختی کا معاملہ مؤمنوں کیساتھ نہیں کرتے لیکن ہیئت ہی کیا کم ہے) انکو منکر نکیر کہا جاتا ہے۔ انمیں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک اتنا بڑا اور بھاری ہتوڑا کہ اگر ساری دُنیا کے انسان اور جنات ملکر اُٹھائیں تو ان سے اُٹھ نہ سکے۔ وہ آکر مُردہ سے کہتے ہیں بیٹھ جا مُردہ ایکدم بیٹھ جاتا ہے اور کفن اُسکے سر سے نیچے سُرین تک آجاتا ہے وہ سوال کرتے ہیں تیرا رب کون ہے تیرا مذہب کیا ہے تیرے نبی کا کیا نام ہے۔ مُردہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ جل شانہٗ ہے جو وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے (وہ تن تنہا مالک ہے کوئی اُسکا شریک نہیں) میرا دِین اسلام ہے، میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو خاتم النبیین ہیں۔ وہ دونوں کہتے ہیں تُونے صحیح کہا ہے اس کے بعد وہ قبر کی دیواروں کو سب طرف سے ہٹا دیتے ہیں جس سے وہ اُوپر سے اور چاروں جانب دائیں بائیں سرہانے پائینتی سے بہت زیادہ وسیع ہو جاتی ہے۔ اُسکے بعد وہ کہتے ہیں کہ اُوپر سر اُٹھاؤ۔ مُردہ جب سر اُٹھاتا ہے تو اُسکو ایک دروازہ نظر آتا ہے جسمیں سے جنت نظر آتی ہے وہ کہتے ہیں کہ اے اللہ کے ولی وہ جگہ تمھارے رہنے کی ہے اسوجہ سے کہ تم نے اللہ تعالیٰ شانہٗ کی اطاعت کی ہے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قسم ہے اُس پاک ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ اُسکو اسوقت ایسی خوشی ہوتی ہے جو کبھی نہ لوٹے گی۔ اُسکے بعد وہ فرشتے کہتے ہیں کہ اپنے پاؤں کی طرف دیکھو وہ دیکھتا ہے تو جہنم کا ایک دروازہ نظر آتا ہے (جس سے اُسکی حالت نظر آتی ہے) وہ فرشتے کہتے ہیں کہ اے اللہ کے ولی تُونے اس دروازہ سے نجات پالی اسوقت بھی مُردہ کو اسقدر خوشی ہوتی ہے جو کبھی نہ لوٹے گی۔ اسکے بعد اُس قبر میں ستتّر دروازے جنت کیطرف کُھلجاتے ہیں جن میں سے وہاں کی ٹھنڈی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی رہتی ہیں اور قیامت تک یہی منظر رہیگا۔ اسکے بعد دُوسرے کی حالت سُنو کہ حق تعالیٰ شانہٗ ملک الموت سے فرماتے ہیں کہ میرے دُشمن کے پاس جاؤ اور اُسکی جان نکال لاؤ میں نے اُسپر ہر قسم کی فراخی رکھی اپنی نعمتیں (دُنیا میں چاروں طرف سے) اُسپر لاد دیں مگر وہ میری نافرمانی سے

باز نہیں آیا لاؤ آج اسکو سزا دوں ملک الموت نہایت تکلیف دہ صورت میں اُسکے پاس آتے ہیں اس صورت سے
کہ بارہ آنکھیں ان میں ہوتی ہیں انکے پاس ایک گرز لوہے کا موٹا سا ڈنڈا، جہنم کی آگ کا بنا ہوا ہوتا ہے
جسمیں کانٹے ہوتے ہیں اُنکی ساتھ پانسو فرشتے جن کیساتھ تانبہ کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے اور ہاتھوں میں جہنم کی آگ
کے بڑے بڑے انگارے اور آگ کے کوڑے ہوتے ہیں جو دہکتے ہوئے ہوتے ہیں ملک الموت آتے ہی وہ گرز اسپر مارتے ہیں
جسکے کانٹے اسکے ہر رگ و پے میں گھس جاتے ہیں پھر وہ اسکو کھینچتے ہیں اور باقی فرشتے ان کوڑوں سے اُسکے مُنہ کو
اور سرین کو مارنا شروع کر دیتے ہیں جس سے وہ مُردہ غش کھانے لگتا ہے وہ اسکی روح کو پاؤں کی انگلیوں سے نکالکر
ایڑی میں روکدیتے ہیں اور پٹائی کرتے رہتے ہیں پھر ایڑی سے نکالکر گھٹنوں میں روکدیتے ہیں پھر وہاں سے نکالکر
(اور جگہ جگہ اسلئے روکتے ہیں تاکہ دیر تک تکلیف پہنچائی جائے) پیٹ میں روکدیتے ہیں اور وہاں سے کھینچکر سینے
میں روکدیتے ہیں پھر فرشتے اُس تانبہ کو اور جہنم کے انگاروں کو اسکی ٹھوڑی کے نیچے رکھدیتے ہیں اور ملک
الموت علیہ السلام کہتے ہیں کہ اے ملعون روح نکل اور اُس جہنم کی طرف چل جسکی صفت (قرآن پاک سورۂ واقعہ
ع ۲ میں) فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ الآیہ ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ وہ لوگ آگ میں اور کھولتے ہوئے پانی میں اور
سیاہ دھویں کے سایہ میں جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ فرحت بخش ہوگا (بلکہ نہایت تکلیف دینے والا ہوگا)۔ پھر
جب اُسکی روح بدن سے رخصت ہوتی ہے تو وہ بدن سے کہتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ تجھے برا بدلہ دے تو مجھے اللہ
کی نافرمانی میں جلدی سے لیجاتا تھا اور اُسکی اطاعت میں سستی کرتا تھا تو خود بھی ہلاک ہوا اور مجھے بھی ہلاک
کیا۔ اور یہی مضمون بدن روح سے کہتا ہے اور زمین کے وہ حصے جن پر وہ اللہ کے گناہ کیا کرتا تھا اُسپر لعنت
کرتے ہیں اور شیطان کے لشکر دوڑے ہوئے اپنے سردار ابلیس کے پاس جاکر خوشخبری سناتے ہیں کہ ایک آدمی
کو جہنم تک پہنچا دیا پھر جب وہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو زمین اُسپر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اُسکی پسلیاں ایک
دوسری میں گھس جاتی ہیں پھر اُسپر کالے سانپ مسلط ہو جاتے ہیں جو اُسکی ناک اور پاؤں کے انگوٹھے سے کاٹنا
شروع کرتے ہیں یہانتک کہ درمیان میں دونوں جانب کے سانپ آکر ملجاتے ہیں پھر اُسکے پاس دو فرشتے
(منکر نکیر جنکی ہیئت ابھی گذر چکی ہے) آتے ہیں اور اُس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے؟
تیرے نبی کون ہیں وہ ہر سوال کے جواب میں لاعلمی ظاہر کرتا ہے اور اُسکے جواب پر اُسکو گرز سے اس قدر
زور سے مارتے ہیں کہ اُس گرز کی چنگاریاں قبر میں پھیل جاتی ہیں اُسکے بعد اسکو کہتے ہیں کہ اُوپر دیکھ وہ
اوپر کیجانب جنت کا دروازہ کھلا ہوا دیکھتا ہے (اُسکی باغ و بہار وہاں سے نظر آتی ہے)، وہ فرشتے اس
سے کہتے ہیں کہ اللہ کے دشمن اگر تو اللہ تعالیٰ شانہٗ کی اطاعت کرتا تو یہ تیرا ٹھکانا ہوتا۔ حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں اُس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ اسکو اسوقت ایسی حسرت ہوتی ہے کہ
ایسی حسرت کبھی نہ ہوگی۔ پھر دوزخ کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور وہ فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ کے دشمن اب

تیرا یہ ٹھکانا ہے اسلئے کہ تُو نے حق تعالیٰ شانہٗ کی نافرمانی کی۔ اسکے بعد ستتر دروازے جہنم کے اُسکی قبر میں کھولدیئے جاتے ہیں جن میں سے قیامت تک گرم ہوائیں اور دُھواں وغیرہ آتا رہتا ہے۔ محدثین رحمہم اللہ اس حدیث پر سند کے اعتبار سے کچھ کلام کرتے ہیں لیکن اسکے مضامین کی تائید بہت سی روایات سے ہوتی ہے[1] بالخصوص حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایتیں جو مشکوٰۃ شریف کی کتاب الجنائز میں اور باب اثبات عذاب القبر میں ہیں اگر کوئی انکا ترجمہ دیکھنا چاہے تو مظاہر حق میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ منظر بہت زیادہ نگاہ میں رکھنے کے قابل ہے کہ بہت سخت منظر ہے بہت کثرت سے احادیث میں اسکے واقعات ذکر کئے گئے ہیں اختصار کیوجہ سے ایک ہی حدیث کا ترجمہ لکھا گیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ گنہگاروں کیلئے اہلِ قبور سے ہلاکت ہے کہ انکے اُوپر کالے سانپ مسلط کردیئے جاتے ہیں ایک پاؤں کی جانب سے دوسرا سر کیجانب سے اور وہ کاٹتے ہوئے چلے جاتے ہیں یہانتک کہ درمیان میں آکر دونوں ملجاتے ہیں یہی وہ برزخ کا عذاب ہے جسکو قرآن پاک میں وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (مومنون ع ۶) سے تعبیر فرمایا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عثمانؓ قبر کا ذکر کرتے تو اتنا روتے کہ ڈاڑھی مبارک تر ہوجاتی جیسا کہ اُوپر گذر چکا ہے۔ اسی وجہ سے حضورؐ کی دُعاؤں میں بہت کثرت سے عذابِ قبر سے پناہ مانگی گئی تاکہ لوگ کثرت سے اُسکی دُعا مانگیں ورنہ حضورؐ خود تو معصوم ہیں اور اسی بنا پر حضورؐ کا وہ ارشاد ہے جو پہلے گذرا کہ تم خوف کیوجہ سے مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ دوگے ورنہ میں اللہ تعالیٰ شانہٗ سے دُعا کرتا کہ تمھیں عذابِ قبر سُنادے۔ اور یہ جو کچھ ہے مقتضائے عدل ہے اسلئے کہ آدمی اس عالم میں صرف اللہ تعالیٰ شانہٗ کی عبادت کیلئے بھیجا گیا تھا اور حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے تمام جانی اور مالی احسانات کیساتھ قرآن پاک میں یہ بات جتا بھی دی تھی کہ تمھیں اس عالم میں آکر صرف عبادت کیلئے بھیجا جاتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ (الذّٰریٰت ع ۳) اور اسپر بھی متنبہ کردیا تھا کہ زندگی صرف امتحان کیلئے دیگئی ہے کہ ہمارے ان احسانات میں کیا کارگذاری ہے اور موت اُس امتحان کا نتیجہ سُنانے کیلئے ہے۔ تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ نِ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ○ (الملک ع ۱) وہ (خدا عزوجل) بڑا عالیشان ہے جسکے قبضہ میں تمام سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جسنے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمھاری آزمائش کرے کہ تم میں کونسا شخص زیادہ اچھے عمل کرنیوالا ہے اور جبکہ یہ دُنیا امتحان کی جگہ ہے اور جن و انس کی پیدائش کی حکمت صرف عبادت ہے اور دُنیا کی جتنی لذتیں، راحتیں اور سامان دیئے گئے ہیں وہ صرف اسلئے دیئے گئے ہیں کہ اپنی ضرورت کے بقدر ان سے نفع اُٹھائیں اور کم سے کم ضرورت پوری کرنیکے بعد جو کچھ بچے وہ اپنے

---

[1] اتحاف

ہی نفع کیلئے اپنے ہی کام آنے کیلئے اللہ تعالیٰ شانہٗ کے خزانہ میں جمع کردیں پھر کتنی غفلت اور حسرت اور خسارہ کی بات ہے کہ ہم ان میں لگ کر حق تعالیٰ شانہٗ کے احکامات کو بھی بھول جائیں اور اس سے بھی آنکھ بند کرلیں کہ ہم کیوں آئے تھے اور یہ سب ہمیں کیوں دیا گیا تھا ہم کس چیز میں لگ گئے اور اصل حسرت اُسوقت ہوتی ہے جب یہ ہزاروں کی مقدار بڑی محنت اور جانفشانی سے کمائی ہوئی اپنے اوپر خرچ کی تنگی کر کے جمع کی ہوئی دُوسروں کیلئے چھوڑ کر خود خالی ہاتھ دفعۃً اس عالم سے چلا جانا پڑے۔ اگر ہم میں کچھ بھی عقل کا حصہ ہے تو تھوڑی دیر بالکل تنہا مکان میں بیٹھکر یہ منظر سوچنے اور غور کرنیکا ہے کہ اگر اسی وقت ملک الموت آجائیں تو میرا کیا بنے اور اس سارے ساز و سامان کا کیا بنے جو برسوں کی محنت ہے، برسوں کی کمائی ہے، برسوں کا جوڑا ہوا ہے۔ حضرت وہبؒ بن منبہ کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ تھا جسکا ارادہ اپنی مملکت کی زمین کی سیر کا اور حال دیکھنے کا ہوا۔ اُس کیلئے شاہانہ جوڑا منگایا۔ ایک جوڑا لایا گیا وہ پسند نہ آیا دُوسرا منگایا گیا غرض بار بار رد کے بعد نہایت پسندیدہ جوڑا پہنکر سواری منگائی گئی۔ ایک عُمدہ گھوڑا لایا گیا پسند نہ آیا اُسکو واپس کر کے دُوسرا تیسرا منگایا جب وہ بھی پسند نہ آیا تو سب گھوڑے سامنے لائے گئے ان میں سے بہترین گھوڑا پسند کر کے سوار ہوا شیطان مردود نے اسوقت اور بھی نخوت ناک میں پھونک دی نہایت تکبّر سے سوار ہوا حشم خدم فوج پیادہ ساتھ چلے مگر بڑائی اور تکبّر سے بادشاہ انکی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا تھا راستہ میں چلتے چلتے ایک شخص نہایت خستہ حال پُرانے کپڑوں میں ملا اُسنے سلام کیا۔ بادشاہ نے التفات بھی نہ کیا۔ اُس خستہ حال نے گھوڑے کی لگام پکڑلی۔ بادشاہ نے اُسکو ڈانٹا کہ لگام چھوڑ اتنی بڑی جرأت کرتا ہے۔ اُسنے کہا مجھے تجھ سے ایک کام ہے۔ بادشاہ نے کہا اچھا صبر کر جب میں سواری سے اُترونگا اسوقت کہہ لینا اُسنے کہا نہیں ابھی کہنا ہے اور یہ کہکر زبردستی لگام چھین لیا۔ بادشاہ نے کہا کہہ۔ اُسنے کہا بہت راز کی بات ہے کان میں کہنی ہے۔ بادشاہ نے کان اُسکے قریب کردیا۔ اسنے کہا میں ملک الموت ہوں تیری جان لینا ہے یہ سُنکر بادشاہ کا چہرہ فق ہوگیا اور زبان لڑکھڑا گئی پھر کہنے لگا کہ اچھا مجھے اتنی مہلت دیدے کہ میں گھر جاکر کچھ اپنے سامان کا نظم کردوں، گھر والوں سے مل لُوں، فرشتہ نے کہا کہ بالکل مہلت نہیں ہے اب تُو اپنے گھر کو اور سامان کو کبھی نہیں دیکھ سکیگا یہ کہکر اُسکی روح قبض کرلی وہ گھوڑے پر سے لکڑی کیطرح نیچے گر گیا۔ اسکے بعد وہ فرشتہ ملک الموت ایک نیک مُسلمان کے پاس گیا کہ وہ نیک بندہ، بھی کہیں سفر میں جا رہا تھا اُسکو جاکر سلام کیا اُسنے وعلیکم السلام کہا اُسنے کہا مجھے تیرے کان میں ایک بات کہنی ہے۔ اُسنے کہا کہو۔ اس نے کان میں کہا کہ میں ملک الموت ہُوں۔ اُسنے کہا بہت اچھا کیا آئے بڑا مُبارک ہے ایسے شخص کا آنا جسکا فراق بہت طویل ہوگیا تھا مجھ سے تو جتنے آدمی دُور ہیں ان میں کسی سے بھی مُلاقات کا اتنا اشتیاق نہ تھا جتنا تمہاری ملاقات کا تھا فرشتے نے کہا کہ تم جس کام کیلئے گھر سے نکلے ہو اُسکو جلدی پُورا کرلو۔ اُسنے کہا مجھے حق تعالیٰ شانہٗ سے ملنے سے زیادہ محبوب کوئی بھی کام نہیں ہے فرشتے نے کہا کہ تم جس حالت پر مَرنا اپنے لئے پسند کرتے ہو

میں اُسی حالت میں جان قبض کرونگا اُس شخص نے کہا کہ تمہیں اسکا اختیار ہے۔ فرشتہ نے کہا مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ تمہاری خوشی کا اتباع کروں، اُس شخص نے کہا کہ اچھا تو مجھے وضو کرکے نماز پڑھنے دو اور جب میں سجدہ میں جاؤں تو میری روح قبض کرلینا چنانچہ اُسنے نماز شروع کی اور سجدہ میں اسکی روح قبض کی گئی۔ [1]

حق تعالیٰ شانہٗ کے بے نہایت احسانات میں سے یہ بھی ہے کہ اس ناکارہ کی سب سے بڑی لڑکی عزیز محترم مولوی محمد یوسف صاحب زاد فضلہٗ کی اہلیہ جو عرصہ سے بیمار تھی اور اشارہ سے نماز پڑھتی تھی اسی سال ۲۹ شوال ۶۶ھ شب دوشنبہ میں جبکہ وہ مغرب کی نماز میں اشارہ کرکے سجدہ میں گئی تو وہیں روح کو اسکے پیدا کرنیوالے کے سُپرد کردیا۔ اور اسی حالتِ سجود میں دُنیا کو رخصت کردیا حق تعالیٰ شانہٗ کے کس کس احسان کا شکر ادا ہوسکتا ہے۔ ابوبکر بن عبداللہ مزنیؒ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے بہت زیادہ مال جمع کیا تھا جب مرنیکے قریب ہوگیا تو اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرا سارا مال میرے سامنے تو کردو وہ سب جلدی جلدی جمع کیا گیا بہت سے گھوڑے، اُونٹ، غلام وغیرہ سب چیزیں سامنے لائی گئیں وہ انکو دیکھکر (حسرت سے) رو رہا تھا کہ یہ سب چھوٹ رہا ہے۔ اتنے میں ملک الموت سامنے آگئے اور کہنے لگے رونیسے کیا فائدہ ہے اُس ذات کی قسم جسنے یہ سب نعمتیں تجھکو عطا کیں اب تیری جان لیکر جاؤنگا۔ اُسنے درخواست کی کہ تھوڑی سی مہلت اگر دیدی جائے تو میں ان چیزوں کو تقسیم کردوں فرشتے نے کہا اب مہلت کا وقت افسوس ہے کہ جاتا رہا کاش اسوقت سے پہلے تو تقسیم کردیتا یہ کہکر اُسکی جان نکال لی۔

ایک اور واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے بہت سامان جمع کیا تھا اور کوئی چیز بھی ایسی نہ چھوڑی جو اپنے یہاں نہ منگائی ہو اور ایک بہت بڑا عالیشان محل تیار کیا جسکے دو دروازے تھے اُن پر غلام محافظ مقرر کئے اور مکان کی تیاری کی بہت بڑی دعوت کی جسمیں اپنے سب عزیز و احباب کو جمع کیا اور ایک بڑے عالیشان تخت پر ایک ٹانگ کھڑی کرکے دُوسری ٹانگ اُسپر رکھے بیٹھا تھا لوگ کھانا کھارہے تھے اور وہ اپنے دِلمیں کہہ رہا تھا کہ ہر قسم کا ذخیرہ اتنا جمع ہوگیا ہے کہ کئی سال تک تو اب خریدنا نہ پڑیگا یہ خیال دِلمیں گذر ہی رہا تھا کہ ایک فقیر پھٹے کپڑے گردن میں دفقیروں جیسا جھولا پڑا ہوا دروازہ پر آیا اور اس زور سے کواڑونکو پیٹنا شروع کیا کہ اُسکے تخت تک آواز پہنچی، غلام دوڑے ہوئے باہر آئے کہ یہ کون نامعقول ہے اُس سے جاکر پوچھا یہ کیا بات ہے اُس فقیر نے کہا کہ اپنے سردار کو میرے پاس بھیجدو، غلاموں نے کہا کہ ہمارے آقا تجھ جیسے فقیر کے پاس آئینگے؟ اُسنے کہا ضرور آئینگے اُس سے جاکر کہدو وہ آقا کے پاس گئے اور اُس سے قصہ سنایا، اس نے کہا تم نے اُسکو اس کہنے کا مزہ نہ چکھایا اتنے میں اُس فقیر نے دوبارہ پہلے سے بھی زیادہ زور سے کواڑونکو پیٹا جس پر دربان دوڑے ہوئے پھر دروازے پر آئے تو اُس فقیر نے کہا کہ اُس اپنے آقا سے کہدو کہ میں ملک الموت

---

[1] احیاء

ہوں یہ سنکر انکے ہوش اُڑگئے اور آقا سے جاکر کہا اُسپر بھی مٹی چھٹ گئی اور بہت عاجزی سے کہنے لگا کہ اُس سے
یہ کہدو کہ میرے فدیہ میں کسی دوسرے کو قبول کرلے۔ اتنے میں یہ فقیر اندر پہنچ گیا اور اُس سے کہا کہ تجھے جو کچھ کرنا ہے
کرلے میں تیری روح قبض کئے بغیر واپس نہیں جاسکتا۔ اُسنے اپنا سب مال جمع کرایا اور مال سے کہنے لگا کہ اللہ
کی تجھ پر لعنت ہو کہ تُونے اور تیری مشغولی نے مجھے اپنے مولیٰ کی عبادت سے روکدیا اور اتنا وقت نہ دیا کہ میں
کسی وقت یکسوئی سے اللہ تعالیٰ شانہٗ کو یاد کرلیتا۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی قدرت سے مال کو گویائی عطا کی
اُسنے کہا مجھے لعنت کیوں کرتا ہے میری ہی وجہ سے تو بڑے بڑے بادشاہوں تک ایسے وقت پہنچ جاتا تھا
جبکہ نیک لوگ انکے دروازوں سے ہٹادیئے جاتے تھے میری ہی وجہ سے تُو نازک نازک عورتوں کی لذتیں حاصل
کرتا تھا میری ہی وجہ سے تُو بادشاہوں کیطرح رہتا تھا تو مجھے بُرائی کے موقعوں میں خرچ کرتا تھا اور میں
انکار نہیں کرسکتا تھا اگر تُو مجھے خیر کے مواقع میں خرچ کرتا تو میں تیرے کام آتا۔ اسکے بعد ملک الموت نے ایکدم
اُسکی روح قبض کرلی۔

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ ایکمرتبہ ملک الموت ایک بہت بڑے ظالم جابر کی روح قبض کرکے لے گئے کہ
دُنیا میں اُس سے بڑا ظالم کوئی نہ تھا۔ وہ جارہے تھے فرشتوں نے اُن سے پوچھا کہ تم نے ہمیشہ جانیں قبض کیں
تمھیں کبھی کسی پر رحم بھی آیا انھوں نے کہا کہ سب سے زیادہ ترس مجھے ایک عورت پر آیا جو تنہا جنگل میں تھی جب
ہی اُسکے بچہ پیدا ہوا تھا مجھے حکم ہوا کہ اس عورت کی جان قبض کرلوں مجھے اُس عورت کی اور اُسکے بچہ کی
تنہائی پر بڑا ترس آیا کہ اس بچہ کا اس جنگل میں جہاں کوئی دُوسرا نہیں ہے کیا بنے گا فرشتوں نے کہا کہ
یہ ظالم جسکی روح تم لے جارہے ہو وہی بچہ ہے۔ ملک الموت حیرت میں رہ گئے کہنے لگے مولیٰ تُو پاک ہے بڑا مہربان
ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے اور اُسکے گھر والے رونا شروع کرتے ہیں
تو ملک الموت اُس مکان کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ میں نے اسکی روزی نہیں کھالی دیہ اپنی روزی
ختم کرچکا تھا میں نے اسکی عمر کم نہیں کردی مجھے تو اس گھر میں پھر آنا ہے اور بار بار آنا ہے اتنے سب ختم
نہ ہوجائیں۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں خدا کی قسم اگر گھر والے اُسوقت اُس فرشتہ کو دیکھیں اور اُسکی بات
سُن لیں تو مُردہ کو بھول جائیں اور اپنے فکر میں پڑجائیں۔

یزید رقاشیؒ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ظالموں میں سے ایک ظالم اپنے گھر میں بیٹھا ہوا اپنی بیوی سے تخلیہ
کررہا تھا اتنے میں دیکھا کہ گھر میں ایک اجنبی آدمی دروازہ سے چلا آرہا ہے یہ شخص نہایت غصہ میں اُس کیطرف
لپکا اُس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور گھر میں آنیکی تجھے کس نے اجازت دی اُسنے کہا کہ مجھے اس گھر کے مالک نے
اندر آنیکو کہا ہے اور میں وہ شخص ہوں جسکو نہ کوئی پردہ روک سکتا ہے اور نہ بادشاہوں کے پاس جانیکے

لئے مجھے اجازت کیضرورت ہوتی ہے نہ کسی ظالم کے دبدبہ سے ڈرتا ہوں نہ کسی مغرور متکبر کے پاس جانیسے مجھے کوئی چیز مانع ہوتی ہے۔ اُسکی یہ گفتگو سنکر وہ ظالم خوفزدہ ہوگیا، بدن میں کپکپی آگئی اور اوندھے منہ گر گیا۔ اُسکے بعد نہایت عاجزی سے کہنے لگا پھر تو آپ ملک الموت ہیں اُسنے کہا ہاں میں وہی ہوں۔ صاحب مکان نے کہا کہ آپ مجھے اتنی مہلت دیدیں کہ میں وصیت نامہ لکھدوں۔ فرشتہ نے کہا کہ اب اسکا وقت دور چلا گیا افسوس کہ تیری مدت ختم ہو چکی ہے سانس پورے ہو گئے اور تیرا وقت ختم ہوگیا اب تیرے لئے ذراسی تاخیر کی بھی گنجائش نہیں صاحب مکان نے پوچھا کہ آپ مجھے کہاں لیجائیں گے۔ فرشتہ نے کہا تیرے اعمال جو آگے گئے ہوئے ہیں ان کے پاس ہی لیجاؤنگا (جیسے عمل کئے ہونگے ویسا ہی ٹھکانا ملیگا) اور جس قسم کا گھر تُو نے اُس جہان میں بنا رکھا ہوگا وہی تجھے ملیگا۔ اُسنے کہا کہ میں نے تو نیک اعمال کچھ بھی نہیں کئے اور نہ کوئی عمدہ گھر اپنے لئے ابتک بنا رکھا ہے فرشتہ نے کہا پھر تو لظی نزاعۃ للشوٰی کیطرف لیجاؤنگا یہ سورۂ معارج ع ا کی آیت کیطرف اشارہ ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ۔ بیشک وہ آگ ایسی دہکتی ہوئی ہے جو کھال تک کھینچ لے گی اور اُس شخص کو جسنے (دُنیا میں حق سے) منہ پھیرا اور بے توجہی کی وہ آگ خود ہی بلالیگی (اپنی طرف کھینچ لے گی) اسکے بعد اُس فرشتہ نے اُسکی جان نکال لی۔ گھر میں کہرام مچگیا کوئی رو رہا تھا کوئی چلّا رہا تھا۔ یزید رقاشیؒ کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ مُردہ پر اسوقت کیا گذر رہی ہے تو اُسکے مرنیسے زیادہ آہ و بکا اس حالت پر ہونے لگے جو اُسپر گذر رہی ہے۔ [1]

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جسوقت ملک الموت دل کی رگ کو چھوتے ہیں اُسوقت آدمی کا لوگوں کو پہچاننا موقوف ہوجاتا ہے زبان بند ہوجاتی ہے اور دُنیا کی سب چیزوں کو بھول جاتا ہے اگر اُسوقت آدمی پر موت کا نشہ سوار نہ ہو تو تکلیف کی شدت سے پاس والوں پر تلوار چلانے لگے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ جسوقت سانس حلق میں ہوتا ہے اُسوقت شیطان اُسکے گمراہ کرنیکی انتہائی کوشش کرتا ہے

ایک روایت میں ہے کہ ملک الموت نمازوں کے اوقات میں آدمیوں کی جستجو کرتے ہیں خبر رکھتے ہیں۔ اگر کسی شخص کو نماز کے اوقات کا اہتمام رکھنے والا پاتے ہیں تو مرتے وقت اسکو خود ہی کلمۂ طیبہ تلقین کرتے ہیں اور شیطان کو اُسکے پاس سے ہٹا دیتے ہیں۔

مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جب آدمی مرنیکے قریب ہوتا ہے اُسوقت اُسکے ہم مجلسوں کی صورتیں اُس کے سامنے کیجاتی ہیں اگر اُسکا بیٹھنا اُٹھنا نیک لوگوں کے پاس ہوتا ہے تو یہ مجمع سامنے لایا جاتا ہے اور فاسق فاجر لوگوں کے پاس ہوتا ہے تو وہ لوگ سامنے لائے جاتے ہیں۔ حضرت یزید بن شجرہ صحابیؓ سے بھی یہی بات نقل کی گئی ہے۔

---

[1] احیاء

ربیع بن برزہؒ ایک عبادت گذار آدمی بصرہ میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص مرنے لگا لوگ اُسکو لاالٰہ الا اللہ کی تلقین کر رہے تھے اور اُسکی زبان سے نکل رہا تھا کہ (شراب کا گلاس) تو بھی پی مجھے بھی پلا تو بھی پی مجھے بھی پلا۔ اسی طرح اہواز میں ایک شخص کا انتقال ہو رہا تھا لوگ اُس کو لاالٰہ الا اللہ کہتے تھے اور وہ کہہ رہا تھا دس اور روپیہ گیارہ گیارہ بارہ بارہ۔[1]

اسکے بالمقابل جن لوگوں نے مرنے کی تیاریاں کر رکھی تھیں وہ دُنیا میں موت کو یاد رکھتے تھے اُس کیلئے کچھ کارنامے کر رکھے تھے اُن کیلئے موت ایسی ہی تھی جسکو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمن کا تحفہ بتایا ہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جب وفات کا وقت قریب تھا انکی بیوی کہہ رہی تھیں واحزناہ ہائے افسوس تم جا رہے ہو اور وہ کہہ رہے تھے واطرباہ غداً نلقی الاحبۃ محمداً وحزبہ کیسے مزے کی بات ہے، کیسے لُطف کی بات ہے کل کو دوستوں سے ملیں گے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں گے ان کے ساتھیوں سے ملیں گے۔

حضرت معاذؓ کے جب انتقال کا وقت قریب تھا تو فرمایا یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں دُنیا میں زیادہ دن رہنا چاہتا تھا مگر نہ اس وجہ سے کہ مجھے دُنیا سے محبت تھی نہ اس وجہ سے کہ یہاں نہریں اور باغ لگاؤں بلکہ اس وجہ سے چاہتا تھا کہ گرمیوں کے دوپہر میں روزہ کی پیاس کا لُطف اُٹھاؤں اور (دین کیلئے) مشقت میں اوقات گذاروں اور تیرے ذکر کے حلقوں میں شریک ہوا کروں۔

حضرت سلمانؓ کا جب انتقال ہونے لگا تو وہ رونے لگے کسی نے کہا کہ رونے کی کیا بات ہے تم جاکر حضورؐ سے ملو گے حضورؐ کا وصال اس حال میں ہوا کہ تم سے راضی تھے۔ فرمانے لگے کہ میں نہ موت کے ڈر سے رو رہا ہوں نہ دُنیا کے چھوٹنے سے۔ بلکہ میں اسلئے رو رہا ہوں کہ حضورؐ نے ہم سے ایک عہد لیا تھا کہ دُنیا سے انتفاع ہمارا صرف اتنا ہو جتنا مُسافر کا توشہ میں اس عہد کو پورا نہ کر سکا لیکن جب وصال پر انکے گھر کا سامان دیکھا گیا تو وہ دس درم سے کچھ زائد تھا اور ایک درم ۳۰ رکا ہوتا ہے۔ یہ تھی وہ کُل کائنات جسکی زیادتی پر رو رہے تھے۔ اسکے بعد انھوں نے تھوڑا سا مشک منگوایا اور بیوی سے فرمایا کہ اسکو بھگو کر میرے بستر پر چھڑک دو میرے پاس ایسی جماعت آرہی ہے جو نہ انسان ہیں نہ جن۔[2] حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی جب وفات کا وقت ہوا تو وہ ہنسے اور فرمایا لِمِثْلِ ذٰلِكَ فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ۔ اسی جیسی چیزوں کے واسطے لوگوں کو کام کرنا چاہئے (وہاں کی کچھ لذتیں، فرحتیں سامنے آئی ہونگی)، نیز جب انکی وفات کا وقت قریب تھا تو انھوں نے اپنے غلام سے جنکا نام نصر تھا فرمایا کہ میرا سر زمین پر رکھ دو وہ رونے لگے انھوں نے پوچھا کہ رونے کی کیا بات ہے نصر نے کہا آپ ایسی راحتوں میں زندگی گذارتے تھے اب اسطرح فقیروں کی طرح

---

[1] اتحاف [2] ایضاً

زمین پر سر رکھ کر مر رہے ہیں۔ فرمانے لگے چپ رہو میں نے حق تعالیٰ شانہٗ سے دعا کی تھی کہ میری زندگی مالداروں کی سی ہو اور میری موت فقیروں کی۔ عطار بن یسارؒ کہتے ہیں ایک شخص کے انتقال کا وقت قریب تھا شیطان انکے پاس آیا اور کہنے لگا تو مجھ سے چھوٹ ہی گیا (میرے بس میں نہ آیا)، وہ فرمانے لگے مجھے تجھ سے ابتک بھی اطمینان نہیں ہے جریریؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت جنیدؒ کے پاس انکے انتقال کے وقت موجود تھا وہ قرآن شریف پڑھ رہے تھے کسی نے عرض کیا کہ یہ وقت (ضعف کا ہے) یہ تلاوت کا کیا وقت ہے۔ فرمانے لگے کہ اس سے زیادہ اچھا وقت تلاوت کا کونسا ہوگا میرا اعمالنامہ اسوقت بند ہو رہا ہے۔ حضرت جنیدؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت ابو سعیدؒ خراز انتقال کے وقت بہت ہی مزے پر آرہے تھے کیا بات تھی۔ فرمانے لگے کہ اگر اسوقت اُنکی روح اشتیاق میں اُڑجاتی تب بھی بعید نہ تھا حضرت ذوالنون مصریؒ سے کسی نے انتقال کے قریب پوچھا کہ کچھ فرمانا ہے کوئی خواہش ہو تو بتا دیں فرمایا صرف یہ خواہش ہے کہ مرنے سے پہلے اُسکی معرفت حاصل ہو جائے۔

ایک شخص کہتے ہیں کہ میں حضرت ممشادؒ دینوری کے پاس بیٹھا تھا ایک فقیر آیا اور کہنے لگا یہاں کوئی پاک صاف جگہ ایسی ہے جہاں کوئی مرجائے۔ انھوں نے ایک جگہ اشارہ کیا جہاں پانی کا چشمہ بھی تھا وہ اُسکے قریب گیا وضو کی اور نماز پڑھی اسکے بعد پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا اور مرگیا۔

ابو علیؒ رودباری کی ہمشیرہ فاطمہ کہتی ہیں کہ جب میرے بھائی کا انتقال ہونے لگا تو انکا سر میری گود میں تھا انھوں نے آنکھ کھولی اور فرمانے لگے کہ آسمان کے دروازے کھُل گئے اور جنت مزیّن کر دیگئی اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ ابو علی اگرچہ تم اتنے اُونچے درجہ کی خواہش نہیں کر رہے تھے مگر ہم نے تمھیں اونچے درجہ پر پہنچا دیا پھر انھوں نے دو شعر پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہے کہ تیرے حق کی قسم میں نے کبھی تیرے سوا کسی کیطرف محبت کی نگاہ سے، آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا میں دیکھ رہا ہوں کہ تو مجھے اپنی بیمار آنکھوں سے بیچین کر رہا ہے اور ان رخساروں سے جو حیا کی وجہ سے سُرخ ہوگئے۔

حضرت جنیدؒ کے انتقال کیوقت کسی نے لا الٰہ الا اللہ کہا تو فرمانے لگے کہ میں اس لفظ کو کبھی بھولا ہی نہیں جواَب یاد کروں حضرت شبلیؒ کے خادم بکران دینوریؒ سے جعفر بن نصیرؒ نے پوچھا کہ تم نے حضرت شبلیؒ کے انتقال کیوقت کیا منظر دیکھا انھوں نے کہا کہ وہ فرماتے تھے کہ مجھ سے ایک درم (۳۰ ،) کا ظلم ایک شخص پر ہو گیا تھا میں اسکی طرف سے کئی ہزار درم صدقہ کر چکا ہوں مگر میرے دِل پر ابتک اُس درم کا بوجھ ہے کہ کیوں رہ گیا اُسکے بعد فرمایا کہ مجھے وضو کرا دو میں نے وضو کرائی اور ڈاڑھی میں خلال کرنا بھول گیا وہ خود ضعف کیوجہ سے کر نہ سکتے تھے زبان بند ہو چکی تھی میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی ڈاڑھی کے اندر کر دیا اور انتقال ہو گیا۔ یہ سُنکر جعفرؒ رونے لگے کہ جس شخص کا ایسی حالت میں بھی شریعت کا ادب اور ایک مستحب نہ چھُوٹے اُسکا کیا کہنا۔ ایک بزرگ کا انتقال ہونے لگا انکی بیوی رونے لگیں وہ فرمانے لگے کیوں روتی ہے وہ کہنے لگیں کہ تمھاری جُدائی سے

رو رہی ہوں وہ فرمانے لگے کہ اپنے لئے روئیں تو آج کے دن کیلئے (یعنی اُسکے اشتیاق اور انتظار میں) بیالیس برس سے رو رہا ہوں حضرت کتانیؒ سے کسی نے انتقال کیوقت پوچھا کہ آپکے معمولات کیا ہیں فرمانے لگے کہ اگر میرے انتقال کا وقت قریب نہ ہوتا تو نہ بتاتا میں چالیس برس سے اپنے دل کے دروازہ کی حفاظت کر رہا ہوں جب اسمیں غیر اللہ گھسنے کا ارادہ کرتا ہے میں دروازہ بند کر دیتا ہوں حضرت معتمرؒ کہتے ہیں کہ میں حکم (ایک رئیس) کے انتقال کیوقت انکے پاس تھا اور دعا کر رہا تھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اسپر موت کی سختی کو آسان فرمادے کہ اس شخص میں فلاں فلاں خوبیاں تھیں میں اسکی اچھی عادتیں گن گن کر دعا کر رہا تھا حکم کو غفلت ہو رہی تھی جب انکو اپنی غفلت سے ہوش آیا تو کہنے لگے کہ فلاں فلاں بات کون شخص کہہ رہا تھا معتمرؒ فرمانے لگے کہ میں کہہ رہا تھا حکم نے کہا کہ ملک الموت علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں ہر سخی شخص کیساتھ نرمی کا برتاؤ کرتا ہوں یہ کہکر حکم کی روح پرواز کر گئی۔

حضرت ممشاد دینوریؒ کے انتقال کیوقت ایک بزرگ انکے پاس بیٹھے تھے وہ ان کیلئے جنت کے ملنے کی دعا کرنے لگے حضرت ممشادؒ ہنسے اور فرمایا کہ تیس برس سے جنت اپنی ساری زینتوں سمیت میرے سامنے آتی رہی میں نے ایکمرتبہ بھی اسکو نگاہ بھر کر نہیں دیکھا میں تو جنت کے مالک کا مشتاق ہوں[1] جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات کا وقت قریب تھا تو ایک طبیب خدمت میں حاضر تھے وہ کہنے لگے کہ امیر المومنین کو زہر دیا گیا ہے اسلئے مجھے انکی زندگی کا اطمینان نہیں ہے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ تم کو اس شخص کی زندگی کا بھی اعتبار نہ چاہئے جسکو زہر نہ دیا گیا ہو طبیب نے پوچھا کیا آپکو خود بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ مجھکو زہر دیا گیا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ مجھے اُسی وقت علم ہو گیا تھا جب یہ زہر میرے پیٹ میں گیا طبیب نے کہا کہ آپ اسکا علاج کر لیجئے ورنہ آپکی جان چلی جائیگی فرمانے لگے (جسکے پاس جائیگی یعنی میرا رب) وہ ان سب میں بہترین ہے جنکے پاس کوئی جائے۔ خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ میرے کان کے پاس کوئی چیز ایسی رکھی ہے جسمیں میری شفا ہے تو میں وہاں تک بھی ہاتھ نہ بڑھاؤں پھر فرمایا یا اللہ عمر کو اپنے سے ملنے کیلئے پسند کر لے اسکے چند ہی روز بعد انتقال ہو گیا۔

میمون بن مہرانؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اس زمانہ میں کثرت سے موت کی دعا کیا کرتے تھے کسی نے عرض کیا ایسا نہ کیجئے حق تعالیٰ شانہٗ نے آپکی وجہ سے بہت سی سنتیں (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی) زندہ کر رکھی ہیں بہت سی بدعتیں (جو شروع ہو گئی تھیں) دبا رکھی ہیں فرمانے لگے کیا میں صالح بندہ (حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام) کیطرح نہ بنوں جنھوں نے یہ دعا کی تھی رَبِّ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (سورۂ یوسف ع ۱۱) اے اللہ مجھے اسلام کی حالت میں موت عطا فرمادے اور صالحین کیساتھ ملا دے۔ انتقال

---

[1] احیاء

کے قریب مسلمہؓ نے کہا کہ آپنے جو کفن کیلئے دام دیئے ہیں انکا بہت معمولی کپڑا آیا ہے اسپر کچھ اضافہ کی اجازت فرمادیں ارشاد فرمایا کہ وہ میرے پاس لاؤ تھوڑی دیر اُس کپڑے کو دیکھا پھر فرمایا کہ اگر میرا رب مجھ سے راضی ہے تب تو اس سے بہتر کفن مجھے فوراً ملجائیگا اور اگر میرا رب مجھ سے ناراض ہے تو جو کفن بھی ہوگا وہ زور سے ہٹا دیا جائیگا اور اُسکے بدلے جہنم کی آگ کا کفن ہوگا۔ اسکے بعد فرمایا مجھے بٹھاؤ بیٹھکر فرمایا یا اللہ تُو نے مجھے (جن چیزوں کے کرنیکا) حکم دیا مجھ سے تعمیل نہ ہوسکی تُو نے (جن چیزوں کو) منع فرمایا مجھ سے اُن میں نافرمانی ہوئی لیکن لا الٰہ الا اللہ۔ اسکے بعد انتقال فرمایا۔ اسی دوران میں یہ بھی فرمایا کہ میں ایک جماعت کو دیکھ رہا ہُوں نہ تو وہ آدمی ہیں نہ جن ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ انتقال کے قریب سب کو اپنے پاس سے ہٹا دیا اور فرمایا یہاں کوئی نہ رہے سب باہر چلے گئے اور دروزوں میں سے دیکھنے لگے تو وہ فرمارہے تھے بہت مبارک ہے ایسے لوگوں کی آمد جو نہ انسان ہیں نہ جن۔ اسکے بعد سُورۂ قصص کے آخری رکوع کی یہ آیت شریفہ پڑھی:۔ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ الآیۃ۔ جسمیں حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کیلئے کرتے ہیں جو نہ تو دُنیا میں بڑائی چاہتے ہیں نہ فساد [1]۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہٗ سے دُعا کی کہ مجھے قبرستان والوں کا حال دِکھادے۔ میں نے ایک رات انکو دیکھا گویا قیامت قائم ہوگئی اور لوگ اپنی قبروں سے نکلنے لگے انکو میں نے دیکھا کہ کوئی تو سندس پر (جو ایک خاص اعلیٰ قسم کا ریشم ہے) سو رہا ہے کوئی ریشم پر ہے کوئی اُونچے اُونچے تخت پر ہے، کوئی پھولوں پر ہے، کوئی ہنس رہا ہے، کوئی رو رہا ہے۔ میں نے کہا یا اللہ اگر یہ سب ایک ہی حال میں ہوتے تو کیسا اچھا تھا۔ ایک شخص نے ان مُردوں میں سے کہا کہ یہ اعمال کے تفاوت کی وجہ سے ہے۔ سندس والے تو اچھی عادتوں والے ہیں اور ریشم والے شہدا ہیں اور پھولوں والے کثرت سے روزہ رکھنے والے ہیں اور ہنسنے والے توبہ کرنیوالے ہیں اور رونے والے گنہگار ہیں اور (اعلیٰ مراتب والے یعنی غالباً اُونچے تخت والے ہیں) وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ شانہٗ کی وجہ سے آپسمیں محبت رکھتے تھے [2]۔ ایک کفن چور تھا وہ قبریں کھود کر کفن چُرایا کرتا تھا اُسنے ایک قبر کھودی تو اُسمیں ایک شخص اُونچے تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھے قرآن پاک انکے سامنے رکھا ہوا وہ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور انکے تخت کے نیچے ایک نہر چل رہی ہے اس شخص پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ لوگوں نے اسکو قبر سے نکالا تین دِن بعد ہوش آیا۔ لوگوں نے قصہ پوچھا اسنے سارا حال سُنایا بعض لوگوں نے اس قبر کے دیکھنے کی تمنا کی اس سے پوچھا کہ قبر بتادے اسنے ارادہ بھی کیا کہ انکو لیجا کر قبر دکھاؤں رات کو خواب میں ان قبر والے بزرگ کو دیکھا کہہ رہے ہیں اگر تُو نے میری قبر بتائی تو ایسی آفتوں میں پھنس جائیگا کہ یاد کریگا۔ اسنے عہد کیا کہ نہیں بتاؤں گا [3]۔

---

[1] اتحاف [2] روض [3] ایضاً

شیخ ابو یعقوب سنوسیؒ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک مُرید آیا اور کہنے لگا کہ میں کل کو ظہر کیوقت مَر جاؤنگا۔ چنانچہ دُوسرے دِن ظہر کیوقت مسجدِ حرام میں آیا طواف کیا اور تھوڑی دُور جاکر مرگیا میں نے اُسکو غسل دیا اور دفن کیا جب میں نے اُسکو قبر میں رکھا تو اُسنے آنکھیں کھولدیں میں نے کہا کہ مرنیکے بعد بھی زندگی ہے کہنے لگا کہ میں زندہ ہُوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہی رہتا ہے۔ [1]

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مُرید کو غسل دیا اُسنے میرا انگوٹھا پکڑ لیا میں نے کہا کہ میرا انگوٹھا چھوڑ دے مجھے معلوم ہے کہ تو مَرا نہیں ہے۔ یہ ایک مکان ہے دُوسرے مکان میں انتقال ہے۔ اُسنے میرا انگوٹھا چھوڑ دیا۔ شیخ ابن الجلاءؒ مشہور بزرگ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا اور انکو نہلانیکے لئے تختہ پر رکھا تو وہ ہنسنے لگے نہلانیوالے چھوڑ کر چلدیئے کسی کی ہمت انکو نہلانیکی نہ پڑتی تھی۔ ایک اور بزرگ انکے رفیق آئے انھوں نے غسل دیا۔ [2]

غرض صاحبِ روض نے بہت سے واقعات ان مُردوں کے مرنیکے ایسے لکھے ہیں جن سے انکا مرنیکے وقت اور مرنیکے بعد نہایت بشاش ہونا ہنسنا مذاق کرنا لطف اُڑانا معلوم ہوتا ہے مرنیکے بعد کلام کرنیکے بعض واقعات حافظ ابن عبد البرؒ نے استیعاب میں بھی ذکر کئے ہیں حضرت زید بن خارجہؓ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ اسمیں اختلاف نہیں ہے کہ انھوں نے مرنیکے بعد کلام کیا اور اسی طرح بعض دوسرے صحابۂ کرامؓ سے بھی نقل کیا ہے۔

غزوۂ موتہ میں جب صحابۂ کرامؓ جانے لگے تو لوگوں نے ان جانے والوں کو خیر و سلامتی کیساتھ واپسی کی دُعائیں دینی شروع کیں اسپر حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے اسوقت تین شعر پڑھے جنکا مطلب یہ ہے کہ میں تو واپسی کے بجائے یہ تمنا کرتا ہُوں کہ حق تعالیٰ شانہٗ میری مغفرت فرمادے اور اسکے ساتھ ہی ایک تلوار سر پر ایسی لگے جو سر کے دو ٹکڑے کردے یا کوئی برچھا ایسا مجھ میں گھُسے جو انتڑیاں اور جگر چیرتا چلا جائے جب میدانِ جنگ پر یہ حضرات پہنچے تو ان حضرات کی جمعیت تین ہزار کی تھی اور وہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ دشمنوں کی جماعت دو لاکھ ہے اس بنا پر صحابہؓ میں یہ مشورہ ہوا کہ اول حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت کی اطلاع دیجائے اُسکے بعد بھی اگر حضورؐ کا ارشاد ہو تو لڑائی شروع کی جائے جب عبد اللہ بن رواحہؓ کو معلوم ہوا کہ یہ مشورہ ہو رہا ہے تو وہ آئے اور کہنے لگے تم لوگ بھی عجیب ہو جس چیز کی تمنا میں نکلے تھے اُسکے بارہ میں مشورہ کر رہے ہو تم تو محض شہادت کی طلب میں نکلے ہو ہم نے کبھی بھی سامان اور قوت اور تعداد کے بھروسہ پر جنگ نہیں کی ہم نے ہمیشہ صرف مذہب اسلام کی قوت پر جنگ کی ہے اٹھو اور میدان میں چلو دو حال سے خالی نہیں یا غلبہ اور فتح یا شہادت۔ اور ہمارے لئے دونوں چیزیں اعزاز ہی ہیں

---

[1] روض [2] ایضا

انکی یہ بات سُنکر سب کے سب جنگ کیلئے تیار ہو گئے اور جنگ شروع ہو گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی کیوقت حضرت زیدؓ بن حارثہ کو امیر مقرر فرمایا تھا اور ارشاد فرما دیا تھا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالبؓ امیر ہونگے وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ امیر ہونگے اور وہ بھی شہید ہو جائیں تو اُسوقت مسلمان مشورہ سے جسکو چاہیں امیر بنالیں چنانچہ میدان میں جب حضرت زیدؓ اور انکے بعد حضرت جعفرؓ شہید ہو گئے تو لوگوں نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو آواز دی یہ لشکر کے کنارہ پر تھے گوشت کا ایک ٹکڑا انکے ہاتھ میں تھا تین دن سے کچھ بھی چکھنے کی نوبت نہ آئی تھی کسی نے آکر کہا کہ حضرت جعفرؓ شہید ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے اپنے نفس کو ملامت کی کہ تو دُنیا ہی میں مشغول ہو رہا ہے (کھانے میں لگ گیا) یہ کہکر اُس ٹکڑے کو پھینک کر جھنڈا ہاتھ میں لیکر آگے بڑھے کسی نے وار کیا تو ہاتھ کی اُنگلی کٹ گئی اسپر انھوں نے تین شعر پڑھے جنکا مطلب یہ ہے کہ تو محض انگلی تھی جو خون آلود ہو گئی اسکے سوا اور کیا ہوا اور یہ بھی اللہ ہی کے راستہ میں ہوا جو خود بہت اُونچی دولت ہے اے نفس اس بات کو سمجھ لے کہ اگر تو شہید نہ ہوگا تو ویسے مریگا مرنا تو بہرحال ہے ہی۔ دیکھ جس چیز کی تو تمنا کر رہا تھا یعنی شہادت کی وہ سامنے آگئی اگر تو اپنے پہلے دو ساتھی زیدؓ و جعفرؓ کا سا کارنامہ کریگا تو ہدایت یافتہ ہوگا اور اگر تو نے اپنا قدم ان سے پیچھے ہٹایا تو بدبخت ہوگا۔ اسکے بعد اپنے دل سے کہا کہ تجھے اسوقت کیا خیال ہو سکتا ہے؟ اگر بیوی کا خیال آسکتا ہے تو اُسکو تین طلاق اگر غلاموں کا خیال آسکتا ہے تو وہ سب آزاد۔ اگر اپنا باغ یاد آسکتا ہے تو وہ اللہ کیلئے صدقہ ہے۔ اے نفس کیا تو جنت کو پسند نہیں کرتا خدا کی قسم تو اسکی طرف چل کر رہیگا خوشی سے چل یا زبردستی۔ تو نے بہت زمانہ اطمینان کا گذار لیا ہے اب کیا سوچتا ہے اپنی حقیقت کو تو سوچ تو نطفہ کا ایک قطرہ تھا غرض اس سوچ کے بعد حضرت ابن رواحہؓ بڑھے اور شہید ہو گئے حکایاتِ صحابہؓ میں یہ قصہ تفصیل سے گذر چکا ہے اور اس نوع کے اور بھی قصے گذرے ہیں۔

حضرت ابوسفیانؓ بن الحارث حضورؐ کے چچازاد بھائی کا جب انتقال ہونے لگا تو گھر والوں نے رونا شروع کیا تو فرمانے لگے ایسے شخص کو مت رو جسنے اسلام لانیکے بعد سے نہ زبان سے کبھی کوئی خطا کا لفظ نکالا نہ بدن سے کبھی کوئی خطا کی حرکت کی (یعنی ایسے شخص کی موت تو اُس کیلئے مسرت ہی مسرت ہے) صنابحیؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت عبادہؓ کا وصال ہونے لگا تو میں پاس تھا مجھے رونا آگیا فرمانے لگے تو کیوں روتا ہے خدا کی قسم اگر قیامت میں مجھ سے گواہی طلب کی گئی تو میں تیرے لئے بہتر گواہی دُونگا اور مجھے سفارش کی اجازت ملی تو تیرے لئے سفارش کرونگا اور جہانتک مجھے قدرت ہوگی تجھے نفع پہنچاؤنگا اُسکے بعد فرمایا کہ میں نے جتنی حدیثیں حضورؐ سے سُنی تھیں اور تمھارے نفع کی تھیں وہ سب تمھیں پہنچا چکا ہوں ایک حدیث کے علاوہ جو اسوقت سُناتا ہوں جبکہ میں اس جہان سے جا رہا ہوں میں نے حضورؐ سے سُنا جو شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کی گواہی دے اُسپر جہنم کی آگ حرام ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کا جب انتقال ہونے لگا تو انکی صاحبزادی رونے لگیں فرمایا بیٹی رو نہیں بیٹی نے کہا اگر آپکے انتقال پر بھی رونا نہ آئے تو کِس کے انتقال پر آئیگا۔ فرمایا کہ اسوقت مجھے اپنی جان کے نکلنے سے زیادہ محبوب کسی کی جان نکلنا بھی نہیں ہے حتیٰ کہ اس مکھی کی جان نکلنا بھی اپنی جان نکلنے سے زیادہ محبوب نہیں (توجب موت مجھے اتنی محبوب ہورہی ہے اسپر تُو روتی ہے) اسکے بعد حمران سے کہا البتہ اسکا ڈر ضرور ہے کہ کہیں مَرتے وقت اسلام نہ میرے ہاتھ سے چھوٹ جائے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا جب انتقال ہونے لگا تو فرمایا کہ میرا اُونی جُبّہ لاؤ وہ لایا گیا جو بہت پُرانا بوسیدہ تھا فرمایا مجھے اسمیں کفن دینا بدر کی لڑائی میں یہی جُبّہ میرے اوپر تھا۔

عبداللہ بن عامر بن کریزؓ کا جب انتقال ہونے لگا نزع کی حالت تھی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ انکے پاس گئے ہوئے تھے اپنے آدمیوں سے کہا کہ دیکھو میرے یہ دونوں بھائی روزہ سے ہیں ایسا نہ ہو کہ انکے کھانے میں میری موت کی وجہ سے دیر لگے اور روزہ افطار کرنے میں تاخیر ہو جائے۔ عبداللہ بن زبیرؓ فرمانے لگے اگر تجھے اکرام اور سخاوت سے کوئی چیز روک سکتی تھی تو نزع کی تکلیف روک سکتی تھی مگر یہ بھی تیرے لئے مانع نہ ہوئی اسحال میں اُنکا انتقال ہوا کہ مہمانوں کے سامنے کھانا رکھا تھا۔ عمرو بن اوسؓ کہتے ہیں کہ جب عتبہ بن ابی سفیانؓ کا انتقال ہو رہا تھا میں انکے پاس گیا وہ نزع کی حالت میں تھے فرمانے لگے کہ میں تمھیں چلتے چلتے ایک حدیث سُناتا جاؤں جو مجھے میری بہن اُمّ حبیبہؓ نے سُنائی تھی حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے واسطے (یعنی اخلاص سے) بارہ رکعت چاشت کی نماز روزانہ پڑھتا رہے حق تعالیٰ شانہٗ اُس کیلئے جنت میں ایک محل بناتے ہیں (یہ حضورؐ کی احادیث اور دین کی اشاعت کا جذبہ تھا کہ موت بھی مانع نہ ہوئی)۔

محمد بن منکدرؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو وہ رونے لگے کِسی نے پوچھا کہ رونیکی کیا بات ہے فرمایا کہ میں اسپر نہیں روتا کہ مجھ سے کبھی کوئی گناہ ہوا ہو میرے علم کے موافق تو میں نے عمر بھر میں کوئی گناہ کیا ہی نہیں البتہ اسپر رو رہا ہُوں کہ کوئی بات مجھ سے ایسی سرزد ہو گئی ہو جسکو میں اپنے خیال میں سرسری سمجھا ہُوں اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہو اسکے بعد قرآن پاک کی آیت وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ۝ (زمر ع ۵) پڑھی جسکا ترجمہ یہ ہے کہ ان کیلئے اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ایسی بات ظاہر ہوئی جسکا انکو گمان بھی نہ تھا۔ یہ پڑھکر فرمایا کہ مجھے بس اسکا ڈر ہے کہ کوئی بات ایسی ہو جائے جسکا گمان بھی نہ ہو۔ عامر بن عبدِ قیسؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو وہ رونے لگے کِسی نے کہا کہ آپنے تو ایسے ایسے مجاہدے کئے ہیں آپ بھی روتے ہیں فرمانے لگے کہ میں نہ تو موت کے خوف سے رو رہا ہُوں نہ دُنیا کے لالچ سے مجھے اسکا رنج ہے کہ آج گرمیوں کے دوپہر کا روزہ اور سردیوں کی آخرات کا تہجد چھوٹ رہا ہے۔

حضرت حسنؓ کا جب انتقال ہونے لگا تو کچھ لوگ انکی خدمت میں حاضر تھے انھوں نے عرض کیا کہ کوئی

آخری نصیحت فرما دیجئے۔ ارشاد فرمایا کہ تین باتیں تم سے کہتا ہوں انکو سنکر میرے پاس سے چلے جانا اور میں جہاں جارہا ہوں مجھے تنہائی میں وہاں جانے دیجیو۔ اسکے بعد فرمایا۔ (۱) جس کام کا دوسرے کو حکم کرو پہلے خود اسپر عمل شروع کردو (۲) جس بات سے دوسرے کو منع کرو پہلے خود اس سے رک جاؤ (۳) تمھارا ہر قدم یا تمھارے لئے نافع ہے (کہ جنت کیطرف پڑتا ہے) یا مضر ہے (کہ جہنم کیطرف چلتا ہے) اسلئے ہر قدم کو اُٹھاتے وقت یہ سوچ لو کہ کدھر جارہا ہے۔ حضرت ربیعؒ کا جب انتقال ہو رہا تھا تو انکی بیٹی رونے لگیں فرمایا بیٹی رونیکی بات نہیں ہے یوں کہو کہ آج کا دن کسقدر خوشی کا ہے کہ میرے باپ کو آج بہت کچھ ملا۔ حضرت مکحول شامیؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو وہ ہنس رہے تھے کسی نے پوچھا کہ یہ ہنسی کا وقت ہے، فرمانے لگے کیوں نہ ہنسوں جبکہ وہ وقت آگیا کہ جن سے میں گھبراتا تھا ان سے ہمیشہ کو جدا ہوتا ہوں اور جس ذات سے امیدیں وابستہ تھیں اُسکے پاس جلدی جلدی جارہا ہوں۔

حضرت حسانؒ بن سنان کی جب نزع کی حالت تھی تو کسی نے کہا کہ آپکو بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ فرمانے لگے تکلیف تو ضرور ہے مگر مؤمن کی تکلیف کا ایسے وقت کیا ذکر ہے جب اُسکو حق تعالیٰ شانہٗ سے ملنے کی اُمید ہو رہی ہو اور اُسپر اسکی خوشی غالب ہو رہی ہو۔

جب ابنِ ادریسؒ کے انتقال کا وقت آیا تو انکی بیٹی رونے لگیں۔ فرمایا رونیکی بات نہیں ہے میں نے اس گھر میں چار ہزار قرآن پاک ختم کئے ہیں حسن بن حیؒ کہتے ہیں کہ میرے بھائی علیؒ کا جس رات میں انتقال ہوا انھوں نے مجھے آواز دیکر پانی مانگا میری نماز کی نیت بندھ رہی تھی میں سلام پھیر کر پانی لیکر گیا وہ فرمانے لگے کہ میں تو پی چکا۔ میں نے کہا آپنے کہاں سے پی لیا گھر میں تو میرے اور آپکے سوا کوئی اور ہے نہیں؟ کہنے لگے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ابھی پانی لائے تھے وہ مجھے پانی پلاگئے اور یہ فرما گئے کہ تو اور تیرا بھائی ان لوگوں میں ہیں جن پر حق تعالیٰ شانہٗ نے انعام فرما رکھا ہے (یہ قرآن پاک کی ایک آیت شریفہ کیطرف اشارہ ہے جو سورۂ نساء کے نویں رکوع میں ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ الآية جسکا ترجمہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ شانہٗ اور اُسکے رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ شانہٗ نے انعام فرما رکھا ہے نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین سے۔)

حضرت عبداللہ بن موسیٰؒ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن صالحؒ کا انتقال ہوا میں سفر میں گیا ہوا تھا جب میں سفر سے واپس آیا تو انکے بھائی حسن بن صالحؒ کے پاس تعزیت کیلئے گیا مجھے وہاں جاکر رونا آگیا وہ کہنے لگے کہ رونیسے پہلے انکے انتقال کی کیفیت سُنو کیسے لُطف کی ہے جب ان پر نزع کی تکلیف شروع ہوئی تو مجھ سے پانی مانگا میں پانی لیکر گیا کہنے لگے میں نے تو پی لیا۔ میں نے پوچھا کسنے پلایا؟ کہنے لگے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کی بہت سی صفوں کی ساتھ تشریف لائے تھے اور مجھے پانی پلادیا

مجھے خیال ہوا کہ کہیں غفلت میں نہ کہہ رہے ہوں اسلئے میں نے پوچھا کہ فرشتوں کی صفیں کسطرح تھیں کہنے لگے اُوپر نیچے اس طرح تھیں ایک ہاتھ کو دُوسرے کے اُوپر کرکے بتایا۔

جب ابوبکر بن عیاشؒ کا انتقال ہونے لگا تو انکی ہمشیرہ رونے لگیں کہنے لگے بہن رونیکی بات نہیں تیرے بھائی نے مکان کے اس کونہ میں بارہ ہزار قرآن پاک ختم کئے ہیں عمرو بن عبیدؒ کہتے ہیں کہ ابوشعیبؒ صالح بن زیاد بیمار تھے میں انکی عیادت کو گیا تو انکی نزع کی حالت تھی مجھ سے کہنے لگے کہ میں تجھے خوشخبری سُناؤں میں اسجگہ ایک اجنبی سے آدمی کو جو اوپری سی صورت ہے دیکھ رہا ہوں میں نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو وہ کہنے لگے کہ میں ملک الموت ہوں میں نے کہا میری ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا وہ کہنے لگے مجھے یہی حکم ملا ہے کہ نرمی کروں۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ میرے والد کا جب انتقال ہونے لگا تو میں انکے پاس بیٹھا تھا کپڑا میرے ہاتھ میں تھا تاکہ انتقال کے بعد جبڑا باندھ دوں انکو غشی ہو جاتی تھی جس سے ہمیں یہ خیال ہوتا تھا کہ انتقال ہو گیا پھر افاقہ ہو جاتا تھا اور اُسوقت وہ کہتے کہ ابھی نہیں، ابھی نہیں، جب تیسری مرتبہ یہی صورت پیش آئی تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ یہ کیا فرماتے ہیں کہنے لگے بیٹا تمہیں خبر نہیں شیطان ملعون میرے پاس کھڑا ہے اور رنج اور غصہ سے اپنی اُنگلی مُنہ سے دبا رہا ہے اور کہتا ہے کہ احمد تُو میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ جب وہ کہتا ہے تو میں اُس سے کہتا ہُوں کہ ابھی نہیں چھوٹا (اتنے جان نہ نکل جائے اتنے تجھ سے اطمینان نہیں ہے)۔

حضرت آدم بن ابی ایاسؒ کا جب آخری وقت تھا تو وہ چادر میں لپٹے پڑے تھے اور قرآن شریف پڑھ رہے تھے جب قرآن پاک ختم کیا تو کہنے لگے کہ مجھے جو آپسے محبت ہے اُس کا واسطہ دیکر عرض ہے کہ میری ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے آج ہی کے دن کیلئے آپسے اُمیدیں وابستہ تھیں۔ اسکے بعد لا الٰہ الا اللّٰہ کہا اور روح پرواز کر گئی۔ جب مسلمہؒ بن عبدالملک کا انتقال ہونے لگا تو وہ رونے لگے کسی نے رونیکا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ میں موت کے ڈر سے نہیں رو رہا ہُوں مجھے اللّٰہ تعالیٰ کی ساتھ کامل وثوق ہے میں اسپر رو رہا ہوں کہ میں بیس مرتبہ جہاد میں شریک ہوا مگر شہادت نصیب نہ ہوئی اور آج عورتوں کی طرح بستر پر جان دے رہا ہوں۔ ایاس بن قتادہ عبشمیؒ نے ایکدن آئینہ دیکھا تو سر پر سفید بال نظر آئے کہنے لگے کہ سفید بال آجانیکے بعد پھر آخرت کے سوا کوئی مشغلہ نہ رہنا چاہیے کہ اب دُنیا سے رخصت ہونیکا وقت آگیا۔ اسکے بعد بہت زیادہ مجاہدے شروع کر دیئے ایکمرتبہ جمعہ کے دن نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر آرہے تھے آسمان کیطرف دیکھکر کہنے لگے تیرا آنا مبارک ہے میں تو تیرا بہت ہی سخت انتظار کر رہا تھا۔ اسکے بعد اپنی ساتھ والوں سے کہنے لگے جب میں مر جاؤں تو ملحوب (کسی جگہ کا نام ہے) میں لیجا کر مجھے دفن کر دینا۔ اُسکے بعد روح نکل گئی اور گر گئے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے شاگرد ابراہیمؒ بن ہانی کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے لڑکے اسحٰق سے دریافت کیا کہ آفتاب غروب ہوگیا انھوں نے کہا کہ ابھی تو نہیں ہوا لیکن اباجان ایسی سخت بیماری میں تو فرض روزہ کھولنے کی بھی اجازت ہے آپکا تو نفل روزہ ہے اسکو کھول دیجئے۔ فرمانے لگے ارے ٹھیر جا اسکے بعد دنہ معلوم کیا دیکھا، فرمانے لگے اسی جیسی چیزوں کیلئے آدمی کو چاہیئے کہ نیک عمل کرتا رہے (یہ قرآن پاک کی آیت وَالصّٰفّٰت ع ۲ کی طرف اشارہ ہے جسمیں حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ بیشک یہی بڑی کامیابی ہے ایسی ہی کامیابی حاصل کرنے کیلئے عمل کرنیوالوں کو عمل کرنا چاہیئے)، اسکے بعد روح پرواز کرگئی۔ ابوحکیمؒ حیری بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے لکھتے لکھتے قلم ہاتھ میں سے رکھکر کہنے لگے اگر اسی کا نام موت ہے تو خدا کی قسم بڑی اچھی موت ہے یہ کہکر مرگئے۔ ابوالوفا ابن عقیلؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو گھر والوں نے رونا شروع کردیا کہنے لگے کہ پچاس سال سے تو اسکو ہٹا رہا ہوں اب کہانتک ہٹائے جاؤں اب تم مجھے چھوڑ دو اب میں آنکی آمد پر اسکو مبارکباد دیتا ہوں۔ امام غزالیؒ نے جنکی کتاب احیاء العلوم مشہور ہے دوشنبہ کی صبح کی نماز وضو کرکے پڑھی پھر اپنا کفن منگایا اسکو چوما آنکھوں پر رکھا اور کہا کہ بادشاہ کیخدمت میں حاضری کیلئے بڑی خوشی سے حاضر ہوں یہ کہکر قبلہ رُخ پاؤں پسار کر لیٹ گئے اور فوراً انتقال کرگئے۔

ابن الجوزیؒ کہتے ہیں کہ جب میرے استاذ ابوبکر بن حبیبؒ کا انتقال ہونے لگا تو شاگردوں نے عرض کیا کہ کچھ وصیت فرمادیجئے فرمایا تین چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔ اللہ کا خوف اور تنہائی میں اسکا مراقبہ اور جو چیز مجھے پیش آرہی ہے (یعنی موت) اسکا خوف رکھا جائے مجھے اکسٹھ برس گذر گئے ہیں لیکن گویا میں نے دُنیا کو دیکھا بھی نہیں (ایسے جلدی گذر گئے) اسکے بعد ایک پاس بیٹھنے والے سے پوچھا دیکھو میری پیشانی پر پسینہ آگیا یا نہیں اُسنے عرض کیا آگیا فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ یہ ایمان پر موت کی علامت ہے (جیسا کہ حدیث میں وارد ہے) امام بخاریؒ کے شاگرد ابوالوقت عبدالاولؒ کے انتقال کا جب وقت آیا تو آخر کلمہ جو انکی زبان سے نکلا یہ تھا يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَلِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ (یہ سورۂ لیٰسین شریف کے دُوسرے رکوع کی آیت ہے) جسکا ترجمہ یہ ہے کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہوجاتی کہ میرے ربنے مجھے بخشدیا اور مجھے معزز اور مکرم لوگوں میں شامل کردیا۔ محمد بن حامدؒ کہتے ہیں کہ میں احمد بن خضرویہؒ کے انتقال کیوقت انکے پاس بیٹھا ہوا تھا انکو نزع شروع ہوگیا تھا پچانوے ۹۵ سال کی عمر تھی ایک شخص نے ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا انکی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور کہنے لگے کہ بیٹا پچانوے سال سے ایک دروازہ کے کھولنے کی کوشش میں لگا ہوا ہوں اسوقت وہ کھلنے کو ہے، اسکا فکر سوار ہے کہ سعادت کیساتھ کھلتا ہے یا بدبختی کیساتھ اسوقت جواب کی مہلت کہاں اسی میں انکے قرضخواہ ان کے مرنیکی خبر سنکر جمع ہوگئے سات سو دینار (اشرفیاں) انکے ذمہ قرض تھے۔

کہنے لگے یا اللہ تُو نے رہن اسلئے مشروع کیا ہے کہ قرضخواہوں کو اطمینان رہے اسوقت تو ان لوگوں کے اطمینان کو بلا رہا ہے یعنی انکو میرے وجود سے اطمینان تھا اب میں جا رہا ہوں انکا قرض ادا کر۔ اسی وقت کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہنے لگا کہ احمد کے قرضخواہ کہاں ہیں اور سب قرضہ گن کر ادا کر گیا اور انکی روح نکل گئی۔

ایک بزرگ کا انتقال ہونے لگا تو اپنے خادم سے کہا کہ میرے دونوں ہاتھ باندھ دے اور میرا منہ زمین پر رکھدے۔ اسکے بعد وہ کہنے لگے کہ کوچ کا وقت آگیا نہ تو میں گناہوں سے بَری ہُوں، نہ میرے پاس کوئی عذر ہے جو معذرت میں پیش کردوں، نہ کوئی طاقت ہے جس سے مدد چاہوں بس میرے لئے تو تو ہی ہے میرے لئے تو تُو ہی ہے یہی کہتے کہتے ایک چیخ ماری اور انتقال ہو گیا غیب سے آواز آئی کہ اس بندہ نے اپنے مولیٰ کے سامنے عاجزی کی اُسنے قبول کرلیا۔

ایک شخص کہتے ہیں کہ ایک فقیر نزع کی حالت میں سِسک رہا تھا مکھیاں اُسکے مُنہ پر کثرت سے بیٹھ رہی تھیں مجھے ترس آیا میں اسکے پاس بیٹھکر مکھیاں اُڑانے لگا اُسنے آنکھ کھولدی اور کہنے لگا کہ برسوں سے خاص وقت کی کوشش میں لگا ہوا تھا ساری عمر میں کوشش پر بھی نصیب نہ ہوا اب ملا تھا تو تُو آکر بیچ میں گھس گیا جا اپنا کام کر اللہ تیرا بھلا کرے۔ ابو بکر رقی کہتے ہیں کہ میں ابو بکر زقاق کے پاس صبح کے بعد موجود تھا وہ کہہ رہے تھے یا اللہ تو مجھے اس دُنیا میں کب تک ڈالے رکھیگا ظہر کا وقت بھی نہ آنے پایا تھا کہ انکا وصال ہو گیا۔ حضرت مکحول شامی بیمار تھے ایک شخص انکے پاس گئے اور کہنے لگے حق تعالیٰ شانہٗ آپکو صحت عطا فرمائے کہنے لگے ہرگز نہیں ایسی ذات کے پاس جانا جس سے خیر ہی کی اُمید ہے ایسے لوگوں کے پاس رہنے سے بہتر ہے جنکی بُرائی سے کسی وقت بھی اطمینان نہیں ہے۔

ابو علی رُوذباری کہتے ہیں کہ ایک فقیر میرے پاس عید کے دن آیا بہت خستہ حال پُرانے کپڑے، کہنے لگا یہاں کوئی پاک صاف جگہ ایسی ہے جہاں کوئی غریب فقیر مرجائے میں نے لاپروائی سے لغو سمجھکر کہہ دیا کہ اندر آجا اور جہاں چاہے پڑکے مرجا۔ وہ اندر آیا وضو کی چند رکعات نماز پڑھی اور لیٹ کر مر گیا میں نے اُسکی تجہیز و تکفین کی اور جب دفن کرنے لگا تو مجھے یہ خیال آیا کہ اسکے مُنہ پر سے کفن ہٹا کر اُسکا مُنہ زمین پر رکھدوں تاکہ حق تعالیٰ شانہٗ اسکی غربت پر رحم فرمائے میں نے اُسکا مُنہ کھولا اُسنے آنکھیں کھولدیں میں نے پوچھا میرے سردار کیا موت کے بعد بھی زندگی ہے کہنے لگا کہ میں زندہ ہُوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر عاشق زندہ ہوتا ہے میں کل قیامت میں اپنی وجاہت سے تیری مدد کروں گا۔

علی بن سہل اصبہانی کہا کرتے تھے کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میں بھی اسی طرح مرونگا جس طرح لوگ مرتے ہیں بیمار کیا عیادت دسو دھندے ہوجاتے ہیں، میں تو اس طرح مرونگا کہ مجھے کہا جائیگا اے علی آؤ میں چلدونگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایکدن کہیں چلے جا رہے تھے چلتے چلتے کہنے لگے لبیک (حاضر ہوں)، اور مرگئے۔

ابو الحسن مزنیؒ کہتے ہیں کہ ابو یعقوب نہر جوریؒ کا جب انتقال ہونے لگا نزع کے وقت میں نے لا الٰہ الا اللہ تلقین کیا تو میری طرف دیکھ کر ہنسے اور کہنے لگے مجھے تلقین کرتے ہو اُس ذات کی عزت کی قسم جسکو کبھی موت نہیں آئیگی میرے اور اُسکے درمیان صرف اُسکی بڑائی اور عزت کا پردہ ہے اور بس یہ کہتے ہی روح پرواز کر گئی مزنیؒ اپنی داڑھی پکڑ کر کہتے تھے کہ مجھ جیسا حجام بھلا اولیاء کو تلقین کرے کیسی غیرت کی بات ہے اور جب اس واقعہ کو ذکر کرتے تو رویا کرتے۔

ابو الحسین مالکیؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت خیر نور بافؒ کی ساتھ کئی سال رہا انھوں نے اپنے انتقال سے آٹھ یوم پہلے کہا کہ میں جمعرات کی شام کو مغرب کے وقت مرونگا اور جمعہ کی نماز کے بعد دفن کیا جاؤنگا بھول نہ جانا لیکن میں بالکل بھول گیا جمعہ کی صبح کو ایک شخص نے مجھے انکے انتقال کی خبر سُنائی میں فوراً گیا کہ جنازہ میں شرکت کروں راستہ میں لوگ ملے جو انکے گھر سے واپس آرہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ جمعہ کے بعد دفن ہونگے مگر میں انکے گھر پہنچ گیا میں نے وہاں جاکر انکے انتقال کی کیفیت پوچھی تو مجھ سے ایک شخص نے جو انتقال کیوقت انکے پاس موجود تھے بتایا کہ رات مغرب کی نماز کے قریب انکو غشی سی ہوئی اُسکے بعد ذرا افاقہ سا ہوا تو گھر کے ایک کونہ کیطرف منھ کر کے کہنے لگے کہ تھوڑی دیر ٹھیر جاؤ تمھیں بھی ایک کام کا حکم ہے اور مجھے بھی ایک کام کا حکم ہے لیکن تمھیں جس کام کا حکم ہے وہ تو فوت نہیں ہوگا اور مجھے جس کام کا حکم ہے وہ رہ جائیگا اسلئے تھوڑی دیر ٹھیر جاؤ میں اسکو پورا کرلوں جسکا مجھے حکم ہے۔ اُسکے بعد انھوں نے پانی منگایا تازہ وضو کیا نماز پڑھی اور اُسکے بعد آنکھیں بند کر کے پاؤں پسار کر لیٹ گئے اور چلدیئے کسی نے انکو خواب میں دیکھا پوچھا کیا حال ہے کہنے لگے بس یہ نہ پوچھ تمھاری سڑی ہوئی بُو دارُ دنیا سے خلاصی ملگئی۔ ابو سعید خرازؒ کہتے ہیں کہ میں ایکمرتبہ مکہ مکرمہ میں تھا باب بنی شیبہ سے نکل رہا تھا دروازہ سے باہر میں نے ایک نہایت خوبصورت آدمی کو مَرے ہوئے پڑا دیکھا میں جو اُسکو غور سے دیکھنے لگا تو وہ میری طرف دیکھ کر ہنسنے لگا اور کہنے لگا ابو سعید تمھیں معلوم نہیں کہ (محبت والے) دوست مَرا نہیں کرتے۔ ایک عالَم سے دُوسرے عالَم میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

حضرت ذو النون مصریؒ کا جب وصال ہونے لگا تو کسی نے انسے عرض کیا کہ کچھ وصیت فرمادیجئے فرمانے لگے کہ میں اُسکی مہربانی کے کرشموں میں متعجب ہو رہا ہوں اسوقت مجھے مشغول نہ کرو۔

ابو عثمان حیریؒ کہتے ہیں کہ جب ابو حفص کا انتقال ہونے لگا تو کسی نے پوچھا کہ کوئی وصیت فرمادیجئے فرمانے لگے کہ مجھ میں بولنے کی طاقت نہیں اُسکے بعد ذرا قوت سی معلوم ہوئی تو میں نے کہا اب فرمادیجئے میں لوگوں تک پہنچادونگا فرمانے لگے کہ اپنی کوتاہی پر پورے دل سے انکسار اور عاجزی ہو (بس یہ میری آخری وصیت ہے)۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سری سقطیؒ کا وصال ہونے لگا نزع کی حالت تھی میں سرہانے بیٹھا تھا میں نے اپنا مُنہ انکے مُنہ پر رکھدیا میری آنکھ سے آنسو جاری تھے میرا آنسو انکے رخسارہ پر گرا فرمانے

لگے کون ہے میں نے عرض کیا آپکا خادم جنید ہے فرمانے لگے مرحبا بہت اچھا کیا آئے، میں نے عرض کیا کوئی آخری وصیت فرما دیجئے۔ فرمانے لگے کہ بروں کی صحبت سے اپنے کو بچانا اور ایسا نہ ہو کہ غیروں کی صحبت اللہ تعالیٰ شانہٗ سے تجھے جدا کر دے۔

حضرت حبیب عجمیؒ (جو مشہور اکابر صوفیا میں ہیں)، انتقال کیوقت بہت ہی گھبرا رہے تھے کسی نے عرض کیا کہ آپ جیسے بزرگ سے یہ گھبراہٹ بعید ہے اس سے پہلے تو ایسا حال آپکا نہ ہوتا تھا (یعنی اتنی گھبراہٹ کسی بات سے بھی محسوس نہ ہوتی تھی)، فرمانے لگے سفر بہت لمبا ہے توشہ پاس نہیں ہے کبھی اس سے پہلے اسکا راستہ دیکھا نہیں آقا اور سردار کی زیارت کرنی ہے کبھی اس سے پہلے زیارت نہیں کی ایسے خوفناک مناظر دیکھنے ہیں جو پہلے کبھی نہیں دیکھے مٹی کے نیچے تنہا قیامت تک پڑے رہنا ہے کوئی مونس پاس نہ ہوگا اسکے بعد اللہ تعالیٰ شانہٗ کے حضور میں کھڑا ہونا ہے مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر وہاں یہ سوال ہو گیا کہ حبیب ساٹھ برس میں ایک تسبیح ایسی پیش کر دے جسمیں شیطان کا کوئی دخل نہ ہو تو کیا جواب دونگا اور یہ حال اسپر تھا کہ ساٹھ برس کی زندگی میں دنیا سے ذرا سا بھی لگاؤ نہ تھا پھر ہم جیسوں کا کیا حال ہوگا جو کسی وقت بھی دنیا تو درکنار گناہوں سے بھی خالی نہیں ہوتے ہر وقت شیطان ہی کی خوشامد میں لگے رہتے ہیں۔ عبدالجبارؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت فتح بن شخرفؒ کی خدمت میں تیس برس رہا انھوں نے کبھی آسمان کیطرف منھ نہیں اٹھایا۔ اسکے بعد ایکمرتبہ آسمان کیطرف منھ کیا اور کہنے لگے اب تو آپکا اشتیاق بہت ہی بڑھ گیا اب جلدی ہی بلا لیجئے۔ اس کے بعد ایک ہفتہ بھی نہ گذرا کہ انتقال فرما گئے۔

ابو سعید موصلیؒ کہتے ہیں کہ فتح بن سعیدؒ عید الاضحیٰ کی نماز پڑھکر عیدگاہ سے دیر میں واپس ہوئے واپسی میں دیکھا کہ مکانوں کے اندر سے قربانی کے گوشت پکنے کا دھواں ہر طرف سے نکل رہا ہے تو رونے لگے اور کہنے لگے کہ لوگوں نے قربانیوں سے آپکا تقرب حاصل کیا میرے محبوب کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ میں قربانی کس چیز کی کروں یہ کہکر بیہوش ہو کر گر گئے میں نے پانی چھڑکا دیر میں ہوش آیا پھر اٹھکر چلے جب شہر کی گلیوں میں پہنچے تو پھر آسمان کیطرف منھ اٹھا کر کہنے لگے کہ میرے محبوب تجھے میرے رنج و غم کا طویل ہونا بھی معلوم ہے اور میرا یہ گلی گلی پھرنا بھی تجھے معلوم ہے میرے محبوب تو مجھے یہاں کبتک قید رکھیگا یہ کہکر پھر بیہوش ہو کر گر گئے۔ میں نے پھر پانی چھڑکا پھر افاقہ ہو گیا اور چند روز بعد انتقال ہو گیا۔

محمد بن قاسم کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے شیخ محمد بن اسلم طوسیؒ نے انتقال سے چار دن پہلے فرمایا کہ آؤ تمہیں خوشخبری سناؤں کہ تمہارے ساتھی کی (یعنی میری)، ساتھ حق تعالیٰ شانہٗ نے کسقدر احسان کیا کہ میری موت کا وقت آگیا اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کا مجھ پر یہ احسان ہے کہ میرے پاس ایک درم بھی نہیں ہے جسکا حساب دینا پڑے اب مکان کے کواڑ بند کر دو اور میرے مرنے تک کسی کو میرے پاس آنیکی اجازت نہ دینا

اور یہ سن لو کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے جسمیں میراث تقسیم ہو بجز اس چادر کے اور اس ٹاٹ کے اور اس وضو کے لوٹے کے اور میری کتابوں کے اور اس تھیلی میں تیس درم ہیں یہ میرے نہیں ہیں بلکہ میرے بیٹے کے ہیں اُسکے ایک رشتہ دار نے اُسکو دیئے ہیں اور اس سے زیادہ حلال چیز میرے لئے کیا ہو گی جبکہ حضورؐ کا ارشاد یہ ہے کہ تُو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے (لہذا یہ بیٹے کا مال نہ ہونے کی وجہ سے اس حدیث شریف کی بنا پر مجھے حلال ہے) اسمیں سے میرے کفن کی اتنی مقدار خرید لینا جس سے میرا ستر ڈھک جائے اس سے زیادہ اسمیں سے نہ لینا یعنی صرف لنگی اسمیں سے خرید لینا اور یہ ٹاٹ اور یہ چادر کفن میں شامل کر لینا کفن کے تینوں کپڑے پورے ہو جائیں گے لنگی چادر اور تیسرا ٹاٹ ہو جائیگا ان تینوں میں مجھے لپیٹ دینا اور یہ وضو کا لوٹا کسی نمازی فقیر کو صدقہ کر دینا کہ وہ وضو کر لیا کریگا یہ سب فرما کر چوتھے دن انتقال ہو گیا۔

ابو عبد الخالقؒ کہتے ہیں کہ میں یوسف بن حسینؒ کے پاس نزع کی حالت میں تھا وہ کہہ رہے تھے اے اللہ میں ظاہر میں لوگوں کو نصیحت کرتا رہا اور باطن میں اپنے نفس کی ساتھ کھوٹا پن کرتا رہا میں نے اپنے نفس کیساتھ جو کھوٹ کیا اُسکو اسکے بدلہ میں کہ تیری مخلوق کو نصیحت کرتا رہا معاف کر دے یہی کہتے کہتے جان نکل گئی رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ [1]

کسقدر خوش قسمت تھے یہ مرنیوالے حق تعالیٰ شانہ ان کی برکات سے اس ناپاک کو بھی کوئی حصہ عطا فرمادے کہ وہ بڑا کریم ہے اسکے کرم سے کوئی چیز بھی بعید نہیں۔

(۳۰) عن عائشۃ رض قالت جاء رجلٌ فقعد بین یدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقالَ یارسول اللّٰہ ان لی مملوکین یکذبوننی ویخوننی ویعصوننی واشتمھم واضربھم فکیف انا منھم فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیٰمۃ یحسب ماخانوک وعصوک وکذبوک وعقابک ایاھم فان کان عقابک ایاھم بقدر ذنوبھم کان ذٰلک کفافا لا لک ولا علیک فان کان عقابک ایاھم دون ذنبھم کان فضلا لک وان کان عقابک ایاھم فوق ذنوبھم اقتص لھم منک الفضلَ فتنحی الرجل وجعل یھتف ویبکی

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے کئی غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بھی بولتے ہیں، خیانت بھی کرتے ہیں کہنا بھی نہیں مانتے میں انکو برا بھلا بھی کہتا ہوں اور مارتا بھی ہوں میرا انکا قیامت میں کیا معاملہ رہیگا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جتنی مقدار کی انھوں نے خیانت کی ہوگی اور تیری نافرمانی کی ہوگی اور جھوٹ بولا ہوگا اُس ساری مقدار کا وزن کیا جائیگا کہ وہاں ہر چیز کا وزن ہوتا ہے چاہے وہ چیز جسم والی جوہر ہو یا بے جسم کی عرض ہو، اور تو نے جو سزا ان چیزوں پر دی ہے وہ بھی سب تولی جائیگی پس اگر تیری

---

[1] اتحاف

فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم اما تقرأ قول الله تعالىٰ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ فقال الرجل يا رسول الله ما اجد لى ولهؤلاء شيئا خيرا من مفارقتهم اشهدك انهم كلهم احرار رواه الترمذى كذا فى المشكوٰة

سزا اور انکا جرم برابر رہا تب تو نہ لینا نہ دینا اور اگر تیری سزا انکے جرم سے وزن میں کم ہوگی تو جتنی کمی ہو وہ تجھے دی جائیگی اور اگر سزا انکے جرم سے بڑھی ہوئی ہوگی تو اس زیادتی کا تجھ سے بدلہ لیا جائیگا وہ شخص افسوس کرتے ہوئے روتے ہوئے مجلس سے ہٹ گئے۔

حضورؐ نے فرمایا تم نے قرآن شریف کی آیت (سورۂ انبیاء ع ۴) وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ الآیۃ نہیں پڑھی؟ (جسکا ترجمہ یہ ہے کہ قیامت کے دن ہم میزانِ عدل قائم کرینگے (جسمیں اعمال کا وزن کرینگے) اور کسی پر ذرا سا بھی ظلم نہ کیا جائیگا اور اگر کسی کا کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اُسکو وہاں حاضر کرینگے (اور اُسکا وزن کرینگے) اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

ف۔ قیامت کے دن حساب کا معاملہ بھی بڑا سخت معاملہ ہے قرآن پاک اور احادیث میں بہت کثرت سے اُسپر تنبیہیں اور اُسکی تفصیلیں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ مثال اور نمونہ کے طور پر چند آیات اور چند احادیث اسجگہ ذکر کیجاتی ہیں۔ (۱) وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ قف ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۔ (بقرہ ع ۳۸) اور اُسدن سے ڈرتے رہو جسدن تم حق تعالیٰ شانہٗ کی پیشی میں لائے جاؤگے، پھر ہر شخص کو اُسکا کیا ہوا عمل (یعنی اُسکا بدلہ) پورا پورا دیا جائیگا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا جائیگا۔ (۲) يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا ۢ بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ ۢ بِالْعِبَادِ ۝ (آل عمران ع ۳)، جس دن پائیگا ہر شخص اپنے سامنے اُس چیز کو جو اُسنے کسی قسم کی خیر کی کی ہو یا کسی قسم کی بُرائی کی کی ہو اور تمنا کریگا کہ کاش اس دن کے اور اُسکے درمیان بہت دُور کی مسافت ہوتی اور اللہ تعالیٰ ڈراتا ہے تم کو اپنے آپ سے اور اللہ تعالیٰ بڑا شفیق ہے بندوں پر (اس شفقت ہی کی وجہ سے ڈراتا ہے کہ تم اُسکے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ)۔ (۳) وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ (آل عمران ع ۱۷)

ترجمہ:۔ اور جو شخص خیانت کریگا وہ اپنی اس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن (حشر کے میدان میں) لائیگا پھر ہر شخص کو اُسکے کئے ہوئے کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ (۴) كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (آل عمران ع ۱۹) ہر شخص کو موت کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے اور تمھارے (نیک اور بد) اعمال کا پورا پورا بدلہ قیامت ہی کے دن ملیگا۔ (۵) اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ یہ کلمہ بہت جگہ قرآن پاک میں وارد ہوا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ بہت جلد حساب کرنیوالے ہیں (کہ ہر شخص کا حساب کتاب بہت جلدی پورا کر دیا جائیگا اور اُسکے موافق بدلہ دیا جائیگا)۔ (۶) وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ ج فَمَنْ

ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ۝ (اعراف ع ۱) اور اُسدن (قیامت کے دن اعمال کا) وزن ضروری ہے بس جس شخص کا (نیک اعمال کا) پلہ بھاری ہوگا تو ایسے لوگ کامیاب ہونگے اور جس شخص کا (نیک اعمال کا) پلہ ہلکا ہوگا یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنا نقصان کرلیا اس وجہ سے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے۔ (۷) اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ۝ (یونس ع ۳) بیشک ہمارے قاصد (فرشتے) تمہاری سب شرارتوں کو لکھ رہے ہیں (اور ان سبکا بدلہ تمکو قیامت میں ملیگا جب یہ لکھا ہوا سامنے لایا جائیگا)۔ (۸) وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ (یونس ع ۳) اور جن لوگوں نے بُرے کام کئے انکی بُرائی کی سزا اُسکے برابر ملے گی اور انکو ذلت چھائے گی اور انکو اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے کوئی بچانیوالا نہ ہوگا (اور انکے منہ ایسے کالے ہونگے، گویا انکے چہروں پر اندھیری رات کے پرت کے پرت لپیٹ دیئے گئے)۔ (۹) هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ (یونس ع ۳) اُس مقام پر ہر شخص اپنے پہلے کئے کاموں کو (جو دنیا میں کئے تھے) جانچ لیگا (کہ وہ کس قسم کے نیک یا بد کئے تھے پھر اُسکا حساب ہو جائیگا)۔ (۱۰) لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ۝ (رعد ع ۲) جنلوگوں نے اپنے رب کا کہنا مان لیا انکے واسطے اچھا بدلہ ہے اور جنہوں نے اُسکا کہنا نہ مانا انکے پاس اگر دُنیا کی تمام چیزیں ہوں (بلکہ) اور اُسکی ساتھ اُسی کی برابر اور چیزیں ہوں تو سب کی سب اپنے فدیہ میں دے ڈالیں (اور) انکا سخت حساب ہوگا۔ (۱۱) فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (رعد ع ۶) پس آپکے ذمہ تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) صرف پہنچا دینا ہے (اور اسپر عمل کرنے نہ کرنیکا) حساب ہمارے ذمہ ہے۔ (۱۲) رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ (ابراهيم ع ۶)۔ اے ہمارے رب میری اور میرے والدین کی اور سب مؤمنین کی حساب قائم ہونیکے دن مغفرت کردیجئے (یہ حضرت ابراہیمؑ کی دُعا ہے)۔ (۱۳) وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ۝ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ۝ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۝ (ابراهيم ع ۷) اور تُو اس دن مجرموں کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھیگا اور انکے کُرتے قطران (چیڑ کے درخت کے تیل) کے ہونگے (کہ اس تیل میں پٹرول کی طرح سے آگ جلدی لگتی ہے) اور انکے چہروں پر آگ لپٹی ہوئی ہوگی۔ (اور یہ ساری تکلیفیں کیوں ہیں) تاکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اُسکے کئے ہوئے کی سزا دے بیشک اللہ تعالیٰ شانہٗ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ (۱۴) وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا۝ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا۝ (بنی اسرائیل ع ۲) اور ہم نے ہر انسان کا عمل

(نیک ہو یا بد ہو) اُسکے گلے کا ہار بنا رکھا ہے اور قیامت کے دن ہم اُسکا اعمال نامہ اُسکے سامنے کر دینگے جسکو وہ کھلا ہوا دیکھیگا (اور اس سے کہا جائیگا) کہ اپنا اعمالنامہ خود ہی پڑھ لے آج تو خود ہی اپنا محاسب کافی ہے (یعنی خود ہی حساب کرلے کسی دوسرے کی بھی ضرورت نہیں)۔ (۱۵) كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ الآية (مریم ع ۵) (جو بات یہ کافر سمجھ رہے ہیں وہ) ہرگز نہیں ہے ہم ہر وہ بات لکھ لیتے ہیں جو کوئی زبان سے کہتا ہے (اسکے بعد قیامت کے دن وہ لکھا ہوا اعمالنامہ اُسکے سامنے کر دیا جائیگا)۔ (۱۶) اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ○ (انبیاء ع ۱) لوگوں کے حساب کا وقت تو قریب آگیا اور یہ ابھی تک غفلت ہی میں پڑے ہیں (اور اسکی تیاری سے) اعراض کئے ہوئے ہیں۔ (۱۷) فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَاءَلُونَ ○ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ○ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ○ (مومنون ع ۶) پھر جب (قیامت کے دن) صور پھونکا جائیگا تو (اسقدر خوف ہوگا کہ) باہمی رشتے بھی اُس دن نہ رہیں گے (یعنی سب اجنبی سے بنجائیں گے باپ بیٹے سے بھاگے گا وغیرہ وغیرہ جیسا سورۂ عبس میں ہے يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ الآية) اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا (اور اعمال کی ترازو کھڑی کر دی جائیگی) پس جس شخص کا پلّہ بھاری ہوگا (یعنی اسکی نیکیاں جھک جائیں گی) پس ایسے لوگ تو کامیاب ہونگے اور جس شخص کا پلّہ ہلکا ہوگا پس یہ وہ لوگ ہونگے جنھوں نے اپنا نقصان کرلیا اور وہ جہنم میں ہمیشہ کیلئے رہیں گے انکے چہروں کو آگ جھلستی ہوگی اور اُسمیں انکے مُنہ بگڑے ہوئے ہونگے۔ (۱۸) وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَّوَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ○ (نور ع ۵) اور جو لوگ کافر ہیں (اور نور ہدایت سے دُور ہیں) انکے اعمال ایسے ہیں جیسا کہ ایک چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا آدمی اُسکو (دُور سے) پانی سمجھتا ہے یہانتک کہ جب (اُسکے پاس آیا تو اُسکو کچھ بھی نہ پایا اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ شانہٗ کو پایا جنھے اُسکا پورا پورا حساب وہیں کر دیا اور اللہ تعالیٰ بہت جلدی حساب کر دینے والے ہیں۔ (۱۹) إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ ○ (ص ع ۲) جو لوگ خدا کے راستہ سے بھٹکے ہوئے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ وہ روز حساب کو بھولے ہوئے ہیں۔ (۲۰) الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ○ (مومن ع ۲) آج (قیامت) کے دن ہر شخص کو اُسکے کئے کا بدلہ دیا جائیگا آج ظلم نہیں ہے بیشک اللہ تعالیٰ شانہٗ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ (۲۱) وَتَرَىٰ كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعَىٰ إِلَىٰ كِتَابِهَا الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ○ هَٰذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ

بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (جاثیہ ع ۴) اور آپ (قیامت کے دن) ہر فرقہ کو دیکھیں گے کہ (وہ لوگ خوف کیوجہ سے) گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے ہر فرقہ اپنی کتاب (نامۂ اعمال) کیطرف لایا جائیگا (اور ان سے کہا جائیگا) کہ آج تم کو تمھارے کئے کا بدلہ دیا جائیگا (اور یہ کہا جائیگا) کہ یہ ہماری کتاب (جسمیں تمھارے اعمال لکھے ہوئے ہیں) تمھارے اعمال کو ٹھیک ٹھیک بتارہی ہے ہم دُنیا میں فرشتوں سے) تمھارے اعمال کو لکھواتے رہتے تھے (جو اسوقت یہ تمھارے سامنے ہے)۔ (۲۲) اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ○ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ○ (ق ع ۲) جب دو اخذ کرنیوالے (بات کو جلدی سے لیکر لکھنے والے فرشتے) لیتے رہتے ہیں اور دائیں جانب اور بائیں جانب بیٹھے رہتے ہیں وہ (یعنی آدمی) کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتا مگر ایک تاک لگانیوالا تیار رہتا ہے (اور وہ فوراً اُسکو لکھ لیتا ہے یہی اعمالنامہ ہے (۲۳) يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ○ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ○ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ○ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۙ○ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ○ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ○ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ○ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ○ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ○ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ○ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ○ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ○ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ○ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ○ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ○ (الحاقہ ع ۱) جس دن تم (خدا تعالیٰ کے سامنے حساب کیلیئے) پیش کئے جاؤ گے تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہ ہوگی پھر (نامۂ اعمال ہاتھوں میں دیدیئے جائیں گے پس) جس شخص کا نامۂ اعمال اُسکے داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا وہ تو (خوشی کے مارے آپسمیں) کہے گا کہ لو میرا نامۂ اعمال پڑھ لو میرا تو (پہلے ہی سے اعتقاد تھا کہ مجھکو میرا حساب پیش آنیوالا ہے (میں تو دُنیا ہی میں اُسکے لئے تیاری کر رہا تھا) پس یہ شخص تو پسندیدہ زندگی یعنی بہشت بریں میں ہوگا جسکے میوے جھکے ہوئے ہوں گے (اور انسے کہا جائیگا) کہ کھاؤ اور پیو مزہ کیساتھ ان اعمال کے بدلہ میں جو تم نے گذرے ہوئے زمانہ میں کئے ہیں اور جس شخص کا نامۂ اعمال اُسکے بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا پس وہ (نہایت حسرت اور غم سے) کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ مجھکو میرا نامۂ اعمال ہی نہ ملتا اور مجھکو یہ خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے کاش موت (جو آچکی تھی وہی سب کام کا خاتمہ کر دیتی (افسوس) میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا میری وجاہت بھی میرے سے جاتی رہی (اس شخص کیلئے حکم ہوگا کہ) اسکو پکڑو اور اسکے گلے میں طوق پہنا دو پھر جہنم میں اسکو داخل کر دو پھر ایسی زنجیر میں جسکی لمبائی ستر گز ہو اسکو جکڑ دو (اس آیت شریفہ کا کچھ حصہ بخل کے بیان میں ع۱۲ پر گذر چکا ہے)۔ (۲۴) وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ○ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ○ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۙ○ (انفطار)

اور تم پر (ایسے فرشتے جو تمہارے کاموں کو) یاد رکھنے والے ہیں جو معزز ہیں (اور ہر کام کو) لکھنے والے ہیں مقرر ہیں جو تمہارے سارے افعال کو جانتے ہیں (اور لکھتے ہیں قیامت کے دن یہ سب مجموعہ پیش ہوگا)۔ (۲۵) فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۙ وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ وَّ یَصْلٰى سَعِیْرًا ؕ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ (انشقاق) پس جس شخص کا نامۂ اعمال اُسکے داہنے ہاتھ میں ملیگا اُس سے عنقریب سہل حساب لیا جائیگا اور وہ (اُس سے فارغ ہوکر) اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئیگا اور جس شخص کا نامۂ اعمال (اُسکے بائیں ہاتھ میں پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائیگا سو وہ موت کو پکاریگا (جیسا کہ مصیبت کے وقت پکارا جاتا ہے) اور جہنم میں داخل ہوگا یہ شخص (دنیا میں) اپنے گھر بہت خوش خوش رہتا تھا اُسنے گمان کر رکھا تھا کہ اسکو خدا کے یہاں جانا ہی نہیں ہے۔ (۲۶) اِنَّ اِلَیْنَاۤ اِیَابَهُمْ ۙ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَهُمْ (غاشیہ) بیشک ہمارے ہی پاس ان سب کو لوٹ کر آنا ہے پھر ہمارا ہی کام ہے ان سے حساب لینا۔ (۲۷) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ یَوْمَىِٕذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۙ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ؕ یَوْمَىِٕذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ۬ لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ؕ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ

جب زمین (زلزلہ کی وجہ سے) اپنی پوری حرکت سے ہلا دی جائیگی (اور جب ساری دنیا میں زلزلہ آئے تو ظاہر ہے کہ کتنا بڑا زلزلہ ہوگا) اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ (خواہ دفینے ہوں یا مُردے) باہر نکال کر پھینکدے گی اور آدمی (ہکا بکا ہوکر) کہے گا اسکو کیا ہوگیا اور اُسدن زمین (جو کچھ اُسکے اوپر اچھے یا بُرے کام کئے گئے ہیں) سب کی خبریں دیگی اس وجہ سے کہ آپکے رب کا اُسکو یہی حکم ہوگا (جیسا کہ آئندہ روایات کے ذیل میں آرہا ہے) اُسدن لوگ مختلف جماعتیں (کوئی مقربین کی کوئی نیک لوگوں کی کوئی جہنمیوں کی جماعت ہوگی اور پھر ہر جماعت میں مختلف گروہ ہونگے اسی طرح سے کوئی جماعت سواروں کی کوئی پیدل چلنے والوں کی کوئی ان لوگوں کی جن کو مُنہ کے بل گھسیٹا جائیگا غرض ہر قسم کی مختلف جماعتیں) ہوکر لوٹیں گی تاکہ اپنے اعمال کو (جو دنیا میں کئے تھے) دیکھ لیں پس جو شخص (دنیا میں) ذرہ کی برابر نیکی کریگا وہ اُسکو وہاں دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ کی برابر برائی کریگا وہ اُسکو دیکھ لے گا۔

یہ نمونہ کے طور پر ستائیس آیات حساب کتاب اور اعمال کے بدلہ کی ذکر کی گئی ہیں انکے علاوہ سیکڑوں آیات میں مختلف عنوانات سے یہ اور اسی قسم کے مضامین وارد ہیں اسی طرح احادیث میں بھی ہزاروں روایات میں اس حساب کے دن کے سخت حالات ذکر کئے گئے ہیں جنکا احاطہ بھی دشوار ہے لیکن ضروری ہے کہ اپنے

ان اوقات کو جو محض دُنیا کمانے میں ضائع کئے جاتے ہیں تھوڑا بہت ان کام آنیوالی چیزوں میں بھی خرچ کیا جائے ابھی وقت ہے کچھ کیا جاسکتا ہے بہت جلد وہ وقت آنیوالا ہے کہ افسوس کے سوا کچھ بھی نہ رہیگا نمونہ کے طور پر چند احادیث کا ترجمہ بھی اسجگہ لکھا جاتا ہے۔

حضرت عائشہؓ ایکمرتبہ جہنم کو یاد کر کے رونے لگیں حضورؐ نے فرمایا کیا بات ہوئی کیوں رو رہی ہو؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا مجھے جہنم یاد آگئی اسپر رو رہی ہوں آپ حضرات اُس دن اپنے اہل وعیال کو بھی یاد کریں گے یا نہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تین وقت تو ایسے ہیں جن میں کوئی کسی کو یاد نہیں کریگا ایک تو ترازو کیوقت (جب اعمال کے تولنے کا وقت ہوگا) یہانتک کہ اُسکو معلوم نہ ہوجائے کہ اُسکا نیکیوں کا پلڑا جھک رہا ہے یا نہیں۔ دُوسرے جب یہ اعلان ہوگا کہ آؤ اپنے اپنے حساب کی کتاب لے لو اُسوقت کوئی کسی کو یاد نہ کریگا جبتک کہ یہ معلوم نہ ہوجائے کہ اُسکا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں ملتا ہے یا پشت کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں ملتا ہے تیسرے پُلصراط کیوقت جبکہ وہ جہنم پر بچھائی جائیگی (اور اُسپر کو چلنا پڑے گا) [1] یہ جبتک کہ آدمی اُسپر کو خیریت سے نہ گذر جائے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن حساب کیا جائیگا جسکی نیکیوں میں ایک کا بھی اضافہ ہوجائیگا وہ جنت میں چلا جائیگا اور جسکی بُرائیوں میں ایک کا بھی اضافہ ہوجائیگا وہ جہنم میں جائیگا اسکے بعد انھوں نے فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ والی آیت پڑھی جو ۲ پر گذری اور فرمایا کہ ترازو کا پلّہ ایک دانہ سے بھی جُھک جائیگا اور جسکی نیکیاں اور بُرائیاں برابر ہونگی وہ اعراف میں ہونگے (جو جنت اور دوزخ کے درمیان میں ہے) حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ جسکا ظاہر اُسکے باطن سے زیادہ اچھا ہوگا اُسکا وزن ہلکا ہوگا اور جسکا باطن ظاہر سے بہتر ہوگا اُسکا وزن بھاری ہوگا۔ حضرت انسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ایک فرشتہ ترازو کے قریب مقرر ہوگا پس جسکا پلّہ بھاری ہوجائیگا وہ ایسے زور سے اعلان کریگا جسکو ساری مخلوق سُنے گی کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا سعید ہوگیا اور ایسی سعادت ملی کہ اُسکے بعد بدبختی نہیں ہے اور اگر اُسکا پلڑا ہلکا ہوگیا تو وہ اسی طرح اُسکے بدبخت ہونیکا اعلان کریگا جس کو ساری مخلوق سُنے گی۔

متعدد روایات میں آیا ہے کہ وہ ترازو اتنی بڑی ہوگی کہ آسمان زمین اور جو کچھ انکے درمیان ہے سب اسکے ایک پلڑے میں آجائیگا۔ حضرت جابرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ترازو میں سب سے اوّل وہ نفقہ رکھا جاتا ہے جو آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے ارشاد فرمایا کہ دو خصلتیں تمہیں ایسی بتاؤں جو عمل میں بہت ہلکی وزن میں بہت بھاری

---

[1] مشکوٰۃ

ایک تو اچھی عادت دُوسرے چُپ رہنا (یعنی بیکار باتوں سے احتراز کرنا)۔

ایک اَور حدیث میں ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ شانہٗ کو بہت محبوب ہیں زبان پر بہت ہلکے اور ترازو میں بہت وزنی وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ہیں۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد وارد ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے میں اُسکی ترازو کے پاس کھڑا ہونگا اگر اُسکی نیکیاں بڑھ گئیں تو بہت ہی اچھا نہیں تو میں اُسکی سفارش کرونگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن عُلماء کے لکھنے کی سیاہی اور شہیدوں کا خون بھی تولا جائیگا اور علماء کے لکھنے کی سیاہی کا وزن شہیدوں کے خون سے زیادہ وزنی ہوگا حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اعمالنامہ کا وزن اَور اُمتوں سے بہت بڑھ جائیگا اسلئے کہ اُنکی زبانیں کلمۂ لا اِلٰہ الا اللہ کی ساتھ بہت مانوس ہونگی۔

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو ہر وقت پیٹ اور شرمگاہ ہی کا فکر رہے اُسکا وزن ہلکا ہوگا۔[1] ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو فرشتہ دائیں جانب ہوتا ہے اور نیکیوں کا لکھنے والا ہوتا ہے وہ بائیں جانب والے پر امیر ہوتا ہے جب بندہ کوئی نیکی کرتا ہے تو دائیں جانب والا دس گُنا اُسکا ثواب لکھ لیتا ہے اور جب کوئی بُرائی کرتا ہے اور بائیں جانب والا اُسکو لکھنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ ماتحت ہونیکی وجہ سے امیر سے لکھنے کی اجازت لیتا ہے تو امیر یعنی دائیں جانب کا فرشتہ کہتا ہے کہ ابھی چھ ساعات گھنٹے انتظار کرے اگر بندہ اس درمیان میں اُس گناہ سے توبہ کرلیتا ہے تو وہ لکھنے کی اجازت نہیں دیتا اور اگر توبہ نہیں کرتا تو وہ لکھ لیتا ہے۔[2]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد متعدد احادیث میں ہے کہ قیامت کے دن تین پیشیاں ہونگی پہلی دو پیشیوں میں تو مطالبات سوال جواب عذر معذرت وغیرہ سب کچھ ہوگا اور تیسری پیشی میں اعمال نامے ہاتھوں میں دیدیئے جائینگے کسی کے داہنے ہاتھ میں کسی کے بائیں ہاتھ میں۔[3]

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص میں تین باتیں ہوں حق تعالیٰ شانہٗ اُسکا بہت آسان حساب لیتے ہیں اور اپنی رحمت سے جنت میں داخل کردیتے ہیں۔ ایک یہ کہ جو تجھے اپنے احسان سے محروم رکھے تو اُسپر احسان کرے۔ دُوسرے جو شخص تجھ سے قطع رحمی کرے تُو اُسکی ساتھ صلہ رحمی کرے تیسرے جو تجھ پر ظلم کرے تُو اُسکو معاف کردے۔[4]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر (آخرت کے احوال سے) جو کچھ مجھے معلوم ہے تم لوگوں کو معلوم ہوجائے تو (خوف کیوجہ سے) ہنسنا کم کردو اور رونا بہت زیادہ کردو اور بستروں پر عورتوں کی ساتھ

---

[1] درمنثور [2] ایضاً [3] درمنثور [4] ایضاً

لذت حاصل کرنا چھوڑ دو اور چلاتے ہوئے جنگل کو نکل جاؤ حضرت ابوذرؓ حضورؐ کا یہ ارشاد سُنکر فرمانے لگے کاش میں تو ایک درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا (آدمی ہوتا ہی نہیں جو اتنے مصائب برداشت کرنا پڑیں) ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی جس حالت میں مرتا ہے اسی حالت میں قیامت کو اٹھایا جائیگا (یعنی جس نیکی یا بدی میں مشغول ہے اور اسی حالت میں موت آگئی اُسی حالت پر حشر بھی ہوگا)۔[۱] ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا جسمیں ارشاد فرمایا غور سے سُن لو کہ دُنیا ایک وقتی منفعت ہے جس سے ہر شخص نفع اُٹھاتا ہے چاہے نیک ہو یا فاجر (لہٰذا اس سے زیادہ نفع اُٹھانا کوئی نیکی کی علامت نہیں ہے) اور آخرت ایک مقررہ چیز ہے جو بہرحال وقت مقرر پر آنیوالی ہے اور اسمیں ایک ایسا بادشاہ فیصلہ فرمائیگا جو ہر چیز پر قادر ہے (اسکے اختیارات بہت زیادہ وسیع ہیں) خیر ساری کی ساری جنت میں ہے (لہٰذا جو خیر بھی آدمی کر سکے اُسمیں کوتاہی نہ کرے کہ وہ جنت کیطرف لیجانیوالی ہے) اور شر ساری کی ساری جہنم میں ہے (اسلئے ذراسی شر سے بھی بچنے کی کوشش کرنا چاہئے اُسکو معمولی نہ سمجھنا چاہئے کہ ذراسی شر بھی جہنم کیطرف لیجانیوالی ہے) اہتمام سے نیک عمل کرتے رہو تم اللہ تعالیٰ شانہٗ کیطرف سے نہایت خطرہ کی حالت میں ہو (اُس سے بیخوف اور بے فکر کسی وقت نہ ہونا چاہئے) اور اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ تم اپنے اعمال پر پیش کئے جاؤ گے (اور ان کا حساب ہوگا) جو شخص ایک ذرہ کی برابر بھی نیکی کریگا وہ اُسکو دیکھے گا اور جو شخص ایک ذرہ کی برابر بھی بُرائی کرے گا وہ اُس کو بھی دیکھے گا۔[۲]

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا ارشاد ہے کہ دُنیا دن بدن مُنہ پھیرتی جارہی ہے یعنی دُور ہوتی جارہی ہے اور آخرت روز بروز قریب آتی جارہی ہے اور (دُنیا اور آخرت میں سے) ہر ایک کی مستقل اولاد ہے پس تم دُنیا کی اولاد نہ بنو آخرت کی اولاد بنو آج عمل کا دن ہے حساب نہیں ہے اور کل کو حساب کا دن ہے عمل نہ ہوگا۔[۳] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن تین کچہریاں ہونگی ایک کچہری میں تو معافی ہے ہی نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ شانہٗ کیساتھ کسی کو شریک بنانیکی ہے (یعنی اس عدالت میں تو صرف ایمان اور کفر کا مقدمہ پیش ہوگا اور جرم کی معافی کا اس عدالت میں ذکر ہی نہیں) دُوسری کچہری میں حق تعالیٰ شانہٗ صاحب حق کو اُسکا حق ضرور دلائیں گے (خواہ اپنے پاس سے عطا فرمائیں یا جس کے ذمہ حق ہے اُس سے وصول کرکے مرحمت فرمائیں) اور یہ کچہری بندوں کے آپسمیں ایک دُوسرے پر ظلم کی ہے کہ اسمیں مظلوم کو ظالم سے بدلہ دلوایا جائیگا۔ تیسری کچہری حق تعالیٰ شانہٗ کے اپنے حقوق کی ہے (فرائض وغیرہ میں کوتاہی کی ہے) اسمیں حق تعالیٰ شانہٗ زیادہ پروا نہیں فرمائینگے یہ اُس کریم کے اپنے حقوق ہیں وہ چاہے مطالبہ فرمائیں یا معاف کردیں۔[۴]

---

[۱] مشکوٰۃ [۲] ایضاً [۳] مشکوٰۃ [۴] ایضا

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے ذمہ اُسکے بھائی کا کوئی حق ہو کہ اُسپر آبرو کی یا مال کی کوئی زیادتی اور ظلم کر رکھا ہو اُسکو آج معاف کرالو اُسوقت سے پہلے پہلے نبٹ لو جس دن نہ دینار ہوگا نہ درم نہ روپیہ نہ اشرفی اُسدن سارا حساب نیک اعمال اور گناہوں سے ہوگا، پس اگر اس ظلم کرنیوالے کے پاس کچھ نیک عمل ہیں تو اُسکے ظلم کے بقدر نیکیاں لیکر مظلوم کو دیدی جائینگی اور اگر اسکے پاس نیکیاں نہیں ہیں تو مظلوم کے اتنے ہی گناہ اس پر ڈالدیئے جائینگے (کہ اپنے گناہوں کیساتھ دُوسرے کے گناہوں کی سزا میں جہنم میں کچھ زیادہ زمانہ پڑے رہنا ہوگا۔ [1]

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن حق والوں کو انکا حق ضرور دلوایا جائیگا حتّٰی کہ بے سینگ والی بکری کیلئے سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائیگا [2] یعنی اگر دُنیا میں ایک بکری کے سینگ تھے اُسنے دُوسری بکری کے مارا جسکے سینگ نہ تھے جسکی وجہ سے وہ بدلہ نہ لے سکی تو اُس بکری کا بدلہ بھی وہاں دلوایا جائیگا۔ ایکمرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جانتے ہو مفلس کون ہے صحابہؓ نے عرض کیا ہمارے نزدیک تو مفلس وہ شخص سمجھا جاتا ہے جسکے پاس نہ درم (نقد) ہو نہ مال حضورؐ نے فرمایا میری اُمت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن بہت سی نماز روزہ زکوٰۃ لیکر آئے لیکن کسی کو گالی دی تھی کسی کو تہمت لگائی تھی کسی کا مال کھالیا تھا کسی کو مارا تھا پس کچھ نیکیاں اِسنے لے لیں کچھ اُسنے لے لیں اور جب اسکی نیکیاں ختم ہوگئیں اور دُوسروں کے مطالبے باقی رہ گئے تو انکے مطالبوں کی بقدر ان کے گناہ اسپر ڈالدیئے جائیں گے۔ اور اسکے بعد اُس ظالم (اور کثرت سے عبادتوں کے مالک) کو جہنم میں ڈالدیا جائیگا۔ [3]

فقیہ ابو اللیثؒ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب لوگ اپنی قبروں سے اُٹھائے جائیں گے اُسوقت ستّر برس تو ایسی حالت میں کھڑے رہینگے کہ انکی طرف التفات بھی نہ ہوگا وہ اس پریشانی میں اتنا روئیں گے کہ آنسو ختم ہوجائینگے اور آنسوؤں کی جگہ خون نکلنے لگے گا۔ اسکے بعد میدانِ حشر کیطرف بُلائے جائیں گے اور فرشتے آسمانوں سے اُترنے شروع ہونگے ہر آسمان کے فرشتے ایک ایک حلقہ بناکر ایک آسمان والے دوسر آسمان والوں کے پیچھے کھڑے ہونگے جسکو قرآن پاک میں وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ۝ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۭ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ۝ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَاۗءَنِيْ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝ [4] میں ذکر کیا گیا جسکا ترجمہ یہ ہے کہ جس دن آسمان بدلی پر سے پھٹ جائیگا اور فرشتے کثرت سے اُتارے جائیں گے اُسدن حکومت رحمان ہی کی ہوگی (یعنی حساب کتاب جزا سزا میں کسی کا دخل نہ ہوگا) اور

---

[1] مشکوٰۃ [2] ایضاً [3] مشکوٰۃ [4] فرقان ع ۳

وُہ دن کافروں پر بڑا سخت ہوگا جس دن ظالم آدمی اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھاویگا اور کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ میں رسول (علیہ السلام) کیساتھ راستہ پر لگ لیتا ہائے میری شامت (کہ میں نے ایسا نہ کیا اور) کیا اچھا ہوتا کہ میں فلاں شخص کو (جسنے نیک کام سے روکا) دوست نہ بناتا اُسنے مجھکو نصیحت آنیکے باوجود اُس سے بہکا دیا اور شیطان تو انسان کو (عین وقت پر سبکو کلی طور پر) امداد کرنیسے جواب دے ہی دیتا ہے (جسکا مفصل قصہ سورۂ ابراہیم میں ہے)۔ ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اُسوقت حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ارشاد ہوگا اے جن وانس! میں نے دُنیا میں تمھیں نصیحت کردی تھی آج تمھارے یہ اعمال تمھارے سامنے ہیں جو شخص اپنے اعمالنامہ میں بھلائی پائے وہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کا شکر ادا کرے اور جو نیکی نہ پائے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے (کہ نصیحت کی بات نہ مانی) اُسکے بعد حق تعالیٰ شانہٗ جہنم کو حکم فرماوینگے اُسکا عذاب سامنے آجائیگا جسکو دیکھکر ہر شخص گھٹنوں کے بَل گر جائیگا جسکو سورۂ جاثیہ (ع ۴) میں ارشاد فرمایا ہے کہ تُو ہر جماعت کو دیکھے گا کہ گھٹنوں کے بَل گری ہوئی ہے اور ہر جماعت اپنے اعمالنامہ کیطرف بُلائی جائیگی اُسکے بعد لوگوں کے درمیان میں فیصلے شروع ہو جائیں گے حتیٰ کہ جانوروں تک کے درمیان میں بھی انصاف کیا جائیگا اور بے سینگ والی بکری کیلئے سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائیگا اُسکے بعد جانوروں کو حکم ہو جائیگا کہ تم مٹی بنجاؤ (تمھارا معاملہ ختم ہوگیا) اُسوقت کافر لوگ یہ تمنا کرینگے اور کافر کہے گا۔ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا (عمّ ع ۲)۔ کاش میں مٹی ہوجاتا۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ لوگ جیساکہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں ایسے ہی ننگے میدانِ حشر میں ہونگے، حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ سب کے سامنے ننگا ہونیسے کیسی شرم آئیگی ایک دوسرے کو دیکھیں گے، حضورؐ نے فرمایا اُسوقت لوگ اپنی مصیبت میں اسقدر گرفتار ہونگے کہ ایک کو دوسرے کے دیکھنے کی مہلت بھی نہ ہوگی سب کی آنکھیں اُوپر کیطرف لگی ہوئی ہونگی ہر شخص اپنے اعمالِ بد کی بقدر پسینے میں غرق ہوگا کسی کا پسینہ پاؤں تک چڑھا ہوا ہوگا کسی کا پنڈلی تک کسی کا پیٹ تک کسی کا مُنہ تک آیا ہوا ہوگا۔ فرشتے عرش کے چاروں طرف حلقہ بنائے ہوئے ہونگے اُسوقت ایک ایک شخص کا نام لیکر پکارا جائے گا جسکو پکارا جائیگا وہ مجمع سے نکلکر وہاں حاضر ہوگا جب وہ حق تعالیٰ شانہٗ کے سامنے کھڑا کیا جائیگا تو اعلان کیا جائیگا کہ اسکے ذمہ جس جس کا مطالبہ ہو وہ آئے اُسکے ذمہ جس جس کا کوئی حق ہوگا یا اُسکی طرف سے اُسپر کسی قسم کا ظلم ہوگا وہ ایک ایک کرکے پکارا جائیگا اور اُسکی نیکیوں میں سے انکے حقوق ادا کئے جائینگے اور اگر نیکیاں نہیں ہونگی یا نہیں رہیں گی تو ان لوگوں کے گناہ اُسپر ڈالدیئے جائیں گے اور جب وہ اپنے گناہوں کے ساتھ دوسرے گناہوں کو بھی سَر لے لیگا تو اُس سے کہا جائیگا کہ جا اپنی ماں ہاویہ میں چلا جا (القارعہ میں اسکا بیان ہے یعنی دہکتے ہوئے جہنم میں) حساب اور عذاب کی اس شدت کو دیکھتے ہوئے کوئی مقرب فرشتہ یا نبی ایسا نہ ہوگا جسکو اپنا خوف نہ ہو مگر وہ لوگ جنکو حق تعالیٰ شانہٗ محفوظ فرمادے اسوقت ہر شخص سے چار چیزوں کا سوال ہوگا (جیسا

کہ پہلے مفصل حدیث میں اسی فصل کے ع۲ پر گذر چکا، کہ عمر کس کام میں ختم کی بدن کس کام میں لایا گیا اپنے علم پر کیا عمل کیا اور مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ عکرمہؓ کہتے ہیں کہ اُسدن باپ اپنے بیٹے سے کہے گا کہ میں تیرا باپ تھا میں تیرا والد تھا وہ بیٹا اُسکے احسانات کا اقرار کریگا اسکے بعد باپ کہے گا کہ مجھکو صرف ایک نیکی کی ضرورت ہے جو ایک ذرہ کی برابر ہو شاید اُسکی وجہ سے میرا پلّہ جھک جائے بیٹا کہے گا کہ مجھے خود ہی مصیبت پیش آرہی ہے مجھے اپنا حال معلوم نہیں ہے کہ مجھ پر کیا گذریگی میں تو کوئی نیکی نہیں دے سکتا۔ اُسکے بعد وہ شخص اپنی بیوی سے اسی طرح اپنے احسان اور تعلقات جتا کر مانگے گا وہ بھی اسی طرح انکار کردیگی (غرض اسی طرح ہر شخص سے مانگتا پھرے گا) یہی وہ چیز ہے جسکو حق تعالیٰ شانہٗ نے. وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى (فاطر ع ۳) میں ذکر فرمایا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے اور (اُسدن) کوئی دوسرے کا بوجھ (گناہ کا) نہ اُٹھاویگا (اور خود تو کوئی کسی کی کیا مدد کرتا) اگر کوئی بوجھ کالداہوا (یعنی گنہگار) کسی کو اپنا بوجھ اُٹھانے کیلئے بُلاویگا تب بھی اُسمیں سے کچھ بھی بوجھ نہ اُٹھایا جائیگا (یعنی کسی قسم کی اُسکی مدد نہ کریگا) اگرچہ وہ شخص قرابت دار ہی کیوں نہ ہو[1] عکرمہؓ کی یہ روایت دُرِّ منثور میں زیادہ واضح الفاظ میں ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ باپ بیٹے سے اول پوچھے گا کہ میں نے دُنیا میں تیری ساتھ کیسا برتاؤ کیا تھا وہ بہت تعریف باپ کے برتاؤ کی کریگا اُسکے بعد باپ کہے گا کہ میں آج تجھ سے صرف ایک نیکی مانگتا ہوں شاید اُسی سے میرا کام چل جائے بیٹا کہے گا کہ ابا جان تم نے بہت ہی مختصر چیز کہی ہے لیکن اسکے باوجود میں سخت مجبور ہوں کہ مجھے خود بھی خوف ہے جو تمہیں ہے، اُسکے بعد یہی سارا سوال جواب بیوی سے ہوگا جیسا کہ ارشاد ہے. يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ الخ اور ارشاد ہے يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ الاٰية ۔[2] ان میں سے پہلی آیت شریفہ سورۂ لقمان کے آخری رکوع کی ہے يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ الاٰية حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے، اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اُس دن سے ڈرو جسمیں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کیطرف سے کچھ مطالبہ ادا کرسکے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ایسا ہے کہ وہ اپنے باپ کیطرف سے ذرا سا بھی مطالبہ ادا کردے اور بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے (کہ یہ دن ضرور آنیوالا ہے) سو تم کو دنیوی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالدے (کہ تم اُسمیں منہمک ہو کر اس دن کو بھول جاؤ) اور نہ تم کو دھوکہ دینے والا (شیطان) دھوکہ میں ڈالدے (کہ اُسکے بہکانے میں آکر تم اُسدن سے غافل ہو جاؤ) دوسری آیت شریفہ سورۂ عبس وتولیٰ میں ہے فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ الاٰية پس جس دن کانوں کو بہرا کردینے والا شور برپا ہوگا (یعنی قیامت کا دن آجائیگا وہ ایسا دن ہوگا) جس دن آدمی اپنے بھائی سے اپنی ماں سے اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا (کوئی کسی کے کام نہ آئیگا) اُس دن ہر شخص کو اپنا ہی ایسا مشغلہ ہوگا جو اُسکو دوسرے کیطرف متوجہ نہ ہونے دیگا اس آیت شریفہ کی تفسیر میں قتادہؓ فرماتے ہیں کہ قیامت

---

[1] تنبیہ الغافلین [2] دُر منثور

کے دن ہر شخص کو یہ بات بہت شاق ہوگی کہ کوئی اُسکی جان پہچان والا قریبی رشتہ دار نظر پڑجائے اس ڈر سے کہ کہیں وہ اپنا کوئی مطالبہ پیش نہ کردے[1]۔ قرآن پاک میں بہت کثرت سے یہ مضمون مختلف عنوانات سے ذکر فرمایا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ کے رکوع ۶ میں ہے۔ وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ الآیۃ اور ڈرو تم ایسے دن سے جسمیں کوئی شخص کسی کیطرف سے نہ (جانی) بدلہ دے سکے گا (مثلاً ایک کی نماز کے بدلہ میں دوسرے کی نماز قبول کرلیجائے) اور نہ کسی کیطرف سے کوئی سفارش قبول ہوسکتی ہے اور نہ کسی کیطرف سے کوئی فدیہ (مالی معاوضہ) لیا جاسکتا ہے اور نہ انکی کوئی مدد کی جائیگی (کہ کوئی اپنے زور سے انکے عذاب کو روکدے یہ ناممکن ہے)۔ اس آیت شریفہ میں اعانت کے جتنے ذریعے ہوسکتے تھے سب کی نفی فرمادی اسلئے کہ کسی کی مدد کے چار ہی طریقے ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ کوئی زوردار شخص بیچ میں حائل ہوجائے اور اپنے زور سے روکدے یہ نصرت ہے اسکی بھی نفی فرمادی۔ دوسرے بغیر زور کے کوئی شخص عذاب کو روکدے اسکی دو صورتیں ہیں بغیر کسی قسم کا معاوضہ دیئے روکے یہ سفارش ہے۔ یا کوئی کسی قسم کا بدلہ دیکر روکے اسکی دو قسمیں ہیں کہ جانی بدلہ دے یا مالی بدلہ دے انکی بھی دونوں کی نفی فرمادی گئی۔ اسی طرح اور بھی بہت سے مواقع میں یہ مضمون مختلف عنوانات سے آیا ہے اسکے متعلق یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ ایک تو کفار کا معاملہ ہے ان میں تو بالاتفاق یہی سب چیزیں ہیں جو اُوپر ذکر کی گئی کہ کوئی نبی یا ولی یا فرشتہ کتنا ہی مقرب کیوں نہ ہو کفار کے عذاب کو نہیں ہٹاسکتا

دوسرا معاملہ گنہگار مسلمانوں کا ہے انکے بارہ میں بھی اس قسم کی آیات اور احادیث وارد ہوئی ہیں یہ سب ایک خاص وقت کے اعتبار سے ہیں اُسکے بعد سفارش کی اجازت ہوجائیگی۔ چنانچہ قرآن پاک میں متعدد جگہ یہ مضمون وارد ہے جن میں سے ایک جگہ ارشاد ہے یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ ط الآیۃ (طٰہٰ ع ۶) اُس دن کسی کو سفارش نفع نہ دیگی مگر ایسے شخص کو (انبیاء اور اولیاء کی سفارش نفع دیگی) جسکے واسطے اللہ تعالیٰ شانہ نے سفارش کی اجازت دیدی ہو اور اُسکے واسطے (کسی کا بولنا) پسند کرلیا ہو۔ اس قسم کے مضامین بھی کثرت سے وارد ہیں لیکن یہ بات کہ کس کیلئے سفارش کی اجازت ہوتی ہے کسی کو معلوم نہیں ہے گو حق تعالیٰ شانہ کے فضل سے امیدوار ہر شخص کو رہنا ہی چاہیئے لیکن یقین کسی کا بھی نہیں ہے اسوجہ سے یہ سخت ترین دن نہایت ہی خوف وخطر کا دن ہے اسکی سختی کے واسطے جو کچھ بچاؤ کیا جاسکتا ہے وہ آج ہی کیا جاسکتا ہے۔ صدقہ کی کثرت کو اسدن کی شدت اور سختی سے بچانے میں خاص دخل ہے پہلی فصل میں کثرت سے آیات اور روایات میں یہ مضمون گذر چکا ہے۔ حضورؐ کا مشہور ارشاد ہے (جہنم کی آگ سے بچو چاہے آدھی کھجور ہی سے کیوں نہ ہو۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ صدقہ خطاؤں کو ایسا بجھا دیتا ہے جیسا کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے[2]۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا[3] یعنی

---

[1] درمنثور [2] اتحاف [3] ایضاً

جسقدر آدمی کے صدقہ کی مقدار بڑھی ہوئی ہوگی اتنا ہی گہرا سایہ اس سخت دن میں ہوگا جسمیں گرمی کی شدت سے مُنہ تک پسینہ آیا ہوا ہوگا حضورؐ کا ارشاد ہے کہ صدقہ حق تعالیٰ شانہٗ کے غصہ کو بھی روکتا ہے اور سوءِ خاتمہ (بُری موت) سے بھی حفاظت کا سبب ہے۔[1] حضرت لقمانؑ کی اپنے بیٹے کو وصیت ہے کہ جب تجھ سے کوئی خطا صادر ہو صدقہ کیا کر۔[2]

پہلی فصل کی حدیث ۱۰ میں یہ قصہ مفصل گذر چکا ہے کہ ایک بدکار فاحشہ عورت کی کتّے کو پانی پلانے سے مغفرت ہوگئی۔ عبید بن عمیرؓ کہتے ہیں کہ میدانِ حشر میں لوگ انتہائی بھوکے ہونگے انتہائی پیاسے اور بالکل ننگے ہونگے لیکن جس شخص نے اللہ کے واسطے کسی کو کھانا کھلایا ہوگا اُسکو حق تعالیٰ شانہٗ کھانا کھلائیں گے۔ اور جسنے اللہ کے واسطے کسی کو پانی پلایا ہوگا اُسکو سیراب کرینگے اور جسنے اللہ تعالیٰ شانہٗ کے واسطے کسی کو کپڑا دیا ہوگا اُسکو لباس پہنائیں گے۔[3]

پہلی فصل میں حدیث ۱۱ کے ذیل میں گذرا ہے کہ قیامت کے دن جہنمی ایک صف میں کھڑے کئے جائینگے ان پر کو ایک (کامل ولی) مسلمان کا گذر ہوگا اُس صف میں سے ایک شخص کہے گا کہ تُو میرے لئے حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں سفارش کر دے وہ پوچھے گا تو کون ہے وہ جہنمی کہے گا تو مجھے نہیں جانتا میں نے فلاں وقت دُنیا میں تجھے پانی پلایا تھا۔ دُوسری حدیث میں گذرا کہ قیامت کے دن جب جنّتی اور جہنمی لوگوں کی صفیں لگ جائیں گی تو جہنمی صفوں میں سے ایک شخص کی نظر جنتی صفوں میں سے ایک شخص پر پڑیگی اور وہ یاد دلائیگا کہ میں نے دُنیا میں تیری ساتھ فلاں احسان کیا تھا اسپر وہ شخص اُسکا ہاتھ پکڑ کر حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں لیجائیگا اور عرض کریگا کہ یا اللہ اسکا مجھ پر فلاں احسان ہے حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت سے اُسکو بخشدیا جائیگا۔ ایک اور حدیث میں گذرا کہ قیامت کے دن اعلان ہوگا کہ اُمتِ محمدیہ کے فقیر لوگ کہاں ہیں اُٹھو اور لوگوں کو میدانِ قیامت میں سے تلاش کرو جس شخص نے میرے لئے تم میں سے کسی کو ایک لقمہ دیا ہو یا میرے لئے ایک گھونٹ بھی پانی پلایا ہو یا نیا پُرانا کپڑا دیا ہو اسکا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کردو۔ اسپر فقرائے اُمت اُٹھیں گے اور انکو چُن چُن کر جنت میں داخل کر دینگے۔ ایک اور حدیث میں گذرا کہ قیامت کے دن ایک اعلان کرنیوالا اعلان کریگا کہاں ہیں وہ لوگ جنھوں نے فقیروں کا اور مسکینوں کا اکرام کیا آج تم جنت میں ایسی طرح داخل ہوجاؤ کہ نہ تم پر کسی قسم کا خوف ہے، اور نہ تم غمگین ہوگے۔ اس قسم کے مضامین کی کئی روایتیں اُسجگہ گذر چکی ہیں۔ اُسی فصل کی حدیث ۱۳ کے ذیل میں گذرا ہے کہ جو شخص کسی مُسلمان سے کسی مُصیبت کو زائل کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کی مصائب میں سے اُسکی کوئی مصیبت زائل فرمادینگے اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ

---

[1] مشکوٰۃ [2] احیاء [3] احیاء

قیامت کے دن اُسکی پردہ پوشی فرماویں گے۔

حدیث ۱۴ کے ذیل میں گذرا کہ جو شخص اپنے مضطر بھائی کی مدد کرے حق تعالیٰ شانہٗ اُسکو اُس دن ثابت قدم رکھیں گے جس دن پہاڑ بھی اپنی جگہ قائم نہ رہ سکیں گے (یعنی قیامت کے دن)۔

پہلی فصل کی آیات میں ۳۴ پر قرآن پاک کی طویل آیت گذر چکی کہ وہ لوگ حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں یتیم کو اور مسکین کو اور (کافر) قیدیوں کو اور کہتے ہیں کہ ہم تم کو محض اللہ کے واسطے کھلاتے ہیں نہ تو ہم تم سے اسکا بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ بلکہ ہم کو اپنے رب کیطرف سے ایک نہایت تلخ اور سخت (قیامت کے) دن کا خوف ہے پس اللہ جل شانہٗ ان کو اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا اور ان کو سرور اور تازگی عطا فرمائے گا۔ غرض اُس فصل میں کثرت سے اس قسم کے مضامین گذر چکے ہیں کہ قیامت کے دن کی سختی کے بچاؤ کیلئے صدقہ کی کثرت نہایت مفید ہے اور اس آیت شریفہ میں تو گویا خود حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے اسکا وعدہ بھی ہو گیا پھر اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے؟

ساتویں فصل

زاہدوں اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والوں کے واقعات

اس فصل میں زاہدوں اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والوں کے کچھ واقعات بھی نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ جن لوگوں نے دنیا اور آخرت کی حقیقت کو سمجھ لیا انہوں نے اس دھوکہ کے گھر سے کیسی بے رغبتی برتی اور آخرت کیلئے کیا کچھ جمع کر لیا۔ زہد اور سخاوت مفہوم اور صورتِ عمل کے لحاظ سے دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں لیکن مآل کے اعتبار سے قریب قریب ہیں اس لئے کہ زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی جس شخص میں ہوگی سخاوت اس کے لئے لازم ہے جب اس کو اس کے رکھنے کی رغبت ہی نہیں تو موجود ہونے کی صورت میں وہ لامحالہ سخاوت ہی کرے گا۔ اسی طرح سے سخاوت وہی شخص کر سکتا ہے جس کو مال کی محبّت نہ ہو اور جتنی زیادہ محبّت مال کی ہوگی اتنا ہی بخل اس میں کرے گا، اس لئے اس فصل میں دونوں قسم کے واقعات کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا اور اسی لئے اس رسالہ میں جو فضائل صدقات میں تھا زہد کی روایات اور آیات بھی ذکر کی گئیں کہ دنیا سے بے رغبتی پیدا کرنا اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا زینہ ہے اور جب تک اس گندگی سے طبیعت کو محبّت اور اُنس رہے گا کبھی بھی خرچ کرنے کو طبیعت نہ اُبھرے گی اگر اپنا دل بھی کسی وقت چاہے گا تو طبیعت خرچ پر آمادہ نہ ہوگی۔ اسی کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہترین مثال سے ظاہر فرمایا۔

ارشادِ عالی ہے کہ بخیل کی اور صدقہ کرنے والے کی (جس کی عادت کثرت سے صدقہ کی ہو) ایسی مثال ہے جیسا کہ دو آدمی ہوں اُن کے اُوپر لوہے کی زرہیں اس طرح لپٹی ہوئی ہوں کہ ان دونوں کے ہاتھ بھی زرہوں کے اندر ہی سینہ پر چمٹے ہوئے ہوں، زرہ سے باہر نکلے ہوئے نہ ہوں پس صدقہ والا یعنی سخی شخص جو صدقہ کرنے کا عادی ہے جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زرہ خود بخود کھلتی چلی جاتی ہے (اور ہاتھ بے تکلّف فوراً زرہ سے باہر آجاتا ہے) اور بخیل جب ارادہ کسی صدقہ کا کرتا ہے تو وہ زرہ اور زیادہ سکڑ جاتی ہے جس سے ہاتھ اپنی جگہ سے جنبش ہی نہیں کر سکتا۔[۱] مطلب یہ ہے کہ سخی جب خرچ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا دل اس کے لئے فراخ ہو جاتا ہے جس سے وہ بے تکلّف خرچ کرتا ہے اور بخیل اگر کہنے سُننے سے یا کسی اور وجہ سے کسی وقت ارادہ بھی کر لیتا ہے تو اندر سے کوئی چیز اس طرح اس کو پکڑ لیتی ہے جیسا کہ لوہے کی زرہ نے اس کے ہاتھ باندھ دیئے ہوں کہ ہاتھوں کے زور سے زرہ کے

---

[۱] مشکوٰۃ

اندر سے نکالنا بھی چاہتا ہے یعنی دل کو بار بار سمجھاتا ہے مگر وہ مانتا ہی نہیں ہاتھ اُٹھتا ہی نہیں بہت ہی صحیح اور سچی مثال ہے روز مرّہ کا مشاہدہ ہے کہ بخیل آدمی خرچ کرنا بھی چاہتا ہے تو ہاتھ نہیں اُٹھتا۔ کہیں دس روپے خرچ کرنے کا موقعہ ہوگا تو وہ دس پیسے بھی مشکل سے نکالے گا۔

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی پوری زندگی کے واقعات اس کثرت سے اس چیز کی مثالیں ہیں کہ ان کا احاطہ بھی دشوار ہے۔ غزوۂ تبوک کے وقت جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چندہ کی تحریک فرمائی اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا اس وقت جو کچھ گھر میں رکھا تھا سب کچھ جمع کر کے حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دینا مشہور واقعہ ہے اور جب حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ ابوبکر گھر میں کیا چھوڑا تو آپ نے فرمایا اللہ اور اس کا رسولؐ (یعنی ان کی خوشنودی کا ذخیرہ) گھر میں موجود ہے۔ حکایاتِ صحابہؓ میں یہ قصہ مفصل ذکر کیا گیا ہے اور اس کے دوسرے حضرات کے متعدد واقعات حکایاتِ صحابہؓ میں بھی لکھ چکا ہوں، وہاں دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ ایثار، ہمدردی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا انہیں حضرات کا حصہ تھا کہ اس کا کچھ بھی شائبہ ہم لوگوں کو مل جائے تو نہ معلوم ہم اس کو کیا سمجھیں لیکن ان حضرات کے یہاں یہ روز مرّہ کے معمولی واقعات تھے بالخصوص حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے متعلق اس سے بڑھ کر کیا وضاحت ہو سکتی ہے کہ خود حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن پاک میں تعریف کے موقع پر فرمایا وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الآیۃ (والیل) اور اُس (آگ سے) وہ شخص دُور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال اس غرض سے (اللہ کے راستہ میں) دیتا ہے کہ پاک ہو جائے اور بجز اپنے عالیشان پروردگار کی رضا جوئی کے (کوئی اور اس کی غرض نہیں ہے اور) کسی کا اس کے ذمّہ کوئی احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا مقصود ہو (اس میں نہایت ہی مبالغہ اخلاص کا ہے۔ کیونکہ کسی کے احسان کا بدلہ اُتارنا بھی مطلوب اور مندوب ہے مگر فضیلت میں احسان ابتدائی کے برابر نہیں ہے)۔ ابن جوزیؒ کہتے ہیں کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت شریفہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی شان میں نازل ہوئی۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکر کے مال نے دیا۔ حضورؐ کا یہ ارشاد سُن کر حضرت ابوبکر رضؓ رونے لگے اور عرض کیا، یا رسول اللہ کیا میں اور میرا مال آپ کے سوا کسی اور کا ہے۔ حضورؐ کا یہ ارشاد بہت سے صحابۂ کرام رضؓ سے بہت سی روایات میں نقل کیا گیا۔ سعیدؒ بن المسیب کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ حضورؐ حضرت ابوبکر رضؓ کے مال میں اسی طرح تصرف فرماتے تھے جس طرح اپنے مال میں فرماتے تھے۔ حضرت عروہ رضؓ کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ مسلمان ہوئے تو اُن کے پاس چالیس ہزار درہم تھے، جو سب حضورؐ کے اُوپر خرچ کر دیئے (یعنی حضورؐ کی خوشنودی میں) ایک اور حدیث میں ہے کہ اسلام لانے

ف۱ حکایاتِ صحابہ عکسی۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔ پتہ: ادارہ اشاعت دینیات نظام الدینؒ دہلی ف۲ بیان القرآن

کے وقت چالیس ہزار درم تھے اور ہجرت کے وقت پانچ ہزار رہ گئے تھے۔ یہ ساری رقم غلاموں کے آزاد کرنے میں (جن کو اسلام لانے کے جرم میں عذاب دیا جاتا تھا) اور اسلام کے دوسرے کاموں میں خرچ کئے گئے۔[۱]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ضعیف ضعیف غلاموں کو خرید کر آزاد کیا کرتے تھے۔ ان کے والد ابو قحافہ نے فرمایا کہ اگر تمہیں غلام ہی آزاد کرنے ہیں تو قوی قوی غلاموں کو خرید کر آزاد کیا کرو کہ وہ تمہاری مدد بھی کر سکیں وقت پر کام بھی آسکیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ (میں اپنے لئے آزاد نہیں کرتا)، میں تو محض اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کے لئے آزاد کرتا ہوں۔[۲] اور حق تعالےٰ شانہ، کے یہاں ضعیف کمزور کی مدد کا جتنا اجر ہے وہ قوی کی مدد سے بہت زیادہ ہے۔

ایک اور حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کا مجھ پر احسان ہو اور میں نے اس کے احسان کا بدلہ نہ دیدیا ہو مگر ابوبکرؓ کا احسان میرے ذمہ ہے (جس کا بدلہ میں نہیں دے سکا) حق تعالےٰ شانہ، خود ہی قیامت کے دن اُس کے احسان کا بدلہ عطا فرمائیں گے۔ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا، جتنا ابوبکرؓ کے مال نے نفع دیا۔[۳]

(۲) حضرت امام حسنؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور اپنی حاجت پیش کر کے کچھ مدد چاہی اور سوال کیا آپ نے فرمایا تیرے سوال کی وجہ سے جو مجھ پر حق قائم ہو گیا ہے وہ میری نگاہ میں بہت اونچا ہے اور تیری جو مدد مجھے کرنا چاہئے وہ میرے نزدیک بہت زیادہ مقدار ہے اور میری مالی حالت اُس مقدار کے پیش کرنے سے عاجز ہے جو تیری شان کے مناسب ہو اور اللہ کے راستہ میں تو آدمی جتنا بھی زیادہ سے زیادہ خرچ کرے وہ کم ہی ہے۔ لیکن میں کیا کروں میرے پاس اتنی مقدار نہیں ہے جو تیرے سوال کے شکر کے مناسب ہو اگر تو اس کے لئے تیار ہو کہ جو میرے پاس موجود ہے اس کو تو خوشی سے قبول کرلے اور مجھے اس پر مجبور نہ کرے کہ میں اس مقدار کو کہیں سے حاصل کروں جو تیرے مرتبہ کے مناسب ہو اور تیرا جو حق مجھ پر واجب ہو گیا ہے اس کو پورا کر سکے تو میں بخوشی حاضر ہوں۔ اس سائل نے کہا، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے! میں جو کچھ آپ دیں گے اسی کو قبول کرلوں گا اور اس پر شکر گذار ہوں گا اور اس سے زیادہ نہ کرنے میں آپ کو معذور سمجھوں گا۔ اس پر حضرت حسنؓ نے اپنے خزانچی سے فرمایا کہ ان تین لاکھ درہموں میں سے (جو تمہارے پاس رکھوائے تھے) جو بچے ہوں لے آؤ۔ وہ پچاس ہزار درم لائے (کہ اس کے علاوہ سب خرچ کرچکے تھے) حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ پانسو دینار (اشرفیاں) اور بھی تو کہیں تھے، خزانچی نے عرض کیا کہ وہ

---

[۱] تاریخ الخلفاء [۲] در منثور [۳] تاریخ الخلفاء

بھی موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ بھی لے آؤ۔ جب یہ سب کچھ آگیا تو اس سائل سے کہا کہ کوئی مزدور لے آؤ جو ان کو تمہارے گھر تک پہنچا دے۔ وہ دو مزدور لے کر آئے۔ حضرت حسن رضؓ نے وہ سب کچھ ان کے حوالے کر دیا اور اپنے بدن مبارک سے چادر اتار کر مرحمت فرمائی کہ ان مزدوروں کی مزدوری بھی تمہارے گھر تک پہنچانے کی میرے ہی ذمہ ہے۔ لہذا یہ چادر فروخت کر کے ان کی مزدوری میں دیدینا۔ حضرت حسن رضؓ کے غلاموں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس تو اب کھانے کے لئے ایک درم بھی باقی نہیں رہا۔ آپ نے سب کا سب ہی دیدیا حضرت حسن رضؓ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ شانہٗ کی ذات سے اس کی قوی اُمید ہے کہ وہ اپنے فضل سے مجھے اس کا بہت ثواب دے گا[1] سب کچھ دیدینے کے بعد جبکہ اپنے پاس کچھ بھی نہ رہا اور مقدار بھی اتنی زیادہ تھی پھر بھی اس کا قلق اور اس کی ندامت تھی کہ سائل کا حق ادا نہ ہو سکا۔

(۳) بصرہ کے چند قاری حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا ایک پڑوسی ہے جو بہت کثرت سے روزے رکھنے والا ہے، بہت زیادہ تہجد پڑھنے والا ہے اس کی عبادت کو دیکھ کر ہم میں سے ہر شخص رشک کرتا ہے اور اس کی تمنا کرتا ہے کہ اس کی سی عبادت ہم بھی کیا کریں اس نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا ہے لیکن غریب کے پاس جہیز کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضؓ ان حضرات کو لے کر اپنے گھر تشریف لے گئے اور ایک صندوق کھولا جس میں سے چھ توڑے (روپیہ یا اشرفی کی تھیلی توڑا کہلاتی ہے) نکالے اور ان حضرات کے حوالے کر دیئے کہ اس کو دیدیں یہ لیکر چلنے لگے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ نے اُن سے فرمایا کہ ہم لوگوں نے اس کے ساتھ انصاف کا برتاؤ نہیں کیا یہ مال اس کے حوالے اگر کر دیا جائے گا تو اس غریب کو بڑی دقت ہوگی۔ وہ اس جہیز کے انتظام کے جھگڑے میں لگ جائے گا جس سے اس کی مشغولی بڑھ جائے گی۔ اس کی عبادت میں حرج ہوگا اس دنیا کم بخت کا ایسا درجہ نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے ایک عبادت گذار مومن کا حرج کیا جائے، ہماری اس میں کیا شان گھٹ جائے گی کہ ایک دین دار کی خدمت ہم ہی کر دیں۔ لہذا اس مال سے شادی کا سارا انتظام ہم سب مل کر کر دیں اور سامان تیار کر کے اس کے حوالے کر دیں۔ وہ حضرات بھی اس پر راضی ہو گئے، اور سارا سامان اس رقم سے مکمل تیار کر کے اس فقیر کے حوالہ کر دیا۔[2]

(۴) ابو الحسن رحؒ مدائنی کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضؓ، امام حسین رضؓ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضؓ حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں اُن کے سامان کے اونٹ ان سے جدا ہو گئے۔ یہ بھوکے پیاسے چل رہے تھے، ایک خیمہ پر ان کا گذر ہوا، اس میں ایک بوڑھی عورت تھی ان حضرات نے اس سے پوچھا کہ ہمارے پینے کو

---

[1] احیاء [2] احیاء

کوئی چیز (پانی یا دودھ لسّی وغیرہ) تمہارے پاس موجود ہے؟ اس نے کہا ہے یہ لوگ اپنی اونٹنیوں پر سے اُترے اس بڑھیا کے پاس ایک بہت معمولی سی بکری تھی اس کی طرف اشارہ کرکے اس نے کہا کہ اس کا دودھ نکال لو اور اس کو تھوڑا تھوڑا پی لو۔ ان حضرات نے اس کا دودھ نکالا اور پی لیا، پھر انہوں نے پوچھا کہ کوئی کھانے کی چیز بھی ہے؟ اس بڑھیا نے کہا کہ یہی بکری ہے اس کو تم میں سے کوئی ذبح کرلے تو میں پکادوں گی۔ انہوں نے اس کو ذبح کیا اس نے پکایا۔ یہ حضرات کھاپی کر جب شام کو چلنے لگے تو انہوں نے اس بڑھیا سے کہا کہ ہم ہاشمی لوگ ہیں۔ اس وقت حج کے ارادہ سے جارہے ہیں۔ اگر ہم زندہ سلامت واپس مدینہ پہنچ جائیں تو تو ہمارے پاس آنا، تیرے اس احسان کا بدلہ دیں گے۔ یہ حضرات تو فرماکر چلے گئے، شام کو جب اس کا خاوند (کہیں جنگل وغیرہ سے) آیا تو اس بڑھیا نے ہاشمی لوگوں کا قصہ سُنایا۔ وہ بہت خفا ہوا کہ تو نے اجنبی لوگوں کے واسطے بکری ذبح کر ڈالی۔ معلوم نہیں کون تھے کون نہیں تھے۔ پھر کہتی ہے کہ ہاشمی تھے۔ غرض وہ خفا ہو کر چُپ ہوگیا، کچھ زمانہ کے بعد ان دونوں میاں بیوی کو غربت نے جب بہت ستایا تو یہ محنت مزدوری کی نیت سے مدینہ منورہ گئے۔ دن بھر مینگنیاں چُگا کرتے اور ان کو بیچ کر گذر کیا کرتے۔ ایک دن وہ بڑھیا مینگنیاں چگ رہی تھی۔ حضرت حسنؓ اپنے دروازے کے آگے تشریف رکھتے تھے۔ جب یہ وہاں کو گذری تو اس کو دیکھ کر حضرت حسنؓ نے اس کو پہچان لیا اور اپنے غلام کو بھیج کر اس کو اپنے پاس بلوایا اور فرمایا کہ اللہ کی بندی تو مجھے بھی پہچانتی ہے؟ اس نے کہا میں نے تو نہیں پہچانا، آپ نے فرمایا کہ میں تیرا وہی مہمان ہوں دودھ اور بکری والا۔ بڑھیا نے پھر بھی نہ پہچانا اور کہا کیا خدا کی قسم تم وہی ہو؟ حضرت حسنؓ نے فرمایا میں وہی ہوں اور یہ فرماکر آپ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کے لئے ایک ہزار بکریاں خریدی جائیں، چنانچہ فوراً خریدی گئیں اور ان بکریوں کے علاوہ ایک ہزار دینار (اشرفیاں) نقد بھی عطا فرمائے اور اپنے غلام کے ساتھ اس بڑھیا کو چھوٹے بھائی حضرت حسینؓ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت حسینؓ نے دریافت فرمایا کہ بھائی نے کیا بدلہ عطا فرمایا؟ اس نے کہا کہ ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار۔ یہ سُن کر اتنی ہی مقدار دونوں چیزوں کی حضرت حسینؓ نے عطا فرمائی اس کے بعد اس کو حضرت عبد اللہؓ بن جعفر کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے تحقیق فرمایا کہ ان دونوں حضرات نے کیا کیا مرحمت فرمایا اور جب معلوم ہوا کہ یہ مقدار ہے تو انہوں نے دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار عطا فرمائے اور یہ فرمایا کہ اگر تو پہلے مجھ سے پہلے مل لیتی تو میں اس سے بہت زیادہ دیتا۔ یہ بڑھیا چار ہزار بکریاں اور چار ہزار دینار (اشرفیاں) لے کر خاوند کے پاس پہنچی کہ یہ اس ضعیف اور کمزور بکری کا بدلہ ہے۔[1]

---

[1] احیاء

(۵) عبداللہ بن عامر بن کریز رضؓ حضرت عثمان رضؓ کے چچا زاد بھائی ایک مرتبہ (غالباً رات کا وقت ہوگا) مسجد سے باہر آئے اپنے مکان تنہا جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک نوجوان لڑکا نظر پڑا وہ ان کے ساتھ ہولیا۔ انہوں نے فرمایا کہ تمہیں کچھ کہنا ہے؟ اس نے عرض کیا جناب کی صلاح و فلاح کا متمنی ہوں کچھ عرض کرنا نہیں ہے میں نے جناب کو تنہا اس وقت جاتے دیکھا مجھے اندیشہ ہوا کہ تنہائی سے کوئی تکلیف نہ پہنچے اس لئے جناب کی حفاظت کے خیال سے ساتھ ہولیا۔ خدا نہ کرے کہ راستے میں کوئی ناگوار بات پیش آجائے حضرت عبداللہ بن عامرؓ اس نوجوان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر تک ساتھ لے گئے اور وہاں پہنچ کر ایک ہزار دینار (اشرفیاں) اس کو مرحمت فرمائے کہ اس کو اپنے کام میں لے آنا تمہارے بڑوں نے تمہیں بہت اچھی تربیت دی ہے۔ ۵؎

(۶) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے مکان میں ایک کھجور کا درخت کھڑا تھا۔ جس کی شاخ پڑوسی کے مکان پر بھی لٹک رہی تھی۔ وہ پڑوسی غریب آدمی تھا جب یہ شخص اپنے درخت پر کھجوریں توڑنے کے لئے چڑھتا تو حرکت سے کچھ کھجوریں پڑوسی کے مکان میں بھی گر جایا کرتیں جن کو اس کے غریب بچے اٹھالیا کرتے۔ یہ شخص درخت پر سے اترتا اور پڑوسی کے مکان پر جا کر ان بچوں کے ہاتھ میں سے کھجوریں چھین لیتا۔ حتیٰ کہ ان کے منہ میں سے بھی انگلی ڈال کر نکال لیا کرتا اس فقیر نے حضورؐ سے اس کی شکایت کی۔ حضورؐ نے سن کر فرمایا کہ اچھا جاؤ۔ اس کے بعد کھجور کے مالک سے حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارا فلاں کھجور کا درخت جو فلاں شخص کے گھر میں جھک رہا ہے وہ تم مجھے اس وعدے پر دیتے ہو کہ تمہیں اس کے بدلے میں جنت میں کھجور کا درخت مل جائے؟ اس نے عرض کیا کہ حضورؐ اس کے اور لوگ بھی خریدار ہوئے اور میرے پاس اور بھی درخت ہیں مگر اس کی کھجوریں مجھے بہت پسند ہیں اس لئے میں نے فروخت نہیں کیا اور یہ کہہ کر اس کے دینے سے عذر کر دیا۔ (مالک تو بہر حال وہی تھا۔ حضورؐ نے یہ سن کر سکوت فرمایا) ایک تیسرے صاحب بھی اس گفتگو کو سن رہے تھے۔ انہوں نے اس کے جانے کے بعد حضورؐ سے عرض کیا کہ اگر وہ درخت میں لے کر پیش کردوں تو میرے لئے بھی وہی وعدہ جنت میں کھجور کے درخت کا ہے جو حضور نے اس سے فرمایا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا تم سے بھی وہی وعدہ ہے۔ یہ صاحب اٹھے اور اس مالکِ درخت کے پاس جا کر کہا کہ میرے پاس بھی کھجور کا باغ ہے تم اپنے اس درخت کو کسی قیمت پر بیچ سکتے ہو۔ اس نے کہا کہ حضورؐ نے مجھ سے جنت میں درخت کا وعدہ کیا تھا میں نے اس پر بھی نہیں دیا۔ یہ درخت مجھے بہت پسند ہے میں اس کو بیچ تو سکتا ہوں، مگر جتنی قیمت میں چاہتا ہوں اتنی کوئی دے گا نہیں۔

۵؎ احیاء

اس نے پوچھا کہ کتنی قیمت چاہئے اس نے کہا کہ چالیس درختوں کے بدلہ میں بیچ سکتا ہوں اس شخص نے کہا ایک ٹیڑھے درخت کی قیمت چالیس درخت بہت زیادہ ہے، اچھا اگر میں چالیس درخت اس کے بدلہ میں دوں تو تُو بیچ دے گا۔ صاحبِ درخت نے کہا کہ اگر تُو اپنی بات میں سچا ہے تو قسم کھا کہ میں نے چالیس درخت ایک درخت کے بدلہ میں دیدیئے۔ ان صاحب نے قسم کھالی کہ میں نے چالیس درخت اس ٹیڑھے درخت کے بدلہ میں دے دیئے۔ اس کے بعد وہ صاحب درخت پھر گیا کہ میں فروخت نہیں کرتا۔ ان صاحب نے کہا کہ اب تو ہرگز انکار نہیں کرسکتا۔ تیرے کہنے پر میں نے قسم کھائی ہے۔ اس نے کہا کہ اچھا اس شرط پر کہ سب کے سب ایک ہی جگہ ہوں۔ انہوں نے تھوڑی دیر سوچ کر اس کا بھی وعدہ کرلیا کہ سب ایک ہی جگہ ہوں گے۔ بات پختہ کرکے یہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ حضورؐ وہ درخت میں نے خرید لیا، وہ حضورؐ کی نذر ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس فقیر کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہ درخت اس فقیر کو مرحمت فرمادیا۔ اس کے بعد سورۂ واللیل نازل ہوئی۔[1]

(۷) ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر دو شعر پڑھے، جن کا مطلب یہ ہے کہ احسان اور حُسنِ سلوک اس وقت احسان ہے جبکہ وہ اس کے اہل اور قابل لوگوں پر کیا جائے۔ نالائقوں پر احسان کرنا نامناسب ہے۔ پس اگر تو کسی پر احسان کیا کرے تو یا تو خالص اللہ کے واسطے صدقہ ہو کہ اس میں اہلیت کی شرط نہیں ہے۔ کافروں اور جانوروں پر بھی کیا جاتا ہے، یا پھر اہلِ قرابت پر کیا کر (کہ ان کا حقِ قرابت ان کی اہلیت پر غالب ہے) اور اگر یہ دونوں باتیں کسی جگہ نہ ہوں تو نالائق پر احسان نہیں کرنا چاہئے (ان شعروں میں حضرت عبداللہ بن جعفرؓ ہی کی طرف اشارہ تھا کہ ان کی سخاوت اور بخشش ایسی علم تھی کہ ہر کس و ناکس پر بارش کی طرح برستی تھی) حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے یہ شعر سن کر فرمایا کہ یہ شعر آدمی کو بخیل بناتے ہیں۔ میں تو اپنے احسان کو بارش کی طرح سے برساؤں گا، اگر وہ کریم اور قابل لوگوں تک پہنچ جائے تو وہ یقیناً اسی کے مستحق ہیں کہ ان پر احسان کیا جائے اور اگر نااہلوں تک پہنچے تو میں اسی قابل ہوں کہ میرا مال نااہلوں کے پاس ہی جائے۔[2] یہ تواضع کے طور پر فرمایا کہ میں بھی نااہل اس لئے میرا مال بھی ناکارہ ہے اس لئے ناکاروں ہی کے پاس جانا چاہئے۔

(۸) حضرت منکدرؒ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی سخت حاجت کا اظہار کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس اس وقت بالکل کچھ نہیں ہے اگر میرے پاس دس ہزار بھی ہوتے تو سب کے سب تمہیں دیدیتی، مگر اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے، وہ واپس چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد خالد بن اسیدؓ کے پاس سے دس ہزار کا ہدیہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں پہنچا۔ فرمانے لگیں کہ میری بات کا

---

[1] در منثور [2] احیاء

بہت جلد امتحان لیا گیا جب ہی حضرت منکدرؒ کے پاس آدمی بھیجا اور ان کو بلا کر وہ ساری رقم اُن کے حوالے کر دی جس میں سے ایک ہزار میں اُنہوں نے ایک باندی خریدی جس کے پیٹ سے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ محمدؒ، ابوبکرؒ، عمرؒ، تینوں کے تینوں مدینہ منورہ کے عابد لوگوں میں شمار ہوتے تھے[1] کیا ان تینوں کی عبادت میں حضرت عائشہؓ کا حصہ نہ ہوگا کہ وہی ان کے وجود کا سبب ہوئیں؟ حضرت عائشہؓ کی سخاوت کے واقعات ان کے ابا جان رضی اللہ عنہما کی طرح سے احاطہ سے باہر ہیں۔ ایک قصہ حکایاتِ صحابہؓ[2] میں بھی لکھ چکا ہوں کہ دو گونیں دراہم کی بانٹیں اور یہ بھی یاد نہ آیا کہ میرا روزہ ہے اور افطار کے لئے ایک درم کا گوشت ہی منگالوں، ان دونوں گونوں میں ایک لاکھ سے زیادہ درم تھے اور اسی قسم کا ایک اور قصہ بھی روایت میں ہے جس میں ایک لاکھ اسّی ہزار درم بتلائے جاتے ہیں۔ تمیم بن عروہؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ (اپنے والد کی خالہ) حضرت عائشہؓ کو دیکھا کہ انہوں نے ستّر ہزار درم تقسیم کئے اور وہ خود پیوند لگا ہوا کرتہ پہن رہی تھیں[3]

(۹) ابان بن عثمان کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو پریشان اور ذلیل کرنے کے لئے یہ حرکت کی کہ قریش کے سرداروں کے پاس جا کر یہ کہا کہ ابن عباسؓ نے کل صبح کو آپ کی کھانے کی دعوت کی ہے۔ سب جگہ پیام پہنچاتا ہوا پھر گیا۔ جب صبح کو کھانے کا وقت ہوا تو حضرت ابن عباسؓ کے گھر اتنا مجمع اکٹھا ہو گیا کہ گھر بھر گیا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ صورت پیش آئی۔ حضرت ابن عباسؓ نے ان سب کو بٹھایا اور بازار سے پھلوں کے ٹوکرے منگا کر اُن کے سامنے رکھے کہ اس سے شغل کریں۔ اور بات چیت شروع کر دی اور بہت سے باورچیوں کو حکم دے دیا کہ کھانا تیار کیا جائے۔ اتنے وہ حضرات پھلوں کے کھانے سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ کھانا تیار ہو گیا۔ سب نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا، اس کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے اپنے خزانچیوں سے پوچھا، کیا اتنی گنجائش ہے کہ ہم اس دعوت کے سلسلہ کو روزانہ جاری رکھ سکیں؟ اُنہوں نے عرض کیا کہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرما دیا کہ اس مجمع کی روزانہ صبح کو ہمارے یہاں دعوت ہے روز آجایا کریں۔[4]

یہ زمانہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اُوپر فتوحات کی کثرت کا تھا مگر ان حضرات کی سخاوت کے زور سے مال اس طرح جلد ختم ہو جاتا تھا جیسا کہ پانی چھلنی میں بھرا اور ختم ہوا اس لئے جب ہوتا تھا تو خوب ہوتا تھا اور جب وہ ختم ہو جاتا تھا تو اپنے پاس کھانے کو ایک درم بھی نہ رہتا تھا نہ جمع کرنے کا ان کا دستور تھا نہ اپنے لئے علیحدہ کر کے رکھنا یہ جانتے تھے کہ کس جانور

---

[1] تہذیب التہذیب [2] حکایاتِ صحابۂ عکسی، ڈیڑھ روپیہ۔ پتہ: ادارہ اشاعتِ دینیات — نئی دہلی ۱۳
[3] اتحاف [4] اتحاف

کا نام ہے لاکھوں کی مقدار آتی تھی اور منٹوں میں تقسیم ہو جاتی تھی۔

(۱۰) واقدیؒ کہتے ہیں کہ میرے دو دوست تھے ایک ہاشمی اور ایک غیر ہاشمی، ہم تینوں میں ایسے گہرے تعلقات تھے کہ ایک جان تین قالب تھے۔ میرے اُوپر سخت تنگی تھی عید کا دن آگیا۔ بیوی نے کہا کہ ہم تو ہر حال میں صبر کرلیں گے مگر عید قریب آگئی بچوں کے رونے اور ضد کرنے نے میرے دل کے ٹکڑے کر دئے۔ یہ محلّہ کے بچوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ عمدہ عمدہ لباس اور سامان عید کے لئے خرید رہے ہیں اور یہ پھٹے پُرانے کپڑوں میں پھر رہے ہیں اگر کہیں سے تم کچھ لا سکتے ہو تو لادو اِن بچوں کے حال پر مجھے بہت ترس آتا ہے، میں اُن کے بھی کپڑے بنا دوں۔ میں نے بیوی کی یہ بات سُن کر اپنے ہاشمی دوست کو پرچہ لکھا اس میں صورتِ حال ظاہر کی اس کے جواب میں اس نے سربمہر ایک تھیلی میرے پاس بھیجی اور کہا کہ اس میں ایک ہزار درم ہیں تم ان کو خرچ کرلو، میرا دل اس تھیلی سے ٹھنڈا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ میرے دوسرے دوست کا پرچہ میرے پاس اسی قسم کے مضمون کا جو میں نے اپنے ہاشمی دوست کو لکھا تھا آگیا میں نے وہ تھیلی سربمہر اس کے پاس بھیج دی اور بیوی کی شرم میں گھر جانے کی ہمّت نہ ہوئی۔ مسجد میں چلا گیا اور دو دن رات مسجد ہی میں رہا شرم کی وجہ سے گھر نہ جا سکا۔ تیسرے دن میں گھر گیا اور بیوی سے سارا قصہ سنا دیا اس کو ذرا بھی ناگوار نہ ہوا، نہ اس نے کوئی حرف شکایت کا مجھ سے کہا بلکہ میرے اس فعل کو پسند کیا اور کہا کہ تم نے بہت اچھا کیا۔ میں بات ہی کر رہا تھا کہ میرا وہ ہاشمی دوست وہی سربمہر تھیلی ہاتھ میں لئے ہوئے آیا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ سچ سچ بتاؤ، اس تھیلی کا کیا قصہ ہوا؟ میں نے اس کو واقعہ سنا دیا اس کے بعد اس ہاشمی نے کہا کہ جب تیرا پرچہ پہنچا تو میرے پاس اس تھیلی کے سوا کوئی چیز بالکل نہ تھی میں نے یہ تھیلی تیرے پاس بھیج دی اس کے بعد میں نے تیسرے دوست کو پرچہ لکھا تو اس نے جواب میں یہی تھیلی میرے پاس بھیجی اس پر مجھے بہت تعجب ہوا کہ یہ تو میں تیرے پاس بھیج چکا تھا۔ یہ اس تیسرے دوست کے پاس کیسے پہنچ گئی؟ اس لئے میں تحقیق کے واسطے آیا تھا۔ واقدی کہتے کہ ہم نے اس تھیلی میں سے سَو درم تو اس عورت کو دیدیئے اور نوسَو درم ہم تینوں نے آپس میں بانٹ لئے۔

اس واقعہ کی کسی طرح مامون الرشید کو خبر ہوگئی۔ اس نے مجھے بلایا اور مجھ سے سارا قصہ سُنا اس کے بعد مامون الرشید نے سات ہزار درم دیئے۔ دو دو ہزار ہم تینوں کو اور ایک ہزار عورت کو۔[۱]

(۱۱) حضرت عبداللہ بن جعفرؓ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے ایک باغ پر گذرے، اس باغ میں ایک

---

[۱] اتحاف

حبشی غلام باغ کارکھوالی تھا وہ روٹی کھا رہا تھا اور ایک کتا اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ جب وہ ایک لقمہ بناکر اپنے منہ میں رکھتا تو ویسا ہی ایک لقمہ بناکر اس کتے کے سامنے ڈالتا۔ حضرت عبداللہؓ بن جعفر اس منظر کو کھڑے دیکھتے رہے۔ جب وہ غلام کھانے سے فارغ ہو چکا تو یہ اس کے پاس تشریف لے گئے اس سے دریافت کیا تم کس کے غلام ہو؟ اس نے کہا میں حضرت عثمانؓ کے وارثوں کا غلام ہوں انہوں نے فرمایا کہ میں نے تمہاری ایک عجیب بات دیکھی، اس نے عرض کیا آقا تم نے کیا دیکھا؟ فرمانے لگے کہ تم جب ایک لقمہ کھاتے تھے ساتھ ہی ایک لقمہ اس کتے کو دیتے تھے اس نے عرض کیا کہ یہ کتا کئی سال سے میرا ساتھی ہے اس لئے ضروری ہے کہ میں کھانے میں بھی اس کو اپنا ساتھی رکھوں۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کتے کے لئے تو اس سے کم درجے کی چیز بھی بہت کافی تھی؟ غلام نے عرض کیا مجھے اللہ جل شانہٗ سے اس کی غیرت آتی ہے کہ میں کھاتا رہوں اور ایک جاندار آنکھ مجھے دیکھتی رہے۔ حضرت ابن جعفرؓ اس سے بات کرکے واپس تشریف لائے اور حضرت عثمانؓ کے وارثوں کے پاس تشریف لے گئے، اور فرمایا کہ اپنی ایک غرض لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا ارشاد ہے؟ ضرور فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں باغ میرے ہاتھ فروخت کردو۔ انہوں نے عرض کیا کہ جناب کی خدمت میں وہ ہدیہ ہے اس کو بلا قیمت قبول فرمالیں۔ فرمانے لگے کہ میں بغیر قیمت لینا نہیں چاہتا۔ قیمت طے ہوکر معاملہ ہوگیا۔ پھر حضرت ابن جعفرؓ نے فرمایا کہ اس میں جو غلام کام کرتا ہے اس کو بھی لینا چاہتا ہوں۔ انہوں نے عذر کیا کہ وہ بچپن سے ہمارے ہی پاس پلا ہے۔ اس کی جدائی شاق ہے مگر حضرت عبداللہؓ بن جعفر کے اصرار پر انہوں نے اس کو بھی ان کے ہاتھ فروخت کردیا۔ یہ دونوں چیزیں خرید کر اس باغ میں تشریف لے گئے اور اس غلام سے فرمایا کہ میں نے اس باغ کو اور تم کو خرید لیا ہے۔ غلام نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ آپ کو یہ خریداری مبارک فرمائے اور برکت عطا فرمائے البتہ مجھے اپنے آقاؤں سے جدائی کا رنج ہوا کہ انہوں نے بچپن سے مجھ کو پالا تھا حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے فرمایا کہ میں تم کو آزاد کرتا ہوں اور یہ باغ تمہاری نذر ہے۔ اس غلام نے عرض کیا کہ پھر آپ گواہ رہیں کہ یہ باغ میں نے حضرت عثمانؓ کے وارثوں پر وقف کردیا۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی اس بات پر اور بھی تعجب ہوا اور اس کو برکت کی دعائیں دے کر واپس آگیا۔[۵]

یہ تو مسلمانوں کے اسلاف کے غلاموں کے کارنامے تھے

(۱۲) نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک دفعہ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے جا رہے تھے خدام ساتھ تھے کھانے کا وقت ہوگیا۔ خدام نے دسترخوان بچھایا۔ سب کھانے کے لئے بیٹھے ایک

---

[۵] مسامرات

چرواہا بکریاں چراتا ہوا گذرا اس نے سلام کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کی کھانے کی تواضع کی اس نے کہا میرا روزہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس قدر سخت گرمی کے زمانے میں کیسی لُو چل رہی ہے جنگل میں تُو روزہ رکھ رہا ہے اُس نے عرض کیا کہ میں اپنے ایامِ خالیہ کو وصول کر رہا ہوں۔ یہ قرآن پاک کی ایک آیت شریفہ کی طرف اشارہ تھا جو سورۂ الحاقہ میں ہے کہ حق تعالےٰ شانہٗ جنتی لوگوں کو فرمادیں گے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ "کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ ان اعمال کے بدلہ میں جو تم نے گذرے ہوئے زمانہ میں (دنیا میں) کئے ہیں"۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے امتحان کے طور پر اس سے کہا کہ ہم ایک بکری خریدنا چاہتے ہیں اس کی قیمت بتادو اور لے لو ہم اس کو کاٹیں گے اور تمہیں بھی گوشت دیں گے کہ افطار میں کام دے گا۔ اس نے کہا کہ یہ بکریاں میری نہیں ہیں، میں تو غلام ہوں یہ میرے سردار کی بکریاں ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ سردار کو کیا خبر ہوگی؟ اس سے کہہ دینا کہ بھیڑیا کھا گیا۔ اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا فَاَيْنَ اللّٰهُ اور اللہ تعالےٰ کہاں چلے جائیں گے؟ (یعنی وہ پاک پروردگار تو دیکھ رہا ہے جب وہ مالک الملک دیکھ رہا ہے تو میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ بھیڑیا کھا گیا) حضرت ابن عمرؓ تعجب اور مزے سے باربار فرماتے تھے۔ ایک چرواہا کہتا ہے اَيْنَ اللّٰهُ اَيْنَ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ کہاں چلے جائیں گے، اللہ تعالیٰ کہاں چلے جائیں گے) اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ شہر میں واپس تشریف لائے تو اس غلام کے آقا سے اُس غلام کو اور بکریوں کو خرید کر غلام کو آزاد کر دیا، اور وہ بکریاں اسی کو ہبہ کر دیں۔[1]

یہ اس وقت کے چرواہوں کا حال تھا کہ ان کو جنگل میں بھی یہ فکر تھا کہ اللہ تعالےٰ شانہٗ دیکھ رہے ہیں۔

(۱۳۱) حضرت سعیدؓ بن عامر حضرت عمرؓ کی جانب سے حمص کے حاکم (گورنر) تھے۔ اہل حمص نے حضرت عمرؓ سے ان کی متعدد شکایتیں کیں اور ان کے معزول کرنے کی درخواست کی حضرت عمرؓ کو حق تعالےٰ شانہٗ نے فراست کا خاص حصہ عطا فرمایا تھا جس کی وجہ سے مردم شناسی میں خاص دخل تھا اور اس کا ہزاروں مرتبہ تجربہ بھی ہو چکا تھا اس پر تعجب فرمایا کہ میں نے تو بہت بہتر سمجھ کر تجویز کیا تھا اور اس کی دعا کی کہ یا اللہ میری فراست کو لوگوں کے بارہ میں زائل نہ فرما کہ اس سے تو سارے ہی محکمہ کے آدمیوں میں نااہلوں کے گھس جانے کا اندیشہ ہے اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت سعیدؓ کو طلب کیا اور شکایت کرنے والوں کو بھی بلایا اور ان سے دریافت فرمایا کہ تم لوگوں کو ان سے کیا کیا شکائتیں ہیں۔ انہوں نے تین شکائتیں کی تھیں۔ ایک یہ کہ دن میں بہت دیر سے گھر سے نکلتے ہیں

---

[1] در منثور

(عدالت میں دیر سے پہنچتے ہیں) دوسرے رات کو اگر کوئی ان کے پاس جائے تو اس وقت اس کی شکایت نہیں سنتے۔ تیسرے ہر مہینہ میں ایک دن تعطیل کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے دونوں فریق کو سامنے کھڑا کیا اور فرمایا کہ نمبروار مطالبات کرو تاکہ ہر شکایت کا علیحدہ علیحدہ جواب لیا جائے۔ ان لوگوں نے کہا کہ صبح کو دیر میں گھر سے نکلتے ہیں حضرت عمرؓ نے ان سے جواب طلب کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میری بیوی تنہا کام کرنے والی ہے میں آٹا گوندھتا ہوں، روٹی پکاتا ہوں جب روٹی تیار ہوجاتی ہے تو کھانے سے فارغ ہوکر وضو کر کے باہر چلا آتا ہوں حضرت عمرؓ نے فرمایا، دوسرا مطالبہ کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ رات کو کام نہیں کرتے کوئی جاتا ہے تو اس کی حاجت پوری نہیں ہوتی، حضرت عمرؓ نے فرمایا اس کا کیا جواب تمہارے پاس ہے؟ حضرت سعیدؓ نے عرض کیا میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ اس کا اظہار کروں میں نے دن اور رات کو تقسیم کر رکھا ہے دن مخلوق کا، اور رات خالق کی۔ میں نے رات ساری کی ساری اپنے مولیٰ کو دے رکھی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تیسرا مطالبہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ مہینہ میں ایک دن تعطیل کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس کا کیا جواب ہے؟ حضرت سعیدؓ نے عرض کیا کہ میرے پاس کوئی خادم نہیں ہے۔ میں مہینے میں ایک دن اپنے کپڑے خود ہی دھوتا ہوں ان کو خشک کر کے پہننے میں شام ہوجاتی ہے۔

حضرت عمرؓ نے حق تعالیٰ شانہٗ کا شکر ادا کیا کہ میری فراست غلط نہ ہوئی۔ اس کے بعد ان لوگوں سے فرمایا کہ تم اپنے امیر کی قدر کرو۔ ان سب کے جانے کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت سعیدؓ کے پاس ایک ہزار دینار (اشرفیاں) بھیجیں کہ ان کو اپنی ضروریات میں خرچ کریں۔ ان کی بیوی نے کہا، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے بہت سی ضروریات کا انتظام فرمادیا۔ اب تمہیں خود گھر کے کاروبار کرنے کی احتیاج نہ رہے گی۔ ایک خادم بھی اس میں سے خریدا جاسکتا ہے اور دوسری ضروریات بھی پوری کی جاسکتی ہیں۔ حضرت سعیدؓ نے فرمایا کہ یہاں ہم سے بھی زیادہ محتاج اور ضرورت مند لوگ موجود ہیں ان کو ان لوگوں پر نہ خرچ کردیں۔ بیوی نے اس کو خوشی سے قبول فرمالیا۔ اُنہوں نے اس میں سے چھوٹی چھوٹی تھیلیاں بناکر ایک فلاں مسکین کو ایک فلاں یتیم کو، ایک فلاں کو، غرض بہت ساحصہ تو اسی وقت تقسیم فرمادیا کچھ بچا تھا اس کو بیوی کے حوالہ کردیا کہ تھوڑا تھوڑا خرچ کرتی رہیں۔ بیوی نے کہا کہ اس بچی ہوئی رقم سے ایک غلام خریدلیں گھر کے کاروبار میں تمہیں سہولت ہوجائے گی۔ فرمانے لگے کہ نہیں عنقریب تجھ سے زیادہ حاجت والے تیرے پاس آئیں گے۔ [۵]

(۱۴۲) ایک مرتبہ مصر میں قحط پڑا۔ عبدالحمید بن سعد مصر کے حاکم تھے کہنے لگے، میں شیطان کو بتاؤں گا کہ میں اس کا دشمن ہوں (وہ ایسے وقت میں بہت احتیاط سے خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے) مصر میں جتنے

---

[۵] اشہر

فقرار نادار تھے سب کا کھانا اپنے ذمہ لے لیا کہ جب تک ارزانی ہو ان کا کھانا میرے ذمہ رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہوتا رہا، یہاں تک کہ قحط دُور ہوگیا۔ بازار کا نرخ ارزاں ہوگیا۔ اس کے بعد یہ معزول کر دیئے گئے جب یہ مصر سے رخصت ہونے لگے تو جن تاجروں سے قحط کے زمانے میں قرض لے کر کھلاتے رہے اُن کے دس لاکھ درم اُن کے ذمہ قرضہ تھا، چونکہ وہاں سے رخصت ہو کر جا رہے تھے اس لئے اپنے اہل و عیال کے زیور وغیرہ مانگ کر ان تاجروں کے پاس رہن رکھ گئے، جو چیزیں رہن رکھی تھیں، ان کی قیمت پچاس کروڑ درم تھے کچھ دن ارادہ کرتے رہے کہ ان کا قرضہ ادا ہو کر زیورات کے رہن کو خلاص کرلیں مگر اتنی رقم مہیا نہ ہوسکی۔ ان تاجروں کو لکھ دیا کہ ان زیوروں کو فروخت کرکے اپنا قرضہ وصول کرلیں اور جتنی رقم باقی بچے وہ مصر کے ان اہل ضرورت پر تقسیم کردیں جن کی اس وقت میں نے مدد نہیں کی[1] زیور والیاں بھی تو اسی دور کی پیداوار تھیں اُن کو اس میں کیا تامل ہوسکتا تھا کہ ان کا زیور فروخت کرکے فقرار پر تقسیم ہو جائے۔

(۱۵) ابو مرثد ؒ ایک مشہور سخی ہیں، ان کے پاس ایک شخص آیا اور کچھ اشعار ان کی تعریف میں پڑھے (کریم کی مدح ہمیشہ صورتِ سوال ہوتی ہی ہے)، انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس اس وقت تیرے دینے کے لئے بالکل کچھ نہیں ہے۔ ایک صورت ہوسکتی ہے کہ تو قاضی کے یہاں جاکر مجھ پر دس ہزار کا دعوےٰ کردے میں قاضی کے سامنے اس کا اقرار کرلوں گا (اور آدمی کا کسی سے وعدہ کرلینا بھی قرض ہی جیسا ہے حضور ﷺ کا پاک ارشاد ہے اَلْعِدَۃُ دَیْنٌ وعدہ قرض ہے) قاضی تیرے قرضہ میں مجھے قید کردے گا۔ تو پھر میرے گھر والے مجھے قید میں تو رہنے نہیں دیں گے۔ اتنی مقدار جمع کردیں گے اس نے ایسا ہی کیا یہ قید ہوگئے اور شام تک دس ہزار قاضی صاحب کے حوالے ہو کر یہ قید سے چھوٹ آئے اور وہ رقم اس شخص کو مل گئی۔[2]

(۱۶) عرب کی ایک جماعت ایک مشہور سخی کریم کی قبر کی زیارت کو گئی۔ دُور کا سفر تھا رات کو وہاں ٹھیرے ان میں سے ایک شخص نے اس قبر والے کو خواب میں دیکھا وہ اس سے کہہ رہا ہے کہ تو اپنے اونٹ کو میرے بختی اُونٹ کے بدلہ میں فروخت کرتا ہے (بختی اونٹ اعلیٰ قسم کے اونٹوں میں شمار ہوتا ہے جو اس میت نے ترکہ میں چھوڑا تھا) خواب دیکھنے والے نے خواب ہی میں معاملہ کرلیا۔ وہ صاحب قبر اُٹھا اور اس کے اونٹ کو ذبح کردیا۔ جب یہ اونٹ والا نیند سے اُٹھا تو اس کے اونٹ کے خون جاری تھا۔ اس نے اُٹھ کر اس کو ذبح کردیا کہ اس کی زندگی کی

---

[1] اتحاف [2] ایضاً

اُمید نہ رہی تھی) اور گوشت تقسیم کر دیا، سب نے پکایا کھایا یہ لوگ وہاں سے واپس ہوگئے۔ جب اگلی منزل پر پہنچے تو ایک شخص بختی اونٹ پر سوار ملا جو یہ تحقیق کر رہا تھا کہ فلاں نام کا شخص تم میں کوئی ہے اس خواب والے شخص نے کہا کہ یہ میرا نام ہے اس نے پوچھا کہ تو نے فلاں قبر والے کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی ہے؟ خواب دیکھنے والے نے اپنا خواب کا قصہ سُنایا جو شخص بختی اونٹ پر سوار تھا اس نے کہا کہ وہ میرے باپ کی قبر تھی یہ اس کا بختی اونٹ ہے، اس نے مجھے خواب میں کہا ہے کہ اگر تو میری اولاد ہے تو میرا بختی اونٹ فلاں شخص کو دیدے تیرا نام لیا تھا یہ بختی اونٹ تیرے حوالے ہے یہ کہہ کر وہ اونٹ دے کر چلا گیا۔[1]

یہ سخاوت کی حد ہے کہ مرنے کے بعد بھی اپنی قبر پر آنے والوں کی مہمانی میں اپنے اصیل اونٹ کو فروخت کرکے آنے والوں کی مہمانی کی۔ باقی یہ بات کہ مرنے کے بعد اس قسم کا واقعہ کیوں کر ہوگیا اس میں کوئی محال چیز نہیں ہے۔ عالم ارواح میں اس قسم کے واقعات ممکن ہیں۔

(۱۷) ایک قریشی سفر میں جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک بیمار فقیر ملا جس کو مصائب نے بالکل ہی عاجز کر رکھا تھا۔ اس نے درخواست کی کہ کچھ مددمیری کرتے جاؤ۔ ان قریشی صاحب نے اپنے غلام سے کہا کہ جو کچھ تمہارے پاس خرچ ہے وہ سب دے آؤ۔ اس غلام نے جو کچھ تھا جس کی مقدار چار ہزار درم تھی وہ اس فقیر کی گود میں ڈال دیا۔ وہ فقیر ان کو لے کر ضعف کی وجہ سے اُٹھ بھی نہ سکا اس بڑی مقدار کے ملنے پر خوشی میں اس کے آنسو نکل آئے، قریشی کو یہ خیال ہوا کہ شاید اس نے اس مقدار کو کم سمجھا اس پر رو رہا ہے، اس سے پوچھا کیا اس وجہ سے رو رہے ہو کہ یہ بہت کم مقدار ہے (مگر میرے پاس اس کے سوا اور کچھ اس وقت ہے نہیں) فقیر نے کہا نہیں اس پر نہیں رو رہا ہوں۔ اس پر رو رہا ہوں کہ تیرے کرم سے کتنی زمین کھا رہی ہے[2] جب ایک ناواقف سائل کے سوال پر تیرے کرم کا یہ حال ہے کہ سفر کی حالت میں بھی جو موجود تھا سب دے دیا تو اس سے حضرت کے کرم کا اندازہ ہوگیا۔

(۱۸) عبداللہ بن عامر بن کریزؓ نے حضرت خالد بن عقبہؓ اموی سے اُن کا مکان اپنی ضرورت سے نوّے ہزار درم میں خریدا، جب وہ فروخت ہوگیا اور خالدؓ کے گھر والوں کو اس کی خبر ہوئی تو اُن کو رنج اور صدمہ بہت ہوا۔ رات کو کچھ رونے کی آواز ابن عامرؓ کے کان میں پڑی اپنے گھر کی مستورات سے پوچھا کہ یہ رونے کی آواز کہاں سے آرہی ہے؟ انہوں نے کہا کہ خالدؓ کے گھر والوں کو اپنے مکان کے فروخت ہونے کا صدمہ ہو رہا ہے۔ اسی وقت ابن عامرؓ نے اپنے غلام کو اُن کے پاس بھیجا اور یہ کہلوایا کہ مکان تمہاری نذر ہے۔ اور قیمت جو میں دے چکا ہوں وہ بھی اب واپس نہ ہوگی یہ مکان میری طرف سے تمہاری نذر ہے۔[3]

(۱۹) ہارون رشید نے پانسو دینار (اشرفیاں) ایک مرتبہ حضرت امام مالکؒ کی نذر کئے حضرت لیث بن سعدؒ

---

[1] اتحاف [2] ایضاً [3] ایضاً

کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے ایک ہزار دینار حضرت امام مالکؒ کے پاس نذرانہ میں بھیجے بادشاہ کو جب اس کا علم ہوا تو وہ ناراض ہوا کہ تم رعایا ہو کر بادشاہ سے بڑھنا چاہتے ہو (گویا میری توہین مقصود ہے) لیثؒ نے کہا، امیر المومنین یہ بات نہیں ہے بلکہ آج کل میری روزانہ کی آمدنی ایک ہزار دینار ہے۔ مجھے غیرت آئی کہ اتنے بڑے جلیل القدر امام کو میں نذرانہ پیش کروں اور اپنی ایک دن سے بھی کم کی آمدنی دوں۔ حضرت لیثؒ کا مستقل معمول بھی تھا کہ حضرت امام مالکؒ کی خدمت میں سوؔ اشرفی سالانہ نذر پیش کیا کرتے تھے ان کے علاوہ بھی نذرانے آتے رہتے تھے لیکن اس کے باوجود اللہ کے فضل سے حضرت امام مالکؒ بسا اوقات مقروض رہتے تھے اور خود یہ حضرت لیثؒ بن سعد مشہور محدثین اور علماء میں ہیں جن کی روزانہ کی اس وقت آمدنی ایک ہزار دینار (اشرفیاں) تھی۔ مگر عمر بھر میں کبھی ان کے ذمہ زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی۔ مختلف زمانوں میں ان کی آمدنی مختلف رہی تھی اور ایسا ہوا ہی کرتا ہے کہ آمدنی کم و بیش ہوتی رہا کرتی ہے لیکن زکوٰۃ کسی زمانے میں بھی واجب نہ ہوئی کہ زکوٰۃ تو جب واجب ہو جب کوئی جمع کر کے رکھے بھی محمد بن رمحؒ کہتے ہیں کہ حضرت لیثؒ کی سالانہ آمدنی ہر سال اسیؔ ہزار دینار تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کبھی ان پر ایک درم کی زکوٰۃ بھی واجب نہیں کی۔ خود ان کے بیٹے شعیبؒ کہتے ہیں کہ میرے والد کی آمدنی بیس پچیس ہزار دینار (اشرفیاں) سالانہ تھی۔ مگر وہ ہمیشہ مقروض ہی رہتے تھے۔[1] ابتدا میں بیس پچیس ہزار ہوگی جب پر قرضہ ہوتا رہتا تھا۔ اس کے باوجود وہ سب کچھ اللہ کے راستے میں خرچ کر دیتے تھے اس وجہ سے اس کا بڑھنا ضروری تھا۔ اس لئے کسی وقت میں ایک ہزار روزانہ بھی ہو گیا۔

ایک عورت حضرت لیثؒ کے پاس ایک پیالی لے کر آئی کہ مجھے تھوڑے سے شہد کی ضرورت ہے اگر آپ کے پاس ہو تو مرحمت فرما دیجئے۔ انہوں نے ایک مشک شہد کی اس کے حوالے کر دی۔ کسی نے کہا کہ وہ تو تھوڑا سا مانگتی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اس کا فعل تھا کہ اس نے اپنی حاجت کے بقدر مانگا مجھے اس کے موافق دینا چاہئے تھا جتنا میرے اللہ نے مجھ پر احسان فرما رکھا ہے۔

ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے ان کے ایک باغ کا پھل خریدا اس میں خریداروں کو نقصان ہوا اُن کو اطلاع ہوئی۔ انہوں نے باغ کی بیع کا معاملہ فسخ کر دیا ان کی قیمت واپس کر دی اور ان کو اپنے پاس سے پچاس دینار (اشرفیاں) نذر کئے۔ کسی نے پوچھا کہ یہ کس چیز کا تاوان دیا؟ فرمانے لگے کہ ان لوگوں نے میرے باغ سے نفع کی اُمید باندھی تھی۔ میرا دل چاہا کہ ان کی امید پوری کر دوں۔[2]

(۲۰) حضرت اعمشؒ سلیمان بن مہران مشہور محدث ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک بکری

---

[1] اتحاف [2] ایضاً

تھی وہ بیمار ہوگئی۔ حضرت خیثمہؒ بن عبدالرحمٰن روزانہ صبح کو اور شام کو دو وقت اس بکری کی عیادت کرنے میرے پاس تشریف لاتے۔ بکری کا حال پوچھتے اور یہ بھی دریافت کرتے کہ بچوں کو دودھ تو ملتا نہیں ہوگا، وہ ضد تو نہیں کرتے، بکری نے کچھ کھایا یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور ہمیشہ چلتے ہوئے جس ٹاٹ پر میں بیٹھا کرتا تھا اس کے نیچے کچھ ڈال جاتے کہ یہ بچوں کے لئے اٹھا لینا۔ بکری کی بیماری کے زمانہ میں تین سو دینار (اشرفیوں) سے زیادہ مجھے اُن کے احسان سے ملا، مجھے یہ خواہش ہونے لگی کہ یہ بکری بیمار ہی رہے تو اچھا ہے۔ ؎

(۲۱) عبدالملک بن مروان نے حضرت اسماءؓ بن خارجہ سے پوچھا کہ مجھے تمہاری بعض عادتیں بہت اچھی پہنچی ہیں تم اپنے معمولات مجھے بتاؤ اُنہوں نے عذر کر دیا کہ میری کیا عادت اچھی ہو سکتی ہے۔ دوسروں کی عادتیں بہت بہت اچھی ہیں ان سے دریافت کریں مگر جب اُنہوں نے اصرار سے قسم دے کر پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے تین چیز کا ہمیشہ اہتمام رہا۔ ایک یہ کہ کبھی کسی بیٹھنے والے کی طرف میں نے پاؤں نہیں پھیلایا۔ دوسرے جب میں نے کھانا پکایا اور اس پر لوگوں کو بلایا تو ان کھانے والوں کا میں نے اپنے اُوپر احسان اس سے بہت زیادہ سمجھا جتنا میرا ان پر ہو۔ تیسرے جب مجھ سے کسی ضرورت مند نے کوئی سوال کیا، میں نے اس کے دینے میں کسی مقدار کو بھی زائد نہیں سمجھا (جو کچھ دیا اس کو ہمیشہ کم ہی سمجھتا رہا۔ ؎۲

(۲۲) حضرت سعیدؒ بن خالد اموی بہت زیادہ مالدار تھے عرب میں ان کی ثروت ضرب المثل تھی ان کا دستور تھا کہ جب کوئی حاجت مند اُن کے پاس آتا تو جو موجود ہوتا اس میں بخل نہ کرتے۔ لیکن اگر کسی وقت کچھ نہ ہوتا تو اس کو ایک اقرار نامہ لکھ کر دیدیتے کہ جب میرے پاس کہیں سے کچھ آئے گا (یا میں مر جاؤں) تو اس رقعہ کے ذریعے سے وصول کر لینا۔ ؎۳

(۲۳) حضرت قیس بن سعد خزرجیؓ ایک مرتبہ بیمار ہوئے اور احباب میں سے کوئی عیادت کو نہ آیا جس پر ان کو تعجب ہوا بالخصوص جن کی آمد و رفت زیادہ تھی صحت کے زمانے میں اکثر آیا کرتے تھے۔ گھر کے لوگوں سے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ اُنہوں نے بتایا کہ ہر شخص تمہارا مقروض ہے ایسی حالت میں بغیر قرضہ لئے ہوئے آنے سے لوگوں کو شرم آتی ہے فرمانے لگے کہ اس کم بخت مال کا ناس ہو، یہ دوستوں کی ملاقات بھی چھڑا دیتا ہے یہ کہہ کر ایک شخص کو بلایا اور اس کے ذریعے سے شہر میں منادی کرائی کہ قیس کا جس جس کے ذمہ قرضہ ہے وہ قیس نے سب کو معاف کر دیا اس کے بعد جو عیادت کرنے والوں کا

؎۱ اتحاف ؎۲ ایضاً ؎۳ ایضاً

ہجوم ہوا تو دروازہ کی دہلیز بھی ٹوٹ گئی۔[۵۱]

(۲۴) مصر میں ایک صاحب خیر شخص تھے جو اہل ضرورت اور فقراء کے لئے چندہ کر دیا کرتے تھے، جب کسی کو کوئی حاجت پیش آتی وہ اُن سے کہتا وہ اہل ثروت لوگوں سے کچھ مانگ کر اس کو دے دیا کرتے۔ ایک فقیر اُن کے پاس گیا اور کہا کہ میرے لڑکا پیدا ہوا ہے اور میرے پاس اس کی اصلاح کے انتظام کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ صاحب اُٹھے اور لوگوں سے اس کے لئے مانگا، لیکن کہیں سے کچھ نہ ملا (کہ جو آدمی کثرت سے مانگتا رہتا ہو اس کو ملنا بھی مشکل ہو جاتا ہے) یہ سب سے مایوس ہو کر ایک سخی کی قبر پر گئے اور اس کی قبر پر بیٹھ کر یہ سارا قصہ بیان کیا اور وہاں سے اُٹھ کر چلے آئے اور واپس آکر اپنے پاس سے ایک دینار نکالا اس کو توڑ کر دو ٹکڑے کئے اور ایک ٹکڑا اپنے پاس رکھ لیا۔ دوسرا اس فقیر کو دے دیا کہ یہ میں قرض دیتا ہوں اس وقت تم اس سے اپنا کام چلالو جب تمہارے پاس کہیں سے کچھ آجائے تو میرا قرضہ ادا کر دینا وہ لے کر چلا گیا اور اپنی ضرورت پوری کر لی۔ رات کو ان صاحب دینار نے اس قبر والے کو خواب میں دیکھا وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے تمہاری بات تو ساری سُن لی تھی مگر مجھے جواب دینے کی اجازت نہ ہوئی، تم میرے گھر والوں کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ مکان کے فلاں حصہ میں جو چولہا بن رہا ہے اس کے نیچے ایک چینی کا مرتبان گڑ رہا ہے اس میں پانسو اشرفیاں ہیں وہ اس فقیر کو دیدیں۔ یہ صبح کو اُٹھ کر اس کے مکان پر گئے اور گھر والوں سے سارا قصہ اور اپنا خواب بیان کیا۔ انہوں نے اس جگہ کو کھودا اور وہ مرتبان پانسو اشرفیوں کا نکال کر اس کے حوالہ کر دیا۔ اس شخص نے کہا کہ خواب کوئی شرعی چیز نہیں ہے تم لوگ اس مال کے وارث اور مالک ہو، اس لئے میں محض اپنے خواب کی وجہ سے اس کو نہیں لیتا۔ مگر ان وارثوں نے اصرار کیا کہ جب وہ مر کر سخاوت کرتا ہے تو بڑی بے غیرتی ہے کہ ہم زندہ سخاوت نہ کریں۔ ان کے اصرار پر اس نے وہ اشرفیاں لے کر اس فقیر کو دیدیں اور سارا قصہ سُنایا اس نے اُن میں سے ایک دینار لے کر اس کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک ان صاحب کو اپنے قرضہ کی ادائیگی میں دیا اور دوسرا ٹکڑا اپنے پاس رکھ کر کہا کہ میری ضرورت کو تو یہ کافی ہے۔ باقی یہ سب رقم میری ضرورت سے زائد ہے۔ میں اس کو لے کر کیا کروں گا؟ وہ سب فقراء پر تقسیم کر دی۔ صاحب اتحاف کہتے ہیں کہ اس قصہ میں غور کرنے کی چیز یہ ہے کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ میت یا اس کے گھر والے یا یہ فقیر اور ہمارے نزدیک تو یہ فقیر سب سے زیادہ سخی ہے کہ اپنی اس شدت حاجت کے باوجود نصف دینار سے زیادہ لینا پسند نہ کیا۔[۵۲]

---

[۵۱] اتحاف [۵۲] ایضاً

(۲۵) ابواسحٰق ابراہیمؒ بن ابی ہلال میر منشی کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ وزیر ابو محمد مہلبی کے پاس بیٹھا تھا۔ دربان نے آکر اطلاع دی کہ سید شریف مرتضیٰؒ حاضری کی اجازت چاہتے ہیں۔ وزیر صاحب نے اجازت دیدی اور جب شریف مرتضیٰؒ اندر آگئے تو وزیر صاحب کھڑے ہوئے اور بڑے اعزاز و اکرام سے ان کو اپنی مسند پر بٹھایا۔ اُن سے باتیں کیں اور جب وہ جانے لگے تو کھڑے ہو کر اُن کو رخصت کیا وہ چلے گئے۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ دربان نے آکر اطلاع دی کہ اُن کے چھوٹے بھائی سید شریف رضیؒ حاضری کی اجازت چاہتے ہیں۔ وزیر صاحب اس وقت کچھ لکھنے میں مشغول ہو گئے تھے۔ اس پرچہ کو جلدی سے ڈال کر اٹھے اور دروازہ تک حیرت زدہ سے ہو کر گئے اور اُن کا ہاتھ بڑی تعظیم و تکریم سے پکڑا۔ ان کو اپنی ساتھ لاکر اپنی مسند پر بٹھایا اور خود تواضع سے ان کے سامنے بیٹھے اور بات چیت بڑی توجہ سے کرتے رہے اور جب وہ اٹھ کر جانے لگے تو دروازہ تک ان کو پہنچانے گئے اور واپس آکر اپنی جگہ بیٹھ گئے اس وقت تو وزیر صاحب کے پاس مجمع تھا۔ میری کچھ پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ جب مجمع کم ہو گیا تو میں نے وزیر صاحب سے عرض کیا کہ میں ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں، اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔ وزیر نے کہا ضرور اجازت ہے اور غالباً تم یہ پوچھو گے کہ میں نے چھوٹے بھائی کا جتنا اکرام کیا اتنا بڑے کا نہیں کیا، حالانکہ وہ علم اور عمر دونوں میں ان سے بڑھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا، یہی سوال ہے، وزیر نے کہا۔ سُنو، ہم نے ایک نہر کھودنے کا حکم دیا تھا اس کے قریب شریف مرتضیٰ کی زمین بھی تھی جس کی وجہ سے اس نہر کے مصارف میں سے سولہ درم کے قریب حصہ رسد ان کے ذمہ بھی پڑے تھے۔ انہوں نے مجھے کئی مرتبہ پرچہ لکھا کہ اس میں سے کچھ کم کردوں۔ اتنی ذراسی رقم کے لئے بار بار وہ مجھ سے سوال کرتے رہے اور سید رضی کے متعلق مجھے ایک دفعہ معلوم ہوا کہ ان کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ میں نے اس کی خوشی میں اور ان کی ضرورت کا خیال کرکے ایک خوانچی میں سو دینار (اشرفیاں) ان کی خدمت میں بھیجے انہوں نے واپس کردئے اور یہ کہہ کر بھیجا کہ وزیر صاحب سے (شکریہ کے بعد) کہہ دیں کہ میں لوگوں کی عطائیں قبول نہیں کرتا (اللہ کا شکر ہے میری ضرورت کے بقدر میرے پاس موجود ہے) میں نے پھر دوبارہ وہ خوان بھیجا کہ یہ دایہ وغیرہ کام کرنے والی عورتوں کے لئے بھیجا ہے۔ انہوں نے پھر واپس کردیا اور یہ فرمایا کہ میرے گھر کی عورتیں بھی دوسروں سے کچھ لینے کی عادی نہیں ہیں میں نے تیسری مرتبہ پھر بھیجا اور یہ عرض کیا کہ جناب کے پاس جو طلبا رہتے ہیں یہ اُن کے لئے ہے فرمایا بڑی خوشی سے۔ اور وہ خوان طلبا کے درمیان رکھوا دیا کہ جس کو جتنی ضرورت ہو لے لے۔

شریف رضیؒ کے یہاں طلبا کا بڑا مجمع رہتا تھا، ایک مکان انہوں نے طلبا کے رہنے کے لئے بنا رکھا تھا جس کا نام دارالعلوم رکھا تھا اس میں یہ طلبا رہتے تھے اور ان کی ضروریات کا شریف رضیؒ

کی طرف سے انتظام تھا۔ یہ خوان دارالعلوم میں رکھنے کے بعد طلبہ میں سے کوئی بھی نہ اُٹھا۔ بجز ایک طالب علم کے کہ اس نے اُٹھ کر خوان میں سے ایک دینار نکالا اور اس کو وہیں توڑ کر ذرا سا کونہ اس کا اپنے پاس رکھ لیا اور باقی حصہ اسی خوان میں ڈال دیا۔ شریف رضی نے اس طالب علم سے دریافت کیا کہ تمہیں یہ ذرا سی مقدار کس کام کے واسطے درکار تھی؟ اس نے عرض کیا کہ ایک رات میرے پاس چراغ میں جلانے کو تیل نہیں تھا۔ خزانچی صاحب ملے نہیں۔ میں فلاں دوکاندار سے تیل قرض لایا تھا، یہ اس کا قرض ادا کرنا ہے شریف رضی نے یہ خبر سُن کر طلبہ کی تعداد کے موافق اپنے خزانہ کی کنجیاں بنوائیں اور ہر طالب کو ایک ایک کنجی خزانے کی دیدی کہ جس کو جب جتنی ضرورت ہووے، خزانچی صاحب سے پوچھنے کی ضرورت نہیں اور اس خوان کو اسی حال میں کہ ایک دینار اس میں سے ذرا سا ٹوٹا ہوا تھا، واپس کر دیا۔ یہ قصہ سُنا کر وزیر صاحب نے کہا کہ تم ہی بتاؤ کہ میں ایسے شخص کا اکرام کیوں کر نہ کروں ؟[۵۱]

(۲۶) حضرت امام شافعی صاحبؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ میرا غسلِ میت محمد بن عبداللہ بن عبدالحکمؒ دیں گے۔ جب آپ کا انتقال ہو گیا تو محمدؒ کو اطلاع دی گئی۔ وہ تشریف لائے اور فرمایا کہ اُن کے حساب کا رجسٹر پہلے مجھے دکھاؤ۔ رجسٹر لایا گیا اس میں حضرت امام کے ذمہ جو قرضہ لوگوں کا تھا وہ حساب کر کے جمع کیا، اس کی مقدار ستر ہزار درم تھی۔ محمدؒ نے فرمایا کہ یہ سب قرضہ میرے ذمہ ہے۔ اپنی ذمّگی کا کاغذ لکھ دیا اور فرمایا کہ میرے غسل دینے سے یہی مراد تھی اور اس کے بعد اس سارے قرضہ کو ادا کر دیا۔[۵۲]

(۲۷) حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حمادؒ بن ابی سلیمان سے (جو حضرت امام ابو حنیفہ رحؒ کے مشہور اُستاد ہیں) ہمیشہ محبت رہی۔ اس وجہ سے کہ مجھے ان کا ایک واقعہ معلوم ہوا تھا اور وہ یہ تھا کہ وہ ایک دن گدھے پر سوار جا رہے تھے، اس کے ایڑ ماری وہ جو زور سے دوڑا تو اُس کے جھٹکے سے حضرت حمادؒ کے کرتہ کی گھنڈی ٹوٹ گئی۔ راستے میں ایک درزی کی دوکان نظر پڑی اس کو سلوانے کے لئے اُترنے لگے۔ درزی نے کہا، اُترنے کی ضرورت نہیں معمولی کام ہے میں ابھی لگائے دیتا ہوں۔ درزی نے کھڑے ہو کر وہ گھنڈی کرتہ میں سی دی۔ حمادؒ نے اس کی اُجرت میں ایک تھیلی دی جس میں دس اشرفیاں تھیں اور معاوضہ کی کمی کی معذرت کی۔[۵۳]

(۲۸) ربیع بن سلیمانؒ کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعیؒ ایک مرتبہ سواری پر سوار ہو رہے تھے، ایک شخص نے جلدی سے رکاب پکڑ لی (تاکہ چڑھنے میں سہولت ہو) حضرت امام نے مجھ سے فرمایا کہ میری طرف سے اس شخص

---

[۵۱] اتحاف [۵۲] [۵۳] ایضاً

کو چار اشرفیاں دیدو اور کمی کی معذرت بھی کر دینا۔ اور عبد اللہ بن زبیر حمیدی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام شافعیؒ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ دس ہزار اشرفیاں آپ کے پاس تھیں۔ مکہ مکرمہ سے باہر آپ کا خیمہ لگا ہوا تھا۔ صبح کی نماز کے بعد آپ نے وہیں خیمہ میں ایک کپڑا بچھا کر وہ اشرفیاں اس پر ڈال دیں اور (اہل مکہ میں سے) جو جو ملنے کے لئے آتا رہا ایک ایک مٹھی اس کو دیتے رہے۔ ظہر کے وقت تک وہ سب ختم ہو گئیں۔[1]

(۲۹) محمد بن عبادؒ مہلبی کہتے ہیں کہ میرے والد ایک مرتبہ مامون الرشید کے پاس گئے۔ اس نے ایک لاکھ درم نذرانہ پیش کیا۔ وہاں سے جب اُٹھ کر آئے تو وہ سب اسی وقت فقراء پر تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد پھر جب مامون کے پاس جانے کی نوبت آئی تو اس نے سب تقسیم کر دینے پر ناگواری کا اظہار کیا تو والد صاحب نے فرمایا کہ امیر المومنین موجود کی ساتھ بخل کرنا معبود کے ساتھ بدگمانی ہے (کہ اس نے ایک مرتبہ تو دیدیا پھر کہاں سے دے گا؟)[2]

(۳۰) حضرت طلحہ بن عُبید اللہ الفیاض صحابیؓ مشہور سخی لوگوں میں سے ہیں۔ ان کے ذمہ ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ کے پچاس ہزار درم قرض ہو گئے تھے۔ حضرت عثمانؓ مسجد میں تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں یہ ملے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس دام اس وقت آ گئے ہیں، آپکا قرضہ ادا کرنا چاہتا ہوں، حضرت عثمانؓ نے فرمادیا کہ بس وہ تمہاری ہی نذر ہیں۔ تمہارے ذمہ لوگوں کے بہت اخراجات رہتے ہیں۔ جابر بن قبیصہؒ کہتے ہیں کہ میں بہت دن تک حضرت طلحہؓ کی ساتھ رہا بلا طلب عطا کرنے والا میں نے ان سے زیادہ نہیں دیکھا۔ حضرت حسنؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اُنھوں نے اپنی ایک زمین سات لاکھ میں فروخت کی۔ قیمت جب وصول ہوئی تو شام کا وقت ہو گیا تھا وہ رقم رات کو اُن کے پاس رہی۔ رات بھر سخت بے چینی میں جاگتے گذر گئی۔ اس خوف سے کہ یہ مال میرے پاس ہے دیکھیں موت نہ آ جائے، صبح کو اُٹھ کر سب سے پہلے اس کو تقسیم کیا۔ اُن کی بیوی حضرت سعدی ابنتؓ عوف کہتی ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ان کو دیکھا کہ بہت گرانی سی ہو رہی ہے۔ میں نے پوچھا خیریت تو ہے کیسی طبیعت ہو رہی ہے؟ کہنے لگے میرے پاس کچھ مال جمع ہو گیا اس کی وجہ سے بڑی گھٹن ہو رہی ہے۔ میں نے کہا یہ تو کچھ ایسی بات نہیں ہے، ’’ غلام کو بھیج کر اپنے رشتہ داروں کو بلا لیجئے اور (صلہ رحمی میں) ان پر تقسیم کر دیجئے‘‘ چنانچہ اُنھوں نے اسی وقت غلام کو بھیج کر آدمیوں کو بلایا اور اس کو تقسیم کر دیا۔ راوی کہتے، کہ میں نے اُن کے خادم سے پوچھا یہ کتنا مال تھا اس نے بتایا چار لاکھ تھا، ان کی بیوی ایک اور واقعہ یہ بیان

---

[1] اتحاف [2] ایضاً

کرتی ہیں کہ ایک دفعہ وہ گھر میں آئے، چہرہ بہت ہی اترا ہوا رنج کی وجہ سے سیاہی چہرے پر آرہی تھی، میں نے پوچھا کیا بات ہے کچھ میری طرف سے کوئی ناگواری کی بات پیش آئی ہو تو میں معافی کی درخواست پیش کروں گی۔ کہنے لگے، نہیں تُو تو مسلمان کے لئے بہت بہترین بیوی ہے (کہ نیک کام میں مدد کرتی ہے) میں نے پوچھا پھر آخر کیا بات پیش آگئی؟ کہنے لگے۔ کچھ مال جمع ہوگیا۔ مجھے اس کی بڑی بے چینی ہو رہی ہے، میں نے کہا یہ تو کوئی ایسی بات نہیں اسے اُٹھا کر بانٹ دو اس میں کیا ہوگیا؟ بعض مرتبہ کوئی لینے والا نہیں آتا تھا تو وہ رہ جاتا تھا۔ ان کی بیوی سعدیٰ یہ بھی کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ انہوں نے ایک لاکھ تقسیم کیا اور اپنا یہ حال تھا کہ اس دن مسجد میں اس وجہ سے جانے میں دیر ہوگئی کہ ان کے پاس جو کپڑا تھا (چادر) اس کے دونوں کنارے سینے میں مجھے دیر لگی (یعنی وہی ایک کپڑا تھا اس کے سلنے کے انتظار میں بیٹھے رہے دوسرا کپڑا نہ تھا جس کو پہن کر مسجد میں چلے جاتے) ایک گاؤں کے رہنے والے حضرت طلحہؓ کے پاس آئے اور اپنی قرابت کا واسطہ دے کر (صلہ رحمی کے طور پر) کچھ مانگا۔ فرمانے لگے کہ قرابت کا واسطہ دے کر آج تک مجھ سے کسی نے نہیں مانگا تھا۔ میرے پاس ایک زمین ہے حضرت عثمانؓ اس کو خریدنا چاہتے تھے اور وہ اس کی قیمت تین لاکھ لگا چکے ہیں۔ تیرا دل چاہے وہ زمین لے لے اور اگر نقد چاہئے تو میں اس کو اُن کے ہاتھ فروخت کر کے اس کی قیمت دیدوں۔ اس نے قیمت لینا پسند کیا۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت اس کو دیدی [1]

ان حضرات کے پاس زمینوں کی بہت کثرت تھی، اس لئے کہ جہاں جہاں جہاد میں جاتے وہ ملک فتح ہوتے تو اکثر غنیمت کے ساتھ زمینیں بھی ان مجاہدین پر تقسیم کر دی جاتی تھیں۔

(۳۱) ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بیٹھے رو رہے تھے۔ کسی نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ سات دن سے کوئی مہمان نہیں آیا مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں حق تعالیٰ شانہٗ نے (کسی بات سے ناراض ہو کر) میرے ذلیل کرنے کا تو ارادہ نہیں فرما لیا؟ [2]

(۳۲) ایک مرتبہ ایک شخص اپنے ایک دوست کے پاس گیا اور جا کر کہا کہ میرے ذمہ چار سو درم قرض ہوگیا، تجھ سے مدد چاہنے آیا ہوں، اس نے فوراً چار سو درم وزن کر کے دیدیئے جب وہ چلا گیا تو اس نے رونا شروع کر دیا۔ بیوی کو یہ خیال ہوا کہ شاید اس کو مال کے جانے کا صدمہ ہوا، وہ کہنے لگی اگر اتنی گرانی تھی تو دینے ہی کی کیا ضرورت تھی وہ کہنے لگا کہ میں اس پر رو رہا ہوں کہ میں نے اس کے ساتھ تعلقات کے باوجود اس کے حال کی خبر خود کیوں نہ رکھی؟ اُس کو مجھ سے مانگنے کی نوبت کیوں آئی؟ [3]

---

[1] اتحاف [2] ایضاً [3] ایضاً

(۳۳) حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ ایک مرتبہ جنگل میں تشریف لے جارہے تھے۔ راستے میں ایک باغ پر گذر ہوا، وہاں ایک حبشی غلام باغ میں کام کررہا تھا اس کی روٹی آئی اور اس کے ساتھ ہی ایک کتا بھی باغ میں چلا آیا اور اس غلام کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ اس غلام نے کام کرتے کرتے ایک روٹی اس کتے کے سامنے ڈال دی۔ اس کتے نے اس کو کھالیا اور پھر کھڑا رہا۔ اس نے دوسری اور پھر تیسری روٹی بھی ڈال دی۔ کل تین ہی روٹیاں تھیں وہ تینوں کتے کو کھلا دیں۔ حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ غور سے کھڑے دیکھتے رہے۔ جب وہ تینوں ختم ہو گئیں تو حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ نے اس غلام سے پوچھا کہ تمہاری کتنی روٹیاں روزانہ آتی ہیں؟ اس نے عرض کیا آپ نے تو ملاحظہ فرمالیا تین ہی آیا کرتی ہیں۔ حضرتؓ نے فرمایا کہ پھر تینوں کا ایثار کیوں کر دیا؟ غلام نے کہا حضرت یہاں کتے رہتے نہیں ہیں۔ یہ غریب بھوکا کہیں دور سے مسافت طے کر کے آیا ہے اس لئے مجھے اچھا نہ لگا کہ اس کو ویسے ہی واپس کر دوں۔ حضرتؓ نے فرمایا کہ پھر تم آج کیا کھاؤ گے؟ غلام نے کہا ایک دن فاقہ کرلوں گا یہ تو کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ نے اپنے دل میں سوچا کہ لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں کہ تو بہت سخاوت کرتا ہے یہ غلام تو مجھ سے بہت زیادہ سخی ہے یہ سوچ کر شہر میں واپس تشریف لے گئے اور اس باغ کو اور غلام کو اور جو کچھ سامان باغ میں تھا سب کو اس کے مالک سے خریدا اور خرید کر غلام کو آزاد کیا اور وہ باغ اس غلام کی نذر کر دیا۔[۱]

(۳۴) ابو الحسن انطاکیؒ خراسان کے شہروں میں ایک جگہ رَی ہے وہاں رہتے تھے۔ ایک دن تیس آدمیوں سے زیادہ مہمان آگئے اور روٹی تھوڑی تھی۔ تیاری کا موقعہ نہ تھا، رات کا وقت تھا۔ انہوں نے جتنی روٹیاں موجود تھیں سب کے ٹکڑے کئے اور دستر خوان پر ان کو پھیلا کر سب کو بٹھایا، اور چراغ گل کر دیا اور سب کے سب نے کھانا شروع کر دیا۔ سب کے منہ چلانے کی آواز آتی تھی جب دیر ہو گئی اور گویا سب بالکل فارغ ہو گئے تو چراغ جلایا گیا اور دستر خوان اٹھایا گیا اس میں وہ سارے ٹکڑے بدستور رکھے تھے۔ سب ہی خالی منہ چلاتے رہے کسی نے بھی اس خیال سے نہ کھایا کہ اچھا ہے، دوسرے ہی کا کام چل جائے گا۔[۲]

(۳۵) حضرت شعبہؒ مشہور محدث ہیں۔ امیر المومنین فی الحدیث (حدیث میں مومنوں کے بادشاہ) ان کا لقب ہے۔ بڑے عابد، زاہد لوگوں میں تھے۔ ایک مرتبہ ایک سائل ان کے پاس حاضر ہوا دینے کے لئے کوئی چیز میسر نہ ہوئی۔ اپنے مکان کی چھت میں سے ایک کڑی نکال کر اس کے حوالے

---

[۱] اتحاف [۲] ایضاً

(کہ اس کو فروخت کر لینا) اور اس سے بہت معذرت کی کہ اس وقت میرے پاس دینے کو کچھ ہے نہیں۔[۵۱]

(۳۶) حضرت ابو سہل صعلوکی ایک مرتبہ وضو کر رہے تھے ایک شخص آیا اور کچھ ضرورت کا اظہار کیا۔ دینے کے واسطے کوئی چیز موجود نہ تھی۔ فرمانے لگے تھوڑی دیر انتظار کرو میں وضو سے فارغ ہو جاؤں جب وضو کر چکے تو فرمایا کہ یہ لکڑی کا لوٹا جس سے وضو کر رہے تھے لے جاؤ اور تو کوئی چیز اس وقت ہے نہیں۔[۵۲]

(۳۷) یرموک کی لڑائی میں صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت نے پانی کے موجود ہوتے ہوئے اس وجہ سے پیاسے جان دی کہ جب ان کے قریب پانی پہنچا تو کسی دوسرے نے آہ کر دی اور اس نے بجائے اپنے پینے کے دوسرے کی طرف پانی لے جانے کا اشارہ کر دیا۔ ایک واقعہ اس کا حکایات صحابہؓ میں لکھا جا چکا ہے مگر اصحاب مغازی نے لکھا ہے کہ حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل سہیلؓ بن عمرو سہل بن حارثؓ حارث بن ہشامؓ اور قبیلہ مغیرہ کی ایک جماعت نے اسی طرح پیاسے دم توڑا کہ اُن کے پاس پانی لایا جاتا تھا اور یہ دوسرے کا اشارہ کر دیتے تھے حضرت عکرمہؓ کے پاس پانی لایا گیا تو اُنہوں نے دیکھا کہ حضرت سہیلؓ بن عمرو پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں اُنہوں نے فرمایا کہ پہلے سہیلؓ کو پلادو۔ جب ان کے پاس لے گئے تو اُنہوں نے دیکھا کہ حضرت سہل بنؓ حارث پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں اُنہوں نے فرمایا کہ پہلے سہل کو پلادو۔ غرض ان سب حضرات نے پیاسے ہی جان دی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ جب ان کی نعشوں پر گذرے تو فرمانے لگے کہ تم پر میری جان قربان ہو جائے (تم سے اس وقت بھی ایثار نہ چھٹا)۔[۵۳]

(۳۸) عباس بنؒ دہقان کہتے ہیں کہ بشر بن حارثؒ حافی کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو کہ جس حال میں دنیا میں آیا تھا یعنی خالی ہاتھ ننگا بدن ایسا ہی دنیا سے گیا ہو، بشر بنؒ حافی البتہ اسی طرح گئے کہ وہ بیمار تھے، وصال کا وقت قریب تھا ایک سائل آگیا اور اپنی ضرورت کا حال ظاہر کیا جو کرتہ بدن پر تھا وہ نکال کر اس کو بخش دیا اور خود تھوڑی دیر کے لئے دوسرے سے کرتہ مستعار مانگا اور اسی میں وصال فرمایا۔[۵۴]

(۳۹) کون کہتا ہے کہ یہ واقعات پچھلے ہی بزرگوں کے ساتھ خاص تھے۔ حضرت اقدس مولینا الحاج شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری قدس سرہٗ کے وصال کو زیادہ زمانہ نہیں گذرا۔ حضرتؒ کا معمول تھا کہ جو کچھ کہیں سے آتا وہ فوراً ہی تقسیم فرما دیتے اور کبھی کبھی تکیہ کے نیچے کچھ رکھا ہوا دیکھ کر فرماتے کہ یہ اور آگیا اور وصال سے کچھ زمانہ پہلے اپنے سب کپڑے بھی خدام پر تقسیم فرما دئے تھے۔

---

[۵۱] اتحاف [۵۲] ایضاً [۵۳] ایضاً [۵۴] ایضاً

اور اپنے مخلص خادم (خلیفۂ خاص) حضرت مولانا الحاج شاہ عبدالقادر صاحب دام مجدہم وزاد فضلہم[۳] سے ارشاد فرمایا کہ بس اب زندگی کے جتنے دن باقی ہیں تم سے کپڑے مستعار لے کر پہن لیا کریں گے۔ چنانچہ حضرت مولاناؒ انہی کے کپڑے آخر میں استعمال فرماتے تھے۔

(۴۰) ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ہم چند آدمی طرسوس میں جو ملک شام کا ایک شہر ہے جمع ہو کر باہر جا رہے تھے چلتے ہوئے ایک کتا بھی ہمارے ساتھ ہو گیا۔ جب ہم شہر سے باہر نکلے تو ایک مرا ہوا جانور پڑا تھا ہم لوگ اس سے بچ کر ذرا فاصلے سے ایک اونچی جگہ پر بیٹھ گئے۔ وہ کتا جو ہمارے ساتھ ہو گیا تھا اس نے جب اس مردار کو دیکھا تو وہ شہر کی طرف واپس ہو گیا اور تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ وہ اپنے ساتھ تقریباً بیس کتے اور لایا اور اس مردار کے پاس آ کر وہ خود تو علیحدہ کو بیٹھ گیا اور سب کتے اس کو کھاتے رہے جب وہ سب کھا کر شہر کی طرف چلے گئے تو یہ کتا جو بلانے گیا تھا اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے پاس آکر جو ہڈیاں وغیرہ وہ سب کھا کر چھوڑ گئے تھے ان کو اس نے کھایا اور پھر شہر کی طرف چلا گیا[۱]

(۴۱) ابوالحسن بوشنجیؒ ایک بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ پاخانہ میں جا چکے تھے وہیں سے اپنے ایک شاگرد کو آواز دی اور اپنا کرتہ نکال کر کہا کہ یہ فلاں فقیر کو دے آؤ۔ شاگرد نے کہا کہ آپ استنجے سے فراغت کا تو انتظار کر لیتے کہنے لگے کہ مجھے اس کی ضرورت کا خیال آگیا یہ ارادہ ہوا کہ یہ کرتہ اس کو دیدوں اور اپنے نفس پر اس کا اعتماد نہیں تھا کہ وہ استنجے سے فراغت تک بدل نہ جائے[۲]

پاخانہ میں بولنا مکروہ ہے لیکن صدقہ کرنے کے جذبہ اور اپنے نفس پر بدگمانی نے اس پر مجبور کر دیا اس وقت تک کشفِ عورت ہی نہ ہوا ہو۔

(۴۲) امیرالمؤمنین مہدی نے موسیٰؒ بن جعفر کو بغاوت کے اندیشے سے قید کر رکھا تھا۔ ایک مرتبہ رات کو وہ تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے اس میں سورۂ محمد کی آیت فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ پر پہنچے اور یہاں پہنچ کر رونے لگے۔ اس آیتِ شریفہ کو بار بار پڑھتے تھے اور روتے تھے سلام پھیر کر ربیعؓ سے کہا کہ موسیٰ کو بلا کر لاؤ۔ ربیعؓ کہتے ہیں کہ میں ان کو بلا کر لایا اور جب واپس آیا تب بھی وہ اسی آیت کو بار بار پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے۔ جب موسیٰ آئے تو مہدی نے کہا کہ میں یہ آیت پڑھ رہا تھا مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ میں نے قطع رحمی کر رکھی ہے اگر تو اس کا وعدہ کرے کہ میری اولاد کے خلاف بغاوت نہیں کرے گا، تو میں چھوڑ دوں، موسیٰ نے کہا حاشا وکلا میری تو ایسی حیثیت بھی نہیں ہے اور نہ اس کا خیال ہے۔

---

[۱] اتحاف [۲] ایضاً [۳] المتوفی ۱۳۹۲ھ

مہدی نے ربیعؓ سے کہا کہ اس کو اسی وقت تین ہزار اشرفیاں دے کر اسی وقت رات ہی کو چلتا کر دو ایسا نہ ہو کر پھر کہیں میری رائے بدل جائے۔[1]

(۳۴) حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا گیا کہ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ ایک مرتبہ بہت بیمار ہوگئے، تو حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما نے نذر (منّت) مانی کہ اگر یہ تندرست ہو جائیں تو شکرانہ کے طور پر تین تین روزے دونوں حضرات رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے فضل سے صاحب زادوں کو صحت ہوگئی ان حضرات نے شکرانہ کے روزے رکھنے شروع فرما دیئے مگر گھر میں نہ سحر کے لئے کچھ تھا نہ افطار کے لئے فاقہ پر روزہ شروع کر دیا۔ صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ایک یہودی کے پاس تشریف لے گئے جس کا نام شمعون تھا کہ اگر تو کچھ اُون دھاگا بنانے کے لئے اجرت پر دیدے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اس کام کو کر دے گی، اس نے اُون کا ایک گٹھر تین صاع جَو کی اجرت طے کر کے دیدیا۔ حضرت فاطمہؓ نے اس میں سے ایک تہائی کاتا اور ایک صاع جَو اُجرت کے لے کر ان کو پیسا اور پانچ نان اس کے تیار کئے ایک ایک اپنا میاں بیوی کا دو دونوں صاحبزادوں کے اور ایک باندی کا، جس کا نام فضّہ تھا۔ روزہ میں دن بھر کی مزدوری اور محنت کے بعد جب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ حضورؐ کی ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر لوٹے اور کھانا کھانے کے لئے دستر خوان بچھایا گیا۔ حضرت علیؓ نے ٹکڑا توڑا ہی تھا کہ ایک فقیر نے دروازہ سے آواز دی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والو میں ایک فقیر مسکین ہوں مجھے کھانا دو۔ اللہ جل شانہٗ تمہیں جنّت کے دستر خوان سے کھانا کھلائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے ہاتھ روک لیا۔ حضرت فاطمہؓ سے مشورہ کیا، انہوں نے فرمایا ضرور دیدیجئے۔ وہ سب روٹیاں اس کو دیدیں اور گھر والے سب کے سب فاقہ سے رہے اسی حال میں دوسرے دن کا روزہ شروع کر دیا۔ دوسرے دن میں پھر حضرت فاطمہؓ نے دوسری تہائی اُون کی کاتی اور ایک صاع جَو کا اُجرت لے کر اس کو پیسا، روٹیاں پکائیں۔ اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ حضورؐ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر تشریف لائے اور سب کے سب کھانے کے لئے بیٹھے تو ایک یتیم نے دروازہ سے سوال کیا اور اپنی تنہائی اور فقر کا اظہار کیا۔ ان حضرات نے اس دن کی روٹیاں اس کے حوالہ کر دیں، اور خود پانی پی کر تیسرے دن کا روزہ شروع کر دیا۔ اور صبح کو حضرت فاطمہؓ نے اُون کا باقی حصہ کاتا اور ایک صاع جَو کا جو رہ گیا تھا وہ لے کر پیسا، روٹیاں پکائیں اور مغرب کی نماز کے بعد جب کھانے بیٹھے تو ایک قیدی نے آکر آواز دیدی اور اپنی سخت حاجت اور پریشانی کا اظہار کیا۔ ان حضرات نے اس دن کی روٹیاں اس کو دے دیں اور خود فاقہ سے رہے۔ چوتھے دن صبح کو روزہ تو تھا نہیں لیکن

---

[1] اتحاف

کھانے کو بھی کچھ نہیں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں صاحبزادوں کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، بھوک اور ضعف کی وجہ سے چلنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ حضورؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تمہاری تکلیف اور تنگی کو دیکھ کر مجھے بہت ہی تکلیف ہوتی ہے۔ چلو فاطمہ کے پاس چلیں۔ حضورؐ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ بھوک کی شدت سے آنکھیں گڑ گئی تھیں۔ پیٹ کمر سے لگ رہا تھا، حضورؐ نے ان کو اپنے سینے سے لگایا اور حق تعالیٰ شانہٗ سے فریاد کی اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام سورۂ دہر کی آیات وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِينًا وَّيَتِيمًا وَّاَسِيرًا ط لے کر آئے اور اس پروانۂ خوشنودی کی مبارک باد دی [1] یہ آیات پہلی فصل کی آیات کے سلسلہ میں ۲۱ پر گذر چکی ہیں علامہ سیوطیؒ نے درمنثور میں بروایۃ ابن مردویہ حضرت ابن عباسؓ سے مختصراً یہ مضمون نقل کیا ہے کہ یہ آیتیں حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

(۴۴) ایک شرابی تھا جس کے یہاں ہر وقت شراب کا دور رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کے یار احباب جمع تھے شراب تیار تھی، اس نے اپنے ایک غلام کو چار درم دئے کہ شراب پینے سے پہلے دوستوں کو کھلانے کے لئے کچھ پھل خرید کر لائے۔ وہ غلام بازار جا رہا تھا راستہ میں حضرت منصورؒ بن عمار بصری کی مجلس پر کو گذر ہوا وہ کسی فقیر کے واسطے لوگوں سے کچھ مانگ رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ جو شخص اس فقیر کو چار درم دے میں اس کے لئے چار دعائیں کروں گا۔ اس غلام نے وہ چاروں درم اس فقیر کو دے دئے، حضرت منصورؒ نے فرمایا، بتا کیا دعائیں چاہتا ہے؟ غلام نے کہا کہ میرا ایک آقا ہے میں اس سے خلاصی یعنی آزادی چاہتا ہوں حضرت منصورؒ نے اس کی دعا کی۔ پھر پوچھا دوسری دعا کیا چاہتا ہے؟ غلام نے کہا کہ مجھے ان دراہم کا بدل مل جائے۔ منصورؒ نے اس کی بھی دعا کی۔ پھر پوچھا تیسری کیا دعا ہے غلام نے کہا کہ حق تعالیٰ شانہٗ میرے سردار (کو توبہ کی توفیق دے اور اس) کی توبہ قبول کرے۔ منصورؒ نے اس کی بھی دعا کی۔ پھر پوچھا کہ چوتھی کیا ہے؟ غلام نے کہا کہ حق تعالیٰ شانہٗ میری اور میرے سردار کی اور تمہاری اور اس مجمع کی جو یہاں حاضر ہیں سب کی مغفرت فرما دے۔ حضرت منصورؒ نے اس کی بھی دعا کی۔ اس کے بعد وہ غلام (خالی ہاتھ) اپنے سردار کے پاس واپس چلا گیا (اور خیال کر لیا کہ بہت سے بہت اتنا ہی تو ہوگا کہ آقا مارے گا اور کیا ہوگا) سردار انتظار میں تھا ہی دیکھ کر کہنے لگا کہ اتنی دیر لگا دی؟ غلام نے قصہ سنایا۔ سردار نے (ان کی دعاؤں کی برکت سے بجائے خفا ہونے اور مارنے کے) یہ پوچھا کہ کیا کیا دعا کرائیں؟ غلام نے کہا پہلی تو یہ کہ میں غلامی سے آزاد ہو جاؤں سردا

---

[1] مسامرات اول

نے کہا کہ میں نے تجھے آزاد کر دیا۔ دوسری کیا تھی؟ غلام نے کہا کہ مجھے ان درہموں کا بدلہ مل جائے۔ سردار نے کہا کہ میری طرف سے تجھے چار ہزار درم نذر ہیں۔ تیسری کیا تھی؟ غلام نے کہا حق تعالیٰ شانہٗ تمہیں (شراب وغیرہ فسق و فجور سے) توبہ کی توفیق دے۔ سردار نے کہا کہ میں نے (اپنے سب گناہوں سے) توبہ کر لی۔ چوتھی کیا تھی؟ غلام نے کہا کہ حق تعالیٰ شانہٗ میری اور آپ کی اور اُن بزرگ کی اور سارے مجمع کی مغفرت فرمادے۔ سردار نے کہا کہ یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔

رات کو سردار نے خواب میں دیکھا کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ جب تو نے وہ تینوں کام کر دئے جو تیرے اختیار میں تھے تو کیا تیرا یہ خیال ہے کہ میں وہ کام نہیں کروں گا جو میرے اختیار میں ہے۔ میں نے تیری اور اس غلام کی اور منصورؒ کی اور اس سارے مجمع کی مغفرت کر دی[۵۱]

(۵۴) عبدالوہابؒ بن عبدالحمید ثقفی کہتے ہیں کہ میں نے ایک جنازہ دیکھا جس کو تین مرد اور ایک عورت لئے جارہے ہیں اور کوئی آدمی جنازہ کے ساتھ نہیں تھا میں ساتھ ہو لیا اور عورت کی جانب کا حصہ میں نے لے لیا۔ قبرستان لے گئے وہاں اس کے جنازہ کی نماز پڑھی اور اس کو دفن کر کے میں نے پوچھا یہ کس کا جنازہ تھا؟ عورت نے کہا یہ میرا بیٹا تھا۔ میں نے پوچھا، تیرے محلہ میں اور کوئی مرد نہ تھا جو تیری جگہ جنازہ کا چوتھا پایہ پکڑ لیتا۔ اس نے کہا، آدمی تو بہت تھے لیکن اس کو ذلیل سمجھ کر کوئی ساتھ نہ آیا۔ میں نے پوچھا کیا بات تھی جس سے ذلیل سمجھتے تھے۔ کہنے لگی، یہ مخنث تھا (ہیجڑا یا عورتوں جیسی حرکات کرنے والا) مجھے اس عورت پر ترس آیا، میں اس کو اپنی ساتھ اپنے گھر لے گیا اور اس کو کچھ درم اور کپڑے اور گیہوں دیئے۔ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اس قدر حسین گویا چودھویں رات کا چاند نہایت سفید عمدہ لباس پہنے ہوئے آیا اور میرا شکریہ ادا کرنے لگا میں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہنے لگا کہ میں وہی مخنث ہوں جس کو تم نے آج دفن کیا۔ مجھ پر حق تعالیٰ شانہٗ نے اس وجہ سے رحمت فرمادی کہ لوگ مجھے ذلیل سمجھتے تھے۔[۵۲]

(۵۶) محمد بن سہلؒ بخاری کہتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ کے راستہ میں جارہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک مغربی شخص ایک خچر پر سوار ہے اور اس کے آگے ایک شخص یہ اعلان کرتا جاتا ہے کہ (ایک ہمیانی کھوئی گئی) جو شخص ہمیانی کا پتہ بتا دے اس کو سو اشرفیاں میں اپنے پاس سے دوں گا اس لئے کہ اس ہمیانی میں امانتیں تھیں (ہمیانی، روپیہ اشرفیاں رکھنے کی لانبی تھیلی ہوتی ہے جو کمر سے باندھی جاتی ہے۔) اس اعلان پر ایک لنگڑا شخص جس کے اُوپر بہت پھٹے پرانے کپڑے تھے اس مغربی کے پاس

---

۵۱ اتحاف ۵۲ ایضاً

آیا اور اس سے اس ہمیانی کی علامتیں پوچھیں کہ کیسی تھی؟ مغربی نے اس کی علامتیں بتائیں اور کہا کہ اس میں بہت سے آدمیوں کی امانتیں رکھی ہوئی ہیں۔ لنگڑے نے پوچھا کہ کوئی شخص یہاں ایسا ہے کہ لکھنا پڑھنا جانتا ہو محمدؒ بن سہل نے کہا، میں جانتا ہوں وہ لنگڑا ہمیں تینوں کو اپنی ساتھ الگ ایک طرف کو لے گیا اور ایک ہمیانی نکال کر دکھائی، وہ مغربی اس کے اندر کی چیزیں بتاتا رہا کہ دو دانے فلاں عورت فلاں کی بیٹی کے پانسو اشرفی کے بدلے میں رکھے ہیں اور ایک دانہ (عدد) فلاں شخص کا سو اشرفی میں رکھا ہے۔ اسی طرح ایک ایک چیز وہ گنوا تارہا اور میں اس کے اندر رکھی ہوئی چیزوں کو پڑھ کر بتاتا رہا کہ وہ یہ ہے، وہ یہ ہے۔ اُس مغربی نے اس ہمیانی کی سب چیزیں شمار کرادیں اور وہ سب کی سب اس میں سے پوری نکلیں۔ جب سب صحیح صحیح نکل آیا تو اس لنگڑے نے وہ ہمیانی مغربی کے حوالے کردی۔ اس نے اپنے وعدے کے موافق اپنے پاس سے سو دینار اشرفیاں نکال کر اس لنگڑے کو دئے۔ اُس نے لینے سے انکار کردیا اور یہ کہا کہ اگر اس ہمیانی کی قدر میری نگاہ میں دو مینگنیوں کی برابر بھی ہوتی تو شاید تم اس کو نہ پاسکتے، ایسی چیز پر کیا معاوضہ لوں جس کی قیمت میرے نزدیک دو مینگنیاں بھی نہیں ہے اور یہ کہہ کر وہ لنگڑا چل دیا اور ان سو اشرفیوں کی طرف نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھا۔[1]

---

[1] مسامرات

(۴۷) بخارا کا ایک حاکم بڑا سخت ظالم تھا ایکدن وہ اپنی سواری پر چلا جا رہا تھا راستہ میں ایک کتا نظر پڑا جسکے خارش ہو رہی تھی اور سردی نے اسکو بہت ستا رکھا تھا اس ظالم کی اُسپر نگاہ پڑتے ہی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اپنے ایک نوکر سے کہا کہ اس کتے کو میرے گھر لیجا میرے آنے تک اسکا خیال رکھیو یہ کہکر وہ اپنے کام جہاں جا رہا تھا چلا گیا جب واپس آیا تو اُس کتے کو منگایا اور گھر کے ایک کونہ میں اُسکو بندھوا دیا اُس کے سامنے ٹکڑا ڈالا پانی رکھوایا اور اُسکے بدن پر تیل ملوا کر ایک کپڑے کی جھول اُسکے اوپر ڈلوائی۔ اُسکے قریب آگ رکھوائی تاکہ اُسکی گرمی سے اُسپر سے سردی کا اثر زائل ہو جائے اور اس قصہ کو دو ہی دن گذرے تھے کہ اُس ظالم کا انتقال ہو گیا ایک بزرگ نے جو اُسکے مظالم اور اُسکی حالت سے خوب واقف تھے اُسکو خواب میں دیکھا اُس سے پوچھا کہ کیا گذری اُسنے کہا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا کہ تو کتا تھا (یعنی کتوں جیسے کام کرتا تھا انسانوں جیسے کام نہیں کرتا تھا) اسلئے ہم نے بھی ایک کتے ہی کو تجکو دیدیا (یعنی اُس خارشی کتے کے طفیل تیری بخشش کردی) اور میرے ذمہ جو حقوق تھے ان کا خود ادا فرمانیکا ارادہ فرمالیا۔[1] حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات بڑی کریم ہے وہ سارے کریموں کا مالک ہے بادشاہ ہے اُسکے کرم تک کوئی کہاں پہنچ سکتا ہے کسی شخص کی کوئی ادنیٰ سی چیز بھی اُسکو پسند آجائے تو اُس شخص کا بیڑا پار ہے۔ آدمی اُس کی خوشنودی کی تلاش میں رہے نہ معلوم کس کی کیا بات آقا کو پسند آجائے۔

(۴۸) ابو عمر دمشقی کہتے ہیں کہ ہم چند آدمی حضرت ابو عبداللہ بن جلاءؒ کی ساتھ مکہ مکرمہ جا رہے تھے کئی دن ایسے گذر گئے کہ کھانیکی کوئی چیز میسر نہ ہوئی جنگل میں ایک عورت ملی ایک بکری اُسکے ساتھ تھی ہم نے (خیال کیا کہ اسکو خرید کر پکالیں گے اسلئے) اُس عورت سے پوچھا کہ اسکی کیا قیمت ہے اُسنے کہا پچاس درم قیمت ہے۔ ہم نے کہا ہم پر احسان کر کچھ کم کردے اُسنے کہا پانچ درم قیمت ہے۔ ہم نے کہا کہ مذاق نہ کر صحیح صحیح قیمت بتادے ابھی پچاس درم کہتی تھی ابھی پانچ درم کہدیئے۔ اُس عورت نے کہا واللہ مذاق نہیں کرتی تم نے کہا احسان کر کاش مجھے اسپر قدرت ہوتی کہ میں کچھ بھی قیمت اسکی نہ لیتی (لیکن میں بھی مجبور ہوں اسلئے پانچ بھی بمجبوری کہدیئے) حضرت ابن جلاءؒ نے ساتھیوں سے پوچھا کہ تم سب کے پاس کتنے درم ہیں سب کا مجموعہ چھ سو درم ہوئے ابن جلاءؒ نے فرمایا کہ یہ سب اسکو دیدو اور بکری بھی اسی کے پاس رہنے دو ہم نے سب درم اُسکو دیدیئے اور ہمارا سارا سفر اللہ کے فضل سے ایسی راحت سے گذرا کہ حد نہیں۔

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ[2]

(۴۹) حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے ایکمرتبہ ایک شخص سے دریافت کیا کہ تو اللہ کا ولی بننا چاہتا ہے اُسنے کہا ضرور چاہتا ہوں۔ آپنے فرمایا کہ دُنیا اور آخرت کی کسی چیز میں بھی رغبت نہ کر اور اپنے آپ کو صرف

---

[1] مسامرات [2] ایضاً

حق تعالیٰ شانہ کیلئے خاص کرے اور تو ہمہ تن اُسکی طرف متوجہ ہو جا تاکہ وہ بھی ہمہ تن تیری طرف متوجہ ہو جائے اور تجھے اپنا ولی بنالے۔ [1]

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح احادیث میں حق تعالیٰ شانہ کا یہ ارشاد وارد ہوا ہے کہ جو شخص میری طرف چلکر آتا ہے میں اُسکی طرف دوڑ کر چلتا ہوں اور جو میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اُسکی طرف ایک باع (یعنی دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں)۔

(۵۰) حضرت جنیدؒ بغدادی کی خدمت میں ایک شخص نے پانسو درم پیش کئے اور عرض کیا کہ یہ اپنے خدام پر تقسیم فرما دیں حضرتؒ نے دریافت فرمایا کہ تمھارے پاس انکے علاوہ اور بھی کچھ ہے اُسنے عرض کیا کہ حضرت میرے پاس بہت سے دینار (اشرفیاں) ہیں حضرتؒ نے دریافت فرمایا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ ان میں اور اضافہ ہو جائے یا نہیں چاہتے۔ اُسنے عرض کیا کہ یہ خواہش تو ضرور ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ پھر تو تم ہم سے زیادہ محتاج ہو (اسلئے کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے ہم اُسپر اضافہ نہیں چاہتے) اسلئے یہ تم اپنے ہی پاس رکھو یہ کہکر وہ دراہم واپس کر دیئے قبول نہ فرمائے۔ [2]

(۵۱) حضرت ابو الدرداءؓ ایکمرتبہ (شاگردوں کے مجمع میں) تشریف رکھتے تھے انکی بیوی آئیں اور کہنے لگیں کہ تم تو انکو لئے بیٹھے ہو اور گھر میں آٹے کی ایک چٹکی بھی نہیں ہے وہ فرمانے لگے اری اللہ کی بندی ہمارے سامنے ایک نہایت سخت گھاٹی بڑی دشوار گذار آرہی ہے اُس سے صرف وہی لوگ نجات پاسکیں گے جو بہت ہلکے پھلکے ہونگے۔ بیوی یہ بات سُنکر راضی خوشی واپس چلی گئیں۔ ایکدفعہ آپنے فرمایا کہ دُنیادار بھی کھاتے ہیں اور ہم بھی کھاتے ہیں۔ وہ بھی کپڑا پہنتے ہیں اور ہم بھی پہنتے ہیں اور انکے پاس جو ضرورت سے زائد مال ہے وہ اُسکو کام میں تو لاتے نہیں صرف دیکھتے ہیں کہ ہاں یہ مال ہے مال کو دیکھ ہم بھی لیتے ہیں (جو دوسروں کے پاس ہوتا ہے لہذا دیکھنے میں تو ہم اور وہ برابر ہیں کام میں وہ بھی نہیں لاتے ہم بھی نہیں لاتے) لیکن اُنکو اپنے مال کا حساب دینا پڑیگا اور ہم حساب سے بَری ہیں کہ ہمارے پاس ہے نہیں۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ ہمارے بھائی ہماری ساتھ انصاف کا برتاؤ نہیں کرتے ہم سے محبت تو اللہ کے واسطے کرتے ہیں اور دُنیا میں ہم سے الگ الگ رہتے ہیں عنقریب وہ دن آنیوالا ہے کہ وہ تو اسکی تمنا کرینگے کہ کاش وہ ہم جیسے ہوتے اور ہم اسکی تمنا نہیں کرینگے کہ ہم ان جیسے ہوتے۔ [3]

(۵۲) ایک بزرگ کیخدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے لئے دُعا کر دیجئے مجھے اہل وعیال کی کثرت (اور آمدنی کی قلت) نے بہت مجبور کر رکھا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ جب تیرے گھر والے تجھ سے یہ کہیں کہ ہمارے پاس نہ آٹا ہے نہ روٹی ہے اُسوقت کی تیری دُعا حق تعالیٰ شانہ کے یہاں میرے اسوقت

---

[1] روض [2] ایضاً [3] روض

کی دُعا سے زیادہ قابلِ قبول ہے۔

حضرت شیخؒ نے بالکل صحیح فرمایا لوگوں کو آقا سے مانگنے کی قدر نہیں ہے نہ اسکی وقعت قلوب میں ہے اُس کریم کے یہاں تڑپ کے مانگنے کی بڑی قدر ہے اور مضطر کی دُعا خصوصیت سے قبول ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ الآیۃ (نمل ع ۵) کیا وہ ذات جو بیقرار آدمی کی سُنتا ہے جب وہ اُسکو پکارتا ہے اور اُسکی مصیبت کو دُور کرتا ہے (بھی ایسی ذات ہے جسکے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے)۔

ایک حدیث میں ہے۔ ایک شخص نے حضورؐ سے پوچھا کہ آپ کس کیطرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں، حضورؐ نے فرمایا اُس اللہ وحدہٗ کیطرف کہ اگر تجھے کوئی مضرت پہنچے پھر تُو اسکو پکارے تو وہ تیری مصیبت کو زائل کردے اور وہ اللہ وحدہٗ کہ اگر تُو کہیں راستہ میں سواری کو گم کردے پھر اُسکو پکارے تو وہ تیری سواری کو تجھ پر لوٹا دے اور اگر تجھے قحط سے سابقہ پڑے پھر تُو اسکو پکارے تو وہ تیرے لئے روزی اُتار دے۔ سہیمؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبد اللہؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک لڑکی آئی اور اُسنے اپنے سردار سے کہا کہ آپ یہاں بیٹھے ہیں آپکے گھوڑے کو نظر نے کھالیا وہ گھوڑا حیران سرگردان گھومتا پھر رہا ہے کسی جھاڑ پھونک کرنیوالے کو ڈھونڈ کر لائیے۔ حضرت عبد اللہؓ نے فرمایا کسی جھاڑنیوالے کی ضرورت نہیں اُسکے ناک کے داہنے سوراخ میں چار مرتبہ بائیں میں تین مرتبہ یہ دُعا پڑھکر پھونک مارو۔ لَا بَأْسَ اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا یَکْشِفُ الضُّرَّ اِلَّا اَنْتَ ترجمہ (کوئی خوف کی بات نہیں ہے اے آدمیوں کے رب تُو اسکی تکلیف کو زائل کردے اور اسکو شفا عطا کردے تو ہی شفا دینے والا ہے تیرے سوا کوئی شخص نقصان کو ہٹانیوالا نہیں ہے) وہ شخص گیا اور تھوڑی دیر میں واپس آگیا اور کہنے لگا کہ میں نے آپکے کہنے کے موافق کیا وہ بالکل اچھا ہوگیا وہ کھانے بھی لگا اور پیشاب پاخانہ بھی کیا۔[1]

یہ بات خوب اچھی طرح دل میں جمالینا چاہئے اور جتنی زیادہ دلمیں یہ بات پختہ ہوجائیگی اتنی ہی دین اور دُنیا میں کام آنیوالی بات ہے کہ نفع اور نقصان صرف اُسی پاک ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ کے قبضہ میں ہے اُسی سے اپنی حاجات طلب کرنا چاہئے اُسی کیطرف ہر مصیبت میں متوجہ ہونا چاہئے ساری دُنیا کے قلوب اُسی کے تابع ہیں۔

(۵۳) حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کی خدمت میں ایک شخص نے دس ہزار درہم نذرانہ پیش کیا انہوں نے اسکے قبول کرنے سے صاف انکار کردیا اور فرمایا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ دس ہزار درم کی وجہ سے میرا نام فقراء کے دفتر سے کٹ جائے خدا کی قسم میں اسکو ہرگز گوارا نہیں کرتا۔

---

[1] دُرِ منثور

انکا یہ بھی ارشاد ہے کہ دُنیا دار دُنیا میں راحت تلاش کرتے ہیں اسوجہ سے دھوکہ میں پڑجاتے ہیں (بھلا دُنیا میں راحت کہاں) اگر ان لوگوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ بادشاہت ہمارے پاس ہے تو یہ لوگ تلواروں سے ہم سے لڑنے لگیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے کسی نے پوچھا کہ آدمی کون لوگ ہیں؟ فرمایا علماء، اُسنے پوچھا کہ بادشاہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا زاہد لوگ۔ (دُنیا سے بے رغبتی کرنیوالے) اُسنے پوچھا بیوقوف احمق کون لوگ ہیں؟ فرمایا جو دین کے ذریعے سے دُنیا کماتے ہوں۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ زاہد لوگ آخرت کے بادشاہ ہیں اور وہ فقراء عارفین ہیں حضرت شیخ ابومدینؒ فرماتے ہیں کہ بادشاہت دوطرح کی ہوتی ہے ایک شہروں کی۔ دوسری دِلوں کی حقیقی بادشاہ زاہد ہی ہوتے ہیں (جو دِلوں کے بادشاہ ہوتے ہیں)۔

ایک جماعت کا مذہب جن میں حضرت امام شافعیؒ بھی ہیں یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ وصیت کرکے مرجائے کہ میرے مال سے اتنا مال ایسے لوگوں کو دیدیا جائے جو سب سے زیادہ سمجھدار ہوں تو وہ مال وصیت کا زاہدوں کو دیا جائیگا (اسلئے کہ حقیقی سمجھدار وہی ہیں) لہ

(۵۴) امام کبیر عارف شہیر شیخ ابوعبداللہ حارث بن اسد محاسبیؒ نے ایکمرتبہ ان علماء کا جو دُنیا کیطرف مائل رہتے ہیں ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس بھی تو بہت مال تھا یہ بیوقوف صحابہ کرامؓ کا ذکر اسلئے کرتے ہیں کہ لوگ انکو مال جمع کرنے میں معذور سمجھنے لگیں شیطان انکی ساتھ مکر کرتا ہے اور انکو ذرا بھی پتہ نہیں چلتا۔ ارے احمق تیرا ناس ہوجائے تیرا حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے مال سے استدلال کرنا یہ شیطان کا مکر ہے وہ یہ الفاظ تیری زبان سے نکلواتا ہے تاکہ تو ہلاک اور برباد ہوجائے۔ جب تو نے یہ کہا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی مال شرافت اور زینت کیلئے جمع کیا تو تُو نے ان سرداروں کی غیبت کی اور تُو نے انکی طرف بڑی سخت چیز منسوب کردی اور جب تُو نے یہ سمجھا کہ حلال طریقہ سے مال کا جمع کرنا اُسکے ترک سے افضل ہے تو تُو نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تُو نے سارے رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی اور تُو نے نعوذ باللہ انکو انجان بتایا جبکہ انھوں نے تیری طرح سے مال جمع نہ کیا اور جب تُو نے یہ خیال کیا کہ حلال طریقہ سے مال کا جمع کرنا اُسکے ترک سے افضل ہے تو تُو نے یہ دعویٰ کردیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کیساتھ خیرخواہی نہیں فرمائی جبکہ انھوں نے مال جمع کرنے کو منع فرمایا۔ آسمان کے رب کی قسم تُو نے اپنے اس دعوی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا۔ حضور اقدس

لہ روض

صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے حال پر نہایت شفیق تھے، انکے خیر خواہ تھے' ان پر بڑے مہربان تھے' ان پر بہت رحم کرنیوالے تھے۔ ارے احمق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے فضل و کمال کے باوجود' اپنے تقویٰ کے باوجود' اپنے احسانات کے باوجود' اللہ تعالیٰ شانہٗ کے راستہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرنیکے باوجود اور حضورؐ کے صحابیؓ ہونیکے باوجود اور ان حضرات میں ہونیکے باوجود جنکو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا ہی میں جنت کی بشارت دیدی تھی (اور عشرہ بشرہ کے نام سے مشہور تھے ان سب کمالات کے باوجود) صرف اپنے مال کیوجہ سے قیامت کے میدان میں رُکے رہے اور فقرائے مہاجرین کیساتھ جنت میں تشریف نہ لیجا سکے۔ پھر تیرا ہم لوگوں کے متعلق کیا خیال ہے جو دُنیا کے دھندوں میں پھنسے رہیں اور تعجب اور سخت تعجب اُس فتنہ میں پڑے ہوئے سے ہے جو حرام اور مشتبہ مال کی گڑبڑ میں آلودہ ہو اور لوگوں کے مَیل (صدقات کا مال) کھاتا ہو' شہوتوں اور زینت اور تفاخر میں وقت گذارتا ہو پھر وہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے حال سے استدلال کرے اسکے بعد علامہ محاسبیؒ نے صحابہ کرامؓ کے بہترین حالات ذکر کرنیکے بعد کہا کہ یہ حضرات مسکنت کو پسند کرنے والے تھے فقر کے خوف سے بیفکر تھے اپنی روزی میں اللہ جل شانہٗ پر پورا اعتماد کرنیوالے تھے اور تقدیر پر راضی رہنے والے تھے مصائب پر خوش ہونیوالے تھے ثروت میں شکر گذار غربت میں صبر کرنیوالے تھے اچھے حالات میں اللہ جل شانہٗ کی حمد کرنیوالے تھے تواضع کرنیوالے تھے اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دینے والے تھے جب انکے پاس فقر آجاتا تو اُسکو مرحبا (بہت اچھا کیا آیا) کہنے والے تھے اُسکو صلحاء کا شعار کہتے تھے تو خدا کی قسم کھا کر بتا کیا تیرا بھی یہی حال ہے تو انکی مشابہت سے بہت دُور ہے تیرا حال انکے حال کی بالکل ضد ہے۔ تو غنا کیوقت سرکش ہو جاتا ہے' ثروت کیوقت اکڑنے لگتا ہے' تو مال کے وقت خوشی میں ایسا محو ہوتا ہے کہ اللہ کی نعمت کا شکر بھی بھول جاتا ہے' تکلیف کے وقت اللہ کی مدد سے نا اُمید ہو جاتا ہے' مصیبت کیوقت ناک مُنہ چڑھانے لگتا ہے اور تقدیر پر ذرا بھی راضی نہیں ہوتا تو فقیروں سے بُغض رکھتا ہے' مسکنت سے ناک چڑھاتا ہے۔ تو مال اسلئے جمع کرتا ہے تاکہ دُنیا کا تنعم اختیار کرے اُسکی رونق سے دل بہلائے اُسکی لذتوں' شہوتوں میں مزے اُڑائے۔ وہ حضرات دُنیا کی حلال چیزوں سے اتنا الگ رہتے تھے جتنا تو حرام چیزوں سے بھی علیحدہ نہیں رہتا وہ معمولی لغزش کو اتنا سخت سمجھتے تھے جتنا تو حرام اور کبیرہ گناہ کو بھی سخت نہیں سمجھتا کاش تیرا عمدہ سے عمدہ اور حلال سے حلال مال بھی انکے مشتبہ مال کے برابر ہوتا اور کاش تو اپنے گناہوں سے ایسا ڈرتا جیسا وہ اپنی نیکیوں کے قبول نہ ہونیسے ڈرتے تھے' کاش تیرا روزہ ان کے افطار کی برابر ہو جاتا (کہ انکا افطار کرنا بھی اللہ کے واسطے تھا جسپر ثواب تھا) اور کاش تیرا راتکو جاگنا بھی انکے سونیکے برابر ہو جاتا اور کاش تیری عمر بھر کی نیکیاں انکی کسی ایک نیکی کے برابر ہو جاتیں ارے کمبخت تیرے لئے یہی مناسب تھا کہ تو دُنیا سے صرف اتنا حاصل کرتا جتنا مُسافر کا توشہ ہوتا ہے' کاش تو دُنیا داروں کے حال سے عبرت پکڑتا کہ وہ میدانِ حشر میں حساب

میں پکڑے ہوئے ہونگے۔ اور تو پہلے ہی زمرہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ جنت میں چلا جاتا کہ نہ تو میدانِ حشر میں روکا جاتا نہ تجھ پر لمبا چوڑا حساب ہوتا۔ اسلئے کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میری اُمّت کے فقرا انکے مالداروں سے پانسو برس پہلے جنت میں جائیں گے۔ [۱]

(۵۵) حضرت عبدالواحد بن زیدؒ جو مشائخ چشتیہ کے سلسلہ میں مشہور بزرگ ہیں، فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایکمرتبہ کشتی میں سوار جارہے تھے ہوا کی گردش نے ہماری کشتی کو ایک جزیرہ میں پہنچا دیا ہم نے وہاں ایک آدمی کو دیکھا کہ ایک بُت کو پوج رہا ہے۔ ہم نے اُس سے پوچھا کہ تو کس کی پرستش کرتا ہے اُسنے اُس بت کی طرف اشارہ کیا۔ ہم نے کہا تیرا معبود خود تیرا بنایا ہوا ہے اور ہمارا معبود ایسی چیزیں بنا دیتا ہے جو اپنے ہاتھ سے بنایا ہوا ہو وہ پوجنے کے لائق نہیں ہے اُسنے کہا تم کس کی پرستش کرتے ہو ہم نے کہا اُس پاک ذات کی جس کا عرش آسمان کے اوپر ہے اُسکی گرفت زمین پر ہے اُسکی عظمت اور بڑائی سب سے بالاتر ہے کہنے لگا تمھیں اُس پاک ذات کا علم کس طرح ہوا ہم نے کہا اُسنے ایک رسولؐ (قاصد) ہمارے پاس بھیجا جو بہت کریم اور شریف تھا اُس رسولؐ نے ہمیں یہ سب باتیں بتائیں اُسنے کہا وہ رسولؐ کہاں ہیں ہم نے کہا کہ اُسنے جب پیام پہنچا دیا اور اپنا حق پورا کر دیا تو اُس مالک نے اُسکو اپنے پاس بُلا لیا تاکہ اُسکے پیام پہنچانے اور اُسکو اچھی طرح پورا کر دینے کا صلہ و انعام عطا فرمائے اُسنے کہا کہ اُس رسولؐ نے تمھارے پاس کوئی علامت چھوڑی ہے؟ ہم نے کہا اُس مالک کی پاک کلام ہمارے پاس چھوڑی ہے۔ اُسنے کہا مجھے وہ کتاب دکھاؤ۔ ہم نے قرآن پاک لاکر اُسکے سامنے رکھا۔ اُسنے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تم اسمیں سے مجھے کچھ سُناؤ ہم نے ایک سورت سُنائی وہ سُنتے ہوئے روتا رہا۔ یہانتک کہ وہ سورت پوری ہوگئی اُسنے کہا اس پاک کلام والے کا حق یہی ہے کہ اُسکی نافرمانی نہ کیجائے۔ اسکے بعد وہ مسلمان ہوگیا۔ ہم نے اسکو اسلام کے ارکان اور احکام بتائے اور چند سورتیں قرآن پاک کی سکھائیں جب رات ہوئی عشا کی نماز پڑھکر ہم سونے لگے تو اُسنے پوچھا کہ تمھارا معبود بھی رات کو سوتا ہے ہم نے کہا وہ پاک ذات حی قیوم ہے وہ نہ سوتا ہے نہ اُسکو اونگھ آتی ہے (آیۃ الکرسی)۔ وہ کہنے لگا تم کسقدر نالائق بندے ہو کہ آقا تو جاگتا رہے اور تم سو جاؤ ہمیں اُسکی بات سے بڑی حیرت ہوئی۔ جب ہم اُس جزیرہ سے واپس ہونے لگے تو وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی اپنی ساتھ ہی لے چلو تاکہ میں دین کی باتیں سیکھوں ہم نے اپنی ساتھ لے لیا۔ جب ہم شہر عبادان میں پہنچے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ شخص نو مسلم ہے اس کیلئے کچھ معاش کا فکر بھی چاہیئے ہم نے کچھ درم چندہ کیا اور اُسکو دینے لگے اُسنے پوچھا یہ کیا ہے۔ ہم نے کہا کچھ درم ہیں انکو تم اپنے خرچ میں لے آنا۔ کہنے لگا لا الٰہ الا اللہ تم لوگوں نے مجھے ایسا راستہ دکھایا جسپر خود بھی نہیں چلتے میں ایک جزیرہ میں تھا ایک بُت کی پرستش کرتا تھا خدائے پاک کی

---

[۱] روض

پرستش بھی نہ کرتا تھا اُسنے اسحالت میں بھی مجھے ضائع اور ہلاک نہیں کیا حالانکہ میں اُسکو جانتا بھی نہ تھا پس وہ اسوقت مجھے کیونکر ضائع کردیگا جبکہ میں اُسکو پہچانتا بھی ہُوں (اُسکی عبادت بھی کرتا ہُوں) تین دن کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ اُسکا آخری وقت ہے موت کے قریب ہے ہم اُسکے پاس گئے اُس سے پوچھا کہ تیری کوئی حاجت ہو تو بتا۔ کہنے لگا میری تمام حاجتیں اُس پاک ذات نے پوری کردیں جسنے تم لوگوں کو جزیرہ میں میری ہدایت کیلئے بھیجا تھا) شیخ عبدالواحدؒ فرماتے ہیں کہ مجھ پر دفعتہً نیند کا غلبہ ہوا میں وہیں سوگیا تو میں نے خواب میں دیکھا ایک نہایت سرسبز شاداب باغ ہے اُسمیں ایک نہایت نفیس قُبہ بنا ہوا ہے اُسمیں ایک تخت بچھا ہوا ہے اُس تخت پر ایک نہایت حسین لڑکی کہ اُس جیسی خوبصورت عورت کبھی کسی نے نہ دیکھی ہوگی یہ کہہ رہی ہے خدا کے واسطے اُسکو جلدی بھیجدو اُسکے اشتیاق میں میری بیقراری حد سے بڑھ گئی۔ میری جو آنکھ کھلی تو اُس نومسلم کی روح پرواز کرچکی تھی۔ ہم نے اُسکی تجہیز و تکفین کی اور دفن کردیا جب رات ہوئی تو میں نے وہی باغ اور قبہ اور تخت پر وہ لڑکی اسکے پاس دیکھی اور وہ یہ آیت شریفہ پڑھ رہا تھا۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ الآیہ (رعد ع ۳) جسکا ترجمہ یہ ہے۔ اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازہ سے آتے ہونگے اور انکو سلام کرتے ہونگے (جو ہر قسم کی آفت سے سلامتی کا مژدہ ہے اور یہ) اسوجہ سے کہ تم نے صبر کیا تھا (اور دین پر مضبوط جمے رہے) پس اس جہان میں تمہارا انجام بہت بہتر ہے[1]۔

حق تعالیٰ شانہٗ کی عطا اور بخشش کے کرشمے ہیں کہ ساری عمر بُت پرستی کی اور اُسنے اپنے لطف و کرم سے موت کے قریب ان لوگوں کو زبردستی کشتی کے بے قابو ہوجانیسے وہاں بھیجا اور اُسکو آخرت کی دولت سے مالا مال کردیا اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ۔ مالک الملک جسکو تُو دینا چاہے اُسکو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جسکو تُو نہ چاہے اُسکو کوئی دینے والا نہیں۔

(۵۶) حضرت مالک بن دینارؒ ایکمرتبہ بصرہ کی گلیوں میں جارہے تھے راستہ میں ایک باندی ایسے جاہ و جلال حشم خدم کی ساتھ جارہی تھی جیسا کہ بادشاہوں کی باندیاں ہوتی ہیں حضرت مالکؒ نے اُسکو دیکھا تو آواز دیکر فرمایا کہ اے باندی تجھے تیرا آقا فروخت کرتا ہے یا نہیں وہ باندی اس فقرہ کو سُنکر (حیران رہ گئی) کہنے لگی کیا کہا پھر کہو انھوں نے پھر ارشاد فرمایا۔ اُسنے کہا اگر وہ فروخت بھی کرے تو کیا تجھ جیسا فقیر خرید سکتا ہے۔ فرمانے لگے ہاں اور تجھ سے بہتر کو خرید سکتا ہے وہ باندی یہ سُنکر ہنس پڑی اور اپنے خدام کو حکمدیا کہ اس فقیر کو پکڑ کر ہماری ساتھ لے چلو (ذرا مذاق بھی رہیگا) خدام نے پکڑکر ساتھ لے لیا وہ جب گھر واپس پہنچی تو اُسنے اپنے آقا سے یہ قصہ سُنایا وہ بھی سُنکر بہت ہنسا اور انکو اپنے سامنے لانیکا حکمدیا جب یہ سامنے پیش کئے گئے تو اُس آقا کے دل پر ایک ہیبت سی اُنکی چھاگئی وہ کہنے لگا آپ کیا چاہتے ہیں؟ انھوں نے

---

[1] روض

فرمایا کہ تُو اپنی باندی میرے ہاتھ فروخت کردے۔ اُسنے پوچھا کہ آپ اسکی قیمت دے سکتے ہیں، حضرت مالکؒ
نے فرمایا کہ میرے نزدیک اسکی قیمت کھجور کی دو بجھی ہوئی گٹھلیاں ہیں یہ سُنکر سب ہنسنے لگے اُسنے پوچھا کہ تم
نے یہ قیمت کس مناسبت سے تجویز کی؟ انھوں نے فرمایا کہ اسمیں عیب بہت ہیں۔ اُسنے پوچھا کہ اسمیں کیا
کیا عیب ہیں، فرمانے لگے اگر عطر نہ لگائے تو بدن میں سے بُو آنے لگے اگر دانت صاف نہ کرے تو منھ میں سڑاہند
آنے لگے اگر بالوں میں تیل کنگھی نہ کرے تو وہ پریشان حال ہوجائیں جوئیں ان میں پڑجائیں (اور سر میں سے
بُو آنے لگے) ذرا عمر زیادہ ہوجاوےگی تو بوڑھی بن جائیگی (منہ لگانیکے بھی قابل نہ رہے گی) حیض اسکو آتا ہے
پیشاب پاخانہ یہ کرتی ہے۔ ہر قسم کی گندگیاں (تھوک، سنک، رال، ناک کے چوہے وغیرہ) اسمیں سے نکلتے رہتے
ہیں، غم رنج مصیبتیں اسکو پیش آتی رہتی ہیں، خودغرض اتنی ہے کہ محض اپنی غرض سے تجھ سے محبت ظاہر
کرتی ہے محض اپنی راحت و آرام کیوجہ سے تجھ سے اُلفت جتاتی ہے (آج کوئی تکلیف تجھ سے پہنچ جائے،
ساری محبت ختم ہوجائے) انتہائی بیوفا کوئی قول قرار پورا نہ کرے اسکی ساری محبت جھوٹی ہے کل کو
تیرے بعد کسی دوسرے کے پہلو میں بیٹھے گی تو اُس سے بھی ایسی ہی محبت کے دعوے کرنے لگے گی۔ میرے
پاس اس سے ہزار درجہ بہتر باندی ہے جو اس سے نہایت کم قیمت ہے وہ کافور کے جوہر سے بنی ہوئی ہے
مشک اور زعفران کی ملاوٹ سے پیدا کی گئی ہے اُسپر موتی اور نور لپیٹا گیا ہے اگر کھارے پانی میں اُسکا
آبِ دہن ڈالدیا جائے تو وہ میٹھا ہوجائے اور مُردہ سے اگر وہ بات کرے تو وہ زندہ ہوجائے، اگر اُس کی
کلائی آفتاب کے سامنے کردیجائے تو آفتاب بےنور ہوجائے گہن ہوجائے اگر وہ اندھیرے میں آجائے تو سارا
گھر روشن ہوجائے، چمک جائے اگر وہ دُنیا میں اپنی زیب و زینت کی ساتھ آجائے تو سارا جہاں معطر ہوجائے،
چمک جائے، اُس باندی نے مشک و زعفران کے باغوں میں پرورش پائی ہے، یاقوت اور مرجان کی ٹہنیوں
میں کھیلی ہے، ہر طرح کی نعمتوں کے خیموں میں اُسکا محل سرائے ہے، تسنیم جو جنت کی نہروں میں سے ایک
نہر ہے) کا پانی پیتی ہے کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتی، اپنی محبت کو نہیں بدلتی (ہرجائی نہیں ہے) اب تم
ہی بتاؤ کہ قیمت خرچ کرنیکے اعتبار سے کونسی باندی زیادہ موزوں ہے۔ سبنے کہا کہ وہی باندی جسکی
آپنے خبردی۔ آپنے فرمایا کہ اُس باندی کی قیمت ہر وقت، ہر زمانہ میں، ہر شخص کے پاس موجود ہے۔ لوگوں
نے پوچھا کہ اُسکی قیمت کیا ہے۔ آپنے فرمایا اتنی بڑی اہم اور عالیشان چیز کے خریدنے کیلئے بہت معمولی
قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور وہ یہ ہے کہ رات کا تھوڑا سا وقت فارغ کرکے صرف اللہ جل شانہٗ کے لئے
کم از کم دو رکعت تہجد کی پڑھ لی جائیں اور جب تم کھانا کھانے بیٹھو تو کسی غریب محتاج کو بھی یاد کرلو
اور اللہ جل شانہٗ کی رضا کو اپنی خواہشات پر غالب کردو۔ راستہ میں کوئی تکلیف دینے والی چیز کانٹا
اینٹ وغیرہ پڑی دیکھو اُسکو ہٹادو، دُنیا کی زندگی کو معمولی اخراجات کیساتھ پورا کردو اور اپنا

فکر وغم اس دھوکہ کے گھر سے ہٹا کر ہمیشہ رہنے والے گھر کیطرف لگادو ان چیزوں پر اہتمام کر نیسے تم دُنیا میں عزت کی زندگی گذاروگے آخرت میں بیفکر اور اعزاز و اکرام کیساتھ پہنچوگے اور جنّت جو نعمتوں کا گھر ہے اُسمیں اللہ جل شانہٗ ربُّ العزت کے پڑوس میں ہمیشہ ہمیشہ رہوگے۔ اُس باندی کے آقا نے باندی سے خطاب کر کے پوچھا کہ تُو نے شیخ کی باتیں سُن لیں یہ سچ ہیں یا نہیں؟ باندی نے کہا بالکل سچ ہیں۔ شیخ نے بڑی نصیحت اور خیر خواہی اور بھلائی کی بات بتائی ہے آقا نے کہا کہ اچھا تو تُو اب آزاد ہے اور اتنا اتنا سامان تیری نذر ہے۔ اور اپنے سب غلاموں سے کہا کہ تم بھی سب آزاد ہو اور میرے مال میں سے اتنا اتنا مال تمھاری نذر ہے اور میرا یہ گھر اور جو کچھ مال اسمیں ہے سب اللہ کی راہ میں صدقہ ہے اور گھر کے دروازے پر ایک موٹے سے کپڑے کا پردہ پڑا ہوا تھا اُسکو اتار کر اپنے بدن پر لپیٹ لیا اور اپنا سارا لباس فاخرہ اُتار کر صدقہ کر دیا۔ اُس باندی نے کہا کہ میرے آقا تمھارے بعد میرے لئے بھی یہ زندگی اب خوشگوار نہیں ہے اور اُسنے بھی ایک موٹا سا کپڑا پہن کر اپنا سارا زیب و زینت کا لباس اور اپنا سارا مال و متاع صدقہ کر کے آقا کے ساتھ ہی ہولی اور مالک بن دینارؒ انکو دُعائیں دیتے ہوئے ان سے رخصت ہو گئے اور وہ دونوں اس سارے عیش و عشرت کو طلاق دیکر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور اسی حالت میں انکا انتقال ہو گیا غفر اللہ لنا ولہم۔ [1]

(٥٧) جعفر بن سلیمانؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت مالک بن دینارؒ کیساتھ ایکدفعہ بصرہ میں چل رہا تھا ایک عالیشان محل پر گذر ہوا جسکی تعمیر جاری تھی اور ایک نوجوان بیٹھا ہوا معماروں کو ہدایات دے رہا تھا کہ یہاں یہ بنے گا وہاں اس طرح بنے گا مالک بن دینارؒ اُس نوجوان کو دیکھکر فرمانے لگے کہ یہ شخص کیسا حسین نوجوان ہے اور کس چیز میں پھنس رہا ہے اسکو اس تعمیر میں کیسا انہماک ہے، میری طبیعت پر یہ تقاضا ہے کہ میں اللہ جل شانہٗ سے اس نوجوان کیلئے دُعا کروں کہ وہ اسکو اس جھگڑے سے چھڑا کر اپنا مخلص بندہ بنالے کیسا اچھا ہو اگر یہ جنّت کے نوجوانوں میں بنجائے۔ جعفر چلو اس نوجوان کے پاس چلیں۔ جعفرؒ کہتے ہیں کہ ہم دونوں اُس نوجوان کے پاس گئے اُسکو سلام کیا اُسنے سلام کا جوابدیا (وہ مالک سے واقف تھا، مگر مالک کو پہچانا نہیں۔ تھوڑی دیر میں پہچانا تو کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کیسے تشریف آوری ہوئی؟ مالکؒ نے فرمایا تم نے اپنے اس مکان میں کسقدر روپیہ لگانیکا ارادہ کیا ہے اُس نے کہا ایک لاکھ درم۔ مالکؒ نے فرمایا کہ اگر تم یہ ایک لاکھ درم مجھے دیدو تو میں تمھارے لئے جنّت میں ایک مکان کا ذمہ لیتا ہوں جو اس سے بدرجہا بہتر ہوگا اور اُسمیں حشم خدم بہت سے ہونگے اُسمیں خیمے اور قبّے سرخ یاقوت کے ہونگے جن پر موتی جڑے ہوئے ہونگے اُسکی مٹی زعفران کی ہوگی اُسکا گارا مشک سے بنا ہوگا جسکی خوشبوئیں مہکتی

---

[1] روض

ہونگی وہ کبھی نہ پُرانا ہوگا نہ ٹوٹے گا اسکو معمار نہیں بنائینگے بلکہ حق تعالیٰ شانہ کے امر کُن سے تیار ہوجائیگا
اُس نوجوان نے کہا مجھے سوچنے کیلئے آج رات کی مہلت دیجئے کل صبح آپ تشریف لاویں تو میں اسکے متعلق
اپنی رائے عرض کرونگا حضرت مالکؒ واپس چلے آئے اور رات بھر اُس نوجوان کے فکر اور سوچ میں رہے۔ آخر
شب میں اُسکے لئے بہت عاجزی سے دُعا کی جب صبح ہوئی تو ہم دونوں اُسکے مکان پر گئے وہ نوجوان دروازہ
سے باہر ہی انتظار میں بیٹھا تھا اور جب حضرت مالکؒ کو دیکھا تو بہت خوش ہوا حضرت مالکؒ نے فرمایا تمہاری
کل کی بات میں کیا رائے رہی اُس نوجوان نے کہا کہ آپ اُس چیز کو پورا کرینگے جسکا کل آپنے وعدہ فرمایا تھا حضرتؒ
مالکؒ نے فرمایا ضرور۔ اُسنے دراہم کے توڑے سامنے لاکر رکھدیئے اور دوات قلم لاکر رکھدیا حضرت مالکؒ نے
ایک پرچہ لکھا جسمیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھا کہ یہ اقرار نامہ ہے کہ مالک بن دینارؒ نے فلاں شخص سے
اسکا ذمہ لیا ہے کہ اُسکے اس محل کے بدلہ میں حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں اُسکو ایسا ایسا محل جسکی صفت اُوپر بیان
کی گئی (جو جو صفات اُس مکان کی اوپر گذریں وہ سب لکھنے کے بعد لکھا) ملیگا بلکہ اُس سے بھی کہیں زیادہ
عمدہ اور بہتر جو عمدہ سایہ میں حق تعالیٰ شانہٗ کے قریب ہوگا۔ یہ پرچہ لکھکر اُسکے حوالہ کر دیا اور ایک لاکھ درم
اُس سے لیکر چلے آئے۔ جعفرؒ کہتے ہیں کہ شام کو حضرت مالکؒ کے پاس اُسمیں سے اتنا بھی باقی نہ تھا کہ ایک
وقت کے کھانے ہی کا کام چل سکے۔ اس واقعہ کو چالیس دن بھی نہ گذرے تھے کہ ایکدن حضرت مالکؒ جب
صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو مسجد کی محراب میں ایک پرچہ پڑا دیکھا یہ وہی پرچہ تھا جو مالکؒ نے اُس نوجوان کو
لکھکر دیا تھا اور اُسکی پشت پر بغیر روشنائی کے لکھا ہوا تھا کہ یہ اللہ جل شانہٗ کیطرف سے مالک بن دینارؒ کے
ذمہ کی برات ہے جس مکان کا تم نے اُس جوان سے ذمہ لیا تھا وہ ہم نے اُسکو پورا پورا دیدیا اور اُس سے
ستر گنے زیادہ دیدیا۔ حضرت مالکؒ اس پرچہ کو پڑھکر متحیر سے ہوئے اُسکے بعد ہم اُس نوجوان کے مکان پر گئے تو
وہاں مکان پر سیاہی کا نشان تھا (جو سوگ کی علامت کے طور پر لگایا ہوگا) اور رونیکی آوازیں آرہی تھیں
ہم نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ اُس نوجوان کا کل گذشتہ انتقال ہوگیا ہم نے پوچھا کہ اُسکا غسل میّت کسنے
دیا تھا اُسکو بلایا گیا ہم نے اُس سے اُسکے نہلانے اور کفنانے کی کیفیت پوچھی اُسنے کہا کہ اُس نوجوان نے
اپنے مرنیسے پہلے مجھے ایک پرچہ دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ جب تُو مجھے نہلا کر کفن پہنائے تو یہ پرچہ اُسمیں رکھدینا میں
نے اسکو نہلایا کفنایا اور وہ پرچہ اُسکے کفن کے اور بدن کے درمیان میں رکھدیا۔ حضرت مالکؒ نے وہ پرچہ
اپنے پاس سے نکال کر اُسکو دکھایا وہ کہنے لگا کہ یہ وہی پرچہ ہے قسم ہے اُس ذات کی جسنے اُسکو موت دی
یہ پرچہ میں نے خود اُسکے کفن کے اندر رکھا تھا۔ یہ منظر دیکھکر ایک دوسرا نوجوان اُٹھا اور کہنے لگا کہ مالکؒ
آپ مجھ سے دو لاکھ درم لے لیجئے اور مجھے بھی پرچہ لکھدیجئے۔ حضرت مالکؒ نے فرمایا کہ وہ بات دُور چلی گئی۔
اب نہیں ہوسکتا اللہ جل شانہٗ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اسکے بعد جب بھی مالکؒ اُس نوجوان کا ذکر فرماتے

تو رونے لگتے اور اُس کیلئے دُعا کرتے تھے۔ ؎

بزرگوں کو اس قسم کے واقعات بہت کثرت سے پیش آتے ہیں کہ جوش میں کوئی بات زبان سے نکل گئی حق تعالیٰ شانہٗ اُسکو اُسی طرح پورا فرماتے ہیں جسکو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد میں ان الفاظ سے نقل کیا گیا کہ بہت سے بکھرے ہوئے بالوں والے غبار آلودہ لوگ جنکو لوگ اپنے دروازہ سے ہٹادیں اور انکی پرواہ بھی نہ کریں ایسے ہیں کہ اگر اللہ جل شانہٗ پر کسی بات کی قسم کھالیں تو وہ ان کی بات کو پورا کرے۔ ؎

(۵۸) محمد بن سماکؒ فرماتے ہیں کہ بنو امیہ کے لوگوں میں موسیٰ بن محمد بن سلیمان الہاشمی بہت ہی نازپروردہ رئیس تھا دل کی خواہشات پوری کرنے میں ہر وقت منہمک رہتا کھانے میں، پینے میں، لباس میں، لہو و لعب میں، خواہشات اور لذات کی ہر نوع میں اعلیٰ درجہ پر تھا، لڑکے لڑکیوں میں ہر وقت منہمک رہتا، نہ اُسکو کوئی غم تھا نہ فکر خود بھی نہایت ہی حسین چاند کے ٹکڑے کی طرح سے تھا اللہ تعالیٰ شانہٗ کی ہر نوع کی دنیوی نعمت اُسپر پوری تھی۔ اُسکی آمدنی تین لاکھ تین ہزار دینار (اشرفیاں) سالانہ تھی جو ساری کی ساری اسی لہو و لعب میں خرچ ہوتی تھی۔ ایک اونچا بالاخانہ تھا جسمیں کئی کھڑکیاں تو شارع عام کیطرف کھلی ہوئی تھیں جن پر بیٹھ کر وہ راستہ چلنے والوں کے نظارے کرتا۔ اور کئی کھڑکیاں دوسری جانب باغ کیطرف کھلی ہوئی تھیں جن میں بیٹھکر وہ باغ کی ہوائیں کھاتا، خوشبوئیں سونگھتا، اُس بالاخانہ میں ایک ہاتھی دانت کا قبہ تھا جو چاندی کی میخوں سے جڑا ہوا تھا اور سونے کا اُسپر جھول تھا اُسکے اندر ایک تخت تھا جس پر موتیوں کی چادر تھی اور اُس ہاشمی کے سر پر موتیوں کا جڑاؤ عمامہ تھا اُس قبہ میں اُسکے یار، احباب جمع رہتے خدام ادب سے پیچھے کھڑے رہتے، سامنے ناچنے گانے والیاں قبہ سے باہر مجتمع رہتیں، جب گانا سُننے کو دل چاہتا وہ ستار کیطرف ایک نظر اُٹھاتا اور سب حاضر ہوجاتیں اور جب بند کرنا چاہتا ہاتھ سے ستار کیطرف اشارہ کردیتا گانا بند ہوجاتا۔ رات کو ہمیشہ جبتک نیند نہ آتی یہی شغل رہتا اور جب (شراب کے نشہ سے) اُسکی عقل جاتی رہتی یارانِ مجلس اُٹھکر چلے جاتے وہ جونسی لڑکی کو چاہتا پکڑ لیتا اور رات بھر اُسکے ساتھ خلوت کرتا صبح کو وہ شطرنج چوسر وغیرہ میں مشغول ہوجاتا اُسکے سامنے کوئی رنج و غم کی بات کسی کی موت کسی کی بیماری کا تذکرہ بالکل نہ آتا۔ اُسکی مجلس میں ہر وقت ہنسی اور خوشی کی باتیں ہنسانے والے قصے اور اسی قسم کے تذکرے رہتے۔ ہر دن نئی نئی خوشبوئیں جو اُس زمانہ میں کہیں ملتیں وہ روزانہ اُسکی مجلس میں آتیں عمدہ عمدہ خوشبوؤں کے گلدستے وغیرہ حاضر کئے جاتے اسی حالت میں اُسکے ستائیس برس گذرے۔ ایک رات کو وہ حسب معمول اپنے قبہ میں تھا دفعۃً اسکے کان میں ایک ایسی سریلی آواز پڑی

؎ روض ؎ مسلم شریف

جو اُسکے گانے والونکی آواز سے بالکل جُدا تھی لیکن بڑی دلکش تھی اُسکی آواز نے کان میں پڑتے ہی اسکو بے چین سا کر دیا اپنے گانیوالوں کو بند کر دیا اور قبہ کی کھڑکی سے باہر سر نکالکر اُس آواز کو سننے لگا وہ آواز کبھی کان میں پڑجاتی کبھی بند ہو جاتی اسنے اپنے خدام کو حکمدیا کہ یہ آواز جس شخص کی آرہی ہے اُسکو پکڑ کے لاؤ شراب کا دور چل رہا تھا خدام جلدی سے اُس آواز کیطرف دوڑے اور اُس آواز کو تلاش کرتے کرتے ایک مسجد میں پہنچے جہاں ایک جوان نہایت ضعیف بدن، زرد رنگ گردن سوکھی ہوئی، ہونٹوں پر خشکی آئی ہوئی بال پراگندہ، پیٹ کمر سے لگا ہوا، دو ایسی چھوٹی چھوٹی لنگیاں اسکے بدن پر کہ ان سے کم میں بدن نہ ڈھک سکے مسجد میں کھڑا ہوا اپنے رب کی ساتھ مشغول تلاوت کر رہا یہ لوگ اُسکو پکڑ کرلے گئے نہ اُس سے کچھ کہا نہ بتایا، ایکدم اُس کو مسجد سے نکالکر وہاں بالاخانہ پر لیجا کر اُسکے سامنے پیش کر دیا کہ حضور یہ حاضر ہے وہ شراب کے نشہ میں کہنے لگا یہ کون شخص ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضور یہ وہی شخص ہے جسکی آواز آپنے سُنی تھی اُسنے پوچھا کہ تم اسکو کہاں سے لائے ہو وہ کہنے لگے حضور مسجد میں تھا کھڑا ہوا قرآن شریف پڑھ رہا تھا اُس رئیس نے اس فقیر سے پوچھا کہ تم کیا پڑھ رہے تھے اسنے اعوذ باللہ پڑھکر یہ آیتیں بتائیں:-

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۝ عَلَی الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ ۝ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ۝ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ ۝ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ (سورۂ تطفیف)

جنکا ترجمہ یہ ہے بیشک نیک لوگ (جنّت کی) بڑی نعمتوں میں ہونگے مسہریوں پر بیٹھے ہوئے (جنّت کے عجائب) دیکھتے ہونگے۔ اے مخاطب تُو انکے چہروں پر نعمتونکی شادابی، سرسبزی محسوس کریگا اور انکے پینے کیلئے خالص شراب سربمہر جس پر مشک کی مہر ہوگی ملے گی (ایک دوسرے پر) حرص کرنیوالوں کو ایسی ہی چیزوں میں حرص کرنا چاہیئے (کہ یہ نعمتیں کس کو زیادہ ملتی ہیں اور انکا ملنا اعمال کیوجہ سے ہوتا ہے اسلئے ان اعمال میں حرص کرنا چاہیئے جن سے یہ نعمتیں حاصل ہوں) اور اُس شراب کی آمیزش تسنیم کے پانی سے ہوگی (شراب میں کوئی چیز ملائی جاتی ہے تو اس سے اُسکا جوش زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ تسنیم جنّت کا) ایک ایسا چشمہ ہے جس سے مقرب لوگ پانی پیتے ہیں (یعنی اس چشمہ کا پانی مقرب لوگوں کو تو خالص ملیگا اور نیک لوگونکی شراب میں اسمیں سے تھوڑا سا ملا دیا جائیگا)۔ اسکے بعد اُس فقیر نے کہا ارے دھوکہ میں پڑے ہوئے تیرے اس محل کو میرے اس بالاخانہ کو تیرے ان فرشوں کو ان سے کیا مناسبت وہ بڑی اونچی مسہریاں ہیں جن پر فرش بچھے ہوئے ہیں ایسے فرش جو بہت بلند ہیں۔ (الواقعہ ع ۱) انکے استر دبیز ریشم کے ہونگے (الرحمٰن ع ۳) وہ لوگ سبز مشجر اور عجیب غریب خوبصورت کپڑوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں (الرحمٰن ع ۳) اللہ کا ولی ان مسہریوں پر سے ایسے دو چشموں کو دیکھیگا جو دو باغوں

میں جاری ہونگے (الرحمٰن ع ۳) ان دونوں باغوں میں ہر قسم کے میوے کی دو دو قسمیں ہونگی (کہ ایک ہی قسم کے میوے کے دو مزے ہونگے)۔ (الرحمٰن ع ۳) وہ میوے نہ تو ختم ہونگے نہ انکی کچھ روک ٹوک ہوگی (جیسا دنیا میں باغ والے توڑنے سے روکتے ہیں)۔ (الواقعہ ع ۱)۔ وہ لوگ پسندیدہ زندگی میں بہت بلند مقام پر جنت میں ہونگے (الحاقہ ع ۱)۔ ایسی عالی مقام جنت میں ہونگے جہاں کوئی لغوبات نہ سنیں گے اسمیں بہتے ہوئے چشمے ہونگے اور اسمیں اونچے اونچے تخت بچھے ہوئے ہونگے اور آبخورے رکھے ہوئے ہونگے اور برابر گدّے لگے ہوئے ہونگے اور سب طرف قالین ہی قالین پھیلے ہوتے پڑے ہونگے (کہ جہاں چاہے بیٹھیں ساری ہی جگہ صدر نشین ہے)۔ (غاشیہ) وہ لوگ سایوں اور چشموں میں رہتے ہونگے (والمرسلات ع ۲) اُس جنت کے پھل ہمیشہ رہنے والے ہونگے (کبھی ختم نہ ہونگے) اُسکا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہوگا۔ یہ تو انجام ہے متقی لوگوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہے (رعد ع ۵) وہ کیسی سخت آگ ہوگی (اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے) بیشک مجرم لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے وہ عذاب کسی وقت بھی ان سے ہلکا نہ کیا جائیگا اور وہ لوگ اسمیں مایوس پڑے رہیں گے (زخرف ع ۶) بیشک مجرم لوگ بڑی گمراہی اور (حماقت کے) جنون میں پڑے ہوئے ہیں (انکو اپنی حماقت اُسدن معلوم ہوگی) جسدن منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینکدیئے جائیں گے (اور ان سے کہا جائیگا کہ دوزخ کی آگ لگنے کا (اسمیں جلنے کا) مزہ چکھو (قمر ع ۳) وہ لوگ آگ میں اور کھولتے ہوئے پانی میں اور کالے دھوئیں کے سایہ میں ہونگے (واقعہ ع ۱) مجرم آدمی اس بات کی تمنا کریگا کہ اُس دن کے عذاب سے چھوٹنے کیلئے اپنے بیٹوں کو، بیوی کو، بھائی کو اور سارے کنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا اور تمام روئے زمین کے آدمیوں کو اپنے فدیہ میں دیدے پر کسی طرح عذاب سے بچ جائے لیکن یہ ہرگز ہرگز نہ ہوگا وہ آگ ایسی شعلہ والی ہے کہ بدن کی کھال تک اُتار دیگی اور وہ آگ ایسے شخص کو خود بلاویگی جسنے (دنیا میں حق سے) پیٹھ پھیری ہوگی اور (اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے) بے رُخی کی ہوگی اور (ناحق) مال جمع کیا ہوگا اور اُسکو اُٹھا کر حفاظت سے رکھا ہوگا (معارج ع ۱) یہ شخص نہایت سخت مشقت میں ہوگا اور نہایت سخت عذاب میں اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کے غصہ میں ہوگا اور یہ لوگ اس عذاب سے کبھی نکلنے والے نہیں ہونگے (اس کلام میں اس فقیر نے جنت اور دوزخ کی بہت سی آیات کی طرف اشارہ کر دیا جنکی سورت اور رکوع کا حوالہ لکھدیا گیا پوری آیات مترجم قرآن شریف سے دیکھی جا سکتی ہیں)۔

وہ ہاشمی رئیس فقیر کا کلام سُنکر اپنی جگہ سے اُٹھا اور فقیر سے معانقہ کیا اور خوب چلا کر رویا اور اپنے سب اہلِ مجلس کو کہدیا کہ تم سب چلے جاؤ اور فقیر کو ساتھ لیکر صحن میں گیا اور ایک بوریے پر بیٹھ گیا اور اپنی جوانی پر نوحہ کرتا رہا اپنی حالت پر روتا رہا اور فقیر اُسکو نصیحت کرتا رہا یہانتک کہ

صبح ہو گئی اُسنے اپنے سب گناہوں سے اول فقیر کے سامنے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ شانہٗ سے اسکا عہد کیا کہ آئندہ کبھی کوئی گناہ نہ کریگا پھر دوبارہ دن میں سارے مجمع کے سامنے توبہ کی اور مسجد کا کونہ سنبھال کر اللہ تعالیٰ شانہٗ کی عبادت میں مشغول ہو گیا اور اپناوہ سارا ساز و سامان مال و متاع سب فروخت کر کے صدقہ کر دیا اور تمام نوکروں کو موقوف کر دیا اور جتنی چیزیں ظلم و ستم سے لی تھیں سب اہل حقوق کو واپس کیں غلام اور باندیوں میں سے بہت سے آزاد کئے اور بہت سے فروخت کر کے ان کی قیمت صدقہ کر دی اور موٹا لباس اور جَو کی روٹی اختیار کی تمام رات نماز پڑھتا دن کو روزہ رکھتا حتیٰ کہ بزرگ اور نیک لوگ اُسکے پاس اُسکی زیارت کو آنے لگے اور اتنا مجاہدہ اُسنے شروع کر دیا کہ لوگ اُس کو اپنے حال پر رحم کھانے کی اور مشقت میں کمی کرنے کی فرمائش کرتے اور اُس کو سمجھاتے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نہایت کریم ہیں وہ تھوڑی محنت پر بہت زیادہ اجر عطا فرماتے ہیں مگر وہ کہتا کہ دوستو میرا حال مجھی کو معلوم ہے میں نے اپنے مولیٰ کی رات دن نافرمانیاں کی ہیں بڑے سخت سخت گناہ کئے ہیں یہ کہکر وہ رونے لگتا اور خوب روتا اسی حالت میں ننگے پاؤں پیدل حج کو گیا ایک موٹا کپڑا بدن پر تھا ایک پیالہ اور ایک تھیلا صرف ساتھ تھا اسی حالت میں مکہ مکرمہ پہنچا اور حج کے بعد وہیں قیام کر لیا وہیں انتقال ہوا رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ مکہ کے قیام میں رات کو حطیم میں جاکر خوب روتا اور گڑگڑاتا اور کہتا کہ میرے مولےٰ میری کتنی خلوتیں ایسی گذر گئیں جن میں میں نے تیرا خیال بھی نہ کیا میں نے کتنے بڑے بڑے گناہوں سے تیرا مقابلہ کیا میرے مولےٰ میری نیکیاں ساری جاتی رہیں (کہ کچھ بھی نہ کمایا) اور میرے گناہ میری ساتھ رہ گئے ہلاکت ہے میرے لئے اُس دن جس دن تجھ سے ملاقات ہوگی (یعنی مرنے کے بعد) میرے لئے ہلاکت پر ہلاکت ہے یعنی بہت زیادہ ہلاکت ہے اس دن جسدن میرے اعمالنامے کھولے جائیں گے آہ وہ میری رُسوائیوں سے بھرے ہوئے ہوں گے وہ میرے گناہوں سے پُر ہونگے بلکہ تیری ناراضی سے مجھ پر ہلاکت اُتر چکی ہے اور تیرا عتاب مجھ پر ہلاکت ہے جو تیرے ان احسانوں پر ہوگا جو ہمیشہ تُونے مجھ پر کئے اور تیری ان نعمتوں پر ہوگا جن کا ہمیشہ میں نے گناہوں سے مقابلہ کیا اور تُو میری ساری حرکتوں کو دیکھ رہا تھا۔ میرے آقا تیرے سوا میرا کونسا ٹھکانا ہے جہاں بھاگ کر چلا جاؤں۔ تیرے سوا کون شخص ایسا ہے جس سے التجا کروں۔ تیرے سوا کون ہے جس پر کسی قسم کا بھروسہ کروں۔ میرے آقا میں اس قابل ہرگز نہیں ہوں کہ تجھ سے جنت کا سوال کروں البتہ محض تیرے کرم سے تیری عطا سے تیرے فضل سے اسکی تمنا کرتا ہوں کہ تُو مجھ پر رحم فرمادے اور میرے گناہ معاف کر دے۔ فَاِنَّكَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ[1]

---

[1] روض

(۵۹) ہارون رشید کا ایک بیٹا تھا جس کی عمر تقریباً سولہ سال کی تھی وہ بہت کثرت سے زاہدوں اور بزرگوں کی مجلس میں رہا کرتا تھا اور اکثر قبرستان چلا جاتا وہاں جا کر کہتا کہ تم لوگ ہم سے پہلے دنیا میں تھے دنیا کے مالک تھے لیکن اُس دنیا نے تمہیں نجات نہ دی حتیٰ کہ تم قبروں میں پہنچ گئے کاش مجھے کسی طرح خبر ہوتی کہ تم پر کیا گذر رہی ہے اور تم سے کیا کیا سوال و جواب ہوتے ہیں اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتا ؎

تروعنی الجنائز کل یوم　　　　ویحزننی بکاء النائحات

مجھے جنازے ہر دن ڈراتے ہیں اور مرنے والوں پر رونے والیوں کی آوازیں مجھے غمگین رکھتی ہیں۔ ایک دن وہ اپنے باپ (بادشاہ) کی مجلس میں آیا اُس کے پاس وزراء امراء سب جمع تھے اور لڑکے کے بدن پر ایک کپڑا معمولی اور سر پر ایک لنگی بندھی ہوئی تھی۔ اراکین سلطنت آپس میں کہنے لگے کہ اس پاگل لڑکے کی حرکتوں نے امیر المومنین کو بھی دوسرے بادشاہوں کی نگاہ میں ذلیل کر دیا اگر امیر المؤمنین اس کو تنبیہ کریں تو شاید یہ اپنی اس حالت سے باز آجائے۔ امیر المؤمنین نے یہ بات سُنکر اُس سے کہا کہ بیٹا تو نے مجھے لوگوں کی نگاہ میں ذلیل کر رکھا ہے اُس نے یہ بات سُنکر باپ کو تو کوئی جواب نہیں دیا لیکن ایک پرند وہاں بیٹھا تھا اُس کو کہا کہ اُس ذات کا واسطہ جس نے تجھے پیدا کیا تو میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ جا وہ پرند وہاں سے اُڑ کر اُس کے ہاتھ پر آکر بیٹھ گیا پھر کہا کہ اب اپنی جگہ چلا جا وہ ہاتھ پر سے اُڑ کر اپنی جگہ چلا گیا۔ اُس کے بعد اُس نے عرض کیا کہ ابا جان اصل میں آپ دنیا سے جو محبت کر رہے ہیں اس نے مجھے رسوا کر رکھا ہے۔ اب میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ آپ سے جُدائی اختیار کر لوں یہ کہکر وہاں سے چلدیا اور ایک قرآن شریف صرف اپنے ساتھ لیا چلتے ہوئے ماں نے ایک بہت قیمتی انگوٹھی بھی اُس کو دیدی (کہ احتیاج کے وقت اُس کو فروخت کر کے کام میں لائے) وہ یہاں سے چلکر بصرہ پہنچ گیا اور مزدوروں میں کام کرنے لگا ہفتہ میں صرف ایک دن شنبہ کو مزدوری کرتا اور آٹھ دن تک وہ مزدوری کے پیسے خرچ کرتا اور آٹھویں دن پھر شنبہ کو مزدوری کر لیتا اور ایک درم اور ایک دانق (یعنی درم کا چھٹا حصّہ) مزدوری لیتا اس سے کم یا زیادہ نہ لیتا۔ ایک دانق روزانہ خرچ کرتا۔ ابو عامر بصریؒ کہتے ہیں کہ میری ایک دیوار گر گئی تھی اُس کو بنوانے کے لئے میں کسی معمار کی تلاش میں نکلا (کسی نے بتایا ہوگا کہ یہ شخص بھی تعمیر کا کام کرتا ہے) میں نے دیکھا کہ نہایت خوبصورت لڑکا بیٹھا ہے ایک زنبیل پاس رکھی ہے اور قرآن شریف دیکھ کر پڑھ رہا ہے۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ لڑکے مزدوری کرو گے؟ کہنے لگا کیوں نہیں کریں گے مزدوری کے لئے تو پیدا ہی ہوئے ہیں آپ بتائیں کیا خدمت مجھ سے لینی ہے میں نے کہا گارے مٹی (تعمیر) کا کام لینا ہے۔ اُس نے کہا کہ ایک درم اور ایک دانق مزدوری

ہو گی اور نماز کے اوقات میں کام نہیں کروں گا مجھے نماز کے لئے جانا ہو گا۔ میں نے اُس کی دونوں شرطیں منظور کرلیں اور اُس کو لاکر کام پر لگادیا مغرب کے وقت جب میں نے دیکھا تو اُس نے دس آدمیوں کی بقدر کام کیا میں نے اس کو مزدوری میں دو درم دیئے اُس نے شرط سے زائد لینے سے انکار کر دیا اور ایک درم اور ایک دانق لے کر چلا گیا۔ دوسرے دن میں پھر اُس کی تلاش میں نکلا وہ مجھے کہیں نہ ملا میں نے لوگوں سے تحقیق کیا کہ ایسی ایسی صورت کا ایک لڑکا مزدوری کیا کرتا ہے کسی کو معلوم ہے کہ وہ کہاں ملے گا؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ صرف شنبہ ہی کے دن مزدوری کرتا ہے اس سے پہلے تمہیں کہیں نہیں ملیگا۔ مجھے اُس کے کام کو دیکھ کر ایسی رغبت ہوئی کہ میں نے آٹھ دن کو اپنی تعمیر بند کر دی اور شنبہ کے دن اُس کی تلاش میں نکلا وہ اُسی طرح بیٹھا قرآن شریف پڑھتا ہوا ملا میں نے سلام کیا اور مزدوری کرنے کو پوچھا۔ اُس نے وہی پہلی دو شرطیں بیان کیں۔ میں نے منظور کرلیں وہ میرے ساتھ آکر کام میں لگ گیا۔ مجھے اس پر حیرت ہو رہی تھی کہ پچھلے شنبہ کو اس اکیلے نے دس آدمیوں کا کام کس طرح کر لیا اس لئے اس مرتبہ میں نے ایسی طرح چھپکر کہ وہ مجھے نہ دیکھے اُس کے کام کرنے کا طریق دیکھا تو یہ منظر دیکھا کہ وہ ہاتھ میں گارا لیکر دیوار پر ڈالتا ہے اور پتھر اپنے آپ ہی ایک دوسرے کے ساتھ جڑتے چلے جاتے ہیں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کوئی اللہ کا ولی ہے اور اللہ کے اولیا کے کاموں کی غیب سے مدد ہوتی ہی ہے جب شام ہوئی تو میں نے اُس کو تین درم دینا چاہے اُس نے لینے سے انکار کر دیا کہ میں اتنے درم کیا کرونگا اور ایک درم اور ایک دانق لیکر چلا گیا۔ میں نے ایک ہفتہ پھر انتظار کیا اور تیسرے شنبہ کو پھر میں اُس کی تلاش میں نکلا مگر وہ مجھے نہ ملا۔ میں نے لوگوں سے تحقیق کیا۔ ایک شخص نے بتایا کہ وہ تین دن سے بیمار ہے فلاں ویرانہ جنگل میں پڑا ہے میں نے ایک شخص کو اُجرت دیکر اس پر راضی کیا کہ وہ مجھے اُس جنگل میں پہنچا دے وہ مجھے ساتھ لیکر اُس جنگل ویران میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ بیہوش پڑا ہے آدھی اینٹ کا ٹکڑا سر کے نیچے رکھا ہوا ہے میں نے اُس کو سلام کیا اُس نے جواب نہ دیا۔ میں نے دوسری مرتبہ سلام کیا تو اُس نے (آنکھ کھولی اور) مجھے پہچان لیا میں نے جلدی سے اُس کا سر اینٹ پر سے اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اُس نے سر ہٹا لیا اور چند شعر پڑھے جن میں سے دو یہ ہیں۔

یا صاحبی لا تغترر بتنعم	فالعمر ینفد والنعیم یزول
واذا حملت علی القبور جنازۃ	فاعلم بانک بعدھا محمول

"میرے دوست دنیا کی نعمتوں سے دھوکہ میں نہ پڑ عمر ختم ہوتی جارہی ہے اور یہ نعمتیں سب ختم ہوجائیں گی جب تو کوئی جنازہ لیکر قبرستان میں جائے تو یہ سوچتا رہا کر کہ تیرا بھی ایک دن اسی طرح جنازہ اٹھایا جائیگا۔"

اس کے بعد اُس نے مجھ سے کہا کہ ابو عامر جب میری روح نکل جائے تو مجھے نہلا کر میرے اسی

کپڑے میں مجھے کفن دیدینا۔ میں نے کہا میرے محبوب اس میں کیا حرج ہے کہ میں تیرے کفن کے لئے نئے کپڑے لے آؤں اُس نے جواب دیا کہ نئے کپڑوں کے لئے زندہ لوگ زیادہ مستحق ہیں (یہ جواب حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جواب ہے انہوں نے بھی اپنے وصال کے وقت یہی فرمائش کی تھی کہ میری انھیں چادروں میں کفن دیدینا اور جب ان سے نئے کپڑے کی اجازت چاہی گئی تو انھوں نے یہی جواب دیا تھا) لڑکے نے کہا کہ کفن تو (پرانا ہو یا نیا بہر حال) بوسیدہ ہو جائیگا آدمی کے ساتھ تو صرف اُس کا عمل ہی رہتا ہے اور یہ میری لنگی اور لوٹا قبر کھودنے والے کو مزدوری میں دیدینا اور یہ انگوٹھی اور قرآن شریف ہارون رشید تک پہنچا دینا اور اس کا خیال رکھنا کہ خود انھیں کے ہاتھ میں دینا اور یہ کہکر دینا کہ ایک پردیسی لڑکے کی یہ میرے پاس امانت ہے اور وہ آپ سے یہ کہہ گیا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اسی غفلت اور دھوکہ کی حالت میں آپ کی موت آجائے یہ کہکر اُس کی روح نکل گئی اُس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ لڑکا شہزادہ تھا۔ اُس کے انتقال کے بعد اُس کی وصیت کے موافق میں نے اُس کو دفن کر دیا اور دونوں چیزیں گورکن کو دیدیں اور قرآن پاک اور انگوٹھی لیکر بغداد پہنچا اور قصر شاہی کے قریب پہنچا تو بادشاہ کی سواری نکل رہی تھی۔ میں ایک اونچی جگہ کھڑا ہو گیا اوّل ایک بہت بڑا لشکر نکلا جس میں تقریباً ایک ہزار گھوڑے سوار تھے اُس کے بعد اسی طرح یکے بعد دیگرے دس لشکر نکلے۔ ہر ایک میں تقریباً ایک ہزار سوار تھے دسویں جتھے میں خود امیر المؤمنین بھی تھے۔ میں نے زور سے آواز دیکر کہا کہ اے امیر المومنین آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت رشتہ داری کا واسطہ ذرا سا توقف کر لیجئے میری آواز پر انھوں نے مجھے دیکھا تو میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا کہ میرے پاس ایک پردیسی لڑکے کی یہ امانت ہے جس نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ یہ دونوں چیزیں آپ تک پہنچا دوں۔ بادشاہ نے ان کو دیکھ کر (پہچان لیا) تھوڑی دیر سر جھکایا اُن کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے اور ایک دربان سے کہا کہ اس آدمی کو اپنے ساتھ رکھو جب میں واپسی پر بلاؤں تو میرے پاس پہنچا دینا جب وہ باہر سے واپسی پر مکان پر پہنچے تو محل کے پردے گروا کر دربان سے فرمایا اُس شخص کو بلا کر لاؤ اگرچہ وہ میرا غم تازہ ہی کرے گا۔ دربان میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ امیر المؤمنین نے بلایا ہے اور اس کا خیال رکھنا کہ امیر پر صدمہ کا بہت اثر ہے اگر تم دس باتیں کرنا چاہتے ہو تو پانچ ہی پر اکتفا کرنا۔ یہ کہکر وہ مجھے امیر کے پاس لے گیا اُس وقت امیر بالکل تنہا بیٹھے تھے مجھ سے فرمایا کہ میرے قریب آجاؤ میں قریب جاکر بیٹھ گیا۔ کہنے لگے کہ تم میرے اس بیٹے کو جانتے ہو۔ میں نے کہا جی ہاں میں اُن کو جانتا ہوں۔ کہنے لگے وہ کیا کام کرتا تھا۔ میں نے کہا گارے مٹی کی مزدوری کرتے تھے۔ کہنے لگے تم نے بھی مزدوری پر کوئی کام اُس سے کرایا ہے میں نے کہا کرایا ہے۔ کہنے لگے تمھیں اس کا خیال نہ آیا کہ اُس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت تھی (کہ یہ حضرات حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ کی اولاد ہیں) میں نے کہا امیر المؤمنین پہلے اللہ جل شانہٗ

سے معذرت چاہتا ہوں اُس کے بعد آپ سے عذر خواہ ہوں مجھے اُسوقت اس کا علم ہی نہ تھا کہ یہ کون ہیں؟ مجھے ان کے انتقال کے وقت ان کا حال معلوم ہوا۔ کہنے لگے کہ تم نے اپنے ہاتھ سے اُس کو غسل دیا میں نے کہا کہ جی ہاں۔ کہنے لگے اپنا ہاتھ لاؤ۔ میرا ہاتھ لیکر اپنے سینہ پر رکھدیا اور چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ اے وہ مسافر جس پر میرا دل پگھل رہا ہے اور میری آنکھیں اُس پر آنسو بہا رہی ہیں۔ اے وہ شخص جس کا مکان (قبر) دُور ہے لیکن اُس کا غم میرے قریب ہے۔ بے شک موت ہر اچھے سے اچھے عیش کو مکدر کر دیتی ہے۔ وہ مسافر ایک چاند کا ٹکڑا تھا (یعنی اُس کا چہرہ) جو خالص چاندی کی ٹہنی پر تھا (یعنی اُس کے بدن پر) پس چاند کا ٹکڑا بھی قبر میں پہنچ گیا اور چاندی کی ٹہنی بھی قبر میں پہنچ گئی۔

اس کے بعد ہارون رشید نے بصرہ اس کی قبر پر جانے کا ارادہ کیا ابو عامرؒ ساتھ تھے اس کی قبر پر پہنچکر ہارون رشید نے چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ اے وہ مسافر جو اپنے سفر سے کبھی بھی نہ لوٹے گا۔ موت نے کم عمری کے ہی زمانہ میں اُس کو جلدی سے اُچک لیا۔ اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو میرے لئے اُنس اور دل کی چین تھا۔ لانبی راتوں میں بھی اور مختصر راتوں میں بھی تو نے موت کا وہ پیالہ پیا ہے جس کو عنقریب تیرا بوڑھا باپ بڑھاپے کی حالت میں پیے گا بلکہ دنیا کا ہر آدمی اُس کو پیے گا چاہے وہ جنگل کا رہنے والا ہو یا شہر کا رہنے والا ہو پس سب تعریفیں اُسی وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لئے ہیں جس کی لکھی ہوئی تقدیر کے یہ کرشمے ہیں۔ ابو عامرؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد جو رات آئی تو جب میں اپنے وظائف پورے کر کے لیٹا ہی تھا کہ میں نے خواب میں ایک نور کا قبہ دیکھا جس کے اوپر ابر کی طرح نور ہی نور پھیل رہا ہے اُس نور کے ابر میں سے اُس لڑکے نے مجھے آواز دیکر کہا ابو عامر تمہیں حق تعالیٰ شانہٗ جزائے خیر عطا فرمائے (تم نے میری تجہیز تکفین کی اور میری وصیت پوری کی) میں نے اُس سے پوچھا کہ میرے پیارے تیرا کیا حال گذرا۔ کہنے لگا کہ میں ایسے مولیٰ کی طرف پہنچا ہوں جو بہت کریم ہے اور مجھ سے بہت راضی ہے مجھے اُس مالک نے وہ چیزیں عطا کیں جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کان نے سُنی نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خیال گذرا۔ (یہ ایک مشہور حدیث پاک کا مضمون۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ کا پاک ارشاد ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے کبھی دیکھیں نہ کان نے سُنیں نہ کسی کے دل پر ان کا خیال گذرا۔)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تورات میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ان لوگوں کے لئے جن کے پہلو رات کو خوابگاہوں سے دُور رہتے ہیں (یعنی تہجد گذاروں کے لئے) وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سُنا نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خیال گذرا نہ ان کو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی نبی رسول جانتا ہے اور یہ مضمون قرآن پاک میں بھی ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ (سورہ سجدہ ع ۲) کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کیلئے خزانۂ غیب

ہیں موجود ہے (درِّ منثور) اس کے بعد اُس لڑکے نے کہا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جو بھی دنیا سے اس طرح نکل آئے جیسا میں نکل آیا اُس کے لئے یہی اعزاز اور اکرام ہیں جو میرے لئے ہوئے۔

صاحبِ روض کہتے ہیں کہ یہ سارا قصہ مجھے اور طریقہ سے بھی پہنچا ہے اُس میں یہ بھی ہے کہ کسی شخص نے ہارون رشید سے اس لڑکے کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے بتایا کہ میرے بادشاہ ہونے سے پہلے یہ لڑکا پیدا ہوا تھا بہت اچھی تربیت پائی تھی قرآن پاک بھی پڑھا تھا اور علوم بھی پڑھے تھے جب میں بادشاہ بن گیا تو یہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا تھا میری دنیا سے اس نے کوئی راحت نہ اُٹھائی چلتے وقت میں نے ہی اسکی ماں سے کہا تھا کہ اس کو یہ انگوٹھی دیدے اس انگوٹھی کا یاقوت بہت زیادہ قیمتی تھا مگر یہ اُس کو بھی کام میں نہ لایا مرتے وقت واپس کر گیا یہ لڑکا اپنی والدہ کا بڑا فرماں بردار تھا۔ (روض)

جس باپ کی دنیاداری سے یہ صاحب زادہ رنجیدہ ہو کر گیا ہے یعنی ہارون رشید بہت نیک دل بادشاہوں میں ان کا شمار ہے دولت اور ثروت کے ساتھ لغزشیں تو ہو ہی جاتی ہیں لیکن اُن کے دینی کارنامے تاریخ کی کتابوں میں کثرت سے موجود ہیں بادشاہت کے زمانہ میں سو رکعت نفل روزانہ پڑھنے کا معمول مرتے وقت تک رہا اور اپنے ذاتی مال سے ایک ہزار درم روزانہ صدقہ کیا کرتے تھے ایک سال حج کیا کرتے اور ایک سال جہاد میں شرکت کرتے جس سال خود حج کو جاتے اپنے ساتھ سَو علما کو مع ان کے بیٹوں کے حج کو لیکر جاتے اور جس سال خود حج نہ کرتے تین سو آدمیوں کو ان کے پورے خرچ اور سامان لباس وغیرہ کے ساتھ حج کو بھیجا کرتے جن کو خرچ بھی بہت وسعت سے دیا جاتا اور لباس بھی عمدہ دیا جاتا ویسے بھی عطایا کی بہت کثرت ان کے یہاں تھی سوال کرنے والوں کے لئے بھی اور بغیر سوال کے ابتداءً بھی علماء کا ان کی مجلس میں بہت اعزاز تھا اور انسے بہت محبت کرتے تھے۔ ابو معاویہؒ ضریر مشہور محدث نابینا نے ایک مرتبہ ان کے ساتھ کھانا کھایا کھانے کے بعد خود ہارون رشید نے ان کے ہاتھ دُھلائے اور یہ کہا کہ علم کے اعزاز میں مَیں نے دُھلائے ہیں۔

ایک مرتبہ ابو معاویہؒ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جس میں حضرت آدمؑ اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے مناظرہ کا ذکر تھا بیان کی ایک شخص نے کہدیا کہ ان دونوں حضرات کی ملاقات کہاں ہوئی تو بادشاہ کو غصہ آگیا اور کہا میری تلوار لاؤ زندیق بددین حضورؐ کی حدیث پر اعتراض کرتا ہے نصیحت کی باتوں پر بہت کثرت سے رونے والے تھے۔ (تاریخ بغداد للخطیب)

(۶۰) ایک مرتبہ ہارون رشید حج کو جا رہے تھے راستہ میں کوفہ میں چند روز قیام کیا۔ جب وہاں سے روانگی کا وقت ہوا تو لوگ بادشاہ کی سواری کی سیر کے شوق میں شہر سے باہر بہت سے جمع ہو گئے بہلول مجنون بھی پہنچ گئے اور راستہ میں ایک کوڑی پر بیٹھ گئے بچے ان کو ہر وقت ستایا ہی کرتے تھے

ڈھیلے مارتے، مذاق کرتے وہ حسب دستور ان کے گرد جمع ہو گئے جب بادشاہ کی سواری قریب آئی تو بچے تو سب اِدھر اُدھر ہو گئے اُنھوں نے زور سے آواز دیکر کہا اے امیر المؤمنین اے امیر المؤمنین ہارون رشید نے سواری کا پردہ اٹھایا اور کہنے لگے لبیک یا بہلول لبیک یا بہلول۔ بہلول میں حاضر ہوں، بہلول میں حاضر ہوں کہو کیا کہتے ہو۔ انھوں نے کہا مجھ سے ایمن نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت قدامہؓ یہ کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حج کو تشریف لے جا رہے تھے تو میں نے منیٰ میں آپ کو ایک اونٹ پر سوار دیکھا جس پر معمولی کجاوا تھا نہ لوگوں کو سامنے سے ہٹانا تھا نہ ہٹو بچو کا شور تھا۔ امیر المومنین تیرا بھی اس سفر میں تواضع سے چلنا تکبّر سے چلنے سے بہتر ہے۔

ہارون رشید یہ سُنکر رونے لگے۔ پھر کہا بہلول کچھ اور نصیحت کرو اللہ تعالیٰ شانہٗ تم پر رحم کرے۔ بہلول نے یہ سُنکر دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ مان لے تسلیم کرلے کہ تُو ساری دنیا کا بادشاہ بن گیا اور ساری دنیا کی مخلوق تیری مطیع ہو گئی پھر کیا ہوا کل کو تو بہر حال تیرا ٹھکانا قبر کا گڑھا ہے۔ ایک اِدھر سے مٹی ڈال رہا ہوگا ایک اُدھر سے مٹی ڈالتا ہوگا۔ اِس پر ہارون رشید پھر بہت روئے اور کہنے لگے بہلول تم نے بہت اچھی بات کہی کچھ اور کہو۔ بہلول نے کہا امیر المؤمنین جس شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ مال اور جمال عطا کرے اور وہ اپنے مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرے اور اپنے جمال کو گناہوں سے محفوظ رکھے وہ اللہ تعالیٰ کے دیوان میں نیک لوگوں میں لکھا جاتا ہے۔

ہارون رشید نے کہا تم نے بہت اچھی بات کہی اس کا صلہ (انعام) ملنا چاہئے۔ بہلول نے کہا کہ انعام کا روپیہ ان لوگوں کو واپس کر جن سے (ٹیکس وغیرہ کے طور پر) لے رکھا ہے مجھے تیرے انعام کی ضرورت نہیں۔ ہارون رشید نے کہا کہ اگر تمہارے ذمہ کسی کا قرض ہو تو میں اُس کو ادا کردوں۔ بہلول نے کہا کہ امیر المؤمنین قرض سے قرض ادا نہیں کیا جاتا (یعنی یہ روپیہ جو تیرے پاس ہے یہ خود دوسروں کا حق ہے جو تیرے ذمہ ان کا قرض ہے) حق والوں کا حق واپس کرو پہلے اپنا قرضہ ادا کرو پھر دوسروں کے قرضہ کو پوچھنا۔

ہارون رشید نے کہا تمہارے لئے کوئی وظیفہ مقرر کر دیں جس سے تمہارے کھانے کا انتظام ہو جائے۔ بہلول نے کہا کہ میں اور تم دونوں اللہ تعالیٰ شانہٗ کے بندے ہیں یہ محال ہے کہ وہ تمھاری روزی کا تو فکر رکھے اور میری روزی کا فکر نہ فرمائے۔ اس کے بعد ہارون رشید نے سواری کا پردہ گرایا اور آگے چلدیئے۔[1]

ہارون رشید کی یہ مشہور بات ہے کہ نصیحت کے سُننے پر بہت کثرت سے رویا کرتے تھے۔

---

[1] روض۔

ایک مرتبہ حج کو جا رہے تھے تو سعدون مجنون راستہ میں سامنے آگئے اور چند شعر پڑھے جن کا مطلب یہی تھا کہ مان لو تم ساری دنیا کے بادشاہ بن گئے ہو لیکن کیا آخر موت نہ آئے گی، دنیا کو اپنے دشمنوں کیلئے چھوڑ دو جو دنیا آج تمہیں خوب ہنسا رہی ہے یہ کل کو تمہیں خوب رُلائے گی۔

یہ اشعار سُن کر ہارون رشید نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر گئے اور اتنے طویل وقت تک بے ہوشی رہی کہ تین نمازیں قضا ہو گئیں۔[1]

ان کی انگوٹھی کی مہر تھی (العظمۃ والقدرۃ للہ) ہر قسم کی بڑائی اور ہر نوع کی قدرت صرف اللہ جل شانہٗ کے لئے۔ یہ مضمون گویا ہر وقت نگاہ کے سامنے رہتا تھا۔

(۶۱) حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بصرہ کے جنگل میں جا رہا تھا میں نے حضرت سعدونؒ کو دیکھا جو سعدون مجنون کے نام سے مشہور تھے میں نے ان سے پوچھا کیا حال ہے کہنے لگے ایسے شخص کا کیا حال پوچھتے ہو جو صبح شام ہر وقت ایک طویل سفر کے لئے تیار بیٹھا ہو اور سفر کے لئے توشہ کسی قسم کا بھی ساتھ نہ ہو نہ کوئی سفر کا سامان سواری وغیرہ اُس کے پاس ہو اور اُس کو ایسے مولیٰ کے پاس جانا ہو جو نہایت عادل بڑا کریم ہے اور وہ لوگوں کے درمیان اُس وقت فیصلہ کر دے گا۔ یہ کہہ کر وہ بہت زیادہ رونے لگے میں نے پوچھا کہ رونے کی کیا بات ہے کہنے لگے کہ میں نہ تو دنیا کے چھوٹنے پر رو رہا ہوں نہ موت سے گھبرا کر رو رہا ہوں بلکہ اپنی عمر کے اُس دن پر رو رہا ہوں جو کسی نیک عمل سے خالی رہ گیا ہو خدا کی قسم مجھے اپنے سامانِ سفر کی کمی رُلا رہی ہے سفر بہت طویل اور بڑی مشقت کا ہے بہت سی گھاٹیاں اس سفر میں پیش آنی ہیں۔ اور میرے پاس سفر کا کوئی بھی سامان موجود نہیں ہے اور اس سفر کے سب مصائب برداشت کرنے کے بعد یہ بھی پتہ نہیں کہ جنت میں جاؤں گا یا جہنم میں ڈالدیا جاؤں گا میں نے ان سے یہ حکمت کی باتیں سُنکر کہا کہ لوگ آپ کو مجنوں کہتے ہیں آپ تو بڑی اچھی باتیں کرتے ہیں۔ کہنے لگے کہ تم بھی دنیاداروں کے کہنے سے دھوکہ میں پڑ گئے مجھے جنون نہیں ہے میرے آقا کی محبت میرے دل میں میرے جگر میں میرے گوشت پوست میں میری ہڈیوں میں گھس گئی ہے اُس کے عشق میں مَیں حیران و پریشان رہتا ہوں (اس کی وجہ سے دنیا کے پاگل مجھے مجنون کہتے ہیں) میں نے پوچھا کہ آپ لوگوں سے بھاگتے ہیں (جنگل میں پڑے رہتے ہیں) اس پر انہوں نے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ آدمیوں سے ہمیشہ دُور رہ اور اللہ جل شانہٗ کی ہمنشینی ہر وقت اختیار کر تو آدمیوں کا جس حالت میں دل چاہے تجربہ کرلے تو ہر حالت میں ان کو بچھو پائے گا کہ تکلیف پہنچانے کے سوا ان کا کوئی کام نہ ہوگا۔[2]

---

[1] روض [2] ایضاً۔

(۶۲) حضرت عبدالواحد بن زید جو مشائخ چشتیہ میں مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ میں تین رات تک مسلسل یہ دعا کرتا رہا کہ یا اللہ جنّت میں جو میرا رفیق ہو اُس کی مجھے دنیا میں ملاقات کرا دے تین دن کے بعد مجھے بتایا گیا کہ تیری ساتھی میمونہ سوداء (جو ایک حبشی عورت تھیں اتنی کالی کہ ان کا لقب ہی سوداء ہو گیا تھا) میں نے پوچھا کہ وہ کہاں ملیں گی؟ مجھے بتایا گیا کہ کوفہ کے فلاں قبیلہ میں ہیں میں ان سے ملنے چلدیا۔ کوفہ پہنچکر میں نے ان کا حال دریافت کیا مجھے بتایا گیا کہ وہ بکریاں چرایا کرتی ہیں فلاں جنگل میں ہیں۔ میں اُس جنگل میں پہنچا وہ ایک گدڑی اوڑھے نماز پڑھ رہی تھیں اُن کے قریب ہی بکریاں اور بھیڑیئے اکھٹے چر رہے تھے جب میں پہنچا تو انھوں نے اپنی نماز کو مختصر کرکے سلام پھیرا اور سلام پھیرنے کے بعد کہنے لگیں عبدالواحد آج نہیں آج تو چلے جاؤ ملاقات کا وعدہ کل کو (قیامت میں) ہے۔ میں نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ میں عبدالواحد ہوں، کہنے لگیں تمہیں معلوم نہیں کہ روحیں (ازل میں) سب ایک لشکر کی طرح مجتمع تھیں جن کا وہاں آپس میں تعارف ہو گیا ان کا یہاں بھی تعارف ہو جاتا ہے (یہ ایک حدیث پاک کا مضمون ہے جو مشہور حدیث ہے) میں نے ان سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کر دیجئے۔ کہنے لگیں بڑی تعجب کی بات ہے جو خود واعظ ہو وہ دوسرے سے نصیحت کی درخواست کرے (تم تو خود ہی بڑے واعظ ہو) اس کے بعد انھوں نے کہا مجھے بزرگوں سے یہ بات پہنچی ہے کہ جس بندہ کو حق تعالیٰ شانہٗ دنیا کی کوئی نعمت (مال دولت وغیرہ) عطا فرمائے اور وہ شخص پھر بھی اُسی کی طلب میں لگا رہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اُس شخص سے اپنی ساتھ تنہائی کی محبت زائل کر دیتے ہیں اور اپنے سے قرب کی بجائے اپنے سے بُعد اُس پر مسلّط کر دیتے ہیں اور اپنے ساتھ انس کے بجائے اپنے سے وحشت اُس پر سوار کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے پانچ شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ اے واعظ تو لوگوں کو وعظ نصیحت اور تنبیہ کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو لوگوں کو گناہ سے روکتا ہے حالانکہ تو خود ان گناہوں کا بیمار ہے ان میں مبتلا ہے اگر تو دوسروں کو نصیحت سے پہلے اپنی اصلاح کر لیتا اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتا تو تیرے کہنے کا ان کے دلوں پر اثر پڑتا لیکن جب تو ایسی حالت میں دوسروں کو منع کرتا ہے کہ تو خود ان میں مبتلا ہے تو تو اپنے اس منع کرنے میں خود شک میں ہے (اور جس کو خود کسی بات میں تردد ہو وہ دوسرے کو زور سے کیا کہہ سکتا ہے) میں نے پوچھا کہ تمہاری بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ ہی چر رہی ہیں بھیڑیئے ان کو کچھ کہتے نہیں؟ کہنے لگیں کہ جا اپنا کام کر میں نے اپنے سردار سے صلح کر لی اُس نے میری بکریوں اور بھیڑیوں میں صلح کر دی۔ یہ عجیب بات میں نے اپنے چچا جان مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے یہاں ہمیشہ دیکھی کہ ان کے مکان میں کئی کئی

لہ روض۔

بلیاں اور مرغیاں تمام دن مکان میں اکٹھی پھرتی رہتیں پڑی گری چیز کھاتی رہتیں نہ وہ مرغیاں بلیوں سے بھاگتیں نہ وہ بلیاں مرغیوں کو کچھ کہتیں۔

(۶۳) حضرت عتبہؒ غلام کہتے ہیں کہ میں بصرہ کے جنگل میں جا رہا تھا میں نے جنگلی لوگوں کے چند خیمے دیکھے جن کی کھیتی وہاں تھی۔ ان خیموں میں سے ایک خیمہ میں ایک مجنونہ لڑکی تھی میں نے اس کو سلام کیا اُس نے میرے سلام کا جواب نہ دیا ممکن ہے کہ اُس نے سلام نہ سُنا ہو یا انھوں نے جواب نہ سُنا ہو یا کسی ایسی حالت میں ہو کہ اُس وقت سلام کا جواب ساقط ہو جاتا ہے کہ بہت سی جگہ سلام کا جواب ساقط ہو جاتا ہے) اور چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ زاہد اور عابد فلاح کو پہنچ گئے جنھوں نے اپنے مولیٰ کی رضا کے لئے اپنے پیٹوں کو بھوکا رکھا انھوں نے راتوں کو اپنی آنکھوں کو جگایا ان کی ساری رات ایسی حالت میں گذرتی ہے کہ وہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ ان کو حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت نے ایسا حیرت میں ڈال رکھا ہے کہ دنیا دار ان کو مجنوں سمجھتے ہیں حالانکہ زمانہ کے سب سے زیادہ عقلمند لوگ یہی حضرات ہیں لیکن ان کو ان کے احوال نے بے چین کر رکھا ہے عتبہؒ کہتے ہیں کہ میں اُس مجنونہ کے قریب گیا اور میں نے پوچھا کہ یہ کھیتی کس کی ہے؟ کہنے لگی اگر صحیح سالم رہی تو ہماری ہے۔

میں اس کے بعد دوسرے خیموں کی سیر کرتا رہا اتنے میں بڑے زور کی بارش شروع ہو گئی اور آسمان سے ایسا موسلا دھار پانی پڑا گویا مشکوں کا مُنھ کھُل گیا۔ میں نے سوچا کہ اس مجنونہ کو دیکھوں وہ اس بارش کے متعلق کیا کہتی ہے (اس میں تو ساری کھیتیاں برباد ہو گئیں) میں نے جا کر دیکھا کہ اُس کی کھیتی بالکل پانی میں ڈوب گئی اور وہ کھڑی ہوئی کہہ رہی ہے قسم ہے اُس پاک ذات کی جس نے اپنی خالص محبت کا کچھ حصہ میرے دل میں رکھ دیا ہے میرا دل تجھ سے راضی رہنے میں بالکل پختہ ہے۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی دیکھو جی اُسی نے تو یہ کھیتی جمائی اُسی نے اگائی اُسی نے اس کو سیدھا کھڑا کیا اُسی نے اس میں بالیں لگائیں اُسی نے ان بالوں میں غلہ پیدا کیا اُسی نے بارش برسا کر اس کی پرورش کی اُسی نے اس کی ضائع ہونے سے حفاظت کی اور جب اس کے کاٹنے کا وقت بالکل قریب آ گیا تو اُسی نے اس کو ضائع کر دیا پھر اُس نے آسمان کی طرف مُنھ کر کے کہا کہ یہ ساری مخلوق تیرے ہی بندے ہیں اور ان سب کی روزی تیرے ہی ذمہ ہے تو جو چاہے کر تجھے اختیار ہے۔ میں نے اُس سے کہا کہ اس کھیتی کے برباد ہو جانے پر تجھے کس طرح صبر آ گیا کہنے لگی عتبہ چپ رہو میرا مالک بڑا غنی ہے بڑا قابل تعریف ہے اُس کی طرف سے ہمیشہ نئی روزی ملتی رہی تمام تعریفیں اُس پاک ذات کے لئے ہیں جو میری ساتھ میری خواہش سے بہت زیادہ انعام فرماتا رہا۔ عتبہؒ کہتے ہیں کہ مجھے جب بھی اُس کی حالت اور اُس کی باتیں یاد آتی ہیں بے اختیار رونا آ جاتا ہے۔ (روض)

(۶۴) حضرت ابو الربیعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک گاؤں میں ایک نیک عورت کی شہرت سُنی جس کا نام فضّہ تھا میری عادت کسی عورت سے ملنے کی نہ تھی مگر اُس کے احوال میں نے ایسے سُنے کہ مجھے اُس کے پاس جانے کی خواہش پیدا ہوئی میں اُس گاؤں میں گیا اور اس کی تحقیق کی تو مجھے لوگوں نے بتایا کہ اُس کے یہاں ایک بکری ہے جس کے تھنوں سے دودھ اور شہد دونوں نکلتے ہیں۔ مجھے یہ سُن کر تعجب ہوا میں نے ایک نیا پیالہ خریدا اور اُس کے گھر جاکر میں نے کہا کہ تمہاری بکری کے متعلق میں نے یہ شہرت سُنی ہے کہ وہ دودھ اور شہد دیتی ہے میں بھی اُس کی برکت دیکھنا چاہتا ہوں۔ اُس نے وہ بکری میرے حوالہ کردی میں نے اُس کا دودھ نکالا تو واقعی اُس میں سے دودھ اور شہد نکلا ہم نے اُس کو پیا۔ اس کے بعد میں نے پوچھا کہ یہ بکری کہاں سے تمہارے پاس آئی کہنے لگی اس کا قصہ یہ ہے کہ ہم غریب آدمی ہیں ایک بکری کے سوا ہمارے پاس کچھ نہ تھا اوسی پر ہمارا گذر تھا اتفاق سے بقر عید آگئی۔ میرے خاوند نے کہا کہ ہمارے پاس کچھ اور تو ہے نہیں یہ بکری ہمارے پاس ہے لاؤ اسی کی قربانی کرلیں میں نے کہا کہ ہمارے پاس گذر کے لئے اس کے سوا تو کوئی چیز ہے نہیں ایسی حالت میں قربانی کا حکم تو ہے نہیں پھر کیا ضرور ہے کہ ہم قربانی کریں۔ خاوند نے یہ بات مان لی اور قربانی ملتوی کردی۔ اس کے بعد اتفاق سے اُسی دن ہمارے یہاں ایک مہمان آگیا تو میں نے خاوند سے کہا کہ مہمان کے اکرام کا تو حکم ہے اور کوئی چیز تو ہے نہیں اس بکری ہی کو ذبح کرلو وہ اُس بکری کو ذبح کرنے لگا مجھے یہ خیال ہوا کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچّے اس بکری کو ذبح ہوتے دیکھ کر رونے لگیں گے اس لئے میں نے کہا کہ باہر لیجاکر دیوار کی آڑ میں ذبح کرلو بچّے نہ دیکھیں وہ باہر لے گئے اور جب اُس پر چھری چلائی تو یہ بکری ہماری دیوار کے اوپر کھڑی تھی اور وہاں سے خود اُتر کر مکان کے صحن میں آگئی۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید وہ بکری خاوند کے ہاتھ سے چھوٹ گئی میں اُس کو دیکھنے باہر گئی تو خاوند اُس بکری کی کھال کھینچ رہے تھے میں نے ان سے کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایسی ہی بکری گھر میں آگئی اُس کا قصہ میں نے سُنایا۔ خاوند کہنے لگے کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کا بدل ہمیں عطا فرمایا ہو یہ وہ بکری ہے جو دودھ اور شہد دیتی ہے یہ سب کچھ محض مہمان کے اکرام کی وجہ سے ہے پھر وہ عورت کہنے لگی کہ اے میرے بچو یہ بکری دلوں میں چَرتی ہے اگر تمہارے دل نیک رہیں گے تو اس کا دودھ بھی اچھا رہے گا اور اگر تمہارے دلوں میں کھوٹ آگیا تو اس کا دودھ بھی خراب ہو جائے گا اپنے دلوں کو اچھا رکھو ہر چیز تمہارے لئے اچھی بن جائے گی[1]

(۶۵) حضرت بہلولؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بصرہ کی ایک سڑک پر جارہا تھا راستہ میں چند

---

[1] روض

لڑکے اخروٹ اور بادام سے کھیل رہے تھے اور ایک لڑکا ان کے قریب کھڑا رو رہا تھا۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ اس لڑکے کے پاس بادام اور اخروٹ نہیں ہیں ان کی وجہ سے رو رہا ہے۔ میں نے اس کو کہا بیٹا تجھے میں اخروٹ بادام خرید دوں گا تو بھی ان سے کھیلنا اُس نے میری طرف نگاہ اُٹھا کر کہا ارے بے وقوف کیا ہم کھیل کے واسطے پیدا ہوئے ہیں میں نے پوچھا پھر کس کام کے واسطے پیدا ہوئے ہو؟ کہنے لگا کہ علم حاصل کرنے کے واسطے اور عبادت کرنے کے واسطے۔ میں نے کہا اللہ جلّ شانہٗ تیری عمر میں برکت کرے تو نے یہ بات کہاں سے معلوم کی؟ کہنے لگا حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا (مومنون ع ۶) کیا تمھارا یہ گمان ہے کہ ہم نے تم کو یوں ہی بے کار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہمارے پاس نہیں لوٹائے جاؤ گے۔" میں نے کہا بیٹا تو تو بڑا حکیم معلوم ہوتا ہے مجھے کچھ نصیحت کر اُس نے چار شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا ہر وقت چل چلاؤ میں ہے (آج یہ گیا کل وہ گیا) ہر وقت چلنے کے لئے دامن اُٹھائے قدم اور پنڈلی پر (دوڑنے کے لئے تیار رہتی ہے) پس نہ تو دنیا کسی زندہ کے لئے باقی رہتی ہے نہ کوئی زندہ دنیا کے لئے باقی رہتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ موت اور حوادث دو گھوڑے ہیں جو تیزی سے آدمی کی طرف دوڑے چلے آرہے ہیں۔ پس او بے وقوف جو دنیا کی ساتھ دھوکہ میں پڑا ہوا ہے ذرا غور کر اور دنیا سے اپنے لئے کوئی (آخرت میں کام آنے والی) اعتماد کی چیز لے لے۔

یہ شعر پڑھ کر اُس لڑکے نے آسمان کی طرف مُنھ کیا اور دونوں ہاتھ اُٹھائے اور آنسوؤں کی لڑی اُس کے رخساروں پر جاری تھی اور یہ دو شعر پڑھے ؎

یا من الیہ المبتھل یامن علیہ المتکل
یا من اذا ما آمل یرجوہ لم یخط الامل

جن کا ترجمہ یہ ہے۔ اے وہ پاک ذات کہ اُسی کی طرف عاجزی کی جاتی ہے اور اُسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اے وہ پاک ذات کہ جب اُس سے کوئی شخص امید باندھ لے تو وہ نامراد نہیں ہو سکتا اُس کی اُمید ضرور پوری ہوتی ہے۔

یہ شعر پڑھ کر وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ میں نے جلدی سے اُس کا سر اُٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور اپنی آستین سے اُس کے مُنھ پر جو مٹی وغیرہ لگ گئی تھی پوچھنے لگا جب اُس کو ہوش آیا تو میں نے کہا بیٹا ابھی سے تمھیں اتنا خوف کیوں ہو گیا ابھی تو تم بہت بچے ہو ابھی تمہارے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ بھی نہ لکھا جائے گا؟ کہنے لگا بہلول ہٹ جاؤ میں نے اپنی والدہ کو ہمیشہ دیکھا کو جب وہ آگ جلانا شروع کرتی ہیں تو پہلے چھوٹی چھوٹی چھپٹیاں ہی چولھے میں رکھتی ہیں اس کے بعد

بڑی لکڑیاں رکھتی ہیں۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں جہنم کی آگ میں چھوٹی لکڑیوں کی جگہ میں نہ رکھدیا جاؤں۔ میں نے کہا صاحبزادہ تم تو بڑے حکیم معلوم ہوتے ہو مجھے کوئی مختصر سی نصیحت کرو۔ اُس نے اس پر چودہ شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے میں غفلت میں پڑا رہا اور موت کو ہانکنے والا میرے پیچھے پیچھے موت کو ہانکے چلا آرہا ہے اگر میں آج نہ گیا تو کل ضرور چلا جاؤں گا۔ میں نے اپنے بدن کو اچھے اچھے اور نرم نرم لباس سے آراستہ کیا حالانکہ میرے بدن کے لئے (قبر میں جاکر) گلنے اور سڑنے کے سوا چارہ کار نہیں وہ منظر گویا اس وقت میرے سامنے ہے جبکہ میں قبر میں بوسیدہ پڑا ہوا ہوں گا۔ میرے اوپر مٹی کا ڈھیر ہوگا اور نیچے قبر کا گڑھا ہوگا اور میرا یہ حسن وجمال سارا کا سارا جاتا رہے گا اور بالکل مٹ جائے گا حتی کہ میری ہڈیوں پر نہ گوشت رہے گا نہ کھال رہے گی۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ عمر تو ختم ہوتی جارہی ہے اور آرزوئیں ہیں کہ پوری نہیں ہوچکیں اور بڑا طویل سفر سامنے ہے اور توشہ ذرا سا بھی ساتھ نہیں اور میں نے کھلم کھلا گناہوں کے ساتھ اپنے نگہبان اور محافظ کا مقابلہ کیا اور بڑی بُری حرکتیں کی ہیں جواب واپس بھی نہیں ہو سکتیں (یعنی جو گناہ کر چکا ہوں وہ بے کیا نہیں ہو سکتا) اور میں نے لوگوں سے چھپانے کے لئے پردے ڈالے کہ میرا عیب کسی پر ظاہر نہ ہو لیکن میرے جتنے مخفی گناہ ہیں وہ کل کو اُس مالک کے سامنے ظاہر ہوں گے (اُس کی پیشی میں پیش ہوں گے) اس میں شک نہیں کہ مجھے اُس کا خوف ضرور تھا لیکن میں اُس کے غایتِ حلم پر بھروسہ کرتا رہا (جس کی وجہ سے جرأت ہوتی رہی) اور اس پر اعتماد کرتا رہا کہ وہ بڑا غفور ہے اُس کے سوا کون معافی دے سکتا ہے بے شک تمام تعریفیں اُسی پاک ذات کے لئے ہیں اگر موت کے اور مرنے کے بعد گلنے اور سڑنے کے سوا کوئی دوسری آفت نہ بھی ہوتی اور میرے رب کی طرف سے جنت کا وعدہ اور دوزخ کی دھمکی نہ بھی ہوتی تب بھی مرنے اور سڑنے ہی میں اس بات پر کافی تنبیہ موجود تھی کہ لہو ولعب سے احتراز کیا جاتا لیکن کیا کریں کہ ہماری عقل زائل ہوگئی (کسی بات سے عبرت حاصل نہیں ہوتی بس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ) کاش گناہوں کا بخشنے والا میری مغفرت کرے۔ جب کسی غلام سے کوئی لغزش ہوتی ہے تو آقا ہی اُس کو معاف کرتا ہے بے شک میں بدترین بندہ ہوں جس نے اپنے مولیٰ کے عہد میں خیانت کی اور نالائق غلام ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ان کا کوئی قول قرار معتبر نہیں ہوتا۔ میرے آقا جب تیری آگ میرے بدن کو جلائے گی تو میرا کیا حال ہے گا جبکہ سخت سے سخت پتھر بھی اُس آگ کو برداشت نہیں کر سکتے ہیں موت کے وقت بھی تن تنہا رہ جاؤں گا قبر میں بھی اکیلا ہی جاؤں گا قبر سے بھی اکیلا ہی اٹھوں گا (کسی جگہ بھی کوئی میرا معین مددگار نہ ہوگا) پس اے وہ پاک ذات جو خود اکیلی ہے وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے ایسے شخص پر رحم کر جو بالکل تن تنہا رہ گیا۔ بہلول کہتے ہیں کہ اُس کے یہ اشعار سُن کر مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ میں غش کھا کر گر گیا بڑی دیر میں جب

مجھے ہوش آیا تو وہ لڑکا جا چکا تھا میں نے ان بچوں سے دریافت کیا کہ یہ بچہ کون تھا وہ کہنے لگے تو اس کو نہیں جانتا یہ حضرت امام حسینؓ کی اولاد میں ہے میں نے کہا مجھے خود ہی حیرت ہو رہی تھی کہ یہ پھل کس درخت کا ہے واقعی یہ پھل اسی درخت کا ہو سکتا تھا حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں اس خاندان کی برکتوں سے منتفع فرمائے آمین لہ

(۶۶) حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں مجھے ایک مرتبہ میرے دل نے کہا کہ تو بخیل ہے مگر میرے نفس نے کہا کہ نہیں بخیل نہیں ہوں۔ میرے دل نے پھر کہا کہ نہیں تو بخیل ہے میں نے اس کے جانچنے کے لئے یہ ارادہ کر لیا کہ سب سے پہلے میرے پاس جو کچھ آئے گا (خواہ وہ کتنا ہی ہو) میں سب کا سب اس فقیر کو دیدوں گا جو مجھے سب سے پہلے ملے گا۔ میری یہ نیت پوری بھی نہ ہونے پائی تھی کہ مجھے ایک شخص نے پچاس دینار (اشرفیاں) نذر کئے میں نے وہ لے لئے اور اپنی نیت کے موافق کسی فقیر کی تلاش میں نکلا سب سے پہلے مجھے ایک نابینا فقیر ملا جو ایک حجام سے حجامت بنوا رہا تھا میں نے وہ سب کے سب اس نابینا کو دیدیئے اس نے کہا کہ یہ (حجامت کی اجرت میں) اس حجام کو دیدو میں نے کہا کہ یہ پچاس اشرفیاں ہیں (اتنی اشرفیاں بھی کہیں حجامت کی اجرت میں دی جاتی ہیں) اس نابینا نے اوپر کو سر اٹھا کر کہا ہم نے کہا نہیں تھا کہ تو بخیل ہے، میں نے جلدی سے وہ حجام کو دیدیئے اس حجام نے کہا کہ جب یہ نابینا حجامت بنوانے بیٹھا تھا تو میں نے اس کی غربت کو دیکھ کر یہ نیت کرلی تھی کہ اس کی اجرت نہ لوں گا۔ (مجھے ان دونوں کی گفتگو سن کر اس قدر غیرت آئی کہ) میں نے ان اشرفیوں کو دریا میں پھینکدیا کہ خدا تیرا ناس کرے تجھ سے جو بھی ذرا دل لگائے حق تعالیٰ شانہٗ اس کو اسی طرح ذلیل کرتے ہیں لہ

غیرت کی شدت میں اس قسم کے امور کا پیش آجانا مستبعد نہیں اگر حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْأَعْنَاقِ (ص ع ۳) کر سکتے ہیں اور ام المؤمنین حضرت عائشہؓ حضورؐ کی موجودگی میں دوسری سوت کا پیالہ پھوڑ سکتی ہیں اور اس کا کھانا پھینک سکتی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ عصفر کی رنگی ہوئی چادر کو صرف حضورؐ کے اس سوال پر کہ یہ کیا پہن لیا تنور میں جلا سکتے ہیں اور انصاری حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے سے بے التفاتی دیکھ کر بنے بنائے قبہ کو گرا سکتے ہیں تو حضرت شبلیؒ کے اشرفیاں پھینکدینے میں کوئی اشکال نہیں۔

(۶۷) حضرت ذوالنون مصریؒ (جو اکابر مشہور صوفیہ میں ہیں) فرماتے ہیں کہ میں ایک جنگل میں جا رہا تھا مجھے ایک نوجوان نظر پڑا جس کے چہرہ پر داڑھی کی دو لکیریں تھیں (یعنی نکلنی شروع ہی ہوئی تھی) مجھے دیکھ کر اس کے بدن میں ایسی کپکپی آگئی اور چہرہ زرد ہو گیا اور مجھ سے بھاگنے لگا میں نے کہا میں تو تیرے ہی جیسا

لہ روض لہ ایضاً۔

انسان ہوں (جن تو نہیں ہوں پھر کیوں اتنا ڈرتا اور بھاگتا ہے) وہ کہنے لگا کہ تم (انسانوں ہی) سے تو بھاگتا ہوں میں اُس کے پیچھے چلا اور میں نے اُس کو قسم دی کہ ذرا کھڑا ہو جائے وہ کھڑا ہو گیا۔ میں نے پوچھا کہ تُو اس جنگل بیابان میں بالکل تنہا رہتا ہے کوئی دسرایت کے لئے بھی نہیں ہے تجھے خوف نہیں معلوم ہوتا کہنے لگا نہیں میرے پاس تو میرا دل لگانے والا ہے (میں نے سمجھا کہ اس کا کوئی رفیق کہیں گیا ہوا ہوگا) میں نے کہا وہ کہاں ہے۔ کہنے لگا وہ ہر وقت میرے ساتھ ہے وہ میرے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف ہے۔ میں نے پوچھا کہ کچھ کھانے پینے کا سامان بھی تیرے پاس نہیں ہے، وہ کہنے لگا وہ بھی موجود ہے۔ میں نے کہا وہ کہاں ہے۔ کہنے لگا جس نے میری ماں کے پیٹ میں مجھے روزی دی اُسی نے میری بڑی عمر میں بھی روزی کی ذمہ داری لے رکھی ہے۔ میں نے کہا کہ کھانے پینے کے لئے کچھ تو آخر چاہئے اُس سے رات کو تہجد میں کھڑے ہونے کی قوت پیدا ہوتی ہے دن کے روزے رکھنے میں مدد ملتی ہے اور (بدن کی قوت سے) مولیٰ کی خدمت (عبادت) بھی اچھی طرح ہو سکتی ہے اور میں نے کھانے پینے کی ضرورت پر بہت زور دیا تو وہ چند شعر پڑھکر بھاگ گیا جن کا ترجمہ یہ ہے۔ اللہ کے ولی کے لئے کسی گھر کی ضرورت نہیں ہے اور وہ ہرگز اس کو گوارا نہیں کرتا کہ اُس کی کوئی جائداد ہو وہ جب جنگل سے پہاڑ کی طرف چلدیتا ہے تو وہ جنگل اُس کی جدائی سے روتا ہے جس میں وہ پہلے سے تھا وہ رات کے تہجد پر اور دن کے روزہ پر بہت زیادہ صبر کرنے والا ہوا کرتا ہے وہ اپنے نفس کو سمجھا دیا کرتا ہے کہ جتنی محنت اور مشقت ہو سکے کرلے اس لئے کہ رحمان کی خدمت میں کوئی عار نہیں ہوتی (وہ بڑی فخر کی چیز ہوتی ہے) وہ جب اپنے رب سے باتیں کیا کرتا ہے تو اُس کی آنکھ سے آنسو بہا کرتے ہیں اور وہ یہ کہا کرتا ہے کہ یا اللہ میرا دل اُڑا جا رہا ہے (اس کی تو خبر لے) وہ یوں کہا کرتا ہے کہ یا اللہ مجھے نہ تو (جنت میں) یاقوت کا گھر چاہئے جس میں حوریں رہتی ہوں اور نہ مجھے جنتِ عدن کی خواہش ہے اور نہ جنت کے پھلوں کی آرزو ہے میری ساری تمنا صرف تیرا دیدار ہے اس کا مجھ پر احسان کردے یہی بڑی فخر کی چیز ہے [1]

(۶۸) حضرت ابراہیم خواصؒ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں جا رہا تھا راستہ میں ایک نصرانی راہب مجھے ملا جس کی کمر میں زنار (یعنی دھاگہ وغیرہ جو کفر کی علامت کے طور پر کافر باندھتے ہیں) بندھ رہا تھا اُس نے میرے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی (کافر فقیر اکثر مسلمان فقراء کی خدمت میں رہتے چلے آئے ہیں) میں نے ساتھ لے لیا سات دن تک ہم چلتے رہے (نہ کھانا نہ پینا) ساتویں دن اُس نصرانی نے کہا اے محمدی کچھ اپنی فتوحات دکھاؤ (کئی دن ہو گئے کچھ کھایا نہیں) میں نے اللہ تعالیٰ شانہٗ سے دعا کی کہ یا اللہ اس کافر کے سامنے مجھے ذلیل نہ فرما میں نے دیکھا کہ فوراً ایک خوان سامنے

---

[1] روض

رکھا گیا جس میں روٹیاں بھنا ہوا گوشت اور تر و تازہ کھجوریں اور پانی کا لوٹا رکھا ہوا تھا۔ ہم دونوں نے کھایا پانی پیا اور چلدیئے۔ سات دن تک چلتے رہے۔ ساتویں دن میں نے (اس خیال سے کہ وہ نصرانی پھر نہ کہدے) جلدی کر کے اُس نصرانی سے کہا کہ اس مرتبہ تم کچھ دکھاؤ اب کے تمہارا نمبر ہے وہ اپنی لکڑی پر سہارا لگا کر کھڑا ہو گیا اور دعا کرنے لگا جب ہی دو خوان جن میں ہر چیز اُس سے دوگنی تھی جو میرے خوان پر تھی سامنے آگئے مجھے بڑی غیرت آئی میرا چہرہ فق ہو گیا اور میں حیرت میں رہ گیا اور میں نے رنج کی وجہ سے کھانے سے انکار کر دیا۔ اُس نصرانی نے مجھ پر کھانے کا اصرار کیا مگر میں عذر ہی کرتا رہا اُس نے کہا کہ تم کھاؤ میں تم کو دو بشارتیں سُناؤں گا جن میں سے پہلی یہ ہے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مسلمان ہو گیا ہوں اور یہ کہکر زنار توڑ کر پھینکدیا۔ اور دوسری بشارت یہ ہے کہ میں نے جو کھانے کے لئے دعا کی تھی وہ یہی کہکر کی تھی کہ یا اللہ اس محمدی کا اگر تیرے یہاں کوئی مرتبہ ہے تو اس کے طفیل تُو ہمیں کھانا دے۔ اس پر یہ کھانا ملا ہے اور اسی وجہ سے میں مسلمان ہوا۔ اس کے بعد ہم دونوں نے کھانا کھایا پھر آگے چلدیئے آخر مکہ مکرمہ پہنچے حج کیا اور وہ نو مسلم مکہ ہی میں ٹھیر گیا وہیں اُس کا انتقال ہوا غفر اللہ لہ[1]

کافروں کے اس طرح مسلمان ہونے کے بہت سے واقعات تواریخ کی کتب میں موجود ہیں اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ بسا اوقات دوسروں کے طفیل کسی کو روزی دیتے ہیں جن کو وہ ملتی ہے وہ اپنی بے وقوفی سے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا کارنامہ ہے ہماری کوشش کا نتیجہ ہے احادیث میں کثرت سے یہ مضمون آیا ہے کہ تم کو تمہارے ضعفاء کے طفیل (اکثر) روزی دیجاتی ہے۔

نیز اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافروں پر بھی بسا اوقات مسلمانوں کی وجہ سے فتوحات ہوتی ہے جس کو ظاہر میں ان کی مدد سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقت میں وہ دوسروں کا طفیل ہوتا ہے۔

(۶۹) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک غلام خریدا جب میں اُس کو لایا تو میں نے اُس سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے کہنے لگا کہ جو نام آقا رکھیں۔ میں نے پوچھا کہ تم کیا کام کرو گے؟ کہنے لگا میرے آقا جو آپ حکم دیں گے۔ میں نے پوچھا کہ تم کیا کھانا چاہتے ہو تاکہ میں تمہاری خاطر میں اُس کا فکر کروں) کہنے لگا میرے آقا جو آپ کھلائیں گے میں نے پوچھا کہ تمہارا کبھی کسی چیز کے کھانے کو دل چاہتا ہے؟ کہنے لگا آقا کے سامنے غلام کی خواہش کیا چیز ہے جو آقا کی مرضی ہے وہی غلام کی خواہش ہے اُس کا

---

[1] روض

یہ جواب سُنکر مجھے رونا آگیا اور مجھے یہ خیال آیا کہ میرا بھی تو میرے مولیٰ (جل جلالہٗ) کی ساتھ یہی معاملہ ہونا چاہیئے میں نے اُس سے کہا کہ تم نے تو مجھے اپنے آقا (تعالیٰ ذکرہٗ) کی ساتھ ادب کرنا سکھا دیا اُس نے اس پر دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تیرے کسی بندے کی خدمت مجھ سے پوری پوری ادا ہو جائے تو اس سے بڑھ کر میرے لئے اور کیا نعمت ہو سکتی ہے پس تُو محض اپنے فضل سے میری کوتاہی اور غفلت کو معاف کر اس لئے کہ میں تجھے بڑا محسن اور بڑا رحیم سمجھتا ہوں۔ [۱]

(۷۰) حضرت مالک بن دینارؒ مشہور بزرگوں میں ہیں اس رسالہ میں بھی ان کے کئی قصے ذکر ہو چکے ہیں وہ ابتداء میں کچھ اچھے حال میں نہ تھے۔ ایک شخص نے اُن سے ان کی توبہ کا قصہ پوچھا کہ کیا بات پیش آئی جس پر آپ نے اپنی سابقہ زندگی سے توبہ کی، وہ کہنے لگے کہ میں ایک سپاہی تھا اور شراب کا بہت شوقین اور بہت عادی۔ ہر وقت شراب ہی میں منہمک رہتا تھا۔ میں نے ایک باندی خریدی جو بہت خوبصورت تھی اور مجھے اُس سے بہت تعلق تھا۔ اُس سے میرے ایک لڑکی پیدا ہوئی مجھے اُس لڑکی سے بھی محبت تھی اور وہ لڑکی بھی مجھ سے بہت مانوس تھی۔ یہانتک کہ وہ پاؤں چلنے لگی تو اُس وقت مجھے اُس سے اور بھی زیادہ محبت ہو گئی کہ ہر وقت وہ میرے پاس ہی رہتی۔ لیکن اُس کی عادت یہ تھی کہ جب میں شراب کا گلاس پینے کے لئے لیتا وہ میرے ہاتھ میں سے چھین کر میرے کپڑوں پر پھینکدیتی (محبت کی زیادتی کی وجہ سے اُس کو ڈانٹنے کو دل نہ مانتا) جب وہ دو برس کی ہو گئی تو اُس کا انتقال ہو گیا اس صدمہ نے میرے دل میں زخم کر دیا۔ ایک دن ۱۵ شعبان کی رات تھی میں شراب میں مست تھا عشاء کی نماز بھی نہ پڑھی اسی حال میں سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ حشر قائم ہو گیا لوگ قبروں سے نکل رہے ہیں میں بھی ان لوگوں میں ہوں جو میدانِ حشر کی طرف جا رہے ہیں میں نے اپنے پیچھے کچھ آہٹ سی سُنی میں نے جو مُڑ کر دیکھا تو ایک بہت بڑا کالا اژدہا میرے پیچھے دوڑا ہوا آرہا ہے اُس کی کیری آنکھیں ہیں مُنہ کھلا ہوا ہے اور بے تحاشا میری طرف کو دوڑا ہوا آرہا ہے۔ میں اُس کے ڈر سے گھبرا کر خوف زدہ زور سے بھاگ رہا ہوں اور وہ میرے پیچھے بھاگا چلا آرہا ہے سامنے مجھے ایک بوڑھے میاں نہایت نفیس لباس نہایت مہکتی ہوئی خوشبو ان میں سے آرہی ہے ملے۔ میں نے ان کو سلام کیا انھوں نے جواب دیا۔ میں نے ان سے کہا خدا کے واسطے میری مدد کیجئے وہ کہنے لگے کہ میں ضعیف آدمی ہوں یہ بہت قوی ہے یہ میرے قابو کا نہیں ہے لیکن تُو بھاگا چلا جا شاید آگے کوئی چیز ایسی ملجائے جو اس سے نجات کا سبب بنجائے میں بے تحاشا بھاگا جا رہا تھا مجھے ایک ٹیلہ نظر پڑا میں اُس پر چڑھ گیا مگر وہاں چڑھتے ہی مجھے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ اُس

---

[۱] روض

ٹیلے کے پرے نظر پڑی اُس کی دہشتناک صورت اور اُس کے منظر نظر آئے ان سب حالات کے دیکھنے کے باوجود اُس سانپ کی اتنی دہشت مجھ پر سوار تھی اور ایسی طرح بھاگا جارہا تھا کہ میں قریب ہی تھا کہ جہنم کے گڑھے میں جا پڑوں اتنے میں ایک زور کی آواز مجھے سُنائی دی کوئی کہہ رہا ہے پیچھے ہٹ تو ان (جہنمی) لوگوں میں سے نہیں ہے میں وہاں سے پھر پیچھے کو دوڑا وہ سانپ بھی میرے پیچھے کو لوٹ آیا مجھے پھر وہ بڑے میاں سفید لباس نظر پڑے میں نے ان سے پھر کہا کہ میں نے پہلے بھی درخواست کی تھی کہ اس اژدھے سے کسی طرح بچائیں آپ نے قبول نہ کیا، وہ بڑے میاں رونے لگے اور کہنے لگے میں بہت ضعیف ہوں یہ بہت قوی ہے میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا البتہ سامنے یہ ایک دوسری پہاڑی ہے اس پر چڑھ جا اس میں مسلمانوں کی کچھ امانتیں رکھی ہیں ممکن ہے تیری بھی کوئی ایسی چیز امانت رکھی ہو جس کی مدد سے اس اژدھے سے بچ سکے میں بھاگا ہوا اُس پر گیا اور وہ اژدھا میرے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے۔ وہاں میں نے دیکھا ایک گول پہاڑ ہے اُس میں بہت سے طاق (کھڑکیاں) کھلے ہوئے ہیں ان پر پردے پڑے ہوئے ہیں ہر کھڑکی کے دو کواڑ ہیں سونے کے جن پر یاقوت جڑے ہوئے ہیں اور موتیوں سے لدرہے ہیں اور ہر کواڑ پر ایک ریشمی پردہ پڑا ہوا ہے۔ میں جب اُس پر چڑھنے لگا تو فرشتوں نے آواز دی کہ کواڑ کھول دو اور پردے اُٹھا دو اور باہر نکل آؤ شاید اس پریشان حال کی کوئی امانت تم میں ایسی ہو جو اس وقت اس کو اس مصیبت سے نجات دے اُس کی آواز کے ساتھ ہی ایک دم کواڑ کھل گئے اور پردے اُٹھ گئے اور اُس میں سے چاند جیسی صورت کے بہت سے بچے نکلے مگر میں انتہائی پریشان تھا کہ وہ سانپ میرے بالکل ہی پاس آگیا تھا اتنے میں وہ بچے چلانے لگے ارے تم سب جلدی نکل آؤ وہ سانپ تو اس کے پاس ہی آگیا اس پر فوجیں کی فوجیں بچوں کی نکل آئیں ان میں دفعتہً میری نگاہ اپنی اُس دو سالہ بچی پر پڑی جو مرگئی تھی وہ مجھے دیکھتے ہی رونے لگی اور کہنے لگی خدا کی قسم یہ تو میرے ابا ہیں اور یہ کہتے ہی تیر کی طرح کود کر ایک نور کے پلڑے پر چڑھ گئی اور اپنے بائیں ہاتھ کو میرے داہنے ہاتھ کی طرف بڑھایا میں جلدی سے اُس سے لپٹ گیا اور اُس نے اپنے داہنے ہاتھ کو اُس سانپ کی طرف بڑھایا وہ فوراً پیچھے کو بھاگنے لگا پھر اُس نے مجھے بٹھایا اور خود وہ میری گود میں بیٹھ گئی اور اپنے داہنے ہاتھ کو میری ڈاڑھی پر پھیرنے لگی اور کہنے لگی میرے ابا جان اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا الآیۃ (سورۂ حدید ع ۲) کیا ایمان والوں (میں سے جو لوگ گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں ان) کے لئے اس بات کا وقت ابھی تک نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے واسطے اور اُس حق بات کے واسطے جو ان پر نازل ہوئی ہے جھک جائیں۔

اُس کی یہ بات سُن کر میں رونے لگا اور میں نے پوچھا کیا بیٹی تم سب قرآن شریف کو جانتی ہو؟ وہ کہنے لگی کہ ہم سب قرآن شریف کو تم سب سے زیادہ جانتے ہیں میں نے پوچھا بیٹی یہ سانپ کیا بلا تھی جو میرے پیچھے لگ گئی تھی۔ اُس نے کہا یہ آپ کے بُرے اعمال تھے آپ نے اس کو اپنے گناہوں سے اتنا قوی کر دیا کہ وہ آپ کو اب جہنم میں کھینچ کر ڈالنے کی فکر میں تھا۔ میں نے پوچھا وہ سفید پوش ضعیف بزرگ کون تھے کہنے لگی وہ آپ کے نیک عمل تھے جن کو آپ نے اتنا ضعیف کر دیا کہ وہ اس سانپ کو آپ سے دفع نہ کر سکے (البتہ اتنی مدد بھی کر دی کہ بچنے کا راستہ بتا دیا) میں نے پوچھا کہ بیٹی تم اس پہاڑ میں کیا کرتی ہو؟ کہنے لگی کہ ہم سب مسلمانوں کے بچے ہیں قیامت تک ہم یہاں رہیں گے آپ کے آنے کے منتظر ہیں جب آپ سب آئیں گے تو ہم سفارش کریں گے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو اُس سانپ کی دہشت مجھ پر سوار تھی میں نے اُٹھتے ہی اللہ جل شانہٗ کے سامنے توبہ کی اور اپنے بُرے افعال کو چھوڑ دیا۔ [1]

یہ رسالہ اندازہ سے بہت زیادہ بڑھ گیا شروع میں تو مختصر ہی لکھنے کا خیال تھا مگر بے ارادہ طویل ہوتا چلا گیا اور اب اس درجہ تک پہنچ گیا کہ اس کے پڑھنے کی امید بھی کم ہو چلی کہ دینی رسائل کے پڑھنے کے لئے بھی ہم لوگوں کے پاس وقت نہیں ہے اس لئے دفعۃً ختم کر دیا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف و کرم سے اس ناپاک کو بھی جو ہر وقت معاصی اور دنیا ہی میں غرق رہتا ہے اپنی طرف رجوع کی توفیق عطا فرمائے اور اس ناپاک دنیا سے نفرت کا ذائقہ نصیب فرما دے۔

اس رسالہ کی ابتداء شوال ۶۶ھ میں ہوئی تھی مگر درمیان میں ایسے عوارض پیش آتے رہے کہ اختتام میں دیر ہی لگتی رہی اب بھی اس میں بہت سی چیزوں کے اضافہ کا خیال تھا مگر اس کے طویل ہو جانے کی وجہ سے آج ۲۲ رصفر ۶۸ھ شب جمعہ کو ختم ہی کر دیا۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہِمْ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

محمد زکریا عفی عنہ کاندھلوی مقیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

تاریخ کتابت عکسی ۱۲ر شوال المکرم ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۵ر فروری ۱۹۶۵ء بروز پیر

---

[1] روض

مطبوعات ادارہ اشاعت دینیات

تصانیف شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

کتاب	قیمت
تبلیغی نصاب عکسی مجلد چرمی جسمیں حسب ذیل چھ کتب یکجا	۷-۵۰
(۱) حکایات صحابہ عکسی	۱-۵۰
(۲) فضائل نماز عکسی	۰-۷۰
(۳) فضائل تبلیغ عکسی	۰-۳۰
(۴) فضائل ذکر عکسی	۱-۶۰
(۵) فضائل قرآن مجید عکسی	۰-۶۰
(۶) فضائل رمضان عکسی	۰-۵۵
فضائل صدقات مجلد چرمی عکسی	۷-۵۰

تصانیف مولانا محمد احتشام الحسن صاحب کاندھلوی

کتاب	قیمت
تبلیغ کیا ہے؟ ۶ کتب یکجا مجلد	۲-۲۵
ارکان اسلام مجلد	۱-۵۰
رفیق حج مجلد	۱-۵۰
حجۃ الوداع	۰-۷۵
حالات مشائخ کاندھلہ مجلد	۳-۵۰
فضائل اسلام اور دعوت فکر و عمل	۰-۶۵
آداب معیشت	۰-۵۰
معارف السنہ مجلد	۴-۰۰

حیاۃ الصحابہؓ اردو عکسی (حضرت مولانا محمد یوسف صاحب) مجلد رنگین اول ۱۰/- دوم ۱۲/-

تصانیف مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری

کتاب	قیمت
مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ مجلد	۲-۷۵
مائیںؓ وصاحبزادیاںؓ مجلد یکجا	۲-۲۵
امت مسلمہ کی مائیںؓ	۱-۵۰
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاںؓ	۱-۰۰
مسلم خواتین کے لئے بیس سبق	۱-۰۰
اکرام المسلمین	۰-۵۰
آخرت کے فکرمندوں کے پچاس قصے	۰-۴۰
چھ باتیں اردو عکسی	۰-۴۰
چھ باتیں ہندی (ٹائپ)	۰-۶۰
نصائح رسول کریمؐ	۰-۲۵

تصانیف مختلف مصنفین

کتاب	قیمت
تبلیغی تقریریں (حضرت مدنیؒ)	۰-۴۰
فاروق العزیز مجلد (مولانا عبید اللہ)	۱-۵۰
مسنون اور مقبول دعائیں (انیس احمد)	۰-۵۰
یٰسین شریف مترجم عکسی ورنگین	۰-۲۰
حضرت خالد سیف اللہ رضؓ (انیس احمد)	۰-۴۰
حضرت ابوہریرہ رضؓ (عاشق الٰہی)	۰-۴۰
اسلام میں پردہ کی حقیقت (حضرت تھانویؒ)	۰-۴۰
چار ستارے مجلد (چراغ حسن)	۲-۰۰
نماز کی عظمت (مولانا عبد الشکور لکھنویؒ)	۱-۵۰
نماز مترجم عکسی رنگین ۰-۲۰ سادہ	۰-۱۰
حضرت انس رضؓ (انیس احمد)	۰-۲۵
حضرت بلال رضؓ (عاشق الٰہی)	۰-۴۰

رحمۃ للعلمین مکمل (قاضی محمد سلیمان منصور پوری) ۳ جلدوں میں ۲۰/-